اشعۃ اللمعات

اردو

شرح مشکوٰۃ

تصنیف منیف :-

عارف باللہ شیخ محقق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ

محمد عبدالحکیم شرف قادری — مولانا مفتی محمد خان قادری

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور — جامعہ اسلامیہ فصیح روڈ اسمن آباد، لاہور

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸۰ اردو بازار۔ لاہور ۲ پاکستان

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا صدق اللہ العظیم

جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں دیں

اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔ القرآن الحکیم

جلد ششم

اشعۃ اللمعات

شرح مشکوٰۃ

تصنیف منیف:-

عارف باللہ شیخ محقق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ

محمد عبدالحکیم شرف قادری
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

مولانا مفتی محمد خان قادری
جامعہ اسلامیہ فصیح روڈ سمن آباد، لاہور

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار ◎ لاہور (پاکستان)

کتاب : ——— اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ و شرح مشکوٰۃ شریف
شارح : ——— شیخ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ
ترجمہ ——— محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی، مفتی محمد خان قادری
ناشر : ——— فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار لاہور
کتابت : ——— محمد نعیم خوشنویس حضرت کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ
پروف ریڈنگ : ——— مولانا حافظ محمد شاہد اقبال
مطبع : ——— رومی پرنٹرز ۲۲/۱۰ ریٹی گن روڈ، ہجویری پارک لاہور
سال اشاعت : ——— یکم نومبر ۱۹۹۶ء
تعداد : ——— ایک ہزار
ہدیہ : ——— ۱۷۵ روپے

ملنے کا پتہ

فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار لاہور

فہرست اشعۃ اللمعات

(جلد ششم)

بَابُ الْبَيَانِ وَالشِّعْرِ

۳۱۵۔ خطاب اور شعر کا بیان

بیان کا معنی کشف، ظہور اور واضح کرنا ہے، صراح میں ہے بیان، خوب گفتگو کرنا اور فصاحت کے معنی میں مستعمل ہے۔ کہا جاتا ہے فُلَانٌ اَبْيَنُ مِنْ فُلَانٍ کہ فلاں، فلاں سے زیادہ فصیح اور زیادہ واضح گفتگو کرتا ہے۔ علامہ بیضاوی کہتے ہیں کہ اظہار ما فی الضمیر بیان ہے۔ طیبی کے نزدیک اعلیٰ بلیغ کلام سے اظہار کو بیان کہا جاتا ہے۔ بعض علما ایسی فصیح گفتگو کو بیان کہتے ہیں جس کے ذریعے دل کی بات ظاہر ہو جائے۔ یہ تمام معانی آپس میں مختلف نہیں بلکہ ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ شعر کا لغوی معنی دانائی و زیرک ہونا اور شاعر دانا اور زیرک شخص ہے۔ اصطلاح میں ہر وہ کلام ہے جو موزوں اور مسجع ہو اور اس کی موزونیت کا قائل نے قصد بھی کیا ہو۔ قرآن و حدیث شعر نہیں کیونکہ ان میں موزونیت ہونے کے باوجود وہاں یہ چیز مقصود نہیں ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۴۵۶۲۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَدِمَ رَجُلَانِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَخَطَبَا فَعَجِبَ النَّاسُ لِبَيَانِهِمَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

پہلی فصل

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مشرق سے دو[2] شخص آئے انہوں نے وعظ[1] کیا لوگوں نے آپ کے بیان کو بہت پسند کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بعض بیان جادو[3] ہیں۔

(بخاری)

[1] ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو کی، صراح میں ہے۔ دوسرے کے سامنے کی گئی گفتگو کو خطاب کہا جاتا ہے۔

[2] ان دو میں ایک کا نام حصین بن بدر ہے۔ اور ان کا لقب زِبرِقان ہے۔ زا کے نیچے زیر با ساکن را کے نیچے زیر، از برقہ۔ کپڑے کو سرخ یا زرد رنگ کرنے کو کہا جاتا ہے۔ زبرقان کا معنی چاند اور ہلکی داڑھی کے بھی آتے ہیں۔

ان کا یہ لقب ان کے حسن وجمال کی وجہ سے ہے یا ان کی ہلکی داڑھی کی وجہ سے ہے یا اس وجہ سے کہ عمامہ زرد رنگ کا پہنتے تھے یا جب وہ مجلس میں آئے تھے اس وقت زرد لباس پہنا ہوا تھا۔

دوسرے کا نام عمرو بن اہتم، ہمزہ پر زبر۔ ہا ساکن۔ تا پر زبر، اہتم اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے سامنے کے دانت ٹوٹے ہوئے ہوں۔

ان دونوں اشخاص نے ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو میں تفاخر اور فوقیت کا اظہار کیا پہلے زبرقان نے اپنے فضائل بیان کیے خوب فصیح و بلیغ گفتگو کی۔ اس کے بعد عمرو بن اہتم نے نہایت ہی بلیغ انداز میں اس کی تردید کی اور اس کی برائیاں اور رذائل بیان کیے۔ زبرقان نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ میرے فضائل سے آگاہ ہے مگر حسد کی وجہ سے مخالفت کر رہا ہے۔ عمرو نے پھر زبرقان کی برائی میں پہلے سے زیادہ مذمت کی۔ احیاء العلوم میں ہے کہ عمرو نے ایک دن زبرقان کی خوب مدح کی اور دوسرے دن مذمت سرور عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی کیا وجہ کہ تو نے ایک دن اس کی مدح کی اور دوسرے دن مذمت۔ عرض کیا پہلے دن میں نے سچ کہا تھا اور دوسرے دن بھی جھوٹ نہیں کہا تھا۔ وہ ایسے کہ اس نے پہلے دن مجھے خوش کیا تھا تو میں نے اس کی وہ اچھائیاں گنوا دیں جو میں نے دیکھی تھیں۔ دوسرے دن اس نے مجھے ناراض کر دیا۔ لہٰذا میں نے اس کی وہ برائیاں بیان کر دیں جو میں نے دیکھی تھیں۔

۳؎ بعض بیانات دل اور حال کی تبدیلی اور باطل کی طرف مائل کرنے میں جادو کی طرح ہیں۔ لغت میں سحر تبدیلی کو کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ انسان کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔ اسی طرح بیان اور گفتگو میں مبالغہ کلام میں تصنع، اس کے حسن میں تکلف سے کام لینا۔ کلام میں رنگینی، حق کو باطل کی طرف اسی طرح پھیر دینا کہ لوگوں کے دلوں میں بات راسخ ہو جائے۔ اگرچہ نفس الامر میں وہ باطل، جھوٹ ہو، ظاہر حدیث سے پتا چلتا ہے کہ یہ جملہ آپ نے بیان اور مبالغہ کی مذمت میں فرمایا ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ بیان میں حسن اور اس کو آراستہ کر کے بیان کرنے کی تعریف ہے کہ اس سے مقصود کامل طور پر حاصل ہو جاتا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ متن حدیث میں دونوں احتمال ہیں خلاصہ یہ ہے کہ بیان جادو کی طرح ہے اگر اسے حق کے لیے استعمال کیا جائے تو جائز اور قابلِ مدح اور اگر باطل کے لیے ہو تو باطل ہوگا جیسا کہ دوسری حدیث میں آیا ہے۔ اَلشِّعْرُ كَلَامٌ حَسَنُهُ حَسَنٌ وَقَبِيْحُهُ قَبِيْحٌ "شعر کلام ہے اچھا کلام حسین ہے اور برا کلام برا ہے۔

۴۵۴۳ وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً۔ (رواہ البخاری)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض اشعار حکمت[1] پر مشتمل ہوتے ہیں۔ (بخاری)

[1] مراح میں حکمت کے متعدد معانی بیان کیے گئے ہیں۔ دانش۔ ہر چیز کی حقیقت، حکیم دانا، اسی سے لفظِ احکام ہمزہ کے نیچے زیر ہے۔ کسی کام کو مضبوط و مستحکم کرنے کے معنی میں ہے۔ اور بے وقوف کو اس کی بے وقوفی سے باز رکھنا

"حکمۃ" حا اور کاف پر زبر، لگام اور برائی سے کسی کو منع کرنا ہے۔ یہ حدیث اس بات پر واضح دلیل ہے کہ آپ کا فرمان اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا بیان کی مدح پر دال ہے جس طرح یہاں حکمت ونصیحت پر مشتمل اشعار کی مدح کی گئی ہے اور یہ دونوں باتیں ایک حدیث میں اکٹھی بھی آئی ہیں جو فصل ثانی کے آخر میں ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ ان ارشادات کے ذریعے ان لوگوں کا رد کیا گیا ہے جو اس بات کے قائل تھے کہ بیان ہر حال میں محمود ہے۔ اور شعر ہر حال میں مذموم۔ آپ نے فرمایا ایسا نہیں۔ بعض بیان جو جادو کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں وہ مذموم ہیں اور حکمت پر مبنی اشعار محمود ہوتے ہیں۔

۴۵۷۴ (۳) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ قَالَهَا ثَلَاثًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہلاک ہو گئے گہری[1] باتیں[2] کرنے والے۔ یہ آپ نے تین بار فرمایا۔ (مسلم)

[1] غلو، ملمع سازی، تصنع اور مبالغہ کرنے والے۔

[2] نطع۔ نون کے نیچے زیر طا پر زبر یا ساکن، تالو کا وہ حصہ جس میں بلندی اور پستی ہے۔ تاء، طاء اور دال کو حروف نطعیہ کہا جاتا ہے کیونکہ ان کا مخرج تالو کا یہی مقام ہے اور تنطع۔ تالو میں بات کرنا کہلاتا ہے۔

یہاں گفتگو میں تکلف اور عمدًا فصیح بننا مراد ہے یعنی عبارت والفاظ میں تصنع، ریا لوگوں کی خوشامد اور ان کو جال میں لانا مقصود ہو اور یہ خیال نہ ہے کہ معنی حق ہے یا نہیں اور نفس الامر میں بات درست بھی ہے یا نہیں۔ علامہ طیبی کہتے ہیں یہاں غلو بے فائدہ اور بیہودہ گوئی کرنے والے مراد ہیں۔

۴۵۷۵ (۴) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِیْدٍ اَلَا كُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا سب سے سچی[1] بات جو شاعر نے کہی لبید[2] کی بات ہے کہ اللہ کے سوا ہر چیز فانی[3] ہے۔ (صحیحین[4])

[1] شعراء جاہلیت کے کلام میں اکثر باتیں غلط ہوتی تھیں، شعراء کے جس فرد نے بہت ہی سچی بات کہی وہ لبید ہیں۔ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

[2] یہ صحابی ہیں۔ دور جاہلیت اور اسلام میں صاحب عزت وشرافت تھے۔ ایک سو ستاون سال کی عمر میں ان کا وصال ہوا۔

[3] ہلاک اور معدوم ہونے والی ہے۔

[4] ان کا یہ کلام، کلام مجید کے موافق ہے۔ ارشاد فرمایا كُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ (ہر شئی فنا ہونے والی ہے) كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (اللہ کی ذات کے سوا ہر شئے ہلاک ہونے والی ہے)

ترمذی کی بعض روایات میں یہ اشعار ہیں۔

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ وَكُلُّ نَعِيْمٍ لَا مُحَالَةَ زَائِلٌ

سِوٰى جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ اِنَّ نَعِيْمَهَا سَيَبْقٰى وَاِنَّ الْمَوْتَ لَابُدَّ نَازِلٌ

اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز فانی ہے ہر دنیاوی نعمت زائل ہونے والی ہے سوائے جنت کے بے شک اس کی نعمتیں باقی رہیں گی، اور تحقیق موت انسان پر ضرور نازل ہونے والی ہے۔ یقیناً انہوں نے سچ کہا بے شک موت ضرور آکر رہے گی۔

٤٥٧٦/٥ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيْدِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَدِفْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ هَلْ مَعَكَ مِنْ شِعْرِ اُمَيَّةَ بْنِ اَبِي الصَّلْتِ شَيْءٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ هِيْهِ فَاَنْشَدْتُهٗ بَيْتًا. فَقَالَ هِيْهِ ثُمَّ اَنْشَدْتُهٗ بَيْتًا فَقَالَ هِيْهِ حَتّٰى اَنْشَدْتُهٗ مِائَةَ بَيْتٍ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عمرو بن شرید اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور علیہ السلام کے ساتھ سوار ہوا آپ نے فرمایا: کیا تمہیں امیہ ابن ابی الصلت کے اشعار یاد ہیں؛ عرض کیا ہاں۔ فرمایا: پڑھو۔ میں نے ایک شعر پڑھا، فرمایا اور پڑھو حتیٰ کہ میں نے آپ کو سو اشعار سنائے۔ (مسلم)

لے عمرو بن شرید تابعی۔ ثقہ اور اہلِ طائف میں سے ہیں۔ ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ ان کے والد کا نام شرید، شین پر زبر ہے اور وہ صحابی ہیں۔

ے٢ هِيْهِ اس کا اصل اِيْهِ ہے۔ ہمزہ کو ہا سے بدل دیا، آخری ہا کو حذف کرکے هِيْ بھی پڑھتے ہیں۔ معنی ہر صورت میں کسی کام یا بات میں اضافے کا حکم دینا ہے۔ صراح میں ہے کہ اِيْهِ کا معنی ہے مزید کہو۔

ے٣ ظاہر یہی ہے کہ ہر بار آپ نے مزید پڑھنے کے لیے فرمایا اور وہ پڑھتے رہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اشعار جو پراز حکمت ہوں۔ ان کا سننا سنت ہے۔ خواہ شاعر کافر ہو یا فاسق۔

ے٤ امیہ بن ابی الصلت کا تعلق قبیلہ ثقیف سے ہے، دور جاہلیت میں اہلِ کتاب سے دین سیکھا، عبادت کرتے تھے اور احکام دین پر عمل کرتے تھے، قیامت پر ایمان رکھتے تھے اس کے اشعار حکمت و نصیحت پر مشتمل ہوتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا آمَنَ شِعْرُهٗ وَكَفَرَ قَلْبُهٗ اس کے اشعار ایمان لائے اور اس کے دل نے کفر کیا، دوسری روایت میں ہے! اٰمَنَ لِسَانُهٗ وَكَفَرَ قَلْبُهٗ اس کی زبان ایمان لائی اور اس کے دل نے کفر کیا۔

یہ آدمی ہمیشہ اہلِ کتاب سے پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھتا رہتا تھا۔ یہ گمان کرتا کہ شاید ہمارے قبیلے سے ہو، جب اس نے سنا کہ آپ قریش سے ہیں اور آپ کی صفات سے آگاہ بھی ہو گیا مگر حسد و عناد کی وجہ سے منکر ہو گیا اور کہنے لگا کہ یہ مناسب نہیں کہ میں ایسے شخص پر ایمان لاؤں جو ثقیف سے نہ ہو۔ ابن جوزی نے الوفا باخبار المصطفٰی میں ذکر کیا ہے کہ جب اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف سنے تو اس نے آرزو کی کاش میں ان کو پالوں۔ ان کی خدمت اور مدد کروں، لیکن جب آپ کی نبوت کا اظہار ہو گیا تو اس نے شقاوت کی وجہ سے انکار کر دیا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّقَاوَةِ یہ پہلا شخص تھا جس نے خط کی ابتدا میں بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھا تھا

قریش نے اسی سے یہ کلمہ سیکھا تھا اور دورِ جاہلیت میں یہی لکھا کرتے اس کا تفصیلی واقعہ ہے جسے ہم نے شرح میں بیان کیا ہے۔

۴۵۷۷ وَعَنْ جُنْدُبٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ بَعْضِ الْمَشَاھِدِ[1] وَقَدْ دَمِیَتْ[2] اِصْبَعُہٗ[3] فَقَالَ ھَلْ اَنْتِ[4] اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِیْتِ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مَا لَقِیْتِ[5]۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی جہاد میں شریک تھے آپ کی مبارک انگلی خون آلود ہوگئی تو آپ نے فرمایا اے انگلی تو خون آلود ہوئی ہے تو نے اللہ کی راہ[6] میں یہ تکلیف اٹھائی ہے۔ (بخاری و مسلم)

۱ مشاہد حاضر ہونے کی جگہیں، شہادت کے مقامات، علامہ طیبی کہتے ہیں کہ غزوۂ اُحد مراد ہے۔

۲ دَمِیَتْ بروزن رَضِیَتْ ہے۔

۳ صاحب سفر السعادۃ کہتے ہیں کہ آپ کی انگلی پر پتھر لگنے کی وجہ سے خون جاری ہو گیا تھا۔

۴ آپ نے انگلی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

۵ اس تکلیف پر تجھے اجر ملے گا۔ یہ ضائع نہیں جائے گا۔ یہ امت کے لیے تعلیم ہے کہ اللہ کی راہ میں جو بھی تکلیف آتی ہے اس کا اجر ملتا ہے۔

بعض شارحین کے نزدیک یہ "ما" نافیہ ہے کہ تو نے کوئی بڑی تکلیف نہیں اٹھائی یہ خون آلودہ ہونا تو آسان ہے

۶ یہاں ایک اشکال ہے کہ یہ شعر ہے حالانکہ آپ کی ذاتِ اقدس اشعار سے منزہ ہے آپ سے اس کا صدور متصور نہیں ہو سکتا۔ شارحین نے اس کے مختلف جوابات دیے ہیں۔

(۱) شعر میں یہ شرط ہے کہ اس کا قائل اس کی موزونیت کا قصد و ارادہ کرے، اور آپ سے یہ قول موزونیت کے ارادے کے بغیر صادر ہوا تھا۔

(۲) یہ شعر عبداللہ بن رواحہ کا ہے جو انہوں نے غزوۂ موتہ کے موقع پر پڑھا تھا۔ آپ نے بطور تمثیل پڑھا نہ کہ بطور انشاء امام جلال الدین سیوطی نے یہی بیان کیا ہے۔

لیکن یہ جوابات اس صورت میں ہیں جب یہ بات ثابت ہو جائے کہ آپ نے شعر پڑھا خواہ وہ کسی کا تھا۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ آپ کی مبارک زبان پر شعر آ ہی نہیں سکتا خواہ وہ غیر کا ہی ہو، یہ قول محلِ نظر ہے جیسا کہ لبید وغیرہ کے اشعار پڑھنے سے واضح ہے۔

(۳) بعض شارحین کی رائے یہ ہے کہ یہ از قبیل رجز ہے اس کو شعر نہیں کہا جاتا۔

(۴) علامہ طیبی کہتے ہیں کہ کبھی اچانک زبان پر شعر کا آجانے سے قائل کو شاعر نہیں کہا جا سکتا۔ اور اللہ تعالٰی کے ارشادِ گرامی وَمَا عَلَّمْنٰہُ الشِّعْرَ (ہم نے آپ کو شعر کی تعلیم نہیں دی) سے یہی مراد ہے، لیکن ان کی یہ گفتگو محلِ نظر ہے کیونکہ اس کے ساتھ الفاظ ہیں وَمَا یَنْبَغِیْ لَہٗ (یہ آپ کے شایان شان نہیں) جن کا

تقاضا ہے کہ شعر آپ کی زبان پر آ ہی نہیں سکتا اور نہ ہی کوئی صورت بن سکتی ہے۔

۴۵۷۸ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ قُرَيْظَةَ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ اُهْجُ الْمُشْرِكِيْنَ فَاِنَّ جِبْرِيْلَ مَعَكَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِحَسَّانَ اَجِبْ عَنِّيْ اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت براء[۱] رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریظہ[۲] کے دن حسان بن ثابت[۳] سے فرمایا مشرکین کی ہجو[۴] کرو بے شک جبریل تمہارے[۵] ساتھ ہیں اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان سے فرماتے ہیں کہ میری طرف سے جواب[۶] دو اے اللہ! ان کی روح[۷] القدس کے ذریعے مدد فرما۔

(بخاری و مسلم)

۱؎ حضرت براء مشاہیر صحابہ میں سے ہیں۔

۲؎ بنو قریظہ کا واقعہ غزوۂ خندق کے بعد پیش آیا تھا۔ جیسا کہ باب القیام میں گزرا۔

۳؎ حضرت حسان بن ثابت بن منذر بن حرام انصاری مدنی ہیں سا اسلام اور جاہلیت کے شعراء میں سے عظیم شاعر ہیں۔ ان چار میں سے ہر ایک نے ایک سو بیس سال عمر پائی۔ حضرت حسان نے ساٹھ سال جاہلیت میں گزارے اور ساٹھ اسلام میں۔

۴؎ ہجو کا شمار کرنا ہے جیسا کہ حروفِ ہجا اور تہجی کہا جاتا ہے۔ اب اس سے مراد کسی کے عیب شمار کرنا ہے۔ قاموس میں ہے کہ ہجو شعر کی صورت میں کسی کو برا بھلا کہنا ہے۔ صراح میں ہے کہ ہجو خلافِ مدح ہے۔

۵؎ مضامین کے القاء کرنے میں جبریل امین تمہاری مدد و اعانت کریں گے۔

۶؎ انہوں نے میرے بارے میں جو نازیبا کہا ہے اس کا جواب دو۔

۷؎ حضرت حسان کو جبریل امین کے ساتھ تقویت عطا فرما۔ حضرت جبریل کو روح کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہی تمام پیغمبروں پر وہ علم اور شریعت لے کر آئے جس کے ذریعے دلوں کو ہمیشہ کی زندگی نصیب ہوئی، قدس۔ مقدس کے معنی میں ہے۔ اس سے مراد ذاتِ باری تعالٰی ہے۔ تشریف و اکرام کی وجہ سے اضافت کی گئی ہے جیسا کہ ناقۃ اللہ رُوحُ اللّٰہ میں ہے۔ یا قدس روح ہی کی صفت ہو۔ اب اضافت خدمت لزوم و اختصاص کی وجہ سے ہوگی جیسا کہ حاتمِ جُود میں ہے۔

۴۵۷۹ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُهْجُوْا قُرَيْشًا فَاِنَّهٗ اَشَدُّ عَلَيْهِمْ مِّنْ رَّشْقِ النَّبْلِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، قریش کی ہجو[۱] کرو کیونکہ یہ ان کے لیے تیر مارنے سے زیادہ سخت ہے۔[۲]

(مسلم)

۱؎ اپنے شعراء کو فرمایا۔

۲؎ رَشق، راء پر زبر شین ساکن۔ تیر پھینکنے کو کہا جاتا ہے۔ نبل۔ نون پر زبر با ساکن بمعنی تیر ہے۔

۳؎ معلوم ہوا کہ کافروں اور دین کے دشمنوں کی مذمت کرنا پسندیدہ عمل ہے۔ لیکن علماء نے بیان کیا ہے کہ ان کی ہجو کے جواب میں ہجو کہنی چاہیے۔ مسلمانوں کی طرف سے ابتداء نہیں ہونی چاہیے تاکہ یہ مسلمانوں کی ہجو کا باعث نہ بنیں۔

۴۵۸۰/۹ وَعَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِحَسَّانَ اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ لَا يَزَالُ يُؤَيِّدُكَ مَا نَافَحْتَ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هَجَاهُمْ حَسَّانُ فَشَفٰى وَاسْتَشْفٰى۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)۔

آپ ہی سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حسان سے فرماتے ہوئے سنا جب تک تم اللہ[1] اور اس کے رسول کی طرف سے دفاع کرتے ہو۔ روح القدس تمہاری مدد کرتے ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی سنا کہ حسان نے ان کافروں کی ہجو کر کے شفا دی[2] اور شفا پائی۔ (مسلم)

۱؎ اللہ تعالٰی کا ذکر بطور تبرک ہے یا یہ وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اہانت اللہ کی اہانت کو مستلزم ہے۔ اللہ تعالٰی کا ذکر اس لیے بھی ہو سکتا ہے کہ کافروں نے اللہ رب العزت کے بارے میں ناشائستہ کلمات کہے تھے۔ مثلاً وہ فقیر ہے اور صاحب اولاد ہے اور بتوں کو اس کا شریک مانتے تھے۔

۲؎ مسلمانوں کو شفا دی اور خود شفا پائی۔ کیونکہ ان کی اور مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ کافروں کی ہجو سن کر ان کے دل میں سخت جلن تھی۔ جب انہوں نے بھرپور جوابی کارروائی کی تو اب وہ جلن (بیماری) زائل ہو گئی[1]۔

۴۵۸۱/۱۰ وَعَنِ الْبَرَآءِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقُلُ التُّرَابَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتّٰى اغْبَرَّ بَطْنُهٗ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا اِنَّ الْاُولٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا يَرْفَعُ بِهَا

حضرت براء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خندق کے دن[1] مٹی اٹھاتے تھے حتٰی کہ آپ کا مبارک پیٹ غبار آلود ہو گیا اور کہتے[2] اگر اللہ تعالٰی ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے، نہ صدقہ دیتے، نہ نماز پڑھتے، پس ہم پر تو سکون نازل فرما۔ اور لڑائی کے وقت ہمیں ثابت قدم رکھ، یقیناً کفار نے

۱؎ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالٰی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔
حضور علیہ السلام حضرت حسان کو بشارت دے رہے ہیں کہ جب تم ہجو کے اشعار لکھنے لگتے ہو تو جناب جبریل تمہارے دل میں اچھے مضمون ڈالتے ہیں۔ تمہاری زبان پر اچھے الفاظ جمع فرماتے ہیں اور تم کو دعائیں دیتے، تمہارا احترام کرتے ہیں۔ یہ ہے حضرت جبریل کی مدد، معلوم ہوا کہ دشمنانِ دین کی ہجو اعلٰی درجہ کی عبادت ہے۔
(مرات، جلد ۶ ص ۴۳۱)

صَوْتَهٗ اَبَيْنَا اَبَيْنَا۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ہم پر بغاوت کی ہے جب انہوں نے ہمیں فتنے میں ڈالنا چاہا تو ہم نے انکار کر دیا۔ بات[۴] نہ مانی۔ اَبَیْنَا بلند آواز سے اور بتکرار کہتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

لہ آپ خود خندق کھودنے میں شریک ہوئے۔ مٹی اٹھا اٹھا کر لے جاتے تھے۔
۲ہ آپ عبداللہ بن رواحہ کے اشعار رجز کی صورت میں پڑھ رہے تھے۔
۳ہ ہمیں اسلام سے کفر کی طرف لانے کی کوشش کر رہے[لہ] ہیں اور ہم نے ان کی بات کو رد کر دیا۔ ہے فِتْنَۃً کا معنیٰ آزمائش اور سونے کو پگھلانا ہے۔

۴ہ ان الفاظ پر آپ بلند آواز کرتے یا اور فرماتے اَبَیْنَا اَبَیْنَا یا ضمیر مذکورہ اشعار کی طرف راجع ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ آپ باآواز بلند یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ اور اَبَیْنَا اَبَیْنَا کا اشارہ اس کلمہ کی تکرار کی طرف ہے۔

٢٥٨٢/١١ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَعَلَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ الْخَنْدَقَ وَيَنْقُلُوْنَ التُّرَابَ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا يَقُوْلُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُجِيْبُهُمْ اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشَ الْاٰخِرَةِ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین وانصار خندق کھود کر مٹی اٹھا رہے تھے اور[۱] یہ پڑھ رہے تھے کہ ہم لوگوں نے محمد عربی کی جہاد پر بیعت کی ہے جب تک ہم باقی ہیں ہمیشہ کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جواب دیتے ہوئے فرماتے اے اللہ نہیں ہے زندگی مگر آخرت کی پس انصار[۲] اور مہاجرین کو بخش دے۔
(بخاری و مسلم)

٢٥٨٣/١٢ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا يَرِيْهِ خَيْرٌ مِنْ اَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کے پیٹ کا ایسی پیپ سے بھر جانا جس سے وہ گندا ہو جائے اس سے بہتر ہے کہ وہ شعر[۱] سے بھرا ہوا ہو۔
(بخاری و مسلم)

لہ شعر اس شخص کا اس طرح مشغلہ بن جائے کہ قرآن، ذکر الٰہی اور علوم شرعیہ سے غافل ہو جائے یا اس سے معین شخص مراد ہے جیسا کہ تیسری فصل میں آ رہا ہے۔ الغرض یہاں وہ گندے اشعار مراد ہیں جو کفر، فحاشی اور نا روا مضامین پر مشتمل ہوں۔

لہ ان مشرکین نے ہمارے خلاف بغاوت و سرکشی کر کے ہمیں جنگ پر مجبور کیا ہے۔
۲ہ شعر کہنا چونکہ آپ کی عادت کریمہ نہ تھی اس لیے بعض روایات میں ہے کہ یوں کہہ دیتے فاغفر المہاجرین والانصار

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

۴۵۸۴ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ اَنْزَلَ فِي الشِّعْرِ مَا اَنْزَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ يُجَاهِدُ بِسَيْفِهٖ وَلِسَانِهٖ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَكَاَنَّمَا تَرْمُوْنَهُمْ بِهٖ نَضْحَ النَّبْلِ۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

وَفِي الْاِسْتِيْعَابِ لِابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاذَا تَرٰى فِي الشِّعْرِ فَقَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ يُجَاهِدُ بِسَيْفِهٖ وَلِسَانِهٖ۔

دوسری فصل

حضرت کعب[۱] بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے شعر کے بارے میں جو آیات[۲] نازل کیں وہ کیں تو آپ نے فرمایا[۳]: مومن اپنی تلوار اور زبان دونوں[۴] سے جہاد کرتا ہے، مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم یہ اشعار کفار کو تیروں[۵] کی طرح مارتے[۶] ہو۔ (شرح السنۃ)

استیعاب[۷] ابن عبد البر میں ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ شعر کے بارے[۸] میں فرمائیے آپ نے فرمایا مومن تلوار اور زبان سے جہاد کرتا ہے۔

[۱] یہ شعرا اسلام میں سے ہیں۔ مشاہیر شعراء اسلام تین ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہم، حضرت کعب کافروں کے دلوں میں جہاد کا رعب و دبدبہ پیدا کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے حضرت حسان ان کے نسب پر طعن کرتے اور عبداللہ بن رواحہ ان کے کفر پر ان کی سرزنش کرتے تھے۔ حضرت کعب نے اپنے حال پر افسوس کرتے ہوئے اور شعر کو قبیح جانتے ہوئے عرض کیا تھا۔

[۲] اللہ تعالیٰ نے جن آیات میں شعراء کی مذمت فرمائی ہے اس سے یہ مراد ہے وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ (شعراء کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں)

[۳] آپ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔

[۴] وہ شعراء جو اسلام اور دین کی اشاعت و تقریب کا سبب اور کفار کی ہجو کرتے ہیں وہ آیت مذکور کی مذمت کے تحت نہیں آتے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود استثناء فرمادیا ہے کہ اچھے شعراء اس میں شامل نہیں۔ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا (مگر وہ لوگ جو ایمان لائے، نیک عمل کیے اور اللہ کا کثرت سے ذکر کیا)

[۵] تلوار کے زخم اس طرح جسم پر نہیں لگتے جس طرح زبان کے کلمات اور اشعار انہیں لگتے ہیں۔

[۶] نضح۔ نون پر زبر، ضاد ساکن۔ اس کا معنی پھینکنا ہے۔

[۷] یہ اسماء رجال کی مشہور کتاب ہے۔ مصنف کا مکمل نام عمر بن عبد البر ہے۔

[۸] اچھے شعر کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

۴۵۸۵ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَیَاۗءُ وَالْعِیُّ شُعْبَتَانِ مِنَ الْاِیْمَانِ وَالْبَذَاۗءُ وَالْبَیَانُ شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا حیا اور خاموشی[1] ایمان کی دو شاخیں ہیں۔ فحش گوئی[2] اور زیادہ بولنا نفاق کی دو شاخیں ہیں[3]۔ (ترمذی)

[1] عِیّ عین کے نیچے زیر، یا مشدد، گفتگو میں کمی۔ یہ بیان کی ضد ہے۔ اور اس کا معنی عجز، ناتجربہ کاری، عدم استحکام بھی ہے لیکن اس جگہ پہلا معنٰی مناسب ہے۔

[2] گفتگو میں بیہودگی، تکلف، تفنّع اور مبالغہ مراد ہے۔

[3] حیا کے ایمان کی شاخ ہونے کی وجہ کتاب الایمان میں گزر چکی ہے۔ رہا خاموشی کا ایمان کی شاخ ہونا اور کثرتِ کلام کا نفاق کی شاخ ہونا اس کی وجہ یہ ہے کہ مومن حیا، انکساری، مسکنت اور خوفِ خدا کی وجہ سے اثبات مدعا میں کامل طور پر کامیاب نہیں ہوتا کیونکہ اس میں مبالغہ اور چرب لسانی نہیں ہوتی۔ بخلاف منافق کے کہ بیہودگی میں دلیر اور جرأت مند ہوتا ہے۔ اس حدیث کا خلاصہ دوسری حدیث میں یوں بیان ہوا ہے اَلْمُؤْمِنُ غِرٌّ کَرِیْمٌ وَالْمُنَافِقُ خَبٌّ لَئِیْمٌ مومن فریب کھانے والا اور سادہ دل ہوتا ہے اور منافق فریب دینے والا اور کمینہ ہوتا ہے اگر لفظ عِیّ کا ترجمہ ناتجربہ کار کیا جائے تو اس حدیث کے زیادہ مناسب ہے۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں ایمان، حیا، احتیاط اور کلام میں تخفظات کا تقاضا کرتا ہے۔ برخلاف نفاق کے کہ وہاں ایسی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اس توجیہ کے پیش نظر عِیّ سے مراد یہ ہوگا کہ مومن اگر خاموشی اختیار کرتا ہے تو اس کی وجہ تحمل و بردباری، گفتگو میں احتیاط، گرفت، و غضب الٰہی کا خوف ہوتا ہے یہ وجہ نہیں کہ اس کی زبان عاجز ہوتی ہے اور بذاء سے مراد وہ بیان ہے جس میں بیہودگی پر جرأت و دلیری کی جائے اور گفتگو میں کسی قسم کی کوئی احتیاط پیش نظر نہ ہو اگرچہ وہ سراسر جھوٹ، کذب اور افترا ہو۔

۴۵۸۶ وَعَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحَبَّکُمْ اِلَیَّ وَاَقْرَبَکُمْ مِنِّیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَحَاسِنُکُمْ اَخْلَاقًا وَاِنَّ اَبْغَضَکُمْ اِلَیَّ وَاَبْعَدَکُمْ مِنِّیْ مَسَاوِیْکُمْ اَخْلَاقًا الثَّرْثَارُوْنَ الْمُتَشَدِّقُوْنَ الْمُتَفَیْهِقُوْنَ۔ (رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ نَحْوَهٗ عَنْ جَابِرٍ وَفِیْ رِوَایَتِهٖ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْنَا الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ فَمَا الْمُتَفَیْهِقُوْنَ

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے سب سے محبوب اور قیامت کے دن میرے بہت قریب اچھے اخلاق والا ہوگا اور تم میں سے مجھے بہت ناپسند اور مجھ سے بہت دور برے اخلاق والا ہوگا۔ جو منہ پھٹ فراخ گو، متکبر ہے۔ اسے امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔ ترمذی نے اسی طرح حضرت جابر سے روایت کیا اور ایک روایت میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم ثرثارون اور متشدقون کو جانتے

قَالَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ)۔ | ہیں متفیہقون سے کون مراد ہیں؟ فرمایا تکبر کرنے والے)

لہ الخشنی خا پر پیش، شین پر زبر۔ خشین بن نمر کی طرف نسبت ہے۔ صحابی ہیں۔ ان کا نام جرہم بن ناشب ہے جیم اور ہا دونوں پر پیش ہے۔ ان کے اور ان کے والد کے نام میں کافی اختلاف ہے۔ مشہور یہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے، ان کی کنیت نام سے زیادہ مشہور ہے۔ انہوں نے بیعت رضوان کے موقع پر حضور کی بیعت کی تھی۔ آپ نے خیبر کی غنیمت سے حصہ دیا۔ اور انہیں ان کی قوم کی طرف روانہ فرمایا پھر وہ تمام قوم اسلام لے آئی۔ پچھتر ہجری میں ان کا وصال ہوا۔ بعض نے کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور تھا۔ اکثر نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

۲ لہ بعض روایات میں اَسَاوِئُكُمْ ہے یہ اَسْوَأُ کی جمع ہے جس طرح اَحَاسِنُكُمْ، اَحْسَنُ کی جمع ہے۔ مَسَاوِیُ میم پر زبر سُوْءٌ کی جمع ہے جس طرح مَحَاسِنُ، حُسْنٌ کی جمع ہے خلافِ قیاس، مصدر کو بطور وصف لا کر جمع بنا دیا۔

۳ لہ اَلثَّرْثَارُوْنَ: ثا پر زبر، را ساکن، بہت زیادہ گفتگو کرنے والے اور دورانِ گفتگو تکلف کا اظہار کرنے والے مراد ہیں۔ ثَرْثَرَةٌ کثرتِ کلام کو کہا جاتا ہے۔

۴ لہ اَلْمُتَشَدِّقُوْنَ یہ شِدْق سے بنا ہے شین کے نیچے زیر یا اس پر زبر، دال ساکن۔ منہ کے ایک گوشے کو کہا جاتا ہے۔ یہاں وہ مقرر مراد ہے جو گفتگو میں تصنع کا اظہار کرے۔

۵ لہ اَلْمُتَفَيْهِقُوْنَ میم پر پیش، فا اور تا دونوں پر زبر، یا ساکن۔ فراخ جگہ، منہ اور تالو بھر کر کلام کرنا۔ فہق کسی شی کا پُر ہونا۔ فیہق ہر چیز کی فراخی۔ تفیہق لمبی گفتگو کرنا اور منہ بھر کر گفتگو کرنا۔

۶ لہ ترمذی نے حضرت جابر سے اسی طرح روایت کی ہے مگر الفاظ مختلف ہیں۔

۷ لہ کیونکہ کلام میں تصنع اور تکلف تکبر کی وجہ سے آتا ہے لہٰذا اس کی تفسیر متکبر کے ساتھ فرما دی گویا یہ لازم کے ساتھ تفسیر ہے۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کلام میں جھوٹ ثابت کرنے کے لیے تکلف تصنع اور بناوٹ مذموم و منع ہے۔ باقی خطبات و مواعظ میں حسن نیت کے ساتھ جو کلام کے سجع وغیرہ کا خیال رکھا جاتا ہے اور اس سے لوگوں کے دلوں میں نرمی اور باطن میں اثر پیدا ہوتا ہے۔ وہ عمل ناپسندیدہ نہیں۔

$\frac{۴۵۸۷}{۱۶}$ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ قَوْمٌ يَاْكُلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ كَمَا تَاْكُلُ الْبَقَرَةُ بِاَلْسِنَتِهَا۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ ایسی[۱] قوم نکلے گی جو اپنی زبانوں سے ایسے[۲] کھائے گی جیسے گائیں اپنی زبانوں سے کھاتی ہیں۔ (احمد)

لہ پیدا اور ظاہر ہو گی۔

۲ لہ وہ لوگوں کی مدح و ذم کرنے میں باطل، جھوٹ اور کذب بیانی میں فصاحت و بلاغت کے ساتھ خوب مبالغہ

کر کے لوگوں سے عطیات وصول کرے گی۔

۳؎ جس طرح یہ فرق نہیں کرتیں کہ یہ گھاس کڑوا ہے یا شیریں، تر ہے یا خشک۔ اسی طرح یہ لوگ بھی دنیا کے حصول اور کھانے پینے کے لیے حق و باطل میں کوئی امتیاز نہیں کریں گے۔

۴۵۸۸ (۱۷) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ الْبَلِیْغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِیْ یَتَخَلَّلُ بِلِسَانِہٖ کَمَا یَتَخَلَّلُ الْبَاقِرَۃُ بِلِسَانِہَا۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ) وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالٰی اس بلیغ آدمی کو ناپسند کرتا ہے جو زبان کو اس طرح پھیرتا ہے جس طرح گائے زبان پھیرتی ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد) امام ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

۱؎ کلام میں تکلف و مبالغہ کرنے والا۔

۲؎ منہ بھر کر گفتگو کرتا ہے اور زبان کو تیز چلاتا ہے۔

۳؎ تخلل کا معنی کسی چیز کا درمیان میں آنا ہے۔ اسی وجہ سے دانتوں کے درمیان کو خلال کہا جاتا ہے۔ تکلفانہ گفتگو میں منہ کے اندر زبان کو گردش دینے کو گائے کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی ہے کہ وہ گھاس چرتے وقت زبان کو حرکت دیتی رہتی ہے۔ باقرۃ، بقرۃ کی جمع ہے۔ اس کا استعمال اکثر تاء کے بغیر ہوتا ہے۔ اور تاء کے ساتھ استعمال قلیل ہے۔

۴۵۸۹ (۱۸) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَرْتُ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ بِقَوْمٍ تُقْرَضُ شِفَاھُھُمْ بِمَقَارِیْضَ مِنَ النَّارِ فَقُلْتُ یَا جِبْرِیْلُ مَنْ ھٰؤُلَاءِ قَالَ ھٰؤُلَاءِ خُطَبَاءُ اُمَّتِکَ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جس رات ہمیں معراج کرائی گئی ہم ایسی قوم کے پاس سے گزرے جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ ہم نے پوچھا جبریل یہ کون ہیں؟ عرض کیا کہ یہ آپ کی امت کے واعظین ہیں جو کہتے ہیں ۱؎ وہ کرتے نہیں۔ (ترمذی نے اسے روایت کر کے کہا یہ حدیث غریب ہے)

۱؎ لوگوں کو نیک باتیں کہتے ہیں مگر خود عمل نہیں کرتے، یہاں گرفت عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہے کسی کو کہنے کی وجہ سے نہیں کیونکہ نہ کرنا برائی ہے۔ کسی کو اچھی بات بتانا برائی نہیں۔ اگرچہ خود عمل نہ کرے۔ لہٰذا کہنے سے پہلے اس پر عمل کرنا شرط نہیں ہے ہاں کر لینا بہتر ہے کیونکہ اس کے بغیر اثر نہیں ہوگا۔

۴۵۹۰ (۱۹) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّمَ صَرْفَ الْكَلَامِ لِيَسْبِيَ بِهٖ قُلُوْبَ الرِّجَالِ اَوِ النَّاسِ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ صَرْفًا وَّ لَا عَدْلًا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو باتوں میں ہیر پھیر سیکھے تاکہ اس سے لوگوں یا مردوں کے دل قابو کرے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کے نہ فرائض قبول فرمائے گا اور نہ نفل۔ (ابوداؤد)

سلہ صرف کلام سے مراد یہ ہے کہ تحسین کلام میں جھوٹ، کذب بیانی بطور ریاکاری کی جائے اور التباس وابہام پیدا کرنے کے لیے اس میں رد و بدل کر لیا جائے۔ اسی وجہ سے بیان کو جادو کہا گیا ہے کہ سحر لغت میں صرف کے معنی میں آیا ہے۔ قاموس میں ہے کہ صرف کلام یہ صرف دراہم سے لیا گیا ہے۔ یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب دراہم کی مقرر مقدار سے زائد لیے جائیں۔ بعض حواشی میں ہے کہ صرف کلام کا معنی کلام کو مختلف طریقوں سے لانا ہے۔

سلہ راوی کو شک ہے کہ لفظ رجال ہے یا الناس۔

سلہ صرف سے توبہ اور عدل سے فدیہ مراد ہے یا صرف سے نفل اور عدل سے فرض یا اس کا عکس مراد ہے۔

۴۵۹۱ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّهٗ قَالَ يَوْمًا وَّقَامَ رَجُلٌ فَاَكْثَرَ الْقَوْلَ فَقَالَ عَمْرٌو وَّلَوْ قَصَدَ فِيْ قَوْلِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَقَدْ رَاَيْتُ اَوْ اُمِرْتُ اَنْ تَجَوَّزَ فِي الْقَوْلِ فَاِنَّ الْجَوَازَ هُوَ خَيْرٌ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دن ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے بہت باتیں کیں۔ حضرت عمرو نے فرمایا: اگر یہ میانہ روی اختیار کرتا تو اچھا تھا۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ میں مناسب سمجھتا ہوں یا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ گفتگو مختصر کیا کروں کیونکہ مختصر کلام ہی بہتر ہے۔ (ابوداؤد)

سلہ یہ گفتگو لمبی نہ کرتا۔

سلہ قصد، استقامتِ طریق اور افراط کی ضد یعنی اعتدال کی راہ۔

سلہ مراح میں جواز کے یہ معانی بیان ہوئے ہیں، جاری ہونا، کسی جگہ یا راستہ سے گزرنا، پانی دینا۔ نماز آرام سے ادا کرنا۔ مجازاً گفتگو کرنا۔

۴۵۹۲ وَعَنْ صَخْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا وَّاِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَهْلًا وَّاِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حُكْمًا وَّاِنَّ مِنَ الْقَوْلِ عِيَالًا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت صخر بن عبداللہ بن بریدہ اپنے والد اور وہ اپنے جدِ امجد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بعض بیان جادو ہیں، بعض علم جہالت ہیں بعض شعر حکمت اور بعض کلام وبال ہیں۔ (ابوداؤد)

۱؎ حضرت بریدہ اسلمی مشہور صحابی ہیں، عبداللہ بن بریدہ، مشہور تابعین میں سے اور ثقہ ہیں۔ مرو کے قاضی تھے ان کے بھائی سلیمان بن بریدہ تھے۔ منقول ہے کہ سلیمان، عبداللہ سے افضل ہیں۔ صخر بن عبداللہ مروزی نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی۔ امام ابو داؤد نے یہی ایک حدیث ان سے روایت کی ہے۔

۲؎ اس پر تفصیلی گفتگو گزر چکی ہے۔

۳؎ علامہ طیبی نے اس کے دو معانی نہایہ سے نقل کیے ہیں۔

(۱) ایسے علوم سیکھنا جن کی ضرورت نہیں ہے۔ مثلاً علم نجوم، علم فلسفہ وغیرہ اور ان علوم کو ترک کر دینا جن کی ضرورت ہے۔ مثلاً قرآن و سنت کا علم تو اب بعض علوم دوسرے علوم سے جہالت کا سبب بن گئے، لہٰذا ان کو جہالت قرار دیا گیا۔

(۲) علم رکھنے کے باوجود عمل نہ کیا تو گویا یہ جہالت کا مظاہرہ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں یہ مراد ہو ایک آدمی علم کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ نفس الامر میں وہ جاہل ہے تو یہ علم نہیں جہالت ہے۔ باری تعالےٰ کی ذات و صفات کے ادراک میں غلو بظاہر علم ہے مگر درحقیقت جہالت ہے کیونکہ اس بارے میں علم کی توقع محال ہے۔ اسی طرح بعض مقاماتِ علم ایسے ہیں جن کو جانا ہی نہیں جا سکتا تو وہاں اس بات کا اقرار کہ میں نہیں جانتا۔ یہی جہالت کا اقرار علم قرار پاتا ہے۔ حالانکہ نفس الامر میں جہالت ہے۔ پس یہ کہنا کہ بعض علومِ جہالت میں درست ہے۔

۴؎ بعض روایات میں لحُکمًا ہے۔ بعض شعر ایسے نافع ہوتے ہیں جو جہالت اور بے وقوفی سے مانع ہوتے ہیں۔ حُکم، علم، فقہ اور عدل کے ساتھ فیصلہ کرنے کا معنی میں آتا ہے۔ دیگر روایات میں لحکمۃً ہے۔ وہ بھی بمعنی حکم ہے۔ نہایۃ میں اسی طرح ہے۔ حاصل یہ ہے کہ حکم و حکمت دونوں کا ایک معنی ہے۔ جس روایت میں حکمت آیا ہے اسے معنیٰ حکم پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح روایت حکم کو معنی حکمت پر محمول کر سکتے ہیں۔

۵؎ عیال۔ وبال قائل پر ہوگا یا اگر سامع جاہل ہوا تو گفتگو نہ سمجھنے کی وجہ سے اسے ملال ہوگا۔ اور اگر عالم ہوا تو پہلے ہی جانتا تھا یا اس سے مراد وہ بوجھ ہے جو ایسے شخص پر ہو جو گفتگو سننا ہی نہ چاہتا تھا۔ اس عبارت کی یہی تفسیر بیان کی گئی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۲۵۹۳ (۲۲) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِی الْمَسْجِدِ یَقُوْمُ عَلَیْہِ قَائِمًا یُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ یُنَافِحُ وَیَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ حَسَّانَ بِرُوْحِ

تیسری فصل

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان کے لیے مسجد میں منبر رکھتے جس پر وہ کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے فخر کرتے یا دفاع کرتے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے اللہ تعالیٰ مدد دیتا

الْقُدُسِ مَا نَافَحَ اَوْ فَاخَرَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

جبریل حسان کی مدد فرماتا ہے جب تک اس کے رسول کی طرف سے فخر کرتے یا دفاع کرتے ہیں۔

(بخاری)

لہ یہ راوی کا شک ہے۔

ٹہ جس روایت کی ابتدا میں لفظ یُفَاخِرُ پہلے آیا ہے اس کے آخری حصہ میں بھی فَاخَرَ پہلے ہونا چاہیے اسی طرح یُنَافِحُ اور نَافَحَ کا معاملہ ہے۔

۲۵۹۴ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَادٍ یُّقَالُ لَہٗ اَنْجَشَۃُ وَکَانَ حَسَنَ الصَّوْتِ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رُوَیْدَکَ یَا اَنْجَشَۃُ لَا تُکْسِرِ الْقَوَارِیْرَ قَالَ قَتَادَۃُ یَعْنِیْ ضَعَفَۃَ النِّسَاءِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حدی خواں تھا جسے انجشہ کہا جاتا تھا اور وہ خوش آواز تھا۔ آپ نے اسے فرمایا اے انجشہ! آہستہ شیشے کی بوتلیں نہ توڑ دینا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے کمزور باطن عورتیں مراد ہیں۔

(بخاری ومسلم)

لہ مراح میں ہے کہ حدی گانا گا کر اونٹوں کو خوب تیز چلانا ہے۔ یہ غنا کی ایک قسم ہے۔ جو بالاتفاق مباح ہے اس میں کسی بھی عالم کو اختلاف نہیں۔ اہلِ عرب کی عادت تھی کہ جب اونٹ تھک جاتے تو حدی کی صورت میں خوبصورت آواز میں کلام پڑھتے تاکہ اونٹ گرم، مست اور تیز ہو جائیں۔

ٹہ انجشہ۔ ہمزہ پر زبر، نون ساکن، جیم وشین پر زبر۔

ٹہ قواریر۔ یہ قارورۃ بمعنی شیشہ کی جمع ہے۔

ٹہ اس جملے کے دو معانی بیان کیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ خواتین کے اجسام نہایت نرم اور ضعیف ہوتے ہیں۔ اونٹوں کے تیز چلنے کی وجہ سے انہیں تھکاوٹ ہو جائے گی۔ دوسرا یہ کہ ان کے دل کی نرمی وضعف اور تاثیر کی سرعت کی وجہ سے ایسا فرمایا کہ کہیں اس آواز کی وجہ سے ان کے باطن میں وساوس برائی پیدا نہ ہو جائیں۔ کیونکہ سرود وغنا کی خاصیت ہے کہ وہ طبیعت میں حرکت وسستی پیدا کرتے ہیں اسی لیے حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا غنا (گانا) زنا کا داعی ہے۔ اگرچہ ازواج مطہرات میں ایسے تصورات بعید ہیں مگر وساوس کا آنا اختیار میں نہیں ہوتا للذا ایسے معاملہ میں احتیاط ہی بہتر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کے افعال واقوال امت کی تعلیم وتربیت کے لیے ہوتے ہیں۔ اکثر شارحین نے اس آخری معنی کو ترجیح دی ہے۔ اگرچہ الفاظ حدیث واضح طور پر پہلے معنی پر دال ہیں لہ

لہ معنی اول لینے میں شیشے کا ٹوٹنا لازم نہیں ہاں اس میں فساد آتا ہے۔ یہاں محدثین نے تیسرا معنی بھی بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ اونٹ خوبصورت آواز پر خوب مست ہوتے ہیں اور انجشہ کی آواز نہایت خوبصورت تھی۔ آپ نے (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

۴۵۹۵/۲۴ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ ذُكِرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهٗ حَسَنٌ وَّقَبِيْحُهٗ قَبِيْحٌ۔
رَوَاهُ الدَّارُقُطْنِيُّ وَرَوَى الشَّافِعِيُّ عَنْ عُرْوَةَ مُرْسَلًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس شعر کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ ایک کلام ہے۔ اچھا شعر اچھا اور بُرا شعر بُرا ہوتا ہے۔
(دار قطنی، امام شافعی نے اسے حضرت عروہ سے مرسلاً روایت کیا ہے۔)

ل آپ سے عرض کیا گیا کہ شعر اچھا ہوتا ہے یا بُرا۔

ل۲ یہ بھی ایک کلام ہے۔ شعر میں وزن، قافیہ کی جو زیادتی ہوتی ہے اس کا حرمت و کراہت میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اس کا مدار اس کے معنی و مضمون پر ہے۔ اگر مضمون اچھا ہے تو شعر اچھا ورنہ بُرا ہو گا۔ شعر کے بارے میں اس حدیث نے خوب فیصلہ کر دیا ہے جس سے اختلاف ختم ہو گیا۔

ل۳ دار قطنی نے یہ حدیث مرفوعاً بیان کی ہے۔

ل۴ عروۃ بن زبیر یہ تابعی ہیں۔

۴۵۹۶/۲۵ وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ نَسِيْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَرْجِ إِذْ عَرَضَ شَاعِرٌ يُّنْشِدُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذُوا الشَّيْطَانَ أَوْ أَمْسِكُوا الشَّيْطٰنَ لَأَنْ يَّمْتَلِئَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ أَنْ يَّمْتَلِئَ شِعْرًا۔
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مقام عرج میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ ایک شاعر شعر کہتا ہوا سامنے آیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس شیطان کو پکڑ لو یا روکو اس شیطان کو کسی شخص کے پیٹ کا پیپ سے بھرا ہوا ہونا اس سے بہتر ہے اشعار سے بھرا ہوا ہو سکے۔ (مسلم)

ل عرج۔ عین پر زبر، را ساکن مکہ مکرمہ کے راستے میں ایک جگہ کا نام ہے۔

ل۲ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ملاحظہ فرمایا کہ شعر کہہ رہا ہے اور بے باکی کے عالم میں جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کی جانب متوجہ ہی نہیں ہوا تو آپ نے محسوس فرمایا کہ یہ اشعار سے پُر ہے اور اس کی وجہ سے اس میں بے حیائی اور بے ادبی در آئی ہے اس لیے آپ نے اسے شیطان سے تعبیر فرمایا کہ بارگاہ رحمت سے دور ہو چکا ہے اور ان اشعار کی مذمت کی جن کی وجہ سے اس میں غرور اور تکبر پیدا ہوا۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) محسوس فرمایا کہ کہیں اونٹوں میں اسی طرح مستی نہ آ جائے کہ خواتین کا ان کے اوپر سوار رہنا دشوار ہو جائے اور گرکران کے اعضاء ٹوٹ جائیں۔

۴۵۹۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْغِنَآءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَآءُ الزَّرْعَ۔
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے جیسے پانی کھیتی اگاتا ہے۔
(بیہقی، شعب[1] الایمان)

[1] یہ حدیث دیلمی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں مروی ہے۔

اِنَّ الْغِنَآءَ وَاللَّهْوَ يُنْبِتَانِ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَآءُ الْعُشْبَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ اِنَّ الْقُرْاٰنَ وَالذِّكْرَ يُنْبِتَانِ الْاِيْمَانَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَآءُ الْعُشْبَ۔

گانا اور لہو دل میں نفاق پیدا کرتے ہیں جیسے پانی تر و تازہ گھاس اگاتا ہے[1] اور مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے قرآن اور ذکر دل میں ایمان پیدا کرتے ہیں جیسے پانی تر گھاس اگاتا ہے

[1] عُشب عین پر پیش، شین ساکن، تر و تازہ گھاس کو کہتے ہیں۔

۴۵۹۸ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِيْ طَرِيْقٍ فَسَمِعَ مِزْمَارًا فَوَضَعَ اِصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ وَنَاٰى عَنِ الطَّرِيْقِ اِلَى الْجَانِبِ الْاٰخَرِ ثُمَّ قَالَ لِيْ بَعْدَ اَنْ بَعُدَ يَا نَافِعُ هَلْ تَسْمَعُ شَيْئًا قُلْتُ لَا فَرَفَعَ اِصْبَعَيْهِ مِنْ اُذُنَيْهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ يَرَاعٍ فَصَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ قَالَ نَافِعٌ وَكُنْتُ اِذْ ذَاكَ صَغِيْرًا۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ)

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر میں تھا۔ آپ نے باجے کی آواز سنی تو انگلیاں کانوں میں ڈال لیں اور راستہ سے دور دوسری طرف ہٹ[1] گئے۔ پھر دور جانے کے بعد مجھے فرمایا اے نافع تم کچھ سن رہے ہو میں نے کہا نہیں تب آپ نے انگلیاں اپنے کانوں سے نکالیں اور فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ نے بانسری کی آواز سنی تو اسی طرح کیا جس طرح میں نے کیا ہے نافع کہتے ہیں کہ میں اس وقت چھوٹا[2] تھا۔
(احمد، ابوداؤد)

[1] اجتناب اور احتراز کی خاطر۔

[2] انہوں نے یہ بتلایا ہے کہ میں اس وقت مکلف نہ تھا اس لیے مجھے منع نہ فرمایا۔ یہ اس لیے کیا تاکہ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے تحریمی نہیں۔ ابن عمر نے کمال تقوی و ورع کی وجہ سے ایسے کیا۔ اگر مکروہ تحریمی ہوتا تو نافع کو بھی منع فرماتے۔ دوسرے مقام پر اس مسئلہ پر بڑی تفصیلی گفتگو ہے۔ ہم نے فقہا، محدثین اور مشائخ طریقت کے حوالے سے گفتگو کی ہے۔ محدثین کی رائے میں غنا کی حرکت پر کوئی حدیث [illegible] ہے۔ مشائخ کہتے ہیں کہ جس مقام پر غنا سے منع کیا ہے اس سے مراد وہ گانا ہے جو لہو و لعب کے طور پر ہو [illegible] منع نہیں۔ فقہا کرام نے اس معاملہ میں بہت سختی سے کام لیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ حِفْظِ اللِّسَانِ وَالْغِيْبَةِ وَالشَّتْمِ

۲۱۶۔ جھوٹ، غیبت اور بدکلامی سے زبان کو محفوظ رکھنے کا بیان

زبان کو نامناسب گفتگو سے محفوظ رکھنا خصوصاً کسی کی غیبت اور بُرا بھلا کہنے سے ضروری ہے، غیبت، غین کے نیچے زیر ہے۔ اس سے مراد کسی کو اس کی پشت کے پیچھے بُرا کہنا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

۴۵۹۹ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّضْمَنْ لِّيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھے اس چیز کی ضمانت دے دے جو اس کے دونوں جبڑوں[1] اور دونوں ٹانگوں[2] کے درمیان ہے تو میں اُسے[3] جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (بخاری)

[1] لَحْيَيْن لام پر زبر، حا ساکن۔ اس ہڈی کو کہتے ہیں جس پر داڑھ اور داڑھی اگتی ہے۔ یہاں اس سے منہ اور زبان مراد ہے۔ یعنی زبان کو بیہودگی سے جو کفر و نافرمانی کا موجب ہو اور منہ کو حرام کھانے پینے سے بچنے کی ضمانت دے۔

[2] اس سے مراد شرمگاہ ہے کہ اسے معصیت سے محفوظ رکھے۔

[3] درحقیقت یہ باری تعالیٰ کی ضمانت ہے کیونکہ اس نے اپنے فضل و کرم سے بندوں کا رزق اپنے ذمہ لیا ہے۔ اور اعمال کی جزا و ثواب کا مؤکد وعدہ فرمایا ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں۔

۴۶۰۰ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِّضْوَانِ اللّٰهِ لَا يُلْقِيْ لَهَا بَالًا يَّرْفَعُهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجٰتٍ وَّاِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ لَا يُلْقِيْ لَهَا بَالًا يَّهْوِيْ بِهَا فِيْ جَهَنَّمَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ رضائے الٰہی کا کوئی کلمہ بول دیتا ہے جس کا اسے احساس نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے درجات بلند کر دیتا ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا کوئی کلمہ بول دیتا ہے جس کی وہ پرواہ نہیں کرتا۔ اس کلمہ کی وجہ سے وہ

يَهْوِيْ بِهَا فِي النَّارِ اَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ۔

آدمی دوزخ میں گر جاتا ہے (بخاری) اور دوسری روایت میں کہ اس آگ میں گر جاتا ہے جس کا فاصلہ مشرق و مغرب کے درمیان فاصلے کے برابر ہے۔

لے وہ کلمہ رضائے الٰہی کی جگہ یا رضائے کی طلب کے لیے صادر ہوتا ہے وہ ایسا کلمہ ہوتا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے۔

۲ اس کلمے کے بارے میں دل میں یہ احساس نہ تھا کہ اس کا درجہ کیا ہے۔ اس کے کہنے میں کوئی حرج محسوس نہ کیا اور اسے نہایت ہی آسان جانا۔

۳ بعض اوقات بندہ ایسی گفتگو کرتا ہے کہ اس میں رضائے الٰہی نہیں ہوتی اور بندہ اس کے کہنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا بلکہ اسے بہت آسان تصور کرتا ہے۔

۴ زبان کی ہر وقت حفاظت کرنی چاہیے۔ اس کے عمل کو معمولی تصور نہ کیا جائے۔ بعض اوقات انسان نہایت ہی معمولی بات سمجھ کر گفتگو کر دیتا ہے لیکن اگر وہ کلمات حق ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے جنت میں درجات بلند فرما دیتا ہے۔ اور اگر وہ کلمات باطل ہوں تو اور دوزخ میں گرنے کا سبب بن جاتے ہیں۔

۵ یہ دوسری روایت مسلم و بخاری میں ہے۔

۴۶۱۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔ (بخاری و مسلم)

لے سِبَابٌ. مراح میں ہے کہ سین کے نیچے زیر لگا لی دینا۔

۲ فسق، فسوق، چھلکے سے نری کو دور کرنا شریعت میں نافرمانی پر بولا جاتا ہے۔

۳ قتال، ایک دوسرے کو قتل کرنا۔

۴ یہ قتل مسلم پر سخت وعید ہے اور اس سے مقصود اسلام کامل کی نفی ہے۔ اس پر دوسری حدیث اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ (مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں) اس معنی پر دال ہے۔ اگر کسی نے دوسرے مسلمان کو اس کے اسلام کی وجہ سے یا اس کے خون کو مباح جانتے ہوئے قتل کیا تو ایسی صورت میں قاتل یقیناً کافر ہو جائے گا۔

۴۶۱۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِاَخِيْهِ كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهَا اَحَدُهُمَا ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہے تو وہ کفر ان دونوں میں سے ایک پر

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) پر لوٹے گا۔ (بخاری و مسلم)

لہ دوسرے مسلمان بھائی کو بغیر کسی تاویل کے کافر کہے۔

۲ہ کہنے والا یا جس کے لیے کہا گیا۔ اگر یہ سچ ہوا تو وہ دوسرا شخص کافر ہے مسلمان نہیں اور اگر یہ جھوٹ ہے تو یہ کہنے والا کافر ہو جائے گا اس لیے کہ کسی بھی مومن کو کافر کہنا ایمان کو کفر قرار دینے اور دین اسلام کو باطل جاننے کا اعتقاد کیا۔

۴۶۰۳ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَرْمِیْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوْقِ وَلَا یَرْمِیْہِ بِالْکُفْرِ اِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَیْہِ اِنْ لَّمْ یَکُنْ صَاحِبُہٗ کَذٰلِکَ۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص کسی دوسرے کو فسق وکفر کی تہمت نہیں لگاتا مگر وہ اس پر لوٹتا ہے[1] اگر وہ دوسرا ایسا[2] نہ ہو۔ (بخاری)

لہ فسق وکفر کی تہمت لگانے والے پر۔

۲ہ اگر وہ فاسق نہ تھا تو یہ فاسق ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر وہ کافر نہ تھا تو یہ خود کافر ہو جائے گا۔

۴۶۰۴ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْکُفْرِ اَوْ قَالَ عَدُوَّ اللّٰہِ وَلَیْسَ کَذٰلِکَ اِلَّا حَارَ عَلَیْہِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ان ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی کو کافر کہا یا اسے اللہ کا دشمن کہے[1] حالانکہ وہ ایسا[2] نہ تھا تو یہ خود اس پر لوٹ[3] آئے گا۔ (بخاری و مسلم[4])

لہ یہ بھی کافر کہنے کے حکم میں ہے۔

۲ہ وہ شخص دشمن خدا اور کافر نہ تھا۔

۳ہ یہ خود کافر و دشمن خدا ہے۔ حَارَ، حَوْرٌ سے ہے اس کا معنی واپس ہونا ہے۔

۴ہ اس سے واضح ہو رہا ہے کہ جو کسی مسلمان کو بغیر کسی دلیل و تاویل کے کافر کہے اس سے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ وجہ واضح ہے کہ اس نے اسلام کو کفر قرار دیا ہے۔ اس مقام پر علامہ طیبی نے خصوصی گفتگو کی ہے اور ہم نے بھی شرح (لمعات) میں اسے ذکر کیا ہے۔

۴۶۰۵ وَعَنْ اَنَسٍ وَّاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَی الْبَادِیْ مَالَمْ یَعْتَدِ الْمَظْلُوْمُ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپس میں دو گالی دینے والے جو کچھ کہتے ہیں اس کا وبال ابتدا کرنے والے پر ہے جب تک مظلوم زیادتی نہ کرتے[1] (مسلم)

لہ چونکہ ابتدا کرنے والا گالی دینے کا سبب بنا اور وہ ظالم ہے اور دوسرا مظلوم اس لیے دوسرے کی گالی کا گناہ

بھی پہلے پر ہوگا۔

سلہ اگر دوسرے نے حد سے تجاوز کر دیا تو وہ مظلوم نہ رہے گا اور اس صورت میں جس نے گالی دینے میں زیادتی کی اسے ہی گناہ ہوگا۔

۴۶۰۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَنْبَغِیْ لِصِدِّیْقٍ اَنْ یَّکُوْنَ لَعَّانًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدیق کے لیے مناسب نہیں کہ لعن وطعن کرنے والا ہو۔ (مسلم)

سلہ صِدّیق، صاد کے نیچے زیر، دال پر تشدید، مبالغہ کا صیغہ یعنی کثیر الصدق جیسے زیادہ مسکرانے والے کو ضحیک، زیادہ خاموش کو سکیت کہا جاتا ہے، صوفیا کی اصطلاح میں صدیقیت وہ مقام ہے کہ مقام نبوت اور اس کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہوتا یہ ارشاد باری تعالیٰ ہی پر دال ہے۔ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ، (پس یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین) خلیفۂ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ لقب ہے۔ جب صدق اور راستی مردوں کا شیوہ اور مقام نبوت کے بعد اس کا درجہ ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام لوگوں کو رحمت کے قریب لانے کے لیے ہی مبعوث ہوئے ہیں تو اب لعنت کر کے کسی کو رحمت خداوندی سے دور کرنا مقام صدیق کے شایان شان نہیں اس لیے اہل سنت وجماعت نے لعن وطعن کا شیوہ نہیں اپنایا۔ اگرچہ کوئی شخص لعنت کا مستحق ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے لیے بھی لعنت کرنے میں وقت ضائع نہیں کرتے۔ نہ اسے زبان پر لاتے ہیں اور نہ ہی اس کی عادت بناتے ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں لعنت کا مستحق ہو گیا ہو۔ اب دوسرے کی لعنت کی اسے کیا ضرورت؟ شعر

ہر کہ او را خدائے لعنت کرد ! نیست لعنت من وتو اش درخور

جس پر خدا تعالیٰ لعنت فرمائے۔ وہاں میری اور تمہاری لعنت کا کیا اعتبار؟ لعنت صرف اس کافر پر کی جا سکتی ہے جس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرما دیا ہو کہ یہ کفر پر مرا۔ اس کے علاوہ کسی مخصوص کافر پر لعنت جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ نزع کے وقت اسے ایمان نصیب ہو گیا ہو۔ باقی لعنت بھی اجمالاً ہونی چاہیے مثلاً لعنۃ اللّٰہ علی الکافرین۔ لعنت کی دو اقسام ہیں۔ ایک یہ کہ رحمت خدا سے دوری اور اس کے غیر متناہی فضل سے مایوسی یہ کافروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسری یہ کہ مقام قرب ورضا الٰہی سے محرومی جو کہ ترک اولیٰ پر ہے۔ اور وہ جو بعض اعمال کے ترک پر صحابہ اور غیر صحابہ سے منقول ہے اس کا تعلق دوسری قسم سے ہے نہ کہ اول سے۔

۴۶۰۷ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاۗءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللَّعَّانِیْنَ لَا یَکُوْنُوْنَ شُهَدَاۗءَ وَلَا شُفَعَاۗءَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بہت زیادہ لعن وطعن کرنے والے روز قیامت نہ گواہ

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ) ہوں گے اور نہ شفیع

(مسلم)

لہ نہ مخلوق پر گواہی دے سکیں گے اور نہ ہی ان کی شفاعت کریں گے۔ قرآن کریم میں ہے کہ روز قیامت حضور علیہ السلام کی امت کے وہ لوگ گواہ ہوں گے جو سچے اور امن والے ہوں گے۔ لہٰذا جن لوگوں کی عادت لعنت کرنا تھا وہ اس درجہ شہادت و شفاعت سے محروم رہیں گے۔ مقصود یہ ہے کہ یہ عادت نہایت ہی ناپسندیدہ ہے۔

۴۶۰۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ اَهْلَكُهُمْ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے یہ کہا کہ لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ ان سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔ (مسلم)

لہ لوگوں کی عیب جوئی، حقارت اور ان کو رحمت خدا سے ناامید کرتے ہوئے یہ کلمات کہے لیکن اگر بطور تاسف، اور غم کہے تو اس میں حرج نہیں۔

۲ہ مستحق دوزخ بن گئے۔ کیونکہ اس نے تکبر کرتے ہوئے لوگوں کو حقیر جانا اور انہیں رحمت خداوندی سے مایوس کیا اس معنی کی صورت میں یہ اسم تفضیل کے صیغہ کے کاف پر پیش ہے۔ کاف پر زبر بھی پڑھا گیا ہے۔ اس صورت میں یہ ماضی ہے۔ اب معنی یہ ہوگا کہ اس کے کلمات نے لوگوں کو ہلاک کر دیا کیونکہ لوگ جب ایسے کلمات سن لیتے ہیں تو ان سے یہ اثر لیتے کہ اب معافی نہیں مل سکتی لہٰذا عبادات میں کمی اور معصیت میں اضافہ کر لیتے ہیں حالانکہ معصیت میں مبتلا لوگوں کو اللہ رب العزت کی قہاریت کے ساتھ ساتھ باری تعالیٰ کی بخشش و رحمت سے بھی آگاہ کرنا چاہیے تاکہ وہ رحمت خدا سے مایوس نہ ہوں۔ یہاں سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ لوگوں کو رحمت باری سے آگاہ رکھا جائے تاکہ کسی صورت میں بھی گنہگار اس سے مایوس نہ ہوں۔

۴۶۰۹ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَجِدُ ذُوْنَ شَرَّ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ذَا الْوَجْهَیْنِ الَّذِیْ یَاْتِیْ هٰٓؤُلَآءِ بِوَجْهٍ وَّ هٰٓؤُلَآءِ بِوَجْهٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم روز قیامت بد ترین لوگوں میں سے دو منہ والے کو پاؤ گے جو ایک کے منہ پر کچھ کہتا ہے اور دوسرے منہ کچھ اور۔ (بخاری ومسلم)

لہ رسوائی اور بدحالی میں۔

۲ہ یہ منافق کی صفت ہے۔

۳ہ ایک جماعت کے لیے الگ طریقہ اور دوسری کے لیے دوسرا۔ یعنی ہر ایک کے موافق بات کرے جو اس کو

اچھی لگے۔

۴؎ اس سے مراد منافق حقیقی ہے۔ اندر کفر باہر مسلمانی جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں منافقین کا حال تھا، قرآن حکیم نے ان کے احوال بیان کیے ہیں۔ ایسے لوگوں کو یقیناً روزِ قیامت سخت ترین عذاب ہوگا۔

٤٦١٠ / ١٢ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ نَمَّامٌ.

حضرت حذیفہ[1] رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ چغل خور[2] جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

امام مسلم کی روایت میں نمّام[3] ہے۔

۱؎ یہ حضور علیہ السلام کے رازدان صحابی ہیں۔ انہیں منافقین کا علم بھی تھا۔

۲؎ مراح میں ہے کہ قتّ کا معنی چغل خوری ہے۔ یعنی لوگوں کی باتوں کو خفیہ طور پر سن کر دوسروں تک پہنچانا، قاموس میں ہے قتّات اسے کہتے ہیں جو لوگوں کی خفیہ باتیں سنے، خواہ آگے پہنچائے یا نہ۔ علامہ طیبی نے جو کہا ہے کہ قتات وہ شخص ہے جو بات کرتے وقت جھوٹ بولے اور اسے درست ثابت کرنے کی کوشش کرے۔ اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ قتات بہتان تراش کو کہا جاتا ہے حالانکہ چغل خوری میں جھوٹ شرط نہیں کیونکہ قتات ایک بات کا فساد اور لڑائی کے ارادے سے دوسری جگہ پہنچاتا ہے۔ اگرچہ وہ سچی ہو۔

۳؎ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ قتات سے مراد چغل خور ہی ہے۔

٤٦١١ / ١٣ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ إِلَى الْبِرِّ يَهْدِيْ إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ صِدِّيْقًا وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِيْ إِلَى الْفُجُوْرِ يَهْدِيْ إِلَى النَّارِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّابًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ إِنَّ الصِّدْقَ بِرٌّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْكَذِبَ فُجُوْرٌ وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ إِلَى النَّارِ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا سچ کو لازم کر لو کیونکہ سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے، جب آدمی ہمیشہ سچ بولتا ہے اور سچائی کا متلاشی رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالٰی کے ہاں اسے صدیق لکھ دیا جاتا[1] ہے اور جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ بدی کی طرف[2] لے جاتا ہے اور بدی دوزخ میں لے جاتی ہے۔ انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کا متلاشی رہتا ہے، یہاں تک اللہ تعالٰی کے ہاں اسے کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ سچائی نیکی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور جھوٹ بدی ہے اور بدی دوزخ میں لے جاتی ہے[3]۔

لے سچائی کی خاصیت یہ ہے کہ اس سے نیکی کی توفیق نصیب ہوتی ہے یا مراد یہ ہے کہ صدق خود نیکی ہے جیسا کہ دوسری روایت میں آرہا ہے۔ اب صدق اور ہدایت میں اعتباری فرق ہوگا نہ کہ حقیقی۔

ﮯ۲ اس کے لیے صدیقیت کا حکم دے دیا جاتا ہے اور اس کے لیے اس مقام کا ثواب ملتا ہے یا اس کا نام ملاء اعلیٰ کے خصوصی دیوان میں لکھ دیا جاتا ہے یا یہ مراد ہے لوگوں کے دلوں میں اس کا وقار پیدا کر دیا جاتا ہے کہ اسے اس صفت کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور اپنے ہاں اسے صدیق تصور کرتے ہیں۔ اور اس کی زبان پر اعتماد کرتے ہیں۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے رحمٰن محبت پیدا کر دیتا ہے۔)

ﮯ۳ یہ جھوٹ کی خاصیت ہے۔

ﮯ۴ باقی روایت کے الفاظ ہی ہیں۔

۴۶۱۲ وَعَنْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ وَيَقُوْلُ خَيْرًا وَّيَنْمِيْ خَيْرًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے اور خیر کی بات کرے[1]۔ اور خیر کی بات دوسروں تک پہنچائے[2]۔ (بخاری و مسلم)

لے وہ ایسی بات کرتا ہے جس سے صلح ہوتی ہے اور جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔ اگرچہ بات جھوٹی ہی کیوں نہ ہو وہ مقامات جہاں جھوٹ بولنا جائز ہے ان میں سے ایک مقام یہ ہے کہ دو مسلمانوں کے درمیان عداوت، لڑائی دوشمنی ختم کرنے کے لیے ایسا کیا جائے۔ دوسرا مقام یہ ہے کہ کسی مسلمان کی جان و مال کی حفاظت کے لیے ہو تیسرا مقام یہ ہے کہ بیوی کو خوش اور راضی کرنے کے لیے مثلاً محبت نہیں رکھتا مگر کہہ دیتا ہے کہ مجھے تیرے ساتھ محبت ہے۔

ﮯ۲ ایک شخص کی اچھی باتیں دوسرے تک پہنچائے۔ یہ اس چغل خوری میں نہیں آتا جو منع ہے بلکہ نیت خیر سے کرنا قابل ستائش عمل ہے۔ اہل لغت کے ہاں یَنْمِیْ یا پر زبر۔ نون ساکن اور یُنَمِّیْ یا پر پیش، نون پر زبر اور میم پر شد ان دونوں میں فرق ہے۔ اول کا معنی ہے خیر و صلاح کے ارادے سے بات نقل کرنا اور دوسرے کا معنی ہے شر و فساد برپا کرنے کے لیے ایسا عمل کرنا ہے۔ صراح میں ہے نَمًا اور نُمُوٌّ کا مطلب خیر اور بھلائی کے لیے بات نقل کرنا ہوتا ہے اور تنمیہ سے مراد چغل خوری اور برائی کے لیے بات نقل کرنا ہے۔

۴۶۱۳/۱۵ وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَأَيْتُمُ الْمَدَّاحِيْنَ فَاحْثُوْا فِيْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم منہ پر تعریف[1] کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ پر مٹی ڈال دو[2]۔ (مسلم)

۱؎ اس سے مراد وہ تعریف کرنے والے ہیں جو اس عمل کو عادت، کاروبار اور روزی کا ذریعہ بناتے ہیں اور حق وباطل مستحق وغیر مستحق کا فرق نہیں کرتے یہ عمل نہایت ہی مذموم ہے کیونکہ ایسی صورت میں وہ مدح میں ضرور کذب کو شامل کریں گے اور ممدوح بھی عُجب (خود بینی) میں مبتلا ہو جائے گا۔

۲؎ حَثَیٰ ثریٰ کی طرح ہے۔ اس کا معنی مٹی ہے۔ حَثْیٌ بروزن رَمْیٌ کا معنی اتنی مٹی ہے جو ہاتھ بھر کر اٹھائی جائے اس کے ماسوا میں بھی مستعمل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص کو کوئی چیز دینے سے محروم رکھا جائے یا تھوڑی چیز دی جائے جو قلت وحقارت میں خاک کی مثل ہو۔ بعض علماء نے اسے ظاہر پر محمول کیا ہے۔ کیونکہ روایت ہے کہ اس حدیث کے راوی حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دربار میں منہ پر تعریف کرنے والے کے منہ پر مٹھی بھر کر مٹی پھینکی۔

۴۶۱۴/۱۶ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ اُثْنِیَ رَجُلٌ عَلٰی رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَیْلَکَ قَطَعْتَ عُنُقَ اَخِیْکَ ثَلٰثًا مَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَادِحًا لَا مُحَالَۃَ فَلْیَقُلْ اَحْسِبُ فُلَانًا وَاللّٰہُ حَسِیْبُہٗ اِنْ کَانَ یُرٰی اَنَّہٗ کَذٰلِکَ وَلَا یُزَکِّیْ عَلَی اللّٰہِ اَحَدًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کسی کی تعریف کی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افسوس تو نے اپنے بھائی کی گردن[۱] کاٹ دی۔ تین دفعہ فرمایا تم میں سے جو کسی کی تعریف ضرور کرنا چاہے تو یہ کہے کہ میں فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ اس کے حال کی حقیقت کو جانتا[۲] ہے۔ بشرطیکہ وہ اسے ایسا ہی جانتا[۳] ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی شخص کی پاکیزگی جزم کے ساتھ بیان نہ کرے[۴]۔ (بخاری ومسلم)

۱؎ آپ نے یہ کلمات تین دفعہ دہرائے، گردن کاٹنے سے مراد کسی کو جسمانی طور پر ذبح اور ہلاک کرنا ہوتا ہے یہاں روحانی ہلاکت کے لیے استعمال ہے کیونکہ کثرت مدح کی وجہ سے ممدوح میں غرور وتکبر کا اندیشہ ہوتا ہے وہ دنیاوی ہلاکت تھی تو یہ دینی ہلاکت ہے۔ بعض اوقات دنیوی ہلاکت بھی لازم آجاتی ہے مثلاً مدح سن کر غرور اور تکبر میں مست ہو کر کسی کو قتل کر دیا تو پھر اسے بطور قصاص قتل کر دیا جائے گا، اس کے بعد مدح وتعریف میں اعتدال کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔

۲؎ اللہ تعالےٰ حقیقتِ حال سے آگاہ ہے اور وہ اس کے کردار پر جزا وسزا دینے والا ہے۔

۳؎ اسی طرح ہے جس طرح اس نے مدح کی ہے۔ یَرٰی یا پر زبر ہے یا پیش یُظَنُّ کے معنی میں ہے۔

۴؎ مدح میں احتیاط کی جائے اور یہ کہے میرا گمان یوں ہے یہ نہ کہے کہ یہ بات یقینًا ہے تاکہ علم الٰہی پر حکم کرنا لازم نہ آئے۔

۴۶۱۵/۱۷ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟

الْغِيْبَةُ قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ قِيْلَ اَفَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ فِيْ اَخِيْ مَا اَقُوْلُ قَالَ اِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ اِذَا قُلْتَ لِاَخِيْكَ مَا فِيْهِ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ وَاِذَا قُلْتَ مَا لَيْسَ فِيْهِ فَقَدْ بَهَتَّهٗ۔

صحابہ نے عرض کیا اللہ تعالٰے اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: تمہارا اپنے[۲] بھائی کو ایسے انداز میں ذکر کرنا جسے وہ ناپسند رکھے، عرض کیا گیا کہ آپ ارشاد فرمائیں کہ اگر میرے[۳] بھائی میں وہ عیب موجود ہو جو میں نے بیان کیا ہے فرمایا: تو جو کہتا ہے اگر وہ اس میں ہے تو تو نے اس کی غیبت[۴] کی ہے اور اگر اس میں وہ عیب نہیں جو تو کہتا ہے تو یہ تیری طرف سے اس پر بہتان ہے (مسلم) اور ایک روایت[۵] میں ہے کہ اگر تو نے اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کیا جو اس میں ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر تو نے وہ عیب بیان کیا جو اس میں نہ ہو تو اس پر تو نے بہتان تراشی کی[۶]

۱ صراح میں ہے کہ دِرَایَۃٌ دال کے نیچے زیر جاننے کے معنی میں ہے دَرَیْتُ بِہٖ (میں نے اسے جان لیا) لَا اَدْرِیْ (میں نہیں جانتا)

۲ اس کا ایسا وصف و عمل ذکر کرنا جو اسے ناپسند ہو۔

۳ یعنی وہ شخص جس کی میں نے برائی بیان کی ہے۔

۴ کسی کے عیب کو بیان کرنا ہی غیبت ہے۔ اگر وہ عیب اس میں نہیں ہے تو یہ بہتان ہے اس کا گناہ اس کے علاوہ ہے۔

۵ امام مسلم کی دوسری روایت کے یہ الفاظ ہیں۔

۶ غیبت بہت بڑے گناہوں میں سے ہے اور ایسا گناہ ہے جو اکثر لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ بہت کم لوگ ہیں جو اس برے عمل سے محفوظ ہیں۔ غیبت کسی کے ایسے عمل کا بیان ہوتا ہے جسے وہ ناپسند کرے خواہ اس کے بدن میں ہو یا عقل میں، دین میں ہو یا اس کے دنیاوی معاملات میں۔ خلق میں ہو یا مال میں، اولاد میں ہو یا والدین میں، بیوی میں ہو یا خادم میں، کپڑے میں ہو یا رفتار و گفتار میں، شکل میں ہو یا نشست و برخاست میں، حرکت میں ہو یا سکون میں، خندہ روئی میں ہو یا ترش روئی میں یا سخت و تند طبیعت میں، خاموشی میں ہو یا عدم خاموشی میں۔ الغرض جو بھی اس سے متعلق ہے خواہ لفظاً ذکر ہو یا کنایۃً و اشارۃً کی صورت میں، آنکھ و ابرو سے ہو یا سر سے ہو۔ یعنی جس سے کسی کا عیب سمجھا جائے اور غائبانہ ہو وہ غیبت کہلائے گی اور اگر یہ اس کے سامنے کہہ دیا اور اسے ناپسند ہوا تو یہ بے حیائی اور بے شرمی ہے۔ اور یہ بھی نہایت ناپسندیدہ عمل ہے اور غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ اگر اس شخص کے علم میں ہے تو اس سے معافی مانگی جائے اور اگر اس کے علم میں نہیں وہ فوت ہو گیا ہے یا کہیں دور رہتا ہے تو ندامت و استغفار کافی ہے۔ باقی معافی مانگنے میں

تفصیل ضروری نہیں بلکہ اجمالاً معافی اس طرح کافی ہے کہہ دے کہ میں نے تیری غیبت کی ہے تو معاف کر دے اور اس کے لیے دعا مغفرت کرتا رہے ان اہل کا کفارہ ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔

۴۶۱۶ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَجُلًا اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ائْذَنُوْا لَهٗ فَبِئْسَ اَخُو الْعَشِيْرَةِ فَلَمَّا جَلَسَ تَطَلَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجْهِهٖ وَانْبَسَطَ اِلَيْهِ فَلَمَّا انْطَلَقَ الرَّجُلُ قَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْتَ لَهٗ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ تَطَلَّقْتَ فِيْ وَجْهِهٖ وَانْبَسَطْتَ اِلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتٰى عَهِدْتِنِيْ فَحَّاشًا اِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ شَرِّهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِتِّقَاءَ فُحْشِهٖ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضری کی اجازت چاہی، فرمایا اسے اجازت دے دو یہ برا قبیلے کا آدمی ہے۔ جب وہ بیٹھا تو آپ خندہ پیشانی اور کشادہ روئی سے پیش آئے۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اس کے متعلق یہ یہ فرمایا پھر اس کے ساتھ خندہ روئی اور کشادہ پیشانی سے پیش آئے؟ تو آپ نے فرمایا تم نے مجھے فحش گو کب پایا؟ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین درجہ پانے والا قیامت کے دن وہ ہوگا جس کے شر سے بچنے کے لیے لوگ اس سے بھاگ جائیں اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی فحش گوئی سے بچنے کے لیے۔ (بخاری و مسلم)

اس شخص کا نام عیینہ بن حصن ہے یہ مؤلفۃ القلوب اور جفا پیشہ عرب میں سے تھا اور اپنی قوم میں رئیس اور مقتدا تھا اخلاق سے دور اور اس کے دین و ایمان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں اور بعد از وصال آثار و نقصان ظاہر ہو چکے تھے۔ منقول ہے کہ آپ کے وصال کے بعد اس نے ارتداد کا راستہ اختیار کر لیا۔ سیدنا صدیق اکبر کے دور میں گرفتار ہوا۔ تجدید اسلام کی اور حالت اسلام میں اس دنیا سے رخصت ہوا، کچھ احادیث بھی اس سے مروی ہیں اس وقت جب وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اسلام ظاہر کیا تھا لیکن وہ حقیقت اسلام کے ساتھ متصف نہ تھا اور صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں ہے کہ عیینہ بن حصن کے بھائی کا ایک بیٹا تھا جس کا نام حر بن قیس تھا یہ صاحب علم اور فہم قرآن کے حامل تھے یہی وجہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں بڑا قرب اور مقام حاصل تھا۔ ایک دن انہیں عیینہ بن حصن اپنے بھتیجے کے پاس آیا اور کہا بھتیجے تم امیر کے پاس قرب رکھتے ہو مجھے حضرت عمر کے پاس لے چلو، لے گئے تو ابن عیینہ نے حضرت عمر سے کہا آپ نہ ہمیں گراں قدر عطیات دیتے ہیں اور نہ ہمارے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔ حضرت عمر کو غصہ آیا، قریب تھا کہ اسے سزا دیتے۔ حر بن قیس نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (معافی دینا اپنا شعار بنائیے نیکی کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے اعراض کیجئے) اور عرض کیا اے امیر المؤمنین! اس سے درگزر کیجئے کیونکہ یہ جاہل ہے۔ الغرض اسی طرح کا واقعہ ہے کہ حدیث میں مذکور یہی شخص تھا۔

لہ شارحین نے بیان کیا ہے کہ یہ گفتگو حضور علیہ السلام کے الہامات، نبوت اور معجزات میں سے ہے کیونکہ یہ

غیبی خبر ہے جو اس کے حال کے بارے میں تھی اور آخر اس کے آثار کا اظہار اس پر ارتداد کی صورت میں ہوا۔ اس کی مذمت اور اس کے حال کا منکشف کرنا اس لیے تھا تاکہ لوگ اس کو پہچان لیں، فریب اور دھوکہ نہ کھائیں لہٰذا یہ غیبت نہ ہوئی۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ اعلانیہ برائی کا ارتکاب کرتا تھا لہٰذا ایسے شخص کے بارے میں مطلع کرنا غیبت نہیں ہوتی

۳؎ یہ معاملہ کیا ہے کہ اس کے سامنے آپ نے اس کی برائی بیان نہیں فرمائی۔

۴؎ اس حدیث کے دو معانی بیان کیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ میں نے اس کے سامنے یہ طریقہ اس لیے نہ اپنایا کہ میں ان لوگوں میں شامل نہیں ہوں جن کی فحش گوئی سے لوگ بھاگ جاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ شخص نہایت شریر تھا تو اس کے شر کے پیش نظر ایسا طریقہ نہ اپنایا۔ دوسری روایت پہلے معنی اور پہلی روایت کے الفاظ دوسرے معنی پر دال ہیں۔

۴۶۱۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ اُمَّتِیْ مُعَافًی اِلَّا الْمُجَاهِرُوْنَ وَاِنَّ مِنَ الْمَجَانَةِ اَنْ یَّعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّیْلِ عَمَلًا ثُمَّ یُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ اللّٰهُ فَیَقُوْلُ یَا فُلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا وَقَدْ بَاتَ یَسْتُرُهُ رَبُّهُ وَیُصْبِحُ یَكْشِفُ سِتْرَ اللّٰهِ عَنْهُ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) وَذُكِرَ حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ فِیْ بَابِ الضِّیَافَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میری تمام امت کو عافیت[۱] دی جائے گی ماسوائے اعلانیہ[۲] گناہ کرنے والوں کے اور بے باکی[۳] میں سے یہ بھی ہے کہ رات کو کسی نے کوئی عمل کیا اور صبح کی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ[۴] ڈال دیا تھا۔ وہ کہتا پھرتا ہے کہ اے فلاں! میں نے گزشتہ رات یہ یہ کیا۔ صبح وہ اللہ کا پردہ خود پھاڑ دیتا ہے[۵]۔ (بخاری و مسلم) اور حدیث ابوہریرہ کہ جو شخص اللہ پر ایمان لایا باب الضیافۃ میں گزر چکی ہے۔

۱؎ مُعافیٰ، اکثر نسخوں میں معافات ہے یعنی ان کی غیبت نہیں کی جائے گی۔

۲؎ بعض روایات میں مجاہرین ہے۔

۳؎ مَجانَہ جیم پر زبر ہے شد نہیں، اس کے معنی بے پروائی اور بے خوف ہونا ہے۔

۴؎ اللہ تعالیٰ نے اپنے حلم و کرم کی وجہ سے اس کے عمل بد پر پردہ ڈال دیا۔

۵؎ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اس شخص کی غیبت حرام ہے جو برائی کرے اور اس کو مخفی رکھے لیکن جو بے حیا ہو کر اعلانیہ برائی کا ارتکاب کرے۔ اس کی برائی بیان کرنا غیبت نہیں کہلاتی۔ کسی شاعر نے اسی سلسلہ میں یوں کہا ہے

سوم پردہ بر بے حیائی متن کہ او می درد پردہ خویشتن

کسی کی بے حیائی پر پردہ نہ ڈال کیونکہ اس نے اپنا پردہ خود پھاڑ دیا ہے۔

علماء امت نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ فاسق معلن، ظالم حاکم، بدعت کی طرف داعی کی برائی کا بیان کرنا جائز ہے۔ ظلم و زیادتی کے خلاف فریاد رسی، گواہوں کے تزکیہ اور احادیث کے راویوں کے بارے میں بھی یہ عمل جائز ہے۔ ظلم کی صورت میں صبر افضل ہوتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

۴۶۱۸/۲۰ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الْكِذْبَ[1] وَھُوَ بَاطِلٌ[2] بُنِیَ لَہٗ فِیْ رَبَضِ[3] الْجَنَّۃِ وَمَنْ تَرَكَ الْمِرَآءَ وَھُوَ مُحِقٌّ[4] بُنِیَ لَہٗ فِیْ وَسْطِ الْجَنَّۃِ وَمَنْ حَسَّنَ خُلُقَہٗ[5] بُنِیَ لَہٗ فِیْ اَعْلَاھَا۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ وَكَذَا فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ وَفِی الْمَصَابِیْحِ قَالَ غَرِیْبٌ[6])

دوسری فصل

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جھوٹ ترک کر دے جو کہ باطل چیز ہے تو اس کے لیے جنت کے کنارے گھر بنایا جائے گا اور جو حق پر ہونے کے باوجود لڑائی ترک کر دے اس کے لیے جنت کے درمیان گھر ہو گا اور جس نے اپنے اخلاق اچھے کر لیے اس کے لیے جنت کے اوپر والے حصہ میں گھر بنایا جائے گا۔ (ترمذی نے اسے روایت کر کے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور شرح السنۃ میں بھی اسی طرح ہے اور مصابیح میں اسے غریب کہا)

[1] کِذب، کاف پر زبر، ذال کے نیچے زیر یا کاف کے نیچے زیر اور ذال ساکن۔

[2] یہ قید اس لیے بڑھائی کہ بعض مقامات پر جھوٹ جائز بلکہ مستحب ہے جیسا کہ تعریض کی صورت میں ہوتا ہے اگرچہ ظاہراً جھوٹ ہوتا ہے مگر درحقیقت وہ سچ ہی ہوتا ہے مثلاً سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بَلْ فَعَلَہٗ كَبِیْرُھُمْ (ان میں سے بڑے بت نے یہ کیا ہے) اسی طرح حالت جنگ میں بشرطیکہ اس میں معاہدے کی خلاف ورزی نہ ہو۔ دو مسلمانوں کے درمیان صلح کروانے کے لیے، کسی مسلمان کی جان اور مال کی حفاظت کے لیے جھوٹ مباح ہے۔

[3] رَبَض، را پر زبر، شہر کے ارد گرد دیوار کو کہا جاتا ہے۔

[4] اپنے فضل و شرف اور تواضع و انکساری کے پیش نظر لڑائی سے رک جانا ہے۔ لیکن یہ اس وقت ہے جب معاملہ غیر دینی ہو اور اس کی خاموشی سے دین کا نقصان نہ ہو۔ حضرت امام شافعی سے منقول ہے کہ میں نے بحث اور مناظرہ کبھی نہیں کیا۔ مگر میں نے اس امر کو محبوب رکھا کہ میرے مدمقابل پر حق واضح ہو جائے۔

[5] یہ تمام فضائل اور کمالات کو شامل ہے، اکثر طور پر اس کا اطلاق نرمی، خندہ پیشانی اور حسن معاشرت پر ہوتا ہے۔

[6] غرابت اور حسن کا معنی مشہور ہے اور ان میں منافات ہے۔ امام ترمذی نے بھی متعدد مقامات پر ان دونوں اصطلاحوں کو جمع کیا ہے اور اس کی توجیہ مقدمہ میں گزر چکی ہے۔

۴۶۱۹/۲۱ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَدْرُوْنَ مَا اَكْثَرُ مَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم جانتے ہو کہ

يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ تَقْوَى اللّٰهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ أَتَدْرُوْنَ مَا أَكْثَرُ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ الْأَجْوَفَانِ الْفَمُ وَالْفَرْجُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

کونسی چیز زیادہ لوگوں کو جنت[۱] میں لے جائے گی؟ اللہ کا ڈر[۲] اور اچھا خلق اور کیا تم جانتے ہو کہ کونسی چیز اکثر[۳] لوگوں کو دوزخ میں لے جائے گی؟ دو خالی چیزیں منہ اور شرمگاہ[۴] (ترمذی)

۱۔ وہ جنت میں درجات کی بلندی اور مقامات عالیہ کا سبب بنے گی یا اس سے مراد یہ ہے کہ جس کے اندر یہ دو صفات ہوں اس کے لیے حکم الٰہی سے جنت میں داخلے کا سبب بن جائیں گی اور ان کا عکس دخول نار کا سبب ہوگا، یا اس سے مراد نبیوں اور صدیقوں کے ساتھ داخلہ ہے کیونکہ دخول جنت کے لیے ایمان شرط ہے یہ دوسرے اعمال واخلاق شرط نہیں۔

۲۔ تقویٰ، تقویٰ تمام مامورات کے بجالانے اور تمام ممنوعات سے بچنے کا نام ہے اس حوالے سے حسن اخلاق بھی اس میں شامل ہے پھر دوبارہ ذکر، تعمیم کے بعد تخصیص ہے، یا تقویٰ سے مراد ظاہری اعمال اور حسن اخلاق سے مراد باطنی اعمال ہیں۔ علامہ طیبی کہتے ہیں کہ تقویٰ سے خالق کے ساتھ حسن معاملہ اور حسن خلق سے مخلوق کے ساتھ حسن معاملہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اکثریت کی قید کی حکمت یہ ہے کہ بعض ایسے لوگ جن میں یہ دونوں صفات نہ ہوں گے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے یہ مقام حاصل کرلیں گے اور درجات بھی حاصل کرلیں گے۔

۳۔ اس میں زبان بھی شامل ہے یعنی حرام کھانا اور پینا اور بیہودہ گفتگو کرنا۔

۴۔ کیونکہ اکثر طور پر مرد وزن کی عقلیں شہوتوں کی وجہ سے مغلوب ہو جاتی ہیں یہاں ظاہر تقویٰ اللہ و حسن خلق کے مقابلے میں معصیت اللہ اور سوء خلق کہنا چاہیے تھا مگر مقصد دوزخ میں جانے کے اقویٰ اسباب کا بیان ہے کیونکہ یہ دخول دوزخ کے لیے کافی ہیں اس وقت اکثریت کا معنی زیادہ ظاہر ہے۔

۴۶۲۰/۲۲ وَعَنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَعْلَمُ مَبْلَغَهَا يَكْتُبُ اللّٰهُ لَهُ بِهَا رِضْوَانَهُ إِلَى يَوْمِ يَلْقَاهُ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنَ الشَّرِّ مَا يَعْلَمُ مَبْلَغَهَا يَكْتُبُ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْهِ سَخَطَهُ إِلَى يَوْمِ يَلْقَاهُ۔

رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَرَوَى مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهُ۔

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی آدمی بھلائی کا کلمہ کہہ دیتا ہے حالانکہ وہ نہیں جانتا کہ وہ کہاں تک پہنچتا ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنی رضا اس دن تک لکھ دیتا ہے جو ملاقات کا دن ہے اور ایک آدمی برائی کی بات کہہ دیتا ہے اور اس کے پہنچنے کی جگہ کو نہیں جانتا اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ناراضگی لکھ دیتا ہے ملاقات کے دن تک۔

(شرح السنۃ، امام مالک، ترمذی، ابن ماجہ نحوہ)

تتمہ اس کے ہم معنی روایات گی ہے

سلہ یہ صحابی ہیں، ان کی کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے۔ مُزنی اور عمر بن علی ہیں ہجرت کے پانچویں سال مُزینہ کے وفد کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ کی ظاہری حیات میں مقام فرع کے گورنر بنے، یہ مقام مدینہ طیبہ سے پانچ دن کی مسافت پر ہے۔ فتح مکہ کے روز مزینہ کا پرچم ان کے ہاتھ میں تھا۔ اسی سال کی عمر میں ساٹھ ہجری میں ان کا وصال ہوا۔

سلہ متکلم نہیں جانتا تھا کہ اس بات کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا قدر و منزلت ہے، وہ اسے معمولی سمجھتا رہا مگر وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم تھی۔

سلہ یعنی اس کے آثار و آخرت میں ظہور پذیر ہوں گے، یہ معنی نہیں کہ ملاقات کے روز اس کے آثار ہوں گے اور بعد میں ان کا انقطاع ہو جائے گا کیونکہ اس کا مقابل عذاب الٰہی ہمیشہ کے لیے ہے۔ سفیان بن عیینہ کے نزدیک اس کلمہ سے مراد ظالم (جابر) حاکم کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے۔ ابن عبد البر کہتے ہیں کہ مجھے علم نہیں کہ کسی شخص نے اس تفسیر کے ساتھ اختلاف کیا ہو، اسی پر قیاس کرتے ہوئے کلمۂ شر سے مراد وہ باطل کلمہ ہے جو حاکم کے ہاں دین کو نقصان پہنچانے والا ہو۔ ظاہر حدیث سے عموم معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی کلمہ ہو۔

وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِمَنْ يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت بہز بن حکیم اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بات کرتے وقت لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولے اس کے لیے تباہی ہے اس کے لیے تباہی ہے اس کے لیے تباہی ہے۔ (امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، دارمی)

سلہ بہز بن حکیم بن معاویہ قشیری بصری تابعی ہیں، اپنے والد حکیم بن معاویہ سے روایت کرتے ہیں جو حسن الحدیث ہیں اور وہ اپنے والد معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں جو صحابی ہیں۔ حیدہ، حا پر زبر، یا ساکن ہے۔ بہز کے بارے میں علماء جرح و تعدیل کا اختلاف ہے، امام بخاری و مسلم نے اپنی صحیحین میں ان سے روایت نہیں لی۔

سلہ ویل، ہلاکت یا جہنم کی ایک وادی ہے۔ (والله تعالیٰ اعلم)

سلہ فیکذب (جھوٹ کہے) یہ قید بتا رہی ہے کہ اگر بعض اوقات دوستوں اور احباب کی تفریح اور انہیں خوش کرنے کے لیے کوئی سچی بات کہی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، ہاں اسے عادت نہیں بنا لینا چاہیے، ایسا مزاح جس میں جھوٹ نہ ہو، شرعاً درست ہے مگر کبھی کبھی ہونا چاہیے نہ کہ ہمیشہ اور مقصد تفریح ہو اور مقصود کسی کو ہنسانا ہی نہ ہو، جیسا کہ آئندہ حدیث میں آ رہا ہے۔

۲۴ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَقُوْلُ الْكَلِمَةَ لَا يَقُوْلُهَا اِلَّا لِيُضْحِكَ بِهِ النَّاسَ يَهْوِيْ بِهَا اَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَ اِنَّهٗ لَيَزِلُّ عَنْ لِّسَانِهٖ اَشَدَّ مِمَّا يَزِلُّ عَنْ قَدَمِهٖ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص اس لیئے بات کرتا ہے کہ لوگوں کو ہنسائے تو اس کی وجہ سے وہ آسمان و زمین کے فاصلہ سے زیادہ نیچے گر جاتا ہے[1] [2] اور قدم کے پھسلنے سے زیادہ زبان سے پھسل جاتا ہے[3]۔ (بیہقی شعب الایمان)

[1] دوزخ کی طرف گر جاتا ہے۔

[2] بعض شارحین کے نزدیک معنی یہ ہے کہ وہ شخص خیر و رحمت کے مقام سے اتنی دور ہو جاتا ہے دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔

[3] کیونکہ اگر کسی مقام پر قدم پھسل جاتا ہے تو اس سے جسم کے کسی حصہ کو نقصان ہوگا اور زبان کے پھسلنے سے ایمان کی جگہ کفر آ جاتا ہے جس کی وجہ سے انسان دوزخ کا مستحق ہو جاتا ہے۔ منقول ہے کہ ایک شخص کو اطلاع دی گئی کہ تیرا بیٹا گر گیا ہے انہوں نے پوچھا وہ کہاں سے گرا ہے؟ کہا گیا دیوار سے۔ فرمایا! الحمد للہ! دیوار سے گرا ہے دل سے تو نہیں گرا۔

۲۶۲۳
۲۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَمَتَ نَجَا (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو خاموش رہا[1] نجات پا گیا[2]۔ (احمد، ترمذی، دارمی۔ بیہقی، شعب الایمان)

[1] جو شخص بری باتوں سے خاموش رہا اس نے دنیا و آخرت کی آفات سے نجات پالی کیونکہ اکثر مصیبتیں جو انسان کو لاحق ہوتی ہیں وہ زبان ہی کی وجہ سے ہوتی ہیں جیسا کہ کتاب الایمان میں بیان ہو چکا ہے۔

[2] امام غزالی فرماتے ہیں کہ گفتگو کی چار قسمیں ہیں۔ مضر، مفید، مضر بھی مفید بھی، نہ مضر نہ مفید جس میں محض نقصان ہے اس سے ہمیشہ پرہیز لازم ہے اور وہ کلام جو مفید بھی ہے اور نقصان دہ بھی اس سے بھی پرہیز کیا جائے کیونکہ نقصان کو دور کرنا فائدہ حاصل کرنے سے بہتر ہے اور جس میں نہ نفع ہو اور نہ نقصان ایسی گفتگو کرنا وقت کا ضیاع ہے جو سراسر گھاٹا ہے۔ اب وہی قسم جس میں نفع ہی نفع ہے۔ اس میں بھی خوف و خطر ہے کہ کہیں اس میں ریا، طمع کا دعا اپنے نفس کی بڑائی اور پاکیزگی کا اظہار اور لغو کلام شامل نہ ہو جائے اور اس میں امتیاز مشکل ترین معاملہ ہے۔ لہٰذا خاموشی ہر حال میں بہتر ہوتی ہے ہاں حسب ضرورت کلام کرنا چاہیے۔

۲۶۲۴
۲۶ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَقِيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مَا النَّجَاةُ فَقَالَ اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ نجات کیسے[1] ہوگی؟ فرمایا زبان کو قابو[2] رکھو۔ تمہارے لیے تمہارا گھر[3] کافی ہے اور اپنے گناہوں پر آنسو

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

بہایا کرو۔ (احمد، ترمذی)

لے دنیا و آخرت میں نجات کا سبب کیا ہے۔

۲ے زبان وہاں کھولو جس میں فائدہ ہی ہو نقصان نہ ہو۔ بعض شارحین نے کہا ہے کہ زبان کا وبال تم پر آتا ہے لہٰذا اس پر نگاہ رکھو کہ تم نقصان سے بچ جاؤ اور جہاں تمہارا نفع ہو وہاں زبان کھولو گویا اسے اپنا غلام و مملوک بنا لو۔ اس تقریر کی صورت میں لفظ اِمْلِكْ ہمزہ پر کسرہ ہوگی اور یہ ثلاثی مجرد کا صیغہ ہوگا اور اس کی غایت یہ ہے کہ لفظ "علیک" جو مضر کے لیے آتا ہے اس کی بہتر توجیہ ہو جائے۔ مجمع البحار میں تصریح ہے کہ یہ ثلاثی مجرد سے امر کا صیغہ ہے۔ اور بعض نسخوں میں اس لفظ کے ہمزہ پر زبر کو صحیح قرار دیا گیا۔ اس صورت میں یہ اِمْلَاكٌ سے ہوگا اور اس کا معنی واضح نہیں کیونکہ املاک بمعنی تملیک کرنا ہے جیسا کہ قاموس میں ہے۔ بعض حواشی میں ہے کہ یہ ثلاثی مجرد سے ہے اور ہمزہ کے نیچے زیر ہے اور زبر اس پر بغیر ظاہر ہے۔

۳ے اپنے گھر بیٹھ کر اپنے مولیٰ کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہو۔

۴۶۲۵ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَفَعَهُ قَالَ اِذَا اَصْبَحَ ابْنُ اٰدَمَ فَاِنَّ الْاَعْضَاءَ كُلَّهَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ فَتَقُوْلُ اتَّقِ اللّٰهَ فِيْنَا فَاِنَّا نَحْنُ بِكَ فَاِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا وَاِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

۲۷

حضرت ابوسعید سے مرفوعاً روایت ہے کہ انسان صبح کرتا ہے تو اس کے تمام اعضاء زبان کے سامنے[۱] عاجزی کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہمارے بارے میں اللہ تعالےٰ کا خوف[۲] کر ہم تیرے ساتھ ہیں۔ اگر سیدھی رہی تو ہم سیدھے اگر تم ٹیڑھی ہوگی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ (ترمذی)[۳]

لے تکفیر خضوع اور عاجزی کے ساتھ اس شخص کی تعظیم کرنا جو اس کا خواہش مند ہو۔ (کذا فی القاموس)

۲ے ہمارا خیال رکھ اور ہمارے لیے خاموش رہ۔

۳ے اگر یہ کہا جائے کہ مدار و مرکز تو دل ہے۔ اگر وہ صالح ہے تو تمام اعضاء صالح اور وہ فاسد ہوگیا تو تمام اعضا فاسد جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ (جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اگر وہ صحیح ہو تو تمام جسم صحیح اور اگر وہ فاسد ہوگیا تو تمام جسم بیمار) اس کا جواب یہ ہے کہ زبان دل کی ترجمان اور اس کی خلیفہ ہے لہٰذا زبان کا حکم دل والا ہی ہے۔ دل جو سوچتا ہے زبان وہی کہتی ہے اور اعضاء وہی کرتے ہیں۔

۴۶۲۶ وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَا لَا يَعْنِيْهِ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَحْمَدُ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَ

۲۸

حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بندے کے اسلام[۱] کا حسن یہ ہے کہ وہ کام چھوڑ دے جو بے فائدہ ہو۔ (مالک، احمد[۲]، ابن ماجہ نے ابوہریرہ

التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنْهُمَا۔
سے اور ترمذی و بیہقی نے شعب الایمان میں دونوں سے روایت کی ہے۔

لہ ایمان کا کمال یہ ہے کہ انسان اس کام اور عمل سے تعلق نہ رکھے جس سے اس کی کوئی غرض متعلق نہیں اور اس میں اس کا کوئی فائدہ اور نفع نہیں، آدمی کو وہ کام کرنا چاہیے جس کا اس کی زندگی کے ساتھ تعلق ہو خواہ وہ معاشی و دنیوی معاملہ ہو یا اخروی نجات کا ذریعہ ہو۔ معاشی معاملات سے جو متعلق ہیں مثلاً اتنا طعام جس سے پیٹ بھر جائے اتنا پانی کہ پیاس بجھ سکے، اتنا کپڑا جس سے ستر چھپایا جا سکے اور بیوی جس کی وجہ سے شرمگاہ کی حفاظت ہو اور اس کی مثل جس سے حاجت و محتاجی ختم ہو۔ اس سے مراد محض لذت حاصل کرنا، عیاشی، کثرت کا حصول اور فضول آرزوئیں و اعمال نہیں اور وہ معاملات جو اخروی ہیں وہ ایمان و احسان ہیں جن کا بیان کتاب الایمان میں ہو چکا ہے۔
لہ یہ روایت امام مالک اور امام احمد نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے کی ہے۔

۲۶۲۷
۲۹
وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ تُوُفِّيَ رَجُلٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ فَقَالَ رَجُلٌ اَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَلَا تَدْرِيْ فَلَعَلَّهٗ تَكَلَّمَ فِيْمَا لَا يَعْنِيْهِ اَوْ بَخِلَ بِمَا لَا يَنْقُصُهٗ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی فوت ہو گئے تو ایک شخص نے کہا تجھے جنت مبارک ہو رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کیا خبر اس نے کوئی ایسی فضول بات کہی ہو یا کسی ایسی چیز میں بخل کیا ہو جس سے (دینے سے) کچھ کمی نہ ہوتی۔ (ترمذی)

لہ کیونکہ تو نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہے۔
لہ تم بشارت تو دے رہے ہو مگر حقیقت حال سے آگاہ نہیں ہو۔
لہ مثلاً علم کی تعلیم نہ دی، مال سے زکوٰۃ نہ دی، خلاصہ یہ ہے کہ علم حال نہیں اس لیے تم نے کیسے یقین کر لیا کہ یہ جنتی ہی ہے! ممکن ہے لایعنی بات اور بخل وغیرہ کی وجہ سے سوال و جواب اور گرفت سے گزرنا پڑے اور اتنی جلدی جنت میں داخل نہ ہو۔

۲۶۲۸
۳۰
وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ قَالَ فَاَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهٖ وَقَالَ هٰذَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهٗ)

حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! آپ سب سے زیادہ کس چیز سے ڈرتے ہیں جس کو آپ مجھ پر محسوس کرتے ہیں؟ راوی کہتے ہیں کہ آپ نے اپنی زبان مقدس کو پکڑا اور فرمایا یہ۔
۲۶۲۷
۸۲
ترمذی نے روایت کر کے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

لہ یہ صحابی اہل طائف میں سے ہیں بعض کی رائے ہے کہ اہل بصرہ میں سے ہیں اور حضرت عمر نے ان کو گورنر مقرر فرمایا۔

الیہ ذمہ کیسی پیاری چیز ہے جس کا شرف آپ کو ایسی محسوس فرماتے ہیں ۔

یہ یہ وہ چیز ہے جس کے شر کا یقین کیا یا پھر خوف رکھتا ہو ۔

ع آپ نے اس بیان میں فرمایا کہ وہ زبان ہے بلکہ اپنی مقدس زبان پکڑی اور اس کی طرف اشارہ فرمایا کیونکہ محسوس کے ساتھ اشارہ مقصود میں معاون ہوتا ہے ۔ سائل کی زبان نہ پکڑی کیونکہ اس میں تکلف تھا اور اس میں اشارہ تھا کہ ہر زبان کا یہی معاملہ ہے مگر وہ زبان جس کی حفاظت و عصمت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لی ہو ۔ اگر آپ سائل کی زبان پکڑتے تو وہم ہو سکتا تھا کہ شاید یہ اسی کے ساتھ مخصوص ہے ۔

۴۸۴۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ الْمَلَكُ مِيْلًا مِنْ نَتْنِ مَا جَاءَ بِهٖ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)
۳۱

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو اس جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے فرشتہ ایک میل دور ہو جاتا ہے ۔ (ترمذی)

لے اس میں ہے کہ نتن بدبو کو کہتے ہیں ۔ قاموس میں ہے کہ نتن ، فوح کی ضد ہے ۔ اور فوح اور فیح خوشبو کو کہا جاتا ہے اور نتن سے مراد بدبو کا پراگندہ ہونا ہے ۔

۴۸۴۵ وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ اَسِيْدٍ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كَبُرَتْ خِيَانَةً اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاكَ حَدِيْثًا هُوَ لَكَ بِهٖ مُصَدِّقٌ وَاَنْتَ لَهٗ بِهٖ كَاذِبٌ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)
۳۲

حضرت سفیان بن اسید حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا یہ بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے ایک بات کہو جس میں وہ تمہیں سچا جانے لیکن تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو ۔ (ابو داؤد)

لے اسید اکثر کی رائے کے مطابق ہمزہ پر زبر اور سین کے نیچے زیر ہے اور ہمزہ پر پیش اور سین پر زبر بھی آیا ہے اسید کے بجائے اسد بھی پڑھا گیا ہے ۔ یہ صحابی اہلِ شام میں سے ہیں ۔

لے وہ تمہاری بات پر اعتماد و وثوق کر رہا ہے ۔

سے جھوٹ بولنا ہمیشہ اور ہر جگہ برا ہے مگر ایسے مقام پر تو نہایت ہی بدتر ہے ۔

۴۸۴۶ وَعَنْ عَمَّارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ ذَا وَجْهَيْنِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِسَانَانِ مِنْ نَّارٍ ۔ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)
۳۳

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دنیا میں دو منہ رکھتا ہے آخرت میں اس کی دو زبانیں آگ سے ہوں گی ۔ (دارمی)

لے ہر گروہ سے کلام کرتے وقت جو ان کی خواہش ہے اس کے مطابق گفتگو کرتا ہے کہ ان میں سے ہوں ۔

۴۸۴۷ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
۳۴

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيِّ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَفِي أُخْرٰى لَهٗ وَلَا الْفَاحِشِ الْبَذِيِّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مومن طعنہ[1] دینے والا، لعنت کرنے[2] والا، فحش گو[3] اور بے حیا[4] نہیں ہوتا (ترمذی بیہقی) اور ان کی دوسری روایت میں ہے کہ نہ فحش گو بے حیا، امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

[1] لوگوں کی آبرو پر طعن نہیں کرتا۔

[2] مومن کے لیے ایسی دعائیں کرتا جو اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نیکی سے دور لے جائے۔

[3] اور نہ برائی میں حد سے تجاوز کرتا ہے۔ قاموس میں فاحش کا معنی بخیل ہے اور صراح میں بیہودہ کہنا مراد لیا ہے۔

[4] بَذِیٌّ، با پر زبر اور ذال کے نیچے زیر اور یا پر شد ہے اور ہمزہ بھی آتا ہے۔ (بَذِیْئٌ)

۴۶۳۳/۳۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ لَعَّانًا وَّفِيْ رِوَايَةٍ لَّا يَنْبَغِيْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ يَّكُوْنَ لَعَّانًا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن لعنت کرنے والا[1] نہیں ہوتا اور دوسری روایت میں ہے کہ مومن کے لیے مناسب نہیں کہ لعنت کرنے والا ہو۔ (ترمذی)

[1] مومن کی عادت اور طریقہ یہ نہیں ہے۔

۴۶۳۴/۳۶ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلَاعَنُوْا بِلَعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا بِغَضَبِ اللّٰهِ وَلَا بِجَهَنَّمَ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَلَا بِالنَّارِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی لعنت سے لعنت[1] نہ کرو اور نہ اللہ کے غضب[2] اور دوزخ[3] سے اور ایک روایت میں ہے نہ آگ سے۔ (ترمذی وابوداؤد)

[1] یہ نہ کہو کہ تجھ پر خدا کی لعنت۔

[2] یہ نہ کہو کہ تجھ پر اللہ کا غضب ہو۔

[3] کسی شخص کے لیے دوزخ کی دعا نہ کرو۔

۴۶۳۵/۳۷ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا لَعَنَ شَيْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ اِلَى السَّمَاءِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَاءِ دُوْنَهَا ثُمَّ تَهْبِطُ اِلَى الْاَرْضِ فَتُغْلَقُ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب کوئی بندہ کسی شے[1] پر لعنت کرتا ہے تو وہ آسمان کی طرف چلی جاتی ہے۔ آسمان کے دروازے اس کے لیے

اَبْوَابُهَا دُوْنَهَا ثُمَّ تَأْخُذُ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا فَاِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ اِلَى الَّذِيْ لُعِنَ فَاِنْ كَانَ لِذٰلِكَ اَهْلًا وَّاِلَّا رَجَعَتْ اِلٰى قَائِلِهَا۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

بند کر دیے جاتے ہیں پھر وہ زمین کی طرف لوٹتی ہے۔ زمین کے دروازے[2] بھی بند کر دیے جاتے ہیں پھر وہ دائیں اور بائیں گردش کرتی ہے۔ جب کوئی گنجائش[3] نہیں پاتی تو وہ اس کی طرف لوٹتی ہے جس پر وہ کی گئی۔ اگر وہ مستحق تھا تو فبہا ورنہ لوٹ کر کہنے والے کی طرف[4] آجاتی ہے۔

(ابوداؤد)

[1] خواہ وہ بندہ ہو یا کوئی اور چیز۔

[2] یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمانوں کی طرح زمین کے بھی دروازے ہیں۔

[3] مَسَاغًا جانے کی جگہ۔

[4] یعنی لعنت ابتداءً ہی اس کی طرف نہیں لوٹ آتی بلکہ وہ پہلے باہر اوپر نیچے جاتی ہے جب اس کو دشواری پیش آتی ہے تو پھر وہ اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے جس پر یہ کی گئی تھی اگر وہ اس کا اہل یا مستحق نہیں تھا تو پھر وہ لوٹ کر اپنے قائل کی طرف آجاتی ہے گویا جب تک اس بات کا یقین نہ ہو کہ وہ لعنت کا مستحق ہے اس وقت تک کسی پر لعنت نہ کی جائے اور اس بات کا یقین سوائے شارع علیہ السلام کے کسی کو نہیں ہو سکتا۔

٤٦٣٦ (٣٨) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا نَازَعَتْهُ الرِّيْحُ رِدَاءَهٗ فَلَعَنَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْعَنْهَا فَاِنَّهَا مَاْمُوْرَةٌ وَّاِنَّهٗ مَنْ لَعَنَ شَيْئًا لَيْسَ لَهٗ بِاَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَيْهِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کی چادر ہوا نے اڑا دی اس نے ہوا پر لعنت کی۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہوا پر لعنت نہ کرو کیونکہ وہ تو حکم کے تابع[1] ہے اور جو ایسی چیز پر لعنت کرے جو اس کے مستحق نہ ہو تو وہ لوٹ کر اسی پر آجاتی ہے۔

(ترمذی)

[1] اس کے بھیجنے کی متعدد حکمتیں ہوتی ہیں۔ کیا بندہ اس سے تنگ آتا ہے۔ یا اسے ناپسند کرتا ہے؟ کیونکہ یہ چیزیں عبودیت و استقامت کے منافی ہیں۔ بلکہ ہر مصیبت و حادثہ میں اس کا ادب و خیال رکھنا ضروری ہے کہ ایسے احوال میں انسان دل و جان سے راضی رہے اور زبان کو خاموش رکھے اور اگر دل میں بشریت کی کمزوری کی وجہ سے کوئی تبدیلی آسکے تب بھی زبان کی حفاظت کرے۔

٤٦٣٧ (٣٩) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُبَلِّغُنِيْ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِيْ عَنْ اَحَدٍ شَيْئًا فَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَيْكُمْ وَاَنَا سَلِيْمُ الصَّدْرِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے کسی کی طرف سے کوئی صحابی کوئی بات[1] نہ پہنچائے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس صاف[2] سینے سے کر آؤں۔[3] (ابوداؤد)

ــــه یعنی فعل مضارع پر پیش اور جزم دونوں پڑھے جا سکتے ہیں

ــــه کسی کی کوتاہی، فعل بد، عادت بد، ان سے برتاؤ کیا، یا ان کی نسبت یہ کہا کہ فلاں اس طرح کہہ رہا تھا۔

ــــه میرے سینے میں کسی کے بارے میں کوئی رنج، ملال اور ناراضگی نہ ہو۔

ــــه اس میں یہ تعلیم ہے کہ امراء کے پاس بلکہ کسی بھی شخص کے پاس کسی کی بات اس لیے نہیں پہنچانی چاہیئے کہ وہ اس سے ناراض ہو جائے اور ان دونوں میں عداوت و کینہ پیدا ہو جائے گا۔

٢٦٣٨ / ٤٠ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا تَعْنِيْ قَصِيْرَةً فَقَالَ لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَ بِهَا الْبَحْرُ لَمَزَجَتْهُ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ صفیہ سے آپ کے لیے یہ کافی ہے وہ ایسی ویسی ہے یعنی پست قد، آپ نے فرمایا تم نے ایسا کلمہ کہا کہ اگر سمندر میں ملا دیا جائے تو اسے متغیر کر دے گا۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

ــــه یعنی ان کے عیب شمار کیے۔

ــــه حضرت عائشہ کا مقصد آپ کی خدمت اقدس میں حضرت صفیہ کی عیب گوئی تھا چونکہ وہ پست قد تھیں اس لیے سیدہ عائشہ نے چاہا کہ آپ کے سامنے اس کا ذکر کریں، حضور علیہ السلام کو یہ عیب جوئی ناپسند ہوئی۔

ــــه تیری بات اتنی بڑی ہے کہ اگر سمندر میں ملا دی جائے تو اسے متغیر کر دے، سمندر کا [illegible] ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بقصد تحقیر کسی کا عیب بیان کرنا، وہ [illegible] غیبت ہے۔

٢٦٣٩ / ٤١ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ الْفُحْشُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا شَانَهٗ وَمَا كَانَ الْحَيَاءُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا زَانَهٗ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس چیز میں بے حیائی (بدکلامی) ہو اسے عیب دار کر دیتی ہے اور جس شے میں حیا ہو اسے زینت دیتی ہے۔ (ترمذی)

ــــه فحش کا استعمال عام طور پر گفتگو کے لیے ہوتا ہے۔

٢٦٤٠ / ٤٢ وَعَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَيَّرَ اَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهٗ يَعْنِيْ مِنْ ذَنْبٍ قَدْ تَابَ مِنْهُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ لِاَنَّ خَالِدًا لَمْ يُدْرِكْ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ)

حضرت خالد بن معدان حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے کسی بھائی کو کسی گناہ پر عار دلایا تو وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک وہ گناہ نہ کرے یعنی وہ گناہ جس سے وہ توبہ کر چکا ہے (ترمذی) امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

خالد بن معدان لم یدرک معاذ بن جبل۔

اور اس کی سند متصل نہیں کیونکہ خالد نے حضرت معاذ بن جبل کو نہیں پایا۔

۱؎ یہ تابعی اور بہت بڑے مجتہد ہیں، انہوں نے ستر صحابہ کی زیارت کی، اہل شام میں سے نہایت ثقہ ہیں، اتنے مخلص کہ سوتے وقت چالیس ہزار مرتبہ تسبیح پڑھتے تھے۔

۲؎ اس کے کئے ہوئے گناہ پر سرزنش کرتا ہے۔

۳؎ اگر اس نے توبہ نہیں کی، ابھی تک اس گناہ میں گرفتار ہے تو اسے گناہ سے باز رکھنے کے لئے نصیحت و سختی کرے مگر بطور تکبر و تحقیر نہ ہو کیونکہ اس سے مقصود نصیحت ہے، یہ تفسیر امام احمد بن حنبل سے منقول ہے۔

۴۶۲۱ وَعَنْ وَاثِلَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُظْہِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِیْکَ فَیَرْحَمُہُ اللّٰہُ وَیَبْتَلِیْکَ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ہٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ۔

حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کو مصیبت میں دیکھ کر خوشی ظاہر نہ کرو، ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے اور تمہیں مبتلا فرما دے۔ (ترمذی نے اسے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن اور غریب ہے۔)

۱؎ حضرت واثلہ ابن الاسقع صحابی ہیں اور اصحاب صفہ میں سے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲؎ اسی دشمنی کی بنا پر جو تجھے اس سے تھی یا ہے۔

۴۶۲۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اُحِبُّ اَنِّیْ حَکَیْتُ اَحَدًا وَاَنَّ لِیْ کَذَا وَکَذَا۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَہٗ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں کسی کے طریقے پر چلنا پسند نہیں کرتا اگرچہ مجھے اتنا اتنا ملے۔ (ترمذی نے اسے روایت کرکے اسے صحیح قرار دیا۔)

۱؎ کسی کی حرکات و کلمات یا افعال و اقوال میں تقلید پسند نہیں کرتا۔

۲؎ یعنی اگرچہ اس کے بدلے دنیا کی دولت ملے، کسی کی بطور تمسخر والی نقل اور حکایت کرنا بھی غیبت میں شامل ہے۔

۴۶۲۳ وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ فَاَنَاخَ رَاحِلَتَہٗ ثُمَّ عَقَلَہَا ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰی خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ اَتٰی رَاحِلَتَہٗ فَاَطْلَقَہَا ثُمَّ رَکِبَ ثُمَّ نَادَی اللّٰہُمَّ ارْحَمْنِیْ وَمُحَمَّدًا وَلَا تُشْرِکْ فِیْ رَحْمَتِنَا اَحَدًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَقُوْلُوْنَ

حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی آیا، اس نے اونٹ بٹھایا پھر اسے باندھا پھر مسجد میں آکر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ اس نے سلام پھیرا، اپنی سواری کو کھولا اور اس پر سوار ہو گیا پھر اس نے یہ دعا کی: اے اللہ! مجھ پر اور محمد مصطفیٰ پر رحم فرما اور ہماری رحمت میں کسی اور کو شریک نہ فرما۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری کیا رائے

هُوَ اَضَلُّ اَمْ بَعِيْرُهُ اَلَمْ تَسْمَعُوْا اِلٰى مَا قَالَ قَالُوْا بَلٰى (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ) وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا فِيْ بَابِ الْاِعْتِصَامِ فِي الْفَصْلِ الْاَوَّلِ۔

رائے ہے کہ یہ زیادہ بے خبر ہے یا اس کا اونٹ؟ کیا تم نے نہیں سنا جو اس نے کہا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں (ابوداؤد) اور حدیث ابوہریرہ، کَفٰی بِالْمَرْءِ کو ہم نے باب الاعتصام کی فصل اول میں ذکر کر دی ہے۔)

لے ایک دیہاتی آیا۔

لے اس کا یہ قول مراد ہے کہ ہمارے ساتھ کسی کو رحمت میں شامل نہ کر۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کو محدود کر دیا تھا اور یہ مناسب نہیں کیونکہ دعا میں تمام مومنین کو شامل کرنا چاہیے اور اس کا یہ عمل بھی قابل اعتراض تھا کہ اس نے خاص رحمت میں اپنے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شامل کیا حالانکہ یہ بات ادب کے خلاف ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

۴۶۴۴ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ تَعَالٰى وَاهْتَزَّ لَهُ الْعَرْشُ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور اس سے عرش کانپ اٹھتا ہے[1]

(بیہقی، شعب الایمان)

لے یا تو ظاہر پر محمول ہے کہ عرش ہل جاتا ہے یا یہ امر عظیم کے واقع ہونے سے کنایہ ہے کیونکہ فاسق کی مدح پر راضی ہونا ایسی چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے بلکہ قریب ہے کہ موجب کفر ہو اور حرام کو حلال جاننے کی طرف پہنچانے والی ہے۔ جب یہ مدح فاسق کا حال ہے تو مدح ظالم کا کیا حال ہوگا۔

۴۶۴۵ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطْبَعُ الْمُؤْمِنُ عَلَى الْخِلَالِ كُلِّهَا اِلَّا الْخِيَانَةَ وَالْكَذِبَ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن تمام خصلتوں پر پیدا کیا گیا ہے سوائے خیانت اور جھوٹ کے[1]

(یہ حدیث امام احمد اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے)

لے خلال۔ خاء کے نیچے زیر ہے یہ خلّت کی جمع ہے اور خا پر فتحہ بھی پڑھا گیا ہے۔

لے غالباً یہاں کامل مومن مراد ہے کیونکہ بہت سے مسلمان بددیانتی اور دروغ گوئی کے مرتکب ہوتے ہیں یا ان دونوں صفات کا اجتماع مراد ہے لیکن اشکال باقی ہے کیونکہ ان کا اجتماع بھی بعض مسلمانوں میں ہوتا ہے۔

یا یہاں ان دونوں صفات کی نفی میں مبالغہ مراد ہے کہ مومن عمل تصدیق اور امانت ایمان کا حامل ہوتا ہے اور مختار یہ ہے کہ یہاں ان دونوں اعمال سے ہی مراد ہے کہ مومن کو چاہیے کہ ان دونوں سے پرہیز کرے۔

۴۶۲۶ وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ اَنَّهُ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ جَبَانًا قَالَ نَعَمْ فَقِيْلَ لَهُ اَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ بَخِيْلًا قَالَ نَعَمْ فَقِيْلَ لَهُ اَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ كَذَّابًا قَالَ لَا۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ مُرْسَلًا)

حضرت صفوان[1] بن سلیم بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے فرمایا[2] ہاں! پھر عرض کیا گیا مومن کنجوس ہو سکتا ہے؟ فرمایا ہاں! پھر عرض کیا گیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے۔ فرمایا نہیں[3]

(امام مالک، بیہقی نے شعب الایمان میں مرسلاً روایت کیا ہے)

[1] صفوان یہ جلیل القدر تابعی اور ثقہ ہیں، مدنی ہیں۔ یہ صالحین لوگوں کے پیشوا اور امام تھے۔ ان کے ذکر سے بارش کے لیے دعا کی جاتی تھی۔ عرصہ چالیس سال تک آرام نہیں کیا وصال کے وقت بھی بیٹھ کر جان دی۔ کثرت سجود کی وجہ سے ان کی پیشانی میں سوراخ ہو گیا تھا۔ نہایت قناعت کرنے والے تھے اسی لیے بادشاہ کے عطیات وصول نہ کرتے اور کہتے کہ جب میں تقدیر الٰہی پر ایمان رکھتا ہوں تو مجھے اس کی کیا ضرورت ہے۔ انہوں نے ابن عمر، عبداللہ بن جعفر، انس بن مالک اور تابعین کی ایک جماعت سے روایت کی ہے اور ان سے امام مالک اور ابن عیینہ نے روایت کی ہے۔ ایک سو دو ہجری کو سفاح کے عہد میں ان کا وصال ہوا۔

[2] بعض مسلمان بزدل ہوتے ہیں۔ بزدلی اور ایمان میں منافات نہیں ہے۔

[3] کیونکہ ایمانی صدق وحقانیت، جھوٹ کے منافی ہے۔ وہ نفس الامر میں ناحق اور باطل ہوتا ہے اس میں سابقہ تاویلات جاری ہو سکتی ہیں۔ لفظ کذاب مبالغہ کا صیغہ لانے کی حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ بعض اوقات بعض حالات میں اس کا وقوع ہو سکتا ہے جبکہ اس کے ساتھ دنیوی غرض متعلق نہیں ہوتی۔

۴۶۲۷ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَيَتَمَثَّلُ فِيْ صُوْرَةِ الرَّجُلِ فَيَاْتِي الْقَوْمَ فَيُحَدِّثُهُمْ بِالْحَدِيْثِ مِنَ الْكَذِبِ فَيَتَفَرَّقُوْنَ فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ سَمِعْتُ رَجُلًا اَعْرِفُ وَجْهَهُ وَلَا اَدْرِيْ مَا اسْمُهُ يُحَدِّثُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شیطان انسانی صورت میں کسی قوم کے پاس آتا ہے اور انہیں کسی جھوٹی بات کی اطلاع دیتا ہے۔ لوگ متفرق ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے کوئی کہتا ہے میں نے ایک شخص سے سنا جس کی شکل[1] پہچانتا ہوں مگر میں اس کا نام نہیں جانتا[2]

(مسلم)

[1] اگر میں اسے دیکھ لوں تو پہچان لوں گا۔

[2] الفاظ حدیث ظاہراً اس پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہاں شیطان سے مراد جن ہے۔ یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ شیطان

کو اس بات کی قدرت دی گئی ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کی طرف جھوٹ منسوب کرے اور بعید نہیں ہے کہ وہ حدیث نبوی ہو گا لیکن یاد رہے کہ شیطان، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ اختیار نہیں کر سکتا۔ اور ان دونوں میں فرق نہایت نمایاں ہے۔ واللہ اعلم۔ اور یہ ممکن ہے کہ یہاں شیطان سے مراد انسان ہو جو کسی صالح شخص کی صورت میں آ جائے۔ الغرض مقصود حدیث یہ ہے کہ سماع حدیث میں نہایت احتیاط اور غور و فکر سے کام لینا چاہیئے، قائل کے احوال اور اس کے صدق کی تحقیق کر لی جائے گی یہ نہ ہو جو سنا جس سے سنا نقل کر دیا۔ ماتن نے اگرچہ اس حدیث کو مرفوعاً بیان نہیں کیا مگر چونکہ اس پر اطلاع نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بغیر نہیں ہو سکتی لہٰذا یہ حکم مرفوع میں ہے جیسا کہ اپنے مقام پر ثابت ہے۔

۲۶۴۸ / ۵۰ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حِطَّانَ قَالَ أَتَيْتُ أَبَا ذَرٍّ فَوَجَدْتُهٗ فِي الْمَسْجِدِ مُحْتَبِيًا بِكِسَاءٍ أَسْوَدَ وَحْدَهٗ فَقُلْتُ يَا أَبَا ذَرٍّ مَا هٰذِهِ الْوَحْدَةُ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْوَحْدَةُ خَيْرٌ مِّنْ جَلِيْسِ السُّوْءِ وَالْجَلِيْسُ الصَّالِحُ خَيْرٌ مِّنَ الْوَحْدَةِ وَإِمْلَاءُ الْخَيْرِ خَيْرٌ مِّنَ السُّكُوْتِ وَالسُّكُوْتُ خَيْرٌ مِّنْ إِمْلَاءِ الشَّرِّ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت عمران بن حطان[1] بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، میں نے انہیں مسجد میں کالی چادر میں اکیلے ٹیک لگائے ہوئے پایا۔ میں نے عرض کیا: اے ابو ذر! یہ تنہائی کیوں؟ فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: تنہائی برے دوست سے بہتر ہے[2] اور اچھا ساتھی تنہائی سے بہتر ہے[3] اور اچھی بات کا املا کرانا خاموشی سے بہتر اور خاموشی بری بات کے املا سے بہتر ہے[4]۔ (بیہقی)

[1] حِطّان۔ حا کے نیچے زیر، طا پر شد۔ ان کی کنیت ابو شہاب ہے۔ تابعی، ثقہ اور بصری ہیں۔ خارجین نے کہا کہ یہ خارجی تھے کیونکہ ابن ملجم کی تعریف کرتے تھے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اہل ہوا میں خوارج سے بڑھ کر صحیح حدیث کوئی بیان نہیں کرتا۔ قتادہ بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث میں متہم نہیں۔ ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ انہوں نے حضرت ابن عمر، ابو موسیٰ اور ابو ذر سے روایت کی ہے اور ان سے قتادہ اور یحییٰ بن ابی کثیر نے روایت بیان کی ہے۔ محدثین کی ایک جماعت نے خصوصاً امام بخاری، ابو داؤد اور نسائی نے ان سے روایت بیان کی ہے۔

[2] اپنے دوستوں میں کیوں نہیں بیٹھے تاکہ ان سے استفادہ کرتے۔

[3] چونکہ اس وقت کوئی با اعتماد صالح دوست موجود نہیں ہے اس لئے تنہا بیٹھا ہوں۔ جب مل جائے گا اس کے ساتھ بھی بیٹھا ہوں۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو بنی امیہ کی طرف سے تعریض و تشدد کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کی بیعت کی ہوئی تھی اور مدینہ منورہ سے باہر گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ ان کا وہیں وصال ہوا۔

[4] مثلاً طلبہ کو علم دین کی تعلیم دینا خاموشی سے بہتر ہے۔

۲۶۴۹ / ۵۱ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَقَامُ الرَّجُلِ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کا مقام

بِالصَّمْتِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

وہ مرتبہ خاموشی کے ساتھ ساٹھ برس کی عبادت[1] سے افضل ہوتا ہے۔ (بیہقی)

[1] کیونکہ وہ خاموشی کی حالت میں حقائق الٰہیہ اور تکوینیہ کے معارف پر غور و فکر کرتا ہے، یا ذکر خفی کے سمندر میں لطائف قلبیہ کو اس طرح متغرق کر دیتا ہے کہ ذات و صفات الٰہیہ کا نور اسے ڈھانپ لیتا ہے۔ یہ عمل اگرچہ تھوڑی دیر کے لیے تھا مگر اس عبادت سے افضل ہے جو ظاہر اعضاء کے ساتھ ہو اور اس میں حضوری قلب نہ ہو اور دل یاد الٰہی میں مشغول و متوجہ نہیں ہوتا۔ اگرچہ یہ کئی سال ہو۔

۴۶۵۰
۵۲
وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ اِلٰى اَنْ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْصِنِيْ قَالَ اُوْصِيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ فَاِنَّهٗ اَزْيَنُ لِاَمْرِكَ كُلِّهٖ قُلْتُ زِدْنِيْ قَالَ عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَاِنَّهٗ ذِكْرٌ لَّكَ فِي السَّمَآءِ وَنُوْرٌ لَّكَ فِي الْاَرْضِ قُلْتُ زِدْنِيْ قَالَ عَلَيْكَ بِطُوْلِ الصَّمْتِ فَاِنَّهٗ مَطْرَدَةٌ لِّلشَّيْطٰنِ وَعَوْنٌ لَّكَ عَلٰى اَمْرِ دِيْنِكَ قُلْتُ زِدْنِيْ قَالَ اِيَّاكَ وَكَثْرَةَ الضِّحْكِ فَاِنَّهٗ يُمِيْتُ الْقَلْبَ وَيَذْهَبُ بِنُوْرِ الْوَجْهِ قُلْتُ زِدْنِيْ قَالَ قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ كَانَ مُرًّا قُلْتُ زِدْنِيْ قَالَ لَا تَخَفْ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَآئِمٍ قُلْتُ زِدْنِيْ قَالَ لِيَحْجُزْكَ عَنِ النَّاسِ مَا تَعْلَمُ مِنْ نَّفْسِكَ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے بعد انہوں نے طویل[1] حدیث بیان کی یہاں تک کہ فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے وصیت کیجیے فرمایا میں تجھے اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تیرے تمام امور کے لیے بہترین زینت ہے، عرض کیا کچھ اس پر اضافہ[2] فرمایئے۔ فرمایا: تلاوت قرآن اور ذکر[3] الٰہی کرو، کیونکہ وہ تیرا ذکر ہوگا آسمان[4] میں اور نور ہوگا تیرے لیے زمین[5] میں، میں نے عرض کیا اس میں اضافہ فرمایئے۔ فرمایا لمبی[6] خاموشی اختیار کرو۔ کیونکہ یہ شیطان[7] کو بھگانے والی اور امور دین[8] پر تیری معاون ہوگی۔ عرض کیا کہ میرے لیے اضافہ فرمایئے، فرمایا زیادہ ہنسنے سے بچو۔ کیونکہ وہ دل کو مردہ[9] بنا دیتا ہے۔ اور چہرے کے نور کو دور[10] کر دیتا ہے میں نے عرض کیا؛ اضافہ فرمایئے، فرمایا: حق بات کہو اگرچہ کڑوی ہو۔ میں نے عرض کیا اضافہ فرمایئے۔ فرمایا راہ خدا میں کسی ملامت[11] کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرو۔ میں نے عرض کیا میرے لیے اور اضافہ فرمایئے۔ فرمایا تمہارے اپنے عیوب کا علم لوگوں کے عیوب[12] دیکھنے سے منع کر دے۔

(بیہقی)

[1] وہ تمام حدیث یہاں ذکر نہیں بلکہ اس کا ایک حصہ ہے۔
[2] یہاں زیادتی سے مراد وضاحت و تفصیل ہے کیونکہ تقویٰ میں اجمالاً تمام امور کا ذکر آ چکا ہے۔

۳؎ تمام وہ امور خیر جو تقرب الٰہی کا ذریعہ ہیں ذکر میں داخل ہیں، اگر لفظ ذکر کو اس معنٰی پر محمول کریں تو تلاوت کے بعد اس کا تذکرہ تخصیص کے بعد تعمیم کے طور پر ہے۔ حدیث میں ہے کہ سب سے افضل ذکر کلمہ طیبہ ہے۔ اگر حدیث مذکورہ میں مراد کلمہ طیبہ ہے تو اب کل کے بعد جزء کا ذکر ہوگا کیونکہ اس میں شرف و فضیلت دیگر اذکار سے زائد ہے۔

۴؎ تیرا تذکرہ آسمان پر ملائکہ خیر و رحمت اور دعا کے ساتھ کریں گے صرف ملائکہ ہی نہیں بلکہ خود پروردگار عالم ذکر فرمائے گا۔ ارشاد ہے فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا) حدیث میں مَنْ ذَکَرَنِیْ ا لخ آیا ہے، ہر تقدیر پر اس بات پر تنبیہ ہے کہ تلاوت قرآن تدبر، غور و فکر اور حضورِ قلب کی ساتھ کی جائے۔

۵؎ یعنی اس عالم سفلی میں معرفت و یقین اور ہدایت کے نور کے ظہور کا سبب ہے۔

۶؎ یعنی ایسی خاموشی جو تفکر اور انعامات الٰہیہ کے ذکر کے ساتھ ہو۔

۷؎ اس شیطان کو جو زبان کے راستے حملہ آور ہو کر انسان کو مصیبت کے کنوئیں میں پھینک دیتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب بندہ ذکر الٰہی کرتا ہے تو شیطان گر پڑتا ہے اور بھاگ جاتا ہے۔

۸؎ کیونکہ خاموشی کی وجہ سے انسان زبان کی آفات سے محفوظ ہو کر حصولِ علم و معرفت اور ذکر خفی کے نور سے منور ہو جاتا ہے۔

۹؎ اس کی وجہ یہ ہے کہ دل کو تاریکی اور سختی لاحق ہو جاتی ہے جو اس نورِ علم و معرفت کو ختم کر دیتی ہے جس میں دل کی حیات کا راز مضمر تھا۔

۱۰؎ اس سے مراد نورِ باطن کا روشن ہونا اور عبادت کے آثار کا ظہور ہے جب دل ہی مردہ ہو گیا تو اب چہرے کا بے نور ہونا لازمی امر ہے کیونکہ تمام جسم کی زندگی حسًّا و معنًی دل ہی کی زندگی کی وجہ سے ہے۔

۱۱؎ جو کوئی کچھ کہتا ہے کہتا پھرے تو اس کی بارگاہ میں حاضر رہ اور غلبہ دین کے لیے کوشاں رہ۔

کار جامی عشق خوباں است ہر سو عاسلے ۔۔۔ میکنند انکار او، او ہم چناں در کار خویش

جامی کا کام محبوبوں کے ساتھ محبت کرنا ہے۔ تمام جہان اسے ملامت کر رہا ہے وہ پھر بھی اپنے کام میں مصروف ہے۔

۱۲؎ لوگوں کو نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے مگر ان کے عیب نہ ڈھونڈ اور نہ ہی ان کی غیبت کر۔ اور خود کو ہمیشہ ناقص جان۔ شعر

غافل اند ایں خلق از خود اے پسر ۔۔۔ لاجرم گویند عیب یکدگر

اے بیٹے لوگ آج اپنے آپ سے غافل ہیں اور دوسروں کے عیب بیان کرتے ہیں۔

۴۶۵۱/۵۳ وَعَنْ اَنَسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَبَا ذَرٍّ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى خَصْلَتَيْنِ هُمَا اَخَفُّ عَلَى الظَّهْرِ وَاَثْقَلُ فِي الْمِيْزَانِ قَالَ قُلْتُ بَلٰى قَالَ طُوْلُ الصَّمْتِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا عَمِلَ الْخَلَائِقُ بِمِثْلِهِمَا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ذر! کیا تمہیں دو ایسی عادتیں نہ بتاؤں جو پیٹھ پر ہلکی اور ترازو پر بھاری ہیں، بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا ضرور فرمایا، دراز خاموشی اور اچھے اخلاق قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے!

(رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ)

مخلوق نے ان جیسے عمل نہ کیے ہوں گے۔
(بیہقی)

۱؎ یہ تشبیہ و تمثیل ہے کہ یہ ایسا حکم شرعی ہے جس کا اٹھانا انسان کے لیے مشکل نہیں بلکہ آسان ہے جیسا تھوڑا بوجھ اٹھانا دشوار نہیں ہوتا۔

۲؎ جس کے ساتھ نامۂ اعمال کو تولا جائے گا۔

۳؎ ان میں آسانی اس حوالے سے ہے کہ خاموشی میں کوئی مشقت نہیں اٹھانا پڑتی بلکہ گفتگو کرنے میں ظاہری و باطنی مشقت ہے۔ اسی طرح اچھے اخلاق و عادات کا معاملہ ہے کہ ان میں بھی نرمی ہوتی ہے۔ بخلاف سختی، درستی اور جدال وغیرہ میں بڑی جد وجہد اٹھانا پڑتی ہے۔ اس کے بعد ان دونوں صفات کا ثواب اور درجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

۴؎ کوئی کام اور عمل ان کے برابر نہیں ہو سکتا۔

۲۶۵۲ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاَبِیْ بَکْرٍ وَّھُوَ یَلْعَنُ بَعْضَ رَقِیْقِہٖ فَالْتَفَتَ اِلَیْہِ فَقَالَ لَعَّانِیْنَ وَصِدِّیْقِیْنَ کَلَّا وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ فَاَعْتَقَ اَبُوْ بَکْرٍ یَوْمَئِذٍ بَعْضَ رَقِیْقِہٖ ثُمَّ جَاءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا اَعُوْدُ رَوَی الْبَیْہَقِیُّ الْاَحَادِیْثَ الْخَمْسَۃَ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کے پاس سے گزرے کہ وہ اپنے ایک غلام پر لعنت بھیج رہے تھے، تو آپ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو لعنت بھیجنے والے بھی اور صدیق بھی ہوں؟۱ رب کعبہ۲ کی قسم! ہرگز ایسا نہیں۔ حضرت ابوبکر نے اس۳ دن کچھ غلام آزاد کر دیے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا آئندہ ایسا نہیں کروں گا (یہ پانچوں احادیث امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں)

۱؎ یعنی ایسے لوگ جن میں یہ دونوں صفات جمع ہوں، مقصود اس سے یہ تھا کہ صدیقیت اور لعنت کرنا دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں گزرا ہے۔ لَا یَنْبَغِیْ لِلصِّدِّیْقِ اَنْ یَّکُوْنَ لَعَّانًا (صدیق کے لیے مناسب نہیں کہ وہ کسی پر لعنت کرے) اور اس میں تاکید فرماتے ہوئے کہا۔

۲؎ اس بارے میں تاکید کہ (صدیق ہونا اور لعنت کرنا) دونوں چیزیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔

۳؎ سیدنا ابوبکر کو اس پر شرمندگی ہوئی تو آپ نے کچھ غلام آزاد کیے۔

۲۶۵۳ وَعَنْ اَسْلَمَ قَالَ اِنَّ عُمَرَ دَخَلَ یَوْمًا عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ وَھُوَ یَجْبِذُ لِسَانَہٗ فَقَالَ عُمَرُ مَہْ غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ فَقَالَ لَہٗ اَبُوْ بَکْرٍ اِنَّ ھٰذَا اَوْرَدَنِیْ الْمَوَارِدَ۔

حضرت اسلم۱ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے تو وہ اپنی۲ زبان کھینچ رہے تھے تو حضرت عمر نے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بخشے۔ ٹھہریے! اس پر

(رَوَاہُ مَالِكٌ)

حضرت ابو بکر نے فرمایا: اس نے مجھے ہلاکت کی جگہوں میں ڈالا ہے۔ (مالک)

لہ اسلم۔ یہ سیدنا عمر کے آزاد کردہ غلام، تابعی ہیں۔ مخضرمی ۱۱۴ سال کی عمر میں ۸۰ھ اور ایک قول کے مطابق ۶۰ھ کے بعد ان کا وصال ہوا۔

۲ لہ اپنے منہ سے زبان کو باہر کھینچ رہے تھے، مقصود زجر و توبیخ ہے۔

۴۷۵۴/۵۶ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِضْمَنُوْا لِيْ سِتًّا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ اُصْدُقُوْا اِذَا حَدَّثْتُمْ وَاَوْفُوْا اِذَا وَعَدْتُّمْ وَاَدُّوْا اِذَا اؤْتُمِنْتُمْ وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَكُمْ وَغُضُّوْا اَبْصَارَكُمْ وَكُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے نفس کی طرف چھ چیزوں کی مجھے ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ جب بات کرو سچ کہو، جب وعدہ کرو پورا کرو، جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے اسے ادا کرو، اپنی شرمگاہوں[۱] کی حفاظت کرو، اپنی نگاہوں[۲] کو نیچا رکھو اور اپنے ہاتھوں کو روکو[۳]۔ (احمد، بیہقی)

لہ فرج۔ مرد و عورت کے ان مقامات کو کہتے ہیں جن کا چھپانا لازم ہے۔ یہاں مراد عورت غلیظہ ہے۔

۲ لہ غیر محرم کو دیکھنے سے۔

۳ لہ قتل کرنے، گرفت کرنے اور حرام پکڑنے[لہ] سے۔

۴۷۵۵/۵۷ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ غَنْمٍ وَاَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِيَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ وَشِرَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الْمَشَّاءُوْنَ بِالنَّمِيْمَةِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْاَحِبَّةِ الْبَاغُوْنَ الْبُرَآءَ الْعَنَتَ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

عبدالرحمٰن بن غنم[۱] اور اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بہترین بندے وہ ہیں جنہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ یاد آئے اور اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں جو چغلی کرنے والے دوستوں کے درمیان جدائی ڈالنے والے اور پاک لوگوں میں عیب[۲] تلاش کرنے والے۔ (احمد، بیہقی، شعب الایمان)

لہ ابن غنم۔ عین پر زبر نون ساکن۔ تابعی۔ ثقہ کبار تابعین میں سے ہیں۔ اشعری، شامی ہیں، زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں کو پایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات میں ہی اسلام لائے مگر زیارت نہ کر پائے۔ انہوں نے

لہ شارح نے اختصار و اجمال سے کام لیا ہے ورنہ تمام وہ ممنوعات جن کا ارتکاب ہاتھ کرتے ہیں وہ اس میں شامل ہیں۔ فافہم۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت اختیار کی اور یہ صحبت اس وقت شروع ہوئی جب حضرت معاذ یمن میں بحیثیت قاضی تشریف لائے اور ان کے وصال تک قائم رہی۔ امام بخاری کی رائے میں یہ صحابی ہیں لیکن قول اول صحیح ہے۔ ملک شام میں سب سے بڑے فقیہ یہی تھے۔ وہاں اکثر فقہا انہی کے شاگرد ہیں۔ متقدمین صحابہ سے روایت کرتے ہیں اور نہایت جلالت شان وقدر کے مالک ہیں۔

۲ اسماء بنت یزید، یہ انصاریہ صحابیہ ہیں۔ بڑی دانشور اور دین کو سمجھنے والی خاتون ہیں۔

۳ ان بندوں کو بارگاہ خداوندی میں ایسا خصوصی تعلق ہوتا ہے کہ جب ان کے چہرے، افعال واقوال اور حسن وجمال پر نظر پڑتی ہے تو خدا یاد آتا ہے۔ کیونکہ ان پر عبادت اور اصلاح نفس کے آثار کا کامل ظہور ہوتا ہے بعض لوگوں نے اس کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ ان کی زیارت سے ذکر خدا کا ثواب ملتا ہے۔ جیسا کہ کہا گیا کہ عالم کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی صالح کے چہرے پر نظر پڑتی ہے تو زیارت کرنے والے کے سینے میں اس طرح نور ایمان سرایت کرتا ہے کہ اس کا دل روشن ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے۔ اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجْہِ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ (حضرت علی کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے) یہ حدیث معنی اول کی تصدیق کرنے والی ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ جب سیدنا علی کرم اللہ وجہہ گھر سے باہر تشریف لاتے تو جن لوگوں کی نظر آپ کے چہرہ اقدس پر پڑتی تو وہ پکار اٹھتے۔

لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ مَا اَشْرَفَ ھٰذَا الْفَتٰی

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس نوجوان کو کتنی بزرگی عطا ہوئی ہے۔

لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ مَا اَکْرَمَ ھٰذَا الْفَتٰی

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں یہ نوجوان کتنا فرشتہ صفت ہے۔

لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ مَا اَعْلَمَ ھٰذَا الْفَتٰی

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسے کتنا علم حاصل ہے۔

لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ مَا اَشْجَعَ ھٰذَا الْفَتٰی

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں یہ نوجوان کتنا جرأت مند ہے۔

یعنی آپ کی زیارت کلمۂ توحید کے ذکر کا باعث بن جاتی تھی۔

ایک دن راقم (عبدالحق) مکہ معظمہ کے بازار سے غافل نفس سر نیچے کیے گزر رہا تھا۔ اچانک نظر ایک مرد کے چہرے پر پڑی۔ بے اختیار زبان پر یہ کلمات جاری ہو گئے لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (اللہ کے سوا کوئی مالک حقیقی نہیں وہ یکتا لا شریک ہے۔ ملک اسی کا ہے حمد اسی کے لیے اور وہ ہر شی پر قادر ہے) غالب گمان یہی ہے کہ یہ واقعہ اس حدیث کی سچائی کی تصدیق کے لیے تھا۔

۴ ایک کی بات دوسرے کے سامنے اس لیے کرتے ہیں کہ ان کے درمیان شر و فساد پیدا ہو۔

۵ عنت، فساد، ہلاک، زنا کے معانی میں ہے۔ یہاں ان کا مجموعہ مراد ہے یعنی ایسی جماعت جو ان گناہوں سے پاک اور منزہ ہو۔ ان پر مختلف عیوب، فساد کے الزامات عائد کر کے انہیں پریشان کرنا۔

۴۶۵۶ / ۵۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلَيْنِ صَلَّيَا صَلٰوةَ الظُّهْرِ اَوِ الْعَصْرِ وَكَانَا صَائِمَيْنِ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ قَالَ اَعِيْدُوْا وُضُوْءَكُمَا وَصَلٰوتَكُمَا وَامْضِيَا فِيْ صَوْمِكُمَا وَاقْضِيَاهُ يَوْمًا اٰخَرَ قَالَا لِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِغْتَبْتُمْ فُلَانًا۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ دو آدمیوں نے نماز ظہر یا عصر[1] ادا کی۔ دونوں حالت روزہ میں تھے جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پوری فرمائی تو فرمایا اپنا وضو اور نماز لوٹاؤ اور روزہ جاری[2] رکھو اور دوسرے دن اس کی قضا کرو[3]۔ عرض کیا یا رسول اللہ! اس کی کیا وجہ[4] ہے؟ آپ نے فرمایا: تم نے فلاں کی غیبت کی[5] ہے۔ (بیہقی)

۱ راوی کا شک ہے۔

۲ روزہ افطار نہ کرو بلکہ اسے پورا کر لو۔

۳ تمہارا یہ روزہ فاسد ہو گیا ہے۔ اس کی قضا کرنا تم پر لازم ہے لیکن اس کے باوجود اس روزہ کو جاری رکھو افطار نہ کرو اور احتیاطاً بطور قضا روزہ رکھو۔

۴ وضو اور نماز لوٹائے اور روزے کی قضا دے۔

۵ اور غیبت ناقض وضو اور ناقض روزہ ہے۔ شارحین نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث میں غیبت کی مذمت نہایت سخت انداز میں بیان کی گئی ہے ورنہ غیبت ناقض وضو و روزہ نہیں۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا حضرت سفیان ثوری ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے غیبت کو ناقض روزہ قرار دیتے ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ تو ہم میں کون ہے جس کا روزہ درست ہو گا؟ اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ غیبت ناقض وضو نہیں کیونکہ آپ نے انہیں روزہ جاری رکھنے کا حکم فرمایا جس سے واضح ہوتا ہے کہ اگر روزہ حقیقۃً فاسد ہو جاتا تو انہیں یہ حکم نہ دیا جاتا اگرچہ حائضہ کی صورت میں ایسا ہے کہ رمضان کے روزہ کے دوران اگر حیض آ گیا تو اب روزہ یقیناً فاسد ہو گیا مگر حرمت رمضان کے پیش نظر روزہ افطار نہ کرے، بہرصورت یہ واضح ہوا کہ اس حدیث میں غیبت کی قباحت و شناخت بیان ہوئی ہے۔ احتیاط و تقویٰ اسی میں ہے کہ غیبت کے بعد تجدید وضو کر لی جائے بلکہ علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر کسی آدمی نے لایعنی گفتگو کی، بہت زیادہ باتیں کیں یا اونچی ہنستا رہا تو اس کے لیے تجدید وضو مستحب ہے تاکہ اس کی وجہ سے لاحق ہونے والی تاریکی کا ازالہ کیا جا سکے اور روزے دار کو ہر حال میں غیبت سے پرہیز اور احتیاط کرنا ضروری ہے۔

۴۶۵۷ / ۵۹ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّجَابِرٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ

حضرت ابو سعید اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللہِ وَکَیْفَ الْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَزْنِیْ فَیَتُوْبُ فَیَتُوْبُ اللہُ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَیَتُوْبُ فَیَغْفِرُ اللہُ لَہٗ وَاِنَّ صَاحِبَ الْغِیْبَۃِ لَا یُغْفَرُ لَہٗ حَتّٰی یَغْفِرَھَا لَہٗ صَاحِبُہٗ وَفِیْ رِوَایَۃِ اَنَسٍ قَالَ صَاحِبُ الزِّنَا یَتُوْبُ وَصَاحِبُ الْغِیْبَۃِ لَیْسَ لَہٗ تَوْبَۃٌ۔

(رَوَی الْبَیْہَقِیُّ الْاَحَادِیْثَ الثَّلٰثَۃَ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت زنا سے[1] بدتر ہے۔ صحابہ نے[2] عرض کیا یا رسول اللہ غیبت زنا سے بدتر کیوں ہے؟ فرمایا زانی مرد کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے[3] معاف فرما دیتا ہے اور غیبت کرنے والے کو اس وقت تک معاف نہیں کیا جاتا یہاں تک کہ وہ معاف کرے جس کی غیبت[4] کی۔ اور حضرت انس سے روایت ہے فرمایا صاحب زنا توبہ کر سکتا ہے اور صاحب غیبت کے لیے[5] توبہ نہیں (بیہقی نے ان تینوں احادیث کو شعب الایمان میں روایت کیا)

[1] بعض وجوہ کی بنا پر۔

[2] صحابہ پر یہ بات دشوار گزری۔

[3] کیونکہ زنا حقوق اللہ میں سے ہے۔

[4] کیونکہ یہ بندے کا حق ہے۔

[5] اس کی وجہ پہلی روایت میں ہے یا اس کی وجہ یہ ہے کہ صاحب زنا خوف الٰہی میں کانپ اٹھتا ہے اور اللہ کے حضور معافی مانگ لیتا ہے اور صاحب غیبت اس معاملہ کو آسان سمجھتے ہوئے خوف نہیں رکھتا حتیٰ کہ وہ اسے حلال تصور کر لیتا ہے جو اسے کفر کے گڑھے میں گرا دیتی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک

۴۷۵۸ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ کَفَّارَۃِ الْغِیْبَۃِ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنِ اغْتَبْتَہٗ تَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ (رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ الْکَبِیْرِ وَقَالَ فِیْ ھٰذَا الْاِسْنَادِ ضُعْفٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی اس کے لیے بخشش کی دعا یوں کی جائے۔ اے اللہ ہمیں[1] اور اسے بخش دے۔ (بیہقی نے دعوات کبیر میں روایت کر کے کہا کہ اس کی سند میں ضعف ہے۔

[1] معروف و مسلم طریقہ یہی ہے کہ پہلے اپنے لیے معافی مانگی جائے تاکہ انسان خود پاک ہو اور پھر دوسرے کے لیے دعا کرے تو قبول ہوگی۔ اور غیبت کا کفارہ حقیقۃً یہ ہے کہ اس دوسرے سے معافی مانگی جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ندامت اور استغفار کی جائے اور اس دوسرے کے لیے دعا کرنا بھی کفارے میں شامل ہے جس پر یہ حدیث دال ہے اور اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ حدیث میں کلمہ مِنْ تبعیضیہ ہے۔

بَابُ الْوَعْدِ

۳۱۷۔ وعدے کا بیان

صراح میں ہے وعد، عدة، موعد خوش خبری دینا ہے اور یہ خیر و شر دونوں میں مستعمل ہیں بشرطیکہ ان میں سے کسی کا ذکر ہو ورنہ خیر کے لیے وعدہ اور شر کے لیے وعید و ایعاد ہیں، میعاد جائے وعد اور وعدہ گاہ کو کہتے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۲۶۵۹ عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَ اَبَا بَكْرٍ مَالٌ مِّنْ قِبَلِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ مَّنْ كَانَ لَهٗ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ اَوْ كَانَتْ لَهٗ قِبَلَهٗ عِدَةٌ فَلْيَاْتِنَا قَالَ جَابِرٌ فَقُلْتُ وَعَدَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّعْطِيَنِيْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا فَبَسَطَ يَدَيْهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَالَ جَابِرٌ فَحَثَالِيْ حَثْيَةً فَعَدَدْتُهَا فَاِذَا هِيَ خَمْسُ مِائَةٍ قَالَ خُذْ مِثْلَيْهَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

پہلی فصل

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور حضرت ابوبکر کے پاس علاء بن حضرمی[1] کی طرف سے مال آیا۔ آپ نے اعلان فرمایا کہ جس شخص کا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرض ہو یا آپ نے کسی سے وعدہ[2] فرمایا ہو تو ہمارے پاس آ جائے[3]۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھے اتنا اتنا اتنا دیں گے اور انہوں نے دونوں ہاتھ تین بار پھیلائے ہوئے تھے۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ مجھے صدیق اکبر نے دونوں ہاتھ بھر کر دیئے۔ میں نے انہیں گنا تو وہ پانچ سو تھے۔ فرمایا اس سے دو گنا اور لے لو۔ (بخاری و مسلم)

[1] ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بحرین میں گورنر مقرر فرمایا تھا۔

[2] یعنی کسی کے ساتھ انعام وغیرہ کا وعدہ فرمایا ہو۔

[3] یہ سیدنا ابوبکر کا ارشاد ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کی کوئی وراثت نہیں۔ میں آپ کا خلیفہ ہوں۔ وہ جگہ یا وہ شخص جس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرچ فرمایا کرتے تھے میں بھی خرچ کروں گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام پر اگر کسی کا قرض ہے یا آپ نے کسی کے ساتھ عطا کا وعدہ فرمایا تھا تو میں اسے پورا کروں گا اور رہا معاملہ فدک کا تو اس سے آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم اپنے عیال اور فقراء مومنین پر خرچ فرماتے تھے وہ بھی اس باب سے ہے، فرمایا: میں بھی اسے اسی طریقہ پر خرچ کروں گا۔ اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جابر سے وعدہ فرمایا ہوا تھا کہ جب ہمارے پاس آئے گا تو ہم تجھے تین چلو بھر کر دیں گے۔

۴ یعنی تین بار دونوں ہاتھ بھر کر دوں گا۔

۵ ہاتھ پھیلا کر اس وعدہ کی تفصیل بیان کی کہ آپ نے اس طرح ہاتھ کھول کر فرمایا تھا۔

۶ میری جھولی میں ڈالا۔

۷ تاکہ تین لپ پورے ہو جائیں۔ بعض روایات میں تین چلو کی تصریح ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۴۶۶۰ عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبْیَضَ قَدْ شَابَ وَکَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا یُشْبِہُہٗ وَاَمَرَ لَنَا بِثَلٰثَۃَ عَشَرَ قَلُوْصًا فَذَھَبْنَا نَقْبِضُھَا فَاَتَانَا مَوْتُہٗ فَلَمْ یُعْطُوْنَا شَیْئًا فَلَمَّا قَامَ اَبُوْبَکْرٍ قَالَ مَنْ کَانَتْ لَہٗ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِدَۃٌ فَلْیَجِیْٔ فَقُمْتُ اِلَیْہِ فَاَخْبَرْتُہٗ فَاَمَرَ لَنَا بِھَا۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابو جحیفہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سفید[2] رنگ دیکھا کہ بڑھاپا[3] آچکا تھا اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے ہم شکل تھے۔ آپ نے ہمارے لیے تیرہ اونٹنیوں[4] کا حکم جاری فرمایا، ہم لینے گئے تو آپ کے وصال کی خبر ملی لوگوں نے ہم کو کچھ نہ دیا، جب حضرت ابوبکر خلیفہ بنے اور اعلان کیا کہ جس کے ساتھ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کوئی وعدہ فرمایا ہو وہ آجائے، میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اطلاع[5] دی تو آپ نے وہ اونٹنیاں دینے کا حکم جاری فرمایا۔

(ترمذی)

۱ ابو جحیفہ جیم پر پیش، حا پر زبر یا ساکن، ان کا نام وہب بن عبداللہ ہے۔ یہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے کم عمر صحابہ میں سے ہیں۔ کوفہ میں قیام پذیر رہے اور وہاں ایک سرائے تعمیر کروائی۔ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بیت المال کا امیر بنایا۔ سیدنا علی کے ساتھ ہر معرکہ میں شریک ہوئے اور کوفہ میں ہی ان کا چوہتر ہجری کو وصال ہوا۔

۲ سفید رنگ جو مائل سرخی تھا۔

۳ آپ کے مبارک بالوں سے ظاہر ہو رہا تھا، یاد رہے کہ آپ کے سر اقدس اور داڑھی مبارک کے بیس سے زائد بال سفید نہ تھے جیسا کہ اپنے مقام پر آ رہا ہے۔

۴ یہ بات انہوں نے اپنی محبت کے ثبوت کے لیے کہی ہے کیونکہ یہ آپ کے وصال کے وقت چھوٹے تھے اور ابھی بلوغ کی عمر کو نہ پہنچے تھے۔

۵؎ قلوص۔ قاف پر زبر اور لام پر پیش اس کا معنی جوان اونٹنی ہے۔
۶؎ یا تام کے معنیٰ خطبہ دینے کے بھی ہو سکتے ہیں۔
۷؎ کہ مجھے آپ نے تیرہ اونٹنیاں دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔

۴۶۶۱ ۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي الْحَسْمَآءِ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ يُّبْعَثَ وَبَقِيَتْ لَهٗ بَقِيَّةٌ فَوَعَدْتُّهٗ اَنْ اٰتِيَهٗ بِهَا فِيْ مَكَانِهٖ فَنَسِيْتُ فَذَكَرْتُ بَعْدَ ثَلٰثٍ فَاِذَا هُوَ فِيْ مَكَانِهٖ فَقَالَ لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَيَّ اَنَا هٰهُنَا مُنْذُ ثَلٰثٍ اَنْتَظِرُكَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت عبداللہ بن ابی حسماء[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ظہور نبوت سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خرید و فروخت[2] کی آپ کا کچھ بقایا[3] تھا میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ میں اسی جگہ[4] وہ لاتا ہوں پھر میں بھول گیا۔ تین دن کے بعد مجھے[5] یاد آیا پس آپ اسی جگہ تشریف فرما تھے۔ فرمایا تم نے مجھ کو مشقت میں ڈال دیا میں یہاں تین[6] روز سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ (ابوداؤد)

۱؎ حسماء مشکوٰۃ کے نسخوں میں حا سین سے پہلے ہے اور اسی طرح مصابیح کے نسخوں میں ہے شارحین نے نشاندہی کرتے ہوئے کہا کہ یہ صاحب مصابیح سے سہو ہوا ہے اور مصنف نے ان کی تقلید کرلی ہے حالانکہ بات یہ ہے کہ یہاں میم سین پر مقدم ہے۔ کتب اسماء رجال میں ایسے ہی ہے۔ عبداللہ بن ابی الحمساء عامری صحابی ہیں ان کا شمار اہل بصرہ میں ہوتا ہے، مکہ میں قیام[1] پذیر رہے۔
۲؎ مبایعت۔ خرید و فروخت کرنا یہاں اس کا معنی خریدنا ہے۔
۳؎ مبیع کے کچھ ثمن میرے ذمے بقایا تھے۔
۴؎ جس جگہ آپ تشریف فرما تھے یا یہاں سودا ہوا تھا۔
۵؎ تو میں ثمن لے کر وہاں پہنچا۔
۶؎ تاکہ وعدہ خلافی نہ ہو کہ تو آئے اور ہمیں نہ پائے۔

۴۶۶۲ ۴ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ اَخَاهُ وَمِنْ نِّيَّتِهٖ اَنْ يَّفِيَ لَهٗ فَلَمْ يَفِ وَلَمْ يَجِئْ لِلْمِيْعَادِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی اپنے بھائی سے وعدہ کرے اور وعدہ پورا کرنے کی نیت و ارادہ بھی ہو مگر پورا نہ کر سکے اور وعدہ پر نہ آسکے تو ایسی صورت میں اس پر کوئی گناہ نہیں[1]۔ (ابوداؤد، ترمذی)

۱؎ تقریب میں ہے کہ بصرہ میں، بعض کے نزدیک مصر میں قیام پذیر رہے۔

۱؎ وعدہ کے وقت یا وعدہ کی جگہ۔

۲؎ بیان سے معلوم ہوا کہ وعدہ کے وفا کی نیت تھی مگر پورا نہ کیا تو اب گناہ نہیں۔ شارحین نے کہا ہے کہ بغیر کسی رکاوٹ کے خلاف وعدہ کرنا حرام ہے اور اس حدیث میں مراد بھی یہی ہے۔ علامہ طیبی لکھتے ہیں کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ جس نے ایسا وعدہ کیا جو اسلام میں منع نہ تھا۔ اسے پورا کرنا چاہیے۔ رہا یہ معاملہ کہ ایفائے عہد واجب ہے یا مستحب، اس بارے میں اختلاف ہے۔ جمہور علماء، امام ابو حنیفہ، امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ مستحب ہے اور عدم وفا مکروہ ہے لیکن گناہ نہیں۔ ایک جماعت کا موقف ہے کہ واجب ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز اسی جماعت میں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود وعدہ کرتے وقت ان شاء اللہ کے کلمات کہتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں بھی منقول ہے کہ آپ کلمۂ عسیٰ کہتے تھے۔ باقی زبان سے وعدہ اور دل میں پورے نہ کرنے کی نیت بالاتفاق نفاق کی علامات میں سے ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ نفاق کی علامت اس وقت ہے جب وعدہ اس نیت سے کیا جائے کہ اسے پورا نہیں کروں گا۔

۴۶۶۳ - ۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ دَعَتْنِي أُمِّي يَوْمًا وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ فِي بَيْتِنَا فَقَالَتْ هَا تَعَالَ أُعْطِيكَ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَرَدْتِ أَنْ تُعْطِيهِ قَالَتْ أَرَدْتُ أَنْ أُعْطِيَهُ تَمْرًا فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِهِ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكِ كِذْبَةٌ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

حضرت عبداللہ بن عامر۱؎ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک دن میری والدہ نے بلایا اس وقت آقا و جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف فرما تھے والدہ نے آواز دی کہ آؤ میں تجھے کچھ دوں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا تم انہیں کیا دینا چاہتی ہو۲؎؟ عرض کیا میں نے اسے کھجوریں دینے کا ارادہ کیا ہے۔ اس موقعہ پر آپ نے فرمایا آگاہ رہو اگر تم اسے کچھ نہ دیتیں تو تم پر جھوٹ۳؎ لکھا جاتا۔ (ابو داؤد، بیہقی، شعب الایمان)

۱؎ یہ عبد شمس بن عبد مناف کی اولاد میں سے ہے، نسب یوں ہے عبداللہ بن عامر بن کریز بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف۔

۲؎ تعطیہ۔ یا ساکن صیغہ واحدہ مخاطبہ اس کا اصل تعطین ہے یعنی تو اسے کیا دینا چاہتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محسوس فرمایا کہ شاید یہ اس طرح کر رہی ہے جس طرح خواتین بچے کو بہلانے کے لیے بہانہ بناتے ہوئے جھوٹ سے کام لیتی ہیں۔ یا آپ نے بطور اعتراض و سوال پوچھا کہ تو کیا دے گی۔ بتکلف یا بے تکلف۔ اس خاتون نے عرض کیا۔

۳؎ کذبۃ۔ کاف پر زبر، ذال کے نیچے زیر یا کاف کے نیچے زیر اور ذال ساکن، یا کاف پر زبر، ذال ساکن تینوں طریقے درست ہیں۔ یعنی اگر تو اسے کھجور نہ دیتی جس کا تو نے وعدہ کیا تھا۔ اور اس خاتون کا ابتدائی قول مطلق تھا

محسوس ہوتا ہے کہ اس نے بھی حسب عادت بچے کو تسلی دینے کے لیے دیگر عورتوں کی طرح ہی کیا تھا چونکہ آپ نے اس سے پوچھ لیا اس لیے اس نے تکلفاً کھجور کا ذکر کر دیا۔ یہ محض عذر تھا جو اس نے آپ کے سوال کے بعد عرض کیا تھا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۴۶۶۴/۶ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ وَّعَدَ رَجُلًا فَلَمْ يَاْتِ اَحَدُهُمَا اِلٰى وَقْتِ الصَّلٰوةِ وَذَهَبَ الَّذِيْ جَآءَ لِيُصَلِّيَ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ۔ (رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی سے وعدہ کرے پھر ان دونوں سے ایک، نماز کے وقت تک نہ آئے اور آنے والا[1] نماز کے لیے چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں[2]

(رزین)

[1] جو پہلے آیا تھا وہ نماز ادا کرنے کے لیے چلا گیا۔

[2] صورت یوں ہے کہ دو آدمیوں نے آپس میں عہد کیا کہ فلاں جگہ اکٹھے ہوں گے ان میں سے ایک پہلے آگیا اس نے انتظار کیا دوسرا نہیں آیا۔ حتیٰ کہ نماز کا وقت آگیا۔ پہلا شخص اگر نماز کے لیے چلا جاتا ہے تو یہ نہ خلاف وعدہ اور نہ ہی اس پر کوئی گناہ ہے۔ کیونکہ نماز کے لیے عذر صحیح ہے، ہاں! اگر نماز کے وقت سے پہلے چلا گیا تو یہ خلاف وعدہ ہوگا۔ اگر کوئی اور ضروری معاملہ پیش آگیا تو عذر دیگر ہوگا اور کوئی مانع نہیں، صرف نماز ہے تو نماز بھی عذر ہے۔

بَابُ الْمِزَاحِ

۳۱۸۔ خوش طبعی کا بیان

مزاح۔ میم کے نیچے زیر۔ دل خوش کرنا۔ یا میم پر پیش کے ساتھ۔ خوش دلی کے معنی میں ہے مزاح میں اس کا معنی مذاق کیا ہے اور قاموس میں ہے المزاح الدعابہ دال پر پیش بمعنی کھیل ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۴۶۶۵/۱ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُخَالِطُنَا حَتّٰى يَقُوْلَ لِاَخٍ لِّيْ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم[1] سے گھل مل کر رہتے۔

صَغِيْرٌ يَا اَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ يَلْعَبُ بِهٖ فَمَاتَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حتیٰ کہ میرے چھوٹے بھائی سے فرمایا اے ابو عمیر چڑیا کا کیا بنا؟ ان کی ایک چڑیا تھی جس سے وہ کھیلا کرتے تھے وہ مرگئی تھی۔ (بخاری و مسلم)

۱؎ یعنی ہمارے گھروالوں سے آپ نہایت زیادہ شفقت فرماتے یا ضمیر کا مرجع صحابہ ہیں کہ آپ تمام صحابہ سے گھل مل کر رہتے۔

۲؎ بطور مزاح فرمایا۔

۳؎ حضرت انس کے چھوٹے بھائی کے پاس ایک چڑیا ہوا کرتی تھی جس سے وہ کھیلتے تھے۔ اس کے مرنے کے بعد جب بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ بطور مزاح ان پر شفقت فرماتے ہوئے پوچھتے اے ابو عمیر تیری چڑیا کا کیا بنا؟ رعایت سجع کرتے ہوئے آپ نے ان کی کنیت رکھی۔

۴؎ یہ حدیث دلالت کر رہی ہے کہ بچوں کا چڑیوں کے ساتھ کھیلنا جائز ہے بشرطیکہ انہیں اذیت نہ دیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۴۶۶۶ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ تُدَاعِبُنَا قَالَ اِنِّیْ لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہم سے خوش طبعی بھی فرماتے ہیں، فرمایا ہم سچی بات ہی کہتے ہیں۔ (ترمذی)

۱؎ دعابہ۔ دال پر پیش۔ مزاح کے معنی میں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کی تالیف قلب اور طبائع میں ترو تازگی پیدا کرنے کے لیے ان سے مزاح فرماتے، صحابہ نے آپ کے مقام رفیع اور عظمت شان کے پیش نظر اس بات کو بعید محسوس کیا۔

۲؎ میرے مزاح میں کوئی بات خلاف واقع نہیں ہوتی، اگرچہ بظاہر وہ خلاف واقع محسوس ہوتی ہے اور فہم کلام اور اس کی حقیقت تک رسائی نہ پانے والا شخص اسے خلاف واقع ہی تصور کرے گا مگر بات ہرگز ایسے نہیں میں جو بات بھی کہتا ہوں حق اور واقع کے مطابق ہوتی ہے۔

اسی سے مزاح کے جواز اور عدم جواز کا ضابطہ سامنے آتا ہے کہ مزاح وہی جائز ہے جس میں جھوٹ نہ ہو اور اس پر مداومت و ہمیشگی بھی نہ ہو کیونکہ یہ عمل آدمی کے جلال ہیبت اور اس کے وقار کو ختم کر دیتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزاح مبارک بھی مذکورہ شرائط کے تحت تھا، جیسا کہ آئندہ حدیث میں آرہا ہے۔

۴۶۶۷ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا اِسْتَحْمَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ حَامِلُكَ عَلٰی وَلَدِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

نَاقَةٍ فَقَالَ مَا اَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَلْ تَلِدُ الْإِبِلَ اِلَّا النُّوْقُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ)

سواری کا سوال کیا، فرمایا: ہم تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کریں گے، اس نے عرض کیا: میں اونٹنی کا بچہ کیا کروں گا؟ فرمایا: اونٹنی اونٹ ہی جنتی ہے

(ترمذی، ابوداؤد)

لہ ہم تجھے اونٹنی کا بچہ دیں گے تاکہ تو اس پر سوار ہو چونکہ عرف میں اونٹنی کے بچے کو اونٹ نہیں کہتے اس لیے اس نے محسوس کیا کہ شاید مجھے چھوٹا بچہ ملے گا اور ان کے عرف میں اونٹ کو ابل کہا جاتا تھا اور ولد ناقہ جو قابل سواری نہ ہو۔

۲ہ یعنی ہر اونٹ، اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔ اس میں تعجب اور بعد کیا ہے۔

۴۶۶۸ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ يَا ذَا الْاُذُنَيْنِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے دو کانوں والے لہ

(ابوداؤد، ترمذی)

لہ ہر آدمی کے دو کان ہوتے ہیں لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس انداز میں یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ انہیں یوں محسوس ہوا کہ شاید دوسرے لوگ کان نہیں رکھتے۔ اس میں مزاح، حسن معاشرت، خوشی کا اظہار ہے۔ بعض شارحین نے کہا کہ اس سے آپ کی مراد حضرت انس کے سماع، حفظ، توجہ کی تعریف و مدح کرنا ہے یا ان کو اس پر تنبیہ ہے یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ دو کان عطا فرمائے اسے اسی طرح کرنا چاہیے۔

۴۶۶۹ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِامْرَاَةٍ عَجُوْزٍ اِنَّهٗ لَا تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَجُوْزٌ فَقَالَتْ وَمَا لَهُنَّ وَكَانَتْ تَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ فَقَالَ لَهَا اَمَا تَقْرَئِيْنَ الْقُرْاٰنَ اِنَّا اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا۔

(رَوَاهُ رَزِيْنٌ وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ بِلَفْظِ الْمَصَابِيْحِ)

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک لہ بوڑھی خاتون سے فرمایا: کوئی بڑھیا جنت میں داخل نہیں ہوگی۔ اس ۲ نے عرض کیا یہ کیوں؟ حالانکہ وہ قرآن پڑھتی ہیں۔ فرمایا کیا تم قرآن میں یہ نہیں پڑھتیں ہم ان عورتوں کو پیدا کریں گے دوبارہ تو انہیں کنواریاں ۳ بنا دیں گے۔

(رزین، شرح السنۃ میں مصابیح کے الفاظ میں ہے) ۴

لہ اس خاتون نے آپ سے جنت کی دعا کا عرض کیا تھا آپ نے اسے بطور مزاح فرمایا۔

۲ہ اس نے بطور حسرت و حیرت عرض کیا۔

۳ہ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے تمام بوڑھی خواتین کو جوانی عطا فرما دے اور وہ اب جنت میں داخلہ کے وقت جوان ہوں گی۔ لہٰذا آپ کا ارشاد کہ کوئی بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی درست ہوا۔

۴ہ وہ الفاظ یہ ہیں جب آپ نے فرمایا کہ کوئی بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی تو وہ خاتون روتے ہوئے واپس لوٹ گئی۔ آپ نے فرمایا اس عورت کو بلا کر اطلاع و خوش خبری دو کہ اس حالت میں تم جنت میں نہیں جاؤ گی کیونکہ قرآن مجید میں ہے کہ انہیں دوبارہ زندہ کریں گے اور انہیں کنواریاں بنا دیں گے۔

۴۶۷۰ وَعَنْہُ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَھْلِ الْبَادِیَۃِ کَانَ اِسْمُہٗ زَاھِرَ بْنَ حَرَامٍ وَّکَانَ یُھْدِیْ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَادِیَۃِ فَیُجَھِّزُہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّخْرُجَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ زَاھِرًا بَادِیَتُنَا وَنَحْنُ حَاضِرُوْہُ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحِبُّہٗ وَکَانَ دَمِیْمًا فَاَتَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا وَّھُوَ یَبِیْعُ مَتَاعَہٗ فَاحْتَضَنَہٗ مِنْ خَلْفِہٖ وَھُوَ لَا یُبْصِرُہٗ فَقَالَ اَرْسِلْنِیْ مَنْ ھٰذَا فَالْتَفَتَ فَعَرَفَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ لَا یَاْلُوْا مَا اَلْزَقَ ظَھْرَہٗ بِصَدْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ عَرَفَہٗ وَجَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ یَّشْتَرِی الْعَبْدَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِذًا وَّاللّٰہِ تَجِدُنِیْ کَاسِدًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لٰکِنْ عِنْدَ اللّٰہِ لَسْتَ بِکَاسِدٍ۔

(رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ)

انہی سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی شخص جس کا نام زاہر بن حرام[1] تھا وہ گاؤں سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے[2] تحائف لاتے جب وہ واپس جانے لگتے تو انہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سامان تحائف[3] عطا فرمائے اور فرمایا کہ زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری[4] ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے محبت کرتے تھے اور وہ خوبصورت نہ[5] تھے، ایک دن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے[6] تو زاہر اپنا سامان بیچ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں پیچھے سے گود میں لے لیا حالانکہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا بولے کون ہو؟ مجھے چھوڑ[7] دو، انہوں نے مڑ کر دیکھا تو نبی اکرم کو پہچان لیا تو انہوں نے موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا پہچاننے کے بعد اپنی پشت آپ کے سینہ اقدس سے بار بار مس کرنے لگے، آپ نے فرمایا[8] اس غلام کو کون خریدتا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم مجھے آپ کھوٹا پائیں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ کے ہاں تو کھوٹے نہیں ہو۔ (شرح السنۃ)

---

[1] حا اور را کے ساتھ۔

[2] ککڑیاں، کھیرے اور سبزیاں وغیرہ۔

[3] مثلاً کپڑے اور نقدی وغیرہ۔ جہاز۔ فتحہ اور کسرہ کے ساتھ ہے۔ اس سے مراد وہ سامان ہوتا ہے جو سفر میت اور عروس کے وقت تیار کیا جاتا ہے۔

[4] ہمارے لیے دیہات کی اشیاء لاتا ہے۔ بعض نسخوں میں "بادینا" تا کے بغیر ہے یعنی وہ دیہات میں مقیم ہے یہی نسخہ مختار ہے جیسا کہ شرح شمائل میں ہے۔

[5] اس کی وہ ضروریات جو شہر سے دی جا سکتی ہیں ہم ان کو فراہم کرتے ہیں۔

[6] ظاہری حسن کے لحاظ سے وہ خوبصورت نہ تھے۔ دمیم کا معنی بدصورت ہے۔

[7] بازار تشریف لائے۔

[8] حسب دستور یہ بات کہی۔ ورنہ آپ کی مبارک خوشبو کی وجہ سے پہچان چکے تھے، شاہ ابوالمعالی نے اس

مقام پر فرمایا ہے ؎ آمدی از پس بازی چشم پوشیدی مرا اے نگاہ دست رنگیں دست بخشا کیستی

میرے پیچھے اگر میری آنکھوں کو ڈھانپ دینے والے اپنے مقدس وخوبصورت اور خوشبودار ہاتھوں کو کھولو تم کون ہو،

۹؎ بطور مزاح فرمایا۔

۴۶۷۱/۷ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ مِّنْ اَدَمٍ فَسَلَّمْتُ فَرَدَّ عَلَيَّ فَقَالَ اُدْخُلْ فَقُلْتُ اَكُلِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كُلُّكَ فَدَخَلْتُ قَالَ عُثْمَانُ بْنُ اَبِي الْعَاتِكَةِ اِنَّمَا قَالَ اَدْخُلُ كُلِّيْ مِنْ صِغَرِ الْقُبَّةِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ[1] بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے آقا علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت اقدس میں غزوہ تبوک کے موقعہ پر حاضر ہوا۔ آپ چمڑے کے خیمے میں تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام عرض کیا آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا اندر آجاؤ[2] میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں سارا آجاؤں؟[3] فرمایا سارے کا سارا آجاؤ[4] میں حاضر ہو گیا۔ عثمان بن عاتکہ کہتے ہیں کہ انھوں نے خیمہ کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے کہا تھا کہ میں سارا آجاؤں[5]۔ (ابوداؤد)

۱؎ یہ صحابی ہیں۔ غزوہ خیبر میں اولاً شریک ہوئے۔ فتح مکہ کے دن قبیلہ اشجع کا جھنڈا انہی کے ہاتھ میں تھا شام میں قیام پذیر ہوئے وہیں تہتر ہجری کو وصال ہوا۔

۲؎ آپ نے خیمے کے اندر آنے کو کہا اور خیمہ نہایت چھوٹا تھا۔

۳؎ بطور مزاح عرض کیا کہ تمام بدن سمیت داخل ہو جاؤں۔

۴؎ لفظ اکلی۔ کلک۔ ان کو مرفوع ومنصوب دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔

۵؎ یہ اس حدیث کے راویوں میں سے ہیں ان کا مقصد یہ بیان کرنا ہے اکلی یارسول اللہ؟ کے الفاظ حضرت

ا؎ حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی لکھتے ہیں۔

جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا ہو جائے وہ بے قیمت کیسے ہو سکتا ہے۔ ان کی قیمت سارا جہاں نہیں ہو سکتی۔ مدینہ منورہ میں ایک صاحب تھے بازار میں جو نئی چیز دیکھتے حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیۃً لے آتے تھے جب چیز کا مالک قیمت مانگتا تو اسے بھی حضور کے پاس لے آتے عرض کرتے فلاں دن جو حضور کے پاس فلاں چیز میں نے حاضر کی تھی اس کی قیمت حضور اسے دے دیں۔ یہ تقاضا کر رہا ہے حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تبسم فرما کر فرماتے کہ تم نے وہ چیز ہم کو ہدیۃً دی تھی عرض کرتے حضور میرے پاس اس کی قیمت کہاں سے آئی؟ حضور قیمت ادا فرماتے مگر ان سے کچھ نہ کہتے۔ (مرقات)

عوف نے بطور مزاح اور خوش طبعی سے یہ کہے تھے۔

ے۶ ادخل کا لفظ حضرت عوف کے کلام میں نہیں ہے۔ لیکن مراد ہے۔ یہ واضح کرتا ہے کہ لفظ کلی و کلک دونوں مرفوع ہیں۔

۴۶۷۲/۸ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ اسْتَأْذَنَ أَبُوْ بَكْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ عَائِشَةَ عَالِيًا فَلَمَّا دَخَلَ تَنَاوَلَهَا لِيَلْطِمَهَا وَقَالَ لَا أَرَاكِ تَرْفَعِيْنَ صَوْتَكِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْجُزُهُ وَخَرَجَ أَبُوْ بَكْرٍ مُغْضَبًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ خَرَجَ أَبُوْ بَكْرٍ كَيْفَ رَأَيْتِنِيْ أَنْقَذْتُكِ مِنَ الرَّجُلِ قَالَتْ فَمَكَثَ أَبُوْ بَكْرٍ أَيَّامًا ثُمَّ اسْتَأْذَنَ فَوَجَدَهُمَا قَدِ اصْطَلَحَا فَقَالَ لَهُمَا أَدْخِلَانِيْ فِيْ سِلْمِكُمَا كَمَا أَدْخَلْتُمَانِيْ فِيْ حَرْبِكُمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ فَعَلْنَا قَدْ فَعَلْنَا۔ (رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت نعمان بن بشیر[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے سیدہ عائشہ کی بلند آواز سنی۔ اندر آکر انہیں پکڑا تا کہ طمانچہ ماریں۔ اور کہا کہ تم حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی بارگاہ میں آواز[۲] بلند کرتی ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوبکر کو منع[۳] فرمایا ابوبکر غصے کی حالت[۴] میں واپس لوٹ گئے۔ جب ابوبکر واپس ہو گئے تو حضور نے فرمایا: بتاؤ تم نے مجھے کیسا پایا، میں نے تجھے اس شخص[۵] سے بچا لیا ہے۔ سیدہ[۶] عائشہ کہتی ہیں کہ چند دنوں تک حضرت ابوبکر نہ آئے، پھر آئے اور اجازت چاہی تو ان دونوں کو آپس میں حالتِ صلح و محبت میں دیکھا تو کہنے لگے کہ مجھے اپنی صلح میں[۷] شامل کر لو جیسے کہ جھگڑے[۸] میں مجھے شامل کیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا[۹] ہم نے آپ کو شامل کر لیا۔ ہم نے آپ کو شامل کر لیا۔ (ابو داؤد)

لے ہجرت کے بعد انصار کے ہاں جو بچہ پیدا ہوا وہ یہی صحابی تھے۔

ے۲ یعنی تجھے ایسے کام کرنے چاہیئے جس کی وجہ سے تجھے آپ کے سامنے آواز بلند کرنی نہ پڑے۔ بعض شارحین نے لکھا ہے کہ لفظ لا اراک، مثبت ہے منفی نہیں اور الف اشباع کی وجہ سے آیا ہے تو اب معنی ہو گا کہ کیا وجہ ہے میں تجھے حضور انور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی خدمت میں بلند آواز بار بار پا رہا ہوں۔ یعنی کیوں تو ایسا کام کرتی ہے جو تجھے نہیں کرنا چاہیئے۔

ے۳ یحجزہ، حا، جیم اور زا ہے اس کا معنی باز رکھنا ہے۔

ے۴ مغضبا، ضاد پر زبر بر غضب میں آنا یعنی سیدنا ابوبکر۔ ان کی بلند آوازی کی وجہ سے ناراض ہو گئے۔

ے۵ اس سے مراد ابوبکر ہیں۔

ے۶ اس سے پتہ چلتا ہے کہ نعمان بن بشیر نے یہ روایت حضرت عائشہ سے بیان کی ہے۔

۵۷ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں اتفاقاً یا حضرت عائشہ سے ناراضگی کی وجہ سے یا انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں جو شرمندگی لاحق ہوئی تھی۔

۵۸ تاکہ میں تمہارے ساتھ شریک ہو کر صلح کے مناظر دیکھ سکوں۔

۵۹ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عائشہ پر شفقت فرمائی۔ اس پر ابوبکر صدیق نے بطور اظہار تشکر اور خوشی و سرور یہ بات کہی۔

۶۰ اے ابوبکر جو کچھ تو نے کہا ہم نے کر لیا اور ہم تجھے اپنی صلح میں کیوں شریک نہ کریں۔ آپ تو ہمارے ہر جگہ ہر معاملہ میں شریک بلکہ محرم ہیں۔ اور غالباً مزاح اس جملہ میں ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے مجھے کیسا دیکھا کہ میں نے تجھے ابوبکر سے بچایا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا "تیرے والد سے" گویا آپ نے بطور مزاح اور ان کی خوشی دلی کے حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابوبکر کے درمیان بعد محسوس کروایا۔ یا یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ والد کا لفظ بظاہر مارنے کے منافی ہے۔ بعض شارحین نے لفظ "رجل" کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ حضرت عائشہ، سیدنا ابوبکر کو نہایت ہی پیاری تھیں۔ مگر اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لیے انہیں بھی مارنے پر تیار ہو گئے گویا یہ آپ کا عمل نہایت ہی مردانگی اور دلیری کی پر دلالت کر رہا تھا اس لیے لفظ رجل ذکر کیا گیا۔

۴۷۶۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُمَارِ اَخَاكَ وَلَا تُمَازِحْهُ وَلَا تَعِدْهُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَهُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی سے نہ جھگڑو، نہ اس کا مزاح ۱ کرو اور نہ اس سے کوئی ایسا وعدہ ۲ کرو جس کا تم خلاف کرو۔

(ترمذی نے روایت کر کے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے)

۱ ایسا مزاح نہ کرو جس سے اسے تکلیف ہو۔

۲ وعدہ پورا کر دیا اس سے وعدہ ہی نہ کر۔ یعنی وعدہ کی راہ اس طرح بند کر دے کہ کبھی وعدہ خلافی نہ ہو۔

بَابُ الْمُفَاخَرَةِ وَالْعَصَبِيَّةِ

۳۱۹۔ فخر اور تعصب کا بیان

صراح میں ہے فخر و فخور کا معنی بڑھائی کے ہیں باب نصر ینصر ہے۔ تفاخر دو گروہوں کا آپس میں بڑائی کا اظہار کرنا، فخر کرنے والے کو فخیر کہتے ہیں، تفخر، بزرگی ظاہر کرنا، متفخر، متکبر، مفاخرت۔ فخر میں برابری کرنا۔ تفخیر ایک دوسرے کو فخر میں بڑھانا، اگر فخر و مفاخرت حق میں ہو حق کے لیے ہو اور اس میں کوئی دینی مصلحت ہو، یا اس میں دین کے دشمنوں پر غلبہ کا اظہار مقصود ہو تو جائز ہے اور یہ عمل صحابہ کرام اور اسلاف سے منقول ہے۔ اگر یہ فخر و غرور ناحق ہو اور بطور تکبر و لغویت ہو تو یہ مذموم ہے۔ عرف میں اس کا استعمال اسی معنی میں ہے۔ عصبیت، عصبی ہوتا ہے اور عصبی سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی قوم کی حمایت میں تعصب سے کام لے عصبۂ قوم اس آدمی کو کہا جاتا ہے جس کے لیے قوم تعصب برتتے (کذا فی القاموس) صراح میں ہے باپ کی جانب سے نرینہ اولاد اور بیٹوں کو عصبہ کہا جاتا ہے۔ تعصب کا معنی تشدید اور سختی کرنا ہے اس سے عصب بمعنی پٹھے ہے۔ کیونکہ ان سے جوڑوں میں سختی اور شدت پیدا ہوتی ہے۔ آدمی بھی اپنی قوم کی وجہ سے قوت و شدت حاصل کرتا ہے۔ متعصب اس آدمی کو کہا جاتا ہے جو اپنی قوم کے لیے تعصب سے کام لے اور اپنے مذہب کے غلبہ کے لیے قوت کے ساتھ جدال و لڑائی کرے۔ اس وجہ سے اس کی گردن کے پٹھے پھول جاتے ہیں۔ اگر تعصب برائے حق ہو اور اس میں ظلم نہ ہو تو مستحسن ہے اور اگر بطریق باطل ہو اور ظلم ہو تو یہ مذموم ہے۔ اکثر طور پر اس کا اطلاق ناحق پر ہی ہوتا ہے جیسا کہ آئندہ احادیث سے واضح ہو جائے گا۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۴۶۷۴ [۱] عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ النَّاسِ اَکْرَمُ فَقَالَ اَکْرَمُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰهُمْ قَالُوْا لَیْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَاَکْرَمُ النَّاسِ یُوْسُفُ نَبِیُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِیِّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِیِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِیْلِ اللّٰهِ قَالُوْا لَیْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُوْنِیْ قَالُوْا

پہلی فصل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے زیادہ عزت والا کون ہے؟ فرمایا: اللہ کے ہاں زیادہ عزت والا سب سے زیادہ تقویٰ رکھنے والا ہے، عرض کیا ہم نے اس کے متعلق سوال نہیں کیا؟ فرمایا: لوگوں میں بڑے شرف والے اللہ کے نبی یوسف ہیں وہ اللہ کے نبی کے بیٹے اور ان کے والد اللہ کے نبی خلیل اللہ علیہ السلام

نَعَمْ قَالَ فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کے بیٹے، عرض کیا ہم اس کے متعلق نہیں پوچھتے۔ فرمایا: کیا تم مجھ سے عرب قبائل کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟ عرض کیا ہاں فرمایا تم میں سے جو لوگ جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں۔ جبکہ وہ احکام دین سے آگاہ ہوں۔

(بخاری و مسلم)

۱؎ صراح میں ہے کہ کرم جواں مردی اور عزیز ہونے کا معنی دیتا ہے۔ کرم کی ضد لوم ہے۔ شارحین نے بیان کیا ہے کہ جب کوئی شخص صفتِ کرم کے ساتھ متصف ہوتا ہے تو گویا وہ تمام صفات حمیدیہ کے ساتھ متصف ہے۔

۲؎ اگر ذات کے اعتبار سے کرم کا سوال ہے تو اس کی بنیاد تقویٰ ہے۔ نام و نسب اور دیگر ذاتی خصائل اس کے لیے نہیں۔

۳؎ اگر تم نے کرم باعتبار حسب و نسب پوچھا ہے تو اس معنی کے اعتبار سے حضرت یوسف علیہ السلام افضل ہیں۔

۴؎ یہ اللہ کے پیغمبر ہیں اور ان کے آباء میں تین پیغمبر (حضرت یعقوب، حضرت اسحاق اور حضرت ابراہیم علیہم السلام) ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام کے جد امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا لقب خلیل اللہ ہے۔ یعنی انہیں اللہ تعالے نے اپنا خصوصی دوست قرار دیا ہے اور یہ نبی سے بھی اخص درجہ ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام میں بزرگی وعزت، حسب و نسب، علم و جمال، عفو و کرم، اخلاق و عدل، دنیا و آخرت کی بادشاہی، نبوت و کرامت گویا کرم کی تمام انواع جمع ہیں لہٰذا اس وجہ سے ان کا کرم کے ساتھ متصف ہونا زیادہ لائق ہے۔[۱]

۵؎ تاکہ اپنی خاندانی فضائل و خصائل اور اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرتے ہوئے اپنی عظمت کا اظہار کریں اور اپنی صفات کی بنا پر دوسروں پر فوقیت رکھنا چاہتے ہو۔

۶؎ جو تم میں سے دور جاہلیت میں بزرگ تھے وہ اسلام میں بھی بزرگ ہوں گے مگر اس کی شرط ہے۔

۷؎ فقھوا۔ قاف پر پیش یا اس کے نیچے زیر ہے۔ یعنی ان کی ذات میں ایسی صفات و جواہر ہیں جن کی وجہ سے وہ دور جاہلیت میں ممتاز تھے، دور اسلام میں تو ان کے جوہر میں نکھار پیدا ہوا۔ ہاں اتنا فرق ہے کہ دور جاہلیت میں

۱؎ ملا علی قاری اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام حسب و نسب دونوں میں اعلیٰ ہیں۔ اسی طرح صحابہ میں حضرت ابوبکر صدیق حسبی اشرف بھی ہیں کہ صدیق ہیں نسبی اشرف بھی ہیں کہ آپ کی چار پشتوں میں صحابیت ہے، خود صحابی ماں باپ صحابی اولاد صحابی پوتے صحابی نواسے صحابی اور یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ (مراۃ، جلد ۶ صـ۵۰۲)

کفر، گناہ و نافرمانی کی تاریکی، جہالت کے اندھیرے میں ڈوبے ہوتے تھے اور دور اسلام میں طہارتِ ایمانی، اطاعت کا نور اور پاکیزہ علم و عمل سے مطہر و منور اور طاعت شعار ہو جاتے ہیں۔ اس گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ "معادن" سے مراد اشخاص و ان کی ذوات ہیں جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔ اَلنَّاسُ مَعَادِنٌ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ (لوگ سونے اور چاندی کی معدنیات کی طرح ہیں جو جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں) یعنی ہر شخص کی ذات میں ایک جوہر ہوتا ہے جو اس کی ذات کو دوسروں سے ممتاز کر دیتا ہے جیسا کہ سونا و چاندی جب وہ کان سے نکالے جاتے ہیں تو خاک آلود اور کثیف ہوتے ہیں اور پگھلنے کے بعد صاف و شفاف ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح لوگوں کی ذات کا جوہر کثیف اور آلودہ ہوتا ہے۔ اور وہ ایمانی ریاضت کی کٹھالی میں پڑنے کے بعد پاک اور خالص ہو جاتا ہے۔

٤٦٧٥ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَرِيْمُ ابْنُ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحٰقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا شریف بن شریف بن شریف بن شریف حضرت یوسف ہیں جو یعقوب کے بیٹے وہ اسحٰق کے بیٹے اور وہ ابراہیم کے[1] بیٹے ہیں۔ (بخاری)

[1] اس حدیث کا ترجمہ سابقہ حدیث سے معلوم ہو گیا ہے۔ یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ لفظ ابن کے بارے میں یہ ضابطہ ہے کہ جب یہ دو ناموں کے درمیان آ جائے تو اس کا الف نہیں لکھا جاتا۔ یہاں دوسرے ضابطہ کے مطابق ہے مگر پہلا جملہ قابل توجہ ہے کیونکہ کریم کسی کا نام نہیں۔ اور یہی معاملہ سابقہ حدیث میں تھا۔ اس کے باوجود ہر جگہ الف نہیں لکھا گیا۔ مصابیح کے شارحین میں سے ابن فرشتہ نے کہا ہے کہ درست یہ ہے کہ الف لکھا جائے، فتدبر۔

٤٦٧٦ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ فِيْ يَوْمِ حُنَيْنٍ كَانَ اَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ اٰخِذًا بِعِنَانِ بَغْلَتِهٖ يَعْنِيْ بَغْلَةَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا غَشِيَهُ الْمُشْرِكُوْنَ نَزَلَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ قَالَ فَمَا رُئِيَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ اَشَدُّ مِنْهُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ حنین[1] کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ابو سفیان بن حارث آپ کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے جب مشرکین نے آپ کو گھیرے میں لے لیا تو آپ نیچے تشریف لائے اور یہ کہہ رہے تھے۔ میں کوئی جھوٹا نبی نہیں ہوں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ بیان کرتے ہیں کہ اس دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر کوئی بہادر نہیں دیکھا گیا۔ (بخاری و مسلم)

[1] حُنَین، حا پر پیش، نون پر زبر۔ یہ غزوہ فتح مکہ کے بعد پیش آیا۔ ابو سفیان بن حارث بن عبدالمطلب حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ یہ عرب کے جرأت مند اور دلیر لوگوں میں سے ہیں۔

۵۲ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم خچر پر سوار ہو کر کافروں پر حملہ آور ہوئے۔

۵۳ یہ بات آپ کی بے مثال شجاعت اور بہادری پر شاھد ہے کیونکہ اس موقعہ پر تمام عرب ہوازن غطفان اور دیگر تمام قبائل جمع ہو کر حملہ آور تھے اور مسلمانوں کے لشکر پر شکست کے آثار تھے تو آپ نے تنہا حملہ فرمایا جب وہ پیچھے نہ ہٹے تو آپ پیادہ ہو گئے اور دشمنوں پر وار کر کے ان کو شکست دے دی۔

۵۴ یعنی آپ بطور رجز پڑھ رہے تھے۔

۵۵ جو بہادری، شجاعت اور عظمت میں ممتاز اور شہسوار ہیں۔

۵۶ مصنف نے بعض محدثین کی اتباع کرتے ہوئے یہ حدیث باب مفاخرت میں ذکر کر دی ہے۔

امام توربشتی فرماتے ہیں کہ محدثین کا اس حدیث کو باب مفاخرت میں ذکر کرنا درست نہیں اور آپ کے مذکورہ ارشاد گرامی کو مفاخرت پر محمول کرنا خطاء ہے کیونکہ آپ کی ذاتِ اقدس فخر کرنے سے مبرا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ (میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں مگر فخر نہیں) اور آپ نے لوگوں کو اپنے آباؤ اجداد پر فخر سے منع فرمایا ہے لہٰذا آپ یہ خود کیسے کر سکتے ہیں۔ درست یہ ہے کہ یہ بات آپ نے اپنے تعارف کے طور پر فرمائی اور اس بات کی تفصیل یہ ہے کہ بعض اہل کتاب اور کاہنوں نے لوگوں کو آپ کی تشریف آوری سے قبل اطلاع دی تھی اور علامات بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ ذات اولاد عبدالمطلب میں سے ہوگی پس آپ نے انہیں مطلع فرمایا کہ میں عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہوں اور میرا ظہور ہو چکا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مفاخرت وہ منع ہے جو بطور ریا، رسم جاہلیت اور بطور تعصب ہو لیکن جو مفاخرت اللہ تعالٰے کی نعمت و فضل کے اظہار اور شکرانے کے طور پر ہو تو اس کا حکم ہے۔ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (اے حبیب آپ اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کریں) اور یہاں تو مفاخرت اس لیے بھی جائز ہے کہ یہ مقام دشمنوں پر دہشت و رعب کا ہے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے تکبر و بڑائی دیگر مقامات پر منع ہے مگر جنگ میں دشمن کے مقابلے میں جائز ہے۔

۴۶۷۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا خَیْرَ الْبَرِیَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاكَ اِبْرَاهِیْمُ۔
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے مخلوق سے بہتر۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا وہ[1] ابراہیم ہیں[2]
(مسلم)

۱ یہ صفت ان کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالٰے نے انہیں دنیا و آخرت میں تمام پر برگزیدہ بنایا اور تمام امتوں کی زبانوں پر ان کی مدح جاری فرمائی۔

۲ یہاں ایک اہم اشکال ہے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام مخلوق سے افضل اور تمام انبیاء علیہم السلام کے سردار ہیں لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام سے افضل کیسے ہوئے؟ اس کا جواب تین طرح

دیا گیا ہے۔

ایک یہ کہ آپ نے بطور تواضع ان کی خلت وابوت کو مقدم کیا جیسا کہ ہر آدمی تعظیماً دوسرے کو مقدم کرتا ہے۔
دوسرے یہ کہ اس وقت کا معاملہ ہے جب آپ کو آپ کی تمام مخلوق سے افضل ہونے کی اطلاع نہیں دی گئی تھی۔
تیسرا یہ کہ سیدنا ابراہیم اپنے دور کے تمام لوگوں سے بہتر تھے۔ باقی مبالغہ کے لیے عبارت مطلقاً ذکر کر دی ہے۔

۴۶۷۸ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم مجھے اس طرح نہ بڑھاؤ جس طرح نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم کو بڑھایا۔ میں اس کا بندہ ہی ہوں لہٰذا تم اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو۔ (بخاری ومسلم)

۱؎ اطرا۔ تعریف کرتے ہوئے حد سے تجاوز کرنا اور جھوٹ بولنا ہے۔ آپ نے فرمایا جس طرح نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تجاوز کرتے ہوئے انہیں خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیا تم میرے بارے میں اس طرح کا مبالغہ نہ کرنا۔

۲؎ مقام عبدیت، مقام خاص ہے۔ اور یہ آپ کی صفت مخصوصہ ہے کیونکہ تمام سے کامل اور اتم حقیقی عبد آپ ہی ہیں، اسی وصف کے لحاظ سے آپ کا مقام نہایت ہی بلند ہے اور اس میں اطرا و مبالغہ راہ ہی نہیں پا سکتا۔ یعنی اثبات الوہیت (خدا ہونا) منع ہے۔ اس کے علاوہ جو کمالات و تعریفات آپ کے لیے کہی جائیں گی وہ آپ کے مرتبہ کے شایانِ شان بھی نہیں ہوں گی۔ ۳؎

مخواں اورا خدا از بہر امر شرع وحفظ دیں
دگر ہر وصف کش میخواہی اندر مدحش انشا کن

شریعت کے حکم کے مطابق انہیں خدا نہ کہہ۔ اس کے علاوہ ان کی مدح و تعریف میں جو کہنا چاہتا ہے کہہ دے اور واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی حقیقت سے کوئی آگاہ نہیں ۴؎ تو تعریف کیسے کر سکے گا۔ اور حضور انور

۳؎ اور جب جانتا ہی نہیں ہے تو آپ کے شایانِ شان تعریف کیسے کرے گا۔

چہ وصفت کند سعدی ناتمام عَلَيْكَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكَ السَّلَامُ

ناکمل سعدی آپ کی نعت کیا بیان کرے ؟ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اور سلامتی

غالب نے یہی بات اپنے انداز میں کہی ہے۔ (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی جو معرفت نصیب ہے وہ کسی اور کے لیے کہاں؟ (یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ الوہیت میں بے مثال ہے اسی طرح آپ کی ذات عبدیت میں بے مثال ہے)

۴۶۷۹ وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ الْمُجَاشِعِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللهَ اَوْحٰى اِلَيَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ وَّلَا يَبْغِيْ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عیاض بن حمار مجاشعی[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تواضع کرو حتیٰ کہ کوئی کسی پر[۲] فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر ظلم وستم کرے[۳]۔ (مسلم)

[۱] مجاشعی۔میم پر پیش مجاشع بن دارم کی نسبت ہے۔یہ اہل بصرہ میں سے ہیں اور صحابی ہیں۔ان سے امام حسن بصری اور دیگر محدثین نے روایت کی ہے اور یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدیم صحابی ہیں۔

[۲] کوئی کسی پر تکبر نہ کرے۔

[۳] اس حدیث نے واضح کر دیا کہ وہ فخر و مباہات منع وحرام ہے جو بطور تکبر وظلم ہو۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ — دوسری فصل

۴۶۸۰ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ يَفْتَخِرُوْنَ بِاٰبَائِهِمُ الَّذِيْنَ مَاتُوْا اِنَّمَا هُمْ فَحْمٌ مِنْ جَهَنَّمَ اَوْ لَيَكُوْنُنَّ اَهْوَنَ عَلَى اللهِ مِنَ الْجُعَلِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے فوت شدہ ان آباؤ واجداد پر فخر کرنے سے باز آجائیں جو دوزخ کا کوئلہ[۱] ہیں ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس

(بقیہ صفحہ سابقہ)

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ داں محمد است

غالب: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف و ثنا ہم نے اللہ تعالیٰ کے سپرد کی، کہ وہی ذات پاک حضرت محمد مصطفےٰ کا مرتبہ جاننے والی ہے۔

امام بوصیری فرماتے ہیں۔

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰى فِيْ نَبِيِّهِمْ ۔۔۔ وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِيْهِ وَاحْتَكِمْ
فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللهِ لَيْسَ لَهٗ ۔۔۔ حَدٌّ فَيُعْرِبَ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمٍ

وہ بات نہ کہو جو عیسائیوں نے اپنے نبی کے بارے میں کہی اور حضور کی تعریف میں جو چاہو حکم لگاؤ اور مانو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت کی کوئی ایسی حد نہیں ہے جسے کوئی انسان زبان سے بیان کر سکے۔

الَّذِیْ یُدَھْدِہُ الْخَرْءَ بِاَنْفِہٖ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَذْھَبَ عَنْکُمْ عُبِّیَّۃَ الْجَاھِلِیَّۃِ وَفَخْرَھَا بِالْاٰبَاءِ اِنَّمَا ھُوَ مُؤْمِنٌ تَقِیٌّ اَوْ فَاجِرٌ شَقِیٌّ اَلنَّاسُ کُلُّھُمْ بَنُوْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ)

گندے کیڑے[۴] سے بدتر ہو جائیں گے جو اپنی ناک میں گندگی لگاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یقیناً تم سے جاہلیت[۵] کا تکبر اور باپ دادا پر فخر دور فرمایا، انسان مومن متقی ہے یا کافر بدبخت تمام لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے ہیں[۶]۔

(ترمذی، ابوداؤد)

[۱] دوزخ کی آگ میں جل کر سیاہی میں کوئلہ کی طرح ہیں اور یہ ان مشرکین کے بارے میں ہے جو یقیناً دوزخی ہیں اگر ان کے غیر مراد لیے جائیں تو بھی ممکن ہے کیونکہ ایمان پر موت معلوم نہیں۔ پس ایسی صورت میں ان پر فخر درست تھا۔

[۲] اگر وہ آباء پر فخر کرنے سے باز نہ آئے۔

[۳] جعل۔ جیم پر پیش اور عین پر زبر ہے وہ سیاہ کیڑا مراد ہے جو گندگی میں رہتا ہے۔

[۴] خراۃ خا پر پیش یا زبر، را ساکن اور آخر میں ہمزہ ہے۔ اس کا معنیٰ پلیدی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جاہلیت میں فوت ہونے والوں پر فخر کرنے والوں کو گندا کیڑا اور ان کے آباء کو پلیدی قرار دیا اور ان پر فخر کرنے کو، گندے کیڑے کا اپنے آپ کو گندگی لگانے سے تشبیہ دی ہے۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

دوش دیدم کہ ابلہے میگفت … پدر من وزیر خاں بودست
باوجود یکہ نیست معلومم … خود گرفتم کہ آنچناں بودست
ہیچکس دیدۂ کہ گہ خوردہ است … کیں بعہد قدیم نان بودست

میں نے کل رات ایک بے وقوف کو دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ میرا باپ وزیر خان تھا، باوجودیکہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ میں نے فرض کیا ہے کہ وہ اسی طرح تھا، تم نے کسی شخص کو دیکھا ہے جو اس بنا پر پاخانہ کھاتا ہو کہ یہ پرانے زمانے میں روٹی تھا۔

[۵] عُبِّیَّۃ۔ عین پر پیش یا زیر، با کے نیچے زیر، یا پر شد اور زبر ہے اس کا معنیٰ نخوت ہے۔

[۶] ہر آدمی دو حال سے خالی نہیں یا وہ مومن متقی ہوگا یا کافر بدنصیب۔ کسی بھی صورت میں آباء پر تکبر و فخر درست نہیں کیونکہ اگر خود آدمی متقی ہے تو وہ اللہ تعالےٰ کے ہاں محبوب اور پسندیدہ ہوگا اسے آباء پر فخر کی کیا حاجت؟ اور اس کے حال یہ مناسب نہیں اور اگر وہ کافر ہے تو اللہ تعالےٰ کے ہاں ذلیل ہے چہ جائیکہ وہ فخر و تکبر کرے

[۷] اور مٹی پست اور خراب ہے۔ فخر و بلندی اس کے سزاوار نہیں۔ شعر

زخاک آفریدت خداوند پاک … پس اے بندہ افتادگی کن چو خاک

اے بندے تجھے اللہ تعالےٰ نے خاک سے پیدا کیا ہے پس تو مٹی کی طرح گرا پڑا رہ۔

۴۶۸۱/۸ وَعَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الشِّخِّیْرِ قَالَ انْطَلَقْتُ فِیْ وَفْدِ بَنِیْ عَامِرٍ اِلٰی

حضرت مطرف[۱] بن عبداللہ بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں[۲] بنی عامر کے وفد کے ساتھ نبی اکرم

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا اَنْتَ سَيِّدُنَا فَقَالَ اَلسَّيِّدُ اللّٰهُ فَقُلْنَا وَاَفْضَلُنَا فَضْلًا وَّاَعْظَمُنَا طَوْلًا فَقَالَ قُوْلُوْا قَوْلَكُمْ اَوْ بَعْضَ قَوْلِكُمْ وَلَا يَسْتَجْرِيَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم نے عرض کیا کہ آپ ہمارے سید ہیں فرمایا سید[3] اللہ کی ذات ہے ہم نے عرض کیا کہ آپ ہم سب میں بڑے بزرگ[4] اور سب سے زیادہ عطا فرمانے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم ساری بات یا بعض[6] کہو اور تمہیں شیطان کہیں[7] اپنا وکیل نہ بنا لے۔ (احمد و ابوداؤد[1])

۱ مُطَرِّف، میم پر پیش۔ طا پر زبر، را پر کسرہ اور شد ہے۔ عبداللہ بن شخیر، شین کے نیچے زیر۔ خا پر شد اور اس کے نیچے زیر ہے، عامری بصری ہیں۔ ابن سعد نے ان کا شمار اہل بصرہ کے طبقہ ثانیہ میں کیا ہے۔ اور کہا کہ یہ ثقہ ہیں اور فضل ورع و تقویٰ اور عقل و ادب میں بڑا مقام رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے والد گرامی حضرت ابوذر، حضرت علی اور حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے روایت کی ہے اور ان سے ان کے بھائی یزید، قتادہ، ثابت، حسن بصری و دیگر لوگوں نے روایت لی ہے۔ ستاسی ہجری کو ان کا وصال ہوا۔

۲ اس سے[1] مراد مطرف کے والد عبداللہ بن شخیر ہیں اور یہ صحابی ہیں۔

۳ مخلوق کے تمام معاملات کا مالک اور تمام کا قبضہ جس کے دست قدرت میں ہے وہ اللہ ہی کی ذات ہے اس کے سوا کوئی مالک نہیں۔ شارحین نے بیان کیا ہے کہ آپ کے انکار کی حکمت یہ تھی کہ وہ آپ کو اس طرح مخاطب کر رہے تھے جس طرح اپنے امراء اور قوم کے سرداروں کو خطاب کرتے تھے۔ انہیں چاہیے تھا کہ وہ آپ کو نبی اللہ رسول اللہ کے القاب سے عرض کرتے جو کہ مراتب بشریہ میں اعلیٰ ہیں۔ اس منع کرنے سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ آپ نے سید ہونے کا بالکل انکار فرمایا۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ آپ تمام اولاد آدم کے سردار ہیں۔

۴ یعنی کرم، علم اور نبوت جیسے فضائل و کمالات میں۔

۵ طول۔ طا پر زبر ہے۔ اس کا معنی فضل، احسان، قدرت، عبادت اور غنا و کشادگی میں آگے ہونا اور غالب آنا ہے۔

۶ یہ کہو یا اس سے کم اس میں احتیاط کرو کہ میرے بارے میں وہی کہو جو میرے لائق ہے اور وہ نہ کہو جو خالق کی شان کے لائق ہے تاکہ مبالغہ اور جھوٹ اس میں نہ ہو۔

۷ شیطان جو چاہے بطریق وکالت تم سے کہلوا لے۔ جَرِیّ۔ جیم پر زبر۔ را کے نیچے زیر۔ یا مشدد۔ موکل کے قائم مقام وکیل کو کہتے ہیں۔ لَا يَسْتَجْرِيَنَّكُمْ یا کی جگہ ہمزہ بھی پڑھا گیا ہے۔ یہ جرات سے بنا ہے اب معنی یہ ہوگا کہ کہیں شیطان تمہیں بے خوف کر کے جو بات کہلوانا چاہے کہلوا لے۔

---

۱ ابوداؤد میں الفاظ روایت قال انطلقت ہیں شاید یہاں کاتب سے لفظ ابی رہ گیا ہے۔

۵ بعض نسخوں میں ابو داؤد کے ساتھ مسند احمد کا حوالہ بھی ہے۔ اس حدیث میں لفظ "بعض قولکم" سے مرادان کا قول افضلنا بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ عظمت اللہ تعالیٰ عَزَّ اِسْمُهٗ وَعَظُمَ سُلْطَانُهٗ کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ حدیث میں ہے اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَالْعَظَمَةُ اِزَارِيْ (کبریائی اور عظمت دونوں میری چادر ہیں) علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ "قولوا قولکم" کا معنیٰ یہ ہے کہ تم اپنے طریقے کے مطابق مجھے مخاطب نہ کرو بلکہ اس طرح مخاطب ہوا کرو جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ۔ واضح رہے کہ یہ معنیٰ "بعض قولکم" کے مناسب نہیں اور لَا یَسْتَجْرِیَنَّکُمْ کی بھی پہلے معنیٰ ہی تائید کرتا ہے۔

۴۶۸۲ وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَسَبُ الْمَالُ وَالْكَرَمُ التَّقْوٰى۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت حسن[1] حضرت سمرہ[2] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حسب[3] مال ہے اور کرم[4] تقویٰ ہے۔

(ترمذی۔ ابن ماجہ)

۱ امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں۔ بصرہ میں قیام پذیر رہے۔

۳ حسب، ان فضائل اور خصائل حمیدہ کو کہتے ہیں جو انسان اپنے لیے یا اپنے آباء و اجداد کے لیے شمار کرتا ہے پس نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لوگوں کے نزدیک حسب اور فضیلت یہی مال ہے، کیونکہ عوام کے نزدیک وہ شخص بے وقار اور خوار ہے جس کے پاس مال نہ ہو۔

۴ کرم، تمام صفات خیر کا نام ہے اور تمام فضائل کو شامل ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین کرم، تقویٰ ہے۔ تقویٰ کے بغیر کسی فضیلت کا کوئی اعتبار نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (تم میں سے زیادہ مکرم اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔)

۴۶۸۳ وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَعَزّٰى بِعَزَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَعِضُّوْهُ بِهَنِ اَبِيْهِ وَلَا تَكْنُوْا۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص جاہلی نسب کی طرف اپنی نسبت کرتا ہے[1] تو اس کے منہ میں اس کے باپ کے عیب[2] ٹھونس دو اور کنایہ اختیار نہ کرو[3]۔

(شرح السنۃ)

۱ یعنی اپنے غیر مسلم آباء پر فخر کرتا ہے، یا ان کے جاہلانہ طریقے پر چلتے ہوئے لوگوں سے گالی گلوچ کرتا ہے۔

۲ هَنٌ ہر اس قبیح چیز کو کہتے ہیں جس کا نام نہ لیا جا سکے، مرد اور عورت کے اگلے پچھلے راستوں کو بھی

ھَنٌ کہا جاتا ہے۔

۲؎ بلکہ صراحتًا ان کے عیوب اور قبائح بیان کرے یا کھلے لفظوں میں شرمگاہ کا نام لے اور یہ انتہائی درجے کی تشدید اور تغلیظ ہے تاکہ فخر نہ کرے اور گالی گلوچ اور لوگوں کے عیوب و نقائص کا ذکر نہ کر اور ان کی بے عزتی نہ کرے

۴۶۸۴/۱۱ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ عُقْبَةَ عَنْ اَبِيْ عُقْبَةَ وَكَانَ مَوْلًى مِنْ اَهْلِ فَارِسَ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحُدًا فَضَرَبْتُ رَجُلًا مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَقُلْتُ خُذْهَا مِنِّيْ وَاَنَا الْغُلَامُ الْفَارِسِيُّ فَالْتَفَتَ اِلَيَّ فَقَالَ هَلَّا قُلْتَ خُذْهَا مِنِّيْ وَاَنَا الْغُلَامُ الْاَنْصَارِيُّ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوعقبہ[1] جو غلام اور فارس کے تھے، سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ احد میں حاضر ہوا تو میں نے ایک مشرک کو مارا[2] اور کہا یہ مجھ سے[3] لے لے میں فارسی[4] غلام ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری طرف دیکھا اور فرمایا تم نے یوں کیوں نہیں کہا کہ یہ لے لیں، مجھ میں انصاری[5] غلام ہوں۔

(ابوداؤد)

۱؎ ابوعقبہ یہ کسی انصاری کے غلام تھے۔ اصلاً فارس کے رہنے والے تھے۔ طریقہ یہ تھا کہ عجمی لوگوں میں سے جب بھی کوئی شخص ہجرت کرکے آتا تو وہ انصار یا مہاجرین میں سے کسی کے زیر سایہ پناہ حاصل کرتا اور اپنے معاملات و خدمات ان کے سپرد کر دیتا۔ ان کو مولی موالات کہا جاتا تھا اور ایک قسم مولی عتاقہ کی ہے اور یہ آزاد شدہ غلام کو کہا جاتا ہے ابوعقبہ صحابی اور عبدالرحمٰن تابعی ثقہ ہیں اور اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔

۲؎ نیزہ، تیر یا تلوار۔

۳؎ یعنی یہ ضرب میرہ وہ جملہ ہے جو وار کرتے وقت بہادر لوگ کہتے ہیں۔

۴؎ یعنی دلیر و جرأت مند ہوں۔

۵؎ مناسب یہ تھا کہ تم نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے معاونین اور ساتھیوں کی طرف اپنی نسبت کرتے کیونکہ قوم کا غلام انہی میں سے ہوتا ہے، اور ان کافر مجوسی اور آگ پرست لوگوں کی طرف نسبت مناسب نہیں۔

۴۶۸۵/۱۲ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَصَرَ قَوْمَهٗ عَلٰى غَيْرِ الْحَقِّ فَهُوَ كَالْبَعِيْرِ الَّذِيْ تَرَدّٰى فَهُوَ يُنْزَعُ بِذَنَبِهٖ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی قوم کی مدد کسی ناحق کام پر کرے وہ اس اونٹ کی طرح ہے جو کنویں[1] میں گر کر ہلاک ہو جائے اور اسے اس کی دم[2] کے ذریعے باہر کھینچا جائے۔ (ابوداؤد)

۱؎ تردی۔ صراح میں ہے کہ ردی کا معنی کنویں میں گرنا ہے۔ پہاڑ سے گرنے کو تردی کہا جاتا ہے۔ بالقصر ہلاکت کے معنی میں ہے۔

۵۲ واضح بات ہے کہ دُم کے ذریعے سے کنوئیں سے باہر نہیں کھینچا جا سکتا۔

۵۳ ظاہر حدیث یہ ہے کہ اس میں قوم کے مددگار کو اس اونٹ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو کنوئیں میں ہلاک ہو گیا اور اسے دم کے ذریعے باہر نکالنے کی کوشش کی جائے۔ علامہ طیبی اس کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو آدمی یہ چاہتا ہے کہ اپنی قوم کی ناحق مدد کر کے اپنے آپ کو بلند کرے گا۔ وہ اس مذکورہ اونٹ کی طرح گناہ اور اثم کے کنوئیں میں اس طرح گر جاتا ہے کہ باہر آنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ بعض حواشی میں ہے کہ اونٹ کے ساتھ قوم اور اس کی دُم کے ساتھ مددگار کو تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح دم کے ساتھ وہ اونٹ کنوئیں سے باہر نہیں لایا جا سکتا اسی طرح وہ مددگار اس قوم کو ہلاکت کے گڑھے سے باہر نہیں نکال سکتا۔

۴۶۸۶/۱۳ وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْعَصَبِيَّةُ قَالَ اَنْ تُعِيْنَ قَوْمَكَ عَلَى الظُّلْمِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت واثلہ بن اسقع[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ! تعصب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا اپنی قوم کا ظلم پر مددگار بننا تعصب[۲] ہے۔ (ابوداؤد)

۱۔ اسقع سین اور قاف ہے۔ یہ اصحاب صفہ میں سے ہیں۔ غزوہ تبوک کے موقعہ پر اسلام قبول کیا۔

۲۔ اس حدیث نے واضح کر دیا کہ اپنی قوم کی اچھی بات میں حمایت و اعانت کرنا تعصب نہیں جیسا کہ آئندہ حدیث میں آ رہا ہے۔

۴۶۸۷/۱۴ وَعَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ ابْنِ جُعْشُمٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خَيْرُكُمُ الْمُدَافِعُ عَنْ عَشِيْرَتِهِ مَالَمْ يَأْثَمْ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا: تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے خاندان کا دفاع[۲] کرے جب تک وہ کسی گناہ[۳] کا ارتکاب نہ کرے۔ (ابوداؤد)

۱۔ جعشم جیم پر پیش، عین ساکن اور شین پر پیش ہے۔ سراقہ وہ شخص ہیں جن کو ہجرت کے موقعہ پر کفار قریش نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعاقب میں اس لیے روانہ کیا کہ وہ آپ کو پکڑ کر لائے جب وہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب پہنچے تو ان کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو زمین نے انہیں چھوڑ دیا پھر وہ وہاں سے واپس لوٹے۔

۲۔ ان پر ظلم و زیادتی نہ ہو وے۔ مدافعت کا معنی صراح میں کسی کا حق دلانا اور اس سے زیادتی کو دور کرنا ہے۔

۳۔ بشرطیکہ ان سے ظلم سرزد نہ ہو۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ قوم اپنے اوپر ہونے والے ظلم کی مدافعت میں ظلم کرتی ہے تو اب کیا ہوگا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس کے لیے ضابطہ ہے کہ اگر اس ظلم کا دفاع زبان سے

ہو سکتا ہے تو ہاتھ کو بروئے کار نہ لایا جاتے اور مارنے سے کام ہو جاتا ہے تو قتل جائز نہیں۔

۴۶۸۸/۱۵ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلٰى عَصَبِيَّةٍ وَّلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصَبِيَّةً وَّلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَّاتَ عَلٰى عَصَبِيَّةٍ - (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

حضرت[1] جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی دعوت[2] دے اور وہ ہم میں سے نہیں جو تعصب میں لڑے اور وہ بھی ہم میں سے نہیں جو تعصب[3] میں فوت ہو۔ (ابوداؤد)

[1] یہ صحابی ہیں قریشی، نوفلی ہیں۔ نوفل بن عبد مناف کی اولاد سے ہیں۔ نہایت حلیم، سعادت مند اور باوقار شخصیت تھے۔ فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے۔

[2] جو لوگوں کے درمیان عصبیت پیدا کرے۔

[3] جو عصبیت بطریق ظلم اور باطل پر ہو وہ حرام و منع ہے۔

۴۶۸۹/۱۶ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ - (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شی سے تیری محبت تجھے اندھا اور بہرا[1] کر دیتی ہے۔ (ابوداؤد)

[1] محب کو محبوب کی برائی بھی اچھائی نظر آتی ہے۔ جیسے کہ محاورہ ہے وَعَيْنُ الرِّضَا عَنْ كُلِّ عَيْبٍ كَلِيْلَةٌ رضا اور محبت کی آنکھ کسی بھی عیب کو دیکھنے سے قاصر ہوتی ہے۔ یا مراد یہ ہے کہ محب کو جمالِ محبوب کے علاوہ کوئی شے بھاتی ہی نہیں، اسی طرح محبوب کی بات کے علاوہ وہ کسی کی بات کی طرف کان ہی نہیں لگاتا۔ اس مبارک حدیث کو عصبیت کی مذمت کے باب میں اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ تعصب کرنے والا شخص اپنی قوم کی حمایت اور اعانت میں اس قدر آگے بڑھ جاتا ہے کہ وہ حق سننے کے لیے تیار نہیں ہوتا اور اس پر غور و فکر نہیں کرتا کہ حق کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

۴۶۹۰/۱۷ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ كَثِيْرٍ الشَّامِيِّ مِنْ اَهْلِ فِلَسْطِيْنَ عَنِ امْرَاَةٍ مِّنْهُمْ يُقَالُ لَهَا فَسِيْلَةُ اَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ اَبِيْ يَقُوْلُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمِنَ الْعَصَبِيَّةِ اَنْ يُّحِبَّ الرَّجُلُ

حضرت[1] عبادۃ بن کثیر شامی جو اہل فلسطین[2] میں سے ہیں اپنے علاقہ کی ایک خاتون سے روایت کرتے ہیں جس کو فسیلہ[3] کہا جاتا تھا وہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتی ہیں کہ میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں

قَوْمَہٗ قَالَ لَا وَلٰکِنْ مِّنَ الْعَصَبِیَّۃِ اَنْ یَّنْصُرَ الرَّجُلُ قَوْمَہٗ عَلَی الظُّلْمِ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَۃَ)

سائل بن کرعرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ عصبیت ہے کہ آدمی اپنی قوم سے محبت کرے؟ فرمایا نہیں البتہ عصبیت یہ ہے کہ آدمی اپنی قوم کی ظلم پر مدد کرے۔ (احمد، ابن ماجہ)

۱ عُبَادہ عین پر پیش۔
۲ فِلَسْطِیْن۔ فا کے نیچے زیر لام پر زبر ملک کا نام ہے اس کے شہروں میں سے بیت المقدس ایک شہر ہے
۳ فُسَیْلَہ، فا پر پیش، سین پر زبر بر صیغہ تصغیر ہے۔ لغت میں کھجور کے چھوٹے تنے کو کہتے ہیں ممکن ہے وہ خاتون کوتاہ قد ہو اور اس کے ساتھ تشبیہ دے دی گئی ہے۔

۴۶۹۱ ۱۸ وَعَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْسَابُکُمْ ھٰذِہٖ لَیْسَتْ بِمَسَبَّۃٍ عَلٰی اَحَدٍ کُلُّکُمْ بَنُوْا اٰدَمَ طَفُّ الصَّاعِ بِالصَّاعِ لَمْ تَمْلَؤُہُ لَیْسَ لِاَحَدٍ عَلٰی اَحَدٍ فَضْلٌ اِلَّا بِدِیْنٍ وَّتَقْوٰی کَفٰی بِالرَّجُلِ اَنْ یَّکُوْنَ بَذِیًّا فَاحِشًا بَخِیْلًا۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے یہ نسب کسی کو گالی دینے کے لیے نہیں ہیں، تم سب حضرت آدم کی اولاد ہو جیسے صاع کی چیز صاع سے ہے جسے اس نے بھرا نہ ہو تم میں کسی کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں مگر بسبب دین و تقویٰ کے اور آدمی کے ذلیل ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ زبان دراز، بے ہودہ گو اور بخیل ہو۔ (احمد، بیہقی، شعب الایمان)

۱ یہ گالی وعار کا محل نہیں اور نہ دوسرے لوگوں پر عار و عیب کا سبب۔
۲ یعنی تمام لوگ ناقص و ناتمام ہونے میں برابر کے شریک ہیں اور درجۂ کمال و تمام نہ پانے کی وجہ بیان کی کہ تم آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور انہیں مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ ذاتی نقصان اور ناتمامی بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ فضل و بزرگی نسب وغیرہ میں نہیں بلکہ تقویٰ میں ہے۔
۳ تقویٰ و دین کے ضمن میں اچھی صفات کا تذکرہ ہوا تو سب اس کے بعد اب بعض برائیوں کا ذکر بھی فرمایا۔
۴ گفتگو میں بے ہودہ پن اور مال میں بخل۔

بَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ

۳۲۰۔ نیکی اور صلہ رحمی کا بیان

بر، با کے نیچے زیر بمعنی احسان و نیکی ہے۔ یہاں والدین سے نیکی مراد ہے، اس کی ضد عُقُوق (نافرمانی) ہے۔ صلہ کا لغوی معنی جوڑنا اور ملانا ہے۔ یہاں قریبیوں کے ساتھ وہ انعام و احسان ہے جو رحم کے سبب قائم ہوا ہو۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۴۶۹۲ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ[1] قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبُوْكَ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ اُمَّكَ ثُمَّ اُمَّكَ ثُمَّ اُمَّكَ ثُمَّ اَبَاكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ اَدْنَاكَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

پہلی فصل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے اچھے[1] برتاؤ کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا: تمہاری والدہ، عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تمہاری والدہ، عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: تمہاری والدہ۔ عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: تمہاری والدہ۔ عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تمہارا باپ[2]۔ ایک اور روایت[3] میں ہے کہ فرمایا تمہاری والدہ، پھر تمہاری والدہ، پھر تمہارا باپ پھر تمہارا قریبی[4] پھر قریبی۔ (بخاری[5] و مسلم)

[1] صحابت، مصدر ہے، صراح میں ہے کہ صحابہ کا معنی دوست اور مدد کرنا ہے۔ یہ باب سَمِعَ یَسْمَعُ سے ہے۔

[2] چوتھی دفعہ فرمایا۔

[3] اس روایت میں سوال و جواب نہیں بلکہ آپ نے پہلی ہی دفعہ تین مرتبہ فرما دیا۔ اس روایت میں لفظ اُمَّكَ منصوب ہے۔

[4] ماں باپ کے بعد ہر وہ شخص حسب ترتیب مستحق ہے جو قریب تر ہے۔

[5] بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ ماں کے لیے باپ کی نسبت تین احسان حاصل ہیں اور اس کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ ماں تین مشقتیں برداشت کرتی ہے حمل کا بوجھ، جننے کی تکلیف اور دودھ پلانے میں مشقت۔ اور کتب فقہ میں مذکور ہے کہ والدہ کا حق نیکی و احسان میں والد کی نسبت زیادہ واجب اور مؤکد ہے۔ اگر کسی جگہ دونوں کے حق میں تعارض آجائے مثلاً ایک کے حق کی ادائیگی دوسرے کی تکلیف کا سبب ہے تو ایسی صورت میں تعظیم و احترام میں والد کا حق ہے۔ اور خدمت و انعام میں والدہ کا حق راجح ہوگا۔ والدین کے حقوق یہ ہیں کہ ان کے ساتھ تواضع و

انکساری سے پیش آیا جائے تاکہ وہ راضی ہوں۔ ہر جائز کام میں ان کی اطاعت کی جائے۔ بے ادبی نہ کی جائے۔ ان کے ساتھ تکبر سے پیش نہ آئے۔ اگرچہ وہ مشرک ہوں۔ نیکی کے حکم اور برائی سے روکنے میں نرمی کرے۔ ایک دفعہ کہے اگر قبول نہ کریں تو خاموشی اختیار کی جائے۔ ان کے حق میں دعا و استغفار کی جائے۔ والدین کے یہ آداب و احترام قرآن مجید کے اس مقام سے حاصل ہوتے ہیں جو سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے باپ کے ساتھ بطور نصیحت کیا تھا۔

۴۶۹۳ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ قِيْلَ مَنْ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اس کی ناک[1] خاک آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو اس کی ناک خاک آلود ہو۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ کس کی؟ فرمایا جو شخص والدین میں سے دونوں یا کسی ایک کو بڑھاپے میں پائے، پھر جنت میں داخل نہ ہو سکے[2]۔ (مسلم)

[1] رغم انف یہ ذلت و خواری سے کنایہ ہے رغام زبر کے ساتھ مٹی۔

[2] یعنی خدمت نہ کی، ان کو راضی نہ کیا۔ بعض احادیث میں رمضان شریف کے بارے میں بھی یہی ہے کہ جس نے اس میں عبادت و طاعت نہ کی وہ بھی خاک آلودہ ہو۔

۴۶۹۴ وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَيَّ اُمِّيْ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِيْ عَهْدِ قُرَيْشٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّيْ قَدِمَتْ عَلَيَّ وَهِيَ رَاغِبَةٌ اَفَاَصِلُهَا قَالَ نَعَمْ صِلِيْهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہا بیان کرتی ہیں کہ میری والدہ میرے پاس آئیں حالانکہ وہ عہد[1] قریش میں مشرکہ تھیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری والدہ میرے پاس آئیں ہیں اور وہ اسلام سے[2] دور ہیں۔ کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ فرمایا ہاں صلہ رحمی کرو۔ (بخاری و مسلم[3])

[1] ان دنوں حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے کافروں کے ساتھ معاہدہ کیا ہوا تھا یہ صلح حدیبیہ کے بعد کا واقعہ ہے۔

[2] راغبۃ۔ رغبت کا صلہ فی آئے تو اس کا معنی محبت و شوق ہے۔ اور اگر عن آئے تو اس کا معنی اعراض و اجتناب ہے۔ اس مقام پر دونوں معانی کا احتمال ہے بلکہ اعراض زیادہ مناسب ہے کیونکہ دوسری روایت میں ہے "وہی راغمۃ" اس کا معنی ناپسند کرنے والی اور ناراض ہے۔ بعض لوگوں نے دونوں روایات کا ایک ہی معنی کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ راغمہ یعنی میرے مال میں طمع و حرص رکھتی ہیں۔ اور راغمہ یعنی فقر کی وجہ سے مجبور و محتاج ہو کر آئی ہے۔ حضرت اسماء نے پوچھا کہ میری ماں اس حال میں آئی ہے، کیا میں اس سے صلہ رحمی کروں۔

[3] اس حدیث نے واضح کر دیا کہ والدین اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہوں ان کے ساتھ صلہ رحمی و احسان کیا جائے گا۔

اس پر دیگر رشتہ داروں کو قیاس کر لو دینی مخالفت کے باوجود قرابت داری کی رعایت کرنی ضروری ہے۔

۴۶۹۵ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اٰلَ اَبِیْ فُلَانٍ لَیْسُوْا لِیْ بِاَوْلِیَاءَ اِنَّمَا وَلِیِّیَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنْ لَهُمْ رَحِمٌ اَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا فلاں[۱] قبیلہ میرا دوست نہیں۔ میرا دوست اللہ تعالٰی اور نیک[۲] مومنین ہیں لیکن ان کے لیے رشتہ قرابت ہے اس کی تری[۳] سے اس کو تر کروں گا۔ (بخاری و مسلم)

لہ شارحین نے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس قبیلہ کا نام لیا تھا لیکن راوی نے کنایہ سے کام لیا ہے اس کی وجہ بظاہر یہی ہے کہ روایت میں نام کی تصریح سے اس وقت خوف تھا کہ فتنہ برپا نہ ہو جائے اور اصل میں اَبِیْ کے بعد جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے۔ اور علت مذکورہ کی وجہ سے نام ذکر نہیں کیا، شارحین کہتے ہیں کہ ابی فلاں سے مراد ابولہب ہے۔ بعض کے نزدیک ابوسفیان یا حکم بن عاص ہے۔ یہ آخری زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس حدیث کے راوی عمرو بن عاص ہیں جنہوں نے محسوس کیا کہ اپنے قبیلے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوستی اور قرابت کی نفی اور ان کے عیب کا اظہار صراحتاً مناسب نہیں۔ واللہ اعلم۔

۲ہ صالح سے مراد کوئی ایک نہیں بلکہ جنس صلحاء مراد ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے ابوبکر و عمر مراد ہیں۔ اور بعض کے نزدیک حضرت علی مراد ہیں۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

۳ہ یعنی اتنی اشیاء ان کو دوں گا جو انہیں ضروری اور کافی ہوں، چونکہ تری و نرمی اشیاء میں اتصال اور خشکی و سختی افتراق کا سبب ہے اسی لیے بَلّ بمعنی تری کو صلہ رحمی سے اور یُبس بمعنی خشکی کو قطع رحمی سے کنایہ کرتے ہیں۔ بعض شارحین نے قطع رحمی کو گرمی کے ساتھ اور صلہ رحمی کو پانی کے ساتھ تشبیہ دی ہے کیونکہ قطع رحمی کی گرمی صلہ رحمی کے ذریعے سرد ہو جاتی ہے۔

بُلَال با پر زبر، زیر اور پیش (تینوں پڑھ سکتے ہیں) بمعنی تری ہے اور ہر وہ چیز جو حلق کو تر کرنے کا ذریعہ ہو مثلاً پانی، دودھ، اور اس کی جمع بُلَل بھی آتی ہے۔

۴۶۹۶ وَعَنِ الْمُغِیْرَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ وَوَاْدَ الْبَنَاتِ وَمَنْعَ وَهَاتِ وَکَرِهَ لَکُمْ قِیْلَ وَقَالَ وَکَثْرَةَ السُّؤَالِ وَاِضَاعَةَ الْمَالِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰی نے تم پر[۱] ماؤں کی نافرمانی، بچیوں[۲] کا زندہ درگور کرنا، بخیلی[۳]، گداگری[۴] کو حرام فرمایا اور کثرت[۵] سوال[۶] اور بربادی مال کو ناپسند فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

۱؎ ماں کی تخصیص کی مختلف حکمتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ان کے حقوق قوی اور غالب ہیں۔ جیسا کہ پیچھے گزرا ہے۔ دوسرا یہ کہ ان کے دل کمزور ہوتے ہیں وہ تھوڑے سے معاملے سے ناراض ہو جاتی ہے۔ تیسری وجہ یہ کہ اکثر اولاد ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتی ہے۔ یا وجہ یہ ہے کہ ظاہراً گفتگو انہیں میں ہو رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں ایسی اشیاء کا ذکر ہے جو آپس میں بیگانہ ہیں؛ اس جہت سے کہ ان کے ذکر کے ساتھ ان میں قرابت واقع ہو گی۔

۲؎ یہ جاہلیت میں فقر و عار کے خوف کی وجہ سے کرتے تھے۔

۳؎ مَنَعَ ماضی، بصورت مصدر بھی مروی ہے اس سے بخل و امساک مراد ہے۔

۴؎ ہات بمعنی اٰتِ ہے جو اِیْتَاءٌ سے امر کا صیغہ ہے۔ ایتاء کا معنی دینا ہے۔ ہات سے مراد طلب اور سوال ہے بعض نے کہا ہے کہ منع سے مراد اُن حقوق کو ادا نہ کرنا ہے جو مال میں واجب تھے اور ایسے اموال کا حاصل کرنا جو حلال نہیں ہیں بعض کے نزدیک اس سے مراد تمام حقوق واجبہ سے منع کرنا ہے۔ خواہ وہ اموال ہوں یا افعال و اقوال اور اخلاق ہوں اور ایسے حقوق لوگوں سے طلب کرنا جن میں انصاف و اعتدال کی رعایت ان پر لازم نہ تھی۔

۵؎ کرہ۔ مبالغہ کی وجہ سے مشدد ہے اور مخفف بھی مروی ہے، قیل و قال دونوں کی لام پر زبر ہے اور فعل ماضی مجہول و معروف ہیں اور بطور حکایت ان کا اعراب ہو گا، اس سے مقصود لوگوں کو ان باتوں اور واقعات کے بیان کرنے سے روکنا ہے جو بے مقصد کی جاتی ہیں۔ مثلاً اس طرح کہا گیا، فلاں نے اس طرح کہا۔ وہ بحث و تحقیق جو کسی بات کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے کی جاتی ہے وہ منع نہیں؛ ورنہ کوئی شے حقیقت کے ساتھ معلوم ہی نہ ہو گی اور تحقیق کے لیے دوسرے لوگوں کے اقوال نقل کرنا بھی حرام نہیں۔ بعض شارحین کی رائے یہ ہے کہ یہاں قیل و قال سے کثرتِ کلام اور بسیار گوئی مراد ہے اور اس سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ دل مردہ ہو جاتا ہے۔ اس میں سختی پیدا ہوتی ہے اور وقت کا ضیاع ہے۔

۶؎ اس کے چند معانی بیان کیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ لوگوں کے احوال کے بارے تجسس اور تفتیش کے لیے باز پرس کرنا ہے دوسرا یہ کہ امتحان و اظہار فضیلت اور بڑائی کے لیے کثرت سے سوالات کرنا۔ تیسرا یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اتنی کثرت کے ساتھ سوالات کرنا کہ آپ کی تکلیف و اذیت کا باعث ہوں اور اس سے احکام میں تنگی و شدت پیدا ہو جائے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَاءَ الآیۃ بعض نے اس سے گداگی مراد لیا ہے لیکن یہ معنی بعید ہے کیونکہ پھر لفظ کثرت کا کوئی معنی نہیں رہ جاتا بلکہ بے ضرورت سوال کرنا حرام ہے، خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر اور اس کے علاوہ لفظ ہات اپنے اطلاق کے سبب اس معنی کو شامل ہے لہٰذا تکرار لازم آئے گا

۷؎ اس سے اسراف اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مال خرچ کرنا مراد ہے مثلاً ایک آدمی تمام یا بعض مال کسی ایک کو دے دیتا ہے اور اہل حقوق محتاج رہتے ہیں یا مال پانی میں ڈال دیتا ہے یا آگ میں جلا دیتا ہے۔ یا فاسق و فاجر شخص کو دیتا ہے جو شریعت کے خلاف مال خرچ کر دے گا، اس مقام پر تفصیل ہے کہ مال کا خرچ کرنا واجب و مندوب ہو تو اس میں اسراف و ضیاع کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور اگر وہاں خرچ کرنا حرام ہے تو اب یقیناً ضیاع اور اسراف حرام ہو گا، اشتباہ

اسں صورت میں ہے جب وہ کام بظاہر مباح ہوتا ہے لیکن اس سے ظاہر و باطن میں قبائح و مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً ایسے مکانات و محلات تعمیر کرنا جو ضرورت سے زائد ہوں اور ان کی زیب و زینت کے لیے بے بہا رقم خرچ کرنا، لباس فاخرہ اور لذیذ کھانوں میں حد اعتدال سے زیادہ خرچ کرنا[1] جس طرح کہ اہل اسراف و تکبر کی عادت ہے اور فقراء اور محتاجوں کی پرواہ نہ کرنا اگرچہ یہ بظاہر حکم شرع میں حرام نہیں لیکن اس سے دل کی سختی اور طبیعت میں درشتی پیدا ہوتی ہے اس طرح برتنوں، تلواروں اور ہتھیاروں کو سجانا، ان پر سونا و جواہر لگوانا، جمع و خرچ میں بے قید ہو جانا اور اسی میں علق فاحش کا ارتکاب کرنا اور لمبی لمبی امیدیں قائم کر لینا، تمام ضیاع اور اسراف میں داخل ہیں۔

۴۶۹۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ نَعَمْ يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهٗ فَيَسُبُّ اُمَّهٗ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کا اپنے والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا کوئی شخص اپنے والدین کو بھی گالی دیتا ہے۔ فرمایا یہ کسی[1] کے باپ کو گالی دے اور وہ اس کے باپ کو گالی دے گا، یہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔ اور وہ اس کی ماں کو گالی دے گا۔[2] (بخاری و مسلم)

[1] کسی کے والدین کو گالی دے کر اپنے والدین کو گالی دلوانے کا سبب بنا ہے، اس لیے اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا کیونکہ یہ ان کی نافرمانی میں داخل ہے۔ شعر

گر مادر خویش دوست داری
دشنام مکن بمادر من

اگر تو اپنی ماں سے محبت رکھتا ہے تو میری ماں کو گالی نہ دے۔

[2] اس سے واضح ہوتا ہے کہ جو شخص فسق و فساد کا سبب و ذریعہ بنے، وہ بھی فاسق ہے۔

۴۶۹۸ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ بَعْدَ اَنْ يُّوَلِّيَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باپ کے[1] غائب ہونے کے بعد اس کے دوستوں سے حسن سلوک کرے۔ (مسلم)

---

[1] موجودہ دور اس خطرناک حالت سے گزر رہا ہے۔ آج بعض لوگوں کے پاس سر چھپانے کی جگہ نہیں اور بعض کے پاس ناجائز دولت سے تیار کردہ کروڑوں اربوں روپے کے محلات ہیں جس کی اسلام میں ہرگز اجازت نہیں ہے۔

لہ یعنی مرنے کے بعد یا عدم موجودگی میں۔ یُوَلِّی یا پر پیش، واؤ پر زبر اور لام پر زیر اور مشدد ہے۔ تولیت بمعنی پشت کرنا اور چلے جانا یعنی باپ کی محبت اسے کہیں گے کہ گویا وہ اس کی قیمت اپنی سمجھے اور اس صورت میں صلہ و مروت لازم ہوگی۔ اور یہ صلہ اپنے باپ کے ساتھ نیکی ہوگی، جب عدم موجودگی میں اس کا یہ حال ہے تو موجودگی میں کتنی محبت کرتا ہوگا۔

۴۶۹۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّبْسَطَ لَهٗ فِيْ رِزْقِهٖ وَيُنْسَأَ لَهٗ فِيْ اَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی موت میں تاخیر ہو[1] وہ صلہ رحمی کرے[2]۔ (بخاری و مسلم)

لہ اَثر کا معنی زمین پر چلنے سے پاؤں کا نشان ہے۔ یہاں موت مراد ہے جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے نشان زمین پر نہ رہے اسے اَثر کہتے ہیں اور اس سے مدت عمر مراد لی جاتی ہے۔

ٹہ فراخی رزق اور درازی عمر سے مراد برکت، بہتر زندگی، نیکی کی توفیق، صفاء حال اور نورانیت قلب ہے یا درازی عمر سے جہاں میں نیک نامی کی بقاء ہے۔ لفظ اثر اس کی طرف اشارہ کرتا ہے یا نیک ذریت مراد ہے جو اس کے لیے دعا کرنے والی اور اس کی نیک نامی کو زندہ رکھنے والی ہے۔ کیونکہ اولاد مرنے والے کی دوسری ولادت ہوتی ہے، درحقیقت اللہ تعالیٰ نے فراخی رزق اور درازی عمر کے لیے صلہ رحمی کو سبب قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے کوئی نہ کوئی سبب پیدا فرمایا ہے۔ ہر وہ شخص جس کے بارے میں اس کا ارادہ ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی، عمر میں اضافہ ہو اسے خیر اور حقوق کی ادائیگی کی توفیق عنایت کر دیتا ہے۔ شارحین نے کہا ہے کہ یہ محو و اثبات (مٹانا یا قائم کرنا) مخلوق کی نسبت سے ہے نہ کہ خالق کی نسبت سے کیونکہ اس کے علم میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ ہوتا یوں ہے کہ لوح محفوظ میں لکھ دیا جاتا ہے کہ اس کی عمر ساٹھ سال ہوگی اور اگر اس نے صلہ رحمی کی تو اس پر چالیس سال کا اضافہ کر دیا جائے گا۔ باقی جب شارع علیہ السلام نے ہمیں اس بات کی خبر دی ہے۔ اب چون و چرا نہیں بلکہ اس پر پختگی کے ساتھ عقیدہ رکھ لیا جائے اور سعادت مندی یہی ہے کہ ایسے معاملات سن کر ان پر عمل کر لیا جائے اور حقیقت حال اللہ سبحانہ تعالیٰ کے سپرد کر دی جائے۔ اس بحث میں نہ پڑا جائے کہ یہ کیوں اور کیسے ہے۔

۴۷۰۰ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَاَخَذَتْ بِحَقْوَيِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ مَهْ قَالَتْ هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيْعَةِ قَالَ اَلَا تَرْضَيْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَّصَلَكِ وَاَقْطَعَ مَنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور تخلیق سے[1] فارغ ہوا تو رحم رحمان[2] کا دامن کرم[3] پکڑ کر کھڑا ہو گیا، رب تعالیٰ نے فرمایا کیا[4] ہے؟ عرض کیا یہ اس کی جگہ[5] ہے جو تیرے ساتھ توڑے جانے سے پناہ لے،[6] فرمایا کہ تو اس سے

قَطَعَكِ قَالَتْ بَلٰى يَا رَبِّ قَالَ فَذَالِكِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

راضی نہیں کہ میں اسے جوڑ دوں جو تجھے جوڑے اور توڑ دوں جو تجھے توڑے عرض کیا! اے میرے رب! ہاں! فرمایا! تو ایسا ہی ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

لے یعنی ازل میں اپنے علم ازلی میں یہ تقدیر فرمائی کہ جب میں مخلوق کو وجود بخشوں گا تو وہ اس طرح ہوگا۔

ے۲ یعنی جب اسے پورا اور مکمل کر لیا کیونکہ فراغت کا حقیقی معنی کسی کام میں مشغول ہونے کے بعد ہوتا ہے اور یہ اللہ تعالےٰ کے حق میں ممتنع ہے کیونکہ اسے ایک کام دوسرے کام کے لیے مانع نہیں ہو سکتا جیسا کہ دعا منقول میں ہے سُبْحَانَ مَنْ لَا يَشْغَلُهٗ شَأْنٌ عَنْ شَأْنٍ (پاک ہے وہ ذات جسے ایک حال دوسرے حال سے مانع نہیں ہوتا)۔

ے۳ صفات باری تعالےٰ میں سے رحمٰن کا ذکر کیوں ہوا؟ اس کی حکمت آئندہ احادیث سے واضح ہو جائے گی۔

ے۴ حَقْو حا پر زبر، قاف ساکن، تہہ بند باندھنے کی جگہ۔ چونکہ تہہ بند کے دونوں اطراف اس سے وابستہ ہوتے ہیں اس لیے اسے حَقْوَيْہ کہا جاتا ہے یعنی کمر کی دونوں اطراف، اور تہہ بند پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے حالانکہ اللہ تعالےٰ اس سے منزہ ہے اور یہ گفتگو عربوں کے محاورہ کے طور پر ہے۔ اور لوگوں کا طریقہ ہے جب ایک شخص دوسرے کی پناہ لیتا ہے تو اس کا دامن پکڑتا ہے یا اس کے تہہ بند کا کنارہ، بعض اوقات جب کام دشوار ہو اور کام میں مجبوری پیدا ہو جائے اور مبالغہ و تاکید مقصود ہو تو تہہ بند کے دونوں کنارے پکڑ لیے جاتے ہیں تاکہ وہ شخص دشواری میں گھر کر پوچھے کہ کیا مقصد ہے اور کیا چاہتے ہو؟ یہ استعارہ ہے اس بات سے کہ رحم نے قطع کے خوف سے رحمان کی پناہ لی۔ اس کے بعد یہ محاورہ بن چکا ہے اس میں اب تہہ بند کا اعتبار نہیں رہا۔ مقصود صرف پکڑنا ہوتا ہے۔ جیسے کہ کہتے ہیں يَدَاهُ مَبْسُوْطَتَانِ۔ اس کے دونوں ہاتھ فراخ ہیں یعنی اس سے مراد وہ ذات ہے جو سخی و جواد ہے، خواہ خلقۃً اس کے ہاتھ نہ ہوں یا کاٹ دیے گئے ہوں یا وہاں ہاتھوں کا موجود ہونا ہی محال ہو جیسا کہ باری تعالےٰ کی ذات ہے۔ اس طرح کے محاورات کلام عرب میں کثرت سے ساتھ ہیں اور قرآن و حدیث میں عربوں کے محاورات کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ قرآن و حدیث کے متشابہات کی تاویل کے لیے یہ ایک اہم ضابطہ ہے جس میں دیگر تکلفات کا ارتکاب نہیں کرنا پڑتا۔ رحم از قبیل معانی ہے ذات نہیں کہ کھڑا ہو، لہٰذا اس کا پناہ لینا، کھڑا ہونا، بطور تمثیل و تشبیہ ہے گویا رحم نے بمنزل ایک شخص کے کھڑے ہو کر اللہ رب العزت سبحانہ و تعالےٰ کا دامن رحمت پکڑ لیا۔

ے۵ تو کیا کہتا ہے؟ کیا چاہتا ہے؟ تیرے پناہ لینے کا کیا مقصد ہے؟ مَہْ کا معنی باز رہ اور رک جا ہوتا ہے ما استفہامیہ اور الف کو ہا کے ساتھ بدل دیا گیا۔

ے۶ یعنی میں تیری بارگاہ میں تیرے دامن عزت و عظمت کے ساتھ وابستہ ہو کر اپنے عجز کا اظہار کرتا ہوں کہ

میں تیری پناہ لیتا ہوں ہر اس شخص سے جس نے میری رعایت نہ کی اور رحم کو قطع کیا۔

۵۷ اللہ تعالیٰ نے اس کی عرض قبول کرتے ہوئے فرمایا۔

۵۸ یعنی اس پر احسان و انعام کروں گا۔

۵۹ یعنی اس سے انعام و احسان واپس کر لوں گا۔

۶۰ پس یہ تیرے لیے میرا وعدہ ثابت ہو گیا اور تیرا میرے ہاں یہی مقام ہے۔

۴۷۰۱ (۱۰) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّحِمُ شِجْنَةٌ[۱] مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰهُ مَنْ وَّصَلَكِ وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهٗ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لفظ رحم[۱] رحمٰن سے بنا ہوا ہے پس اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جس نے رحم کو جوڑا میں اسے جوڑوں گا اور جس نے اسے توڑا میں اسے توڑ دوں گا۔

(بخاری)

۱ دوسری روایت میں یہ تصریح ہے کہ میں نے رحم کو اپنے نام رحمٰن سے بنایا ہے (کذا قال الطیبی) یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں سے مراد معنیٰ ہو یعنی قرابت رحم کی رعایت واجب و لازم ہے۔ کیونکہ حضرت رحمٰن کی شعبہ رحمت سے اس کا تعلق ہے۔

شِجْنَةٌ، شین، جیم ساکن، درخت کے پتے اور اس کی جڑوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اور مراد یہ ہے کہ رحم، رحمان کی رحمتوں میں سے ہے اور اس کے ساتھ متصل ہے۔

۴۷۰۲ (۱۱) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ[۱] بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ مَنْ وَّصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم[۱] عرش کے ساتھ معلق ہے اور یہ کہہ رہا ہے جو شخص[۲] مجھے جوڑے گا اللہ تعالیٰ اسے جوڑے گا اور جو مجھے توڑ دے گا اسے اللہ تعالیٰ توڑ دے گا۔

(بخاری و مسلم)

۱ جو سب سے بلند مقام ہے۔

۲ بطور دعا و خبر۔

۴۷۰۳ (۱۲) وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ[۱]۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قطع[۱] کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(بخاری و مسلم)

۱ یعنی رحم قطع کرنے والا ولیوں اور مقربین کے ہمراہ جنت میں نہیں جائے گا۔

۴۷۰۴ (۱۳) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُکَافِیْ وَلٰکِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِیْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُہٗ وَصَلَھَا۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا رشتہ جوڑنے والا وہ نہیں جو بدلہ لے چکا ہو بلکہ جوڑنے والا وہ ہے۱؎ کہ جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ اسے جوڑ دے۔ (بخاری)

۱؎ یعنی کامل طور پر واصل نہیں جو رشتہ داروں کے ساتھ اس لیے احسان کرے کہ وہ بھی احسان کرتے ہیں۔

۲؎ جواں مردی یہ ہے کہ اپنا حق طلب نہ کیا جائے اور دوسروں کا حق ادا کر دیا جائے۔ مبالغہ و تکثیر کے پیش نظر لفظ قطعت کو مشدد پڑھا جائے گا۔

۴۷۰۵ (۱۴) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ لِیْ قَرَابَۃً اَصِلُھُمْ وَیَقْطَعُوْنِیْ وَاُحْسِنُ اِلَیْھِمْ وَیُسِیْئُوْنَ اِلَیَّ وَاَحْلُمُ عَنْھُمْ وَیَجْھَلُوْنَ عَلَیَّ فَقَالَ لَئِنْ کُنْتَ کَمَا قُلْتَ فَکَاَنَّمَا تُسِفُّھُمُ الْمَلَّ وَلَا یَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰہِ ظَھِیْرٌ عَلَیْھِمْ مَا دُمْتَ عَلٰی ذٰلِكَ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے رشتہ دار ہیں میں ان سے تعلق جوڑتا ہوں وہ میرے ساتھ تعلق توڑتے ہیں میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں اور وہ مجھ سے برائی کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ بردباری سے کام لیتا ہوں وہ مجھ سے جہالت سے کام لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر واقعہ اسی طرح ہے جس طرح تو نے بیان کیا ہے تو ان کے منہ میں گرم راکھ۱؎ ڈال رہا ہے تیرے ساتھ اللہ تعالٰی کی طرف سے مددگار رہے گا۲؎ جب تک تو اس حال پر رہے گا (مسلم)

۱؎ جب وہ تیری نیکی کا شکریہ ادا نہیں کرتے تو تیری عطا ان کے لیے حرام ہے اور ان کے پیٹ آگ کے حکم میں ہیں۔ اور ان کے کھانے کو گرم راکھ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ مَلّ۔ میم پر زبر۔ گرم راکھ کو کہا جاتا ہے بعض شارحین نے کہا مطلب یہ ہے کہ تو نے ان پر احسان کرکے ان کو ان کے سامنے رسوا کر دیا ہے۔ اور یہ ان لوگوں کی طرح ہیں جن کے منہ میں گرم راکھ ڈالی جائے تو وہ اسے کھا جائیں۔ بعض کہتے ہیں کہ تیرا احسان ان پر گرم راکھ کی طرح ہے جو ان کو ہلاکت میں ڈال دے گا۔ بعض کے نزدیک معنی یہ ہے کہ ان کے چہرے گرم راکھ کی طرح سیاہ ہو جائیں گے۔

۲؎ جو ان کے شر سے تجھے محفوظ رکھے گا اور تیری مدد و نصرت کرے گا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۴۷۰۶ (۱۵) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَرُدُّ الْقَدَرَ اِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا یَزِیْدُ فِی الْعُمُرِ اِلَّا الْبِرُّ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ یُصِیْبُہٗ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رحمت دو جہاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تقدیر۱؎ کو دعا ہی رد کر سکتی ہے اور عمر میں اچھا سلوک ہی اضافہ کرتا ہے اور یقیناً آدمی اس گناہ کی بنا پر رزق سے محروم

ہو جاتا ہے جو اسے لاحق ہو۔ (ابن ماجہ) (رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ)

۱؎ قدر، دال پر زبر یا سکون ہے۔ اللہ کا بندے کے لیے کسی چیز کے بارے میں حکم مقرر کرنا، لیلۃ القدر اس رات کو کہا جاتا ہے جس میں سال کے احکام لکھے جاتے ہیں۔ بعض کے نزدیک قدر و عزت والی رات مراد ہے کیونکہ اس رات کی دعا اللہ کے حکم سے تقدیر کو بدل دیتی ہے اور دعا کو تقدیر بدلنے کا سبب بھی اللہ تعالٰے نے ہی بنایا ہے۔ یعنی اللہ تعالٰی نے یہ فیصلہ فرما دیا ہے کہ بندہ دعا کرے گا تو ہم اس پر نازل ہونے والی فلاں مصیبت کو ٹال دیں گے۔ دنیا بھر کے تمام اسباب کا تقدیر الٰہی کے ساتھ یہی تعلق ہے۔ مثلاً طبی ادویہ شفا کے لیے، بندوں کے اعمال، دخول جنت و دوزخ کے لیے۔ بعض شارحین کہتے ہیں کہ بندے کا ہمیشہ دعا کرتے رہنا نزول قضا کو آسان اور اس کو دل کے لیے پسندیدہ بنا دیتا ہے یعنی جب وہ دعا کرے گا اور تقدیر نہیں بدلے گی تو اس پر راضی ہو کر جان دے گا تو اس پر اس کا بوجھ تھوڑا ہوگا بخلاف اس شخص کے جس پر اچانک تقدیر نازل ہوئی تو گویا دعا نے اسے موخر ورد کیا (کذا الفقل الطیبی) اور اس مسکین (عبدالحق) کے ذہن میں یہ آ رہا ہے کہ یہاں مقصود دعا کی تاثیر اور مدح میں مبالغہ ہے۔ یعنی کوئی چیز بھی تقدیر الٰہی کو رد نہیں کر سکتی۔ اگر کوئی چیز رد کر سکتی تو وہ دعا تھی۔ بالکل اسی طرح کی گفتگو نظر بد کے بارے میں حدیث میں ہے کہ اگر کوئی شی تقدیر سے سبقت کر سکتی تو نظر بد ہوتی۔

۲؎ والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ نیکی کرنا عمر میں اضافہ کرتا ہے۔ مطلب وہی ہے جو دعا کے تقدیر کو رد کرنے کے سلسلے میں بیان کیا گیا۔ دوسری توجیہات فصل اول میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حدیث کے تحت گزر چکی ہیں۔

۳؎ یہاں ایک سوال ہے کہ بہت سے نافرمان اور کافر ایسے ہیں جن پر رزق کے دروازے بڑی فراوانی کے ساتھ کھلے ہوئے ہیں اور بعض مومن و فرمانبردار تنگی میں ہیں، اس لیے بعض لوگوں نے حدیث میں مذکور رزق سے مراد آخرت کا رزق لیا ہے کہ گناہ کی وجہ سے انسان آخرت میں محروم ہوگا اور اگر مراد دنیا کا مال و صحت اور کامیابی ہے تو جواب یہ ہوگا کہ محرومی سے مراد یہ ہے کہ اسے رضائے الٰہی، اچھی و نیک زندگی، دلی فراغت، حضوری کی دولت، کدورت سے صفائی حاصل نہ ہوگی جیسا کہ متقین کو حاصل ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً۔ "وہ جس نے حالت ایمان میں نیک عمل کیا خواہ وہ مرد تھا یا خاتون تو اسے ہم مبارک زندگی عطا فرمائیں گے" بخلاف فاسق لوگوں کے کہ ان کے اوقات میں تاریکی و ظلمت، دنیا کا حرص و لالچ، نقصان اور اس کے ختم ہونے کا خوف اور دل کی پریشانی لاحق رہتی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالٰے ہے وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا "وہ شخص جس نے میرے ذکر سے اعراض کیا پس اس کے لیے معیشت تنگ ہو جائے گی" اور اگر مومن ہے تو اسے بری آخرت اور گناہ کے خیال سے وحشت اور خوش حالی و راحت میں کدورت پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ حدیث ان بعض گناہ گار مومنوں کے لیے ہے جن کے لیے اللہ تعالٰے کا ارادہ ہے کہ ان کو گناہوں کی کدورت سے پاک کر کے جنت میں داخل فرمائے تو ان گناہوں کے عوض دنیا میں ان کو تکلیف میں مبتلا فرما کر پاک صاف کر دیتا ہے

تاکہ آخرت میں نجات ہو جائے اور بعض کو مصیبت کے ذریعے توبہ کی طرف متوجہ فرما دیتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ مومن جب گناہ کرتا ہے تو اگر اللہ تعالیٰ کی پوشیدہ مہربانی اس کے شامل حال ہو تو اس کو فقر و مرض میں مبتلا کر کے اس کے گناہ دور کر دیتا ہے اور جس پر اس کا کرم نہ ہوا اس کو گناہ کے حال ہی میں چھوڑ دیتا ہے اور مکر و استدراج کو اس پر مسلط کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔

۴۷۰۷/۱۶ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ فِيْهَا قِرَاءَةً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا حَارِثَةُ بْنُ النُّعْمَانِ كَذٰلِكُمُ الْبِرُّ كَذٰلِكُمُ الْبِرُّ وَكَانَ اَبَرَّ النَّاسِ بِاُمِّهٖ۔ (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ نِمْتُ فَرَاَيْتُنِيْ فِي الْجَنَّةِ بَدَلَ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں گیا تو میں نے اس میں تلاوت سنی۔ میں نے پوچھا[1] یہ کون ہیں؟ جواب دیا کہ یہ حارثہ بن[2] نعمان ہیں۔ والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کی یہی فضیلت ہے دو دو مرتبہ[3] یہی فرمایا۔ اور وہ اپنی والدہ کے ساتھ سب سے زیادہ نیکی کرنے والے تھے (شرح السنۃ بیہقی شعب الایمان) اور ان کی روایت میں ہے کہ میں سویا تو میں نے خود کو جنت میں دیکھا بجائے[4] دخلت الجنۃ کے۔

[1] قرآن کون پڑھ رہا ہے؟

[2] حارثہ بن نعمان، یہ فضلائے صحابہ میں سے ہیں، بدر، احد اور غزوۂ خندق میں شریک ہوئے یہ وہی صحابی ہیں جن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا تھا تو نے صبح کیسے کی؟ تو انہوں نے عرض کی میں نے حالت ایمان میں صبح کی۔ الحدیث۔

[3] تو گویا صحابہ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ مقام انہوں نے کس عمل کی بنا پر حاصل کر لیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنت میں ان کی تلاوت سنی۔

[4] بیہقی کی روایت رَاَيْتُنِيْ فِي الْجَنَّةِ اور شرح السنۃ میں دَخَلْتُ الْجَنَّةَ کے الفاظ ہیں۔

۴۷۰۸/۱۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِضَى الرَّبِّ فِيْ رِضَى الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِيْ سَخَطِ الْوَالِدِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا والد[1] کی رضا میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور والد کی ناراضگی میں اللہ کی ناراضگی ہے۔ (ترمذی)

[1] یہاں باپ کا ذکر اس لیے ہے کہ اسی کا تذکرہ تھا، ورنہ ماں بھی اس حکم میں بطریق اولیٰ داخل ہے کیونکہ اس کا حق اولاد پر زیادہ ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ بعض شارحین کہتے ہیں یہاں والد سے مراد ہر جننے والی ذات ہے جس کی طرف ولادت کی نسبت ہو کیونکہ اسم فاعل کا صیغہ بعض اوقات نسبت کے لیے آتا ہے مثلاً تمر فروش کو تامر اور دودھ فروش کو لابن کہا جاتا ہے۔ لہٰذا ماں بھی اس میں شامل ہوگی۔ یہ بات آپ نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے اس لیے

کی کہ ان کے والد گرامی نے آپ کی خدمت اقدس میں ان کی یہ شکایت کی تھی کہ یہ تمام رات عبادت و ریاضت کرتے ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ عبداللہ بن عمرو اپنے والد کے ساتھ تھے۔ عمرو بن عاص جو کہ حضرت امیر معاویہ کے وزیر تھے اور باطناً ان میں سے نہ تھے۔

۲ سخط سین پر پیش، خا ساکن یا پیش یا دونوں پر زبر ہے اس کا معنی کراہت اور رضا کی ضد ہے (کذا فی القاموس)

۴۰۹/۱۸ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ اَنَّ رَجُلًا اَتَاہُ فَقَالَ اِنَّ لِیْ اِمْرَاَۃً وَّاِنَّ اُمِّیْ تَاْمُرُنِیْ بِطَلَاقِہَا فَقَالَ لَہٗ اَبُوالدَّرْدَآءِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ فَاِنْ شِئْتَ فَحَافِظْ عَلَی الْبَابِ اَوْضَیِّعْ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی ان کے پاس آیا اور کہا کہ میری بیوی ہے اور مجھے میری ماں اسے طلاق دینے[۱] کا کہتی ہے۔ ابو درداء نے ان سے کہا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ والد جنت کا وسطی[۲] دروازہ ہے۔ تم چاہو تو اسے محفوظ کر لو[۳] یا چاہو تو اسے گرا دو۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

۱ یعنی اسے طلاق دوں یا نہ دوں کیونکہ طلاق حلال اشیاء میں سے مبغوض ہے۔

۲ یعنی والد کی رضا و خدمت جنت کے دخول کا سبب ہے جو شخص چاہتا ہے کہ وہ جنت کے بہترین دروازوں میں سے داخل ہو وہ والد کی رضا حاصل کرے اور ماں اس حکم میں داخل ہے۔

۳ اگر تو اسے طلاق دے دے تو تو نے حفاظت کر لی اور اگر نہ دی تو ضائع کر دیا، اس حدیث میں والد سے مراد صاحب اولاد ہی مناسب ہے۔

۴۱۰/۱۹ وَعَنْ بَہْزِ بْنِ حَکِیْمٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ اَبَرُّ قَالَ اُمَّکَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمَّکَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمَّکَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبَاکَ ثُمَّ الْاَقْرَبَ فَالْاَقْرَبَ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا[۱] سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کس سے حسن سلوک کروں؟ فرمایا: اپنی والدہ سے میں نے عرض کیا، پھر کس سے؟ فرمایا: اپنی والدہ[۲] سے میں نے عرض کیا پھر کس سے؟ فرمایا[۳]: اپنے والد سے پھر درجہ[۴] بدرجہ۔ (ترمذی، ابوداؤد)

۱ دادا کا نام معاویہ بن حیدہ حا پر زبر، یا ساکن۔

۲ تین دفعہ فرمایا۔

۳ چوتھی دفعہ فرمایا۔

۴ پھر ماں باپ کی طرف سے جو رشتہ دار ہیں ان کے ساتھ درجہ بدرجہ حسن سلوک کیا جائے مثلاً بھائی، بہن

کے بعد چچے، ماموں اسی طرح ان کی اولاد، اس حدیث کا مضمون وہی ہے جو فصل اول میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی تھی۔

۴۷۱۱/۲۰ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَنَا اللّٰهُ وَاَنَا الرَّحْمٰنُ خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَشَقَقْتُ لَهَا مِنْ اِسْمِيْ فَمَنْ وَّصَلَهَا وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهٗ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں اللہ ہوں اور رحمٰن ہوں۔ میں نے رحم کو پیدا کیا اور اسے اپنے نام[۱] سے مشتق کیا پس جو شخص اسے جوڑے گا میں اسے جوڑ دوں گا اور جو شخص اسے قطع کرے گا میں اس کو توڑ[۲] دوں گا۔ (ابوداؤد)

[۱] بعض نسخوں میں "شَقَقْتُهَا" ہے

[۲] بَتَّ اس کا معنی قطع کرنا ہے۔ بات میں تاکید و مبالغہ کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ میں یہ کام یقیناً کروں گا اور اس کے سوا ختم کر دوں گا اور اس سے تعلق توڑ لوں گا۔

۴۷۱۲/۲۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ عَلٰى قَوْمٍ فِيْهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس قوم[۲] پر رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں قاطع رحم ہو۔ (بیہقی شعب الایمان)

[۱] یہ مشہور صحابی ہیں، ان کے والد گرامی بھی صحابی ہیں۔ حدیبیہ، خیبر اور اس کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال تک مدینہ طیبہ میں ہی رہے، اس کے بعد کوفہ چلے گئے۔ کوفہ میں وصال پانے والے صحابہ میں یہ آخری صحابی ہیں۔ ان کا وصال ستاسی یا اٹھاسی ہجری میں ہوا۔

[۲] وہ قوم مراد ہے جو اس شخص کی معاون و مددگار بنے اور اس سے قطع تعلق نہ کرے اور بعض کی رائے یہ ہے کہ اس گناہ کی وجہ سے اس قوم پر بارانِ رحمت کا نزول نہیں ہوتا۔

۴۷۱۳/۲۲ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ ذَنْبٍ اَحْرٰى اَنْ يُّعَجِّلَ اللّٰهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيْعَةِ الرَّحِمِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی گناہ اس لائق نہیں کہ اس کے مرتکب پر اللہ تعالیٰ آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی سزا دے (اور وہ گناہ یہ ہیں جن پر یہ سزا ہے۔) بغاوت[۱] اور قطع رحم۔ (ترمذی، ابوداؤد)

۱. عادل بادشاہ کے خلاف بغاوت۔

۲. ان دو گناہوں پر دنیا میں سزا اور آخرت میں عذاب ہوگا کیونکہ دونوں کا اثر دنیا پر ظہور پذیر یوں ہوتا ہے کہ جہاں میں فساد، کینہ، عداوت پیدا ہو جاتی ہے لہٰذا اس کی سزا بھی فی العور دنیا میں دی جاتی ہے۔ اگرچہ ان کے علاوہ اور گناہ بھی ہیں جن میں یہ پہلو ہے مگر یہ دونوں میں بدترین ہیں۔

۴۷۱۴/۲۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنَّانٌ وَّلَا عَاقٌّ وَّلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ۔ (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں احسان جتانے والا[۱]، نافرمان[۲] اور عادی شرابی داخل نہیں ہوگا۔ (نسائی، دارمی)

۱. کسی کو صدقہ وغیرہ دینے کے بعد احسان جتلانے پر یہ عذاب ہے تو اس کو اذیت دینے کی کیا سزا ہوگی؟ قرآن مجید نے احسان جتلانے اور ایذاء سے منع کیا ہے۔ لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى (اپنے صدقات احسان اور ایذاء سے باطل نہ کرو) یعنی یہ ہوگا کہ صدقہ وخیرات کی وجہ سے دخول جنت ہوتا ہے لیکن جب وہ ضائع کر دیا تو وہ سب ختم ہوگیا یا اس بدبختی کی وجہ سے اس مقام سے محروم ہوگیا جو اسے سابقین ومقربین کے ساتھ جنت میں حاصل ہونا تھا باقی دخولِ جنت کی امید ہر مسلمان کے لیے ہے۔

۲. والدین اور اقرباء کا نافرمان تھا اور اس کا سبب شرعی نہ تھا (کذا قیل) یہ بھی احتمال ہے کہ عاق کو والدین کے نافرمان کے ساتھ مخصوص کر لیا جائے جیسا کہ متعارف ہے اور قاطع رحم کو منان میں شامل کیا جائے اب منان سے مراد ہر وہ شخص ہوگا جو اپنے رشتہ داروں اور دوستوں پر احسان جتلائے بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ منان مَنٌّ سے مشتق ہے جس کا معنی قطع ہے اب منّان کا معنی رحم قطع کرنے والا ہوگا۔

۴۷۱۵/۲۳ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ اَرْحَامَكُمْ فَاِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الْاَهْلِ مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ مَنْسَاَةٌ فِي الْاَثَرِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے نسب یاد کرو[۱] جس سے تمہارے رشتے جڑتے ہیں کیونکہ صلہ رحمی گھر والوں سے محبت[۲]، مال میں برکت اور عمر میں اضافہ کا سبب ہے۔ (ترمذی نے روایت کر کے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔)

۱. یعنی اپنے آباء واجداد، امہات اور ان کی اولاد کے نام وغیرہ یاد کرو تاکہ ذوی الارحام کے ساتھ صلہ رحمی کی جا سکے لہٰذا ان کا علم نافع اور ضروری ہے۔

۲. کیونکہ صلہ رحمی سے محبت و دوستی میں اضافہ ہوتا ہے۔ مَحَبَّةٌ حا کے نیچے زیر بروزن مَظِنَّةٌ ہے۔ ظا کے نیچے زیر ہے۔

۳؎ مَثْرَاۃٌ، میم پر زبر ثار ساکن۔ ثروت سے بنا ہے اس کا معنی کثرتِ مال ہے یعنی صلہ رحمی کثرت اور مال میں برکت کا ذریعہ ہے جیسا کہ پیچھے گزرا کہ یہ رزق میں فراخی کا ذریعہ ہے۔

۴؎ مَنْسَاۃٌ، میم پر زبر، نون ساکن، ہمزہ پر زبر اس کا معنی تاخیر ہے۔

۴۷۱۶/۲۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِیْمًا فَهَلْ لِّیْ مِنْ تَوْبَةٍ قَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ قَالَ لَا قَالَ وَهَلْ لَكَ مِنْ خَالَةٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبِرَّهَا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے، کیا میرے لیے توبہ ہے؟ فرمایا کیا تیری والدہ موجود ہے؟ عرض کیا نہیں، فرمایا کیا تیری خالہ ہے؟ عرض کیا ہاں! فرمایا اس کے ساتھ نیکی کرو۔ (ترمذی)

۱؎ کوئی ایسا عمل ہے جو میں کروں تاکہ رحمت الٰہی کا میں مستحق بن جاؤں اور توبہ قبول ہو جائے۔

۲؎ ماں یا نانی وغیرہ۔

۳؎ تاکہ تیرا گناہ معاف ہو جائے۔

۴؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صلہ رحمی گناہوں کا کفارہ ہے خواہ وہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہو یا ممکن ہے کہ آپ نے بذریعہ وحی یہ حکم اسی مرد کے لیے ہی فرمایا ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خالہ ماں کے حکم میں ہوتی ہے۔

۴۷۱۷/۲۶ وَعَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ السَّاعِدِیِّ قَالَ بَیْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَآءَهُ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ سَلِمَةَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ بَقِیَ مِنْ بِرِّ اَبَوَیَّ شَیْءٌ اَبَرُّهُمَا بِهٖ بَعْدَ مَوْتِهِمَا قَالَ نَعَمْ اَلصَّلٰوةُ عَلَیْهِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَاِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِهِمَا وَاِكْرَامُ صَدِیْقِهِمَا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابو اُسید ساعدی رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں تھے کہ آپ کے پاس بنی سلمہ سے ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے والدین کی بھلائیوں میں سے کوئی بھلائی باقی ہے جو میں ان کی موت کے بعد ان سے کروں؟ فرمایا ہاں ان کے لیے دعاء رحمت، ان کیلیے بخشش کی دعا۔ ان کے بعد ان کے وعدے پورے کرنا اور ان رشتوں کو جوڑنا جو انہی کی وجہ سے جوڑے جائیں اور ان کے دوستوں کا احترام کرنا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

۱؎ اُسَیْد، ہمزہ پر پیش اور سین پر زبر ہے۔

۲؎ سلمہ، لام کے نیچے زیر، قبائل انصار میں سے ایک خاندان ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ لام کے کسرہ کیساتھ

عرب میں انصار کی اس شاخ کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ اور سلمہ لام پر زبر کے ساتھ بہت زیادہ ہے۔

۳؎ ان کی زندگی میں مجھ سے جو کچھ ہو سکتا تھا کیا، کیا مرنے کے بعد بھی ان کا حق ہے؟

۴؎ موت کے بعد بھی ان کا حق باقی ہوتا ہے۔

۵؎ ان کی وصیت وغیرہ پر عمل کرنا۔

۶؎ ان کی محبت و رضا کے لیے جائے اس میں کوئی دنیاوی غرض و مقصد نہ ہو۔ یہ مقصد نہ ہو کہ منصب و مال حاصل ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالٰی کی اطاعت خالصۃً اسی کی رضا جوئی کے لیے ہی ہونی چاہیئے نہ کہ کسی دنیوی غرض کے لیے۔

۷؎ والدین کے دوستوں کے ساتھ احسان و نیکی کی جائے جیسے کہ فصل اول میں حدیث ابن عمر کے تحت گزرا ہے۔

۴۷۱۸/۲۷ وَعَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْسِمُ لَحْمًا بِالْجِعِرَّانَۃِ اِذْ اَقْبَلَتِ امْرَاَۃٌ حَتّٰی دَنَتْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَسَطَ لَھَا رِدَاءَہٗ فَجَلَسَتْ عَلَیْہِ فَقُلْتُ مَنْ ھِیَ فَقَالُوْا ھِیَ اُمُّہُ الَّتِیْ اَرْضَعَتْہُ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت ابو طفیل رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جعرانہ؎ کے مقام پر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گوشت تقسیم کرتے وقت دیکھا کہ ایک خاتون آئیں حتی کہ وہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قریب ہوئیں تو آپ نے ان کے لیے اپنی چادر بچھا دی وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ میں؎ نے پوچھا یہ خاتون کون ہے؟ تو صحابہ نے بتایا کہ یہ آپ کی وہ والدہ ہیں جنہوں نے آپ کو دودھ پلایا؎ (ابوداؤد)

۱؎ ان کا نام عامر بن واثلہ ہے، یہ سب سے آخر میں وصال فرمانے والے صحابی ہیں اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ساتھیوں میں سے تھے۔

۲؎ جعرانہ جیم اور عین کے نیچے زیر یا اور راء پر شد ہے۔ یہ مشہور مقام مکہ مکرمہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فتح حنین کے بعد سولہ دن وہاں ٹھہرے اور مال غنیمت تقسیم فرمایا۔

۳؎ جب آپ نے اس خاتون کی بہت زیادہ تعظیم فرمائی تو میں نے حاضرین مجلس سے پوچھا۔

۴؎ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حق رضاعت بھی اکرام و احترام کا موجب ہے اور سابقہ حقوق اور قدیم بزرگوں کا اکرام لازم ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۴۷۱۹/۲۸ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے

قَالَ بَيْنَمَا ثَلٰثَةُ نَفَرٍ يَتَمَاشَوْنَ اَخَذَهُمُ الْمَطَرُ
فَمَالُوْا اِلٰى غَارٍ فِي الْجَبَلِ فَانْحَطَّتْ عَلٰى فَمِ غَارِهِمْ
صَخْرَةٌ مِّنَ الْجَبَلِ فَاَطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ
لِبَعْضٍ اُنْظُرُوْا اَعْمَالًا عَمِلْتُمُوْهَا لِلّٰهِ صَالِحَةً
فَادْعُوا اللّٰهَ بِهَا لَعَلَّهٗ يُفَرِّجُهَا فَقَالَ اَحَدُهُمْ
اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ كَانَ لِيْ وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ
وَلِيْ صِبْيَةٌ صِغَارٌ كُنْتُ اَرْعٰى عَلَيْهِمْ فَاِذَا
رُحْتُ عَلَيْهِمْ فَحَلَبْتُ بَدَاْتُ بِوَالِدَيَّ
اَسْقِيْهِمَا قَبْلَ وَلَدِيْ وَاِنَّهٗ قَدْ نَاٰى بِيَ الشَّجَرُ
فَمَا اَتَيْتُ حَتّٰى اَمْسَيْتُ فَوَجَدْتُّهُمَا قَدْ
نَامَا فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ اَحْلُبُ فَجِئْتُ
بِالْحِلَابِ فَقُمْتُ عِنْدَ رُءُوْسِهِمَا اَكْرَهُ اَنْ
اُوْقِظَهُمَا وَاَكْرَهُ اَنْ اَبْدَاَ بِالصِّبْيَةِ قَبْلَهُمَا
وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ فَلَمْ يَزَلْ
ذٰلِكَ دَاْبِيْ وَدَاْبُهُمْ حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ فَاِنْ
كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ
فَافْرُجْ لَنَا فُرْجَةً نَّرٰى مِنْهَا السَّمَاءَ فَفَرَجَ
اللّٰهُ لَهُمْ حَتّٰى يَرَوْنَ السَّمَاءَ قَالَ الثَّانِيْ اَللّٰهُمَّ
اِنَّهٗ كَانَتْ لِيْ بِنْتُ عَمٍّ اُحِبُّهَا كَاَشَدِّ مَا يُحِبُّ
الرِّجَالُ النِّسَاءَ فَطَلَبْتُ اِلَيْهَا نَفْسَهَا فَاَبَتْ
حَتّٰى اٰتِيَهَا بِمِائَةِ دِيْنَارٍ فَسَعَيْتُ حَتّٰى جَمَعْتُ
مِائَةَ دِيْنَارٍ فَلَقِيْتُهَا بِهَا فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ
رِجْلَيْهَا قَالَتْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفْتَحِ
الْخَاتَمَ فَقُمْتُ عَنْهَا اَللّٰهُمَّ فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ
اَنِّيْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا
مِنْهَا فَفَرَجَ لَهُمْ فُرْجَةً وَقَالَ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ
اِنِّيْ كُنْتُ اسْتَاْجَرْتُ اَجِيْرًا بِفَرَقِ اَرُزٍّ فَلَمَّا

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ تین آدمی سفر کر رہے تھے انہیں بارش نے آ لیا تو وہ غار کی طرف چلے گئے تو ان کی غار کے منہ پر پہاڑ کی ایک چٹان آ گری جس نے اُن کا راستہ بند کر دیا۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ اپنے اپنے کسی نیک عمل کے بارے میں سوچو جو اللہ کی رضا کے لیے کیا ہو اس کے وسیلہ سے اللہ کے حضور دعا کرو تاکہ اللہ تعالےٰ اسے کھول دے۔ ان میں سے ایک نے کہا یا اللہ! میرے والدین بہت بوڑھے تھے اور میرے بچے چھوٹے تھے میں ان کے لیے جانور چراتا جب میں شام کو ان کے پاس آتا دودھ دوہتا تو اپنے بچوں سے پہلے والدین کو پلاتا۔ ایک مرتبہ میں چراگاہ میں دور چلا گیا۔ حتیٰ کہ شام کو لیٹ واپس آیا۔ اس وقت میرے والدین سو چکے تھے میں نے سابقہ طریقہ کے مطابق دودھ دوہا پھر دودھ لے کر ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا میں ان کو جگانے کی ہمت بھی نہ پا رہا تھا اور نہ ہی میں یہ پسند کرتا تھا کہ پہلے بچوں کو پلاؤں، بچے میرے قدموں کے پاس بھوک سے رو رہے تھے میری اور ان کی حالت یہی رہی۔ حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ عمل میں نے تیری رضا کے لیے کیا تھا تو تو اتنی کشادگی کر دے کہ ہم آسمان دیکھ سکیں، چنانچہ اللہ تعالےٰ نے غار کا اتنا حصہ کھول دیا کہ وہ آسمان دیکھنے لگے پھر دوسرے نے عرض کیا اے اللہ میری چچا زاد بہن تھی جس سے میں اس طرح شدید محبت کرتا تھا جیسے مرد عورتوں سے کرتے ہیں میں نے اسی سے اس کے نفس کا مطالبہ کیا۔ تو اس نے انکار کرتے ہوئے سو دینار کا مطالبہ کیا میں نے کوشش کر کے سو دینار جمع کیے اور اس کے پاس لے کر گیا جب میں اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان

قَضٰی عَمَلَہٗ قَالَ اَعْطِنِیْ حَقِّیْ فَعَرَضْتُ
عَلَیْہِ حَقَّہٗ فَتَرَکَہٗ وَرَغِبَ عَنْہُ فَلَمْ
اَزَلْ اَزْرَعُہٗ حَتّٰی جَمَعْتُ مِنْہُ بَقَرًا
وَّرَاعِیَہَا فَجَاءَنِیْ فَقَالَ اِتَّقِ اللّٰہَ وَ
لَاتَظْلِمْنِیْ وَاَعْطِنِیْ حَقِّیْ فَقُلْتُ اِذْھَبْ
اِلٰی ذٰلِکَ الْبَقَرِ وَرَاعِیْھَا فَقَالَ اِتَّقِ
اللّٰہَ وَلَا تَھْزَءْ بِیْ فَقُلْتُ اِنِّیْ لَا اَھْزَءُ
بِکَ فَخُذْ ذٰلِکَ الْبَقَرَ وَرَاعِیْھَا فَاَخَذَہٗ
فَانْطَلَقَ بِھَا فَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ
ذٰلِکَ ابْتِغَاءَ وَجْھِکَ فَافْرُجْ لَنَا مَا بَقِیَ
فَفَرَجَ اللّٰہُ عَنْھُمْ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

بیٹھا تو اس نے کہا اے اللہ کے بندے اللہ سے ڈرا مُہر کو نہ کھول تو میں اٹھ کھڑا ہوا۔ اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ یہ عمل میں نے تیری رضا کے لیے کیا تھا تو اس میں اور کشادگی فرما۔ تو اللہ نے اور کشادگی فرما دی تیسرے نے عرض کیا، اے اللہ! میں نے ایک مزدور کو چاول کے ایک دانے کے عوض رکھا تھا تو جب اس نے اپنا کام پورا کر لیا تو کہا میرا حق دے دو میں نے اس کا حق اس پر پیش کیا تو وہ اسے چھوڑ گیا اور اس سے بے رغبتی کی میں اس چاول کو بوتا رہا حتیٰ کہ میں نے اس سے بیل اور چرواہے جمع کر لیے پھر وہ میرے پاس آیا اور کہا کہ اللہ سے ڈرا اور مجھ پر ظلم نہ کر اب مجھے میرا حق دے میں نے کہا وہ بیل اور چرواہے لے جا اس نے کہا اللہ سے ڈر! مجھ سے مذاق نہ کر میں نے کہا کہ میں مذاق نہیں کر رہا تو وہ تمام لے لے اس نے ان کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور چلا گیا اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے وہ عمل تیری رضا کے حصول کے لیے کیا تھا تو باقی ماندہ راستہ بھی کھول دے۔ اللہ تعالےٰ نے غار کا تمام راستہ ان پر کھول دیا۔

(بخاری و مسلم)

۱ اس غار میں پناہ حاصل کی۔
۲ اب کیا کیا جائے۔
۳ ایسا عمل جو خالصتہً رضائے الٰہی کے لیے ہو اس میں ریا یا کوئی غرض نہ ہو۔
۴ ان اعمال کو اللہ کی بارگاہ میں بطور وسیلہ پیش کرو۔
۵ صِبْیَۃ صاد کے نیچے زیر، با ساکن، یا پیش اور یا مفتوح کا جمع ہے، صغار صغیر کی جمع ہے۔
۶ اور ان کا دودھ اپنے بچوں کو پلاتا تھا۔
۷ یعنی میں چراگاہ میں دور چلا گیا کیونکہ وہ درخت جن سے بکریوں کے لیے پتے کھلاتے تھے وہ دور تھے۔ بعض روایات میں نآء الف سے ہمزہ مؤخر ہے یہ لفظ دونوں طرح نائ و ناء مشہور ہے۔
۸ اَطْلُبُ لام پر پیش ہے از باب نصر ینصر

۹ے حِلاب، حا کے نیچے زیر۔ دودھ یا دودھ کا برتن مراد ہے۔

۱۰ے یتضاغون۔ ضاد اور غین ہے۔

۱۱ے گویا ان کی شریعت میں ماں باپ کا نفقہ اولاد سے مقدم تھا یا دونوں کا برابر تھا اور اس آدمی نے ماں باپ کو ترجیح دے رکھی تھی، بعض شارحین نے کہا ہے کہ اس نے بچوں کو اتنا دیا تھا جس سے ان کی زندگی بچ جائے لیکن وہ بچے اس سے زائد کا مطالبہ کرتے رہے۔

۱۲ے یعنی میرے والدین سوتے رہے، بچے فریاد کرتے رہے اور میں کھڑا رہا۔

۱۳ے فافرج، باب نَصَرَ یَنصُرُ سے ہے یا باب افعال ہے، فُرجۃ فا پر پیش یا زبر ہے۔

۱۴ے فرّج، را پر شد ہے اسے مخفف بھی پڑھا گیا ہے۔

۱۵ے یرون۔ بعض روایات میں نون کے بغیر بھی ہے۔ جب پہلے مرد نے اپنا واقعہ بیان کیا تو تنگی دور ہوئی۔

۱۶ے میں نے اس کی طرف کسی آدمی کو بھیجا۔

۱۷ے صراح میں ہے کہ سعی کا معنی دوڑ دھوپ کرنا، کاروبار کرنا۔

۱۸ے برائے ہمبستری

۱۹ے امانت کو نہ کھول اس سے مراد ازالہ بکارت ہے۔

۲۰ے فرَق، فا پر زیر، را ساکن یا زبر۔ تیرہ (۱۳) رطل کے پیمانے کا نام ہے۔ بعض کے نزدیک اس میں پندرہ رطل آجاتے ہیں۔ اہل لغت کے ہاں زبر زیادہ بہتر ہے اور محدثین کے ہاں اس پر سکون ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ہمارے اساتذہ اسے سکون اور زبر دونوں کے ساتھ پڑھتے تھے اور زبر اکثر ہے۔ صراح میں ہے فرق، سکون اور حرکت دونوں طرح ہے اہل مدینہ کے ایک پیمانے کا نام ہے اور وہ سولہ رطل کا ہے۔

۲۱ے اُرُز، ہمزہ پر زبر، را پر پیش، زا مشدد یا مخفف، یا دونوں پر پیش ہے اور مشدد یا مخفف ہیں یا پہلے پر پیش اور دوسرے پر سکون، رُز ہمزہ کے بغیر یا زا کی جگہ نون انز بھی آیا ہے اس کا معنی صراح میں دانہ مشہور کے ہیں۔

۲۲ے اس روایت میں باعتبار اکثر، گائے اور چرواہے کا ذکر ہے ورنہ دوسری روایت میں ہے کہ اس سے بہت زیادہ اونٹ، گائے، بکریاں اور غلام حاصل ہوئے۔

۲۳ے باقی ماندہ چٹان کو بھی دور کر دے۔

۲۴ے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مصیبت و پریشانی کے وقت اعمال صالحہ کا وسیلہ بارگاہ خداوندی میں پیش کرنا مستحب ہے۔ اور اللہ تعالےٰ اسے قبولیت عطا فرماتا ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان کے اس عمل کو بطور مدح ذکر فرمایا ہے، اگر یہ عمل مستحب نہ بھی ہو تو جواز اس کا یقینی ہے، یہاں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ یہ معاملہ ظاہر شریعت اور اس بات پر ایمان کا تقاضا کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہر عمل پر اجر کا وعدہ فرمایا ہے، اسی کے پیش نظر انہوں نے اپنے عمل پر اجر کا سوال کیا لیکن جو شخص بحر حقیقت میں مستغرق ہے، اور اللہ تعالےٰ کی قدرت، اس کے فعل

اور اسکی توفیق کے عموم اور شمول کا مشاہدہ کرتا ہے وہ اپنے وجود اور اپنے عمل کے دیکھنے سے فانی ہے، اسے اپنی ذات کی طرف فعل کے منسوب کرنے اور اس کی جزا کے مستحق ہونے کی مجال کہاں ہو سکتی ہے؟ وہ سب کچھ اللہ تعالٰی کی طرف سے جانتا ہے اور اپنے آپ کو درمیان میں نہیں دیکھتا، عمل اس کی توفیق سے ہے اور جزا اس کے فضل و کرم سے ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ والدین پر خرچ کرنا، ان کو بقیہ اہل و اولاد پر ترجیح دینا، ان کو تکلیف و شفقت اور ان کی خدمت کے لیے ہمیشہ کمر بستہ رہنا چاہیے۔ یہ بھی واضح ہوا کہ حالت نیند سے کسی کو جگانا ناپسند ہے خصوصًا وہ اشخاص جو محل ادب و تعظیم ہوں البتہ نماز اور دیگر فرائض کی ادائیگی کے لیے بیدار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ نیند کی لذت کھانے سے بہتر ہے۔ یہ بھی واضح ہوا کہ عفت و پارسائی اور نفس کو محرمات سے ایسے مواقع پر روکنا نہایت ہی فضیلت ہے جبکہ انسان اس حرام پر قادر ہو اور رکاوٹ کوئی نہ ہو، خواہش نفس بھی ہو خصوصًا شہوت فرج کی حالت میں کیونکہ یہ عقل پر دشوار مرحلہ ہوتا ہے۔ اور یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کہ اجازت کے بغیر خرچ کرنا جائز ہے بشرطیکہ بعد میں اجازت لی جائے۔ چنانچہ احناف کا قول ہے کہ فضولی کا تصرف جائز مگر موقوف ہوتا ہے۔ مالک کی اجازت پر جب وہ اجازت دے دے تو وہ نافذ ہو جاتا ہے۔ اس حدیث نے اس پر آگاہ کر دیا کہ دعا، پریشانی، مصیبت اور تنگی کے ازالے کا نہایت اعلٰی ذریعہ ہے۔ یہ بھی آشکار ہو گیا کہ اولیاء کی کرامت حق ہیں جیسا کہ اہل سنت و جماعت رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا موقف ہے۔

۴۷۲۰ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ جَاهِمَةَ اَنَّ جَاهِمَةَ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَدْتُّ اَنْ اَغْزُوَ وَقَدْ جِئْتُ اَسْتَشِيْرُكَ فَقَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَالْزَمْهَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت معاویہ بن جاہمہ سے روایت ہے کہ حضرت جاہمہ[1] رضی اللہ تعالٰی عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! میں جہاد میں شریک ہونا چاہتا ہوں آپ کی خدمت میں مشورہ کے لیے حاضر ہوا ہوں آپ نے فرمایا، کیا تمہاری والدہ ہے؟ عرض کیا ہاں! فرمایا اس کے پاس رہو کیونکہ جنت اس کے[2] پاؤں کے پاس ہے۔ (احمد، نسائی، بیہقی، شعب الایمان)

[1] جاہمہ بن عباس بن مرداس سلمی صحابی ہیں ان کے بیٹے معاویہ بھی صحابی ہیں۔

[2] یعنی اپنی والدہ کی خدمت میں رہو کیونکہ یہ عمل جنت کا سبب ہے اس سے مراد اولاد کا والدین کے ساتھ تواضع و انکساری سے پیش آنا ہے۔ پاؤں میں ہونا اولاد کی صفت ہے نہ کہ جنت کی۔

۴۷۲۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ تَحْتِىْ امْرَاَةٌ اُحِبُّهَا وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا فَقَالَ لِىْ طَلِّقْهَا فَاَبَيْتُ فَاَتٰى عُمَرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلِّقْهَا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں۔ میری ایک بیوی تھی جس سے مجھے محبت تھی حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ اسے ناپسند کرتے تھے، اس لیے مجھے فرمایا: اسے طلاق دے دے میں نے طلاق دینے سے انکار کیا حضرت عمر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ)

حاضر ہوئے اور اس بارے میں عرض کیا آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: اسے طلاق دے دو۔

(ترمذی، ابوداؤد)

۴۷۲۲/۳۱ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّ الْوَالِدَیْنِ عَلٰی وَلَدِهِمَا قَالَ هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوامامہ[1] رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! والدین کا اولاد پر کیا حق ہے؟ فرمایا: وہ دونوں تیری[2] جنت و دوزخ ہیں۔

(ابن ماجہ)

[1] ابوامامہ باہلی صحابی ہیں۔

[2] ان کے ساتھ حسن سلوک و نیکی تجھے جنت میں اور ان کو ناراض و پریشان کرنا تجھے دوزخ میں لے جائے گا۔

۴۷۲۳/۳۲ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَیَمُوْتُ وَالِدَاهُ اَوْ اَحَدُهُمَا وَاِنَّهٗ لَهُمَا لَعَاقٌّ فَلَا یَزَالُ یَدْعُوْ لَهُمَا وَیَسْتَغْفِرُ لَهُمَا حَتّٰی یَكْتُبَهُ اللّٰهُ بَارًّا۔

(رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی آدمی کے والدین فوت[1] ہو جائیں یا ان میں سے ایک اور وہ ان کا نافرمان ہے تو وہ ان کے لیے ہمیشہ دعا و استغفار کرتا ہے تو آخر کار اللہ تعالٰی اسے نیکوں میں لکھ دیتا ہے۔[2]

(بیہقی)

[1] والدین اس سے ناراض فوت ہوئے۔

[2] دعا و استغفار کرنے والی اولاد پر اللہ تعالٰی ان کے والدین کو راضی کر دیتا ہے اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والوں میں ان کا نام شامل فرما دیتا ہے۔

۴۷۲۴/۳۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصْبَحَ مُطِیْعًا لِلّٰهِ فِیْ وَالِدَیْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا وَمَنْ اَصْبَحَ عَاصِیًا لِلّٰهِ فِیْ وَالِدَیْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ النَّارِ وَاِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا قَالَ رَجُلٌ وَاِنْ ظَلَمَاهُ قَالَ وَاِنْ ظَلَمَاهُ وَاِنْ ظَلَمَاهُ وَاِنْ ظَلَمَاهُ۔

(رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ رحمت دو جہاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالٰی کی رضا کی خاطر والدین کی اطاعت کرے اللہ تعالٰی اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھول دیتا ہے۔ اگر ایک ہو تو ایک دروازہ اور جو والدین کے بارے میں اللہ تعالٰی کا عاصی و نافرمان ہو اس کے لیے دوزخ کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر ایک ہو تو ایک دروازہ۔[1] اس شخص نے عرض کیا اگرچہ وہ اس پر ظلم کریں فرمایا: اگرچہ وہ اس پر ظلم کریں وہ اس پر ظلم کریں

وہ اس پر ظلم کریں ۔

(بیہقی)

لے اس سے واضح ہو رہا ہے کہ والدین کی فرمانبرداری و نافرمانی در حقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت و نافرمانی ہے۔

ٹہ یہ تاکید و مبالغہ ہے ۔ باقی اس سے مراد دنیوی امور ہیں ۔ دینی امور میں اگر والدین شریعت[1] کی خلاف ورزی کریں تو اطاعت لازم نہیں ۔

۴۷۲۵ ۳۴ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ اِلٰى وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَبْرُوْرَةً قَالُوْا وَاِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ قَالَ نَعَمْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَطْيَبُ ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بھلائی کرنے والا بیٹا جب اپنے والدین کے چہرے کو نظر محبت سے دیکھے تو اللہ تعالیٰ اس نظر کے عوض مقبول[1] حج لکھتا ہے ۔ صحابہ نے عرض کیا[2] اگرچہ وہ دن میں سو دفعہ دیکھے؟ فرمایا: ہاں![3] اللہ تعالیٰ بہت بڑا اور پاک ہے ۔

(بیہقی)

لہ پیچھے کتاب الحج میں گزرا کہ حج مبرور کی جزا جنت ہے اور حج مبرور کا معنی بھی وہاں بیان ہوا تھا جس کا مال مقبول ہے ۔

ٹہ بطور تعجب اور اسے عظیم تصور کرتے ہوئے ۔

ٹہ اللہ تعالیٰ اس گمان سے پاک ہے جو تم نے کہا کہ ہر نظر کے عوض جنت نہیں لکھے گا ۔

۴۷۲۶ ۳۵ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ الذُّنُوْبِ يَغْفِرُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْهَا مَا شَاءَ اِلَّا عُقُوْقَ الْوَالِدَيْنِ فَاِنَّهٗ يُعَجَّلُ لِصَاحِبِهٖ فِي الْحَيٰوةِ قَبْلَ الْمَمَاتِ ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں میں جس کو چاہے معاف فرما دے[1] ما سوائے والدین کی نافرمانی کے کیونکہ ایسے شخص کو موت[1] سے پہلے زندگی میں سزا[2] دی جاتی ہے ۔

(بیہقی)

لہ یا آخرت میں عقوبت و عذاب سے پہلے ۔

ٹہ یہ نافرمانی پر تشدید و مبالغہ ہے

۴۷۲۷ ۳۶ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت سعید بن عاص[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

لہ یعنی خلاف شرع کوئی حکم دیں تو اس پر عمل نہیں کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معصیت میں مخلوق کی طاعت جائز نہیں۔

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَقُّ کَبِیْرِ الْاِخْوَۃِ عَلٰی صَغِیْرِھِمْ حَقُّ الْوَالِدِ عَلٰی وَلَدِہٖ۔ (رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ اَلْاَحَادِیْثَ الْخَمْسَۃَ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا بڑے بھائی کا حق چھوٹے پر ایسے ہی ہے جیسے والد کا حق اولاد پر ہوتا ہے۔

(ان پانچوں احادیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا)

لہ سعید بن عاص، یہ دو اشخاص کا نام ہے، واضح رہے کہ ان کو سعید بن العاص جد کی نسبت سے کہتے ہیں۔ ایک بڑے ہیں اور وہ سعید بن العاص بن امیہ بن عبدشمس بن عبد مناف قدیم الاسلام ہیں۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بعد اسلام لائے۔ دوسرے چھوٹے ہیں۔ ان کا نام سعید بن ابی اُحیحہ (ہمزہ پر پیش، یا ساکن) بن سعید بن العاص بن امیہ، یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے وقت آٹھ سال کے تھے۔ انہوں نے آپ کی زیارت کا شرف پایا اور آپ سے حدیث روایت کی، یہ حدیث انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے۔

بَابُ الشَّفَقَةِ وَالرَّحْمَةِ عَلَى الْخَلْقِ

۲۲۱۔ مخلوق پر رحمت وشفقت کا بیان

صراح میں ہے شفقت، مہربانی، شفق، اشفاق۔ اس کا معنی ہے کسی چیز پر مہربانی کرنا۔ اگر اس کا صلہ علیٰ آئے جیسے مثلاً شفق علیہ و شفیق علیہ تو اس کا معنی ڈرنا ہوتا ہے جب اس کا صلہ مِنْ آئے مثلاً اشفق منہ یعنی وہ اس سے ڈر گیا، علامہ طیبی کہتے ہیں کہ اشفاق کا معنی خوف ہے اور اس سے اسم مصدر شفقت ہے اور یہ عنایات کے معنی میں بھی آتا ہے جس میں خوف ہو کیونکہ مہربانی کرنے والا اس بات سے ڈرتا ہے مشفق علیہ کو وہ تکلیف لاحق نہ ہو، رحمت بخشش اور مہربانی کے معنی میں ہے مرحمت اسی طرح رُحم را پر پیش حا ساکن یا اس پر پیش بھی رحمت کے معنی میں آتا ہے اور ترحم کا بھی یہی معنی ہے۔ کہا جاتا ہے رحمتہ و ترحمت علیہ، رحموت بھی بطور مبالغہ رحمت سے بنا ہے جیسے رہب سے رہبوت، جبر سے جبروت، رحمان ہے رحیم اللہ تعالٰی کے اسماء میں سے ہیں۔ دونوں رحمت سے مشتق ہیں اور مبالغہ کے لیے آتے ہیں ان دونوں کا تکرار بھی مبالغہ کے لیے ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے جاد مجداور رحمٰن میں رحمت کا مبالغہ اتنا قوی ہے کہ اس سے بڑھ کر رحمت کا تصور نہیں

لہ اس جگہ وہم ہے، درست یہ ہے کہ سعید بن العاص بن امیہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے وقت آٹھ یا نو سال کے تھے ان کے والد غزوۂ بدر میں قتل ہوئے۔ اور سعید بن ابی اُحیحہ یہ سعید بن سعید اموی تابعین کے تیسرے طبقہ سے ہیں۔

ہوسکتا لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ اس کا اطلاق غیر اللہ پر نہیں کیا جاسکتا لیکن رحیم کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے علاوہ پر بھی جائز ہے۔ یہ ارشاد گرامی قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ۔ (اسے اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر) تحسین کی دلیل ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۴۷۲۸/۱ عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَرْحَمُ اللّٰہُ مَنْ لَا یَرْحَمُ النَّاسَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس پر (خاص اور کامل) رحمت نہیں فرماتا[۱] جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔

(بخاری ومسلم)

[۱] رحمت خاص کامل۔

۴۷۲۹/۲ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ جَآءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتُقَبِّلُوْنَ الصِّبْیَانَ فَمَا نُقَبِّلُھُمْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَ اَمْلِکُ لَکَ اَنْ نَّزَعَ اللّٰہُ مِنْ قَلْبِکَ الرَّحْمَۃَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک اعرابی[۱] آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض[۲] کیا کہ لوگ بچوں کو چومتے ہیں لیکن ہم نہیں چومتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں اس کا مالک[۳] ہوں کہ میں تیرے دل میں رحم رکھ دوں جبکہ اللہ نے تیرے دل سے رحمت چھین لی ہے۔

(بخاری ومسلم)

[۱] دیہاتی جو اکثر طور پر سخت اور جفاکار ہوتے ہیں۔

[۲] حاضرین کو اس نے دیکھا کہ وہ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں۔

[۳] جب اللہ تعالیٰ نے تیرے دل میں رحمت وشفقت نہیں رکھی میں اسے کیسے پیدا کرسکتا ہوں۔ مقصد بے دلی پر اظہار ہے اور اس طرف اشارہ ہے کہ جس دل میں اللہ تعالیٰ رحم پیدا نہ فرمائے تو کوئی دوسرا یہ چیز وہاں پیدا نہیں کرسکتا۔ یہ معنی اس صورت میں ہے جب لفظ "اِنْ" کی ہمزہ پر کسرہ پڑھا جائے لیکن اکثر روایات میں زبر ہے اب معنی یہ ہوگا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے رحمت چھین لی ہے تو میں اس کا ازالہ کیسے کرسکتا ہوں؟ دو معانی کا مآل ایک ہی ہے صرف اعراب کی توجیہ میں اختلاف ہے

۴۷۳۰/۳ وَعَنْھَا قَالَتْ جَآءَتْنِیْ اِمْرَاَۃٌ وَّمَعَھَا اِبْنَتَانِ لَّھَا تَسْاَلُنِیْ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِیْ غَیْرَ

اور انہی سے روایت ہے کہ ایک خاتون میرے پاس آئی اور اس کے ساتھ دو بیٹیاں تھیں اس نے مجھ سے

تَمْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاَعْطَيْتُهَا اِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهٗ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

سوال کیا اس وقت میرے پاس سوائے ایک کھجور کے کچھ نہ تھا میں نے وہ کھجور اسے دے دی اس خاتون نے وہ کھجور ان دونوں کے درمیان تقسیم کر دی اور خود نہ کھائی، پھر اٹھ کر چلی گئی اتنے میں نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے میں نے آپ سے وہ واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا جو کوئی بیٹیوں میں مبتلا کر دیا جائے اور وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے تو وہ اس کے لیے آگ سے آڑ بن جائیں گی۔

(بخاری و مسلم)

سلہ خواہ ایک یا دو یا اس سے زیادہ۔ ابتلاء عرف و عادت کی بنا پر کہا۔

سلہ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ابتلاء سے مراد صرف بچیوں کا وجود ہی ہے یا ان سے صادر ہونے والی ایذاء و محنت، ظاہر اول ہی ہے۔ اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ احسان سے مراد نفقہ واجبی ہے یا اس سے زائد ظاہر دوسرا ہے۔ شرط احسان یہ ہے کہ وہ شریعت کے مطابق ہو اور اس وقت تک ہو کہ یا تو ان کی شادی ہو جائے یا انہیں موت آجائے۔

۴۷۳۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنَا وَهُوَ هٰكَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَهٗ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نے دو بیٹیوں کا تربیت کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئیں وہ قیامت کو میرے ساتھ اس طرح ہوگا اور اپنی انگلیاں ملا کر بتائیں۔

(مسلم)

سلہ ان کا نفقہ، روزی اور کپڑے وغیرہ دیے۔

سلہ حضور علیہ السلام نے اپنی دونوں انگلیاں سبابہ اور وسطی کو ملایا یا اشارہ کر کے بتلایا کہ اس طرح وہ شخص میرے ساتھ ہوگا جس نے دو بچیوں کی خدمت کی، یہ اتصال اور مصاحبت جنت میں مراد ہے یا میدان حشر میں یا دیگر مقامات پر واللہ اعلم۔ واضح رہے کہ دوسری حدیث میں ہے کہ وہ شخص روز قیامت میرے ساتھ اٹھایا جائے گا اس میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اتصال و مقارنت مراد ہو۔ دوسرا یہ ہے کہ اس سے تقارب و تعاقب دخول جنت میں مراد ہو تب بھی خدمت، ہے ہر صورت میں عیال پر خرچ کرنے کی فضیلت کا ذکر ہے۔

۴۷۳۲ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ السَّاعِیْ عَلَی الْاَرْمَلَۃِ وَالْمِسْکِیْنِ کَالسَّاعِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَحْسِبُہٗ قَالَ کَالْقَائِمِ لَا یَفْتُرُ وَ کَالصَّائِمِ لَا یُفْطِرُ ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیوگان[1] اور مساکین پر خرچ کرنے والا ایسا ہے جو اللہ کی راہ میں کوشش[2] کرنے والا ہے میرے خیال میں ہے کہ آپ نے فرمایا وہ اس کی طرح ہے جو نہ تھکے[3] اور وہ اس روزے دار کی طرح ہے جو افطار نہ کرے[4]۔
(بخاری و مسلم)

[1] اَرْمَلہ۔ ہمزہ اور میم پر زبر ہے بے شوہر خاتون خواہ اس نے پہلے کسی شوہر سے شادی کی تھی یا نہ کی تھی۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ وہ خاتون مراد ہے جس سے شوہر کی مفارقت ہو جائے خواہ بذریعہ طلاق یا موت کی وجہ سے (کذا قال الطیبی) قاموس میں ہے کہ مرد اَرْمَلُ اور زن اَرْمَلہ محتاج اور مسکین ہے یہ اس کی جمع ارامل اور ارامِلہ ہے۔ صراح میں ہے اَرْمَلُ وہ مرد جس کی بیوی نہ ہو اور ارملہ وہ عورت جس کا شوہر نہ ہو۔ ارامل کا لفظ محتاجوں اور درویشوں کے لیے استعمال ہوتا ہے اس کا اشتقاق رمل سے ہے جس کا معنی فقر، ہاتھ سے توشہ کا چلا جانا، سال کا بے بارش ہونا۔ اس حدیث میں بے شوہر خاتون مراد ہے نہ کہ مسکین کیونکہ مسکین کا الگ ذکر ہے۔

[2] جیسے جہاد و حج کرنے والا ہے۔

[3] مصابیح اور مشکوٰۃ کے الفاظ سے ظاہر ہی ہے کہ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ ہیں۔

[4] جو تمام رات بیدار رہ کر عبادت کرنے والا ہو اور اس میں کوئی کوتاہی و سستی نہ کرے۔

[5] بعض حواشی میں ہے کہ اَحْسِبُہٗ کے الفاظ بخاری و مسلم کے استاد عبداللہ بن مسلمہ قعنبی کے ہیں اور وہی امام مالک سے اس حدیث کو روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ امام مالک نے یہ کلمات کہے ہیں۔

۴۷۳۲ وَعَنْ سَہْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا وَکَافِلُ الْیَتِیْمِ لَہٗ وَلِغَیْرِہٖ فِی الْجَنَّۃِ ھٰکَذَا وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَۃِ وَالْوُسْطٰی وَفَرَّجَ بَیْنَہُمَا شَیْئًا ۔
(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت سہل بن سعد[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور جو یتیم کو پالنے والا ہو خواہ اپنا ہو[2] یا غیر کا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے سبابہ اور وسطیٰ سے اشارہ فرمایا اور ان کے درمیان تھوڑی کشادگی فرمائی۔
(بخاری)[3]

[1] سہل بن سعد مشہور صحابی ہیں اور مدینہ طیبہ میں وصال فرمانے والے آخری صحابی ہیں۔

[2] اگر اپنے اقرباء میں سے ہے تو بطور صلہ رحمی اس کی غم خواری واجب ہے جیسے یتیم پوتا، بھائی کا بیٹا یا اس کے علاوہ کسی غیر کا یتیم بیٹا ہو۔ ہر صورت میں اس کا ثواب یہ ہوگا۔

[3] اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ اس سے جنت میں قربت مراد ہے۔ انگلیوں کا متصل کرنا جو حدیث انس میں

آیا ہے اس میں انگلیوں کے درمیان فاصلہ نہیں ہے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ لڑکیوں کی دیکھ بھال کرنے کا ثواب یتیم کی کفالت سے زیادہ ہے۔ پہلی صورت میں دوسری صورت کی نسبت قرب زیادہ ہے، نیز پہلی صورت میں قرب ہر جگہ کے اعتبار سے ہے اور دوسری صورت میں قرب جنت کے ساتھ مخصوص ہے جو آخری مقام ہے اور اسی کی طرف رجوع ہوگا۔ ہاں بچیوں کی سرپرستی کفالت یتیم سے افضل ہے۔ پہلے میں اتصال دوسرے سے قوی ہے، پہلے میں قربت تمام مواقع میں اور دوسرے میں جنت میں جو کہ آخری مقام اور لوٹنے کی جگہ ہے۔

۴۷۳۴ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى عُضْوًا تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت نعمان[1] بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تم مسلمانوں کو آپس میں رحمت[2] و محبت[3] میں ایک جسم کی طرح دیکھو گے جب ایک عضو[4] بیمار ہو جائے تو باقی جسم کے تمام اعضا بے خوابی اور بخار کی طرف ایک دوسرے[5] کو بلاتے ہیں[6] (بخاری و مسلم)

[1] نعمان بن بشیر وہ انصاری صحابی ہیں جن کی ولادت ہجرت کے بعد انصار کے ہاں سب سے پہلے ہوئی۔

[2] ایک دوسرے سے صرف رشتہ ایمانی کی وجہ سے مہربانی کریں گے۔

[3] مثلاً آپس میں ملاقات، ہدیہ وغیرہ کا دینا۔

[4] ایک دوسرے کے ساتھ مجبوری و پریشانی کے موقعہ پر تعاون کرنا۔

[5] شکوی بمعنی گلہ کرنا ہے اس کا معنی بیماری بھی ہے اکثر روایات میں لفظ عضو منصوب ہے۔ بعض میں مرفوع بھی پڑھا گیا ہے۔ عضو پر پیش یا زبر ہے، جسم کے جوڑ، جماعت کے ممبران کے تحت آتا ہے (کذا فی الصراح)

[6] باقی اعضاء تکلیف و مشقت میں اس بات پر متفق ہوتے ہیں۔

بنی آدم اعضائے یکدیگر اند — کہ در آفرینش زیک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار — دگر عضوہا را نماند قرار

اولاد آدم ایک دوسرے کے اعضاء ہیں کیونکہ ان کی پیدائش ایک جوہر سے ہوئی جب ایک عضو درد محسوس کرے تو دوسرے اعضاء کو سکون نہیں رہتا۔

۴۷۳۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُوْنَ كَرَجُلٍ وَّاحِدٍ اِنِ اشْتَكٰى عَيْنُهٗ اِشْتَكٰى كُلُّهٗ وَاِنِ اشْتَكٰى رَأْسُهٗ اشْتَكٰى كُلُّهٗ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تمام مومن ایک شخص کی طرح ہیں اگر اس کی آنکھ دکھے تو سارا جسم بیمار ہو جاتا ہے اگر اس کا سر درد محسوس کرے تو سارا جسم درد محسوس کرتا ہے۔ (مسلم)

۱ لفظ تَغِیْبُهُ، راسے اور کلہ پر زبر اور پیش دونوں آسکتے ہیں۔

۴۷۳۶ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّكَ بَیْنَ اَصَابِعِهٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا مومن دوسرے کے لیے[۱] دیوار کی طرح ہے کہ بعض حصہ دوسرے بعض[۲] سے مضبوط ہوتا ہے پھر آپ نے اپنی مبارک انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈالا[۳]۔ (بخاری و مسلم)

۱ تمام مسلمان حکم دیوار میں ہے۔

۲ مسلمان بھی ایک دوسرے سے تقویت و مضبوطی پاتے ہیں۔

۳ تعاون و مدد میں مسلمان کا ایک دوسرے سے اس طرح کا تعلق ہے، باقی یہ مدد و تعاون حرام اور مکروہ اور ہر اس معاملہ میں نہیں ہوگا جو موجب گناہ ہو۔

۴۷۳۷ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ کَانَ اِذَا اَتَاهُ السَّائِلُ اَوْصَاحِبُ الْحَاجَةِ قَالَ اِشْفَعُوْا فَلْتُؤْجَرُوْا وَیَقْضِیَ اللّٰهُ عَلٰی لِسَانِ رَسُوْلِهٖ مَاشَآءَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

اور انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی سائل یا صاحب حاجت آتا تو آپ فرماتے اسے صحابہ سفارش کرو ثواب پاؤ گے اور اللہ تعالےٰ اپنے رسول کی زبان[۱] پر جو چاہے فیصلہ فرمادے۔ (بخاری و مسلم)

۱ فَلْتُؤْجَرُوْا مجہول ہے لام کے نیچے زیر یا سکون ہے۔

۲ تمہیں سفارش کا ثواب ملے گا خواہ وہ قبول ہو یا نہ ہو کیونکہ یہ معاملہ حکم و تقدیر الٰہی سے متعلق ہے۔ اور یہ سمجھ کر جلدی شفاعت قبول نہیں کی گئی اسے ترک نہ کرو تاکہ ثواب ضائع نہ ہو، معاضع رہنا چاہیے کہ حدود میں اس وقت سفارش کرنا جائز نہیں جب معاملہ عدالت میں ہو، ہاں اس سے پہلے جائز ہے اور تعزیر کی صورت میں مطلقاً سفارش جائز ہے لیکن یہ تمام اس وقت ہے جب وہ شخص جس کی سفارش کی جارہی ہے مخلوق خدا کو تنگ کرنے والا اور تکلیف دینے والا نہ ہو۔

۴۷۳۸ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْصُرُهٗ مَظْلُوْمًا فَکَیْفَ اَنْصُرُهٗ ظَالِمًا قَالَ تَمْنَعُهٗ مِنَ الظُّلْمِ فَذٰلِكَ نَصْرُكَ اِیَّاهُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ، اس کی حالت مظلومیت میں مدد کروں گا مگر اس کے ظلم پر کیسی مدد[۱] کروں؟ فرمایا اسے ظلم سے روک دے اس کے لیے تیری یہی مدد[۲] ہے۔ (بخاری و مسلم)

لے مظلوم کی مدد کرنا تو سمجھ میں آتا ہے مگر ظالم کی مدد سمجھ میں نہیں آ رہی۔
۲ے یعنی یہ اس کی مدد شیطان و نفس کے خلاف ہو گی۔

۴۷۳۹/۱۲ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کا مسلمان بھائی ہے[1] وہ اس پر ظلم نہ کرے[2] نہ اسے رسوا کرے[3] اور جو اپنے بھائی کی حاجت میں رہے[4] گا اللہ تعالٰے اس کی حاجت میں رہے گا اور جس نے کسی مسلمان سے[5] تکلیف کو دور کیا اللہ تعالٰے قیامت کے روز اس کی تکالیف دور فرمائے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی[6] کی اللہ تعالٰے روز قیامت اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (بخاری و مسلم)

لے دین کے لحاظ سے کہ شریعت ماں اور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام والد ہیں۔
۲ے اسے دوسرے مسلمان پر ظلم نہیں کرنا چاہیے، ظلم، شی کو اپنی جگہ کے علاوہ دوسری جگہ میں رکھنے کو کہا جاتا ہے۔ یہ صغیرہ گناہ بلکہ ہر اس مباح کو شامل ہے جس پر عمل عرفاً لائق و مناسب نہ ہو۔ (کذا قالوا)
۳ے لا یسلمہ، یا پر پیش، سین ساکن، اسے ہلاکت کی جگہ یا دشمن کے ہاتھ میں نہیں رہنے دے گا بلکہ اس کی ہر حال میں مدد کرے گا۔
۴ے جو اپنے بھائی کی ضرورت و حاجت کو پورا کرنے کے لیے کوشش کرے گا۔
۵ے کربۃ، صراح میں ہے کُربت، کاف پر پیش، را ساکن ہے کَرب کاف پر زبر اس غم کو کہتے ہیں جس سے سانس گھٹنے لگے۔
۶ے جو دوسرے مسلمان کے عیوب اور گناہوں پر پردہ ڈالے گا اللہ تعالٰے قیامت کو اس پر یوں پردہ ڈالے گا کہ اہل محشر سے اس کے عیوب مخفی رہیں گے اس کا محاسبہ نہیں ہو گا اور اس کے عیوب کا ذکر بھی لوگوں سے پوشیدہ رکھا جائیگا واضح رہے کہ یہ پردہ پوشی اس وقت مستحسن و مندوب ہے جب وہ مسلمان اہل حیا اور اہل شرافت میں سے ہو اور اس کا عیب بھی مخفی ہو اور اگر وہ ایسا شخص ہے جس نے پردہ حیا کو اٹھا کر پھینک دیا اور علانیہ معاشرے کو فساد و پریشانی میں مبتلا کر رہا ہے تو اس کا انکار اور روکنا لازم ہے بلکہ اسے روکنے کے لیے اور اسے کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے حکام وقت کو اطلاع دینا ضروری ہے تاکہ اس کے شر سے لوگ محفوظ ہوں۔ باقی محدثین جو راویوں پر طعن و جرح کرتے ہیں، عدالت گواہوں کے بارے میں اور ظالم حاکموں کے ظلم کا بیان دین کی حفاظت اور لوگوں کے حقوق کی پاسداری کے لیے ہے یہ لازم و واجب ہے۔ یہ ستر پھاڑنے اور کشف عیوب کے تحت نہیں آتا۔

۴۲۳۰ / ۱۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یَخْذُلُہٗ وَلَا یَحْقِرُہٗ اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا وَیُشِیْرُ اِلٰی صَدْرِہٖ ثَلٰثَ مِرَارٍ بِحَسْبِ امْرِیٍٔ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ یَّحْقِرَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُہٗ وَمَالُہٗ وَعِرْضُہٗ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو ذلیل ہونے دے[1] نہ اس کو حقیر سمجھے[2] تقوٰی یہاں[3] ہے اور یہ اپنے سینہ اقدس کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے تین بار فرمایا انسان کے لیے یہ شر[4] کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر جانے مسلمان کی مسلمان پر ہر چیز حرام ہے اس کا خون، مال اور اس کی آبرو۔[5] (مسلم)

[1] خذلان۔ ترک مدد لایخذلہ یا پر زبر ذال پر پیش اس کا معنی وہی ہے جو لا یُسلمہ کا تھا۔

[2] مسلمان کو حقیر نہ جانے خواہ وہ فقیر ہو، کمزور وناتواں ہو، مسکین ونامراد، خراب وخستہ حالت والا شخص ہو، کیا علم کہ اللہ کے ہاں اس کا انجام اور مقام کیا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والے سبھی صاحب عزت ہیں وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ اور عزت اللہ، اس کے رسول اور تمام اہل ایمان کے لیے ہے لیکن منافق اس بات کا علم نہیں رکھتے، ہر حال میں عزت ایمانی قائم رہتی ہے اور اس بات پر لاج رکھنی چاہیے کہ وہ اللہ کے ماننے والا ہے خصوصاً جب اس نے اپنے آپ کو نور علم وعبادت سے متصف کر لیا ہو کیونکہ یہ نور علٰی نور ہے۔ اکثر طور پر حال کی ویرانی اور سراسر گھاٹے میں پڑ جانا خصوصاً اہل جہاں میں سے وہ دنیا دار لوگ جو تکبر، دنیا کے جاہ ومنصب نفسانیت اور غفلت کے کنوئیں میں گرے ہوئے ہیں وہ اس نور سے محروم ہیں بلکہ ایسی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ اس میں تاریکی پر تاریکی ہے اور اصل کام جو باعث عزت وعظمت تھا اس سے دور چلے گئے اور وہ تھا فقراء ومساکین کے ساتھ محبت، یہ ایسی چیز ہے جس کے لیے اس کائنات کے سب سے اعلٰی سب سے اعظم، سب سے صاحب عزت شخصیت محبوب خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعا کی اور آپ کو ان کے ساتھ رہنے اور ان میں بیٹھنے کا حکم ملا، فقراء کا تعلق اس بڑے آستانے سے ہے جس نے انہیں وہ مقام بخشا ہے کہ دوسرا وہاں دم نہیں مار سکتا۔ اس بارے میں طویل گفتگو کی جا سکتی ہے۔ مگر عاقل کے لیے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا۔

لایحقرہ۔ اکثر روایات میں اسے یا پر زبر، حا ساکن قاف کے نیچے زیر سے پڑھا گیا ہے، یہ حَقَرَ وحُقرہ سے مشتق ہے۔ از باب ضرب یضرب اس کا معنی چھوٹا ہونا اور ذلیل ہونا، بعض روایات میں لا یُخفرہٗ یا پر پیش، فا ساکن، فا کے نیچے زیر اخفاء سے ہے۔ اس کا معنی ازالۂ خفر ہے اور خفر امن وسلامتی کو کہتے ہیں۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ مسلمان دوسرے مسلمان کے ساتھ دھوکہ، خیانت نہیں کرتا۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ پہلا تلفظ درست ہے اور بعض روایات میں یحتقر بھی آیا ہے۔

[3] یعنی تقوٰی کا مقام سینہ ہے اور یہ باطنی معاملہ ہے اس سے مقصود سابقہ جملہ میں تاکید ہے کہ جب محل تقوٰی

دل ہے اور وہ مخفی ہے تو اب کسی مسلمان کو دوسرے کا حال معلوم ہی نہیں تو اب حقارت کیوں کی جائے؟ یا یہ مراد ہے کہ جس کے دل میں تقویٰ ہے وہ دوسرے مسلمان کو حقیر نہیں جانتے گا کیونکہ متقی کا یہ عمل نہیں ہو سکتا لیکن معنی اول بیان زیادہ واضح اور مناسب ہے۔

سے۴ عمل بدی کے لیے کافی ہے اور کسی عمل کی ضرورت نہیں۔

سے۵ کوئی مسلمان ایسا کام نہ کرے کہ اس کا خون بہایا جائے یا اس کا مال تلف ہو جائے یا اس کی آبرو ختم ہو جائے اور یہ تمام برائیوں کو شامل ہے اور یہی کلیہ ہے یہ ارشادِ نبوی جوامع الکلم میں ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص سے ہے۔

۴۷۴۱ وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ
۱۴
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلٰثَةٌ ذُوْ سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ مُوَفَّقٌ وَرَجُلٌ رَحِيْمٌ رَقِيْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِيْ قُرْبٰى وَمُسْلِمٍ وَعَفِيْفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُوْ عِيَالٍ وَأَهْلُ النَّارِ خَمْسَةٌ الضَّعِيْفُ الَّذِيْ لَا زَبْرَ لَهُ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْكُمْ تَبَعٌ لَا يَبْغُوْنَ أَهْلًا وَلَا مَالًا وَالْخَائِنُ الَّذِيْ لَا يَخْفٰى لَهُ طَمَعٌ وَإِنْ دَقَّ إِلَّا خَانَهُ وَرَجُلٌ لَا يُصْبِحُ وَلَا يُمْسِيْ إِلَّا وَهُوَ يُخَادِعُكَ عَنْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ وَذَكَرَ الْبُخْلَ أَوِ الْكَذِبَ وَالشِّنْظِيْرُ الْفَحَّاشُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی لوگ تین ہیں[۱]۔ (۱) وہ حاکم جو عدل[۲] وصدقہ اور توفیق والا ہو۔ (۲) وہ شخص جو ہر قرابت[۳] والے پر رحم و نرم دل ہو (۳) وہ مسلمان جو پاک دامن، سوال[۴] کرنے سے بچنے والا اور عیال دار ہو اور دوزخی لوگ پانچ ہیں[۵] (۱) وہ کمزور آدمی جس کی اپنی رائے نہ ہو جو کہ تم میں[۶] تابع ہو کر رہے نہ گھر بار چاہتے ہیں اور نہ مال (۲) وہ خائن شخص جس کی ہوس مخفی نہیں رہتی اگرچہ چیز معمولی ہو[۷] اس میں بھی خیانت کرتا ہو (۳) وہ شخص جو صبح و شام[۸] مال اور گھر بار کے بارے میں دھوکہ دیتا ہے (۴) اور آپ نے بخل[۹] یا جھوٹ کا ذکر کیا (۵) اور وہ شخص جو بدخلق اور فحش گو ہو (مسلم)

سے۱ یہ وہ لوگ ہیں جو اس لائق ہیں کہ ان کو پہلے جنت میں جانے والوں اور مقربین میں شامل کیا جائے۔

سے۲ لوگوں کے ساتھ عدل کرے، خیرات کرے، موفق، اس شخص کو کہا جاتا ہے کہ جس کے لیے اسبابِ خیر مہیا ہوں اور نیکی کے تمام دروازے اس پر کشادہ ہوں۔

سے۳ ہر ایک پر مہربان خواہ کوئی اپنا ہو یا بیگانہ۔

سے۴ وہ پارسا شخص جو تنگ اور عیال دار ہے مگر اس کے باوجود وہ حرام کا ارتکاب نہیں کرتا اور نہ ہی دستِ سوال کسی کے سامنے دراز کرتا ہے۔ قرآن نے ایسے ہی بندوں کے بارے میں فرمایا يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (سوال سے بچنے کی وجہ سے جاہل انہیں غنی سمجھتے ہیں)

۵ یہ اشخاص مستحق عذاب ہیں کیونکہ ایسے افعال کے مرتکب ہیں جن کی ذات ہی قبیح ہے گویا یہ ان افعال کی شدید مذمت ہے جیسا کہ سابقہ افعال پر مدح تھی۔

۶ اس کی ایسی عقل ورائے نہیں جو اسے بُرے کام سے بچنے پر ثبات واستقامت دے اور غلبۂ شہوت کے موقعہ پر معاصی اور برائیوں سے محفوظ رہنے کی تلقین کرے۔

۷ یہ الَّذِیْ لَا زَبْرَ لَہٗ کا بیان ہے اور ان میں سے بطور تمثیل ایک نوع کا ذکر ہے وَالَّذِیْ کا لفظ اگرچہ مفرد ہے مگر معنی جمع ہے کیونکہ جنس مراد ہے یعنی وہ لوگ جو امراء واغنیاء کے اردگرد بطور تابع وخادم اس لیے چکر لگائیں ان کا مقصد صرف شکم سیری اور کپڑے ہوں اگرچہ اس میں حرام ہو۔

۸ کیونکہ ان کا مقصود محض کھانا، پینا اور پہننا ہوتا ہے خواہ وہ حرام ہو، محنت اور کسب سے اور رزقِ حلال کے حصول میں انہیں کوئی رغبت نہیں ہوتی۔

۹ وہ تھوڑی سی تھوڑی شے کی ٹوہ میں رہتا ہے تاکہ اس میں خیانت کرے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ خفا کبھی ظہور کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اب معنی یہ ہوگا کہ اس کے سامنے جب بھی کوئی شے آتی ہے تو اس میں خیانت کرتا ہے خواہ وہ حقیر ہی کیوں نہ ہو۔

۱۰ صبح وشام مال کی حرص ولالچ میں تمہارے ساتھ دھوکہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو پاک اور امین ظاہر کرتے ہیں تاکہ وہ در پردہ خیانت کر سکیں۔

۱۱ یعنی بخیل وکاذب بھی ان میں سے ہیں۔ راوی نے بخل وکذب کے الفاظ ذکر کیے بخیل وکاذب نہیں کہا جیسا کہ ضعیفٌ خائن کہا بلکہ ممکن ہے راوی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ الفاظ بھول گئے ہوں لیکن ان سے بخل وکذب مفہوم ہوتا تھا وہ ذکر کر دیا۔ اکثر روایات میں اوالکذب ہے بعض روایات میں "والکذب" ہے۔ اَوْ کی صورت میں راوی کو شک ہے کہ آپ نے بخل کو چوتھا قرار دیا یا کاذب کو اور اس صورت میں پانچواں الشنظیر ہے۔ شین کے نیچے زیر، نون ساکن، ظا مکسور اور اگر واو ہو تو پانچ اشخاص کاذب پر مکمل ہو گئے اور شنظیر النحاش بخیل یا کاذب کا وصف ہے یعنی بخیل بدخلق اور فحش گو یا کاذب بدخلق اور فحش گو مذکور ہے۔ اس صورت میں الشنظیر النحاش پر نصب پڑھیں گے یعنی آپ نے بخیل یا کاذب کا ذکر فرمایا اور ان کا یہ وصف بھی ذکر فرمایا اور "واو" کی صورت میں ان پر پیش ہوگی کیونکہ ان کا عطف رجل پر ہوگا اور بخل یا کذب پر عطف کرتے ہوئے ان پر نصب بھی پڑھا جا سکتا ہے کہ آپ نے چوتھے مرتبہ میں بخیل یا کاذب کا ذکر کیا اور پانچویں مرتبہ پر بدخلق فحش گو کا لیکن رفع پڑھنا ظاہر ہے۔

۴۴۲۲ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی

کے لیے وہ ہی پسند کرے جو اپنے لیے کرتا ہے (بخاری و مسلم)

لہ خواہ اس کا تعلق دنیوی خیر سے ہو یا اُخروی سے۔ بعض روایات میں "من الخیر" کی تصریح ہے اُخروی خیر یہ ہے کہ دوزخ کے عذاب سے نجات اور درجات جنت کا حصول ہے اور یہ ایمان اور عمل صالح کا تقاضا ہے اور دنیوی خیر سے مراد اسباب، متاع اور اہل و اولاد میں جو خیرِ اُخروی کا ذریعہ ہیں، جب انسان اپنے لیے ان دونوں کی خواہش رکھتا ہے تو اسے دوسرے تمام مسلمانوں کے لیے بھی یہی خواہش کرنی چاہیے لیکن وہ شخص جو نفس و شیطان کے شر اور فتنہ اور اپنے فسادِ باطن کی وجہ سے ایسے مال و جاہ کی خواہش کرے جو ظلم و فساد اور عذاب کا ذریعہ بنے اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ایسی چیز کی خواہش دوسرے مسلمان کے لیے بھی کرے بلکہ اسے ایسے بُرے عمل سے خود باز آنا ضروری ہے یا ایک شخص مال و دولت کے حصول کی خواہش تو رکھتا ہے مگر اس کا مقصود یہ ہو کہ میں اس سے حج کروں، فقراء و مساکین کی خدمت کروں، نیکی کے فروغ و غلبہ اور بُرائی کو مٹانے پر خرچ کروں تو یہ اچھی چیز ہے مگر دوسرے ایسے شخص کے لیے یہ خواہش نہ کرے جس کے بارے میں یہ سمجھتا ہو کہ اسے مال و دولت، فسق و فجور اور سرکشی کی طرف لے جائے گا کیونکہ یہ اس کے حق میں خیر نہیں۔ الغرض جو تنگی ہر آدمی کو اس وجہ سے لاحق ہے کہ مجھے فلاں سے یہ تکلیف و اذیت نہ ہو اس سے جان چھوٹ جائے گی کیونکہ جب تمام ایک دوسرے کی بھلائی، خیر، اصلاح، دین و دنیا اور انصاف و اعتدال سے کام لیں گے تو یہ خوف از خود ختم ہو جائے گا۔ اب یہ چاہت پیدا ہو گی کہ تمام لوگ دنیا و آخرت کی خیر میں مساوی حصہ دار ہو جائیں اگر انسان اس حالت کے حصول کے لیے سچی لگن اور عزم مصمم کرے تو یہ چیز حاصل ہو سکتی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ومنہ التوفیق۔

۴۷۴۳/۱۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ قِیْلَ مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِیْ لَا یَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم وہ مومن نہیں[1] اللہ کی قسم وہ مومن نہیں اللہ کی قسم وہ مومن نہیں آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ کون[2]؟ فرمایا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے امن میں نہ ہو (بخاری و مسلم)

لہ وہ شخص کامل مسلمان نہیں۔

۲ آپ یہ بات کس کے بارے میں فرما رہے ہیں۔

۴۷۴۴/۱۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَّا یَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہو (مسلم)

۴۷۴۵/۱۸ وَعَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا زَالَ جِبْرَئِیْلُ یُوْصِیْنِیْ بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَیُوَرِّثُهٗ۔

حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھے جبریل امین اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچاتے

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

سے ہے حتیٰ کہ میں نے محسوس کیا کہ وہ پڑوسی کو وارث[۲] بنا دیں گے۔ (بخاری و مسلم)

[۱] کہ ہمسائے کا یہ حق ہے، اسے تنگ نہ کیا جائے، اس سے احسان و حسن سلوک سے کام لیا جائے۔

[۲] تو اس بارے میں اتنی دفعہ وحی آئی کہ جس سے میں نے محسوس کیا۔ اگر بالفرض یہاں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی وراثت کا معاملہ ہو تو پھر تو اس وحی سے پہلے ہوگا جس میں اطلاع دی گئی کہ انبیاء کی وراثت نہیں ہوتی۔ جیسے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ ہم گروہ انبیاء نہ وارث بنتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث بنایا جاتا ہے۔

۴۷۲۶ / ۱۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کُنْتُمْ ثَلَاثَۃً فَلَا یَتَنَاجٰی اِثْنَانِ دُوْنَ الْاٰخِرِ حَتّٰی تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ مِنْ اَجْلِ اَنْ یُّحْزِنَہٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم تین ہو[۱] تو تیسرے کو چھوڑ کر دو سرگوشی نہ کرو حتیٰ کہ تم لوگوں میں خلط ملط[۲] ہو جاؤ اس لیے کہ یہ بات اسے پریشان کرے[۳] گی۔ (بخاری و مسلم)

[۱] جب کسی مجلس میں تین آدمی ہوں تو دو آدمی اس طرح آپس میں گفتگو نہ کریں کہ وہ بات تیسرا آدمی نہ سن سکے۔

[۲] اگر اجتماع میں کثرت افراد ہے تو پھر کوئی حرج نہیں۔ اس طرح اگر چار آدمی ہیں اور دو ایک دوسرے سے بات کرتے ہیں تو یہ بھی روا ہے۔

[۳] یُحْزِنَہٗ یا پر زبر، حا ساکن، زا پر پیش، یا پر پیش اور زا پر کسرہ دونوں طرح درست ہے تحزنہ و احزنہ اسے غمناک کر دیا۔ حزن کا سبب دو اشیاء ہیں ایک یہ کہ اس کو وہم ہوگا کہ شاید میرے بارے کوئی ہلاکت کا منصوبہ بنا رہے ہیں اور دوسری یہ وجہ ہے کہ ایک کی تکریم اور دوسرے کی عدم تکریم ہوگی۔ پہلی صورت میں اگر مقام ایسے وہم کا نہیں وہاں یہ عمل درست ہوگا اس وجہ سے کہ بعض نے یہ کہا کہ یہ نہی سفر کے ساتھ اس حالت میں ہے جب تیسرے کو اپنے نفس پر خوف ہو اور گھر وغیرہ میں ایسے عمل میں کوئی حرج نہیں۔ اور دوسری صورت میں یہ عمل مطلقاً جائز نہیں لیکن یہ حکم مختلف اشخاص اور مختلف احوال میں مختلف ہوتا رہتا ہے۔ کیونکہ ایک دوسرے سے سرگوشی کرنا ہر حال میں تیسرے کی عدم تکریم کا سبب نہیں ہوتا بعض اوقات تین سے زائد افراد ہوں تب بھی سرگوشی سے وحشت و حزن ہو جاتا ہے۔ طیبی سے معلوم ہوتا ہے کہ دو آدمیوں کا تیسرے کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر سرگوشی کرنا امام مالک، شافعی اور جمہور علماء کے ہاں سفر و حضر میں حرام ہے۔ اور صحت کے ساتھ یہ روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ثابت ہے کہ ایک دن تمام ازواج مطہرات حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت اقدس میں جمع تھیں اتنے میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں آپ نے فاطمہ کو دیکھ کر خوش آمدید فرمایا اور ان کے ساتھ سرگوشی فرمائی جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ جب محل تہمت و شک نہ ہو تو ایک دوسرے سے سرگوشی کر لینا جائز ہے۔ اسی طرح تین یا تین سے زائد لوگوں کا سرگوشی کرنا بھی جائز ہے۔

۴۷۴۷ وَعَنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ ثَلٰثًا قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رحمت دو جہاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا دین نصیحت[1] ہے۔ یہ تین مرتبہ فرمایا۔ ہم[2] نے عرض کیا کس کے لیے؟ فرمایا اللہ[3]، کتاب، اس کے رسول[4]، مسلمانوں کے آئمہ[5] اور عام مسلمانوں[6] کے لیے (مسلم)[7]

۱ نصیحت، خلوص، خالص شہد کو بلکہ ہر وہ شے جو خالص ہو اسے ناصح کہا جاتا ہے۔ عرف میں اس سے مراد خیر خواہی ہوتا ہے کیونکہ وہ خلوص و محبت کا اثر ہے۔

۲ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے دین کو خیر خواہی میں منحصر فرمایا یہ خیر خواہی کس کے لیے اور کس خاطر کی جائے؟

۳ کتاب۔ قرآن مجید

۴ ذات پاک مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، یہ بھی ممکن ہے کہ کتاب اور رسول سے جنس مراد ہو اور اس میں تمام کتب سماوی اور تمام رسولان کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین شامل ہو جائیں۔

۵ اسلامی حکام و امراء

۶ ان حکام کے علاوہ عوام۔

۷ اللہ تعالٰی کی نصیحت (خیر خواہی) سے مراد اس کو ایک ماننا اس کی صفات کا تسلیم کرنا اور اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کرنا ہے کتاب کے لیے نصیحت سے مراد یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالٰی کی طرف سے نازل کی ہوئی ہے۔ اس کے اوامر و نواہی پر عمل کرنا اور اس کی تلاوت و تعلیم کرنا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے نصیحت یہ ہے کہ آپ کی تصدیق کی جائے کہ آپ اللہ تعالٰی کی طرف سے جو کچھ لائے ہیں برحق ہے۔ آپ کی اطاعت کی جائے آپ سے اور آپ کی نسبت رکھنے والوں سے محبت کی جائے۔ آپ کی سنت کو زندہ کیا جائے۔ ان تینوں نصیحتوں کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ذریعے انسان اپنی خیر خواہی کرتا ہے۔ آئمہ مسلمین کے لیے نصیحت یہ ہے کہ معروف میں ان کی اطاعت اور غفلت پر تنبیہ اور ان کے خلاف بغاوت نہ کرنا اگرچہ وہ ظالم ہوں اور علماء کی حق کے موافق اتباع کرنا ہے اور عام مسلمانوں کے لیے دین و دنیا کی بھلائی کے ساتھ ان کی رہنمائی کرنا ان کے نقصان کو دور کرنا اور ان کو نفع پہنچانا ان کے لیے نصیحت ہے۔ یہ حدیث جوامع الکلم سے ہے کہ اس پر تمام دین کا مدار ہے اور اولین و آخرین کے تمام علوم اس میں موجود ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل دشوار ہے۔ بطور نمونہ ایک الگ رسالے میں کچھ لکھا ہے۔

۴۷۴۸ وَعَنْ جَرِيْرٍ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ ۔

حضرت جریر[1] رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی[2] نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) پر بیعت کی ہے۔ (بخاری و مسلم)

۱؎ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲؎ عبادات یا تو اللہ کا حق ہے یا بندے کا، حقوق اللہ میں سے ان بدنی اور مالی عبادات کا تذکرہ کیا جن کا شہادتین کے بعد مرتبہ ہے، یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ روزہ اور حج اس وقت فرض نہ ہوئے تھے اور حق العباد یہ تمام کو شامل ہے کیونکہ ہر مسلمان سے خیر خواہی کا ذکر ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۴۷۴۹/۲۲ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْقَاسِمِ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ اِلَّا مِنْ شَقِیٍّ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔ میں نے اپنے آقا ابو القاسم[۱] جو صادق[۲] و مصدوق[۳] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں[۴] سے سنا کہ رحمت صرف بدبخت سے ہی نکالی جاتی ہے (احمد، ترمذی)

۱؎ ابو القاسم یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

۲؎ صادق۔ سچ کہنے والے

۳؎ مصدوق جسے سچ کہا گیا ہو، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی تمام باتوں میں سچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور جبریل امین نے آپ کی تمام باتوں کی تصدیق کی ہے۔

۴؎ کیونکہ مہربانی و رحمت ایمان کی علامت ہے جو شخص دل میں صفت رحمت نہیں رکھتا وہ ایماندار نہیں اور جو ایمان نہیں رکھتا وہ بدبخت ہے نعوذ باللہ من الشقاوۃ۔

۴۷۵۰/۲۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے اور تم اہل زمین[۱] پر رحم کرو تم پر آسمان[۲] والا رحم فرمائے گا۔ (ابو داؤد، ترمذی)

۱؎ خواہ وہ نیک ہوں یا بد، اور بدوں پر رحم یہ ہے کہ ان کو بدی سے روکا جائے جیسا کہ گزرا کہ بھائی کی مدد کرے خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، یا مراد یہ ہے کہ ہر اس شے پر رحم کرے جو قابل رحم ہے۔

۲؎ آسمان جس کی ملک اور مقدرت میں ہے اور آسمان کی تخصیص کمال وسعت اور کمال بلندی کی وجہ سے ہے یا اس سے مراد آسمانی ملائکہ ہیں اب ان کا رحم یہ ہے کہ وہ مخلوق پر رحم کرنے والے کے لیے دشمن جن و انس کی تکالیف سے حفاظت اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے بخشش و رحمت کی دعا ہے۔

۴۷۵۱/۲۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَيَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ہم میں سے[1] نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہیں کرتا۔ اچھی باتوں کا حکم اور برائی سے نہیں روکتا (ترمذی نے روایت کر کے کہا یہ حدیث غریب ہے)

[1] ہماری اتباع کرنے والے اور ان لوگوں میں سے نہیں جو ہمارے طریقے پر ہیں۔

[2] مسلمانوں کے چھوٹے اور بڑے کی تخصیص کمال اہتمام کی وجہ سے ہے کیونکہ کافروں میں سے چھوٹے بڑے پر رحم اور توقیر بھی لازم ہے اور ضمیر متکلم سے مراد مسلمانوں کے بجائے آدمی ہوں تو یہ بھی جائز ہے۔

[3] بعض نسخوں میں حسن غریب کے الفاظ ہیں اور بعض شارحین نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔

۴۷۵۲/۲۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخًا مِّنْ اَجْلِ سِنِّهٖ اِلَّا قَيَّضَ اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَ سِنِّهٖ مَنْ يُّكْرِمُهٗ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو نوجوان کسی بوڑھے شخص کا احترام بڑھاپے کی وجہ سے کرے گا اللہ تعالےٰ اس کے بڑھاپے میں ایسے آدمی کو مقرر فرمائے گا جو اس کا احترام کرے[1]۔ (ترمذی)

[1] شارحین فرماتے ہیں کہ اس میں بوڑھے شخص کی خدمت کرنے والے نوجوان کے لیے بڑھاپے کی عمر تک پہنچنے کی بشارت ہے۔

۴۷۵۳/۲۶ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰهِ اِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْاٰنِ غَيْرِ الْغَالِيْ فِيْهِ وَلَا الْجَافِيْ عَنْهُ وَاِكْرَامَ السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی تعظیم[1] میں سے یہ ہے کہ بوڑھے مسلمان حافظ قرآن[2] جو نہ اس میں زیادتی کرے اور نہ اس سے دور رہے[3] اور عادل حاکم کا احترام کیا جائے۔

(ابوداؤد، بیہقی، شعب الایمان)

[1] اس کے حکم کی بجا آوری۔

[2] جو قرآن پڑھنا جانتا ہو خواہ حافظ ہو یا نہ ہو۔

[3] حامل قرآن کے ساتھ دو قیود کا اضافہ فرمایا کہ وہ عبادات اور معاملات میں متوسط اور اعتدال کے طریقہ پر ہو طیبی کہتے ہیں کہ "غالی" سے مراد وہ شخص ہے جو بغیر تدبر و تفکر کے قرآن کے الفاظ اور حروف پر وقت خرچ کرے یا جو اس کی تلاوت میں جلد بازی سے کام لے جیسے کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جس نے تین دن سے کم میں قرآن ختم کیا

گویا اس نے اسے پڑھا ہی نہیں اور "جافی" وہ شخص ہوتا ہے جو قرأت قرآن سے تارک ہو جائے۔ ان کا یہ معنی بھی مناسب ہے کہ "غالی" کا معنی یہ ہوگا کہ جو ہمیشہ قرآن کی تلاوت میں ہی مصروف رہے۔ دین کو سمجھنے، غور و فکر اور دیگر عبادات میں مشغول نہ ہو اور "جافی" اور جو غیر قرآن کے ساتھ مشغول رہے اور تلاوت نہ کرے۔ بعض حواشی میں ہے کہ "غالی" سے مراد وہ آدمی ہے جو لفظ میں تحریف اور معانی میں غلط تاویل کا ارتکاب کرے اور "جافی" وہ شخص ہے جو اس کی تلاوت اور اس پر عمل سے دور ہو جائے۔

۴۷۵۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْهِ یَتِیْمٌ یُّحْسَنُ اِلَیْهِ وَ شَرُّ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْهِ یَتِیْمٌ یُّسَآءُ اِلَیْهِ۔
(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کا سب سے بہتر گھروہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور سب سے برا گھروہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ برا سلوک کیا جائے[1]۔
(ابن ماجہ)

[1] یعنی ناحق اگر تعلیم و تربیت کی خاطر اس کی پٹائی وغیرہ کی جائے تو یہ احسان ہوگا۔

۴۷۵۵ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّسَحَ رَاْسَ یَتِیْمٍ لَمْ یَمْسَحْهُ اِلَّا لِلّٰهِ کَانَ لَهٗ بِکُلِّ شَعْرَةٍ تَمُرُّ عَلَیْهَا یَدُهٗ حَسَنَاتٌ وَّمَنْ اَحْسَنَ اِلٰی یَتِیْمَةٍ اَوْ یَتِیْمٍ عِنْدَهٗ کُنْتُ اَنَا وَهُوَ فِی الْجَنَّةِ کَهَاتَیْنِ وَقَرَنَ بَیْنَ اِصْبَعَیْهِ۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا[1] رضائے الٰہی[2] کی خاطر تو اس کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال[3] آئیں گے ہر ایک کے عوض اسے نیکی حاصل ہوگی اور جس نے اپنے پاس[4] یتیم بچے یا بچی کے ساتھ حسن سلوک کیا میں اور وہ جنت میں ان دو کی طرح ہوں گے اور آپ نے اپنی دونوں مقدس انگلیاں[5] آپس میں ملائیں۔
(احمد، ترمذی نے روایت کر کے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے)

[1] بطور شفقت و مہربانی۔
[2] یہ شرط ہر عمل میں ہوتی ہے چونکہ یہ عمل بطور عادت بھی اکثر ہوتا ہے اس لیے یہاں اس قید کا اضافہ فرمایا۔
[3] تمر تا پر زبر، میم پر پیش یا پیش اور کسرہ ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا، ہر اس بال کے عوض ثواب ملے گا جس پر اس شخص کے ہاتھ بال لگے۔
[4] اس کی زیر کفالت و تربیت تھا۔ اور اس نے اس کی تعلیم و تربیت، تادیب، شادی و نکاح اور اس کے مال کی

حفاظت کی۔

۵ سبابہ اور وسطی کو ملایا تاکہ بات واضح اور پختہ ہو جائے۔

٤٧٥٦/٢٩ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰوٰى يَتِيْمًا اِلٰى طَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ اَلْبَتَّةَ اِلَّا اَنْ يَّعْمَلَ ذَنْبًا لَّا يُغْفَرُ وَمَنْ عَالَ ثَلٰثَ بَنَاتٍ اَوْ مِثْلَهُنَّ مِنَ الْاَخَوَاتِ فَاَدَّبَهُنَّ وَرَحِمَهُنَّ حَتّٰى يُغْنِيَهُنَّ اللّٰهُ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوِ اثْنَتَيْنِ قَالَ اَوِ اثْنَتَيْنِ حَتّٰى لَوْ قَالُوْا وَاحِدَةً لَقَالَ وَاحِدَةً وَمَنْ اَذْهَبَ اللّٰهُ بِكَرِيْمَتَيْهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا كَرِيْمَتَاهُ قَالَ عَيْنَاهُ۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی یتیم کو کھانے پینے میں شریک کر لیا اللہ تعالٰے اس کے لیے جنت لازم فرما دیتا ہے[۱] بشرطیکہ وہ ایسا گناہ نہ کرے جو ناقابل معافی ہو[۲] اور جس نے تین بیٹیاں یا اس کی مثل تین بہنوں کی پرورش کی[۳] ان کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالٰے انہیں غنی[۴] کر دے تو اللہ تعالٰے اس کے لیے جنت لازم فرما دیتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا اور دو کی خدمت کرے[۵] تو فرمایا یا دو کو حتی کہ اگر لوگ ایک کا ذکر کرتے تو فرما دیتے ایک[۶] اور اللہ تعالٰے جس کی دو پیاری چیزیں دور کر دے اس کے لیے جنت واجب[۷] ہو گی عرض کیا گیا یا رسول اللہ! وہ دو چیزیں کون سی ہیں؟ فرمایا اس کی دونوں آنکھیں[۸]۔

(شرح السنۃ)

۱ اور اس کے گناہ معاف فرما دے گا۔
۲ یعنی کفر و شرک۔
۳ تین بیٹیوں کی کفالت اور تمام بوجھ برداشت کرے۔
۴ بالغ ہو جائیں یا ان کا عقد ہو جائے یا وہ صاحب مال ہو جائیں۔
۵ کیا دو کی خدمت سے یہ اجر ملے گا؟
۶ مذہب مختار یہی ہے کہ اللہ تعالٰے نے احکام نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے سپرد فرما دیے ہیں۔ آپ جو چاہیں حکم دیں، جس کے لیے چاہیں منع فرما دیں اور جس کے لیے چاہیں تخصیص فرما دیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ احکام تفویض نہیں ہوتے بلکہ ہر سوال کے بعد وحی کا نزول مقصود کے مطابق ہوتا تھا۔ اس کی مثالیں احادیث میں کثرت کے ساتھ ہیں۔ اس کے بعد جنت کے واجب ہونے کے ذکر کی مناسبت سے یا کسی دوسری مناسبت سے فرمایا یا جس کی دو پیاری چیزیں اللہ تعالٰے سلب کرے (الحدیث)
۷ بعض نسخوں میں اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ (اللہ تعالٰے اس کے لیے جنت لازم فرما دیتا ہے) کے الفاظ ہیں۔

۵۸ قاموس میں ہے کریمہ ناک، کان اور ہاتھ کے معنی میں بھی آتا ہے۔

۴۷۵۷ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يُّؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهٗ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّتَصَدَّقَ بِصَاعٍ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّنَاصِحٌ الرَّاوِيُ لَيْسَ عِنْدَ اَصْحَابِ الْحَدِيْثِ بِالْقَوِيِّ)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے لیے ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے کہ وہ اپنے بچے کی بہتر تربیت کرے۔

(ترمذی نے روایت کرکے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور ناصح[1] محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔)

[1] یہ راویان حدیث میں سے ہیں۔ محدثین کے نزدیک ان کا ضبط و حفظ قوی نہیں کہ ان پر اعتماد و وثوق کیا جائے لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے۔

۴۷۵۸ وَعَنْ اَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَهٗ مِنْ نُّحْلٍ اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا عِنْدِيْ حَدِيْثٌ مُّرْسَلٌ)۔

حضرت ایوب بن موسیٰ[1] اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کوئی باپ اپنے بچے کو اچھی تربیت سے بہتر کوئی عطیہ[2] نہیں دے سکتا۔

(ترمذی، بیہقی، شعب الایمان، ترمذی نے روایت کرکے کہا کہ میرے نزدیک یہ حدیث مرسل ہے۔)

[1] ایوب بن موسیٰ ابن اشدق بن عمر بن سعید بن العاص بن امیہ قریشی فقہا میں سے ہیں۔ حضرت عطاء و مکحول سے روایت کرتے ہیں اور ان سے شعبہ نے روایت کیا ہے۔

[2] نحل، نون پر پیش ہے۔ عطیہ دینا۔ نحل بمعنی اعطاء سے مصدر ہے۔

۴۷۵۹ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَامْرَاَةٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَوْمَاَ يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ اِلَى الْوُسْطٰى وَالسَّبَّابَةِ امْرَاَةٌ اٰمَتْ مِنْ زَوْجِهَا ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّجَمَالٍ حَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلٰى يَتَامَاهَا حَتّٰى بَانُوْا اَوْ مَاتُوْا۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا میں اور سیاہ رخسار[1] والی عورت روز قیامت ان دو کی طرح ہوں گے اور یزید بن زریع نے وسطی اور سبابہ کی طرف اشارہ کیا وہ عورت[2] جو صاحب عزت و جمال[3] تھی اور اپنے خاوند سے الگ ہو گئی لیکن اس نے اپنے آپ کو یتیموں کے لیے روک رکھا حتیٰ کہ وہ جدا ہو گئے یا وفات پا گئے۔

(ابو داؤد)

سلہ وفات زوج کے بعد اولاد کی تربیت کے لیے مشقت، تکالیف اور ترک زینت کی وجہ سے اس کے رخسار سیاہ ہوگئے، سُفعہ، سین پر پیش، فا ساکن، سرخی مائل سیاہی کو کہتے ہیں۔

سلہ زریع زا پر پیش، راویانِ حدیث میں سے ہیں ہاتھین کا بیان کرتے ہوئے انگلیوں کی طرف اشارہ کیا۔

سلہ یعنی وہ عورت وفات زوج کی وجہ سے بیوہ ہوگئی۔ اَیِّمَ، ہمزہ پر زبر یا مشدد مکسور بیوہ عورت۔

سلہ اس سے واضح ہوگیا کہ اس کے رخساروں کی سیاہی خلقۃً سیاہ نہ تھی بلکہ تربیت اولاد میں جو اس نے مشقت و تکلیف برداشت کی اس کی بنا پر یہ سیاہی آئی۔

سلہ ان یتیم بچوں کی خدمت و پرورش کی وجہ سے کسی دوسرے شوہر سے شادی نہ کی۔

سلہ بالغ و عاقل ہوگئے کیونکہ اس عمر میں بچے والدین سے جدا ہوجاتے ہیں۔

سلہ اس حدیث سے واضح ہو رہا ہے کہ اگر کوئی بیوہ، یتیم بچوں کی خدمت و تربیت کے لیے کسی شوہر سے شادی نہیں کرتی بلکہ صبر و ہمت کے ساتھ وقت گزارتی تو یہ بہت بڑا عمل ہے۔

۴۷۶۰/۳۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ اُنْثٰى فَلَمْ يَئِدْهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهٗ عَلَيْهَا يَعْنِي الذُّكُوْرَ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی بیٹی ہو اس نے اسے زندہ دفن[1] نہ کیا، اسے اس کو ذلیل کیا اور نہ اس پر بیٹے[2] کو ترجیح دی اللہ تعالٰی اسے جنت میں داخل فرمائے گا[3]

(ابوداؤد)

سلہ جیسا کہ دور جاہلیت میں فقر اور عار و شرم کی وجہ سے لوگ کرتے تھے۔

سلہ الذکور ولد کی تشریح ہے کیونکہ اس کا اطلاق بیٹے اور بیٹی دونوں پر ہوتا ہے اور بیاں مراد بیٹا ہے لہٰذا اس کی تفسیر و تخصیص کردی۔

سلہ ظاہراً عبارت ولدہ کی جگہ ابنہ ہونی چاہیے تھی لیکن چونکہ لفظ انثٰی میں تحقیر اور لفظ ولد میں تعظیم ہے۔ گویا فرزند میں شامل ان کے ہاں بیٹا ہی ہے بیٹی نہیں۔

۴۷۶۱/۳۴ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتِيْبَ عِنْدَهٗ اَخُوْهُ الْمُسْلِمُ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى نَصْرِهٖ فَنَصَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَاِنْ لَمْ يَنْصُرْهُ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى نَصْرِهٖ اَدْرَكَهُ اللّٰهُ بِهٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس کسی مسلمان کی غیبت کی جائے اور وہ اس کی مدد پر قادر ہو اس لیے اس کی مدد کی تو اللہ تعالٰی اس کی مدد دنیا و آخرت میں فرمائے گا اور اگر قادر ہوتے ہوئے مدد نہ کی تو اللہ تعالٰی اس پر دنیا و آخرت میں گرفت فرمائے گا۔ (شرح السنۃ)

۱ غیبت کرنے والے کو منع کرنے پر قادر تھا۔
۲ غیبت کرنے والے کو منع کر دیا۔
۳ اگر قادر نہیں تو پھر وہ معذور ہوگا البتہ نفرت کا اظہار کرے اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو دل سے بیزاری کا اظہار کرے۔

۴۷۶۲/۳۵ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَّ عَنْ لَحْمِ اَخِيْهِ بِالْمَغِيْبَةِ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُعْتِقَهُ مِنَ النَّارِ۔
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کے گوشت ۲ سے دفاع کرے تو اللہ تعالٰی کے ذمہ کرم پر ہے کہ وہ اسے آگ سے آزاد فرما دے۔
(بیہقی، شعب الایمان)

۱ یہ انصار یہ صحابیہ ہیں نہایت صاحب فہم و تقویٰ ہیں۔
۲ اس سے مراد غیبت ہے۔ قرآن مجید میں اس کی مذمت یوں بیان ہوئی ہے۔ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا (تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔
وجہ تشبیہ یہ ہے کہ غیبت کرنے والا شخص دوسرے شخص کی عزت و آبرو ختم کر دیتا ہے۔ گویا اس نے اسے ہلاک کر کے اس کا گوشت کھایا۔ اس صورت میں لفظ مغیبت (غیبت) بکسر عین ہے اور اس کا معنی غائب ہونا ہے اور یہ (لفظ بالمغیبۃ) لفظ "ذَبَّ" کے متعلق ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ لحم اخیہ کے متعلق ہو اور مقدر اکل لحم اخیہ ہو اور مغیبت کا باز رکھنا ہو۔ اب معنی ہوگا کہ اس نے اپنے بھائی کا گوشت کھانے سے باز رکھا۔ دونوں کا مآل ایک ہی ہے کہ اسے غیبت سے باز رکھے۔

۴۷۶۳/۳۶ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَّرُدُّ عَنْ عِرْضِ اَخِيْهِ اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يَّرُدَّ عَنْهُ نَارَ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔
(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان اپنے بھائی کی آبرو کی حفاظت کرے اللہ تعالٰی کے ذمہ کرم پر ہے کہ وہ اس سے قیامت کے دن دوزخ کی آگ دور فرمائے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ کہ ہم پر ہے مومنوں کی مدد کرنا۔
(شرح السنۃ)

۴۷۶۴/۳۷ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَّخْذُلُ اِمْرَاً مُّسْلِمًا

حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی

فِیْ مَوْضِعٍ یُّنْتَهَكُ فِیْهِ حُرْمَتُهٗ وَیُنْتَقَصُ فِیْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اِلَّا خَذَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ مَوْطِنٍ یُّحِبُّ فِیْهِ نُصْرَتَهٗ وَمَا مِنِ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ یَّنْصُرُ مُسْلِمًا فِیْ مَوْضِعٍ یُّنْتَقَصُ فِیْهِ مِنْ عِرْضِهٖ وَیُنْتَهَكُ فِیْهِ مِنْ حُرْمَتِهٖ اِلَّا نَصَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ مَوْطِنٍ یُّحِبُّ فِیْهِ نُصْرَتَهٗ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤٗدَ)

مسلمان کو ایسی جگہ رسوا[1] کرے جہاں اس کی آبرو ریزی[2] کی جاری ہو تو اللہ تعالےٰ اسے ایسی جگہ ذلیل کرے گا جہاں وہ مدد[3] چاہتا ہوگا اور جو مسلمان ایسی جگہ مسلمان کی مدد کرے جہاں اس کی حرمت و عزت ختم کی جا رہی ہو تو اللہ تعالےٰ اس کی ایسی جگہ مدد فرمائے گا جہاں وہ مدد محبوب جانتا ہو۔ (ابوداؤد)

[1] یعنی غیبت سے منع نہ کرے۔

[2] اس کی پردہ دری کی جا رہی ہو۔

[3] یعنی آخرت لیکن دنیا کو بھی شامل ہے۔

$\frac{4765}{38}$ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَّاٰی عَوْرَةً فَسَتَرَهَا كَانَ كَمَنْ اَحْیٰی مَوْءُوْدَةً۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَهٗ)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی کا مخفی عیب[1] دیکھے اور اس پر پردہ ڈال دے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو زندہ درگور بچی کو زندہ کر دے[2]، [3]۔ (احمد، ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے)

[1] عورت کا لفظ اس چیز کے لیے بولا جاتا ہے جس کے ظاہر ہونے کو انسان ناپسند کرے اور پسند کرے کہ وہ مخفی ہی رہیں اور مرد و عورت کے ان اعضاء کو بھی کہا جاتا ہے جن کا ستر فرض ہے یہاں پہلا معنی مراد ہے سر آنگاہ میں ہے کہ لفظ عورت ان اعضاء اور ان اشیاء کے لیے استعمال ہوتا ہے جن کا ظاہر کرنا ناپسند ہو۔

[2] جاہلیت میں بچیوں کو لوگ زندہ درگور کر دیتے تھے، اسے زندہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس نے اسے قبر سے باہر نکال لیا تاکہ وہ نہ مرے۔

[3] وجہ تشبیہ یہ ہے کہ جب کسی کے عیب ظاہر ہو جائیں تو وہ شرم و عار کی وجہ سے اپنے آپ کو مردہ تصور کرتا ہے لیکن جس کے عیب مخفی ہوں تو وہ اپنے آپ کو زندہ شمار کرتا ہے تو گویا جس نے عیب مخفی کیے اس نے اسے بچی کی طرح زندگی دی۔ علامہ طیبی کہتے ہیں کہ وجہ تشبیہ اس امر کا عظیم ہونا ہے کیونکہ بچی کو زندہ کرنا نہایت ہی عظیم معاملہ ہے۔ اس لیے اس کے ساتھ تشبیہ دی تاکہ لوگ اس کو عظیم عمل سمجھتے ہوئے دوسروں کے عیبوں پر پردہ ڈال دیں۔ لیکن یہ وجہ تشبیہ واضح نہیں اگر بچی کو زندہ کرنے کے ساتھ وجہ تشبیہ یہ ہے تو اس کی پھر کیا خصوصیت ہے؟ کائنات میں اس کے علاوہ بھی امور عظیم ہیں ان کے ساتھ تشبیہ دے دی جاتی۔ لہٰذا وجہ اول مناسب ہے۔ واللہ اعلم۔

$\frac{4766}{39}$ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَدَكُمْ مِرْآةُ أَخِيْهِ فَإِنْ رَأَى بِهِ أَذًى فَلْيُمِطْهُ عَنْهُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَضَعَّفَهُ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ وَلِأَبِي دَاوُدَ الْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ يَكُفُّ عَنْهُ ضَيْعَتَهُ وَيَحُوطُهُ مِنْ وَرَائِهِ)

رسول خدا صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر کوئی اپنے بھائی کا آئینہ ہے اگر اس میں کوئی برائی دیکھے تو اسے دور کرے[1]۔ ترمذی نے اسے روایت کرکے ضعیف کہا[2] اور اس کی دوسری اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ ہر مومن دوسرے مومن کے لیے آئینہ ہے[3] اور مومن مومن کا بھائی ہے۔ اس سے ہلاکت دور کرتا ہے[4] اور اس کے پیچھے اس کی حفاظت کرتا ہے[5]۔

۱؎ اور اس کی اصلاح کر دے خواہ بذریعہ توجہ دلائے، اطلاع یا بطور زجر و توبیخ ہو۔

۲؎ یعنی ان الفاظ کے اعتبار سے ضعیف ہے۔

۳؎ جس طرح آئینہ میں انسان اپنے چہرے کے عیب دیکھ کر درست کرتا ہے اسی طرح دوسرے مسلمان کے سامنے جب کسی دوسرے مسلمان کے عیب آئیں تو بذریعہ توجہ، زجر اس کی اصلاح کر دے۔ صوفیاء کرام نے ہمیشہ یہی راہ اپنائے ہوئے ایک دوسرے کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور اگر کوئی اصلاح کرنے والا نہ ہو تو تمام ہلاک ہو جائیں گے۔ اس معنی کی تقویت کے لیے اگلے کلمات ارشاد فرمائے۔

۴؎ ضیعۃ: اس سے مراد ہر نقصان دہ چیز اور ہلاکت ہے

۵؎ اس کی غیبت رد کرتا ہے نہ کرنے دیتا ہے بلکہ اس کے تمام حقوق کی حفاظت کرتا ہے خواہ ان کا تعلق اس کی ذات یا مال یا آبرو سے ہی ہو۔

۶؎ بعض شارحین نے اَلْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ کی تشریح یہ کی ہے جس طرح انسان آئینہ میں اپنا عیب دیکھ کر اصلاح کر لیتا ہے اسی طرح ایک مومن دوسرے کو دیکھ کر اپنے عیوب و نقائص پر مطلع ہو کر اپنی اصلاح کی کوشش کرتا ہے یہ معنی صحیح اور دقیق ہے لیکن سیاق حدیث اس کے موافق نہیں

[illegible] وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَمَى مُؤْمِنًا مِنْ مُنَافِقٍ بَعَثَ اللّٰهُ مَلَكًا يَحْمِيْ لَحْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ وَمَنْ رَمَى مُسْلِمًا بِشَيْءٍ يُرِيْدُ بِهِ شَيْنَهُ حَبَسَهُ اللّٰهُ عَلَى جِسْرِ جَهَنَّمَ حَتَّى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ. (رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ)

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مومن کو منافق سے محفوظ رکھے[1] روز قیامت اللہ تعالٰی ایک فرشتہ بھیجے گا جو اس کے گوشت[2] کی دوزخ کی آگ سے حفاظت کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کو عیب لگانے کی نیت سے گالی دے اللہ تعالٰے اسے دوزخ کے پل پر روکے گا یہاں تک کہ وہ اس بات سے باہر[3] آجائے۔ (ابوداؤد)

۱؎ منافق کے شر سے محفوظ رکھے یا اس کے ظلم سے، پہلا معنی واضح ہے، منافق کا لفظ واضح کر رہا ہے غیبت کا پیشہ اپنانا عمل منافق ہے جو سامنے اور پیچھے یکساں نہیں رہتا۔

۲؎ کیونکہ اس نے مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے روکا تھا اس لیے اس کا ثواب یہی مناسب ہے۔

۳؎ اسے راضی کرے یا اس کی سزا بھگت لے۔

۴۷۶۸/۴۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهٖ وَخَيْرُ الْجِيْرَانِ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرُهُمْ لِجَارِهٖ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا بہتر شخص اللہ تعالٰی کے ہاں وہ ہے جو اپنے ساتھی کے ساتھ بہتر ہے اور اللہ تعالٰی کے ہاں بہترین پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی کے لیے بہتر ہو۔

(دارمی، ترمذی نے روایت کرکے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے)

۴۷۶۹/۴۲ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِّلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ لِيْ اَنْ اَعْلَمَ اِذَا اَحْسَنْتُ اَوْ اِذَا اَسَاْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتَ جِيْرَانَكَ يَقُوْلُوْنَ قَدْ اَحْسَنْتَ فَقَدْ اَحْسَنْتَ وَاِذَا سَمِعْتَهُمْ يَقُوْلُوْنَ قَدْ اَسَاْتَ فَقَدْ اَسَاْتَ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کیسے علم ہو۱؎ کہ میں نے یہ عمل اچھا کیا ہے یا برا؟ تو آپ نے فرمایا جب تم اپنے پڑوسی کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ تو نے اچھا کیا تو تو نے اچھا کیا ہے۲؎ اور جب اسے سنو کہ وہ کہتے ہیں کہ تو نے برا کیا تو تو نے برا کیا۔

(ابن ماجہ)

۱؎ یہ کسی چیز کو پیمانہ نہ بناؤں۔

۲؎ تیری نیکی و بدی کی پڑوسی گواہی دے گا اور یہی اس کا پیمانہ ہے۔

۳؎ واضح رہے کہ یہ ان ہمسایوں کا حق ہے جو نہایت ہی منصف اور حق گو ہوں، اور غلبۂ دوستی و دشمنی سے بالاتر ہو جیسا کہ حدیث میں ہے اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ (زمین میں تم اللہ کے گواہ ہو)

۴۷۷۰/۴۳ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کے ساتھ ان کے درجہ۱؎ کے مطابق سلوک کرو۔

(ابوداؤد۲؎)

۱؎ یعنی اہل شرافت و بزرگی کو اہل ذلت کے برابر نہ رکھا جائے ان دونوں کے ساتھ اس طرح کی تعظیم کا سلوک کیا جائے

کہ وہ کسی کے لیے ایذاء کا سبب نہ ہو اور نہ ہی کسی کے مرتبہ سے کم ہو۔

۲؎ احیاء العلوم میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کھانا کھا رہی تھیں۔ ایک فقیر ادھر سے گزرا آپ نے روٹی کا کچھ حصہ اس کی طرف روانہ کیا اس کے بعد ایک سوار گزرا آپ نے اسے پیغام بھجوایا کہ اگر حاجت ہے تو کھانا موجود ہے۔ حاضرین میں سے ایک نے اس تفاوت حال کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسالتماب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنا ہے کہ لوگوں کی حسب مرتبہ قدر کرو وہ مسکین ایک حصہ روٹی سے خوش ہو گیا اگر اس سوار کے ساتھ بھی ہم اس جیسا سلوک کرتے تو شاید یہ اہانت محسوس کرتا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۴۷۷۱ / ۴۴ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ قُرَادٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ یَوْمًا فَجَعَلَ اَصْحَابُہٗ یَتَمَسَّحُوْنَ بِوَضُوْئِہٖ فَقَالَ لَھُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا یَحْمِلُکُمْ عَلٰی ھٰذَا قَالُوْا حُبُّ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُّحِبَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اَوْ یُحِبَّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ فَلْیَصْدُقْ حَدِیْثَہٗ اِذَا حَدَّثَ وَلْیُؤَدِّ اَمَانَتَہٗ اِذَا اؤْتُمِنَ وَلْیُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَہٗ۔

(رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ)

تیسری فصل

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی قراد[1] رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وضو فرمایا صحابہ نے آپ کے بچے[2] ہوئے پانی سے تبرک کرتے ہوئے اپنے جسم پر ملنا شروع کیا۔ آپ نے فرمایا تمہیں اس عمل پر کس نے برانگیختہ کیا۔ عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کی محبت نے[3] آپ نے فرمایا جو شخص چاہتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرے یا اس کے ساتھ اللہ اور اس کا رسول محبت کرے[4] اسے چاہیے کہ وہ جب بات کرے سچ بولے۔ اگر اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس کو ادا کرے اور اپنے پڑوسی کے ساتھ بہتر سلوک کرے[5] (بیہقی)

۱؎ ابو قراد قاف پر پیش بجائے مخفف یہ اہل حجاز میں سے ہیں اور صحابی ہیں۔

۲؎ کونسا پانی مراد ہے۔ اکثر کی رائے یہ ہے کہ وہ پانی مراد ہے جو برتن میں وضو کے بعد بچ جاتا تھا اور بعض اس سے وہ پانی مراد لیتے ہیں جو آپ کے اعضاء مبارکہ سے الگ ہوا۔

۳؎ یہ مقام پہلے سے بڑھ کر ہے۔ درحقیقت یہ دونوں ایک دوسرے کو مستلزم ہیں۔ ارشاد باری تعالٰی ہے یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ واللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

۴؎ اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا دعوٰی صرف ایسے امور سے ثابت نہیں ہوتا جن میں نہ تو محنت ہے اور نہ ہی نفس کے لیے مشقت ہے، جیسے وضو کے پانی کو جسم پر ملنا بلکہ اس کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ ان کے احکام کی پیروی کی جائے خصوصًا یہ امور سچ بولنا، ادائیگی امانت، پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کیونکہ لوگ اکثر طور پر ان سے غفلت

برتتے ہیں اسی لیے ان کا تذکرہ کیا گیا ہے واللہ تعالٰے اعلم۔

مولانا احمد مجد شیبانی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ ناگور میں بہت ہی متدین شخص تھے، میوات کے امراء میں سے ایک شخص جس نے اپنے بھائی کے حقوق کی ادائیگی نہیں کی تھی، درویش بن گیا اور مولانا کی خدمت میں رہنا شروع کر دیا اور اس کا کام تھا کہ آستانے کے لیے پانی لائے ایک دن آپ نے اسے دیکھا کہ وہ آپ کے پانی کا کوزہ سر پر اٹھا کر لا رہا ہے تو آپ نے فرمایا اے ابو احمد! اللہ تعالٰے اس طریقے سے تجھ سے راضی نہ ہوگا جب تک تیرا بھائی راضی نہ ہو، لہٰذا اس کا حق پہلے ادا کر اور اسے اپنے آپ سے راضی کر تاکہ اللہ تعالٰے تجھ سے راضی ہو۔

۴۷۷۲/۴۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالَّذِيْ يَشْبَعُ وَجَارُهٗ جَآئِعٌ اِلٰى جَنْبِهٖ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ وہ شخص مومن نہیں جو سیر ہو کر کھائے اور اس کے پہلو میں اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔ (بیہقی، شعب الایمان)

۴۷۷۳/۴۶ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ مِنْ كَثْرَةِ صَلٰوتِهَا وَصِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا غَيْرَ اَنَّهَا تُؤْذِيْ جِيْرَانَهَا بِلِسَانِهَا قَالَ هِيَ فِي النَّارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ قِلَّةَ صِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا وَصَلٰوتِهَا وَاِنَّهَا تَصَدَّقُ بِالْاَثْوَارِ مِنَ الْاَقِطِ وَلَا تُؤْذِيْ بِلِسَانِهَا جِيْرَانَهَا قَالَ هِيَ فِي الْجَنَّةِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں خاتون کے نماز، روزے اور صدقہ کی کثرت کا خوب چرچا[1] ہے مگر وہ اپنے پڑوسی کو اپنی زبان سے تکلیف دیتی تھی فرمایا وہ دوزخی[2] ہے۔ عرض کیا یارسول اللہ فلاں خاتون کے روزے، نماز اور صدقے میں کمی ہے اس نے پنیر کے کچھ ٹکڑے ہی صدقہ کیے لیکن اپنے پڑوسی کو زبان سے تکلیف نہ دیتی تھی۔ فرمایا وہ[3] جنتی ہے۔ (احمد، بیہقی، شعب الایمان)

[1] لوگ بیان کرتے ہیں۔

[2] ہمسائے کو تنگ کرنے کی وجہ سے وہ دوزخ میں چلی گئی اور اس کے نماز، روزے اور صدقہ افضل ترین عمل ہونے کے باوجود اس گناہ کا کفارہ نہ بن سکے۔

[3] یعنی پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک نے وہ کمی دور کر دی جو اس سے نماز، روزے میں ہوئی تھی۔

۴۷۷۴/۴۷ وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ عَلٰى نَاسٍ جُلُوْسٍ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِكُمْ مِنْ شَرِّكُمْ قَالَ فَسَكَتُوْا

انہی سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے کچھ بیٹھے ہوئے لوگوں کے سامنے ٹھہر کر فرمایا میں تمہیں اچھے برے کی خبر نہ دوں؟ لوگ خاموش

فَقَالَ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ رَجُلٌ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَخْبِرْنَا بِخَيْرِنَا مِنْ شَرِّنَا فَقَالَ خَيْرُكُمْ مَنْ يُرْجٰى خَيْرُهٗ وَيُؤْمَنُ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرُّكُمْ مَنْ لَا يُرْجٰى خَيْرُهٗ وَلَا يُؤْمَنُ مِنْ شَرِّهٖ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)

ہو گئے آپ نے تین مرتبہ یہی فرمایا ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ! ہمیں اچھے اور بُرے کی نشاندہی فرما دیجئے۔ فرمایا تم میں اچھے وہ ہیں جن سے بھلائی کی امید ہو اور برائی کا خطرہ نہ ہو اور تم میں بُرے وہ ہیں جن سے بھلائی کی امید نہ ہو اور برائی کا خطرہ ہو[۳]

(بیہقی ، شعب الایمان ، ترمذی نے روایت کر کے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)۔

[۱] نیکوں کو بروں سے ممتاز کرتے ہوئے تمہیں آگاہ کر دوں کہ تم میں سے سب سے زیادہ نیک کون ہیں ؟

[۲] اس خوف کے پیش نظر خاموش ہو گئے کہ شاید ہم میں سے ہر ایک کا تعین فرمانے لگیں حالانکہ یہ عمومی گفتگو تھی۔

[۳] لیکن وہ شخص جس سے نیکی کی امید ہو اور اس کی برائی سے خطرہ ہو یا اس کی برائی سے بے خوفی ہے مگر اس سے نیکی کی امید نہیں تو ایسا شخص درمیان میں ہوگا نہ سب سے نیک اور نہ سب سے بُرا۔

۴۷۷۵ / ۴۸ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَخْلَاقَكُمْ كَمَا قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَرْزَاقَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعْطِي الدُّنْيَا مَنْ يُّحِبُّ وَمَنْ لَّا يُحِبُّ وَلَا يُعْطِي الدِّيْنَ إِلَّا مَنْ أَحَبَّ فَمَنْ أَعْطَاهُ اللّٰهُ الدِّيْنَ فَقَدْ أَحَبَّهٗ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُسْلِمُ عَبْدٌ حَتّٰى يُسْلِمَ قَلْبُهٗ وَلِسَانُهٗ وَلَا يُؤْمِنُ حَتّٰى يَأْمَنَ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ۔ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰی نے تمہارے اندر[۱] اخلاق تقسیم فرما دیتے ہیں جیسے کہ اس نے تمہاری روزی[۲] تقسیم کر دی ہے اللہ تعالٰی نے دنیا اپنے پسندیدہ اور ناپسندیدہ شخص دونوں کو دی مگر دین اس کو دیتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے پس جسے اللہ تعالٰی نے دین عطا فرمایا تو اس سے وہ محبت کرتا ہے قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے[۳] بندہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوتا جب تک اس کے دل و زبان سلامت نہ ہوں اور نہیں مومن ہو سکتا یہاں تک اس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ ہو۔ (احمد ، بیہقی)

[۱] اور تمام اعمال جن کا تعلق دین سے ہے۔

[۲] جس کا تعلق دنیا سے ہے اس کے بعد اخلاق کی تفصیل بیان کی۔

[۳] مومن ہونا کافر ، فرمانبردار ہونا نافرمان۔

۴؎ یہ بطور تاکید جملہ کا اضافہ ہے۔

۵؎ اس معنی میں تاکید ہے کہ دین نیک اخلاق کا نام ہے۔

۶؎ یعنی جب تک اس کے دل و زبان مطیع نہ ہوں، دل کا اسلام یہ ہے کہ وہ عقائد باطلہ سے پاک ہو اور زبان کا اسلام یہ ہے کہ لا یعنی باتوں سے رک جائے (کذا قال الطیبی) لیکن ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد تصدیق قلبی اور اقرار لسانی ہے بلکہ یہ ظاہر و باطن کے موافق ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ دل و زبان کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اسلام اور ایمان کا مدار ان پر بھی ہے۔

۷؎ یہ بھی اخلاق میں سے ہے وجہ تخصیص یہ ہے کہ اس کے ساتھ معاملہ نہایت اعلیٰ ہوتا ہے۔ اور ایمان کا ذکر بطور کمال مبالغہ ہے۔ گویا حقیقت ایمان، تصدیق قلبی ہونے کے باوجود اس عمل پر موقوف ہے اور جب ایمان کا معنی تکذیب سے بے خوف ہونا ہے اور اس کا ذکر ہمسائیگی کی بے خوفی کے ساتھ نہایت مناسب ہے۔

۴۷۷۶/۴۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُؤْمِنُ مَاْلَفٌ وَلَا خَیْرَ فِیْمَنْ لَّا یَاْلَفُ وَلَا یُؤْلَفُ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مومن محبت کرنے والا ہوتا ہے[۱] اس میں بھلائی نہیں جو الفت نہیں کرتا اور نہ الفت کیا جاتا ہے[۲]۔ (احمد، بیہقی، شعب الایمان)

۱؎ مومن الفت کا محل و مرکز ہوتا ہے کیونکہ اسلام اور دین کا مدار الفت پر ہے۔ اللہ تعالےٰ نے مومنوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پیدا کی ہے۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ وَكُنْتُمْ اَعْدَاۗءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ (تم آپس میں دشمن تھے اللہ نے تمہارے دلوں میں محبت پیدا کر دی) اور اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس بات کا احسان بیان فرمایا هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ (اس ذات نے اپنی مدد سے آپ کو قوت دی اور مومنوں کے ذریعے اور ان کے دلوں میں محبت پیدا کر دی۔

۲؎ یعنی دیگر مسلمان اسے دوست نہ رکھیں، جب ایمان الفت و محبت کا مدار ہے تو اس لیے مومن ہی محبت کرنے والا اور محبوب ہوگا۔

۴۷۷۷/۵۰ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَضٰی لِاَحَدٍ مِّنْ اُمَّتِیْ حَاجَةً یُّرِیْدُ اَنْ یَّسُرَّهٗ بِهَا فَقَدْ سَرَّنِیْ وَمَنْ سَرَّنِیْ فَقَدْ سَرَّ اللّٰهَ وَمَنْ سَرَّ اللّٰهَ اَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ۔ (رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے امتی کو خوش کرنے کے لیے اس کی حاجت پوری کرتا ہے اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ تعالےٰ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا اسے وہ جنت میں داخل فرمائے گا۔ (بیہقی)

ﻟﮧ صراح میں لفظ قضا کا معنی کسی کی حاجت پوری کرنے کے لیے مشغول ہونے کے ہیں۔

۴۷۷۸/۵۱ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَغَاثَ مَلْهُوْفًا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ ثَلٰثًا وَّسَبْعِيْنَ مَغْفِرَةً وَّاحِدَةٌ فِيْهَا صَلَاحُ اَمْرِهٖ كُلِّهٖ وَثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ لَهٗ دَرَجَاتٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

انہی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی پریشان حال کی مدد کرے اس کے لیے اللہ تعالےٰ تہتر بخششیں لکھ دیتا ہے ان میں سے ایک اس کے تمام معاملات[1] کی درستگی ہے اور باقی بہتر[2] قیامت کے دن اس کے درجات ہیں۔ (بیہقی)

ﻟﮧ دنیا و آخرت کے تمام معاملات۔

ﻟﮧ۲ زیادتی درجات کا سبب ہوں گے۔

۴۷۷۹/۵۲ وَعَنْهُ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عِيَالِهٖ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

اور انہی سے اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا مخلوق اللہ کا خاندان[1] ہے اللہ تعالےٰ کو سب سے زیادہ وہ محبوب ہے جو اس کے خاندان کے ساتھ خوب حسن سلوک کرے۔

(بیہقی، شعب الایمان)

ﻟﮧ تمام مخلوق اللہ تعالےٰ کے خاندان کے حکم میں ہے کیونکہ ان تمام کا نان و نفقہ اللہ تعالےٰ کے ذمے ہے۔

۴۷۸۰/۵۳ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ خَصْمَيْنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ جَارَانِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز سب سے پہلے مقدمہ دو پڑوسیوں کا پیش ہوگا[1] (احمد)

ﻟﮧ یہاں ایک اشکال ہے کہ دیگر احادیث میں ہے کہ سب سے پہلے نماز کے بارے سوال ہوگا۔ بعض میں ہے کہ سب سے پہلے قتل و خون کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اس کا جواب امام سیوطی نے الزجاجہ علی ابن ماجہ میں یہ دیا ہے کہ ان میں سے پہلی حدیث حقوق اللہ کے بارے میں ہے اور دوسری ارشادات حقوق العباد سے متعلق ہیں۔

۴۷۸۱/۵۴ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا شَكٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسْوَةَ قَلْبِهٖ قَالَ امْسَحْ رَاْسَ الْيَتِيْمِ وَاَطْعِمِ الْمِسْكِيْنَ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک شخص نے شکایت کی کہ میرا دل سخت[1] ہے۔ آپ نے فرمایا کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر اور کسی مسکین کو کھانا کھلا۔

(احمد)

لہ اس کا علاج کیا ہے؟

لے مخلوق خدا پر نرمی کر اس سے دل کی سختی ختم ہو جائے گی۔ چونکہ ہر بیماری کا علاج اس کی ضد سے ہوتا ہے مثلاً تکبر کا علاج تواضع، بخل کا علاج سخاوت ہے اسی طرح دل کی سختی کا علاج نرمی اور مہربانی کو قرار دیا۔ یتیم و مسکین کی تخصیص کی حکمت اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے۔ اِطْعَامٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَۃٍ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَۃٍ اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَۃٍ (اسلام میں قحط کے نزول میں کھانا پیش کرنا ہے کسی یتیم کو خواہ قریبی ہو یا مسکین تھڑا ہوا ہو) اسی کو قرآن نے بلند گھاٹی عبور کرنا قرار دیا ہے کیونکہ اس میں مشقت وریاضت ہے اور جو شخص واقعۃً اس ریاضت و مجاہدہ سے گزر کر اس کی گھاٹی کو پاتا ہے اس میں ضرور نرمی دل پیدا ہو گی جو وجہ سخاوت بنے گی۔

۴۷۸۲/۵۵ وَعَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَفْضَلِ الصَّدَقَةِ ابْنَتُكَ مَرْدُوْدَةٌ اِلَيْكَ لَيْسَ لَهَا كَاسِبٌ غَيْرُكَ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا میں تمہیں بہترین صدقہ سے آگاہ نہ کروں؟ تمہارا اپنی اس بیٹی پر خرچ کرنا جو تمہاری طرف لوٹا دی گئی اور تمہارے سوا اس کا کوئی کمانے والا نہیں (ابن ماجہ)

لہ اسے طلاق ہو گئی اور واپس تمہارے پاس آگئی۔

لہ اس کا کوئی بیٹا کمانے والا یا کوئی اور اس کا بوجھ اٹھانے والا نہیں۔

بَابُ الْحُبِّ فِي اللّٰهِ وَمِنَ اللّٰهِ

۳۲۲۔ اللہ کی خاطر محبت اور محبت الٰہی کا بیان

بعض نسخوں میں عنوان یہی ہے لیکن بعض میں اَلْبُغْضُ لِلّٰهِ کے الفاظ ہیں۔ حب فی اللہ کا معنیٰ، اللہ کی خاطر اور اس کی رضا کے لیے محبت جو ریا اور غرض سے پاک ہو رہی کا لفظ بیان علت کے معنیٰ میں ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا (وہ لوگ جنہوں نے ہماری ذات اور ہماری طلب کے لیے مجاہدہ کیا) اسی طرح کہا جاتا ہے۔ اَلتَّفَكُّرُ فِيْ مَعْرِفَةِ اللّٰهِ وَاجِبٌ (یعنی معرفت باری تعالیٰ کے لیے تفکر ضروری ہے) اور من اللہ کا معنی بھی برائے رضائے الٰہی ہی ہے کیونکہ لفظ مِنْ بھی علت کے معنی میں مستعمل ہے۔ قرآن میں ہے۔ تَرٰى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ (آپ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری دیکھیں)

بعض شارحین نے کہا کہ فی اللہ میں مبالغہ ہے کیونکہ اس میں ذات باری تعالیٰ کو محبت کے لیے ظروف بنایا گیا

اس صورت میں دونوں عبارات کا معنیٰ ایک ہی ہے۔ لیکن بعض دیگر شارحین کی رائے یہ ہے کہ حب فی اللہ کا معنیٰ بندہ کا اللہ سے محبت اور حب من اللہ سے مراد خدا کا بندے سے محبت کرنا ہے اور یہ معنیٰ لفظ من اللہ سے واضح ہے لیکن اس معنی پر احادیث باب کم ہیں۔ البتہ فصل اول کی دوسری حدیث اس پر دال ہے۔ دوسرے نسخہ میں الحب فی اللہ کے بعد البغض للہ کے الفاظ یا تو اضافہ ہے کیونکہ دوسرے نسخوں میں موجود نہیں۔ حالانکہ اس موضوع پر احادیث باب کثرت کے ساتھ وارد ہیں ظاہر یہی ہے کہ ان کے ترک کی وجہ یہ ہے کہ الحب فی اللہ سے بطور مقابلہ از خود واضح ہو جاتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۴۷۸۳ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَرْوَاحُ[1] جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ[2] فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ[3] (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ)[4]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ارواح[1] مخلوط لشکر ہیں جو آپس میں جان پہچان رکھتی ہیں[2] وہ محبت کرتی ہیں اور جو اجنبی رہ چکی ہیں وہ الگ رہتی ہیں[3]۔ (بخاری و مسلم نے اسے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا۔)

[1] ابدان سے متعلق ہونے سے پہلے ایک جگہ جمع ہیں بعد ازاں کو جدا جدا کر کے ابدان میں بھیجا گیا ہے۔

[2] جن کی پہلے آپس میں شناسائی تھی۔ ابدان میں آنے کے بعد بھی وہ قائم رہی ——— جیسے کوئی شخص اپنے غمخوار اور محبوب کو گم کردے اور پھر پالے۔

[3] یہ الفت و اجنبیت الہام الٰہی کی وجہ سے ہوتی ہے انہیں آپس میں یاد نہیں ہوتا کہ وہاں آشنائی تھی یا نہ تھی یہی وجہ ہے کہ نیک، نیکوں کے ساتھ اور بد، بدوں کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اگر کسی جگہ بعض اسباب و عوارض کی وجہ سے اس کے خلاف ہو تو وہ کبھی کبھار ہوگا۔ آخر کار وہ اپنے اصل کی طرف ہی لوٹ کر چلا جائے گا۔

[4] اگرچہ بخاری و مسلم دونوں نے اسے روایت کیا ہے مگر چونکہ ایک صحابی سے نہیں۔ امام بخاری نے یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے۔ لہٰذا اسے متفق علیہ نہیں کہا۔ متفق علیہ ہونے کے لیے دونوں کا ایک صحابی سے روایت کرنا ضروری ہے، جیسا کہ مقدمہ میں واضح ہو چکا ہے، اس حدیث نے واضح کر دیا کہ ارواح اعراض نہیں بلکہ ایسی مخلوق ہیں جو اجسام سے پہلے پیدا ہوئی ہیں لیکن اس سے ان ارواح کا قدیم ہونا لازم نہیں آتا۔ حدیث میں تصریح ہے کہ ارواح کی تخلیق اجسام سے دو ہزار سال پہلے ہوئی تھی۔ البتہ یہ کہنا باطل ہے کہ روح کی تخلیق بدن کی تخلیق و اتمام کے بعد ہوئی ہے باقی یہ کہنا کہ اجسام سے قبل ارواح کی تخلیق علم الٰہی میں تھی (عملاً نہ تھی) تو یہ تاویل حدیث صریح کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم۔

۴۷۸۴ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالٰی

دَعَا جِبْرَئِيْلَ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّهٗ قَالَ فَيُحِبُّهٗ جِبْرَئِيْلُ ثُمَّ يُنَادِیْ فِی السَّمَآءِ فَيَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهٗ اَهْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ وَاِذَا اَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرَئِيْلَ فَيَقُوْلُ اِنِّیْ اُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضْهُ قَالَ فَيُبْغِضُهٗ جِبْرَئِيْلُ ثُمَّ يُنَادِیْ فِیْ اَهْلِ السَّمَآءِ اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضُوْهُ قَالَ فَيُبْغِضُوْنَهٗ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْبَغْضَآءُ فِی الْاَرْضِ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اپنے کسی بندے[1] سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کی تو بھی اس سے محبت کر پھر جبرئیل اس[2] سے محبت کرتا پھر وہ آسمان پر آواز[3] دیتا ہے کہ فلاں اللہ کا محبوب ہے تم بھی اس سے محبت کرو لہٰذا تمام اہل آسمان اس سے محبت کرتے ہیں پھر اس کے لیے زمین میں قبولیت[4] رکھ دی جاتی ہے۔ جب اللہ کسی بندے کو ناپسند[5] فرماتا ہے تو جبرئیل کو فرماتا ہے کہ مجھے فلاں بندہ ناپسند ہے تو بھی اسے ناپسند رکھ جبرئیل[6] بھی اسے ناپسند سمجھتا ہے پھر تمام آسمان والوں کو آواز دیتا ہے کہ اللہ تعالٰی کو فلاں بندہ ناپسند ہے تو تم بھی اسے ناپسند سمجھو پس وہ اسے ناپسند سمجھتے ہیں پھر زمین میں اس کے لیے بغض و نفرت[7] رکھ دی جاتی ہے۔ (مسلم[8])

[1] بندے سے راضی ہو جاتا ہے اور اسے ہدایت، خیر کی توفیق دیتے ہوئے اس پر رحمت خاصہ کے ساتھ متوجہ ہو۔
[2] اس کی تعریف کرتے ہیں، اس کے لیے دعا، استغفار اور اس کی ملاقات چاہتے ہیں۔
[3] تاکہ تمام فرشتے سن لیں۔
[4] پھر جن و انس کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کر دی جاتی ہے۔
[5] جب اللہ تعالٰی ناراض ہو جاتا ہے اور اس کی ذلت و رسوائی کا ارادہ فرماتا ہے۔
[6] جبرئیل اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔
[7] لوگوں کے دلوں میں اس کے خلاف نفرت پیدا کر دی جاتی ہے۔
[8] یہ روایت بخاری میں بھی ہے شاید ــــ ماتن اس سے آگاہ نہ ہو سکے۔

۴۷۸۵/۳ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ اَلْيَوْمَ اُظِلُّهُمْ فِیْ ظِلِّیْ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّیْ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰی قیامت کے دن فرمائے گا میری عظمت کی خاطر کہاں آپس میں محبت کرتے رہنے والے آج میں انہیں اپنے سایہ[1] میں جگہ دیتا ہوں جبکہ میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں۔ (مسلم)

[1] باری تعالٰی کے سایہ سے مراد یا تو عرش کا سایہ ہے جیسا کہ بعض احادیث میں اس کی تصریح ہے اور اللہ تعالٰی کی طرف اس کی اضافت بطور عظمت و شرافت ہے یا اس سے مراد ستر پوشی اور رحمت ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے اَلسُّلْطَانُ

ظِلِّ اللہ یا اس سے مراد آرام و نعمت ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے عیش ظلیل خوشگوار زندگی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

۴۷۸۶ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَجُلًا زَارَ اَخًا لَّهٗ فِيْ قَرْيَةٍ اُخْرٰى فَاَرْصَدَ اللّٰهُ لَهٗ عَلٰى مَدْرَجَتِهٖ مَلَكًا قَالَ اَيْنَ تُرِيْدُ قَالَ اُرِيْدُ اَخًا لِّيْ فِيْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ قَالَ هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِّعْمَةٍ تَرُبُّهَا قَالَ لَا غَيْرَ اَنِّيْ اَحْبَبْتُهٗ فِي اللّٰهِ قَالَ فَاِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكَ بِاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهٗ فِيْهِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور انہی سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ایک شخص اپنے بھائی کے ساتھ ملاقات کے لیے دوسری بستی میں گیا اللہ تعالےٰ نے اس کی راہ[1] میں ایک فرشتہ مقرر کیا ہے جو پوچھتا ہے تیرا کہاں کا ارادہ ہے؟ وہ بتاتا ہے کہ اس بستی میں اپنے ایک بھائی سے ملنے جا رہا ہوں۔ فرشتہ کہتا ہے تیرا کوئی اس پر احسان[2] ہے جس کو تو حاصل کرنا چاہتا ہے؟ وہ آدمی کہتا ہے ہرگز نہیں میں تو صرف اللہ کی خاطر اس سے محبت کرتا ہوں فرشتہ کہتا ہے کہ میں تیری طرف پیغام لانے والا ہوں کہ اللہ تجھ سے محبت کرتا ہے جیسے تو نے اس کی خاطر محبت کی۔ (مسلم)

[1] مدرجہ۔ میم پر زبر، جیم اور اس کا معنیٰ راستہ ہے۔

[2] یعنی کچھ تو نے اسے دے رکھا ہے جس کے حصول کے لیے جا رہا ہے۔ بعض شارحین نے یہ معنیٰ کیا ہے جو نعمت تو نے دی ہے اس کی اصلاح وغیرہ کے لیے جا رہا ہے لیکن پہلا معنیٰ یہاں زیادہ مناسب ہے کیونکہ اکثر طور پر انسان دی ہوئی چیز کے حصول کے لیے جاتا ہے اور دوسرا معنیٰ تربیت کے پیش نظر مناسب ہے کیونکہ تربیت کا لفظ بمعنیٰ تملیک بھی آتا ہے۔

۴۷۸۷ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ اَحَبَّ قَوْمًا وَّلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ فَقَالَ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا فرمان ہے جو کسی سے محبت کرتا ہے مگر اس سے[1] ملا نہیں فرمایا آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت[2] کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

[1] ان کی صحبت نہیں پائی یا ان جیسے عمل نہیں کیے۔

[2] دوستی و محبت کا اعتبار ہوگا خواہ ملاقات ہوگی یا نہ اور اس طرح کے عمل بھی نہیں۔ البتہ محبت کاملہ کا تقاضا یہی ہے کہ محبوب کی کامل اتباع کی جائے لیکن اصل معیت کا سبب محبت ہی ہے۔ یہ ان لوگوں کے لیے خوشخبری ہے جو صالحین علماء متقین، اور اولیاء کے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔ امید ہے کہ یہ ان کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

۴۷۸۸ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ وَيْلَكَ وَ مَا اَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ مَا اَعْدَدْتُ لَهَا اِلَّا اَنِّيْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ قَالَ اَنَسٌ فَمَا رَاَيْتُ الْمُسْلِمِيْنَ فَرِحُوْا بِشَيْءٍ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَرَحَهُمْ بِهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی؟ فرمایا افسوس تجھ پر[1]، تو نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟[2] عرض کیا میں نے سوائے اس کے کوئی تیاری نہیں کی کہ میں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت رکھتا ہوں فرمایا تو اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت کرتا ہے[3] حضرت انس کہتے ہیں اسلام لانے کے بعد میں نے مسلمانوں کو کبھی اتنا خوش نہیں دیکھا جتنا وہ اس خوشخبری پر ہوئے[4] (بخاری و مسلم)

[1] یہ کیوں پوچھتا ہے کہ قیامت کب آئیگی بلکہ اس کے لیے تیاری کر رکھ وہ کسی وقت بھی آ سکتی ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ آپ نے اس سوال کو پسند نہ فرمایا کیونکہ ممکن تھا اس نے قیامت کو بعید تصور کرتے ہوئے سوال کیا یا خوف و اعتقاد کی وجہ سے۔

[2] جب آپ نے اس کے یہ کلمات سنیں تو محسوس فرمایا کہ اس نے خوف و اعتقاد کے پیش نظر سوال کیا تھا۔

[3] جب اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے تو تجھے اللہ تعالٰی کے جوار رحمت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرب میں جگہ نصیب ہوگی۔ اگرچہ یہ مقام بلند ہے اور یہاں کوئی نہیں پہنچ سکتا لیکن نور محبت و اتباع ہی اس کے حصول کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

[4] اسلام لانے کی بہت بڑی خوشی تھی۔ اس کے بعد جب یہ سنا کہ ہمیں قیامت کو اللہ اور اس کے رسول کی معیت نصیب ہوگی تو اس پر نہایت ہی خوشی حاصل ہوئی اور یہ بھی دراصل اسلام ہی کی خوشی ہے کیونکہ یہ اسلام ہی کا صدقہ اور ثمرہ ہے۔

۴۷۸۹ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالسُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ اِمَّا اَنْ يُّحْذِيَكَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً وَنَافِخُ الْكِيْرِ اِمَّا اَنْ يُّحْرِقَ ثِيَابَكَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا خَبِيْثَةً۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اچھے اور برے ساتھی کی مثال کستوری والے اور بھٹی[1] والے کی طرح ہے خوشبو والا یا تو دے دے گا یا تم اس سے خرید لوگے یا اس سے اچھی خوشبو کا جھونکا پاؤگے اور بھٹی جلانے والا یا تمہارے کپڑے جلا دے گا یا اس سے تم بدبو پاؤگے۔ (بخاری و مسلم)

[1] کیر کاف کے نیچے زیر یا ساکن لوہار کی مشک جس کے ساتھ بھٹی کو ہوا دیتے ہیں۔ اس کی جمع اکیار، یا کے ساتھ ہے اور کور واؤ کے ساتھ لوہار کے اس آلہ کو کہتے ہیں جو مٹی سے بنتا ہے اس کی جمع اکوار اور کیران دونوں

طرح آتی ہے۔ بنایہ میں ہے کہ ابراہی الہ کا نام ہے جو مٹی سے بناتے ہیں۔ ان دونوں میں فرق بعض کے نزدیک ہے۔

۲؎ ادرار عطیہ جو غنیمت سے کسی کو ملے۔

۳؎ جیسے کہ صحبت میں خدمت کی جاتی ہے جس کی وجہ سے فیض نصیب ہوتا ہے۔

۴؎ اگر مشک نہ پائی تو اس کی خوشبو تو پالو گے یعنی اگر فیض نہ بھی ملا تو اتنا کافی ہے کہ چند لمحات ایک صالح کی صحبت میں میسر آگئے۔

۵؎ اسی طرح برا دوست نقصان پہنچائے گا یا وقت و صلاحیت ضائع کرے گا اور لباس تقویٰ کو جلا کر راکھ کرے گا اور اگر یہ نہ ہوا تو بے ذوقی اور بدحالی ضرور مسلط ہو جائے گی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

۴۷۰۸ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجَبَتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ رَوَاهُ مَالِكٌ وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِيْ جَلَالِيْ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَاءُ۔

دوسری فصل

حضرت معاذ بن جبل[1] رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں ان لوگوں سے یقیناً محبت کرتا ہوں جو میری وجہ سے آپس میں محبت کرتے ہیں، میری وجہ سے آپس میں[2] بیٹھتے اور ملاقات[3] کرتے ہیں، میری وجہ سے خرچ[4] کرتے ہیں۔

موطا، ترمذی کے الفاظ یہ ہیں کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ جو لوگ میری عظمت کی خاطر آپس میں محبت کریں گے ان کے لیے نور کے منبر[5] بچھائے جائیں گے، ان پر انبیاء اور شہداء[6] رشک کریں گے۔

۱؎ یہ کبار صحابہ میں سے ہیں۔

۲؎ میرے ذکر و ثنا کے لیے۔

۳؎ میری رضا کے لیے۔

۴؎ ان کا مقصود ریاکاری نہیں بلکہ میری رضا ہوتی ہے۔

۵؎ قیامت کے دن۔

۶؎ یہاں یہ اشکال ہے کہ انبیاء تمام لوگوں سے افضل ہوتے ہیں اور اسی طرح شہداء بھی اپنی جان و مال اللہ کی راہ میں خرچ کی ہوتی ہے۔ اس عظمت و فضیلت کے باوجود وہ اتنے آسان عمل کرنے والے پر کیسے رشک کریں گے؟ کیونکہ رشک مفضول، فاضل پر کرتا ہے اور یہاں معاملہ برعکس ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں رشک سے مراد اس کا حقیقی معنی

نہیں بلکہ ان کی تعریف و ثنا مراد ہے۔ یعنی انبیاء و شہداء ایسے لوگوں کی تعریف کریں گے نہ کہ ان کے مقام کے حصول کی تمنا و آرزو کریں گے۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ بطور فرض و تقدیر ہے کہ اگر انبیاء و شہداء کسی پر رشک کرتے تو ان پر کرتے اور اس کا مشہور جواب یہ ہے کہ بعض اوقات مفضول میں ایسی صفت ہوتی ہے جو فاضل میں نہیں ہوتی مگر صاحب فضیلت کے فضائل و کمالات کے مقابل مفضول کی فضیلت کالعدم ہوتی ہے۔ جیسا کہ ایک غلام بے شمار صفات اور ہنر رکھتا ہے اور ایک غلام بچہ عقل و خرد کا مالک ہے نہ وہ غلام، فضائل و کمالات اور اللہ تعالٰی کے پسندیدہ افعال کے شوق کی بنا پر دیا جاتا ہے کہ جو خوبی اس بچے کو حاصل ہے مجھے بھی حاصل ہو۔ یا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام محبت الٰہی کی وجہ سے دوسروں سے محبت کرنے میں کامل و اتم ہیں بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ حالت میدان محشر میں، جنت میں داخل ہونے وہاں انعامات اور قرب الٰہی کے درجات پانے سے پہلے ہوگی اور آئندہ حدیث میں آ رہا ہے کہ ان کی شان یہ ہے کہ انہیں کوئی خوف، غم اور تشویش لاحق نہ ہوگی اور وہ بالکل فارغ البال ہوں گے اور دوسرے لوگ اپنے معاملات میں پریشان ہوں گے اور انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امت کے معاملات میں متردد ہوں گے۔ واضح رہے کہ یہ اشکال انبیاء کے بارے میں مشکل ہے لیکن شہداء کے بارے میں اس طرح نہیں، کیونکہ قتیل محبت الٰہی کا درجہ شہید سے کم بھی ہو سکتا ہے اور زیادہ بھی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

۴۷۹۱ / ۹ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ لَاُنَاسًا مَّا هُمْ بِاَنْبِيَآءَ وَلَا شُهَدَآءَ يَغْبِطُهُمُ الْاَنْبِيَآءُ وَالشُّهَدَآءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِمَكَانِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللّٰهِ عَلٰى غَيْرِ اَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلَا اَمْوَالٍ يَتَعَاطَوْنَهَا فَوَاللّٰهِ اِنَّ وُجُوْهَهُمْ لَنُوْرٌ وَّاِنَّهُمْ لَعَلٰى نُوْرٍ لَا يَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا يَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ وَقَرَءَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ.

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَرَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ بِلَفْظِ الْمَصَابِيْحِ مَعَ زَوَائِدِهٖ وَكَذَا فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰی کے کچھ بندے ایسے ہیں جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید لیکن ان کے قرب الٰہی کی وجہ سے ان پر انبیاء و شہداء رشک کریں گے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں ان لوگوں کے بارے میں آگاہ فرمائیے۔ فرمایا وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کے قرآن کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں حالانکہ ان میں قرابت داری ہے اور نہ مالی لین دین۔ خدا کی قسم! ان کے چہرے سراپا نور ہوں گے اور وہ نور پر ہوں گے۔ جب لوگ ڈریں گے انہیں کوئی خوف نہ ہوگا جب لوگ غمگین ہوں گے انہیں کوئی غم نہ ہوگا اور پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت کی "اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ" سنو! یقیناً اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم۔

(ابوداؤد اور اسے شرح السنہ میں ابو مالک سے

الفاظ مصابیح کے ساتھ مزید الفاظ ذکر کیے ہیں اور اسی طرح شعب الایمان میں ہے)

---

[1] روح ، را پر پیش ہے ، وہ چیز جس کے ساتھ جسم زندہ ہے یہاں اس سے مراد قرآن ہے ارشاد ہے۔ "وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا" (اور اسی طرح ہم نے آپ پر وحی فرمائی اپنے امر کی) جس طرح بدن کی زندگی روح ہے اسی طرح دلوں کی زندگی قرآن سے ہے۔ قاموس میں ہے کہ روح کے معانی میں سے ایک قرآن ہے یعنی ان میں قرآن یا اس کے معنی یعنی دین اسلام کی وجہ سے محبت کرتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ آپس میں ایسی محبت کرتے ہیں جس کی تعلیم قرآن نے دی ہے۔ بعض نے روح سے مراد وحی لیا ہے کیونکہ وہ بھی روح کا ایک معنیٰ ہے۔ بعض نے روح اللہ سے مراد محبت لی ہے کیونکہ محبت بھی دلوں کی تازگی اور شادابی کا ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محبوب کو کہا جاتا ہے "اَنْتَ رُوْحِیْ" بعض نسخوں میں لفظ روح را پر زبر کے ساتھ ہے۔ اس کا معنی رحمت کے ہیں فروح و ریحان کا معنی رحمت و رزق ہے (کذا فی الصحاح) اور تمام معانی کا مآل ایک ہی ہے کہ وہ آپس میں اللہ کی خاطر محبت کرتے ہیں۔

[2] منور بلکہ عین نور ہوں گے یہ مبالغہ ہے۔

[3] وہ نور کے منبروں پر ہوں گے جیسا کہ سابقہ حدیث میں تھا یا یہ مراد ہے کہ وہ نور پر متمکن ہوں گے اس سے مقصود ان کی عظمت، جلالت اور رفعت شان و مکان ہے۔

۴۹۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ ذَرٍّ یَا اَبَا ذَرٍّ اَیُّ عُرَی الْاِیْمَانِ اَوْثَقُ قَالَ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اَلْمُوَالَاةُ فِی اللّٰهِ وَالْحُبُّ فِی اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰهِ۔
(رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ابوذر سے فرمایا اے ابوذر! ایمان کی کونسی گرہ[1] زیادہ مستحکم[2] ہے عرض کیا اللہ اور[3] اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا اللہ ہی کیلئے دوستی کرنا اللہ کے لیے محبت کرنا اور اللہ ہی کے لیے عداوت کرنا۔ (بیہقی، شعب الایمان)

[1] عروہ عین پر پیش، را ساکن، جس کے ساتھ تمسک کیا جائے اور پنجہ مارا جائے، عروۃ اعمال اس رسی کو کہتے ہیں جس کے ساتھ ساری پر سامان باندھا جائے۔ کوزے کے دستے کو بھی عُروہ کہا جاتا ہے۔ ارکان دین اور صفات کو بھی عروہ کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے ساتھ تمسک ہوتا ہے۔

[2] ایمان کی کونسی صفت زیادہ مستحکم و مضبوط ہے جس کے ساتھ نجات آخرت اور ثواب میں تمسک کیا جائے۔

[3] صحابہ کا یہ تکیہ کلام تھا کہ جب بھی آپ ان سے کوئی بات پوچھتے تو وہ ادباً اور التجاءً یہ کہتے کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔

۴۹۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا عَادَ الْمُسْلِمُ أَخَاهُ أَوْزَارَهُ قَالَ اللهُ تَعَالَى طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ)

کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی عیادت یا ملاقات کرتا ہے تو اللہ تعالٰی فرماتے ہیں تو اچھا ہے[۱] تیرا چلنا اچھا ہے[۲] اور تو نے جنت میں اپنا گھر بنا لیا[۳]

(ترمذی نے اسے روایت کرکے کہا کہ یہ غریب حدیث ہے)

۱؎ دنیا و آخرت میں۔

۲؎ تو نے ہر قدم پر ثواب حاصل کیا۔

۳؎ ان تینوں میں احتمال دعا بھی ہے۔ یعنی تیری زندگی بہتر ہو۔ تیرا چلنا ہمیشہ بہتر ہو اور تجھے جنت میں مقام نصیب ہو۔

۴۷۹۴/۱۲ وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْ كَرِبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَحَبَّ الرَّجُلُ أَخَاهُ فَلْيُخْبِرْهُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ۔ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالٰی عنہ[۱] بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی شخص اپنے بھائی سے محبت کرے تو اسے بتا دے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔[۲]

(ابوداؤد، ترمذی)

۱؎ یہ صحابی ہیں، حمص میں مقیم ہوگئے، اہل شام میں سے شمار ہوتے ہیں۔

۲؎ یہ چیز زیادتی محبت کا سبب ہوگی کیونکہ جب اسے علم ہوگا تو حقوق محبت ادا کرتے ہوئے دعا و خلوص کا اظہار کرے گا۔

۴۷۹۵/۱۳ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ نَاسٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِمَّنْ عِنْدَهُ إِنِّيْ لَأُحِبُّ هٰذَا لِلّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمْتَهُ قَالَ لَا قَالَ قُمْ إِلَيْهِ فَأَعْلِمْهُ فَقَامَ إِلَيْهِ فَأَعْلَمَهُ فَقَالَ أَحَبَّكَ الَّذِيْ أَحْبَبْتَنِيْ لَهُ قَالَ ثُمَّ رَجَعَ فَسَأَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِمَا قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكَ

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس سے گزرا آپ کے پاس جو لوگ کھڑے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ میں اس سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں آپ نے پوچھا کہ تو نے اس کو بتا دیا ہے عرض کیا نہیں فرمایا اس کے پاس جا کر اسے بتاؤ چنانچہ وہ گیا اور اسے خبر دی وہ بولا کہ مجھ سے تو[۱] وہ ذات محبت کرے جس کی خاطر تو نے مجھ سے محبت کی جب اس نے واپس لوٹ کر آپ سے وہ عرض کیا جو اس نے کہا تھا تو آپ نے فرمایا تجھے اس کی سنگت نصیب

مَا احْتَسَبْتَ۔
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)
وَفِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ وَلَهُ مَا اكْتَسَبَ۔

ہو گی جس سے تجھے محبت ہے اور تیرے لیے وہ جو تم نے اجر طلب کیا۔ (بیہقی، شعب الایمان، ترمذی میں ہے کہ آدمی اس کے ساتھ ہو گا جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے اور اس کے لیے وہی ہے جو اس نے کمایا۔

لہ جب ایک آدمی دوسرے سے کہے کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں تو اس کا جواب یہ دیا جائے کہ اللہ تجھ سے محبت کرے۔

لہ تو نے اس کے ساتھ اللہ کی خاطر محبت کی اس کا اجر تجھے ملے گا اور ہر عمل میں یہی معاملہ ہوتا ہے، احتساب کا معنیٰ اللہ تعالیٰ سے ثواب واجر کا ارادہ کرنا ہے، حِسْبہ حا کے نیچے زیر، سین ساکن یہ اسم ہے۔ اصل میں یہ لفظ حساب ہے جس کا معنیٰ شمار کرنا ہے گویا انسان وہ عمل نیت ثواب سے شمار کرتا ہے۔

۴۷۹۶ وَعَنْ اَبِي سَعِيدٍ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا يَاْكُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِيٌّ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُو دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا مومن کے سوا کسی سے دوستی نہ لگا اور تیرا کھانا پرہیزگار کے علاوہ کوئی نہ کھائے۔
(ترمذی، ابوداؤد، دارمی)

لہ یعنی مسلمان سے دوستی رکھو کافر سے نہیں یا مسلمان صالح سے دوستی رکھو۔ فاسق سے نہیں۔ بعد کا حصۂ حدیث اسی پر قرینہ ہے۔

لہ تیرا طعام حلال ہونا چاہیے تاکہ متقی لوگ اسے کھائیں اور تجھے چاہیے کہ اپنا کھانا متقین کو کھلائے۔

لہ کفار و فاسقین کے ساتھ کھانے اور مصاحبت سے اس لیے منع کیا تاکہ ان کی بری صفات انسان پیدا نہ ہوں اور شارحین نے بیان کیا ہے کہ اس طعام سے مراد طعام دعوت ہے۔ طعام حاجت نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر یتیم، مسکین، اور اسیر کو کھانا کھلانے کو پسند فرماتا ہے اور مسلمانوں کے ہاں اسیر کافر ہوتے تھے لہٰذا کافر کو حاجت کے لیے دینے میں کوئی حرج نہیں۔

۴۷۹۷ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْءُ عَلٰى دِينِ خَلِيلِهِ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُو دَاوٗدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَقَالَ النَّوَوِيُّ اِسْنَادُهُ صَحِيحٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انسان اپنے دوست کے دین و طریقے پر ہوتا ہے تو ہر ایک غور کرے کہ وہ کس سے محبت کرتا ہے۔ (مسند احمد، ابوداؤد، بیہقی شعب الایمان۔ ترمذی کے نزدیک یہ حدیث حسن غریب ہے اور امام نووی کہتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔

لے جو کسی کو دوست رکھتا ہے وہ اس کے مذہب اور سیرت پر ہوتا ہے۔

لے اس طویل گفتگو کا مقصد ان لوگوں پر رد ہے جنہوں نے اس حدیث کو موضوع کہا مثلاً حافظ سراج الدین قزوینی نے صاحب مصابیح پر گرفت کرتے ہوئے کہا کہ یہ روایت موضوع ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کا رد کرتے ہوئے کہا کہ ترمذی نے اسے حسن اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے (کذا قال السیوطی)

۴۷۹۸/۱۶ وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ نُعَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اٰخَى الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلْيَسْاَلْهُ عَنْ اِسْمِهٖ وَاِسْمِ اَبِيْهِ وَمِمَّنْ هُوَ فَاِنَّهٗ اَوْصَلُ لِلْمَوَدَّةِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت یزید بن نعامہ[1] رضی اللہ تعالٰے عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص کسی سے بھائی چارہ کرے تو اس سے اس کا نام والد کا اور اس کے قبیلہ کا نام پوچھ لے کیونکہ یہ دوستی کو مضبوط کرنے والی چیزیں ہیں۔ (ترمذی)

لے نعامہ۔ نون پر زبر۔ یہ صحابی ہیں۔ غزوہ حنین کے موقعہ پر کفار کے ساتھ تھے، اس کے بعد اسلام لائے، امام ترمذی کہتے ہیں کہ ان کا سماع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے معلوم نہیں۔ صاحب جامع الاصول نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ صحابی نہیں تابعی ہیں۔ ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۴۷۹۹/۱۷ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ اَىُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى قَالَ قَائِلٌ اَلصَّلٰوةُ وَالزَّكٰوةُ وَقَالَ قَائِلٌ اَلْجِهَادُ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى اَلْحُبُّ فِى اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِى اللّٰهِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرَوٰى اَبُوْدَاؤدَ الْفَصْلَ الْاَخِيْرَ)

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالٰے عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم جانتے ہو اللہ تعالٰے کو کونسا عمل زیادہ پسند ہے۔ کسی نے نماز و زکوٰۃ کا ذکر کیا اور کسی نے جہاد کا آپ نے فرمایا اللہ تعالٰے کو سب سے پیارا عمل اللہ کی خاطر محبت اور اس کی خاطر عداوت رکھنا ہے[1]۔ (مسند احمد، ابوداؤد نے اس کا آخری حصہ روایت کیا ہے۔)

لے یہاں ایک اشکال ہے کہ یہ عمل نماز، زکوٰۃ اور جہاد سے افضل کیسے ہو سکتا ہے؟ حالانکہ وہ تمام اعمال سے مطلقاً افضل ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی رضا کی خاطر انبیاء و اولیاء کے ساتھ محبت رکھتا ہوگا وہ یقیناً ان کی اتباع و اطاعت کرے گا اور جو اللہ کی رضا کی خاطر دشمنانِ دین کے ساتھ دشمنی رکھتا ہوگا وہ دین کی مخالف قوتوں کے خلاف ضرور جہاد کرے گا لہٰذا اس عمل میں نماز، زکوٰۃ وغیرہ تمام آجاتے ہیں، گویا آپ نے فرمایا کہ اعمال و طاعات کی اصل اللہ کی محبت یا اس کی ناراضگی ہے۔ بعض شارحین نے کہا احب ہونے سے افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ اگرچہ نماز و زکوٰۃ اور جہاد افضل اعمال ہیں

مگر حب اللہ اور بغض اللہ محبوب تر ہے۔

۲؎ آخری حصہ ان احب الاعمال الخ سعایت کیا مگر ابتدائی سوال وجواب کا تذکرہ نہیں کیا۔

۴۸۰۰/۱۸ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَآ اَحَبَّ عَبْدٌ عَبْدًا لِلّٰہِ اِلَّآ اَکْرَمَ رَبَّہٗ عَزَّ وَجَلَّ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی بندے سے اللہ کی خاطر محبت کرتا ہے وہ اپنے رب کریم کا احترام واکرام کرتا ہے۔[1] (مسند احمد)

۱؎ کیونکہ جب وہ اللہ تعالےٰ کی رضا کی خاطر اس کے بندے سے محبت کر رہا ہے تو اللہ تعالےٰ سے محبت کا عالم تو نہایت کامل وافضل ہوگا۔ اور کمال دوستی کی یہ علامت ہے کہ اپنے محبوب کے متعلقین کے ساتھ محبت ہو۔

۴۸۰۱/۱۹ وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ یَزِیْدَ اَنَّھَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخِیَارِکُمْ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ خِیَارُکُمُ الَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ۔ (رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ)

حضرت اسماء بنت یزید[1] رضی اللہ تعالےٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کیا میں تمہیں بہترین مسلمان کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور بتائیں فرمایا: تم میں سے بہتر وہ ہے کہ اسے دیکھتے ہی[2] خدا یاد آجائے۔ (ابن ماجہ)

۱؎ اسماء بنت یزید بن سکن، مشہور صحابیہ ہیں۔

۲؎ اس وجہ سے کہ ان کے وجود پر طاعت کے انوار کا ظہور کامل طور پر ہوتا ہے، ان کے احوال واعمال پر قرب الٰہی کا مشاہدہ ہوتا ہے اور ان کے افعال میں استقامت ہوتی ہے، ان کی محبت انسان کو اللہ تعالےٰ کی محبت کی طرف راغب کرتی ہے پس ان کے ساتھ محبت فی اللہ اور لوجہ اللہ ہی ہوگی۔

۴۸۰۲/۲۰ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ عَبْدَیْنِ تَحَابَّا فِی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَاحِدٌ فِی الْمَشْرِقِ وَاٰخَرُ فِی الْمَغْرِبِ لَجَمَعَ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَقُوْلُ ھٰذَا الَّذِیْ کُنْتَ تُحِبُّہٗ فِیَّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دو اشخاص آپس میں اللہ کی رضا کے لیے محبت کرتے تھے ان میں سے ایک مشرق اور دوسرا مغرب میں تو اللہ تعالےٰ روز قیامت ان کو جمع فرما دے گا اور فرمائے گا کہ یہ وہ ہے جس کے ساتھ تو میری وجہ سے محبت کرتا تھا۔

۴۸۰۳/۲۱ وَعَنْ اَبِیْ رَزِیْنٍ اَنَّہٗ قَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی مِلَاکِ ھٰذَا الْاَمْرِ الَّذِیْ تُصِیْبُ بِہٖ خَیْرَ الدُّنْیَا وَ

حضرت ابورزین[1] رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس چیز کی اصل[2] نہ بتاؤں جس سے تم دنیا وآخرت

الْاٰخِرَةِ عَلَيْكَ بِمَجَالِسِ اَهْلِ الذِّكْرِ وَ اِذَا خَلَوْتَ فَحَرِّكْ لِسَانَكَ مَا اسْتَطَعْتَ بِذِكْرِ اللّٰهِ وَاَحِبَّ فِي اللّٰهِ وَاَبْغِضْ فِي اللّٰهِ يَا اَبَا رَزِيْنٍ هَلْ شَعَرْتَ اَنَّ الرَّجُلَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ زَائِرًا اَخَاهُ شَيَّعَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ كُلُّهُمْ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِنَّهٗ وَصَلَ فِيْكَ فَصِلْهُ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُعْمِلَ جَسَدَكَ فِيْ ذَالِكَ فَافْعَلْ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

کی بھلائی پالو، تم ذکر والوں کی مجلس کو لازم پکڑو اور جب تم تنہائی میں ہو تو جہاں تک ہو سکے اپنی زبان کو ذکر الٰہی سے تر رکھو اور اللہ کی خاطر محبت اور عداوت کرو۔ اے ابورزین کیا تمہیں خبر ہے جب کوئی شخص اپنے بھائی کی ملاقات کے لیے گھر سے نکلتا ہے تو اسے ستر ہزار فرشتے پہنچاتے ہیں اور تمام اس کے لیے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس نے تیری خاطر اس سے تعلق قائم کیا ہے لہٰذا اس کے ساتھ تعلق قائم فرما اور اگر تم اپنے جسم سے کام لے سکتے ہو تو ایسا ہی کرو۔

۱؎ رزین، را پر زبر، زا کے نیچے زیر، ان کا نام لقیط ہے۔ مشہور صحابی اور اہل طائف میں سے ہیں۔

۲؎ ملاک، میم کے نیچے زیر، وہ چیز جس کی وجہ سے آدمی پاؤں پر کھڑا ہو جیسے کہ دل کو جسم کا ملاک کہتے ہیں۔

۳؎ مجلس اور تنہائی دونوں حال میں ذاکر بن جاؤ۔

۴؎ مشایعت کسی کو منزل تک پہنچانا۔

۵؎ اس کے لیے دعا مغفرت بھی کرتے ہیں۔

$\frac{۴۸۰۲}{۲۲}$ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَعُمُدًا مِّنْ يَاقُوْتٍ عَلَيْهَا غُرَفٌ مِّنْ زَبَرْجَدٍ لَّهَا اَبْوَابٌ مُّفَتَّحَةٌ تُضِيْءُ كَمَا يُضِيْءُ الْكَوْكَبُ الدُّرِّيُّ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ يَّسْكُنُهَا قَالَ الْمُتَحَابُّوْنَ فِي اللّٰهِ وَالْمُتَجَالِسُوْنَ فِي اللّٰهِ وَالْمُتَلَاقُوْنَ فِي اللّٰهِ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

اَلْاَحَادِيْثُ الثَّلَاثَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو آپ نے فرمایا جنت میں یاقوت کے کچھ ستون ہیں جن پر زبرجد کے بالاخانے ہیں ان کے دروازے کھلے ہوتے ہیں اور ایسے چمکتے ہیں جیسے روشن ستارہ ہو، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان میں کون رہے گا؟ فرمایا اللہ کی خاطر آپس میں محبت کرنے والے اللہ کی محبت کی خاطر آپس میں مل بیٹھنے والے اور ملاقات کرنے والے۔

یہ تینوں احادیث بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کی ہیں۔

۱؎ عمد، عین اور میم دونوں پر پیش ہے۔ عمود کی جمع ہے۔

۲؎ غرف، غین پر پیش، بلند منزل۔

۳؎ وہ بالاخانے یا دروازے۔

بَابُ مَا يُنْهٰى عَنْهُ مِنَ التَّهَاجُرِ وَالتَّقَاطُعِ وَاتِّبَاعِ الْعَوْرَاتِ

۲۲۳۔ قطع تعلق اور عیب تلاش کرنے کی ممانعت

مراح میں تہاجر کا معنی کاٹنا آیا ہے۔ قاموس میں تہاجران کا معنی یہ کہا گیا ہے کہ ان دونوں نے آپس میں قطع تعلق کر لیا۔ ہجر، زبر کے ساتھ اور ہجران زیر کے ساتھ، دونوں طرح ہے، تہاجر کا معنی تقاطع ہے اس لیے لفظ تقاطع برائے بیان وتفسیر ہوگا۔ یہاں ملاقات اور سلام کا دوسرے مسلمان سے ترک کرنا مراد ہے۔ اور اس سے رشتہ اخوت تین دن سے زیادہ منقطع رکھنا ہے اور یہ مطلقاً ممنوع ہے۔ اسی وجہ سے ما ینھی عنہ من التہاجر، کہا، عورات عورت کی جمع ہے پیچھے گزر چکا ہے کہ عورت سے مراد ہر وہ شے ہے جس کے ظاہر کرنے سے آدمی عار محسوس کرے اور اسے ناپسند کرے اور ایسے عیوب جن کے مخفی ہونے کو پسند کرے، اتباع عورات سے یہاں لوگوں کے عیوب تلاش کرنا مراد ہے چونکہ یہ دونوں اشیاء ترک وقطع تعلق کا باعث ہیں لہٰذا ان کو ایک باب میں ذکر کیا۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۴۸۰۵ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ یَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثِ لَیَالٍ یَلْتَقِیَانِ فَیُعْرِضُ هٰذَا وَیُعْرِضُ هٰذَا وَخَیْرُهُمَا الَّذِیْ یَبْدَاُ بِالسَّلَامِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کسی آدمی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے[1] تین دن سے زائد قطع تعلق کرے اور ملاقات[2] کے وقت دونوں ایک دوسرے کی طرف سے منہ پھیر لیں اور دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل[3] کرے۔ (بخاری ومسلم)

[1] اس سے واضح ہوتا ہے کہ تین روز سے کم قطع تعلق حرام نہیں ہے کیونکہ آدمی کی طبیعت میں غصہ اور بدخلقی وتعصب موجود ہے اس لیے یہ معاف ہے اور اکثر طور پر اس کے زوال یا کم ہو جانے کے لیے تین دن کی مدت ہوتی ہے۔

[2] یہ اس قطع تعلق کی تفصیل ہے۔

[3] یعنی کدورت ختم کر کے سلام کرتا ہے اور یہ مقدار کافی ہے کیونکہ اس سے کم میں حق مسلمانی ادا نہیں ہوتا۔

ھے یہاں مراد ایسی ترک اخوت و محبت ہے جو غیبت وغیرہ کی وجہ سے ہو اور اگر امور دینیہ اور ملیہ کی وجہ سے اہل بدعت اور نفس پرست لوگوں کے ساتھ توبہ اور رجوع تک قطع تعلق میں کوئی حرج نہیں۔ امام سیوطی نے حاشیہ مؤطا میں شیخ ابن عبدالبر سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص تعلق جوڑنے سے اس لیے ڈرتا ہے کہ میرے دین و دنیا میں فساد و فتنہ نہ ہو تو اس میں بھی حرج نہیں لیکن یہ دوری احسن انداز میں ہو، نہ غیبت، عیب گوئی اور کینہ رکھا جائے، احیاء العلوم میں بعض اسلاف نے صحابہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ ان میں سے بعض نے دوسروں کے ساتھ تا عمر انقطاع رکھا نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تین اشخاص کے ساتھ غزوہ تبوک میں عدم شرکت کی وجہ سے پچاس دن تک خود تعلق منقطع کیا، صحابہ اور ان کی بیویوں کو بھی اس بات کا حکم دیا تاکہ وہ منافقین کی راہ نہ اپنائیں، اسی طرح ایک ماہ تک آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ تعلق منقطع فرمایا، سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے ابن زبیر کے ساتھ مدت تک انقطاع رکھا، امام احمد بن حنبل نے شیخ محاسبی کی صحبت ترک کر دی کیونکہ انہوں نے علم کلام میں کتاب لکھی تھی لیکن یہ تمام کے تمام انقطاع حسن نیت کی بنا پر تھے، اس میں کوئی نفسانی غرض نہ تھی۔

۴۸۰۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا وَّفِیْ رِوَایَةٍ وَّلَا تَنَافَسُوْا۔
(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)
۲

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا بدگمانی سے بچو کیونکہ یہ بدترین جھوٹ[1] ہے۔ غیبت[2] جوئی نہ کرو نہ کسی کی خفیہ باتیں سنو اور نہ برتری[3] جتاؤ، حسد نہ کرو، عداوت نہ رکھو، ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ اے اللہ کے بندو آپس میں بھائی بھائی ہو جاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ نفسانیت نہ کرو۔ (بخاری ومسلم)

لے کیونکہ اس میں ایک آدمی دوسرے کے بارے میں گمان کرتا ہے کہ وہ ایسے ہے حالانکہ واقع میں ایسا نہیں ہوتا اور یہ جھوٹ ہی ہے۔ حدیث سے حدیث نفس مراد ہے جو شیطانی وسوسہ ہوتا ہے اکذب کہنے کی وجہ یہی ہے یا مبالغہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (یقیناً بعض گمان گناہ ہیں) یہاں گمان سے مراد بدگمانی ہے بعض شارحین نے لکھا ہے کہ اس بدگمانی سے منع کیا گیا ہے۔ جس پر جزم ہو اور جو صرف دل میں کھٹکے وہ منع نہیں اور بعض کی رائے یہ ہے کہ بدگمانی اس وقت گناہ بنے گی جب اسے زبان پر لایا جائے الغرض مراد یہ ہے کہ اس گمان پر دلیل نہ ہو یا دلائل متعارض ہوں لیکن اگر کسی گمان پر دلیل اور قرینہ واضح ہو تو اس میں گرفت نہیں۔

ٮے لَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا پہلے میں حا اور دوسرے میں جیم ہے، تحسس اور تجسس میں کسی لحاظ سے فرق ہے۔ قاموس میں فصل جیم کے تحت ہے کہ تجسس، خبر میں تفحص کرنا ہوتا ہے جیسے تجسس اور جاسوس میں ہے جیسس جس کا معنی برے راز والا ہے۔ اسی سے مشتق ہے اور فصل حا میں ہے کہ حاسوس نہ جاسوس کے معنی میں ہے، یا حاسوس خبر خیر اور جاسوس خبر شر کے ساتھ مخصوص ہے۔ بعض شارحین کہتے ہیں کہ جیم کے ساتھ ہو تو اس کا معنی کسی خبر کا زمی

سے معلوم کرنا اور حا کے ساتھ ہو تو خبر کا حواس کے ذریعے حاصل کرنا ہوتا ہے۔ مثلاً چوری اور خفیہ سننا اور دیکھنا، بعض کی رائے یہ ہے کہ بُری باتوں کی تلاش تجسس ہے یہاں کا سماع تحسس ہے اور ایک رائے یہ بھی ہے کہ تجسس (جیم کے ساتھ) سے مراد دوسرے کے لیے خبر کا طلب کرنا اور تحسس (حاء کے ساتھ) اپنے لیے خبر طلب کرنا ہے۔ طیبی کہتے ہیں کہ پہلے سے مراد لوگوں کے عیوب اور ان کے مخفی معاملات کی جستجو ہے خواہ ذاتی طور پر ہو یا کسی کی مدد و تعاون سے ہو اور دوسرے سے مراد ذاتی طور پر ایسا کرنا ہے اور دوسرے کی خیر کی خبر و اطلاع سے منع کی وجہ یہ ہے کہ شاید اس کی وجہ سے حسد یا لالچ پیدا ہو۔

ؐ۴ نجش، جیم ساکن ہے، کسی چیز کا زیادہ بھاؤ لگانا۔ اصلاً اس کا ترجمہ کسی کو برانگیختہ کرنا ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ اس حدیث میں نجش سے مراد ایک دوسرے کو شر اور لڑائی کے لیے ورغلانا ہے۔

ؐ۵ حسد، بغیر ظلم سے زوالِ نعمت کی تمنا یا یہ آرزو کرنا ہے کہ یہ نعمت مجھے مل جائے (کذا فی القاموس)

ؐ۶ یعنی ان اسباب سے بچو جن کی بنا پر آپس میں بغض و عداوت پیدا ہوتا ہے ورنہ محبت و عداوت فطری چیزیں ہونے کی وجہ سے بندے کی قدرت میں نہیں۔ بعض شارحین کہتے ہیں کہ یہاں اس بغض سے منع کیا گیا ہے جو بطور بدعت والا لچ و خواہش ہو کیونکہ دین میں برائی کی ایجاد اور سیدھے راستے سے ہٹ جانا بغض و عداوت کا سبب ہے۔

ؐ۷ علامہ طیبی کہتے ہیں کہ تدابر کا معنی تقاطع ہے کیونکہ دونوں ایک دوسرے کو پشت دیتے ہیں یعنی ادائے حقوق سے اعراض کر لیتے ہیں۔

ؐ۸ جب تم ایک مالک کے بندے ہو اور عبودیت میں برابر ہو تو ایک دوسرے بھائی سے حسد و بغض سے بچو۔

ؐ۹ تنافس کا معنی حسد کرنا ہے یا اس کے قریب ہونا ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد دنیا کی طرف رغبت ہو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ مجھے ڈر ہے کہ تم پر دنیا فراخ ہو جائے گی اور تم اس میں رغبت کرو گے۔ تَنَافَسْتَ فِي الشَّيْءِ کا معنی رَغِبْتَ فِيهِ ہے۔

[illegible] وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُفْتَحُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا رَجُلٌ كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ اَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سوموار اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیئے[1] جاتے ہیں اور ہر اس شخص کو بخش دیا جاتا ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے مگر اس شخص کو جس کے اور اس کے دوسرے بھائی کے درمیان عداوت ہو اور کہا جاتا ہے کہ انہیں[2] مہلت دو یہاں تک کہ یہ دونوں صلح کر لیں۔ (مسلم)

ؐ۱ بعض محدثین نے کہا کہ اس سے کثرت بخشش، مخلوق کے جرائم سے در گزر، اعطاءِ ثواب اور رفعت درجات مراد ہے لیکن صواب یہی ہے کہ ان کو اپنے ظاہر پر محمول کیا جائے کیونکہ جب تک کوئی امر مانع نہ ہو نصوص کو ان کے ظاہر پر

محول کرنا واجب ہوتا ہے البتہ دروازوں کا کھلنا معافی و درگزر کی علامت ہے۔

۲؎ فرشتوں سے کہا جاتا ہے اَنْظِرُوا ہمزہ پر زبر ظاء کے نیچے زیر۔ باب افعال سے امر ہے اس کا معنی مہلت دینا ہے۔

۴۸۰۸ / ۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُعْرَضُ اَعْمَالُ النَّاسِ فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّتَيْنِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ اِلَّا عَبْدًا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ اُتْرُكُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَفِيْئَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

انہی سے مروی ہے رسول پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہر ہفتہ میں لوگوں کے اعمال دو مرتبہ سوموار اور جمعرات کو پیش کیے جاتے ہیں۱؎ اور ہر بندہ مومن کو بخش دیا جاتا ہے ماسوائے اس کے جن دونوں کے درمیان کینہ ہو تو کہا جاتا ہے کہ ان کو چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ رجوع کر لیں (مسلم)۔

۱؎ بارگاہ خداوندی میں یا اس کے فرشتے کے پاس جو صحف اعمال کو جمع کرتا ہے۔ جمعہ چونکہ ہفتہ کا آخری دن ہوتا ہے اس لیے اس پر ہفتہ کا اطلاق کر دیا گیا۔

۴۸۰۹ / ۵ وَعَنْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ عُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ يَقُوْلُ خَيْرًا وَّيَنْمِيْ خَيْرًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَزَادَ مُسْلِمٌ قَالَتْ وَلَمْ اَسْمَعْهُ تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَخِّصُ فِيْ شَيْءٍ مِّمَّا يَقُوْلُ النَّاسُ كَذِبٌ اِلَّا فِيْ ثَلٰثٍ اَلْحَرْبُ وَالْاِصْلَاحُ بَيْنَ النَّاسِ وَحَدِيْثُ الرَّجُلِ امْرَاَتَهٗ وَحَدِيْثُ الْمَرْاَةِ زَوْجَهَا وَذُكِرَ حَدِيْثُ جَابِرٍ اِنَّ الشَّيْطٰنَ قَدْ اَيِسَ فِيْ بَابِ الْوَسْوَسَةِ۔

حضرت ام کلثوم۱؎ بنت عقبہ ابن ابی معیط رضی اللہ تعالٰی عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا وہ جھوٹا نہیں جو دو آدمیوں کے درمیان صلح کرا دے اور بھلی بات کہے اور بھلی بات پہنچائے۲؎ (بخاری و مسلم) مسلم نے یہ اضافہ کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تین مقامات کے علاوہ کسی مقام پر لوگوں کو جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں دیتے سنا، جنگ۳؎ لوگوں کے درمیان صلح اور خاوند کی بیوی کے ساتھ اور بیوی کی خاوند کے ساتھ۴؎ گفتگو اور وہ حدیث جابر باب الوسوسہ میں گزر چکی ہے کہ شیطان مایوس ہو چکا ہے۔

۱؎ مکہ میں اسلام لائیں اور ہجرت کی، روایات میں ہے کہ مکہ میں یہ غیر شادی شدہ تھیں، مدینہ طیبہ میں ان کا نکاح حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے ساتھ ہوا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت عمرو بن العاص کے ساتھ عقد ہوا۔ اس کے چند دن بعد فوت ہو گئیں ان کے والد کا نام عقبہ (عین پر پیش، قاف ساکن) ابن ابی معیط (میم پر پیش، عین پر زبر، یا ساکن) بن عمرو بن امیہ بن عبد شمس ہے جو مشہور مشرک تھا اور بدر میں مارا گیا تھا۔

۲؎ اگرچہ اس نے جھوٹ بول کر صلح کروائی۔

۳؎ مراد یہی گفتگو ہے جو صلح پیدا کرے اگرچہ واقعہ میں وہ نہ ہو۔

۴؎ ایسی گفتگو کرنا جس سے لشکر اسلام میں طاقت و قوت پیدا ہو اور دشمن فریب کھا جائے اگرچہ خلاف

واقع ہو۔

ف۵ ان دونوں کی طرف سے ایسی گفتگو نقل کرنا جو صلح واتفاق کا موجب ہو اگرچہ واقع میں انہوں نے نہ کی ہو۔

ف۶ ایک دوسرے کو خوش کرنے کے لیے کہا جائے تاکہ آپس میں اضافہ محبت ہو۔

ف۷ وہ حدیث جابر جس کا ابتدائی جملہ یہ ہے اِنَّ الشَّیْطَانَ قَدْ اَیِسَ اوائل کتاب میں گزر چکی ہے اور مصابیح میں اس جگہ مذکور ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۴۸۱۰ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ یَزِیْدَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ الْکَذِبُ اِلَّا فِیْ ثَلٰثٍ کَذِبُ الرَّجُلِ امْرَاَتَہٗ لِیُرْضِیَہَا وَالْکَذِبُ فِی الْحَرْبِ وَالْکَذِبُ لِیُصْلِحَ بَیْنَ النَّاسِ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالےٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹ تین مقامات کے علاوہ جائز نہیں، آدمی کا اپنی بیوی کو راضی کرنے کے لیے، حالتِ جنگ میں اور لوگوں کے درمیان صلح پیدا کرنے کے لیے جائز ہے۔ (احمد، ترمذی)

ف۱ بیوی کا خاوند کے لیے ایسا کرنا اس کا ذکر یہاں اس لیے نہیں آیا کہ اکثر طور پر مذکورہ صورت کی ضرورت ہی پڑتی ہے کیونکہ خواتین معاملات سے ناواقف ہوتی ہیں اور ان میں بدگمانی کا پہلو غالب ہوتا ہے لہٰذا ان کو اکثر طور پر راضی رکھنا پڑتا ہے۔ اور حدیث سابقہ میں دونوں کا ذکر آیا تھا۔

ف۲ تاکہ لوگوں کے درمیان تعلقات منقطع نہ ہوں۔

۴۸۱۱ وَعَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَکُوْنُ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّہْجُرَ مُسْلِمًا فَوْقَ ثَلٰثَۃٍ فَاِذَا لَقِیَہٗ سَلَّمَ عَلَیْہِ ثَلٰثَ مِرَارٍ کُلُّ ذٰلِکَ لَا یَرُدُّ عَلَیْہِ فَقَدْ بَاءَ بِاِثْمِہٖ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان کے ساتھ تین دن سے زائد تعلق منقطع رکھے تو جب اسے ملے تو تین بار سلام کہے تو اگر دوسرے نے ہر بار جواب نہ دیا تو وہ اس کا گناہ لے کر لوٹے گا۔ (ابوداؤد)

ف۱ صحبت وسلام

ف۲ تعلق منقطع رکھنے کا یا اپنے گناہ، یا سلام دینے والے مسلمان کے گناہ یعنی سلام دینے والا تعلق کو منقطع کرنے کے گناہ سے فارغ ہو گیا اور جواب نہ دینے والے نے اپنی گردن پر گناہ لے لیا بلکہ سلام دینے والے کا گناہ بھی اس کی گردن پر ہوگا کیونکہ اس نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

۴۸۱۲ وَعَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان بھائی سے تین دن سے زائد تعلق منقطع رکھے پس جو شخص تین دن سے زائد تعلق منقطع رکھے گا اور مرگیا تو وہ دوزخ[1] میں داخل ہوگیا۔
(مسند احمد، ابوداؤد)

[1] یعنی وہ دوزخ میں داخلے کا مستحق ہوگیا جب کوئی انسان گناہ میں مبتلا ہوتا ہے تو گویا وہ آگ میں ہے اگر مذکورہ شخص زندہ رہے تو آگ میں ہی رہا۔

۴۸۱۳/۹ وَعَنْ اَبِيْ خِرَاشٍ السُّلَمِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ هَجَرَ اَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهٖ۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابو خراش سلمی[1] رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس شخص نے اپنے بھائی سے ایک سال تک تعلق منقطع رکھا وہ اس کے خون بہانے کی طرح[2] ہے (ابوداؤد)

[1] خراش، خا کے نیچے زیر، سلمی، سین پر پیش، لام پر زبر اور مخفف۔ بعض کے نزدیک سلمی کے بجائے اسلمی ہے ان کا اسم گرامی حیدر بروزن جعفر ہے۔ صحابی ہیں، امام ابوداؤد نے ان سے یہی ایک حدیث روایت کی ہے۔

[2] گناہ شدید مرتب ہونے کی وجہ سے ورنہ یہ جمیع وجوہ کے اعتبار سے قتل کی طرح نہیں ہے کیونکہ قتل کا شرک کے بعد درجہ ہے۔ مقصود تعلق منقطع کرنے سے منع میں مبالغہ اور تاکید ہے۔ چونکہ ایک سال کا انقطاع عادۃً نہیں ہوتا یہ انقطاع رہا گویا اتنا تکلیف وہ ہے کہ غصہ اور رنج کی وجہ سے قتل کرتا ہے۔

۴۸۱۴/۱۰ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّهْجُرَ مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلٰثٍ فَاِنْ مَّرَّتْ بِهٖ ثَلٰثٌ فَلْيَلْقَهٗ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ فَاِنْ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَدِ اشْتَرَكَا فِي الْاَجْرِ وَاِنْ لَّمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِالْاِثْمِ وَخَرَجَ الْمُسْلِمُ مِنَ الْهِجْرَةِ۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کسی مومن کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ دوسرے مومن سے تین دن سے زائد تعلق منقطع رکھے۔ اگر تین دن گزر جائیں تو یہ اس سے ملے اسے سلام کہے اگر وہ جواب دے دے تو دونوں ثواب[1] میں شریک ہوگئے اور اگر وہ جواب نہ دے تو وہ گناہ[2] لے کر لوٹا سلام کرنے والا اس گناہ سے محفوظ ہوگیا[3] (ابوداؤد)

[1] وصل اور ترک ہجر کی وجہ سے پہلے کو ابتدائے سلام اور ترک ہجر اور دوسرے کو جواب سلام اور قبول کرنے کی وجہ سے اجر ہوگا۔

[2] بعض نسخوں میں باثمہ ہے اور اس کی تشریح پیچھے گزر چکی ہے۔

[3] اور اس کا تمام بوجھ اور گناہ اس دوسرے پر ہوگا۔

۴۸۱۵/۱۱ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّیَامِ وَالصَّدَقَةِ وَالصَّلٰوةِ قَالَ قُلْنَا بَلٰی قَالَ اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَیْنِ وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَیْنِ هِیَ الْحَالِقَةُ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰے عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو روزے، صدقہ اور نماز سے افضل ہے[1] ہم نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہ فرمایا دو بھائیوں کا آپس میں صلح[2] کروانا اور فساد برپا کرنا مونڈ دینے[3] والی چیز ہے۔
(ترمذی اور ابو داؤد نے روایت کر کے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے)

۱؎ یعنی اس کا درجہ ان سے افضل ہے۔

۲؎ یعنی اگر مسلمانوں کے درمیان بغض وعداوت، لڑائی اور جھگڑا برپا ہو تو اسے محبت والفت سے بدل کر صلح کروا دینا افضل ترین عمل ہے۔ ذات البین سے وہ احوال مراد ہیں جو لوگوں کے درمیان واقع ہوتے ہیں اور ان کی اصلاح یہ ہے کہ ان کو فساد ولڑائی سے محفوظ کر دیا جائے۔

۳؎ حلق سر کا منڈوا دینا حالقہ استرے کو کہا جاتا ہے۔ یہاں مراد ہلاکت اور جڑ سے اکھاڑنا ہے یعنی جس طرح استرہ بالوں کو جڑ سے ختم کرتا ہے اسی طرح آپس کا جھگڑا و لڑائی دین وثواب کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے۔ اس میں لڑائی جھگڑے سے بچ کر محبت والفت کی راہ اپنانے کی فضیلت کا بیان ہے۔

۴۸۱۶/۱۲ وَعَنِ الزُّبَیْرِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَبَّ اِلَیْکُمْ دَاءُ الْاُمَمِ قَبْلَکُمُ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ هِیَ الْحَالِقَةُ لَا اَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰکِنْ تَحْلِقُ الدِّیْنَ۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)

حضرت زبیر[1] رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلی امتوں میں حسد وبغض کی بیماری سرایت[2] کر گئی اور یہ مونڈ[3] دینے والی ہے۔ میں نہیں کہتا کہ یہ بال مونڈنے والی ہے بلکہ یہ تو دین مونڈ دیتی ہے۔ (مسند احمد، ترمذی)

۱؎ زبیر بن عوام یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

۲؎ سرایت میں سے دبیب آہستہ چلنا، ہر زمین پر چلنے والی شے کو دابہ کہا جاتا ہے۔

۳؎ طیبی نے یہی معنی کیا اور کہا کہ یعنی ضمیر بغضاء کی طرف لوٹ رہی ہے اور بغض اگرچہ حسد ہی کا ثمرہ ہے مگر دین میں رخنہ اندازی کے لیے یہ اس سے شدید ہے، اور اگر حسد وبغض دونوں کی طرف بتاویل کل واحد ضمیر لوٹائی جائے تو یہ ممکن ہے اس کے بعد حالقہ کی تفسیر بیان کی۔

۴۸۱۷/۱۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

جاتی ہے[1]۔ (ابوداؤد)

[1] اس روایت سے معتزلہ نے اس بات پر استدلال کیا ہے، گناہوں کا ارتکاب انسان کے نیک اعمال کو ختم کر دیتا ہے اور اس کی برائیاں اس کی نیکیوں کو ضائع کر دیتی ہیں، اہل سنت وجماعت اس طرح نہیں فرماتے بلکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ نیکی برائی کو لے جاتی ہے جس طرح ارشاد باری ہے اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ یقیناً (نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں) اور ان کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ یہاں حسد کا نیکیوں کو کھا جانے سے مراد یہ ہے کہ حسد حاسد کو محسود کے جان ومال کی ہلاکت اور ہتک حرمت وعزت پر ابھارتا ہے اگرچہ عملاً نہ سہی اس کا عزم واراداہ ضرور ہوتا ہے اور ہتک حرمت میں غیبت خود موجود ہوتی ہے لہٰذا قیامت کے دن حاسد کی نیکیاں اس کے ظلم کے عوض محسود کو دے دی جائیں گی جیسا کہ حدیث میں ہے کہ میری امت میں سے مفلس وہ ہے جو قیامت میں نماز، روزہ، عبادات والا تھا مگر کسی کو تکلیف پہنچانے، گالی دینے، مال غصب کر لینے اور خون بہانے کی وجہ سے اس کی تمام نیکیاں ان لوگوں کو مل جائیں گی جن پر اس نے ظلم کیا ہوگا حبط اعمال کا معنی یہی ہے یہ نہیں کہ اس کے اعمال نامے سے اعمال محو ونابود ہو جاتے ہیں کیونکہ اگر آج ہی ان کو فنا وختم کر دیا گیا ہوتا تو وہ قیامت کے روز اعمال کیسے لے کر آئے گا حالانکہ حدیث میں اس کے اعمال لانے کا ذکر ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ صلح وغیرہ کی وجہ سے نیکیاں دوگنا ہو جاتی ہیں۔ پس جب اس نے ارتکاب معصیت کر لیا تو وہ اس اضافے سے محروم ہو گیا۔

۴۸۱۸/۱۴ وَعَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاکُمْ وَسُوْءَ ذَاتِ الْبَیْنِ فَاِنَّھَا الْحَالِقَۃُ۔
(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

انہی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا آپس میں فساد سے بچو کیونکہ یہ مونڈھ دینے[1] والی چیز ہے۔ (ترمذی)

[1] یہ حصر بطور مبالغہ ہے

۴۸۱۹/۱۵ وَعَنْ اَبِیْ صِرْمَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ضَارَّ ضَارَّ اللّٰہُ بِہٖ وَمَنْ شَاقَّ شَاقَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ۔
(رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

حضرت ابو صرمہ[1] رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی کو نقصان پہنچائے[2] گا اسے اللہ نقصان دے گا اور جو کسی کی مخالفت[3] کرے گا اللہ اس سے مخالفت فرمائے گا (ابن ماجہ ترمذی کے نزدیک یہ حدیث غریب ہے)

[1] ابو صرمہ، صاد کے نیچے زیر، راساکن، یہ انصاری، بدری مازنی اور شاعر صحابی ہیں۔ جاہلیت میں دین ابراہیمی کے مطابق عبادت کیا کرتے تھے جب محبوب خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آمد مبارکہ مدینہ طیبہ میں ہوئی تو حاضر ہو کر اسلام لائے اس وقت یہ نہایت بوڑھے تھے۔

[2] کوئی شرعی وجہ نہ ہو۔ مرقاۃ میں ہے کہ ضر کا معنی کسی کو تکلیف پہنچانا یہ نفع کے خلاف ہے۔

[3] شاق، قاف مشدد ہے مرقاۃ میں اس کا معنی مخالفت اور دشمنی ہے لفظ مشاقہ، شق بکسر شین سے مشتق ہے

اس کا معنی جانب ہے مخالفت کرنے والے بھی ایک دوسرے کی جانب ہوتے ہیں۔ علامہ طیبی کہتے ہیں کہ مشاقہ مشقت سے بھی ہو سکتا ہے کہ اپنے ساتھی کو ایسی تکلیف دینا جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو، اور یہ معنیٰ کلمہ علیٰ کے زیادہ مناسب ہے ورنہ شاقہ یعنی عداوت ہے بغیر علیٰ کے آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے " وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ،، (اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی) وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى،، (جس شخص نے ہدایت واضح ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کی) اسی بنا پر نقطہ مضارہ اور مشاقہ کے درمیان بعض حواشی میں یوں فرق کیا گیا کہ ضرر اور مشقت دونوں قریب المعنی ہیں لیکن ضرر کا استعمال مال کے ضائع کرنے اور مشقت کا بدن کو اذیت دینے کے لیے ہوتا ہے مثلاً طاقت سے بڑھ کر کام کہنا۔

۴۸۲۰/١٦ وَعَنْ اَبِیْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلْعُوْنٌ مَّنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا اَوْ مَكَرَ بِهٖ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ملعون[1] ہے وہ شخص جو کسی مومن کو نقصان پہنچاتا ہے یا اسے دھوکہ[2] دے (ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے)

[1] قرب و رحمت الٰہی سے وہ دھتکار دیا جاتا ہے۔

[2] مرقاۃ میں مکر کے معانی حیلہ بدسگالی اور فریب دینا ہیں۔

۴۸۲۱/١٧ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ فَنَادٰى بِصَوْتٍ رَّفِيْعٍ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ مَنْ اَسْلَمَ بِلِسَانِهٖ وَلَمْ يُفْضِ الْاِيْمَانُ اِلٰى قَلْبِهٖ لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا تُعَيِّرُوْهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ فَاِنَّهٗ مَنْ يَّتَّبِعْ عَوْرَةَ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ يَّتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِیْ جَوْفِ رَحْلِهٖ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور بلند آواز سے فرمایا اے ایسے لوگوں جو زبان سے ایمان لائے ہو حالانکہ ان کے دل میں ایمان نہیں پہنچا مسلمانوں کو نہ ایذا دو، نہ انہیں عار دلاؤ اور ان کے خفیہ عیوب تلاش[1] نہ کرو کیونکہ جو اپنے کسی مسلمان بھائی کے عیوب تلاش کرے گا اللہ اس کے عیب تلاش فرمائے گا اور جس کے عیب اللہ تعالٰی تلاش کرے گا اسے وہ رسوا و ذلیل کر دے گا اگرچہ وہ اپنی منزل و گھر[2] میں ہو۔ (ترمذی)

[1] تتبع کا معنی مرقاۃ میں چیز کی طلب کے لیے اس کے پیچھے جانا ہے۔

[2] یعنی اگرچہ وہ اپنے گھر اندر رہائش میں مخفی ہو۔

۴۸۲۲/١٨ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اَرْبَى الرِّبَا الْاِسْتِطَالَةَ فِیْ عِرْضِ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کی آبرو و عزت میں ظلماً دست درازی[1] کرنا بدترین سود[2] ہے

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

(ابو داؤد، بیہقی، شعب الایمان)

لے یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

۲ے ربا لغۃً زیادتی اور شرعاً قرض و بیع میں زیادتی کا نام ہے۔

۳ے اس سے غیبت کرنا، گالی دینا، اسے حقیر جانتے ہوئے تکبر کرنا ہے بشرطیکہ کوئی شرعی حکمت و مصلحت نہ ہو۔ قاموس میں استطاعت کا معنی لمبا ہونا، بلند اور بڑا بننا ہے اور صراح میں اس سے مراد تکبر کرنا لیا ہوتا ہے چونکہ اس میں استحقاق سے بڑھ کر لینے کا پہلو ہے اس لیے اسے ربا کے ساتھ تشبیہ دی کیونکہ اس میں بھی آدمی حق سے زائد وصول کرتا ہے اور اس کو بدترین سود اس لیے قرار دیا کہ مسلمان کی عزت و آبرو اس کے ہر مال سے بڑھ کر ہوتی ہے تو اس میں ضرر و فساد دوسرے مال سے بڑھ کر ہوگا۔ ناحق کی قید اس لیے لگائی ہے کہ بعض صورتوں میں مباح ہے جیسا کہ وہ کسی کا حق نہیں دیتا۔ ظالم ہے یا گواہ پر جرح کی جاتی ہے اسی طرح محدثین رواۃ پر حفاظت دین کی خاطر جرح کرتے ہیں اور سابقاً گزر چکا ہے کہ ایسی صورتوں میں غیبت مباح ہے۔

۴۸۲۳ / ۱۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا عَرَجَ بِیْ رَبِّیْ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ اَظْفَارٌ مِّنْ نُحَاسٍ يَخْمِشُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَصُدُوْرَهُمْ فَقُلْتُ مَنْ هٰؤُلَآءِ يَا جِبْرِيْلُ قَالَ هٰؤُلَآءِ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ وَيَقَعُوْنَ فِیْ اَعْرَاضِهِمْ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے میرے رب نے معراج عطا فرمایا تو میں ایسی قوم کے پاس سے گزرا جس کے تانبے کے ناخن تھے اور وہ اپنے چہرے اور سینے کھرچ[1] رہے تھے میں نے جبریل سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے[2] اور ان کی آبروریزی کرتے تھے (ابو داؤد)

لے خمش، خدا اور خدش ان کا معنی کھرچنا ہے۔

۲ے یہ غیبت کرتے، گالی دیتے اور ان کی آبروریزی کرتے۔ غیبت کو گوشت کھانے سے تعبیر کی وجہ پچھلے باب الغیبت میں گزر چکی ہے چونکہ وہ لوگوں کی آبروریزی کرکے خوش ہوتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے چہروں اور سینوں کو بھی بے آبرو فرما دیا۔

۴۸۲۴ / ۲۰ وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَكَلَ بِرَجُلٍ مُّسْلِمٍ اُكْلَةً فَاِنَّ اللّٰهَ يُطْعِمُهٗ مِثْلَهَا مِنْ جَهَنَّمَ وَمَنْ كُسِيَ ثَوْبًا بِرَجُلٍ مُّسْلِمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَكْسُوْهُ مِثْلَهٗ مِنْ جَهَنَّمَ وَمَنْ قَامَ بِرَجُلٍ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَّرِيَآءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَقُوْمُ لَهٗ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَّرِيَآءٍ يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

حضرت مستورد[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی مسلمان آدمی کے کچھ[2] لقمے کھائے تو اللہ اسے اس کی مثل دوزخ سے کھلائے گا اور جس نے مسلمان (کی غیبت) کے عوض کپڑا پہنا اللہ اسے اس کی مثل دوزخ سے پہنائے گا اور وہ شخص نام و نمود اور دکھلاوے کی

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤدَ)

جگہ کھڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے دکھلاوے کی جگہ کھڑا فرمائے گا۔ (ابوداؤد)

لہ مُسْتَوْرِد (میم پر پیش، سین ساکن، تا پر زبر، واو ساکن، را کے نیچے زیر) بن شداد دال مشدد ہے، صحابی، اہل کوفہ میں سے ہیں مصر میں مقیم رہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے موقعہ پر بچے تھے۔

سلہ اُکلہ، ہمزہ پر پیش، کاف ساکن، لقمہ اگر ہمزہ پر زیر ہو تو پھر اس کا معنی ایک بار کھانا ہے، چنانچہ ایک ایسا آدمی جو کسی مسلمان سے عداوت رکھتا ہے۔ اس کے پاس دوسرا شخص اگر اس مسلمان کی غیبت کر کے اُسے خوش کرتا ہے اور اسے اپنی روزی کا ذریعہ بناتا ہے۔

۳ے وہ غیبت وغیرہ کے عوض کپڑے حاصل کرتا ہے۔ یہ معنی اس وقت ہے جب کُسِیَ ماضی معروف کا صیغہ ہو اور قرائن اُکل، قائم بھی اس پر دال ہیں لیکن اگر اسے مجہول پڑھا جائے جیسا کہ نسخہ مصححہ میں ہے تو پھر بھی معنی درست ہوگا کیونکہ کسوۃ کا معنی بھی اس کے موافق ہے کہ نفس کو تکلف جامہ پہنانا اب معنی یہ ہوگا کہ وہ آدمی جسے کسی مرد کی غیبت کی وجہ سے جامہ پہنایا گیا ہو۔

سکہ تاکہ اس کے محاسن ومحامد سے آگاہ ہوں، سمعہ سے مراد وہ چیز ہے جس کا تعلق سمع سے ہو اور ریا سے وہ مراد ہے جس کا تعلق بصر سے ہو۔

ھ اس عبارت کے دو معانی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ جس شخص نے زہد وتقوی کا لبادہ اس لیے اوڑھا کہ فلاں صاحب میرے اس عمل سے متاثر ہو کر مجھ پر خرچ کرے اور میرا مرید ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے اس طرح رسوا فرمائے کہ ملائکہ کو حکم ہوگا کہ اسے مقام بلند پر کھڑا کر کے آواز دو کہ یہ وہ شخص ہے جو مخلوق کے لیے عمل کرتا تھا اور اس کے بعد اسے عذاب دیا جائے گا اور دوسرا معنی یہ ہے کہ جس نے کسی دوسرے کو دکھلاوے کے مقام پر کھڑا کر دیا یعنی کسی کے زہد وعبادت اور تقویٰ کی شہرت کی تاکہ نفسانی اغراض اور مال دنیا حاصل کی جائے جیسا کہ بزرگوں کے خدام کرتے ہیں یہ قیامت کے روز اپنے ہی کیے میں گرفتار ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں مقام رسوائی پر کھڑا فرمائے گا اور فرشتے آوازیں لگائیں گے کہ یہ وہ جھوٹا شخص ہے جو شہرت اور اپنی نفسانی اغراض کے حصول کے لیے جھوٹ بولا کرتا تھا اس کے جھوٹ بولنے کے مطابق سزا وعذاب ہوگا۔

۴۸۲۵/۲۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاؤدَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حسن ظن بہتر[لہ] عبادت ہے۔ (مسند احمد، ابوداؤد)

لہ مسلمانوں کے بارے میں خیر اور بھلائی کا اعتقاد رکھنا عبادات حسنہ میں سے ہے یا اس کا معنی یہ ہے کہ حسن ظن حسن عبادت سے پیدا ہوتا ہے یعنی جو نیکوکار اور عبادت گزار ہوگا وہ لوگوں کے بارے میں حسن ظن سے کام لے گا اور بدکار بدگمانی کرے گا۔ شعر

بدگمان باشد ہمیشہ زشت کار نامہ خود خواند اندر حق یار

"بدگمانی کرنے والا ہمیشہ بدکار ہوتا ہے وہ دوسروں کے حق میں اپنے نامۂ اعمال سیاہ دیکھتا ہے"

۴۸۲۶ / ۲۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ اعْتَلَّ بَعِيْرٌ لِصَفِيَّةَ وَعِنْدَ زَيْنَبَ فَضْلُ ظَهْرٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِزَيْنَبَ اَعْطِيْهَا بَعِيْرًا فَقَالَتْ اَنَا اُعْطِيْ تِلْكَ الْيَهُوْدِيَّةَ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَجَرَهَا ذَا الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمَ وَبَعْضَ صَفَرَ۔ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَذُكِرَ حَدِيْثُ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ مَنْ حَمٰى مُؤْمِنًا فِيْ بَابِ الشَّفَقَةِ وَالرَّحْمَةِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت صفیہ کا اونٹ بیمار ہوگیا، حضرت زینب کے پاس[1] فالتو سواری تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زینب سے فرمایا یہ اونٹ انہیں دے دو انہوں نے عرض کیا[2] میں یہودیہ[3] کو اونٹ دے دوں؟ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ناراض ہوکر انہیں ذوالحج، محرم اور صفر کا کچھ حصہ چھوڑے رکھا۔ (ابوداؤد، حدیث معاذ بن انس مَنْ حَمٰی مُؤْمِنًا الخ باب الشفقت والرحمت میں بیان ہوچکی ہے)

[1] اپنی سواری کے علاوہ ان کے پاس سواری تھی، ظہر کا معنی پشت ہے یہاں سواری کے لیے آیا ہے۔

[2] بطور استفہام انکاری۔

[3] یہ صحابیہ اخطب یہودی کی بیٹی تھیں لیکن حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، غزوہ خیبر کے موقع پر گرفتار ہوئیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں آزاد فرما کر اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔ بعض ازواج ان کے ساتھ بہتر حسن سلوک سے کام نہ لیتی۔ ان میں حضرت عائشہ بھی ہیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی حمایت و رعایت فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن سیدہ عائشہ صدیقہ نے ان کو یہودیہ اور سخت سست کہا اور انہوں نے آپ کی بارگاہ میں اس کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا تو جواب میں یہ کہہ کہ میں ایک پیغمبر کی بیٹی ہوں تو ابوبکر کی بیٹی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۴۸۲۷ / ۲۳ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ رَجُلًا يَّسْرِقُ فَقَالَ لَهٗ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ سَرَقْتَ قَالَ كَلَّا وَالَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَقَالَ عِيْسٰى اٰمَنْتُ بِاللهِ وَكَذَّبْتُ نَفْسِيْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا تو نے چوری کی ہے اس نے کہا ہرگز نہیں مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ پر ایمان لایا اور میں اپنے نفس کو جھٹلاتا ہوں[1]۔ (مسلم)

[1] میں تیری قسم کی وجہ سے تصدیق کرتا ہوں اور اپنے گمان کو واپس لیتے ہوئے اپنے نفس کی تکذیب کرتا ہوں۔

یہاں سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ جب کوئی اللہ کے نام پر قسم اٹھالے تو اگرچہ اس کے خلاف معلوم ہو پھر بھی اس مبارک وعظیم نام کی تعظیم کرتے ہوئے اپنے آپ کو جھوٹا مان لیا جائے اور اس کے حلف کے مطابق عمل کیا جائے۔

۲۸ ۴۸
۲۴ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا وَّكَادَ الْحَسَدُ اَنْ يَّغْلِبَ الْقَدَرَ ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا قریب ہے کہ فقر کفر تک پہنچادے[1] اور قریب ہے کہ حسد، تقدیر پر غالب آجائے[2] (بیہقی)

[1] کیونکہ فقر کی حالت میں انسان اس کے ازالے کے لیے متعدد محارم اور معاصی کا ارتکاب کرے گا اور شاید حالت فقر اس حد تک پہنچ جائے کہ اس کی وجہ سے کفر کا ارتکاب کرے، اسی طرح بعض اوقات بقدر کافی موجود ہونے کے باوجود محبتِ دنیا کے غلبہ کی وجہ سے انسان کفر کا ارتکاب کرتا ہے جیسا کہ میں نے بعض قریبی زمانے میں گزرے بدبختوں کے بارے میں سنا ہے جب ایسی حالت میں کفر کی طرف انسان جاتا ہے تو حالتِ فقر میں بطریق اولیٰ جائے گا کیونکہ غلبہ فقر اللہ تعالےٰ کے بارے میں ناراضگی اور اعتراض کا سبب بن جائے گا اور اس کی وجہ سے انسان رضاء الٰہی سے خارج ہو جائے گا۔ نعوذ باللہ من ذلک اور جس طرح غلبہ فقر کفر کی طرف لے جاتا ہے اسی طرح غلبۂ مال سرکشی اور نافرمانی کا ذریعہ بن جاتا ہے لہٰذا اغنا وفقر میں اعتدال بہتر ہے خیر الامور اوسطھا

[2] یعنی بالفرض اگر کوئی شے تقدیر پر غالب آسکتی تو وہ حسد ہے۔ جیسا کہ ایسی گفتگو کتاب الطب کے تحت لَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابِقَ الْقَدَرِ کی شرح میں گزر چکا ہے۔

۲۹ ۴۸
۲۵ وَعَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اعْتَذَرَ اِلٰى اَخِيْهِ فَلَمْ يَعْذِرْهُ اَوْ لَمْ يَقْبَلْ عُذْرَهٗ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ خَطِيْئَةِ صَاحِبِ مَكْسٍ ۔ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ الْمَكَّاسُ الْعَشَّارُ ۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی اپنے بھائی سے معذرت کرے اور وہ معذرت[1] نہ مانے یا اس کا عذر قبول نہ کرے[2] تو اس پر ٹیکس[3] والے کے گناہ کی طرح ہے[4] (بیہقی نے ان روایات کو شعب الایمان میں روایت کیا اور مکاس کا معنی ٹیکس لینے والا کیا)

[1] یہ تیرا عذر نہیں بلکہ تو جھوٹ کہہ رہا ہے۔

[2] عذر تو تیرا معقول ہے مگر میں اسے قبول نہیں کرتا۔

[3] مکس، میم پر زبر، کاف ساکن، خراج وعشر کو شرع کے مطابق وصول نہ کرنا۔

[4] ظالمانہ ٹیکس وصول کرنا گناہ عظیم ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ ایسا ٹیکس وصول کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا قاموس میں مکس کا معنی نقص وظلم بھی آیا ہے اور مجمع البحار میں ہے کہ مکس کا معنیٰ نقصان ہے اور ماکس اس شخص کو کہا جاتا ہے جو عامل اور حکومت کا ملازم ہو ساکین کے حقوق ان تک تمام وکمال نہ پہنچائے یا ان میں کمی کرے۔

بَابُ الْحَذَرِ وَالتَّاَنِّیْ فِی الْاُمُوْرِ

۲۲۴۔ امور میں احتیاط اور اطمینان کا بیان

حذر، حاء ذال دونوں پر زبر یا ذال پر کسرہ یا سکون پرہیز کرنا، احتراز کرنا، حُذِر حا پر زبر اور ذال کے نیچے کسرہ ہر دبیدار تانّی، کام میں جلدی نہ کرنا، توقف کرنا ہے۔ اَنَاۃٌ، تَنَاۃٌ کے وزن پر اسم ہے بمعنی تاخیر یعنی آدمی کو چاہیے کہ عوام اور لوگوں کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے اپنے دینی و دنیاوی معاملات میں ہوشیار و محتاط رہے، اپنے تمام اعمال کے انجام پر نظر رکھے کسی کام میں جلدبازی نہ کرے بلکہ حلم و وقار سے کام لے البتہ شریعت نے جن امور میں شتابی کا حکم دیا ہے ان کو جلدی بجالایا جائے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

۴۸۳۰ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَّرَّتَیْنِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں کاٹا جاتا۔ (بخاری ومسلم)

لے لدغ سانپ اور بچھو کا کاٹنا، جُحر پہلے جیم پر پیش، حا ساکن سانپ وغیرہ کی جگہ، اگر حا پہلے ہو تو اس کا معنی کرہ ہے ہر دو مومن جو محتاط، حمایت دین وحق سے موصوف ہو وہ اللہ تعالٰی کے کسی سرکش و باغی پر اعتماد نہیں کرتا اور اللہ تعالٰی کی خاطر اس پر غضب اور اس سے انتقام ضرور لیتا ہے اور ہر بار حلم کے باوجود فریب نہیں کھاتا، اگر دنیا کے معاملات میں فریب و دغا کھائے تو یہ آسان ہے لیکن دینی معاملات میں یہ ممکن نہیں یہ ایک عظیم قاعدہ کی تعلیم ہے تاکہ دین وملت کی حفاظت کی جاسکے۔ اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ ابوعزہ دمین پر زبر شعرا کفار میں سے تھا اس نے مسلمانوں کی ہجو کی اور اپنی قوم کے بدبخت لوگوں کو ان کی ایذا پر برانگیختہ کیا۔ غزوۂ بدر کے موقعہ پر وہ گرفتار ہوگیا اس پر اس نے عہد کیا کہ میں یہ عمل بد آئندہ نہیں کروں گا، نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس عہد سے اسے رہا کردیا جب وہ اپنی قوم میں گیا تو پھر اس نے وہی شر و فتنہ پردازی شروع کردی۔ غزوۂ احد کے موقعہ پر پھر گرفتار ہوگیا اس نے امان مانگی اور عہد کیا کہ میں آئندہ اب ایسا کام نہیں کروں گا۔ آپ نے اس کے قتل کا حکم صادر فرمایا کچھ لوگوں نے معافی کی درخواست کی تو اس موقعہ پر ارشاد فرمایا مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا۔

۴۸۳۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَشَجِّ عَبْدِ الْقَیْسِ اِنَّ فِیْكَ لَخَصْلَتَیْنِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عبدالقیس کے سردار

يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ الْحِلْمُ وَالْاَنَاةُ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اشج سے کہا تیرے اندر دو ایسی خصلتیں ہیں جو اللہ کو پسند ہیں۔ بردباری اور وقار۔[۲] (مسلم)

[۱] عبد القیس قبیلہ کا نام ہے۔ روایات میں آیا ہے کہ جیسا اس وفد نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو اپنی سواریوں سے بڑی جلد بازی سے نیچے اتر آئے۔ آپ کی ملاقات میں نہایت عجلت سے کام لیا۔ ان میں شوق و محبت کے ساتھ ساتھ اضطراب اور چلبل کی کیفیت بھی تھی آپ نے اس پر خاموشی اختیار فرمائی، اشج جن کا نام منذر بن عائذ تھا یہ ان کا سردار اور رئیس تھے۔ یہ اپنی منزل اور جائے سکونت میں گئے قوم کا تمام سازو سامان محفوظ کر کے رکھا پھر غسل کیا کپڑے پہنے اور آرام و وقار سے مسجد نبوی میں آئے، دو رکعت نماز ادا کی، دعا کی اور پھر آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کے اس عمل کو خوب سراہا۔

[۲] روایات میں یہ بھی ہے کہ جب آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان کی ان دو خصلتوں سے آگاہ کیا تو انہوں نے پوچھا کہ میرے اندر ان کا وجود بطور کسب ہے یا میری فطرت میں اللہ تعالےٰ نے ان کو پیدا فرمایا ہے آپ نے فرمایا یہ کسب نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کی تخلیق و عطا ہے اس پر انہوں نے اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے میرے اندر ایسی صفات پیدا فرمائیں جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہیں اور سوال سے غرض یہ تھی کہ اگر یہ صفات کسبی ہیں تو ان کے زائل ہونے کا خطرہ ہے اور جبلت میں ودیعت کی گئی ہیں تو پھر ان کے دائم و باقی رہنے کی امید کی جا سکتی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۴۸۳۲ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِنِ السَّاعِدِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاَنَاةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطٰنِ ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ فِيْ عَبْدِ الْمُهَيْمِنِ بْنِ عَبَّاسٍ الرَّاوِيْ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ ۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی[۱] رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا تسلی کے ساتھ کام کرنا اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے[۳] ہے (ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور بعض محدثین نے اس کے راوی عبد المہیمن بن عباس کے بارے میں ان کے حفظ کے حوالے[۴] سے کلام کیا ہے۔

[۱] مشہور صحابی ہیں، مدینہ طیبہ میں وصال فرمانے والے آخری صحابی ہیں۔

[۲] عجلہ، عین اور جیم پر زبر ہے۔

[۳] مگر وہ کام جو سراپا خیر ہو قرآن مجید میں ہے وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ۔

[۴] ان کا حافظہ بہتر نہ تھا۔

۴۸۳۳ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَلِيْمَ اِلَّا ذُوْ عَثْرَةٍ

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہے بردبار

وَلَا حَكِيْمَ اِلَّا ذُوْ تَجْرِبَةٍ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

مگر لغزش والا اور نہیں ہے حکمت والا مگر تجربہ کار۔ (مسند احمد اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔)

۱ یعنی ہر وہ شخص جو گناہ و معصیت میں واقع ہو، اس کے معاملات میں خطا و خلل ہو جس کی وجہ سے وہ شرمندہ ہو اور چاہتا ہو کہ لوگ اس کے عیوب و خطاؤں کو ظاہر نہ کریں، لغزشوں کو معاف کر دیں لہٰذا جب وہ اپنی کوتاہیوں اور لغزشوں میں چاہتا ہے کہ لوگ درگزر کریں وہ لوگوں کی خطاؤں سے درگزر کرتے ہوئے ان پر پردہ ڈالنے کا خواہش مند ہوگا۔ بعض شارحین نے بیان کیا ہے کہ جب تک کوئی انسان بعض امور کو بجا نہ لائے اور ان میں کوتاہی و لغزش کا مرتکب نہ ہو اس میں حلم و بردباری پیدا نہیں ہو سکتی کیونکہ جب تک مقامات بے صبری سے آگاہ نہیں ہوگا ان سے اجتناب کیسے کرے گا؟ اور اس میں حلم کیسے آئے گا اور کیسے علم ہوگا کہ یہاں حلم سے کام لینا چاہیے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حلیم وہی شخص ہو سکتا ہے جو صاحب تجربہ ہو۔

۲ حکمت شئی کی حقیقت سے آگاہ ہونا، حکیم، دانا، راست کام والے کو کہا جاتا ہے اور اصل معنی حکمت کا کسی چیز کو خلل سے خالی اور محکم کرنا ہے۔ پس وہ شخص جس کو اشیاء کی معرفت حاصل ہو جائے، ان کے منافع و مصالح اور مفسدات سے آگاہ ہو جائے گا اسے حکمت حاصل ہو جائے گی۔

۴۸۳۴/۵ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِيْ فَقَالَ خُذِ الْاَمْرَ بِالتَّدْبِيْرِ فَاِنْ رَاَيْتَ فِيْ عَاقِبَتِهٖ خَيْرًا فَاَمْضِهٖ وَاِنْ خِفْتَ غَيًّا فَاَمْسِكْ۔ (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے کوئی نصیحت کیجیے آپ نے فرمایا۔ کام خوب تدبیر سے کرو پھر اگر اس کا انجام بھلائی دیکھو تو کر گزرو اور اگر گمراہی کا ڈر ہو تو باز رہو۔ (شرح السنۃ)

۴۸۳۵/۶ وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ الْاَعْمَشُ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التُّؤَدَةُ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ خَيْرٌ اِلَّا فِيْ عَمَلِ الْاٰخِرَةِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت مصعب بن سعد اپنے والد گرامی سے اعمش کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا مگر یہ کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیان کیا ہے تسلی کے ساتھ کام کرنا ہر شئے میں بہتر ہے مگر آخرت کے معاملہ میں (ابوداؤد)

۱ مصعب بن سعد بن ابی وقاص زہری قریشی اور مدنی ہیں، ابن سعد نے ان کا تذکرہ اہل مدینہ کے دوسرے طبقہ میں کیا ہے۔ محدثین نے کہا کہ یہ ثقہ ہیں۔
ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے، یہ اپنے والد گرامی، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کرتے ہیں، کوفہ میں مقیم رہے ایک سو تین ہجری میں ان کا وصال ہوا۔

۲ اعمش اس حدیث کے راوی ہیں۔

۳ ان کے والد گرامی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے۔ انہوں نے نہیں۔

۴؎ التُّؤَدَۃُ۔ تا پر پیش، ہمزہ پر زبر یا ساکن، آہستہ اور آرام سے کام کرنا۔

۵؎ کیونکہ وہ یقیناً خیر ہی ہوتا ہے بخلاف امور دنیوی کے، اسلاف میں سے کسی کے بارے میں ہے کہ انہوں نے طہارت خانے سے شاگرد سے کہا کہ میری قمیص ابھی اتار کر فلاں کو دے دو۔ عرض کیا گیا کہ آپ باہر آئیں پھر ایسا ہو جائے گا تو انہوں نے فرمایا ابھی کر دو کیونکہ اب تو میرا دل نے یہ نیک نیت کی ہے مجھے خوف ہے کہ باہر آنے تک ہی بدل نہ جائے۔

۴۸۳۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلسَّمْتُ الْحَسَنُ وَ التُّؤَدَةُ وَالْاِقْتِصَادُ جُزْءٌ مِّنْ اَرْبَعٍ وَّعِشْرِیْنَ جُزْءً مِّنَ النُّبُوَّةِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت عبداللہ بن سرجس[۱] رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اچھی عادت تسلی واطمینان سے کام کرنا اور میانہ روی[۲] نبوت کا چوبیسواں[۳] حصہ ہے۔ (ترمذی)

۱؎ سرجس، سین پر زبر، را ساکن، جیم کے نیچے زیر، بصری صحابی ہیں، ان سے مروی حدیث از بصریین ہے ان سے قتادہ، عاصم، احول نے روایت کیا ہے۔

۲؎ معیشت اور ہر کام میں افراط و تفریط سے بچنا۔

۳؎ یعنی یہ انبیاء کرام صلوات اللہ وسلامہ علیہم کا طریقہ ہے، عدد کے تعین کی حکمت صرف شارع علیہ السلام ہی جانتے ہیں۔ نور نبوت کے بغیر اس سے کماحقہ آگاہی ممکن نہیں ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کتاب الرؤیا میں ہے کہ نیک خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

۴۸۳۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْهَدْیَ الصَّالِحَ وَالسَّمْتَ الصَّالِحَ وَالْاِقْتِصَادَ جُزْءٌ مِّنْ خَمْسٍ وَّعِشْرِیْنَ جُزْءً مِّنَ النُّبُوَّةِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اچھا طریقہ[۱] خوش[۲] خلقی اور میانہ روی نبوت کا پچیسواں[۳] حصہ ہے۔ (ابوداؤد)

۱؎ ہدی، ھا پر زبر، دال ساکن بصیرت۔

۲؎ سمت، سین پر زبر، میم ساکن، نیک چال و چلن، اگرچہ ہدی اور سمت میں خیر پائی جاتی ہے مگر صالح کی قید تاکید کے لیے ہے یا بیان تجرید ہے یعنی ان کا معنی صرف سیرت اور چال چلن ہے۔

۳؎ سابقہ حدیث میں چوبیس کا عدد تھا اس میں ایک عدد زائد ہے۔ یہ راوی کا وہم و خطا ہے یا کوئی حکمت دیگر ہو سکتی ہے۔

۴۸۳۸ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ الْحَدِیْثَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِیَ اَمَانَةٌ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی آدمی بات کرے اور پھر وہ غائب ہو جائے تو وہ بات[۱] امانت[۲] ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

۱؎ بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد اس کا دائیں بائیں دیکھنا ہے۔ جب ایسی بات کی جائے جس کا اخفا مطلوب ہو تو انسان دائیں بائیں دیکھتا ہے۔ الغرض مجلس کی بات مراد ہے۔

۲؎ اہلِ مجلس پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اس میں ضیافت کرتے ہوئے اس کی تشہیر نہ کریں۔

۴۸۳۹ (۱۰) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَبِی الْهَیْثَمِ ابْنِ التَّیِّهَانِ هَلْ لَکَ خَادِمٌ فَقَالَ لَا فَقَالَ فَاِذَا اَتَانَا سَبْیٌ فَاْتِنَا فَاُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِرَاْسَیْنِ فَاَتَاهُ اَبُو الْهَیْثَمِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اخْتَرْ مِنْهُمَا فَقَالَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ اخْتَرْ لِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ خُذْ هٰذَا فَاِنِّیْ رَاَیْتُهٗ یُصَلِّیْ وَاسْتَوْصِ بِهٖ مَعْرُوْفًا۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوالہیثم بن تیہان ۱؎ ۲؎ سے پوچھا کہ تمہارے پاس خادم ہے عرض کیا نہیں فرمایا جب ہمارے پاس قیدی آئیں پھر ہمارے پاس آنا ۳؎ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں دو آدمی لائے گئے ادھر سے ابوالہیثم آگئے آپ نے فرمایا ان دونوں میں ایک پسند کر لو عرض کیا یا نبی اللہ آپ ہی میرے لیے انتخاب فرما دیں۔ آپ نے فرمایا جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ۴؎ ہوتا ہے۔ تم یہ لے جاؤ میں نے دیکھا یہ نماز پڑھتا ہے اور اس کے بارے میں بھلائی کی نصیحت ۵؎ یاد رکھو۔ (ترمذی)

۱؎ الہیثم ہا پر زبر، یا ساکن، ثا پر زبر

۲؎ ابن التیہان تا پر زبر، یا کے نیچے زیر اور مشدد، یہ صحابی کا نام ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابہ ابوبکر و عمر فاروق کے ساتھ بھوک کی وجہ گھر سے نکل کر ان کے مہمان ہوئے۔ انہوں نے آپ کی رضا کی خاطر خوب خدمت کی اس پر آپ نے فرمایا، تیرے پاس خادم ہے۔

۳؎ تاکہ میں تجھے خادم و معاون عنایت کروں۔

۴؎ اس کو چاہیے کہ مشورہ لینے والے کے لیے جو بہتر ہو اس کا مشورہ دے اور خیانت سے کام نہ لے۔ غرض یہ تھی کہ جب تو نے مجھے اختیار دیا ہے تو ہم تمہیں وہی غلام دیں گے جو بہتر ہوگا، پس ان دو غلاموں میں سے ایک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اسے لے لو۔

۵؎ بعض نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ میں تجھے اس کے ساتھ احسان کی وصیت کرتا ہوں اور تو اسے قبول کر بعض کی رائے یہ ہے کہ اس میں طلب نہیں ہے کیونکہ وہ مقصود نہیں، دوسری روایت میں ہے کہ جب ابوالہیثم اسے لے کر گھر آئے تو اپنی اہلیہ سے کہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے یہ خادم عطا کیا ہے اور اس کے حق میں نیکی و احسان کی وصیت فرمائی ہے۔ خاتون کہنے لگی اس وصیت پر شاید ہم عمل نہ کر سکیں لہٰذا نیکی و احسان یہ ہے کہ اسے تو آزاد کر دے۔

۴۸۴۰ (۱۱) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ اِلَّا ثَلٰثَةٌ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجلس کی باتیں امانت ہوتی ہیں

مَجَالِسَ سَفْكُ دَمٍ حَرَامٍ اَوْ فَرْجٌ حَرَامٌ اَوِ اقْتِطَاعُ مَالٍ بِغَيْرِ حَقٍّ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ سَعِيْدٍ اِنَّ اَعْظَمَ الْاَمَانَةِ فِيْ بَابِ الْمُبَاشَرَةِ فِي الْفَصْلِ الْاَوَّلِ)

سوا تین مجلسوں[4] کے، حرام خون بہانے کی حرام شرمگاہ[3] کی اور ناحق مال[4] حاصل کرنے کی (ابوداؤد) اور حدیث ابوسعید اِنَّ اَعْظَمَ الْاَمَانَۃِ الخ باب المباشرت کی فصل اول میں گزر چکی ہے)

لہ سابقہ حدیث کے تحت گزر چکا ہے کہ مجلس میں جو کچھ سنا جائے اسے نقل نہ کیا جائے اور نہ اس کی تشہیر کی جائے۔

۲ہ ان مجالس کی باتیں آگے پہنچانا واجب ہے۔

۳ہ زنا مراد ہے۔

۴ہ ظلماً مال حاصل کرنا اگر کوئی شخص ان میں سے کوئی سنے کہ فلاں، فلاں کو قتل کرنا چاہتا ہے یا زنا کا ارادہ رکھتا ہے یا مال غضب کرنا چاہتا ہے تو فی الفور ان لوگوں کے علم میں لائے تاکہ وہ اپنے آپ کو محفوظ کر سکیں۔

۵ہ یہ حدیث مصابیح میں بتکرار آئی ہے باب المباشرۃ میں اسے صحیح اور باب الحذر میں اسے حسن کہا ہے ہم نے صرف باب المباشرت میں اس کا ذکر کیا اور یہاں ذکر نہیں کی تاکہ تکرار نہ ہو اور صواب یہی ہے کہ اسے صحاح میں شمار کیا جائے، ممکن ہے کہ ماتن کے نسخہ میں ایسا ہو، ہمارے نسخہ میں ایسا نہیں ہے۔ صرف باب المباشرت میں ہی ہے باب الحذر والتانی میں نہیں، ممکن ہے کاتب نے تکرار کی وجہ سے چھوڑ دیا ہو۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۴۸۴۱/۱۲ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ قَالَ لَهٗ قُمْ فَقَامَ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اَدْبِرْ فَاَدْبَرَ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اَقْبِلْ فَاَقْبَلَ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اُقْعُدْ فَقَعَدَ ثُمَّ قَالَ لَهٗ مَا خَلَقْتُ خَلْقًا هُوَ خَيْرٌ مِّنْكَ وَلَا اَفْضَلُ مِنْكَ وَلَا اَحْسَنُ مِنْكَ بِكَ اٰخُذُ وَبِكَ اُعْطِيْ وَبِكَ اُعْرَفُ وَبِكَ اُعَاتِبُ وَبِكَ الثَّوَابُ وَعَلَيْكَ الْعِقَابُ وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالٰی نے عقل کو پیدا فرمایا اور کہا کھڑی ہو وہ کھڑی ہو گئی پھر اسے فرمایا پھر جاؤ وہ پھر گئی فرمایا آگے[1] بڑھ وہ آگے بڑھی پھر اس سے فرمایا بیٹھ جا تو وہ بیٹھ گئی پھر فرمایا میں نے کوئی ایسی مخلوق پیدا نہیں کی جو تجھ سے بہتر، آفضل اور خوبصورت[2] ہو تیرے ذریعے ہی[3] پکڑا کروں گا اور تیرے ذریعے ہی عطا کروں اور تیرے ذریعے ہی میری پہچان ہو گی اور تیرے ذریعے ہی عتاب کروں گا، تیرے ساتھ ہی ثواب ہے اور تجھ پر ہی عذاب[5] ہے۔ بعض محدثین نے اس حدیث میں کلام کیا ہے[6]

(بیہقی)

۱ میری طرف رُخ کر

۲ جو کمال میں تجھ سے افضل ہو۔

۳ جو خیر میں تجھ سے فی ذاتہٖ احسن ہو، فضیلت دوسرے کے اعتبار سے اور حسن اپنی صفات و افعال کے لحاظ سے ہوتا ہے۔

۴ ہر نعمت تیرے واسطہ سے دیتا ہوں کیونکہ وہ خدمت کر کے انعام کا مستحق ہو جاتا ہے اور نعمت عطا کرنے کے بعد جب بندہ کوتاہی و نافرمانی کرتا ہے تو اس سے نعمت واپس لے لیتا ہوں۔

۵ یعنی دنیا و آخرت میں عذاب و ثواب اور مکلف ہونے کا اعتبار عقل پر ہی ہے۔

۶ بعض محدثین نے اس کی صحت پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے اور اس کی تفصیل شرح میں کر دی گئی ہے۔

۴۸۴۲ / ۱۳ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَكُوْنُ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ وَالزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ حَتّٰى ذَكَرَ سِهَامَ الْخَيْرِ كُلَّهَا وَمَا يُجْزٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا بِقَدْرِ عَقْلِهٖ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ والوں میں سے ہوتا ہے حتیٰ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نیکی کی تمام اقسام کا بیان فرمایا مگر قیامت میں اپنی عقل کے مطابق ہی بدلہ دیا جائے گا۔ (بیہقی)

۱ نیکی کے تمام حصے اور بڑی بڑی نیکیاں بیان کیں، یا ان میں اکثر کا بیان کیا۔

۲ یہاں عقل سے مراد اشیاء کی معرفت، دنیا و آخرت کے فساد و بطلان کا پالینا، خیر و شر کے درمیان فرق کرنا۔ نفس کی شرارتوں اور وساوس سے احتراز اور بچنا، اللہ تعالیٰ کے قرب اور آخرت کا شعور رکھنے والی عقل تک رسائی حاصل کرنا۔ بعض مقامات پر عقل معاد کا لفظ ہے۔ اس سے مراد بھی یہی ہے۔ یہاں علماء کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ عقل افضل ہے یا علم؟ اگر علم سے مراد یہ مذکورہ امتیاز ہی ہو جو کہ اثر عقل تھا تو اب ان دونوں کے درمیان کوئی اختلاف نہ ہوگا اور اس معنی کے اعتبار سے علم اور عقل عمل و عبادت سے افضل ہیں۔ اسی وجہ سے علماء نے فرمایا عالم عاقل کی ایک رکعت دوسرے کی ہزار رکعت سے افضل ہوتی ہے۔

۴۸۴۳ / ۱۴ وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ لَا عَقْلَ كَالتَّدْبِيْرِ وَلَا وَرَعَ كَالْكَفِّ وَلَا حَسَبَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر تدبیر جیسی کوئی عقل نہیں، بچنے جیسا کوئی تقویٰ نہیں۔ اچھے اخلاق جیسی کوئی فضیلت نہیں۔ (بیہقی)

۱ امور کے انجام اور ان کے مفاسد و مصالح میں نظر کرنے کو تدبیر کہا جاتا ہے۔ صراح میں تدبیر کا معنی کام کے انجام

کو دیکھنا ہے اور عقل سے یہاں مطلقاً علم و ادراک مراد ہے۔

۲ تقویٰ اور ورع ایک ہی شے ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک متورع متقی سے افضل ہوتا ہے کیونکہ تقویٰ صرف محرمات سے پرہیز ہے اور ورع میں کروہات اور مشتبہات سے بھی بچا جاتا ہے، صواب یہی ہے کہ دونوں کا معنی ایک ہے اور قوم کے محاورات میں اس طرح مستعمل ہے۔ علامہ طیبی نے یہاں اشکال وارد کیا ہے کہ ورع کا معنی محارم سے رکنا ہے تو اب لا ورع مثل الکف کا کیا معنی ہوگا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہاں کف سے مراد ہاتھ کو مسلمانوں سے یا زبان کو لایعنی باتوں سے باز رکھنا ہے چونکہ اس کے مفاسد کثیر تھے اس لیے مبالغۃً ورع کو کف میں منحصر کر دیا، یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ ورع اور تقویٰ اگرچہ لغت میں کف اور اجتناب کے معنی میں ہیں لیکن عرف شرع میں بہتر امور کا بجا لانا اور برے امور سے بچنا دونوں کو شامل ہے، اگر اس کا معنیٰ اجتناب ہی ہو تو احکام الٰہیہ کی تعمیل کے ترک کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے لہٰذا اس لحاظ سے یہ لفظ دونوں کو شامل ہے۔ الغرض ورع و تقویٰ شریعت کے احکام پر عمل ہے۔ بعض کو بجالانا اور بعض سے اجتناب کرنا گویا ورع کے دو جز ہیں۔ اوامر کا بجالانا اور نواہی سے بچنا۔ بعض شارحین نے کہا کہ امور کے بجا لانے سے نواہی سے پرہیز اہم اور مقدم ہے۔ اگر کوئی شخص اوامر کی بجا آوری میں فرائض اور سنن موکدہ پر اکتفا کرتا ہے تو جائز ہے مگر نواہی کے اجتناب میں کامل طور پر اہتمام لازم ہے تاکہ قرب الٰہی کا حصول ہو سکے اور اگر کوئی شخص اوامر کی بجا آوری میں نہایت اہتمام کرتا ہے مثلاً نوافل و مستحبات کی پابندی کرتا ہے لیکن محرمات کے ارتکاب سے باز نہیں رہتا تو قرب الٰہی نہیں پا سکتا۔ اس کی مثال یوں ہے کہ جو بیمار پرہیز کرتا ہے مگر دوا نہیں کھاتا تو اسے شفا ہو جائے گی اگرچہ اس میں تاخیر ہو جائے اور اگر دوا لیتا ہے مگر پرہیز نہیں کرتا تو شفا نہیں ہو سکتی بلکہ بیماری میں اضافہ ہوگا۔ اس میں تفصیل ہے۔ حضرت شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالے تبیین الطرق میں اسے بیان فرمایا ہے اور اس بندۂ حقیر نے اپنے بعض رسائل میں اس کا ترجمہ کیا ہے اور اس معنی پر حدیث کو محمول کرنا صحیح اور عمدہ ہے۔

۳ حسب اپنی سیرت و فضائل اور اپنے آباء و اجداد کے فضائل مراد ہیں تو فرمایا اصل کمال و بزرگی حسن اخلاق ہے۔ اس کو اپنایا جائے اس کے بغیر سب کچھ ضائع ہے، اگر خلق سے تمام صفات باطن مراد ہیں تو حسن اخلاق کا عمدہ ہونا واضح ہے اور اگر نرم خوئی، محبت و مہربانی مراد ہو جیسا کہ معروف ہے تو اس سے مبالغہ مقصود ہوگا۔ اس صفت کی حقیقت اہل تصوف کی تعلیمات میں سے حاصل کی جائے، امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ حسن خلق انسان کا وسیع الظرف ہونا، لوگوں سے خندہ پیشانی سے پیش آنا، مخلوق خدا کی خدمت کرنا اور اسے تکلیف و اذیت سے محفوظ کرنا ہے، شیخ واسطی کہتے ہیں کہ مخلوق سے ترک خصومت کا نام خلق ہے۔ بعض کے نزدیک حسن خلق سے مراد مخلوق کو راحت و تکلیف میں راضی رکھنا ہے۔ شیخ سہل تستری کہتے ہیں کہ کم سے کم حسن خلق کا مرتبہ یہ ہے کہ مخلوق کی جفا کو قبول کرنا ان سے بدلہ نہ لینا، ظالم پر رحمت و شفقت کرنا اور اس کی معافی قبول کرنا ہے۔

۴۸۴۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
۱۵
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِقْتِصَادُ فِي النَّفَقَةِ نِصْفُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خرچ

الْمَعِيْشَةِ وَالتَّوَدُّدُ إِلَى النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ وَحُسْنُ السُّؤَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْأَحَادِيْثَ الْأَرْبَعَةَ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ)۔

میں میانہ روی آدمی معیشت[1] لوگوں سے محبت کرنا آدمی عقل[2] اور حسن سوال نصف علم[3] ہے (بیہقی نے ان چار احادیث کو شعب الایمان میں ذکر کیا)

[1] افراط و تفریط سے دور ہونا سرمایۂ زندگی کا نصف ہے اور زندگی میں دو چیزیں ہیں آمدن اور خرچ اور جس نے خرچ میں اعتدال کی راہ اپنائی اس نے نصف معیشت کو سنوار لیا۔

[2] گویا تمام عقل یہ ہے کہ آدمی کسب و کام کرے اور بنی نوع انسان کے ساتھ بھی بہتر زندگی بسر کرے لیکن اس صورت میں ہے جب ان کے ساتھ اظہار دوستی دین و دیانت کے خلاف نہ ہو۔

[3] کیونکہ سوال کرنے والا اسی کے بارے میں سوال کرے گا جو اہم اور کارآمد ہو اور اس کے ذریعے علم میں اضافہ ہو اور اسے تمام سوالات میں بھی امتیاز کرنا پڑتا ہے کہ کس کے بارے میں پوچھا جائے اور کس انداز اور طریقے سے پوچھا جائے؟ اور اس کا جواب جب مکمل ہو جاتا ہے تو اس کا علم بھی کامل ہو جائے گا۔ حاصل یہ ہے کہ علم دو طرح کا ہے سوال اور جواب اور حسن سوال یہ ہے کہ مسئلہ کی تمام شقوں اور احتمالات کو سامنے رکھ کر سوال کیا جائے تاکہ اس کا جواب وافی و کافی ہو اور باقی کوئی احتمال یا شبہ نہ رہ جائے۔ پس اس لحاظ سے سوال از قبیل علم ہے اب یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ سوال کا سبب جہالت اور تردد ہوتا ہے نہ کہ علم تو اسے علم یا نصف علم کیوں کہا جائے؟ تنبیہ۔ یہ گفتگو اس صورت میں ہے جب اشیاء مذکورہ میں نصف کا حقیقی معنیٰ مراد لیا جائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں ان امور کی اہمیت اجاگر کرنے کے لیے مقصود مبالغہ و تاکید ہو یعنی اصلاح معیشت، تحصیل دانش اور تحصیل علم اشیاء کے لیے بہت سے اسباب درکار ہیں لیکن یہ تمام اشیاء ایک طرف اور میانہ روی، اظہار دوستی اور حسن سوال ایک طرف، تو وہ تمام مل کر نصف اور یہ دوسرا نصف ہیں۔ اس صورت میں معنیٰ روایت بغیر کسی تکلف کے واضح ہو جائے گا۔

بَابُ الرِّفْقِ وَالْحَيَاءِ وَحُسْنِ الْخُلُقِ

۳۲۵۔ نرمی، شرم وغیرت اور خوش خلقی کا بیان

رِفْق، را پر کسرہ نرمی یہ عنف تکبر و سختی کی ضد ہے۔ صراح میں ہے اور فاق نرمی کرنا اور کسی کو نفع دینا۔ نہایہ میں ہے رفق کا معنیٰ لطف اور جانب کا نرم ہونا ہے۔ علامہ طیبی نے نقل کیا ہے کہ رفق لطف و کام کو آسان طریقہ سے بجا لانا ہے حیاء شرم رکھنا یہ وہ حالت ہے جو انسان کو عیب اور برائی کے خوف سے ہو۔ اچھی حیا یہ ہے کہ انسان کا نفس ہر اس عمل کے ارتکاب سے رک جائے جو شریعت میں ناپسند ہے، حسن خلق پر گفتگو سابقہ احادیث کے تحت گزر چکی ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۴۸۲۵ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِيْ عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِيْ عَلَى الْعُنْفِ وَمَا لَا يُعْطِيْ عَلٰى مَا سِوَاهُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ قَالَ لِعَائِشَةَ عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ وَاِيَّاكِ وَالْعُنْفَ وَالْفُحْشَ اِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُوْنُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا زَانَهٗ وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا شَانَهٗ۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰی نرمی[1] فرمانے والا ہے اور نرمی[2] پسند کرتا ہے نرمی پر وہ کچھ عطا کرتا ہے جو سختی پر[3] عطا نہیں کرتا اور وہ جو اس کے علاوہ پر نہیں دیتا (مسلم) اس کی روایت میں ہے کہ آپ نے عائشہ سے فرمایا نرمی اختیار کرو، سختی اور فحش کلامی سے بچو، نرمی شے کو حسین بنا دیتی ہے اور نرمی کا نہ ہونا شے کو عیب دار کر دیتا ہے۔

[1] اپنے بندوں پر لطف فرمانے والا ہے، ان پر آسانی فرماتا ہے اور اس کام و عمل کا حکم نہیں دیتا جو ان کی طاقت میں نہ ہو۔

[2] کہ لوگ آپس میں نرمی و لطف سے کام لیں اور تمام کاموں مثلاً طلب رزق وغیرہ میں آسانی کریں، سختی نہ کریں اور اس کے بعد طلب رزق اور تحصیل مطالب میں نرمی اختیار کرنے کی ترغیب دی۔

[3] پہلے نرمی کو سختی پر ترجیح دی جو اس کی ضد ہے پھر بتایا کہ سختی کیا ہے؟ بلکہ نرمی تمام مقاصد کے حصول کے لیے مفید اور راجح ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اگر وہ اسباب بھی باب رفق سے ہیں تو ترجیح کی گنجائش نہیں رہے گی، اور اگر وہ از قبیل سختی ہوں تو کلام اول سے سختی پر نرمی کی ترجیح معلوم ہو رہی ہے تو پھر اس کلام کا کیا فائدہ؟ میں کہتا ہوں کہ یہ کلام سابق میں برائے تاکید ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ عزائم اور مقاصد کے حصول مثلاً رزق وغیرہ میں نرمی اور رفق کا اظہار کرے، کہ یہ دینے والا اللہ تعالٰی ہے اور جب اس کی مرضی ہوگی تو وہ اس میں اضافہ کر دے گا جو اسباب پر سختی اور انہماک کی صورت میں ہوگا۔

۴۸۲۶ وَعَنْ جَرِيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يُّحْرَمُ الرِّفْقَ يُحْرَمُ الْخَيْرَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جریر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نرمی سے محروم کر دیا گیا وہ خیر ہی سے محروم کر دیا گیا ہے۔ (مسلم)

۴۸۲۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ اَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک انصاری کے پاس سے گزرے جو اپنے بھائی کو حیا کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا[1]

وَسَلَّمَ دَعْهُ فَاِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْاِيْمَانِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو کیونکہ حیا ایمان سے ہے۔ (بخاری و مسلم)

۱ے کثرت حیا پر ناراض ہو رہے تھے بعض روایات میں یعظ کی جگہ یُعَاتِبُ ہے۔

۲ے حیا جتنی ہو گی بہتر ہے کیونکہ اس کے ذریعے آدمی ارتکاب معاصی سے محفوظ رہتا ہے۔

۴۸۲۸ وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَيَاءُ لَا يَأْتِيْ اِلَّا بِخَيْرٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا حیا بھلائی ہی کا ذریعہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حیا سراپا خیر ہے۱۔ (بخاری و مسلم)

۱ے یہاں ایک اشکال ہے کہ بعض اوقات حیا بعض حقوق مثلاً امر بالمعروف، نہی عن المنکر وغیرہ کی ادائیگی میں مخل ہوتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جو حق کی راہ میں مخل ہو وہ شرعاً حیا نہیں بلکہ وہ تو بزدلی اور کمزوری ہے اور یہ نقائص میں سے ہے۔ اگر اسے حیا کہا جاتا ہے تو یہ مجازاً ہوگا شرعاً حیا یہ ہے کہ وہ اعمالِ بد سے بچنا چاہے خواہ طبعاً بد ہوں یا شرعاً، شریعت میں جس حیا کی تعریف کی گئی ہے وہ یہی ہے کہ انسان حرام، مکروہ اور ترک اولٰی سے پرہیز کرے اب مختار جواب یہ ہوگا کہ یہ کلیہ اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهٗ، اس حیا کے ساتھ مخصوص ہے جو اللہ تعالٰے کی رضا کے لیے ہو اور اگر اسے مبالغہ پر محمول کیا جائے تو بھی معنی بن سکتا ہے کہ اگرچہ خیر حقیقی حیا کی ایک قسم میں ہے لیکن اس کی ماہیت مطلقہ میں خیر گویا وہ تمام خیر ہے ممکن ہے اس کا کم سے کم پایا جانا بھی انسان کو خیر کی طرف لائے گا۔

۴۸۲۹ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰى اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابو مسعود۱ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا سابقہ انبیاء کے کلام میں۲ سے ہے کہ جب تو حیا نہ کرے تو جو چاہے کر لے۳ (بخاری)

۱ے بعض نسخوں میں ابن مسعود ہے لیکن صواب ابو مسعود انصاری ہی ہے۔

۲ے ان کی وحی کے نتائج میں سے ہے اور جو باقی ہے اس پر نسخ و تبدیلی نہیں ہوئی وہ یہی کلام ہے۔

۳ے اس حدیث پر چند وجوہ سے گفتگو کی گئی ہے ایک یہ کہ یہاں طلب مراد نہیں بلکہ یہ خبر ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ برائی سے حیا روکتی ہے جب تیرے اندر حیا نہیں تو جو مرضی کر۔ دوسرا یہ کہ امر کا صیغہ یہاں تہدید کے لیے ہے جیسے اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ (جو چاہو کرو) اور اس کو سزا و جزا بھگتنا ہو گی۔ تیسرا یہ کہ یہ عمل کرنے کا قاعدہ اور ضابطہ بیان ہوا ہے کہ ہر وہ فعل جس میں شبہ ہو اور شریعت میں اس کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں تصریح نہ ہو تو فکر کرو گے اگر اس کے بجالانے میں شرم محسوس نہیں ہوتی تو کر گزرو اور اگر حیا عارض ہوتی ہے تو مت کرو کیونکہ اس میں کراہت و قباحت ہے اگر وہ فعل حق ہوتا تو حیا عارض نہ ہوتی اور یہ گفتگو اس قلب سلیم کے حوالے سے ہے جو تقوٰی کے نور سے منور اور عوارض بشریت سے خالی ہو۔ چوتھے یہ کہ یہ اس عمل کے بارے میں کہا ہے جو از قبیل طاعات ہو مگر اس میں ریاکاری اور نفع کا پہلو تھا تو شرم کی وجہ سے اسے ترک کر دیا تو یہاں واضح کر دیا

گیا ہے کہ شرم خدا اور رسول سے کرنی چاہیے جب وہ ایسا فعل ہے جس میں خدا اور رسول سے شرم رکھنا لازم نہیں تو مخلوق کی خاطر اسے کیوں ترک کیا جائے؟ اگر اس میں ریا کا پہلو ہے تو اس سے بچنے کی صورت کی جائے اور اس پر توبہ واستغفار کر لی جائے اسی طرح ہر وہ عمل جو مخلوق کے لحاظ سے مذموم ہو اس کا ترک بھی یہی حکم رکھتا ہے۔

۴۸۵۰ وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ فَقَالَ الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِيْ صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت نواس[1] بن سمعان رضی اللہ تعالٰے عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا نیکی خوش خلقی ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں کھٹکے[2] اور تو یہ پسند نہ کرے کہ لوگ اس پر مطلع ہوں۔ (مسلم)

[1] نواس، نون پر زبر، واو مشدد سمعان، سین پر زبر یا زیر۔ یہ صحابی قبیلہ بنی کلاب سے ہیں۔ بعض کے نزدیک انصاری ہیں۔ شام میں اقامت پذیر رہے۔ یہ اس کلابیہ خاتون کے بھائی ہیں جس کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عقد فرمایا اور پھر طلاق دے دی۔

[2] ایسا عمل جس پر تردد وخلش رہے اور دل کو اطمینان وآرام نہ آئے اور اس پر شرح صدر نہ ہو لیکن یہ اس شخص کے حوالے سے ہوگا جس کے سینے کو اللہ تعالٰے نے اسلام کے لیے کھول دیا اور اس کا دل نورِ تقوٰی سے منور ومزین ہو گیا جس کے مقام پر آپ کے ارشاد گرامی "مَا اسْتَفْتِ قَلْبَكَ (اپنے دل سے فیصلہ طلب کرے) کا بھی یہی مفہوم ہے اور جس کے بارے میں نص نہ ہو اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں اور آگے گناہ کی علامت بیان فرمائی۔

۴۸۵۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَيَّ اَحْسَنَكُمْ اَخْلَاقًا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰے عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے وہ شخص زیادہ محبوب وپسندیدہ[1] ہے جو اخلاق میں سب سے بہتر ہے۔ (بخاری)

۴۸۵۲ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ اَحْسَنَكُمْ اَخْلَاقًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

انہی سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ ہے جو اخلاق میں اچھا[1] ہے۔ (بخاری ومسلم)

[1] ان دونوں احادیث کا مضمون ایک ہے۔ فرق یہ ہے کہ یہاں بہتر ہونا ان کی ذات میں ہے جس کی وجہ سے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محبوب بن رہے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ — دوسری فصل

۴۸۵۳ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے مروی ہے

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اُعْطِیَ حَظَّہٗ مِنَ الرِّفْقِ اُعْطِیَ حَظَّہٗ مِنْ خَیْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ (رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ)

کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جسے نرمی میں سے حصہ دیا گیا اسے دنیا و آخرت کی بھلائی سے حصہ دیا گیا اور جسے نرمی کی عطا سے محروم رکھا گیا وہ دنیا و آخرت کی خیر سے محروم رہا۔ (شرح السنۃ)

۴۸۵۴/۱۰ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ وَالْاِیْمَانُ فِی الْجَنَّۃِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ فِی النَّارِ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا حیاء[1] ایمان سے ہے اور ایمان[2] جنت میں ہے، فحش گوئی[3] برائی[4] ہے اور سخت دل دوزخ میں ہے۔ (مسند احمد، ترمذی)

۱ افعال بد سے شرم کرنا۔

۲ اہل ایمان مراد ہیں۔

۳ البذاءُ با پر زبر ہے۔ فحش اور بیہودہ گوئی۔

۴ جفاء بر کی ضد ہے یعنی برائی۔

۴۸۵۵/۱۱ وَعَنْ رَجُلٍ مِّنْ مُّزَیْنَۃَ قَالَ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَا خَیْرُ مَا اُعْطِیَ الْاِنْسَانُ قَالَ اَلْخُلُقُ الْحَسَنُ (رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَفِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ عَنْ اُسَامَۃَ بْنِ شَرِیْكٍ)

علاقہ مزینہ[1] کے ایک شخص نے بیان کیا کہ صحابہ نے سرور عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ انسان کو بہترین چیز کونسی عطا کی گئی ہے۔ فرمایا اچھا خلق۔ (بیہقی شعب الایمان، شرح السنۃ میں اسامہ بن شریک سے روایت[2] ہے)

۱ مُزَینہ، میم پر پیش، زا پر زبر، یا ساکن۔

۲ یہ روایت بیہقی کی ہے اس میں اس آدمی کا نام نہیں ہے لیکن امام محی السنۃ نے شرح السنۃ میں حضرت اسامہ بن شریک ثعلبی سے روایت کیا ہے کہ یہ صحابی کوفہ میں قیام پذیر رہے۔ انہی میں سے شمار ہوتے ہیں اور ان کی حدیث بھی انہی کے بارے میں ہے۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں بھی حضرت اسامہ سے ہی مروی ہے۔

۴۸۵۶/۱۲ عَنْ حَارِثَۃَ بْنِ وَھْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ الْجَوَّاظُ وَلَا الْجَعْظَرِیُّ قَالَ وَالْجَوَّاظُ الْغَلِیْظُ الْفَظُّ۔ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ فِیْ سُنَنِہٖ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَصَاحِبُ جَامِعِ الْاُصُوْلِ فِیْہِ عَنْ حَارِثَۃَ وَکَذَا فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ عَنْہُ وَلَفْظُہٗ قَالَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ الْجَوَّاظُ الْجَعْظَرِیُّ یُقَالُ الْجَعْظَرِیُّ الْفَظُّ الْغَلِیْظُ وَفِیْ

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں جواظ[1] داخل نہ ہوگا اور نہ جعظری[2] فرمایا جواظ بری عادت[3] والا اور سخت زبان ہے۔ امام ابوداؤد نے سنن میں، بیہقی شعب الایمان میں، صاحب جامع الاصول اور صاحب شرح السنۃ نے حضرت حارثہ سے ان الفاظ میں روایت کیا کہ جنت میں جواظ، جعظر کا داخلہ نہ ہوگا جو سخت[4] دل سخت زبان ہے،

نُسَخِ الْمَصَابِيْحِ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ وَهْبٍ وَّلَفْظُهٗ قَالَ وَالْجَوَّاظُ الَّذِیْ جَمَعَ وَمَنَعَ وَالْجَعْظَرِیُّ الْغَلِيْظُ الْفَظُّ ۔

مصابیح کے بعض نسخوں میں عکرمہ بن وہب سے روایت ہے اس کے الفاظ میں جواظ وہ ہے جو مال جمع کرے اور سائل کو منع کرے اور جعظری بدعادت والا سخت زبان ہے۔

۱؎ یہ صحابی ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر کے ماں کی طرف سے بھائی ہیں۔ کوفیین میں ان کا شمار ہوتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انہوں نے زیارت کی، آپ سے اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔

۲؎ جواظ جیم پر زبر، واو مشدد۔

۳؎ جعظری، جیم پر زبر، عین ساکن، ظا پر زبر۔

۴؎ مراح میں جواظ کا معنی متکبر بیان کیا گیا ہے۔

۵؎ ان تین محدثین نے یہ حدیث حارثہ بن وہب سے روایت کی ہے اور وہ بالاتفاق صحابی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عمر کے والدہ کی طرف سے بھائی ہیں۔

۶؎ جعظری، جواظ کا وصف ہے۔

۷؎ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ جواظ اور جعظری کا مفہوم ایک ہی ہے۔

۸؎ اس کے بعض نسخوں میں حارثہ بن وہب سے مروی ہے۔ امام تورپشتی کہتے ہیں کہ عکرمہ بن وہب کا ذکر صحابہ میں کسی نے نہیں کیا یہ تابعی ہیں، لہٰذا یہ حدیث مرسل ہوگی، بعض لوگوں نے انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے صحیح یہی ہے کہ یہ تابعی ہیں۔

۹؎ جواظ، بخیل مالدار، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے اور بعض سے مغایرت کا پتہ چلتا ہے، بعض کتب سے پتہ چلتا ہے کہ جواظ کا معنی متکبر اور جعظری کا معنی بدخلق ہے۔ الغرض دونوں الفاظ معانی میں قریب تر ہیں۔

۱۲/۴۸۵۷ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَثْقَلَ شَیْءٍ يُّوْضَعُ فِیْ مِيْزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ خُلُقٌ حَسَنٌ وَّاِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِیَّ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَرَوٰی اَبُوْدَاؤدَ الْفَصْلَ الْاَوَّلَ)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا سب سے وزنی شئی قیامت کے روز جو مومن کے ترازو میں رکھی جائے گی وہ اچھا اخلاق ہے اور اللہ تعالٰی فحش گوئی اور بدخلق کو ناپسند رکھتا ہے۔ (اسے ترمذی نے روایت کرکے حسن صحیح کہا اور ابوداؤد نے فصل اول میں روایت کیا ہے)

۱؎ اس سے حدیث کا اولین حصہ مراد ہے۔ دوسرا حصہ اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ مراد نہیں۔

۱۲/۴۸۵۸ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ دَرَجَةَ قَآئِمِ اللَّيْلِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مومن اچھے اخلاق کی وجہ سے رات کو

وَصَآئِمِ النَّهَارِ ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

قیام کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔

(ابوداؤد)

۴۸۵۹/۱۵ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِتَّقِ اللّٰهَ حَیْثُ مَا کُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّیِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے ڈرو[۱] جہاں بھی ہو برائی کے بعد نیکی کرو[۲] جو برائی کو مٹا دیتی ہے اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ[۳]۔

(مسند احمد، ترمذی، دارمی)

۱ اس کے عذاب سے ڈرو خواہ جلوت میں ہو یا خلوت میں، سفر میں ہو یا گھر میں۔

۲ اگر برائی کا ارتکاب ہو جائے تو نیکی کرو تاکہ وہ بدی کا نقش و اثر ختم کر دے۔

۳ شارحین نے بیان کیا ہے کہ آدمی کے لیے ضروری ہے کہ برائیوں کو مٹانے کے لیے نیکیوں کو بجا لائے اور ہر بدی کا ازالہ اس کی ہم جنس نیکی سے کرے۔ مثلاً مزامیر کی مجلس کا ازالہ قرآن و ذکر کی مجلس کے ذریعے، شراب پینے کا کفارہ حلال مشروبات کا صدقہ کرکے تکبر کا تواضع اور بخل کا سخاوت کے ذریعے ازالہ کیا جائے علی ہذا القیاس (کذا قال الطیبی)

۴۸۶۰/۱۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِمَنْ یَحْرُمُ عَلَی النَّارِ وَبِمَنْ تَحْرُمُ النَّارُ عَلَیْهِ عَلٰی کُلِّ هَیِّنٍ لَیِّنٍ قَرِیْبٍ سَهْلٍ ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں اس کے بارے میں نہ بتاؤں جو آگ پر اور آگ اس پر حرام ہے ہر نرم خو، نرم زبان[۱] لوگوں کے ساتھ اور درگزر کرنے والا۔ (مسند احمد اور ترمذی نے روایت کرکے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔)

۱ لین لام کے نیچے زیر، یا مشدد یا ساکن جیسے میِّت اور میْت، سوال میں مبالغۃً تاکید کی خاطر دونوں جانبوں سے حرام ہونا بیان کیا تو چونکہ دونوں کا معنی ایک ہی ہے تو آخری حصہ پر اکتفا کر لیا۔ کیونکہ وہ قریب ہے اور بشارت بھی ہے کہ دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے۔

۴۸۶۱/۱۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُؤْمِنُ غِرٌّ کَرِیْمٌ وَالْفَاجِرُ خِبٌّ لَئِیْمٌ ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوُدَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مومن بھولا بھالا باعزت ہوتا ہے اور فاسق عیار اور بدخلق ہوتا ہے[۱]۔

(مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد)

۱ بعض روایات میں فاجر کی جگہ منافق ہے، غِرّ، غین کے نیچے زیر، فریب کھانے والا۔ صراح میں اس کا معنی ناآزمودہ ہے۔ خِبّ خا پر زبر اور زیر دونوں جائز ہیں فریب دینے والا۔ نہایہ میں اس حدیث کی تشریح یوں ہے کہ مومن تواضع اور نرمی

کی وجہ سے ہر فریب دینے والے سے فریب کھا جاتا ہے اور لوگوں کے شر و مکر پر کاوش و تحقیق نہیں کرتا تو اس کی وجہ مومن کی جہالت و نادانی نہیں بلکہ اس کا کرم، بزرگی اور حسن اخلاق ہوتا ہے۔ بعض علماء نے یوں گفتگو کی ہے چونکہ مومن خود سلیم القلب اور دل کی صاف تختی کا مالک ہونے کی وجہ سے لوگوں کے بارے میں نیک گمان کرے گا ان کے باطنی معاملات کا اسے تجربہ نہیں اور لوگوں کے دل کھوٹ پر مطلع نہیں۔ لہٰذا وہ جو بھی اسے کہیں گے یہ قبول کرے گا اور فریب کھائے گا اور وہ اخروی معاملات میں متوجہ رہتا ہے۔ دنیاوی معاملات کو نہایت ہی کم تر تصور کرتا ہے لہٰذا اس بارے ایسے لوگ فریب دیتے ہیں لیکن وہ آخرت کے معاملات میں نہایت ہی بیدار اور عقل کامل کا مالک ہوتا ہے۔ اس کے باوجود آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک ارشاد کے ذریعے اس طرف متوجہ کیا لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَّرَّتَيْنِ (ایک سوراخ سے مومن دو دفعہ ڈنگ نہیں کھاتا) یعنی ہر دفعہ اور ہمیشہ فریب کھاتے رہنا درست نہیں، اختیاط و تدبیر ضروری ہے پیچھے گزر چکا ہے کہ اس سے مراد دنیا و آخرت دونوں کے معاملات ہیں۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ صرف آخرت کے معاملات کے ساتھ مخصوص ہے اور منافق ہمیشہ دھوکہ باز، مکار، فسادی، فتنہ پرور، دکر و فریب کرنے والا ہوتا ہے پر تسامح نہیں کرتا۔ فریب بھی نہیں کھاتا اور نہ ہی اس پر راضی ہوتا ہے اگر کسی صورت میں فریب کھا لے اگرچہ بغیر علم کے ہو تو اختیار حاصل ہونے پر اس سے راضی نہ ہوگا بلکہ انتقام لے گا۔

$\frac{۴۸۶۲}{۱۸}$ وَعَنْ مَكْحُوْلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُوْنَ هَيِّنُوْنَ لَيِّنُوْنَ كَالْجَمَلِ الْاَنِفِ اِنْ قِيْدَ انْقَادَ وَاِنْ اُنِيْخَ عَلٰى صَخْرَةٍ اسْتَنَاخَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مُرْسَلًا)

حضرت مکحول[1] سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا مومن نرم طبیعت، نرم دل ہوتے ہیں جیسے نکیل والا اونٹ[2] اگر اسے چلایا جائے تو اطاعت کرے اور اگر پتھر پر بٹھایا جائے تو بیٹھ جائے[3] (ترمذی نے اسے مرسلاً روایت کیا ہے)

[1] یہ کبار تابعین میں سے ہیں۔

[2] اَنِف، ہمزہ پر زبر، نون کے نیچے زیر بروزن کَتِف۔ یا ہمزہ پر مد ہے بروزن صاحب پہلا صحیح ہے (کذا فی القاموس) صراح میں اس کا معنی مہار کی نکیل کی وجہ سے اونٹ کے ناک زخمی ہوتا ہے اور یہ چیز اونٹ کو نرم اور تابع کر دیتی ہے۔

[3] یعنی مومن اللہ تعالےٰ کے اوامر و نواہی میں غایت درجہ تابع اور نرم ہوتا ہے اور اس میں ہر قسم کی مشقت کا اٹھانا ہوتا ہے اور یہ ممکن ہے کہ یہاں مومنوں کا ایک دوسرے کے ساتھ تواضع و انکساری سے پیش آنا ہو کیونکہ یہ بھی اللہ تعالےٰ کے حکم کی اطاعت ہی ہے۔

$\frac{۴۸۶۳}{۱۹}$ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْلِمُ الَّذِيْ يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلٰى اَذَاهُمْ اَفْضَلُ مِنَ الَّذِيْ لَا يُخَالِطُهُمْ وَلَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ مسلمان جو دوسرے لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہے اور ان کی طرف

يَصْبِرُ عَلٰى اَذَاهُمْ ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

سے آنے والی تکالیف پر صبر کرے ایسا مسلمان اس مسلمان سے بہتر ہے[1] جو مل جل کر نہ رہے اور نہ ہی ان کی تکالیف پر صبر کرے[2]۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

[1] اجر و ثواب میں۔

[2] اس حدیث سے واضح ہو رہا ہے کہ لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا تنہائی سے مطلقاً بہتر ہے۔ تنہائی کی فضیلت پر بھی احادیث ہیں۔ اس بارے میں تفصیل و تحقیق اور حیثیات کے اعتبار سے تذکرہ احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت میں مذکور ہے اور میں نے آداب الصالحین میں اس کا ذکر کیا ہے اور یہ کتاب احیاء العلوم کے اس حصہ کا ترجمہ ہے جس میں معاملات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

۴۸۶۴/۲۰ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَّهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى اَنْ يُّنْفِذَهٗ دَعَاهُ اللّٰهُ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُخَيِّرَهٗ فِيْ اَيِّ الْحُوْرِ شَاءَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ) وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاؤدَ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَبْنَاءِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَلَاَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ اَمْنًا وَّاِيْمَانًا وَّذَكَرَ حَدِيْثَ سُوَيْدٍ مَنْ تَرَكَ لُبْسَ ثَوْبِ جَمَالٍ فِيْ كِتَابِ اللِّبَاسِ ۔

حضرت سہل بن معاذ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص غصہ پی جائے حالانکہ وہ اس کے نفاذ پر قادر تھا اس کو اللہ تعالٰی روز قیامت اس تمام مخلوق کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا جو حور منتخب کرنا چاہے کرے۔ (ابوداؤد، امام ترمذی نے روایت کر کے کہا یہ حدیث غریب ہے اور ابوداؤد کی وہ روایت جو سوید بن وہب[1] سے ہے وہ ایک صحابی کے بیٹے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالٰی اس کے دل کو ایمان اور امن سے بھر دے گا، سوید کی وہ حدیث جس کے ابتدائی الفاظ مَنْ تَرَكَ لُبْسَ ثَوْبِ جَمَالٍ ہے کتاب اللباس میں مذکور ہے[2]۔

[1] سوید بن وہب، سین پر پیش، واؤ پر زبر۔

[2] جامع الاصول میں اس کا ذکر نہیں ہے اور کاشف میں ہے کہ یہ شخص مجہول ہے خصوصاً ابن عجلان۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۴۸۶۵/۲۱ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ طَلْحَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ دِيْنٍ خُلُقًا وَّخُلُقُ الْاِسْلَامِ الْحَيَاءُ (رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسَلًا)

حضرت زید بن طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہر دین کے اخلاق ہوتے ہیں۔ اسلام کا اخلاق حیاء ہے[1] (امام مالک

وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ عَنْ أَنَسٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ)

نے اسے مرسلاً روایت کیا، ابن ماجہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔[۵]

لہ یہ تابعی ہیں۔ ان سے سلمہ بن صفوان الزرقی نے روایت کی ہے اور امام مالک نے اسے موطا میں ذکر کیا ہے ان کے والد طلحہ بن رکانہ ہیں۔ را پر پیش اور کاف مخفف ہے۔

۲ عمدہ صفات۔

۳ کیونکہ حیا ایک ایسی صفت ہے جو بندے کو ممنوعات و محرمات کے ارتکاب سے محفوظ کر لیتی ہے اور اس کا اس معاملے میں کامل دخل ہے چونکہ دین محمدی تمام ادیان سے کامل اور اتم ہے اس لیے اس میں حیا بھی کامل و اتم ہوگی۔

۴ زید بن طلحہ سے۔

۵ لہٰذا یہ روایت مرسل نہ رہی بلکہ سند و متصل ہوگی۔

۴۸۶۶ / ۲۲ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْحَيَاءَ وَالْإِيْمَانَ قُرَنَاءُ جَمِيْعًا فَإِذَا رُفِعَ أَحَدُهُمَا رُفِعَ الْآخَرُ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَإِذَا سُلِبَ أَحَدُهُمَا تَبِعَهُ الْآخَرُ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا شرم اور ایمان آپس میں ساتھی[۱] ہیں۔ جب ایک ختم ہو جائے تو دوسرا بھی ختم ہو جاتا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ جب ایک چھین لیا جائے تو دوسرا بھی چھن جاتا ہے۔ (بیہقی، شعب الایمان)

لہ ایک دوسرے سے پیوستہ و لازم ہیں۔

۲ قرناء، قرین (ساتھی) کی جمع ہے۔ لفظ جمع اس بات پر دلیل ہے کہ جمع کا اطلاق دو پر ہوتا ہے۔ بعض نسخوں میں لفظ جمیعا ہے اور ماضی مجہول کے صیغے کے ساتھ ہے۔

۴۸۶۷ / ۲۳ وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ كَانَ اٰخِرُ مَا وَصَّانِيْ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وَضَعْتُ رِجْلِيْ فِي الْغَرْزِ أَنْ قَالَ يَا مُعَاذُ أَحْسِنْ خُلُقَكَ لِلنَّاسِ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

حضرت معاذ[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے آخری جو وصیت فرمائی جب میں نے رکاب[۲] میں پاؤں رکھا فرمایا: اے معاذ! اپنے اخلاق لوگوں[۳] کے لیے اچھے رکھو (موطا)

لہ حضرت معاذ بن جبل۔ یہ اس موقعہ کی بات ہے جب آپ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا جا رہا تھا۔

۲ غرز، غین پر زبر، را ساکن۔ وہ لکڑی جو اونٹ کے پالان کے لیے استعمال ہوتی ہے، گھوڑے کے لیے رکاب کا لفظ بولا جاتا ہے اور اونٹ کے لیے غرز کا، حضرت معاذ کو جو آپ نے قاضی بنا کر بھیجا تو یہ بڑا عظیم معاملہ ہے ان کو مختلف وصیتیں فرمائیں، سوار کیا اور ان کے ساتھ الوداع کرنے کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدل چلے اور فرمایا اے معاذ واپسی پر تو ہماری زیارت نہ کر سکے گا اور ان کو آخری وصیت یہ کی۔

سے لوگوں کی تربیت کے لیے، امام سیوطی کے نزدیک یہاں "الناس" سے مراد وہ لوگ ہیں جو نرمی کے مستحق ہیں باقی اہلِ کفر، باغی اور ظالم لوگ اس دائرہ سے خارج ہوں گے کیونکہ ان کے ساتھ سختی اور شدت کا حکم ہے۔ واضح رہے کہ اہلِ ظلم کے ساتھ سختی کرنا بھی حسنِ اخلاق ہے کیونکہ یہ ان کی تربیت ہے۔ جس طرح اچھے لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک تربیت کا ذریعہ ہے تو امام سیوطی نے حسنِ اخلاق کو نرمی اور صلح و آشتی کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔

٤٨٦٨/٢٤ وَعَنْ مَّالِكٍ بَلَغَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ۔ (رَوَاهُ فِي الْمُوَطَّاءِ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ)

امام مالک بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔ (موطا، امام احمد نے اسے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے)

لے انہیں کامل طور پر بیان کروں اور ان کو عملاً کمال تک پہنچا دوں، بعض روایات میں "مکارم" کا لفظ آیا ہے بعض روایات میں آیا ہے کہ ہمیں نقصان کے بعد زیادتی کے لیے اور بعض روایات میں ہے بکھرنے کے بعد جمع کرنے کے لیے بھیجا گیا چونکہ آپ آخری نبی ہیں جب آپ پر کمالِ نبوت اختتام پذیر ہو گیا تو دوسرے کمالات مکمل کیوں نہ ہوں گے؟ آپ کے بعد کسی نبی کی کوئی ضرورت نہ رہی۔ اب صرف اور صرف آپ کی شریعت کی حفاظت کی ضرورت ہے اور وہ کام آپ کی امت کے علماء کا ہے اور وہ بنی اسرائیل کے ان انبیاء کی طرح ہیں جنہوں نے تورات اور شریعت موسوی کی حفاظت کی تھی۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سابقہ انبیاء علیہم السلام کے جمیع کمالات و فضائل کے جامع ہونے کے ساتھ ساتھ دیگر فضائل کے بھی حامل ہیں اور تتمیم کی تخصیص بکھرنے کے بعد حاصل ہونے والے جمع کے ساتھ کرنا زیادتی ہے کیونکہ دینِ محمدی میں بہت سے ایسے امور ہیں جو سابقہ شریعتوں میں نہیں تھے اور آپ کے تمام انبیاء پر افضل ہونے کی دلیل یہ آیت مبارکہ ہے۔ "اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ" اس میں آپ کو سابقہ انبیاء کے عقائد و اعمال کی اقتداء کا حکم ہے اور آپ نے ان کو یقیناً حاصل کر لیا تو آپ تمام کے جامع قرار پائے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ میری اور سابقہ انبیاء کی مثال اس محل کی طرح ہے جسے خوب بنایا گیا ایک اینٹ کی جگہ کے علاوہ اس میں کوئی جگہ خالی نہ رہی، میرے آنے سے وہ خالی جگہ بھی پُر ہو گئی اور وہ مکان مکمل ہو گیا جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کی آمد سے پہلے کمالات کا اتمام نہیں ہوا تھا جو آپ کے وجود مسعود سے ہوا۔

٤٨٦٩/٢٥ وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَظَرَ فِي الْمِرْاٰةِ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ حَسَّنَ خَلْقِيْ وَخُلُقِيْ وَزَانَ مِنِّيْ مَا شَانَ مِنْ غَيْرِيْ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ مُرْسَلًا)

امام جعفر صادق بن محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب آئینہ دیکھتے تو یہ کلمات کہتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ حَسَّنَ خُلُقِيْ وَزَانَ مِنِّيْ مَا شَانَ مِنْ غَيْرِيْ تمام تعریف اللہ کے لیے جس نے میری صورت اور سیرت کو خوبصورت بنایا میری ہر وہ چیز اچھی فرمائی جو دوسروں کی بُری لگتی ہے۔ (بیہقی نے شعب الایمان میں مرسلاً روایت کیا)

له امام محمد باقر رضی اللہ تعالے عنہ۔

۲له واضح رہے کہ یہ صفت بروجہ اتم علی الاطلاق آپ ہی کی ہے البتہ بعض کی بنسبت بھی جائز ہے۔ شاید حدیث میں لفظ احسن اسی لیے فرمایا۔

۴۸۷۰/۲۶ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَاَحْسِنْ خُلُقِيْ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام یہ دعا کیا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَاَحْسِنْ خُلُقِيْ (اے اللہ تو نے میری صورت حسین بنائی ہے پس میری سیرت کو بھی حسین کر دے[1] (مسند احمد)

له سیرت حسین ہونے کے باوجود دعا کیوں کی ؟ اُمت کی تعلیم کے لیے یا اس کے دوام کی دعا ہے جیسے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ یا تمام دین مراد ہے کیونکہ آپ کی سیرت کی تحسین و تہذیب کا ذریعہ قرآن ہے جیسے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا سے مروی ہے۔ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ (آپ کا خلق قرآن ہے) گویا یہ دعا نزول قرآن کی دعا تھی۔

۴۸۷۱/۲۷ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ خِيَارُكُمْ اَطْوَلُكُمْ اَعْمَارًا وَّاَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں بہتر لوگوں کے بارے میں آگاہ نہ کروں ؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور کیجیے فرمایا تم میں بہتر وہ ہیں جن کی عمر لمبی اور اخلاق اچھے ہوں[1] (مسند احمد)

له کیونکہ وہ اس میں اللہ تعالے کی خوب عبادت اور اس کے لیے خوب خیرات کر کے بہت زیادہ فضائل و کمالات حاصل کر لیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کی طویل عمر اس کے لیے مبارک ہے۔ کیونکہ طویل عمر حقیقتہً وہی ہے جس کا خیر ہو اور اس میں برکت ہو۔

۴۸۷۲/۲۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ)

انہی سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا: کامل مومن از روئے ایمان وہی ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو۔ (ابوداؤد، دارمی)

وَعَنْهُ اَنَّ رَجُلًا شَتَمَ اَبَا بَكْرٍ وَّالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ يَتَعَجَّبُ وَيَتَبَسَّمُ فَلَمَّا اَكْثَرَ رَدَّ عَلَيْهِ بَعْضَ قَوْلِهٖ غَضِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ فَلَحِقَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ وَّقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَانَ يَشْتِمُنِيْ وَاَنْتَ جَالِسٌ فَلَمَّا رَدَدْتُّ عَلَيْهِ بَعْضَ قَوْلِهٖ غَضِبْتَ وَ

اور انہی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گالی دی حضور علیہ الصلاۃ والسلام پاس بیٹھے ہوئے اس پر متعجب ہو کر تبسم فرما رہے تھے جب اس نے زیادہ گالیاں دیں تو حضرت ابوبکر نے ایک کا جواب دیا۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام ناراض ہو کر کھڑے ہو گئے۔ ابوبکر نے آپ سے مل کر عرض کی یا رسول اللہ وہ مجھے گالی دیتا رہا اور آپ تشریف فرما رہے

قُمْتَ قَالَ كَانَ مَعَكَ مَلَكٌ يَرُدُّ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَدَدْتَ عَلَيْهِ وَقَعَ الشَّيْطٰنُ ثُمَّ قَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ ثَلٰثٌ كُلُّهُنَّ حَقٌّ مَا مِنْ عَبْدٍ ظُلِمَ بِمَظْلِمَةٍ فَيُغْضِيْ عَنْهَا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اِلَّا اَعَزَّ اللّٰهُ بِهَا نَصْرَهٗ وَمَا فَتَحَ رَجُلٌ بَابَ عَطِيَّةٍ يُرِيْدُ بِهَا صِلَةً اِلَّا زَادَ اللّٰهُ بِهَا كَثْرَةً وَّمَا فَتَحَ رَجُلٌ بَابَ مَسْئَلَةٍ يُرِيْدُ بِهَا كَثْرَةً اِلَّا زَادَ اللّٰهُ بِهَا قِلَّةً۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

میں نے اس کی ایک گالی کا جواب دیا تو آپ اُٹھ گئے فرمایا تیرے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو اس کا جواب دے رہا تھا جب تو نے خود جواب دینا شروع کیا تو شیطان درمیان میں آ کودا اس کے بعد فرمایا اے ابوبکر! تین باتیں بالکل سچی ہیں جس شخص پر ظلم ہوا اور وہ رضائے الٰہی کی خاطر چشم پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے معزز و منصور فرمائے گا جس آدمی نے سخاوت کا دروازہ کھولا مقصد صلہ رحمی تھا تو اس کے سبب اللہ تعالیٰ اس کے مال میں اضافہ فرمائے گا اور جس نے مال بڑھانے کی خاطر مانگنا شروع کیا اللہ تعالیٰ اس کے مال میں کمی کر دے گا۔

(مسند احمد)

۱؎ آپ خوش ہو کر تبسم فرما رہے تھے۔

۲؎ لیکن ابوبکر نے بھی گالی دی۔

۳؎ آپ ناراض ہو کر اٹھ گئے۔

۴؎ وہ اس کی گالیاں اس طرف لوٹا رہا تھا یہ کہ فرشتہ بھی گالیاں دے رہا تھا۔

۵؎ مظلمۃ لام کے نیچے زیر ہے ظلم کرنا فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے بعض نے لام پر پیش بھی پڑھا ہے۔

۶؎ اللہ کی رضا کی خاطر اغضا کا معنی صراح میں چشم پوشی کرنا ہے۔

۷؎ اسے اللہ تعالیٰ قوی و محکم بنا دیتا ہے یا تو مظلوم ہونے کی وجہ سے یا اس کی چشم پوشی کی وجہ سے۔

۸؎ رشتہ داروں اور معاشرے کے بے سہارا لوگوں پر۔

۹؎ گدائی کرتا ہے تاکہ مال میں اضافہ ہو۔

۴۸۷۴ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُرِيْدُ اللّٰهُ بِاَهْلِ بَيْتٍ رِّفْقًا اِلَّا نَفَعَهُمْ وَلَا يَحْرِمُهُمْ اِيَّاهُ اِلَّا ضَرَّهُمْ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس خاندان میں مہربانی کرتا ہے انہیں نفع دیتا ہے اور جن کو اس سے محروم کرتا ہے ان کے نقصان کا ارادہ کرتا ہے۔

(بیہقی، شعب الایمان)

بَابُ الْغَضَبِ وَالْكِبْرِ

۲۲۶۔ غصّے اور تکبّر کا بیان

غضب، غین اور ضاد پر زبر، غصہ کرنا، غضب اس حالت و وصف کو کہا جاتا ہے جو ارادۃً انتقام اور ناپسند چیز کے دفع کرنے پر نفس کو جانب خارج کی طرف برانگیختہ کرے۔ روح حیوانی حالت غضب میں مغضوب علیہ کی طرف انتقام کے لیے میلان کرتی ہے اور مکروہ چیز کو دور کرتی ہے۔ اس وجہ سے اس کا چہرہ سُرخ ہو جاتا ہے اور رگیں پھول جاتی ہیں۔ اسی طرح حالت خوشی میں بھی جانب خارج کی طرف میلان ہوتا ہے تاکہ محبوب کے سامنے آسکے۔ اسی وجہ سے بعض اوقات غصہ اور خوشی کا غلبہ ہلاکت کا موجب بن جاتا ہے اور روح کا مکمل طور پر خروج ہو جاتا ہے اور جسم ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ چہرہ زرد اور بدن کمزور ہو جاتا ہے۔ غضب کی ضد حلم ہے، حلم سے نفس کا آرام میں ہونا مراد ہے کیونکہ اس میں انسان کو جلدی غصہ کسی حالت میں نہیں آتا، تکلیف پہنچنے کے باوجود مضطرب نہیں ہوتا۔ (کذا قیل) میں کہتا ہوں کہ ایسا نفس وصال محبوب کے موقعہ پر بھی مضطرب نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث عبدالقیس میں ہے کہ اس کے سربراہ حضرت اشج نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا مگر اس طرح نہ کیا جس طرح باقی لوگوں نے کیا تو آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان کے اس عمل کو سراہتے ہوئے ان کو صاحب حلم و وقار قرار دیا۔ اگر ناحق غصہ ہو تو مذموم ہے، اسی طرح خلاف شرع بھی ممنوع ہے لیکن اگر حق کی خاطر ہو تو قابل ستائش ہے۔ ریاضت سے مقصود غضب کو بالکلیہ ختم کرنا نہیں بلکہ اسے موافق حق بنانا ہوتا ہے، غضب تو نظام بدن اور بقائے حیات کا ذریعہ ہے کیونکہ اس کے ذریعے موذی اور تکلیف دہ اشیاء سے بچا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نباتات میں قوت غضبیہ نہیں اسی لیے ہر کوئی ہلاک کر دیتا ہے۔ بخلاف حیوانات کے، ان میں اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے ایسے آلات عطا کیے جان کو موذی سے محفوظ کر لیتے ہیں مثلاً سینگ اور دانت وغیرہ، آدمی کے لیے اگرچہ اس طرح آلات نہیں مگر اسے عقل و تمیز عطا کی تاکہ ایسے آلات و وسائل تیار کرے جس سے وہ ہر قسم کے دشمن اور موذی سے اپنا دفاع کر سکے۔ تکبر کا سبب اپنے آپ کو اور اپنی صفات کو اعلیٰ اور بہتر جاننا ہے، جب کوئی ان چیزوں کا اظہار کرے گا اور ان کے ذریعہ دیگر لوگوں پر فوقیت اور بلندی چاہے گا اس وجہ سے وہ حق کے تسلیم کرنے اور اس کی فرمانبرداری کے لیے آمادہ نہ ہوگا جس سے سرکشی پیدا ہوگی اگر خلاف واقع ہو یعنی اس کی ذات میں وہ صفات نہیں جن کا اظہار تکلف و بناوٹ کی صورت میں کر رہا ہے تو یہ عمل نہایت ہی مذموم و قبیح ہے۔ اور اگر واقعۃً وہ فضائل اس میں موجود ہیں اور ان کی بنیاد پر تقدم چاہتا ہے تو یہ مذموم نہیں، تکبر کا مقابل تواضع ہے، تواضع تکبر اور کمزوری کے درمیانی درجہ کا نام ہے۔ کبر یہ ہوتا ہے کہ اپنے اندر موجود اعمال سے بڑھ کر خواہش مند ہونا، ضعف یہ ہے کہ اپنے مقام سے بھی نیچے گر جانا اپنا استحقاق بھی نہ لینا، تواضع درمیانی طریقہ ہے، مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارھم جب تکبر نفس میں غالب دیکھتے ہیں تو اس طرح اپنے آپ کی نفی اور ازالہ کرتے ہیں کہ صفت کو تواضع کا درجہ دے

دیتے تاکہ نفس مقام تواضع پر رہے۔ البتہ کمال توسط اور اعتدال ہر حال میں بہتر ہوتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۴۸۷۵ (۱) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِیْ قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ ذٰلِكَ مِرَارًا قَالَ لَا تَغْضَبْ۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص[۱] نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا مجھے نصیحت کیجیے[۲] آپ نے فرمایا غصہ نہ کر اس نے بار بار[۳] عرض کیا آپ نے یہی فرمایا غصہ نہ کیا کر۔ (بخاری)

[۱] یہ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ تھے۔

[۲] نصیحت کا مطالبہ کیا۔

[۳] ممکن ہے کہ ان میں یہی عمل ہو لہٰذا اس سے بار بار آپ نے منع فرمایا کیونکہ آپ کا یہ معمول تھا کہ سائل کے حال کے مطابق جواب عنایت فرماتے اور جو اس کے مناسب حال علاج ہوتا اسی کو تجویز فرماتے یا اس وجہ سے بھی ہو سکتا ہے کہ ہر بلا اور فساد کا سبب شہوت اور غصہ کا غلبہ ہے اور شہوت بنسبت غصہ کے مغلوب ہے اور یہاں غضب سے منع کا خصوصی اہتمام فرمایا پہلی توجیہ بڑی واضح ہے۔

۴۸۷۶ (۲) وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِكُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

انہی سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص کشتی[۱] سے پہلوان نہیں ہوتا۔ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے[۲]۔ (بخاری و مسلم)

[۱] صُرَعَہ۔ صاد پر پیش، را پر زبر، جو لوگوں کو زمین پر ڈال دے اور اسے نہ ڈالا جائے۔ مراح میں اس کا معنی ڈالنا ہے اور مصارعت کا ایک دوسرے سے کشتی کرنا ہوتا ہے۔

[۲] کیونکہ غضب انسان کا سخت ترین اور قوی تر دشمن ہے جس نے اس پر کنٹرول کر لیا گویا اس نے قوی ترین مخالف کو گرا لیا۔

شعر:

مردی نہ زور بازو دانی نہ زور کتف
بانفس اگر برائی دانم کہ شاطری

مردانگی زور بازو اور کاندھے کے زور سے نہیں بنتی بلکہ اگر نفس کو مغلوب کر لیا تو یہ مردانگی ہے۔

۴۸۷۷ (۳) وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَھْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَھْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِیْفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں اہل جنت کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہر وہ کمزور جسے کمزور سمجھا جائے اگر

لَا بَرَّهٗ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)
وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ كُلُّ جَوَّاظٍ زَنِيْمٍ مُتَكَبِّرٍ۔

وہ اللہ کی قسم کھا جائے تو اللہ اس کی قسم پوری کر دے گا[۳] کیا میں تمہیں اہل نار نہ بتاؤں، ہر سخت[۵] دل اور تکبر[۶]۔
(بخاری و مسلم اور مسلم کی روایت میں ہے سخت دل، حرامی، متکبر)

[۱] اہل جنت کون ہیں؟

[۲] مُتَضَعَّف عین پر زبر، لوگ جسے فقر، تواضع یا حقیر جان کر اس کے ساتھ جبر اور تکبر کرتے ہوں۔ بعض نے عین کے نیچے زیر پڑھی ہے اور اس کا معنی نرم اور ذلیل کیا ہے۔

[۳] اسے سچا کر دے گا یا اس کی قسم کو۔ ان الفاظ کی متعدد ترجیحات کی گئی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ وہ بندہ باری تعالیٰ کے کرم اور اس کے لطف پر کامل اعتماد کرتے ہوئے قسم اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی امید کو برلاتے ہوئے اس کی قسم کو پورا کر دیتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ اگر وہ شخص اپنے لیے اللہ تعالیٰ سے کوئی سوال کرتا ہے اور اللہ کی قسم کو پورا کر دیتے ہیں تیسرا معنیٰ یہ ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ دیتا ہے کہ فلاں کام کرے گا یا نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کے مطابق توفیق عنایت فرما دیتا ہے۔

[۴] جب آپ نے اہل جنت کی صفات بیان کر دیں تو اب اہل نار کے اعمال کا تذکرہ کیا۔

[۵] عُتُلّ، عین پر پیش، لام مشدد، سخت گو، درشت ناحق لڑائی کرنے والا۔

[۶] جواظ جیم پر زبر، واو مشدد، بخیل اور مال جمع کرنے والا، بعض نے اس کا ترجمہ رفتار میں تکبر کا اظہار کرنے والا کیا ہے۔ اس صورت میں متکبر اس کی تفسیر ہوگا۔

[۷] زنیم، حرام زادہ، وہ شخص جو اپنی نسبت کسی قوم کی طرف کرتا ہے مگر نفس الامر میں ایسا نہ ہو۔ قرآن مجید میں دونوں صفات زنیم اور عتل ولید بن مغیرہ کی بیان کی ہیں۔

۴۸۷۸ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ وَّلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ كِبْرٍ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص دوزخ میں داخل نہیں ہو سکتا جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہو اور وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر[۱] ہو۔ (مسلم)

[۱] رائی کا دانہ کسی کے کم از کم ہونے پر بطور محاورہ لایا جاتا ہے۔

۴۸۷۹ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ

انہی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہو سکتا جس کے دل

مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَّنَعْلُهٗ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

میں ذرہ[1] کے برابر تکبر ہو۔ اس پر ایک شخص نے عرض کیا آدمی چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں جوتا خوبصورت ہو[2] تو آپ نے فرمایا اللہ تعالے جمیل[3] ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے تکبر حق[4] کا جھٹلانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے (مسلم)

[1] ذرہ سے مراد یا تو چھوٹی چیونٹی ہے۔ یا وہ ہوا میں اڑنے والے ذرات ہیں جو روشندان سے سورج کی روشنی میں اندر آتے ہیں۔

[2] جب اس نے محسوس کیا کہ متکبر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بڑا قیمتی اور فاخرہ لباس پہنتے ہیں تو گمان گزرا شاید یہ تکبر ہو۔

[3] اللہ تعالے پر جمیل کا اطلاق کامل الاوصاف اور حسن الافعال کے اعتبار سے ہے۔ بعض نے اس کا معنی جمال عطا کرنے والا کیا ہے۔ بعض نے جمیل بمعنی جلیل (بزرگ) کیا۔ بعض نے کہا کہ وہ نور و حکمت اور جمال کا مالک و خالق ہے۔ بعض نے اس کا معنیٰ اپنے بندوں پر حسن کرم کرنے والا کیا ہے۔

[4] توحید و عبادت سے سرکشی کرنا اور حق کو قبول نہ کرنا۔

۴۸۸۰/۶ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَّلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ شَيْخٌ زَانٍ وَّمَلِكٌ كَذَّابٌ وَّعَائِلٌ مُّسْتَكْبِرٌ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا تین اشخاص کے ساتھ اللہ تعالے قیامت کے روز کلام[2] نہیں فرمائے گا اور نہ ہی انہیں پاک کرے گا۔ ایک روایت میں ہے[1] کہ نہ ہی ان کی طرف نظر کرے گا اور ان کے لیے درد ناک عذاب ہے، بوڑھا زانی[3]، جھوٹا بادشاہ[4] اور فقیر[5] متکبر (مسلم)

[1] دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے۔

[2] اس سے مراد اللہ تعالے کی عدم رضا اور ناراضگی ہے کیونکہ جو کسی سے ناراض ہو جاتا ہے وہ اس سے گفتگو نہیں کرتا، اس کی طرف دیکھتا نہیں اور نہ ہی اس کی تعریف کرتا ہے اور وہ تین اشخاص یہ ہیں۔

[3] باوجودیکہ وہ ایسے وقت میں ہے جس میں اسے توبہ کرنی چاہیے حیا کا پہلو غالب ہونا چاہیے اور شہوت میں کمی لیکن اگر وہ اس کے خلاف کرتا ہے تو یہ عمل بہ نسبت اس کی بے حیائی کی انتہا اور باری تعالے کے غضب کو دعوت دینا ہے

[4] جھوٹ ہر ایک سے نازیبا ہوتا ہے لیکن بادشاہ کی کذب بیانی نہایت ہی مذموم ہے کیونکہ خلق خدا کے تمام معاملات اس کی زبان و فرمان سے متعلق ہوتے ہیں اور اس کا جھوٹ دفع ضرر اور حصول نفع کے لیے ہی ہوگا، اور حاکم بغیر جھوٹ کے بھی اپنا معاملہ نبھا سکتا ہے لہٰذا اس کا جھوٹ بولنا بدتر اور بے فائدہ ہوگا۔

۵ تکبر ہر ایک سے برا ہے مگر اس فقیر سے جو مال و منصب سے عاری ہو نہایت ہی برا ہے کیونکہ یہ اس کے خبث باطن اور طبعی کمینگی پر دال ہے۔

شعر:-
کبر زشت و از گدایان زشت تر
روز سرد و برف و آنگہ جامہ تر

تکبر برا ہے اور فقرا سے نہایت ہی برا، جیسا کہ دن کا ٹھنڈا ہونا لیکن اگر کپڑے بھی تر ہوں تو زیادہ سردی ہوگی۔
بعض لوگوں نے عائل سے مراد خاندان کا وہ سربراہ مراد لیا ہے جو عیال کو اس طرح نقصان پہنچاتا ہے کہ ان کے حقوق پورے بھی نہیں کر سکتا اور اس پر مزید یہ کہ تکبر کرتے ہوئے صدقہ و زکاۃ وصول نہیں کرنے دیتا اور نہ ہی لوگوں کے ساتھ مناسب رویہ اپناتا ہے۔ اللہ کی ذات پر توکل کرتے ہوئے سوال کرنے سے حیا کرنا اور شئی ہے اور بوقت مجبوری تکبر کرتے ہوئے لوگوں کے احسان کو قبول نہ کرنا اور شئی ہے۔

۲۸۸۱ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَالْعَظْمَةُ اِزَارِيْ فَمَنْ نَازَعَنِيْ وَاحِدًا مِّنْهُمَا اَدْخَلْتُهُ النَّارَ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَذَفْتُهُ فِي النَّارِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

انہی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بڑائی میری چادر ہے اور عظمت[۱] میرا تہبند، جو ان دونوں میں سے کسی ایک کے بارے میں مجھ[۲] سے جھگڑا کرے گا میں آگ میں داخل کردوں گا دوسری روایت ہے میں اسے آگ میں پھینک[۳] دوں گا۔ (مسلم)

۱ اس سے یہ مثال دی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو حدہٗ تعزّدٗ میں صفت کبریائی و عظمت کے ساتھ متصف ہے یہ دونوں صفات اس کا خاصہ ہیں۔ کسی کو ان میں شرکت کی مجال کہاں؟ البتہ جود و کرم اور مہربانی اس کی صفات ہیں اور مخلوق کو بھی اس سے حصہ ملا ہے اور ان صفات کے ساتھ کسی انسان کو مجازاً متصف کرنا جائز ہے لیکن ان دو صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو مجازاً متصف کرنا بھی جائز نہیں۔ دو کپڑوں کے ساتھ اس لیے مثال دی کہ جس نے یہ دونوں پہنے ہوئے ہوں ان کے ہوں گے، دوسرے کے لیے اس وقت پہننا ممکن نہیں ہوتا۔ کبریا اور عظمت لغت میں ہم معنی ہیں یعنی بڑا ہونا، ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے ایک کو چادر اور دوسرے کو تہبند کہا گیا ہے اس لیے بعض علماء نے فرمایا کہ کبریا ذاتی صفت ہے اور عظمت اضافی یعنی حق تعالیٰ اپنی ذات کے لحاظ سے کبیر و متکبر ہے خواہ دوسرا جانے یا نہ جانے لیکن عظمت یہ ہے کہ مخلوق کا اس کو بڑا جاننا ضروری ہے لہٰذا جو ذاتی صفت ہے وہ اضافی سے اعلیٰ و ارفع ہوگی چونکہ چادر تہبند سے اعلیٰ ہوتی ہے۔ اس لیے ان کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔ اس کی شرح میں اور بھی گفتگو کی گئی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
۲ جو میرے ساتھ ان میں شرکت کا دعویٰ کرے گا۔
۳ ان الفاظ میں حقارت کا پہلو نمایاں ہے جس طرح مٹی کے ڈھیلے کو بے اعتنائی کے ساتھ پھینکا جاتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۴۸۸۲ عَنْ سَلْمَۃَ بْنِ الْاَکْوَعِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَذْھَبُ بِنَفْسِہٖ حَتّٰی یُکْتَبَ فِی الْجَبَّارِیْنَ فَیُصِیْبُہٗ مَا اَصَابَھُمْ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت سلمہ[1] بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا آدمی اپنے آپ کو اونچا سمجھ[2] بیٹھتا ہے حتٰی کہ وہ جبارین میں[3] لکھا جاتا ہے اور اسے جبارین جیسا عذاب ہوگا۔[4] (ترمذی)

[1] یہ بڑے مشہور جرات مند اور دلیر صحابی ہیں تنہا لشکر پر اور پیدل حالت میں سواروں پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔

[2] نفس کی پیروی کرتے کرتے انسان تکبر کے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں سے واپسی دشوار ہو جاتی ہے۔

[3] ان کے ناموں کی فہرست میں آ جاتا ہے۔

[4] دنیا و آخرت میں اس کا انجام جبارین و متکبرین والا ہوتا ہے۔

۴۸۸۳ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُحْشَرُ الْمُتَکَبِّرُوْنَ اَمْثَالَ الذَّرِّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْ صُوَرِ الرِّجَالِ یَغْشٰھُمُ الذُّلُّ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ یُسَاقُوْنَ اِلٰی سِجْنٍ فِیْ جَھَنَّمَ یُسَمّٰی بُوْلَسَ تَعْلُوْھُمْ نَارُ الْاَنْیَارِ یُسْقَوْنَ مِنْ عُصَارَۃِ اَھْلِ النَّارِ طِیْنَۃَ الْخَبَالِ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد گرامی اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: متکبر لوگ روز قیامت چیونٹیوں کی طرح جمع کیے جائیں گے[1] مردوں کی صورت میں اور ان پر ذلت ہی ذلت چھائی ہوگی انہیں دوزخ کے ایک قید خانے کی طرف ہانکا جائے گا جس کا نام بولس[2] ہے ان پر آگوں کی آگ چھا جائے گی اور انہیں دوزخیوں کا پیپ پلایا جائے گا۔ (ترمذی)

[1] اس حدیث کے معنی میں متعدد اقوال ہیں۔ ایک یہ ہے کہ یہ خواری سے کنایہ ہے کہ وہ چیونٹیوں کی طرح میدان محشر میں لوگوں کے پاؤں کے نیچے پامال ہو رہے ہوں گے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قیامت کے دن اجسام کو ان اجزائے اصلیہ کے ساتھ لوٹایا جائے گا جو دنیا میں تھے چیونٹی کی صورت اور اس کا جسم ان کی گنجائش نہیں رکھتا۔ اس لیے مردوں کی صورت کہا جس سے واضح ہوا کہ وہ چیونٹیوں کی شکل میں نہیں ہوں گے بلکہ اپنی شکل میں ہوں گے۔ اور ذلت کا چھا جانا بھی قرینہ ہے کہ مراد خواری و ذلت ہے۔ سیاق حدیث بھی اس پر دال ہے۔ صحیح یہ ہے کہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ متکبرین کو چیونٹیاں بنا دیا جائے گا تاہم صورت انسانی ہوگی اور اللہ تعالٰی قادر ہے کہ اجزائے اصلیہ کو اس چھوٹے سے جسم میں لوٹا دے اور اس صورت میں ذلیل و خوار کرے۔

[2] بُولَس بار پیش، واؤ ساکن لام پر زبر ہے۔ قاموس میں بار پر پیش بیان کیا ہے۔ یہ ابلس سے مشتق ہے جس کا معنی ناامیدی

اور تکبر ہے ابلیس بھی اسی سے ہے۔

۳ ؎ جس طرح آگ دوسروں کی نسبت سے ہے وہ آگ آگ کی نسبت سے ہوگی کہ وہ آگ کو بھی جلا دے گی، اَنْیَار نار کی جمع ہے اصلاً انوار ہونی چاہیے کیونکہ جوف واوی ہے لیکن واؤ کو یاء سے اس لیے بدل دیتے ہیں تاکہ نور کی جمع کے ساتھ التباس نہ ہو جائے۔

۴ ؎ طینۃ الخبال۔ یہ عصارۃ اہل نار کی تفصیل ہے اس لفظ کی تحقیق باب الوعید علی شرب الخمر میں گزر چکی ہے۔

۵ ؎ ان صفات کو یوں بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ آدمیوں کی شکل وجسم میں ہوں گے نہ کہ چیونٹیوں کی صورت میں ان کو ہانکا جائے گا اور حقیقت یہ ہے کہ جو جو صفات آدمی کے جسم میں ہیں مثلاً ادراک، احوال اور صفات وہ تمام کی تمام چیونٹی میں ہیں اور اشاعرہ کے نزدیک مزاج انسانی کے حصول کے لیے اس طرح کا جسم ضروری نہیں اور جب جزلایتجزی میں حصول مزاج اور تعلق روح انسانی ممکن ہے تو چیونٹی میں بطریق اولیٰ ہو سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قادر ہے۔

۴۸۸۴ / ۱ وَعَنْ عَطِيَّةَ بْنِ عُرْوَةَ السَّعْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطٰنِ وَاِنَّ الشَّيْطٰنَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ وَاِنَّمَا يُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَاءِ فَاِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت عطیہ بن عروہ السعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا غصہ ۱ ؎ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا اور آگ پانی سے ٹھنڈی کی جاتی ہے اگر تم میں سے جب کسی کو غصہ آئے تو وضو کرو۔ (ابوداؤد)

۱ ؎ جو غصہ خدا کے لیے نہ ہو کیونکہ وہ شیطان کے اغوا کرنے پر ہی ہوگا اور وہ آدمی میں سرایت کیے ہوئے ہوگا علامہ طیبی لکھتے ہیں کہ جب غضب شیطان کی طرف سے ہوا تو اس سے ذکر عبادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پناہ طلب کی جائے اور ٹھنڈا پانی غصے کی آگ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور تجربہ اس پر شاہد ہے کہ اس موقعہ پر ٹھنڈا پانی پی لینے سے بھی غصہ فرو ہو جاتا ہے۔

۴۸۸۵ / ۱۱ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ فَاِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَاِلَّا فَلْيَضْطَجِعْ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے حالانکہ وہ کھڑا ہو تو وہ بیٹھ جائے اگر غصہ ختم ہو جائے تو ٹھیک اور نہ لیٹ ۱ ؎ جائے۔ (مسند احمد، ترمذی)

۱ ؎ علامہ طیبی لکھتے ہیں کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ غصہ کی وجہ سے وجود میں جو حرکت لاحق ہوگی اس کا ازالہ ہو جائے گا کیونکہ لیٹنے والا، بیٹھنے والے کی حرکت سے دور ہو جاتا ہے۔ اور قاعد قائم سے دور، اور ظاہر یہ ہے کہ اس طرح حالت میں تبدیلی جس سے سکون و آرام ہو ہیجان اور غضب کی دوری کا ذریعہ ہیں۔

۴۸۸۶ / ۱۲ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ

بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ تَخَيَّلَ وَاخْتَالَ وَنَسِيَ الْكَبِيْرَ الْمُتَعَالَ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ تَجَبَّرَ وَاعْتَدٰى وَنَسِيَ الْجَبَّارَ الْاَعْلٰى بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ سَهَا وَلَهَا وَنَسِيَ الْمَقَابِرَ وَالْبِلٰى بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ عَتَا وَطَغٰى وَنَسِيَ الْمُبْتَدَاَ وَالْمُنْتَهٰى بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ يَخْتِلُ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ يَخْتِلُ الدِّيْنَ بِالشُّبُهَاتِ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ طَمَعٌ يَقُوْدُهٗ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ هَوًى يُضِلُّهٗ، بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ رَغَبٌ يُذِلُّهٗ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَا لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ اَيْضًا هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

فرماتے ہوئے سنا بُرا بندہ وہ ہے جو غرور اور اکڑ کر چلے[1] اور بڑی شان والے کو بھول جائے[2] بُرا بندہ وہ بندہ ہے جو ظلم و زیادتی[3] کرے اور قہار اعلیٰ[4] کو بھول جائے بُرا بندہ وہ بندہ ہے جو بھول کر کھیل[5] میں لگ جائے۔ قبر اور گل سڑ جانے کو بھول جائے بُرا بندہ وہ بندہ ہے جو تکبر کرے[6] اور حد سے تجاوز کرے اور اپنی ابتداء و انتہا کو بھول جائے، وہ بندہ بُرا ہے جو دنیا کو دین کے لیے دھوکہ دے[8]، وہ بندہ بُرا ہے جو شبہات سے دین کو بگاڑے[9]، وہ بندہ بُرا ہے جسے طمع[10] ہوس اپنا بنا لے، وہ بندہ بُرا ہے جسے خواہش نفس گمراہ کر دے، وہ بندہ بُرا ہے جسے خواہش[11] ذلیل کر دے (ترمذی، بیہقی، شعب الایمان اور کہا کہ اس کی سند قوی نہیں اور امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے)

[1] اپنے آپ کو اچھا و بہتر خیال کر کے تکبر کا اظہار کرے اور ناز کرے، مختال متکبر کو کہا جاتا ہے۔ خیلاء خا پر پیش، یا پر زبر اپنے زعم میں بڑا بننا۔

[2] اس رب کو بھول جاتا ہے جو قدرت و طاقت میں سب سے غالب ہے۔

[3] لوگوں پر ظلم کی انتہا کر دیتا ہے۔

[4] جو قدرت و عزت میں سب سے بلند ہے۔

[5] دین کا کام چھوڑ کر لہو و لعب میں لگ جاتا ہے۔

[6] سرکشی کرتا اور اللہ تعالیٰ کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتا۔

[7] کہ اسے کس چیز سے پیدا کیا گیا کس طرح وہ عاجز و ناتواں تھا اور اپنے انجام سے بے خبر ہے کہ اس کے ساتھ کیا ہو گا۔

[8] طاعت و عبادات اس لیے کرتا ہے تاکہ دنیا اور اہل دنیا سے مال و دولت حاصل ہو گیا مکر و فریب کے ذریعہ دولت حاصل کرتا ہے ختل کا لفظ مکر و فریب دینے کے معنی میں آتا ہے۔

[9] حرام کا تاویل کے ذریعے ارتکاب کرتا ہے تاکہ تاویل کے ذریعہ اپنے آپ کو دین دار بھی رکھے اور اہل دنیا کو دھوکہ بھی دے دے تاکہ لوگ کہیں کہ وہ دین دار ہے اور حرام سے بچنے والا ہے۔ اور اس طرح واضح حرام کا بھی ارتکاب نہیں کرتا تاکہ لوگ اسے دین سے خارج نہ سمجھنے لگ جائیں لیکن مشتبہات کو ذریعہ بناتا ہے تاکہ لوگوں پر معاملہ مشتبہ رہے اور اسے دین دار ہی تصور کرتے رہیں گویا دین کو فریب دیتا ہے۔

۱۰؎ وہ مخلوق سے طمع رکھتا ہے اور حرص اسے ہر اہل دنیا کے دروازے پر لے جاتی ہے۔

۱۱؎ اسے راہ دین سے دور لے جاتی ہے۔

؎ جو دنیا کی حرص و لالچ میں پاگل ہو جائے، کثرت مال کی طلب اسے ذلیل کر دے اور عزت دین کو ذلت سے بدل دے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

۴۸۸۷ (۱۳) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا تَجَرَّعَ عَبْدٌ اَفْضَلَ عِنْدَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ جُرْعَۃِ غَیْظٍ یَکْظِمُھَا ابْتِغَاءَ وَجْہِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالٰے کے ہاں اس غصہ کے گھونٹ سے بہتر گھونٹ[۱] نہیں پیتا جو اللہ کی رضا کی خاطر پی لیا گیا۔ (مسند احمد)

۱؎ جُرعۃ، جیم پر پیش پانی وغیرہ کا ایک گھونٹ، غیظ، غصہ تھوڑا کرنا، کظم غصے کو پی جانا اصلاً مشک کا پُر ہونا اور دہانے کو باندھنے کے معنی میں آتا ہے۔

۴۸۸۸ (۱۴) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ قَالَ الصَّبْرُ عِنْدَ الْغَضَبِ وَالْعَفْوُ عِنْدَ الْاِسَاءَۃِ فَاِذَا فَعَلُوْا عَصَمَھُمُ اللّٰہُ وَخَضَعَ لَھُمْ عَدُوُّھُمْ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ قَرِیْبٌ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ تَعْلِیْقًا)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما سے مروی ہے۔ اللہ تعالٰے کے اس ارشاد گرامی " ادفع بالتی ھی احسن "[۱] کے بارے میں مروی ہے وہ[۲] بھلائی جو غصہ کے وقت اور برائی کے وقت معافی کر دیں گے لوگ جب ایسا کریں گے تو اللہ تعالٰے ان کی حفاظت کرے گا اور ان کا دشمن ان کے سامنے پست ہو جائے گا گویا وہ قریبی دوست ہے۔ (بخاری نے تعلیقاً روایت کیا)

۱؎ پوری آیت کریمہ یہ ہے۔ "وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ" (نیکی اور بدی جزا اور انعام میں برابر نہیں اور بدی کو نیکی کے ساتھ جو بہتر ہے دفع کرو) یعنی اگر کوئی تیرے ساتھ برائی کرتا ہے تو تو اس کے ساتھ نیکی کر مصرعہ

اگر مردی احسن الی من اساء

یا تو مرد ہے تو بھر اس شخص کے ساتھ نیکی کر جو تیرے ساتھ برائی کرتا ہے یا مراد یہ ہے کہ نیک اعمال میں سے بہتر کو منتخب کر اس صورت میں معنی میں مبالغہ ہے اور الفاظ حدیث اس کے مناسب ہیں۔

۲؎ یعنی بدی کو نیکی کے ساتھ دفع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب غصہ آئے تو صبر کرے اور اگر کسی سے زیادتی دیکھے تو درگزر کرے۔

۳؎ جب وہ اللہ تعالٰے کی رضا کے لیے ایسا کریں گے تو اللہ تعالٰے انہیں نفس اور دیگر مخلوق کے شر سے

محفوظ رکھے گا۔

۴؎ یہ تفسیر آیت کے آخری حصہ کی ہے "فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ" (پس جب تیرے اور اس کے درمیان عداوت ہو تو گویا وہ قریبی دوست ہے)

۴۸۸۹/۱۵ وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْغَضَبَ لَيُفْسِدُ الْاِيْمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبِرُ الْعَسَلَ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت بہز۱؎ بن حکیم اپنے والد سے وہ اپنے دادا۲؎ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا غصہ ایمان کو اس طرح تباہ کر دیتا ہے جیسے کڑوے۳؎ درخت کا عشیرہ شہد کو تباہ کر دیتا ہے۔ (بیہقی)

۱؎ بہز، با پر زبر، ہا ساکن۔

۲؎ ان کا نام معاویہ بن حیدہ ہے، حا پر زبر یا ساکن، اس سند میں اختلاف ہے مگر حق یہی ہے کہ صحیح ہے۔

۳؎ الصبر، صاد پر زبر با مکسور، لبعض اوقات ضرورت شعری کی وجہ سے با ساکن بھی پڑھی جاتی ہے۔ کڑوے درخت کے شیرے کو کہا جاتا ہے۔

۴۸۹۰/۱۶ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَا اَيُّهَا النَّاسُ تَوَاضَعُوْا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ نَفْسِهٖ صَغِيْرٌ وَّفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ وَّفِيْ نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ حَتّٰى لَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ اَوْ خِنْزِيْرٍ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! تواضع کیا کرو میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص اللہ تعالٰی کے لیے۱؎ تواضع کرتا ہے اسے اللہ تعالٰی بلند فرما دیتا ہے وہ اپنے آپ میں چھوٹا ہوتا ہے۲؎ اور لوگوں کی نگاہوں۳؎ میں بڑا اور جو غرور کرتا ہے اللہ تعالٰی اسے پست کر دیتا ہے وہ لوگوں کی نگاہ میں چھوٹا اور اپنے نزدیک بڑا حتی کہ وہ لوگوں کے ہاں کتے اور سور سے زیادہ ذلیل ہوتا ہے۴؎

۱؎ جو لوگوں کے ساتھ رضائے الٰہی کی خاطر تواضع سے پیش آتا ہے۔

۲؎ یعنی جو اپنے آپ کو کم سمجھتا ہے۔

۳؎ اللہ تعالٰی لوگوں کی نگاہوں میں اسے بڑا بنا دیتا ہے۔

۴؎ یعنی جو شخص تکبر کے طور پر اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہو وہ اللہ تعالٰی کے ہاں حقیر ہوگا اور لوگوں کے ہاں ذلیل و رسوا اور تواضع کرنے والا اگرچہ اپنے آپ کو کم جانتا ہے مگر اللہ تعالٰی اور لوگوں کے ہاں وہ عظیم ہوتا ہے۔

۴۸۹۱/۱۷ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوْسَى بْنُ عِمْرَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا رَبِّ مَنْ اَعَزُّ عِبَادِكَ عِنْدَكَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ تیرے ہاں

قَالَ مَنْ إِذَا قَدَرَ غَفَرَ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

بندوں میں سے کون زیادہ عزت والا ہے۔ فرمایا جو قادر ہونے کے باوجود معاف کر دے۔ (بیہقی)

لے جس نے اس کے ساتھ زیادتی کی اس پر انتقام لینے میں قادر تھا مگر معاف کر دیتا ہے۔

۴۸۹۲ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
۱۸
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ خَزَنَ لِسَانَهُ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ وَمَنْ كَفَّ غَضَبَهُ كَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ عَذَابَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنِ اعْتَذَرَ إِلَى اللّٰهِ قَبِلَ اللّٰهُ عُذْرَهُ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی زبان کو محفوظ کرلے اللہ تعالیٰ اس کے عیوب پر پردہ ڈال دے گا اور وہ شخص جو اپنا غصہ روک لے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس سے عذاب روک لے گا اور جس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عذر پیش کیا اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول فرمائے گا۔ (بیہقی)

لے جو آدمی اپنی زبان کو دوسرے لوگوں کے عیوب سے خاموش رکھے گا۔

۲ے حالانکہ وہ اپنے دیگر گناہوں کی وجہ سے مستحق عذاب ہوگا تو اللہ تعالیٰ عذاب سے محفوظ فرمائے گا۔

۳ے جو بھی اللہ کی بارگاہ میں عذر و معافی چاہے وہ معاف فرما دیتا ہے۔

سے اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مددگار ہے، وہ کریم ہے گناہ معاف فرمانے والا اور عذر سننے والا ہے۔

۴۸۹۳ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى
۱۹
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ مُنْجِيَاتٌ وَثَلٰثٌ مُهْلِكَاتٌ فَأَمَّا الْمُنْجِيَاتُ فَتَقْوَى اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِي الرِّضَى وَالسَّخَطِ وَالْقَصْدُ فِي الْغِنَى وَالْفَقْرِ وَأَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَهَوًى مُتَّبَعٌ وَشُحٌّ مُطَاعٌ وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ وَهِيَ أَشَدُّهُنَّ۔

(رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْأَحَادِيثَ الْخَمْسَةَ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں نجات دینے اور تین ہلاک کر دینے والی ہیں۔ نجات دینے والی اللہ تعالیٰ کا تقویٰ ہے خفیہ اور علانیہ خوشی و ناخوشی میں سچی بات کرنا، حالت امارت و فقر میں درمیانی راہ پر رہنا ہلاک کرنے والی نفسانی خواہش جس کی پیروی کی جائے بخل جس کی اطاعت ہو اور انسان کا اپنے آپ کو اچھا جاننا یہ ان سب سے سخت ہے۔ (بیہقی نے یہ پانچوں احادیث شعب الایمان میں ذکر کیں ہیں۔)

لے عذاب سے نجات دینے والی اور دوسری تین آخرت میں ہلاکت میں مبتلا کر دینے والی ہیں۔

۲ے مخلوق کے سامنے اور پوشیدہ اور ظاہر و باطن میں۔

۳ے کسی سے راضی ہے یا ناراض رشلاً فاسق سے نفع نظر آ رہا ہے تو خلاف واقع اس کی مدح نہ کرے اور اگر کسی ظالم سے تکلیف پہنچی ہے تو مذمت نہ کرے۔ دونوں احوال میں استقامت کا مظاہرہ کرے۔

؎۴ اسراف اور بخل میں سے بچتا ہے یا غنا و فقر کے اختیار کرنے میں معتدل ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے گزران کرنے کے لیے تھوڑے مال کا ہونا غنا و فقر دونوں سے افضل ہے۔

؎۵ اس طرح تابع نفس ہو جاتا ہے جس طرف وہ کہتا ہے چل پڑتا ہے۔ کامل ایمان یہ ہوتا ہے کہ نفس کی خواہشات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی شریعت کے تابع ہوں۔

؎۶ آدمی کی طبیعت بخل و حرص سے خالی تو نہیں ہوتی لیکن وہ ایسا شخص ہے جو اس کی فرمانبرداری کرتا ہے اور اس سے کبھی منہ نہیں موڑتا اور اس میں ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے۔

؎۷ اپنے اوپر خوش ہے اور اپنی صفات کو اچھا جانتا ہے اور اس سے تکبر پیدا ہو جاتا ہے۔

؎۸ کیونکہ یہ ایک صفت ہے جس کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی کبریائی میں شریک بننے کی کوشش کرتا ہے۔

بَابُ الظُّلْمِ

۳۲۷۔ ظلم کا بیان

لغت میں ظلم کا معنی شی کو اس کے مخصوص محل کی بجائے دوسری جگہ رکھنا ہے، یہ نہایت ہی جامع لفظ ہے، یہ اس فعل اور چیز کو شامل ہے جو حد سے تجاوز کر جائے۔ مناسب وضع پر واقع نہ ہو بلکہ زیادہ یا کم، بے وقت یا بے جا واقع ہو، ظلم و زیادتی بھی اس میں شامل ہے، شرعاً اسی معنی میں ہے یعنی اس کی انتہا مراد ہوگی۔ صراح میں ظلم ستم کرنے میں معنی میں ہے یہ بھی اسی معنی مذکور کے مطابق ہی ہے۔ یہ ستم یا تو اللہ تعالیٰ کے حق میں ہوگا یا مخلوق و نفس کے حق میں، عام طور پر ستم کا لفظ مخلوق کے اس حق کے بارے میں بولا جاتا ہے جو دوسرے کے مال، عزت اور جان پر ناحق قبضہ اور جبر کیا جاتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

۴۸۹۴ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم و ستم کرنا قیامت میں تاریکیوں کا سبب ہے؎۱ (بخاری و مسلم)

؎۱ اس دن ظالم کو ہر طرف سے تاریکی گھیرے گی اور وہ نور مومنوں کو نصیب ہوگا اس سے ظالم محروم رہے گا۔ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ (مومنوں کے دائیں اور آگے نور ہی نور ہوگا) یا تاریکیوں سے مراد وہ عقوبات اور سزائیں ہیں جو اسے میدان محشر اور دوزخ میں لاحق ہوں گی اور اس معنی میں یہ لفظ قرآن مجید سے مستعمل ہے

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ فرمایئے کون ہے جو تمہیں جنگلوں اور سمندروں کی مصیبتوں سے نجات دیتا ہے۔

۴۸۹۵ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِيْ لِلظَّالِمِ حَتّٰى اِذَا اَخَذَهٗ لَمْ يُفْلِتْهُ ثُمَّ قَرَاَ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ـ اَلْاٰيَةَ ـ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ ظالم کو مہلت[1] دیتا ہے اور جب اسے پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں[2] پھر یہ آیت پڑھی آپ کے رب کی پکڑ ایسی ہی ہے جب اس نے ظالم بستی والوں کو پکڑا۔ (بخاری ومسلم)

[1] اور اس کی عمر لمبی کرتا ہے املاء مہلت دینا، رسی ڈھیلی کرنا۔

[2] نہ وہ عذابِ الٰہی سے بھاگ سکتا ہے۔

۴۸۹۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا مَرَّ بِالْحِجْرِ قَالَ لَا تَدْخُلُوْا مَسَاكِنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مَا اَصَابَهُمْ ثُمَّ قَنَّعَ رَاْسَهٗ وَاَسْرَعَ السَّيْرَ حَتّٰى اجْتَازَ الْوَادِيَ ـ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جب مقام حِجر[1] سے گزرے تو فرمایا ان ظالموں[2] کے گھروں میں نہ جانا مگر اس حال میں تم روتے ہوئے جاؤ[3] اس خوف سے[4] کہیں ان کی طرح ہمیں بھی عذاب[5] نہ پہنچ جائے پھر آپ نے سر ڈھانپ[6] لیا اور رفتار کو تیز فرمایا حتیٰ کہ اس وادی سے گزر[7] گئے۔ (بخاری ومسلم)

[1] حِجر، حا کے نیچے زیر، جیم ساکن، یہ اس جگہ کا نام ہے یہاں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود آباد تھی، غزوۂ تبوک پر جاتے ہوئے اتفاقاً وہاں سے گزر ہو گیا۔

[2] جنہوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی۔

[3] ان کے احوال سے عبرت حاصل کرو اور یہاں سے غفلت کے ساتھ نہ گزرو۔ بلکہ ان کے عذاب کو یاد کر کے گریہ کرو۔

[4] کیونکہ غافل ہونا اور عبرت حاصل نہ کرنا دل کی سختی اور عدمِ خشوع کی علامت ہے اور یہ عذاب کا محل بننے کا سبب ہو سکتا ہے یا مراد یہ ہے کہ ڈرو اور عبرت پکڑو کہیں ہمارے اندر بھی ان جیسے اعمال آ جائیں جس کی وجہ سے یہ عذاب آیا۔

[5] چادر کے ساتھ اور وہاں سے تیزی سے گزرے۔

[6] آپ نے یہ فرمایا تھا کہ یہاں سے پانی نہیں پینا، طعام نہیں کھانا حتیٰ کہ چار پایوں کے چارے کی اجازت نہ دی۔

۴۸۹۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ مَظْلِمَةٌ[1] لِاَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْ شَيْءٍ[2] فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ[3] قَبْلَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ[4] اِنْ كَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهٖ وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ لَهٗ حَسَنَاتٌ[5] اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَيْهِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی نے دوسرے پر[1] ظلم کیا ہے اس کی آبرو[2] یا کسی اور بارے میں[3] تو اس سے آج معافی مانگ لے اس سے پہلے کہ نہ اس کے پاس دینار ہوں گے نہ درہم، اگر ظالم کے پاس اعمال صالحہ ہوں گے تو اس کے ظلم کی مقدار اس سے چھین لیے جائیں گے اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو اس پر مظلوم کے گناہ لاد دیے جائیں گے[5]

(بخاری)

[1] مظلمہ لام کے نیچے زیر بمعنی ظلم، وہ چیز جو دوسرے کے حق سے حاصل کی گئی ہو۔

[2] اس کی غیبت کی یا گالی دی یا اس کے خون و مال سے کچھ لیا۔

[3] دنیا میں۔

[4] اگر اس سے معافی ممکن ہو تو اللہ تعالٰے کے حضور توبہ کرے اور اس دوسرے شخص کے لیے مغفرت کی دعا کرتا رہے۔

[5] یعنی قیامت کے روز ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دے دی جائیں گی۔ اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال کر ان کی سزا ظالم کو دی جائے گی اور مظلوم اس عذاب سے بچ جائے گا جو ان گناہوں پر اسے ہونا تھا۔

۴۸۹۸ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ يَّاْتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلٰوةٍ وَّصِيَامٍ وَّزَكٰوةٍ وَّيَاْتِیْ وَقَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور انہی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا، صحابہ تم جانتے ہو مفلس کسے کہتے ہیں؟ عرض کیا ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم اور سامان نہ ہو۔ فرمایا میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوٰۃ لے کر آیا مگر اس نے کسی کو گالی دی، کسی پر تہمت لگائی، کسی کا مال کھایا، کسی کا خون بہایا کسی کو مارا پیٹا تو اس کی نیکیاں کچھ اس مظلوم کو دے دی جائیں گی، کچھ دوسرے کو، پھر اس کے ذمہ حقوق کی ادائیگی سے پہلے اگر نیکیاں ختم ہوگئیں تو مظلوموں کی خطائیں اس ظالم پر ڈال دی جائیں گی پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

(مسلم)

۱ مفلس کا معنی کیا ہوتا ہے۔ بعض نسخوں میں مَنِ المفلس ہے کہ مفلس کون؟
۲ نقدی اور جنس مال اس کے پاس نہ ہو۔
۳ اس کے پاس عبادات کا ذخیرہ ہوگا۔
۴ اگر اس کے مظالم بڑھ جائیں۔

۴۸۹۹/۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ إِلٰى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَذُكِرَ حَدِيْثُ جَابِرٍ اِتَّقُوا الظُّلْمَ فِيْ بَابِ الْإِنْفَاقِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت میں حقوق اہل حق کو دلوائیں جائیں گے حتیٰ کہ بغیر سینگ بکری[1] کا سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا (مسلم) اور حدیث جابر اتقوا الظلم[2] باب الانفاق میں ذکر کی گئی ہے۔

۱ الجلحاء جیم پر زبر لام ساکن۔ وہ بکری جس کے سینگ نہ ہوں۔ یعنی اس دن حقوق کی ادائیگی اس طرح ہوگی کہ انسان تو کجا خود حیوانات جو مکلف نہیں ان سے بھی قصاص لیا جائے گا۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ قصاص مقابلہ ہوگا نہ کہ بطور تکلیف۔

۲ وہ حدیث جابر جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں۔ اِتَّقُوا الظُّلْمَ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۴۹۰۰/۷ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكُوْنُوْا إِمَّعَةً تَقُوْلُوْنَ إِنْ أَحْسَنَ النَّاسُ أَحْسَنَّا وَإِنْ ظَلَمُوْا ظَلَمْنَا وَلٰكِنْ وَطِّنُوْا أَنْفُسَكُمْ إِنْ أَحْسَنَ النَّاسُ أَنْ تُحْسِنُوْا وَإِنْ أَسَاءُوْا فَلَا تَظْلِمُوْا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم نقال[1] بن کر یہ نہ کہو کہ اگر لوگوں نے بھلائی کی تو ہم بھلائی کریں گے اور لوگوں نے ظلم کیا تو ہم بھی ظلم کریں گے اپنے آپ کو[2] اس پر تیار کرو کہ اگر لوگوں نے احسان کیا تو تم بھی احسان کرنا اور اگر وہ برائی کریں تو تم ظلم نہ کرنا[3] (ترمذی)

۱ امعۃ ہمزہ مکسور، میم پر زبر، مشدد، لوگوں کے تابع ہونا اور اپنی رائے کا نہ ہونا، تا مبالغہ کے لیے ہے عورتوں کے لیے یہ لفظ مستعمل نہیں۔ صراح میں ہے کہ یہ اس مرد ہر جائی کو کہا جاتا ہے یہاں مراد وہی ہے جو بعد میں تفسیر آرہی ہے۔

۲ توطین وطن بنانا۔ صراح میں اس کا معنی نفس کا کسی چیز پر دل رکھنا۔

۳ یعنی احسان کرنا کیونکہ ترک ظلم احسان ہوتا ہے (کذا قال الطیبی) یہ بھی احتمال ہے کہ اگر وہ بھلائی کریں تو بھلائی کرو اور اگر وہ بدی کرتے ہیں تو اس کے برابر بدلہ لو حد سے تجاوز نہ کرو یعنی اعتدال پر رہتے ہوئے بدلہ لیا جائے یا معاف کرتے ہوئے بدلہ نہ لیں یا احسان کریں۔ اول عوام کا مرتبہ ہے۔ دوسرا خواص کا اور تیسرا اخص الخواص کا حضرت شیخ علی متقی اپنے

بعض رسائل میں تحریر کرتے ہیں کہ دنیا وآخرت کی محبت کی شناخت ان چار چیزوں سے ہوتی ہے۔ جس شخص پر دنیا کی محبت غالب ہے وہ لوگوں کو بغیر کسی وجہ کے تکلیف دے گا اور جو اس درجہ کا نہ ہو وہ کسی کو اذیت دینے میں ابتدا نہیں کرے گا اور اگر کسی نے اسے اذیت دی تو وہ شریعت کے مطابق اس سے بدلہ لے گا اور حد سے تجاوز نہیں کرے گا اور جس پر آخرت کی محبت غالب ہوگی اور دنیا کی کمزوری وہ ہر شخص کو معاف کر دے گا جس نے اس پر ظلم کیا اور جس کو آخرت سے قوی تر محبت ہوگی وہ ظلم کے برابر ظالم پر احسان کرے گا اور یہ درجہ مقرب اور سچے لوگوں کا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس سے حصہ عطا فرمائے۔

۴۹۱/۸ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ اَنَّهٗ كَتَبَ اِلٰى عَائِشَةَ اَنِ اكْتُبِيْ اِلَيَّ كِتَابًا تُوْصِيْنِيْ فِيْهِ وَلَا تُكْثِرِيْ فَكَتَبَتْ سَلَامٌ عَلَيْكَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ الْتَمَسَ رِضَى اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّٰهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَى النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَلَهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے کہ انہوں نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خط لکھا کہ مجھے کچھ وصیت تحریر فرمائیں لیکن زیادہ نہ ہو[۱] انہوں نے سلام کے بعد لکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا[۲] لوگوں کی ناراضگی پر تلاش کرے گا۔ اسے اللہ تعالیٰ کفایت فرمائے گا اور اسے لوگوں کی تکالیف سے محفوظ کرے گا اور جو شخص لوگوں کی رضا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی[۳] پر تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے حوالے کر دے گا۔ والسلام (ترمذی)

۱؎ مختصر تحریر فرمائیں۔

۲؎ ایسا کام کرتا ہے جس سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے اگرچہ لوگ دنیا داری کی وجہ سے خوش نہیں ہوتے تو کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے گا اور مخلوق کی تکالیف سے بھی اسے محفوظ فرمائے گا۔

۳؎ اسے اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت حاصل نہ ہوگی تو اصل اللہ کی رضا ہے۔ اگر وہ حاصل ہوگی تو مخلوق بھی تابع اور خوش ہو جائے گی اور اگر وہ راضی نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

۴؎ روایات میں ہے کہ حضرت عقیل بن ابی طالب نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں فقر و فاقہ کی شکایت کی۔ امیر المومنین نے غصے اور زجر کی صورت میں فرمایا جا لوگوں کی دوکانیں لوٹ لو۔ ان کے گھر وال کو صاف کر دو اور لے کر کھا لو عقیل کہنے لگے یہ تو جائز نہیں۔ آپ نے فرمایا میں بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ جب میرے پاس آئے گا تو تمہیں بھی دے دوں گا۔ اس پر عقیل ناراض ہو کر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلے گئے۔ انہوں نے حضرت عقیل کی بڑی قدر و منزلت کی اور بہت احسان کیے کیونکہ ان کا حضرت علی سے آ جانا غنیمت تھا، ایک دن عقیل سے کہنے لگا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ منبر پر کھڑے ہو کر ان احسانات و انعامات کا ذکر کریں جو میں نے آپ پر کیے ہیں تا کہ لوگ

کو اطلاع ہو جائے کہ میں نے کیا کیا ہے حضرت عقیل منبر پر آئے اور کہا اے لوگو حضرت علی اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور مجھ کو ناراض کر دیا اور معاویہ میری رضا چاہتے ہیں اور اسے خدا کی رضا سے مقدم جانتے ہیں لہٰذا مجھے تو خوش کر لیا مگر اللہ ناراض ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت علی کی خدمت میں آ گئے اور معافی مانگ لی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خط بھی اس چیز کی طرف متوجہ کر رہا ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۴۹۰۲/۹ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ "اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ شَقَّ ذٰلِكَ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ ذَالِكَ اِنَّمَا هُوَ الشِّرْكُ اَلَمْ تَسْمَعُوْا قَوْلَ لُقْمَانَ لِابْنِهٖ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَيْسَ هُوَ كَمَا تَظُنُّوْنَ اِنَّمَا هُوَ كَمَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تیسری فصل

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ" جو لوگ ایمان لائے اور ان کا ایمان ظلم کے ساتھ ملتبس نہ ہوا[1] تو حضور کے صحابہ پر گراں ہوا[2] اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے کون ہے جس نے اپنے اوپر ظلم نہ کیا ہو؟[3] آپ نے فرمایا کیا تم نے لقمان کا وہ قول نہیں سنا جو انہوں نے اپنے بیٹے سے فرمایا تھا اے بیٹے اللہ کے ساتھ شریک نہ بناؤ یقیناً شرک عظیم ظلم ہے[4]۔ دوسری روایت میں ہے کہ جو سمجھے ہو وہ مراد نہیں اس سے مراد وہ ہے جو لقمان نے اپنے فرزند سے فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

---

[1] آیت کا آخری حصہ یہ ہے اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (ایسے لوگوں کے لیے امن ہے اور یہی ہدایت پانے والے ہیں۔

[2] کیونکہ انہوں نے ظلم سے گناہ و معصیت مراد لیا تھا۔

[3] ہم میں کوئی ایسا نہیں جس نے اپنے نفس پر ظلم نہ کیا ہو اور حد سے تجاوز کرتے ہوئے گناہ نہ کیا ہو۔

[4] جب مطلق ظلم کا ذکر تھا تو اس سے مراد فرد کامل ہوگا اور جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کی تفسیر فرمائی ہے تو یقیناً باری تعالےٰ کی مراد بھی یہی ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ شرک کا اختلاط ایمان کے ساتھ کیسے ممکن ہے؟ کیونکہ شرک ایمان کی ضد ہے۔ البتہ گناہ وغیرہ کا اختلاط ایمان سے ہو سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ صحابہ نے ظلم کو گناہ پر محمول کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شرک کا ایمان کے ساتھ اختلاط ہوا جیسے کہ مشرکین اللہ تعالےٰ پر ایمان رکھتے تھے اس کے ساتھ ساتھ بت پرستی کرتے اور اپنے بتوں کو وجود، خالقیت اور عبادت میں شریک کرتے اور یہاں شرک سے مراد عبادت میں شرک ہے۔ یہ نص قرآنی اس پر شاہد ہے " وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ (ان

میں سے اکثر ایمان نہیں لاتے مگر اس حال میں کہ وہ مشرک ہیں) یا اس سے مراد زبان سے ایمان کا اظہار اور دل میں شرک ہو جیسا کہ منافقین نے کیا تو انہوں نے ایمان ظاہری کو شرک باطن کے ساتھ مخلوط کر دیا۔

۴۹۰۳ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ عَبْدٌ اَذْهَبَ اٰخِرَتَهٗ بِدُنْیَا غَیْرِهٖ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا روز قیامت بدترین وہ شخص ہوگا جو دوسروں کی دنیا کی خاطر[۱] اپنی آخرت برباد کر دے۔ (ابن ماجہ)

۱ یعنی لوگوں پر ظلم کر کے دوسروں کے لیے دنیا حاصل کرتا ہے مثلاً عمال وقت، اس کا معنی بھی ہو سکتا ہے کہ دنیا دار کی تعظیم حصول دنیا کے لیے کرتا رہا، یہ ظلم ہے جس کی وجہ سے آخرت سے دوری ہو گئی۔ پہلا معنی بڑا واضح بلکہ متعین ہے۔

۴۹۰۴ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلدَّوَاوِیْنُ ثَلٰثَةٌ دِیْوَانٌ لَّا یَغْفِرُ اللّٰهُ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَدِیْوَانٌ لَّا یَتْرُکُهُ اللّٰهُ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِیْمَا بَیْنَهُمْ حَتّٰی یَقْتَصَّ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ وَّدِیْوَانٌ لَّا یَعْبَأُ اللّٰهُ بِهٖ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِیْمَا بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ اللّٰهِ فَذَاكَ اِلَی اللّٰهِ اِنْ شَاءَ عَذَّبَهٗ وَاِنْ شَاءَ تَجَاوَزَ عَنْهُ۔ (رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ)

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا دفاتر[۱] تین ہیں ایک دفتر وہ ہے جسے اللہ معاف نہیں کرے گا وہ اللہ تعالٰے کے ساتھ شریک بناتا ہے۔ ایک دفتر وہ ہے کہ اللہ تعالٰے اسے نہیں چھوڑے گا وہ بندوں کا آپس میں ظلم کرنا ہے حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے سے بدلا لیں[۲] ایک دفتر ایسا ہے جس کی اللہ تعالٰے پرواہ نہیں کرتے وہ ظلم ہے جو بندوں کا اپنے اور رب کے درمیان ہے[۳] اس کا معاملہ اللہ تعالٰے کے سپرد ہے وہ چاہے عذاب دے یا چاہے تو معاف فرما دے[۴] (بیہقی)

۱ "دَوَاوِیْن" دیوان کی جمع ہے۔ دال کے نیچے زیر، فتحہ بھی پڑھا جاتا ہے اس سے مراد وہ رجسٹر ہے جس میں سپاہیوں کے نام اور ان کے معاملات کو نوٹ کیا جائے سب سے پہلے یہ کام امیر المومنین حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں کیا، اس بارے میں قرب اور جمع کا پہلو پایا جاتا ہے۔ یہاں دیوان کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تمام اعمال نامے جمع ہوں گے۔ دیوان کا اصل دِوَّان تھا واو یاء سے بدل گیا ہے کیونکہ دو واؤ جمع ہو گئے تھے ورنہ اس کی جمع دیاوین آتی (کذا فی الصحاح) یہاں دیوان سے مراد اعمال نامے ہیں۔

۲ وہ حکم ربانی کے مطابق قصاص لیں یا آپس میں راضی نامہ کر لیں۔ احادیث میں اس کا ذکر موجود ہے۔

۳ یعنی حقوق اللہ میں کوتاہی ہو۔

۴ واضح ہو گیا کہ حقوق العباد میں مواخذہ ہوگا، حقوق اللہ میں سے شرک معاف نہیں ہوگا اس کے علاوہ معافی کا تعلق اللہ تعالٰے

کی مشیت کے ساتھ ہے۔

۴۹۰۵ [۱۲] وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكَ وَدَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّمَا يَسْأَلُ اللّٰهَ حَقَّهٗ وَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَمْنَعُ ذَا حَقٍّ حَقَّهٗ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مظلوم کی بد دعا سے بچو وہ اللہ سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ تعالٰی کسی صاحب حق کا حق روکتا نہیں ہے[۱]۔ (بیہقی)

[۱] اور اگر کوئی شخص اپنا حق چھوڑ کر ایثار سے کام لے تو نہایت عظیم درجہ ہوتا ہے۔

۴۹۰۶ [۱۳] وَعَنْ اَوْسِ بْنِ شُرَحْبِيْلَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ مَشٰى مَعَ ظَالِمٍ لِيُقَوِّيَهٗ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت اوس بن شرحبیل[۱] رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جو شخص کسی ظالم کا ساتھ اس کو طاقتور کرنے کے لیے دے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے خارج ہو گیا[۲]۔ (بیہقی)

[۱] شُرَحْبِیل شین پر پیش، را پر زبر، حا ساکن، با کے نیچے زیر، یہ صحابی ہیں اور ان سے اہل شام نے حدیث روایت کی ہے ایک اور صحابی ہیں جن کا اسم گرامی شرحبیل بن اوس ہے، وہ حمص میں قیام پذیر رہے، اس حدیث کے راوی پہلے صحابی ہیں۔ (کذا فی الاصابہ)

[۲] وہ اسلام کے تقاضوں اور اصولوں سے دور چلا گیا۔

۴۹۰۷ [۱۴] وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ اِنَّ الظَّالِمَ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ بَلٰى وَاللّٰهِ حَتَّى الْحُبَارٰى لَتَمُوْتُ فِيْ وَكْرِهَا هُزْلًا لِظُلْمِ الظَّالِمِ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الْاَرْبَعَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ظالم اپنے آپ کو ہی نقصان پہنچاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ اللہ کی قسم حتٰی کہ ظالم کے ظلم کی وجہ سے بٹیر بھی اپنے گھونسلوں میں مرجاتے ہیں[۱]۔ (یہ چار روایات، امام بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کی ہیں)

[۱] یعنی ظالم اپنے علاوہ بھی انسان اور حیوانات کو نقصان دیتا ہے، حُبَارٰی حا پر پیش با مخفف، مشہور پرندے کونج کا نام ہے هُزْل ہا پر پیش زا ساکن، یعنی اللہ تعالٰی ظالم کے ظلم کی وجہ سے بارش نازل نہیں فرماتا جس کے سبب جانور پیاس کی وجہ سے مرجاتے ہیں اور کونج کو اس لیے مخصوص کیا ہے کہ یہ پانی اور دانے کے لیے بہت دور کا سفر طے کرتی ہیں، یہ مشاہدہ ہے کہ اس کے گھونسلے سے گندہ بروزہ کا پھل برآمد ہوا جو بصرہ ہی میں پایا جاتا تھا حالانکہ اس کے ٹھکانے اور بصرہ کے درمیان کئی دن کا فاصلہ ہے، نیز اس کے گھونسلے اور پانی کے درمیان کئی دنوں کی مسافت ہوتی ہے، جہاں سے یہ پانی حاصل کرتی ہے۔ پس ایسے جانور کا مرجانا قحط اور باران رحمت کے نہ ہونے کی دلیل ہے اور اس شخص کے کہنے

کا مطلب یہ تھا کہ بظاہر مظلوم کو نقصان پہنچتا ہے مگر درحقیقت ظالم اپنا نقصان کرتا ہے اور مظلوم تو جزا حاصل کرے گا اور اس کا انتقام بھی لے گا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مقام کی وجہ سے اس میں عموم کی طرف متوجہ کیا اور ان کا یہ قول کسی حدیث رسول کا مضمون ہے یا انہوں نے اس سے استنباط کیا ہے کہ اس کے ظلم کی وجہ سے جب بارش نازل نہیں ہوتی تو اس سے لازم ہے کہ حیوانات کو نقصان ہو۔

بَابُ الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ

۳۲۷۔ نیکی کا حکم دینا

مَعْرُوْف، معرفت سے ہے اس کا معنی پہچاننا اس سے مراد وہ شے جو شریعت میں معروف ہو اور اس کے بارے میں شرعی حکم ہو جیسا معروف آدمی کو ہر کوئی جانتا ہے اس کے مقابل لفظ منکر ہے۔ کاف پر زبر جو پہچانا ہوا نہ ہو اور اس کے بارے میں شرعی حکم وارد نہ ہو جیسا کہ غیر معروف شخص کو کوئی نہیں جانتا۔ صراح میں ہے کہ نکرہ کاف مکسور معرفت کی ضد نا آشنائی کو کہا جاتا ہے، ماتن پر تعجب ہے کہ انہوں نے باب میں "نہی عن المنکر" کے الفاظ ذکر نہیں کیے حالانکہ کتاب و سنت میں اکثر مقامات پر ان دونوں کا ذکر متصلاً ہوا ہے۔ اس باب کے تحت جو احادیث آ رہی ہیں۔ ان میں نہی عن المنکر کی تصریح ہے لہٰذا ذکر امر بالمعروف کا اور دوسرے کا ذکر التزاماً تکلف ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے واجب ہونے پر امت کا اجماع ہے۔ کتاب و سنت نے اس کے درجات و مراتب بیان کیے ہیں جیسا کہ آ رہا ہے اگر کسی شخص نے واجب ادا کر دیا لیکن مخاطب نے قبول نہیں کیا تو قائل سے واجب ساقط ہو گیا۔ علماء نے فرمایا ہے کہ یہ شے لوگوں پر بطور فرض کفایہ لازم ہے جو شخص قادر ہے اور اسے بجا نہیں لاتا تو وہ گنہگار ہوگا اور بعض پر یہ فرض عین بھی ہو جاتا ہے مثلاً کوئی ایسا مقام ہے جہاں ایک ہی آدمی جانتا ہے۔ دوسرے کو علم نہیں تو اب جاننے والے پر لازم ہو جاتا ہے باقی امر بالمعروف کے لیے یہ شرط نہیں، آمر خود بھی اس پر عامل ہو اس کے بغیر بھی درست ہے کیونکہ اپنے آپ کو بھی امر کرنا واجب ہے اور دوسرے کو امر کرنا الگ واجب ہے۔ اگر ایک واجب ترک ہو رہا ہے تو دوسرے کو ترک کرنا مناسب نہیں اور آیت میں جو آیا ہے لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو اس سے مراد زجر و توبیخ ہے یہ مراد نہیں کہ وہ امر ہی نہ کرے، البتہ اس میں شک نہیں کہ بہتر یہی ہے کہ پہلے خود عمل کرے تاکہ بات موثر ہو امر بالمعروف و نہی عن المنکر صرف حکمرانوں پر ہی لازم نہیں اور نہ ہی کسی حکمران کا حکم ضروری ہے۔ یہ ہر مسلمان کا حق اور فرض ہے ہاں قتل کرنا، کوڑے مارنا وغیرہ یہ اہل حکومت کا ہی کام ہے، متفق علیہ چیز میں انکار ہوگا اگر شے مختلف فیہ ہے تو اسے منکر قرار دینا مناسب نہیں خصوصاً اس مسلک پر جس میں ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے، امر بالمعروف میں نرمی اور حلیمی ضروری ہے یہ کام فقط رضائے الٰہی کے لیے ہونا چاہیے نہ کہ نفس کی خاطر، تاکہ تاثیر ہو اور ثواب حاصل ہو۔ علماء نے بیان فرمایا ہے کہ لوگوں کے اجتماع میں کسی کو نصیحت کرنا

رسوا کرنے کے مترادف ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۴۹۰۸ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تم میں سے کسی برائی کو دیکھے تو اسے ہاتھ[1] سے بدلے اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان[2] سے اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو دل[3] سے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

(مسلم)

۱؎ مارنا، کھینچ لینا، توڑ دینا، بہا دینا اور ناراض ہونا مراد ہے۔

۲؎ سخت و سست کہنا۔

۳؎ دل میں ناپسند کرے اور دل میں تبدیلی کا عزم رکھے کہ اگر قدرت ہوئی تو زبان اور ہاتھ سے منع کروں گا اور اس کے فاعل کے ساتھ دلی نفرت کرے۔

۴۹۰۹ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُدْھِنِ فِیْ حُدُوْدِ اللّٰہِ وَالْوَاقِعِ فِیْھَا مَثَلُ قَوْمٍ اِسْتَھَمُوْا سَفِیْنَۃً فَصَارَ بَعْضُھُمْ فِیْ اَسْفَلِھَا وَصَارَ بَعْضُھُمْ فِیْ اَعْلَاھَا فَکَانَ الَّذِیْ فِیْ اَسْفَلِھَا یَمُرُّ بِالْمَآءِ عَلَی الَّذِیْنَ فِیْ اَعْلَاھَا فَتَاَذَّوْا بِہٖ فَاَخَذَ فَاْسًا فَجَعَلَ یَنْقُرُ اَسْفَلَ السَّفِیْنَۃِ فَاَتَوْہُ فَقَالُوْا مَالَکَ قَالَ تَاَذَّیْتُمْ بِیْ وَلَا بُدَّ لِیْ مِنَ الْمَآءِ فَاِنْ اَخَذُوْا عَلٰی یَدَیْہِ اَنْجَوْہُ وَنَجَّوْا اَنْفُسَھُمْ وَاِنْ تَرَکُوْہُ اَھْلَکُوْہُ وَاَھْلَکُوْا اَنْفُسَھُمْ۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا حدود الٰہیہ میں سستی[1] کرنے والے اور ان میں گرنے[2] والے کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جنہوں نے کشتی میں قرعہ[3] ڈالا پس کچھ لوگ اس کے نچلے حصے میں رہے اور کچھ اوپر والے میں، نیچے والے پانی لے کر اوپر والوں کے پاس سے گزرے انہیں اس پر تکلیف[4] ہوئی تو انہوں نے کلہاڑی سے کشتی کے نیچے والے حصے کو توڑنا شروع کر دیا[5]۔ دوسروں نے کہا تمہیں کیا ہو گیا؟ کہا کہ میری وجہ سے تمہیں تکلیف ہوئی ہے اور مجھے پانی کی ضرورت ہے[6] سو اگر وہ اس کا ہاتھ پکڑ لیں تو اسے بچا لیں[7] گے اور خود کو بھی اور اگر چھوڑ دیں تو اسے اور خود کو بھی ہلاک کر لیں گے۔ (بخاری)

۱؎ ادہان، سستی کرنا۔

۲؎ گناہ کا ارتکاب کرنے والے، مداہنت سے مراد یہ ہے کہ برائی کے مٹانے پر قدرت کے باوجود شرم یالیے جیتی

یا جانب داری کی وجہ سے خاموش ہونا ہے، اس کا معنی رشوت لینا بھی ہے۔ مداہنت اور مدارات دونوں کا ایک ہی معنی ہے شریعت میں مدارات کی رخصت ہے۔ یہ مذموم نہیں بلکہ بعض مواقع پر یہ مستحسن ہے مدارات اور مداہنت میں فرق یوں کیا گیا ہے کہ مدارات میں ظالموں کے ظلم اور پریشانی کے وقت اپنے دین کی حفاظت کی جاتی ہے اور مداہنت میں نفس کے لیے لوگوں سے مختلف قسم کے منافع اور حصول دنیا کرتے ہوئے دین میں بے باکی کا اظہار ہے۔

۵۳ کہ کون کس جگہ بیٹھے جیسا کہ لوگوں کا طریقہ ہے۔

۵۴ نیچے والے اوپر والوں کے پاس سے جب بار بار پانی لینے کے لیے گزرتے تو انہیں تکلیف ہوتی۔ بعض شارحین کی رائے یہ ہے کہ یہاں آب سے مراد بول و براز ہے کہ نیچے والے پیشاب وغیرہ کر کے اوپر دریا میں پھینکنے کے لیے گزرتے تو ان کو تکلیف ہوتی۔ یہ صورت بڑی واضح ہے۔

۵۵ تاکہ پانی حاصل کرے یا بول و براز وہاں سے نیچے گرا دیا جائے۔

۵۶ یہاں تک تو واقعہ عادت و عرف کے مطابق بیان ہوا۔ اس کے بعد مداہنت کی مثال ہے۔

۵۷ انجوہ باب افعال سے ونجوہ باب تفعیل سے اپنی ذات کو ڈوبنے اور ہلاکت سے محفوظ کرنا۔

۵۸ اسی طرح اگر کوئی فاسق و فاجر ہے اور اسے دوسرے منع نہیں کرتے تو اس کے ساتھ ساتھ تمام گنہگار ہوں گے اور اگر وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے عذاب سے بچیں تو اسے برائی سے روکیں۔

۴۹۱۰/۳ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَآءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُهٗ فِي النَّارِ فَيَطْحَنُ فِيْهَا كَطَحْنِ الْحِمَارِ بِرَحَاهُ فَيَجْتَمِعُ اَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُوْنَ اَیْ فُلَانُ مَا شَاْنُكَ اَلَيْسَ كُنْتَ تَاْمُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهٰنَا عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ كُنْتُ اٰمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا اٰتِيْهِ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاٰتِيْهِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ایک شخص کو لا کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ آگ میں اس کی انتڑیاں جلد نکل پڑیں گی[۱] وہ اس طرح چکر کاٹے گا جس طرح گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے[۲]۔ اہل دوزخ اکٹھے ہو کر پوچھیں گے اے فلاں! کیا بات ہے تو ہمیں نیکی کا حکم دیتا تھا اور برائی سے روکتا تھا وہ کہے گا میں تمہیں نیکی کے بارے میں کہتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا تمہیں برائی سے روکتا تھا مگر خود نہیں رکتا تھا[۳]۔

(بخاری و مسلم)

۱ "اندلاق" کسی چیز کا جلدی سے باہر آنا جیسے تلوار کو نیام سے باہر نکالا جاتا ہے "اقتاب" ۔ "قتب" کی جمع ہے قاف کے نیچے زیر۔ انتڑیاں۔

۲ جس طرح گدھا چکر لگا کر اس زمین کو پامال کرتا ہے اسی طرح وہ شخص اپنی انتڑیوں کو روندے گا۔

۳ یہاں سے معلوم ہو رہا ہے کہ خود عمل نہ کرنا اور دوسروں کو نصیحت کرنا عذاب کا سبب ہے اور سابقہ گفتگو میں

گزر چکا ہے کہ یہ عذاب عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔ امر ونہی کی وجہ سے نہیں، کیونکہ اگر یہ بھی نہ کرتا تو وہ عذاب کا بطریق اولیٰ مستحق ہوتا کیونکہ اس نے ایک واجب کو ترک کر دیا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۴۹۱۱ عَنْ حُذَیْفَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْھَوُنَّ عَنِ الْمُنْکَرِ اَوْ لَیُوْشِکَنَّ اللّٰہُ اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْکُمْ عَذَابًا مِّنْ عِنْدِہٖ ثُمَّ لَتَدْعُنَّہٗ وَلَا یُسْتَجَابُ لَکُمْ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم نیکی کے کاموں کا حکم ضرور دیتے رہنا اور برائی سے منع کرتے رہنا ورنہ[۱] قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب بھیج دے پھر تم دعا کرو لیکن اسے قبول نہ کیا جائے گا۔[۲]

(ترمذی)

[۱] یعنی ان دو میں سے ایک ہوگا یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یا عذاب، اگر تم عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ نبھاؤ۔

[۲] یعنی دیگر تکالیف و مصائب تو دعا سے ٹل جاتے ہیں مگر ان کے ترک کی وجہ سے جو عذاب آتا ہے وہ دعا سے بھی نہیں ٹلتا۔

۴۹۱۲ وَعَنِ الْعُرْسِ بْنِ عُمَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا عُمِلَتِ الْخَطِیْئَۃُ فِی الْاَرْضِ مَنْ شَھِدَ فَکَرِھَھَا کَانَ کَمَنْ غَابَ عَنْھَا وَمَنْ غَابَ عَنْھَا فَرَضِیَھَا کَانَ کَمَنْ شَھِدَھَا۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت عرس[۱] بن عمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب زمین پر کوئی گناہ ہوتا ہے اور وہاں دوسرا موجود شخص اسے ناپسند کرتا[۲] ہے تو وہ غائب کی طرح ہوتا ہے اور جو وہاں موجود نہیں تھا لیکن اس گناہ کو پسند کرتا ہے وہ تو موجود[۳] کی طرح ہوگا۔ (ابوداؤد)

[۱] عُرس۔ یعنی عین پر پیش، را ساکن عَمِیْرہ عین پر زبر، میم کے نیچے زیر، یا ساکن، یہ کندی صحابی عدی بن عمیرہ کے بھائی ہیں۔ ان سے ان کے بھتیجے عدی بن عمیرہ اور زید بن حارث نے روایت کی ہے۔

[۲] جب اسے ہاتھ اور زبان سے منع کی قدرت نہ ہو۔

[۳] موجودگی اور غیر موجودگی دل کے ساتھ ہوتی ہے نہ کہ جسم کے ساتھ، جب موجود شخص دلی طور پر اسے ناپسند کرتا ہے تو وہ وہاں موجود نہیں اگرچہ بظاہر موجود ہو اور جو اس گناہ پر دل سے راضی ہوتا ہے وہ اگرچہ غائب ہے مگر اسے موجود ہی تصور کیا جائے گا۔

۴۹۱۳ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ قَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّکُمْ تَقْرَءُوْنَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ" فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوْا مُنْکَرًا فَلَمْ یُغَیِّرُوْہُ یُوْشِکُ اَنْ یَّعُمَّھُمُ اللّٰہُ بِعِقَابِہٖ۔ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَہٗ وَفِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ دَاوٗدَ اِذَا رَاَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ یَاْخُذُوْا عَلٰی یَدَیْہِ اَوْشَکَ اَنْ یَّعُمَّھُمُ اللّٰہُ بِعِقَابٍ وَفِیْ اُخْرٰی لَہٗ مَا مِنْ قَوْمٍ یُّعْمَلُ فِیْھِمْ بِالْمَعَاصِیْ ثُمَّ یَقْدِرُوْنَ عَلٰی اَنْ یُّغَیِّرُوْا ثُمَّ لَا یُغَیِّرُوْنَ اِلَّا یُوْشِکُ اَنْ یَّعُمَّھُمُ اللّٰہُ بِعِقَابٍ وَفِیْ اُخْرٰی لَہٗ مَا مِنْ قَوْمٍ یُّعْمَلُ فِیْھِمْ بِالْمَعَاصِیْ ھُمْ اَکْثَرُ مِمَّنْ یَّعْمَلُہٗ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو[۵۱]۔ "اے ایمان والو! اپنی جان کی حفاظت کرو تمھیں نہیں نقصان پہنچا سکتا کوئی گمراہ جب تم ہدایت پا جاؤ"۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ برائی کو دیکھ کر منع نہیں کریں گے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس پر عذاب میں[۵۲] مبتلا فرما دے۔ اسے ابن ماجہ اور ترمذی نے روایت کر کے صحیح کہا اور ابوداؤد کے الفاظ ہیں کہ جب انھوں نے ظالم کی زیادتی دیکھی اور اس کے ہاتھ نہیں پکڑے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ان کو بھی عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ دوسری روایت میں ہے کہ جس قوم میں لوگ بُرائی کریں اور وہ لوگ اس کے مٹانے پر قادر ہوں مگر وہ نہ مٹائے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی اس کے عذاب میں شامل کرے ایک اور روایت میں ہے کہ جن لوگوں میں برائی ہو اور حالانکہ دیگر لوگ اس برائی کے کرنے والوں سے زیادہ ہوں[۵۳]۔

۵۱ یعنی اگر تم اس آیت کو پڑھ کر اسے عموم پر محمول کرتے ہوئے یہ سمجھتے ہو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب نہیں تو یہ غلط ہے۔

۵۲ جب نہی منکر کے ترک پر وعید وارد ہے تو اب اس کے ترک کا جواز کیسے ممکن ہے لہٰذا یہ آیت عام اور مطلق نہیں بلکہ مخصوص و مقید ہے اس بات کے ساتھ کہ لوگ اس برائی کو نہ سنیں اور ان میں اثر پذیر نہ ہو اور ہر آدمی اپنے آپ میں مغرور و متکبر ہو جب کہ آثار میں آخری زمانے کے لوگوں کے بارے میں آیا ہے مثلاً جب یہ آیت حضرت ابن مسعود کے پاس تلاوت کی گئی تو آپ نے فرمایا اس میں جو زمانے کی بات ہے وہ میرا اور تمھارا نہیں کیونکہ اس میں لوگ بات سن کر قبول کر لیتے ہیں لیکن آخری زمانے میں لوگ بات ہی نہیں سنیں گے اس آیت میں ایسے لوگوں کے بارے میں خبر دی گئی ہے اور حدیث ابو ثعلبہ میں اسی طرح ہے بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں اِھْتَدَاء سے مراد نہی منکر ہے۔ یہ حدیث اس معنی کی تائید کر رہی ہے، ضرر سے مراد عذاب کا عام ہونا ہے۔ اَنْفُسَکُمْ سے مراد مسلمان ہیں یعنی اگر مسلمان ایک دوسرے کی اصلاح اپنے اوپر لازم کر لیں تو کوئی ضلالت و معصیت نقصان نہیں دے سکتی کیونکہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ کما حقہٗ ادا کر رہے ہوں گے۔

[۲] اس کا مقصد بھی قدرت ہی ہے کیونکہ اغلب یہی ہوتا ہے کہ اکثر لوگ اقل پر غالب ہوتے ہیں تو اصل مدار قدرت سے ہے خواہ لوگ کم ہوں یا زیادہ۔

۲۹۱۴ وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُوْنُ فِيْ قَوْمٍ يَعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِيْ يَقْدِرُوْنَ عَلٰى اَنْ يُّغَيِّرُوْا عَلَيْهِ وَلَا يُغَيِّرُوْنَ اِلَّا اَصَابَهُمُ اللهُ مِنْهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتُوْا۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت جریر[1] بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص کسی قوم میں ہو اور وہ اس میں اللہ کی نافرمانی کرتا ہو اور وہ اس کے روکنے پر قادر تھے مگر منع نہ کیا تو انھیں موت سے پہلے اللہ تعالیٰ عذاب[2] میں گرفتار فرمائے گا[3]

(ابوداؤد، ابن ماجہ)

[1] جَرِیر، جیم پر زبر اور را کے نیچے زیر

[2] اس آدمی کو منع نہ کرنے کی وجہ سے عذاب دے گا اس مرد کی طرف سے یا اپنی طرف سے۔

[3] یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کرنے کی وجہ سے دنیا میں ہی عذاب آتا ہے اور آخرت میں اس پر عذاب الگ ہوگا بخلاف دیگر گناہوں کے کہ ان کی وجہ سے دنیا میں عذاب کا آنا لازم نہیں ہوتا۔

۲۹۱۵ وَعَنْ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ فَقَالَ اَمَا وَاللهِ لَقَدْ سَاَلْتُ عَنْهَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلِ ائْتَمِرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ حَتّٰى اِذَا رَاَيْتَ شُحًّا مُّطَاعًا وَّهَوًى مُّتَّبَعًا وَّدُنْيَا مُؤْثَرَةً وَّاِعْجَابَ كُلِّ ذِيْ رَاْيٍ بِرَاْيِهٖ وَرَاَيْتَ اَمْرًا لَّا بُدَّ لَكَ مِنْهُ فَعَلَيْكَ نَفْسَكَ وَدَعْ اَمْرَ الْعَوَامِّ فَاِنَّ وَرَآءَكُمْ اَيَّامَ الصَّبْرِ فَمَنْ صَبَرَ فِيْهِنَّ قَبَضَ عَلَى الْجَمْرِ لِلْعَامِلِ فِيْهِنَّ اَجْرُ خَمْسِيْنَ رَجُلًا يَّعْمَلُوْنَ مِثْلَ عَمَلِهٖ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ اَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنْهُمْ قَالَ اَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنْكُمْ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابو ثعلبہ[1] سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ[2] کے بارے میں مروی ہے کہ اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا[3] تو آپ نے فرمایا بلکہ وہ نیکی کا حکم اور برائی سے روکتے ہیں[4] حتیٰ کہ جب تم دیکھو لوگ بخل کی اطاعت کر رہے ہیں اور خواہشات کی اتباع کر رہے ہیں اور دنیا کو ترجیح دے رہے ہیں اور ہر صاحب رائے اپنی رائے پر فخر کر رہا ہے[5] اور ایسا معاملہ دیکھو جس[6] میں چارہ کار کوئی نہ ہو[7]، تو تم پر اپنے آپ کو بچانا لازم[8] ہے اور لوگوں کے معاملہ کو چھوڑ دو[9] کیونکہ تمھارے پیچھے صبر کے دن ہیں[10] تو جس نے ان دنوں میں صبر کیا اس نے آگ کی چنگاری پکڑی[11]، ان دنوں میں (نیکی پر) عمل کرنے والوں کے لیے پچاس آدمیوں[12] کے عمل جتنا ثواب ہے، جو اس جیسا عمل کریں گے، صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ!

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان کے پچاس آدمیوں کے عمل جتنا؟ فرمایا تمہارے پچاس آدمیوں کے عمل کے برابر اسے ثواب ملے گا[12]

ـــــــــــ

[1] ابو ثعلبہ خشنی مشہور صحابی ہیں۔

[2] اس آیت کی تفسیر میں

[3] کیا اس آیت کی وجہ سے ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک کر دیں گے۔

[4] ترک نہیں کرو گے۔

[5] اپنے مذہب کو اچھا جانے اور خود صفتی بن جائے اور علماء کی طرف رجوع ناپسند کرے

[6] ایسا عمل جس کی طرف تیری صفتِ ذمیمہ خواہشِ نفس کا اس طرح میلان ہو کہ اگر تو لوگوں میں آئے جائے تو بحکم طبع اس میں تو واقع ہو جائے کذا قال الطیبی۔ بعض حواشی میں ہے کہ یہاں مراد عجز و ناتوانی کی وجہ سے نہی عن المنکر سے اعراض و سکوت ہے۔ یہ معنی اس کے موافق جو دوسرے نسخوں میں ہے۔

[7] لابدلک۔ تو اس پر قادر نہیں یا مراد یہ ہے کہ تجھے ایک کام نہایت ضروری ہے جس کے بغیر چارہ نہیں اگر اب تو امر و نہی کو بجا لائے تو وہ کام فوت ہو جاتا ہے۔

[8] ان صورتوں میں اپنے آپ کو معاصی سے محفوظ رکھے۔

[9] ان کے ساتھ تعرض نہ کرنا بلکہ گوشہ نشین ہو جانا۔

[10] ان ایام کی ابتداء خلفائے راشدین کے بعد آج تک ہے۔

[11] ایسے پچاس جوان حالات میں مبتلا نہ ہوئے اور نہ ان دنوں میں موجود ہیں۔

[12] اس حدیث سے آخری دور کے لوگوں کا مذکورہ حیثیت سے صحابہ کرام سے افضل ہونا لازم آرہا ہے جس کے جواب میں علماء نے فرمایا ہے کہ جزء کی فضیلت، کل کی فضیلت کے منافی نہیں۔ شیخ عمرو بن عبداللہ صاحب استیعاب (جو کہ مشاہیر محدثین میں سے ہیں) نے اس مسئلہ میں گفتگو کرتے ہوئے لکھا ممکن ہے صحابہ کے بعد کوئی شخص پیدا ہو جس کا مرتبہ بعض صحابہ کے برابر یا بلند ہو اور مذکورہ حدیث جیسی حدیث کو اس پر بطور دلیل لاتے ہیں۔ جمہور علماء کا مختار اس کے خلاف ہے۔ شیخ مذکور کا اختلاف جمہور سے ان صحابہ کے بارے میں جو ایمان لا کر اور اپنے وطن واپس چلے گئے ان صحابہ کے بارے میں نہیں جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں شب و روز رہتے اور صحبت مبارکہ کے انوار و آثار سے مستفید ہوتے۔ اس کے باوجود شرفِ صحبتِ نبوی تمام صحابہ میں ہے اور اس فضیلت میں ان کے ساتھ کوئی شریک نہیں قوت القلوب میں ہے کہ جمالِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جو ایک نظر پڑ جاتی ہے اس سے وہ انکشافات ہوتے اور کام بنتے ہیں جو دوسروں کو زندگی بھر کے چلّوں سے نصیب نہیں ہوتے۔

۴۹۱۶/۹ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَامَ — حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطِیْبًا بَعْدَ الْعَصْرِ فَلَمْ یَدَعْ شَیْئًا یَکُوْنُ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ اِلَّا ذَکَرَہٗ حَفِظَہٗ مَنْ حَفِظَہٗ وَنَسِیَہٗ مَنْ نَسِیَہٗ وَکَانَ فِیْمَا قَالَ اِنَّ الدُّنْیَا حُلْوَۃٌ خَضِرَۃٌ وَّ اِنَّ اللّٰہَ مُسْتَخْلِفُکُمْ فِیْھَا فَنَاظِرٌ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ، اَلَا فَاتَّقُوا الدُّنْیَا وَاتَّقُوا النِّسَآءَ وَذَکَرَ اِنَّ لِکُلِّ غَادِرٍ لِوَآءً یَّوْمَ الْقِیَامَۃِ بِقَدْرِ غَدْرَتِہٖ فِی الدُّنْیَا وَلَا غَدْرَ اَکْبَرُ مِنْ غَدْرِ اَمِیْرِ الْعَامَّۃِ یُغْرَزُ لِوَآؤُہٗ عِنْدَ اِسْتِہٖ قَالَ وَلَا یَمْنَعَنَّ اَحَدًا مِّنْکُمْ ھَیْبَۃُ النَّاسِ اَنْ یَّقُوْلَ بِحَقٍّ اِذَا عَلِمَہٗ ۔

رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے درمیان خطبہ دیتے ہوئے عصر کے بعد کھڑے ہوئے اور تا قیامت ہونے والے واقعات میں سے کسی کو نہیں چھوڑا، بلکہ ہر شے بیان فرمادی یاد رہا جس نے یاد رکھا بھول گیا جس نے بھلا دیا اور اس میں آپ نے فرمایا یہ دنیا میٹھی سبز ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمھیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے تاکہ دیکھے تم کیا عمل کرتے ہو؟ سنو! دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو اور فرمایا بے شک ہر دغا دینے کے لیے قیامت کے دن اس کا دنیا میں دغا دینے کی مقدار جھنڈا ہوگا اور حاکم عام کے دغا دینے سے بڑھ کر اس کا دغا (دھوکہ) نہ ہوگا اور اس کی دغابازی کا جھنڈا پاخانے کی جگہ کے قریب گاڑ دیا جائے گا اور تم میں سے کسی کو لوگوں کا خوف حق بات کہنے سے نہ روکے جب کہ وہ اس پر مطلع ہو جائے۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِنْ رَّاٰی مُنْکَرًا اَنْ یُّغَیِّرَہٗ فَبَکٰی اَبُوْ سَعِیْدٍ وَّقَالَ قَدْ رَاَیْنَاہُ فَمَنَعَتْنَا ھَیْبَۃُ النَّاسِ اَنْ نَّتَکَلَّمَ فِیْہِ ثُمَّ قَالَ اَلَا اِنَّ بَنِیْ اٰدَمَ خُلِقُوْا عَلٰی طَبَقَاتٍ شَتّٰی فَمِنْھُمْ مَّنْ یُّوْلَدُ مُؤْمِنًا وَّیَحْیٰی مُؤْمِنًا وَّیَمُوْتُ مُؤْمِنًا وَّمِنْھُمْ مَّنْ یُّوْلَدُ کَافِرًا وَّیَحْیٰی کَافِرًا وَّیَمُوْتُ کَافِرًا، وَمِنْھُمْ مَّنْ یُّوْلَدُ مُؤْمِنًا وَّیَحْیٰی مُؤْمِنًا وَّیَمُوْتُ کَافِرًا وَّمِنْھُمْ مَّنْ یُّوْلَدُ کَافِرًا وَّیَحْیٰی کَافِرًا وَّیَمُوْتُ مُؤْمِنًا، قَالَ وَذَکَرَ الْغَضَبَ فَمِنْھُمْ مَّنْ یَّکُوْنُ سَرِیْعَ الْغَضَبِ سَرِیْعَ الْفَیْءِ فَاِحْدٰھُمَا بِالْاُخْرٰی وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّکُوْنُ بَطِیْءَ الْغَضَبِ بَطِیْءَ الْفَیْءِ فَاِحْدٰھُمَا بِالْاُخْرٰی وَخِیَارُکُمْ مَّنْ یَّکُوْنُ بَطِیْءَ الْغَضَبِ سَرِیْعَ الْفَیْءِ وَشِرَارُکُمْ مَّنْ یَّکُوْنُ

ایک روایت میں ہے کہ اگر برائی کو دیکھے تو اسے روک دے، حضرت ابو سعید رو پڑے اور فرمایا: کہ ہم اس برائی کو دیکھتے ہیں مگر لوگوں کی ہیبت (ڈر) ہمیں اس کے بیان کرنے سے روک دیتی ہے پھر فرمایا اولادِ آدم مختلف طبقوں میں پیدا کیے گئے ہیں تو ان میں سے بعض ایمان کی حالت میں پیدا ہوتے اور مومن ہی زندہ رہتے اور ایمان پر ہی ان کا خاتمہ ہوتا ان میں سے بعض کفر کی حالت میں پیدا ہوتے اور کفر پر ہی زندہ رہتے ان کا خاتمہ کفر پر ہوتا ہے ۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ نے غصے کا ذکر فرمایا ہے ان میں سے بعض کو غصہ آتا ہے اور جلد ہی غصہ چلا جاتا ہے پس ایک دوسرے کے ساتھ ہے ان میں سے بعض کو غصہ دیر سے آتا ہے اور دیر سے غصہ جاتا ہے پس ایک دوسرے کے ساتھ ہے اور تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جسے دیر سے غصہ آئے اور جلد چلا جائے

سَرِيْعَ الْغَضَبِ بَطِيْءَ الْفَيْءِ قَالَ اتَّقُوا الْغَضَبَ فَاِنَّهٗ جَمْرَةٌ عَلٰى قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ اَلَا تَرَوْنَ اِلٰى اِنْتِفَاخِ اَوْدَاجِهٖ وَحُمْرَةِ عَيْنَيْهِ فَمَنْ اَحَسَّ بِشَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ فَلْيَضْطَجِعْ وَلْيَتَلَبَّدْ بِالْاَرْضِ قَالَ وَذَكَرَ الدَّيْنَ فَقَالَ مِنْكُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ حَسَنَ الْقَضَاءِ وَاِذَا كَانَ لَهٗ اَفْحَشَ فِي الطَّلَبِ فَاِحْدٰهُمَا بِالْاُخْرٰى وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ سَيِّئَ الْقَضَاءِ وَاِنْ كَانَ لَهٗ اَجْمَلَ فِي الطَّلَبِ فَاِحْدٰهُمَا بِالْاُخْرٰى وَخِيَارُكُمْ مَّنْ اِذَا كَانَ عَلَيْهِ الدَّيْنُ اَحْسَنَ الْقَضَاءَ وَاِنْ كَانَ لَهٗ اَجْمَلَ فِي الطَّلَبِ وَشِرَارُكُمْ مَّنْ اِذَا كَانَ عَلَيْهِ الدَّيْنُ اَسَاءَ الْقَضَاءَ وَاِنْ كَانَ لَهٗ اَفْحَشَ فِي الطَّلَبِ حَتّٰى اِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ عَلٰى رُءُوْسِ النَّخْلِ وَاَطْرَافِ الْحِيْطَانِ فَقَالَ اَمَا اِنَّهٗ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا فِيْمَا مَضٰى مِنْهَا اِلَّا كَمَا بَقِيَ مِنْ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْمَا مَضٰى مِنْهُ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور تم میں سے بہت برا وہ شخص ہے جسے جلد غصہ آئے اور دیر سے جائے۔ فرمایا غصے سے بچو کیونکہ غصہ ابنِ آدم کے دل پر چنگاری[1] ہے کیا تم نے نہیں دیکھا اس کی رگوں کا پھولنا اور اس کی آنکھوں کی سرخی کو، تو جو شخص غصہ محسوس کرے تو اسے چاہیے کہ پہلو کے بل لیٹ جائے اور زمین کے ساتھ لپٹ[2] جائے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ نے قرض کا ذکر[3] فرمایا۔ فرمایا تم میں سے کوئی قرض احسن طریقے سے ادا کر دیتا ہے مگر جب اس نے کسی سے اپنا قرض لینا ہوتا ہے تو لینے میں فحش کلامی[4] (درشتی) کرتا ہے دونوں ایک دوسرے کے بالمقابل ہیں۔ اور ان میں سے کوئی شخص قرض ادا کرنے میں برا ہے لیکن اگر اس نے کسی سے اپنا قرض لینا ہو تو لینے میں اچھا ہے[5] پس یہ ایک دوسرے کے مقابل ہے اور تم میں سے بہترین شخص وہ ہے کہ جب اس پر کسی کا قرض ہو تو قرض ادا کرنے میں اچھا ہے اور اگر اس نے کسی سے اپنا قرض لینا ہو تو لینے میں بھی اچھا ہو[6] اور تم میں برا وہ شخص ہے جب اس پر کسی کا قرض ہو تو ادا[7] کرنے میں برا ہو اور اپنا قرض لینے کا معاملہ ہو تو فحش گوئی کرتا ہو یہاں تک کہ سورج کھجور کے درختوں کی چوٹیوں اور دیواروں کے کناروں تک باقی[8] رہ گیا۔ نیز آپ نے فرمایا ہاں نہیں باقی رہا دنیا کی زندگی کا وہ وقت جو گزرتے ہوئے وقت کے مقابلے میں ہے مگر جتنا آج کے دن کا بقیہ وقت باقی ہے گزرے ہوئے دن سے۔

---

۱ قواعد مہمات دین یا اکثر کو کل کہہ کر مبالغہ سے کام لیا گیا ہے۔

۲ ذکر تو اشیاءِ کثیرہ کا ہوا مگر بعض یاد رہیں اور بعض بھول گئیں۔

۳ طبیعت میں اس کا ذائقہ میٹھا اور لذیذ ہوتا ہے۔

۴ اہلِ ظاہر کی نظر میں اس کی صورت نہایت دلربا اور تر و تازہ ہوتی ہے بعض شارحین نے کہا کہ عرب نرم چیز کو خضر کہتے ہیں کیونکہ اسے خضراوات کے ساتھ تشبیہ حاصل ہوئی ہے یعنی اس کی سبزی و تر و تازگی جلدی زائل ہو جاتی ہے اور

ناپائیدار ہے یہاں مقصد دنیا کی بے وفائی اور مکر کو بیان کرنا ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی جھوٹی لذات اور شہوات اور حسن وجمال میں پھنسا کر چکر دیتی ہے، فنا ہو جاتی اور ساتھ نہیں دیتی ۔

۵ اس میں وضاحت ہے کہ یہ اموال اور تمام اشیاء اللہ تعالیٰ کی ہیں اور بندے اس میں تصرف کرتے ہیں اس کے بطور خلیفہ و وکیل کے ہیں یا تم ان لوگوں کے خلیفہ ہو جو پہلے زمین پر آباد تھے اور یہ اشیاء ان کے قبضہ میں ہیں ۔

۶ تم ان اموال میں کیسے تصرف کرتے ہو؟ یا تم سابقہ لوگوں سے کیا عبرت حاصل کرتے ہو اور ان کے اموال میں کیسے تصرف کرتے ہو؟

۷ اور ان کی رغبت اور شہوت سے

۸ غدر کا اکثر اطلاق خروج و تغلب امام وقت سے عہد شکنی کے لیے ہوتا ہے ہر ایک کی عہد شکنی کے مطابق وہاں چھوٹا و بڑا جھنڈا ہوگا جس سے اس کی اس برائی کی شناخت ہو رہی ہوگی۔ یہ بھی منقول ہے کہ روز قیامت ہر داعی خواہ حق کا ہو یا باطل کا ہر ایک کے لیے علم ہوگا جس کے ذریعے اس کی پہچان ہوگی ۔

۹ امیر عامہ سے مراد وہ امیر ہے جس کا تغلب ہو اور وہ مسلمانوں کے امور، ان کے شہروں پر ان کا تسلط ہو اور عام لوگوں نے انھیں امیر بنایا ہو، خواص، اہل حل وعقد علماء اور داعیان عصر کے مشورہ کے بغیر ان کے خلاف اٹھنا عہد شکنی ہے

۱۰ غزر، غین اور زاء کا گاڑنا، است، ہمزہ کے نیچے زیر، سین ساکن، حلقہ دبر

۱۱ کلمہ حق کہنے میں ترس و ملاحظہ نہیں کرنا چاہیے بشرطیکہ ہلاکت کا خوف نہ ہو اگر وہاں بھی خوف نہ کرے تو یہ عزیمت کی راہ ہے ۔

۱۲ جو کہ اس حدیث کے راوی ہیں

۱۳ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنو امیہ کی امارت وغلبہ تک باقی رہے جب واقعہ حرہ پیش آیا، اور بدبخت یزید نے مدینہ طیبہ پر لشکر کشی کی اور اس شہر مبارک کی بے حرمتی کی ۔ اس وقت بھی آپ موجود تھے اور بڑی بڑی تکالیف اٹھائی تھیں ۶۴ھ میں آپ کا وصال ہوا اس وقت عمر اسی سال تھی ۔

۱۴ صراح میں ہے طبق کا معنی لوگوں کا گروہ

۱۵ عقلاً اور اقسام بھی بن سکتی ہیں لیکن یہاں مقصود اصل ایمان و کفر پر موت ہے ۔

۱۶ تھوڑی سی چیز کی وجہ سے جلدی غصہ کرتے ہیں اور اس سے جلدی باز آ جاتے ہیں ۔

۱۷ اگرچہ جلدی غصہ آنا قبیح ہے مگر اس سے جلدی لوٹنا حسن و محمود ہے ۔ اس کا حسن، قبح کے مقابل ہے لہذا یہ شخص مطلقاً نہ مستحق مدح ہے اور نہ مستحق ذم بلکہ ان دونوں کے درمیان ہے ۔

۱۸ وہ جلدی غصہ میں نہیں آتا اور غصہ اس کا دیر تک رہتا ہے ۔

۱۹ اگرچہ دیر سے غصہ کا آنا حسن ہے لیکن دیر سے جانا مذموم ہے یہ شخص بھی درمیانی درجہ رکھتا ہے ۔

۲۰ کیونکہ روح حیوانی میں اشتعال پیدا ہو جاتا ہے اور اس کی شدت حرارت جس کا مرکز دل ہے ، بدن میں سرایت

کرجاتی ہے ۔

۲۱ؔ وہ حرارت کا اثر اور بخارات غلیظہ کا اٹھنا ہے جو شروع جانے کا سبب بن جاتا ہے ۔

۲۲ؔ البود، صراح میں ہے باء پر پیش، زمین کے ساتھ چپک جانا، باب الغضب میں گذرا، اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے ۔ بیٹھا ہو تو لیٹ جائے اس کی وجہ معلوم ہے اور اس میں شک نہیں کہ پہلو کے بل لیٹ جانا زیادہ مؤثر ہے

۲۳ؔ

۲۴ؔ یہ شخص اداءِ دین میں درست لیکن طلبِ دین میں بد ہے ۔

۲۵ؔ یہ اداءِ دین میں بد لیکن طلبِ دین میں اچھا ہے ۔

۲۶ؔ حضورؐ نے خطبہ میں یہ نعمتیں فرمائیں ۔

۲۷ؔ یعنی وہ اپنے اختتام کو پہنچنے والا ہو گیا ۔

۴۹۱۷/۱۰ وَعَنْ اَبِي الْبَخْتَرِيِّ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يَّهْلِكَ النَّاسُ حَتّٰى يُعْذِرُوْا مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

ابو البختری نے ایک صحابی سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ ہرگز ہلاک نہیں کیے جائیں گے یہاں تک کہ اپنے آپ کو معذور بنا لیں ۱ؔ

(ابوداؤد)

۱ؔ یعذروا، یاء پر پیش، عین ساکن، ذال کے نیچے کسرہ، اذ اعذار، گناہوں اور عیوب کا زیادہ ہونا، قاموس میں ہے اعذر فلان کا معنی کہ جس کے گناہ اور عیوب زیادہ ہیں اس کلمہ کی حقیقت یہ ہے کہ اعذار بمعنی سلب وازالۂ عذر ہے جب کسی کے گناہ و عیوب زیادہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کا اس کو عذاب دینے اور لوگوں کا اسے برائیوں سے منع نہ کرنا سبب عذر نہ ہوگا لہٰذا وہ سلب وازالہ کثرت ذنوب وعیوب کی وجہ عذر کا سلب وازالہ ہو جائے گا، اعذار بمعنی صاحب عذر کا ہلاک ہونا بھی ہے یہ معنی بھی یہاں درست ہو سکتا ہے یعنی لوگ نہیں ہلاک ہوں گے یہاں تک کہ وہ اپنی مشکل کو دور کرنے کے لیے متعدد غلط قسم کے اعذار پیش کریں گے ۔ بعض روایات میں یعذروا یاء پر فتحہ بھی آیا ہے از عذر، میں بمعنی معذور رکھنا اور معنی یہ ہوگا کہ لوگ ہلاک نہ ہوں گے یہاں تک کہ ان پر کثرت ذنوب کی وجہ سے ملامت کرنے والے معذور اور صواب پر ہوتے ہیں تینوں صورتوں میں معنی یہ ہوا کہ لوگ ذنوب اور برائیوں کے ارتکاب کی وجہ سے ہلاک ہوں گے اور اس وجہ سے وہ زجر و منع اور نہی کا محل ٹھہرے ۔

۴۹۱۸/۱۱ وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ عَدِيٍّ الْكِنْدِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا مَوْلًى لَّنَا اَنَّهٗ سَمِعَ جَدِّيْ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يُعَذِّبُ الْعَامَّةَ بِعَمَلِ الْخَاصَّةِ حَتّٰى يَرَوُا الْمُنْكَرَ بَيْنَ

عدی بن عدی الکندی ۱ؔ کہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے ایک مولی نے حدیث بیان کیا کہ اس نے میرے جد سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے عمل کی وجہ سے عام لوگوں کو عذاب نہیں دیتا

ظَهْرَانِيهِمْ وَهُمْ قَادِرُونَ عَلَى أَنْ يُنْكِرُوهُ فَلَا يُنْكِرُوا فَإِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ عَذَّبَ اللّٰهُ الْعَامَّةَ وَالْخَاصَّةَ۔ (رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ)

یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان بُرے اعمال ہوتے ہوئے دیکھیں[۲] اور وہ ان (بُرے کاموں کے) روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں تو جس وقت صورتحال یہ ہو تو اللہ عام اور خاص سب کو اکٹھا عذاب میں مبتلا فرما دیتا ہے۔

۱؎ الکندی، کاف کے نیچے زیر، کندہ یمنی قبیلہ، تابعی ثقہ ناسک فقیہ ان کے والد عدی بن عمیرہ صحابہ میں سے ہیں ان سے اور اپنے چچا عرس بن عمیرہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے حضرت ایوب اور عطا خراسانی نے روایت لی ہے۔

۲؎ اگر قوم میں سے کچھ لوگ گناہ کا ارتکاب کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى (کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) کے مطابق دوسرے کو اس پر عذاب نہ ہوگا۔

۳؎ مخصوص لوگوں کو بسبب ارتکاب معصیت اور عام لوگوں کو برائی سے منع نہ کرنے اور اسے برا نہ جاننے کی وجہ سے۔

۴۹۱۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ فِي الْمَعَاصِيْ نَهَتْهُمْ عُلَمَاؤُهُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوْا فَجَالَسُوْهُمْ فِيْ مَجَالِسِهِمْ وَاٰكَلُوْهُمْ وَشَارَبُوْهُمْ فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ فَلَعَنَهُمْ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ قَالَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ لَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ حَتّٰى تَأْطِرُوْهُمْ أَطْرًا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوٗدَ وَفِيْ رِوَايَتِهٖ قَالَ كَلَّا وَاللّٰهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَتَأْخُذُنَّ عَلٰى يَدَيِ الظَّالِمِ وَلَتَأْطُرُنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ أَطْرًا وَلَتَقْصُرُنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ قَصْرًا أَوْ لَيَضْرِبَنَّ اللّٰهُ بِقُلُوْبِ بَعْضِكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ثُمَّ لَيَلْعَنَنَّكُمْ كَمَا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب بنو اسرائیل گناہوں میں پڑ گئے ان کے علماء نے انہیں روکا تو وہ نہیں رُکے تو ان کے علماء نے ان کی مجلسوں[۵] میں بیٹھنا شروع کر دیا اور وہ ان (برے لوگوں) کے ساتھ کھاتے پیتے تھے تو اللہ تعالیٰ ان کے بعض کے دلوں کو بعض سے ملا دیا" اور حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی زبان پر ان کی لعنت فرمائی یہ اس وجہ سے تھا کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے[۶]۔ راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھے اس حال میں کہ آپ ٹیک لگائے[۷] ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہاں تک کہ تم ان کو ظلم کرنے سے پوری طرح روک[۸] دو۔

اور ایک روایت میں ہے فرمایا[۹] ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم! تم ضرور بالضرور نیکی کا حکم دو گے اور ضرور بالضرور برائی سے

لَعَنَهُمْ ۔

روکو گے اور البتہ ضرور بالضرور تم ظالم کا ہاتھ پکڑو گے اور ضرور بالضرور اسے حق کی طرف کھینچ لو گے اور اسے تم حق پر قائم رہنے پر مجبور کر دو گے اور اللہ تعالیٰ تم سے بعض کے دلوں کو بعض سے ملا دے گا پھر وہ ضرور بالضرور تم پر لعنت کرے گا جیسا اس نے دوسروں پر لعنت کی تھی ۔

۱ یعنی انھوں نے مداہنت سے کام لیا اور ان بروں کے ساتھ میل جول اور اختلاط اختیار کیا ۔ اکلوہم ، ہمزہ محدودہ از باب مفاعلہ ، بعض نسخوں میں وکلوہم ہمزہ کی جگہ واؤ ہے یہ بھی ایک لغت ہے لیکن نادر ہے اور مشہور اُكُلُوهُم ہے ۔

۲ آیت مبارکہ کا آخری حصہ ہے وَكَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ (لوگ جو برائی کرتے تھے اس پر انھیں وہ منع نہیں کرتے تھے)

۳ آپ بطور اہتمام و اظہار اور اہمیت کی وجہ سے تکیہ چھوڑ کر بیٹھ گئے ۔

۴ یعنی وہ عذاب سے نجات نہیں پاتے

۵ یعنی انھیں معاصی سے روکا ۔ اَطَرَ کا معنی ٹیڑھا اور مائل ہونا ہے ۔ اَطَرْتُ القَوْسَ (میں نے قوس کو دہرا کر دیا) اِطار ہمزہ کے نیچے کسرہ ، ڈھول کی رسی اور گھوڑے اور گدھے کے سم کو کہا جاتا ہے اور ہر وہ چیز جو کسی کا احاطہ کرے ۔

۶ عذاب یا مداہنت سے نجات نہیں پائیں گے ۔

۷ ان میں سے بعض سے دو میں سے ایک شی کا قطعاً صدور ہوا یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یا ان سے اختلاط اور ان پر لعنت ؟

۴۹۴۰ / ۱۳ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ رِجَالًا تُقْرَضُ شِفَاهُهُمْ بِمَقَارِيْضَ مِنْ نَارٍ قُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيْلُ قَالَ هٰؤُلَاءِ خُطَبَاءُ مِنْ اُمَّتِكَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَيَنْسَوْنَ اَنْفُسَهُمْ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَفِيْ رِوَايَتِهٖ قَالَ خُطَبَاءُ مِنْ اُمَّتِكَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شب معراج کچھ مردوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں میں نے کہا یہ کون لوگ ہیں اے جبریل ؟ انھوں نے کہا کہ یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں یہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور اپنے آپ کو بھلا دیتے تھے ۔ ایک روایت میں فرمایا کہ یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو دوسروں کو کہتے تھے خود نہیں کرتے تھے اور اللہ کی کتاب پڑھتے تھے اور خود عمل ۔

وَيَقْرَءُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَلَا يَعْمَلُوْنَ .

نہیں کرتے تھے۔

لے لوگوں کو عمل کا درس دیتے مگر خود عمل نہ کرتے تھے۔

۴۹۲۱ (۱۴) وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُنْزِلَتِ الْمَائِدَةُ مِنَ السَّمَاءِ خُبْزًا وَلَحْمًا وَأُمِرُوْا أَنْ لَا يَخُوْنُوْا وَلَا يَدَّخِرُوْا لِغَدٍ فَخَانُوْا وَادَّخَرُوْا وَرَفَعُوْا لِغَدٍ فَمُسِخُوْا قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: آسمان سے روٹی اور گوشت والا دسترخوان اتارا گیا اور حکم دیا گیا کہ نہ خیانت کرنا اور نہ کل کے لیے جمع کرنا تو انھوں نے خیانت کی اور ذخیرہ بھی کیا اور انھوں نے اٹھایا پس وہ تبدیل کر دیے گئے بندروں اور سوروں کی شکلوں میں۔

لے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم پر

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۴۹۲۲ (۱۵) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ تُصِيْبُ أُمَّتِيْ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ مِنْ سُلْطَانِهِمْ شَدَائِدُ لَا يَنْجُوْ مِنْهُ إِلَّا رَجُلٌ عَرَفَ دِيْنَ اللّٰهِ فَجَاهَدَ عَلَيْهِ بِلِسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَقَلْبِهٖ فَذٰلِكَ الَّذِيْ سَبَقَتْ لَهُ السَّوَابِقُ وَرَجُلٌ عَرَفَ دِيْنَ اللّٰهِ فَصَدَّقَ بِهٖ وَرَجُلٌ عَرَفَ دِيْنَ اللّٰهِ فَسَكَتَ عَلَيْهِ فَإِنْ رَأَى مَنْ يَعْمَلُ الْخَيْرَ أَحَبَّهُ عَلَيْهِ وَإِنْ رَأَى مَنْ يَعْمَلُ بِبَاطِلٍ أَبْغَضَهُ عَلَيْهِ فَذٰلِكَ يَنْجُوْ عَلَى إِبْطَانِهٖ كُلِّهٖ۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کو آخری زمانے میں ان کے حکمرانوں سے سخت تکالیف[1] پہنچیں گی، ان سے نجات وہی شخص پائے گا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے دین کی پہچان دی ہو گی۔ پس اس نے اپنی زبان، ہاتھ اور دل کے ساتھ اس پر جہاد کیا۔ یہ وہ شخص ہے جو پوری طرح سبقت[2] لے گیا اور دوسرا وہ آدمی نجات پائے گا جس نے اللہ کے دین کو پہچان لیا اور اس کی تصدیق کی[3] اور وہ آدمی جس نے اللہ کے دین کو پہچان لیا اور اس پر خاموش رہا تو اگر اس نے کسی کو نیکی کرتے دیکھا تو اس سے محبت کرنے لگا اور اگر اس نے کسی کو دیکھا برائی کرتے ہوئے وہ اس سے ناخوش ہوا تو یہ سب[4] نجات پا جائیں گے اس کی باطنی حالت کی وجہ سے۔

لے برائیوں کے مشاہدہ اور استماع باطل کے بارے میں

۲ے دین الٰہی کو تمام وکمال جانتا ہوگا اور اس پر استقامت کرے گا۔

ـہ۲ اسی شخص کو دنیا و آخرت کی سعادت حاصل ہوگی، جزا، ثواب، توفیق وطاعت و عبادت میں وہ سبقت لے جائیگا۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی میں اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی (بیشک وہ لوگ جو سبقت لے گئے ان کیلیے ہماری طرف سے حسنیٰ ہے) اس طرف اشارہ ہے، سابق ہر فضیلت فضلہ کو کہتے ہیں جو شخص کسی کام سے دوسروں سے سبقت لے جائے اسے کہا جاتا ہے کہ فلاں اس کام میں سابق ہے

ـہ۴ یہ پہلے سے ایک درجہ کم ہے اور زبان و دل سے جہاد کرتا ہے نہ کہ ہاتھ سے۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ لفظ تصدیق آیا ہے جو دل کا عمل اور زبان اس کی ترجمان ہے ان دونوں کو تصدیق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ـہ۵ یہ تینوں افراد دین کی معرفت رکھنے والے مختلف درجات رکھتے ہیں۔ اول سابق، ثانی مقتصد، تیسرا ظالم جیسا کہ آیت کریمہ ہے فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابق بالخيرات، تیسرے کو بہت زیادہ تقصیر کرنے والے ظالم، دوسرے کو درمیانہ اور اول کو سابق یہ تینوں برگزیدہ درگاہ ہیں کیونکہ آیت کا ابتدائی حصہ یہ ہے ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفينا من عبادنا فمنهم ظالم لنفسه۔

۴۹۲۳ / ۱۶ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْحَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلٰى جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنِ اقْلِبْ مَدِيْنَةَ كَذَا وَكَذَا بِاَهْلِهَا فَقَالَ يَا رَبِّ اِنَّ فِيْهِمْ عَبْدَكَ فُلَانًا لَمْ يَعْصِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ قَالَ فَقَالَ اقْلِبْهَا عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ فَاِنَّ وَجْهَهٗ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ فلاں فلاں شہر کے رہنے والوں کو الٹا دو، عرض گذار ہوئے اے رب ان میں تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ راوی نے کہا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس پر اور ان پر الٹ دو کیونکہ اس کا چہرہ ایک لمحہ کے لیے بھی (برائی دیکھ کر) متغیر نہیں ہوا تھا۔

ـہ۱ فلاں شہر جس کی یہ صفات ہیں ان کو باشندوں سمیت الٹ دے۔

ـہ۲ میری اور میرے دین کی محبت میں ایک گھڑی بھی انھیں غیرت نہ آئی اور یہ گناہ عظیم ہے یہی وجہ ہے کہ اس بندے پر عذاب کا ذکر دوسروں سے پہلے کیا پہلے علیہ کہا پھر علیہم، تمعر، غصہ کی وجہ سے چہرے کا رنگ بدل جانا۔

۴۹۲۴ / ۱۷ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَسْاَلُ الْعَبْدَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُ مَالَكَ اِذَا رَاَيْتَ الْمُنْكَرَ فَلَمْ تُنْكِرْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُلَقّٰى حُجَّتَهٗ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ خِفْتُ النَّاسَ وَرَجَوْتُكَ۔ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ (الْاَحَادِيْثُ الثَّلٰثَةُ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ عزوجل قیامت کے دن بندے سے سوال کریگا فرمائے گا تجھے کیا ہوگیا تھا جب تو برائی دیکھتا تھا تو اسے روکتا نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں حجت سکھا دی جائیگی تو وہ عرض کرے گا اے رب لوگوں سے ڈرتے ہوئے اور تیری رحمت کی امید رکھتے ہوئے۔

ـہ۱ لوگوں کے شر اور زیادتی سے ڈرتا تھا اس لیے انھیں کچھ نہ کہا اور برائی کو نہ روکا، لیکن تجھ سے مغفرت کا امیدوار رہوں اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ لوگوں کے غلبہ اور سطوت کی وجہ سے نیکی کا حکم اور برائی سے منع نہ کرنا جائز ہے اور اس میں

بخشش کی امید بھی رکھی جاسکتی ہے۔

۴۹۲۵ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ اِنَّ الْمَعْرُوْفَ وَالْمُنْکَرَ خَلِیْقَتَانِ تُنْصَبَانِ لِلنَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَاَمَّا الْمَعْرُوْفُ فَیُبَشِّرُ اَصْحَابَہٗ وَیُوْعِدُھُمُ الْخَیْرَ وَاَمَّا الْمُنْکَرُ فَیَقُوْلُ اِلَیْکُمْ اِلَیْکُمْ وَمَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَہٗ اِلَّا لُزُوْمًا۔
(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان ہے، بے شک نیکی اور بدی دونوں قیامت کے دن لوگوں کے لیے کھڑی کی جائیں گی تو جو نیکی ہے وہ اپنے کرنیوالوں کو خوشخبری سنائے گی[1] اور انھیں بھلائی کا وعدہ دے گی اور جو برائی ہے تو وہ کہے گی دور ہو جاؤ، اور تمھارے پاس طاقت نہ ہوگی سوائے اس سے چمٹے رہنے کے[2]۔

[1] اپنے عمل والوں کو بشارت دے گی
[2] اس سے حقارت ممکن نہ ہوگی۔

۳۲۹۔ کِتَابُ الرِّقَاقِ

دل کو نرم کر دینے والی باتوں کا بیان

رِقاق، راء کے نیچے زیر رقیق کی جمع ہے جیسے صغیر وکبیر کی جمع صغار وکبار ہے اس سے مراد نرمی ہے اور یہ غلیظ کی ضد ہے، دقائق، دقیقہ کی جمع بھی اسی معنیٰ میں ہے جیسا کہ حقائق اور دقائق۔ رقت کا معنیٰ رحمت بھی ہے یہاں ایسے کلمات مراد ہیں جن سے دل میں نرمی پیدا ہو، دل دنیا کو چھوڑ کر آخرت کی طرف راغب ہو۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۴۹۲۶ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِیْھِمَا کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ الصِّحَّۃُ وَالْفَرَاغُ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دو ایسی نعمتیں ہیں جن میں اکثر لوگ گھاٹے میں ہیں۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

صحت[۱] اور فراغت[۲] (بخاری)

[۱] لوگ ان کی قدر نہ کرتے ہوئے انھیں ضائع کر دیتے ہیں اور اس معاملہ میں نفس کے فریب میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جیسے کہ بیع اور شراء کے معاملہ میں انسان دھوکہ میں آ کر اپنا سامان مفت دے دیتا ہے اور نقصان اٹھاتا ہے۔

[۲] بدن کا امراض سے محفوظ ہونا

[۳] انسان کا مشاغل اور پریشانیوں سے فارغ ہونا یعنی لوگ ان کو غنیمت نہیں جانتے جب بیمار ہو جاتے ہیں یا کسی پریشانی میں مبتلا ہوتے ہیں تو پھر ان کی قدر یاد آتی ہے جیسا کہ محاورہ ہے۔ نعمت جب چھن جائے تو اس کی قدر معلوم ہوتی ہے۔

۴۹۲۷ وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَا الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ اَحَدُكُمْ اِصْبَعَهٗ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت مستورد[۱] بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، خدا کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلہ میں اس طرح ہے جیسے تم میں سے کوئی آدمی اپنی انگلی سمندر میں ڈوبے پھر دیکھے کہ انگلی کتنا پانی لے کر لوٹتی ہے[۲]۔ (مسلم)

[۱] یہ صحابی مصر میں مقیم رہے، حضور کے وصال کے وقت چھوٹے تھے مگر آپ سے سماع ثابت ہے۔

[۲] یعنی سوائے تری یا ایک قطرہ پانی کے کچھ نہیں آتا دنیا اسی طرح آخرت کے مقابلہ میں ہے یہ لوگوں کے سمجھانے کے لیے ہے ورنہ محدود، غیر محدود کے مقابلہ میں ایک قطرہ بھی نہیں۔ قطرہ کی دریا کے سامنے اور خواسی حقیقت ہے، دنیا کی آخرت کے مقابلہ میں یہ حیثیت بھی نہیں۔

۴۹۲۸ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِجَدْيٍ اَسَكَّ مَيِّتٍ فَقَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنَّ هٰذَا لَهٗ بِدِرْهَمٍ فَقَالُوْا مَا نُحِبُّ اَنَّهٗ لَنَا بِشَيْءٍ قَالَ فَوَاللّٰهِ لَلدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذَا عَلَيْكُمْ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھیڑ[۱] کے مردہ بچے کے پاس سے گزرے، فرمایا[۲] تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ وہ اسے ایک درہم کے عوض خرید لے۔ عرض کیا ہم نہیں چاہتے کہ بغیر عوض بھی اسے لیں، فرمایا اللہ کی قسم! دنیا اللہ کے ہاں اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے جیسے یہ تمھارے نزدیک۔ (المسلم)

[۱] اَسَكُّ۔ جس بچے کے کان نہ ہوں یا کاٹ دیے گئے ہوں یہاں مراد بوسیدگی کی وجہ سے اس کے کان جدا ہونا ہے، کیونکہ خلقت کے اعتبار سے کانوں کا ہونا یا نہ ہونا اس معاملہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ البتہ اس میں صورت کا قبیح ہونا ہوتا ہے۔

[۲] اظہار حقارت کی خاطر

سے اسے کوئی بغیر قیمت کے بھی خریدنے کے لیے تیار نہیں، چہ جائیکہ اس کی قیمت دی جائے۔

۴۹۲۹ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا مومن کے لیے قید خانہ[۱] ہے اور کافر کی جنت[۲]۔ (المسلم)

سلہ کیونکہ اس میں وہ محنت و مشقت میں ہوتا ہے یا یہ مراد ہے کہ آخرت کے مقابل دنیا اس پر تنگ ہے اور وہ فضائے ملکوتی میں اڑان چاہتا ہے۔

سلہ کیونکہ اس کی لذتوں اور شہوات میں اس طرح مشغول رہتا ہے کہ اس سے باہر جانا پسند نہیں کرتا۔ بعض شارحین کی رائے یہ ہے کہ مومن کے لیے اس ثواب کے مقابل دنیا قید ہے جو اسے آخرت کے اعمال پر آمادہ کرتے ہیں اور کافر کے لیے جنت اس عذاب کے مقابل ہے جو اسے آخرت میں ہوگا۔ یعنی مومن اگرچہ یہاں ناز و نعمت پاتا ہے مگر یہ آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ کافر اس دنیا میں تکلیف دیکھتا مگر اس کی آخرت کی تکلیف کے مقابل کوئی حقیقت نہیں۔

۴۹۳۰ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً يُعْطٰى بِهَا فِي الدُّنْيَا وَيُجْزٰى بِهَا فِي الْآخِرَةِ وَأَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ بِهَا لِلّٰهِ فِي الدُّنْيَا حَتّٰى إِذَا أَفْضٰى إِلَى الْآخِرَةِ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُجْزٰى بِهَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی مومن کی نیکی کو کم نہیں کرتا اس کا عوض دنیا میں دیا جاتا ہے اور اس کے عوض آخرت میں جزا بھی دی جائے گی۔ رہا کافر تو اسے اس کی نیکیوں کا عوض دنیا میں کھلا دیا جاتا ہے حتیٰ کہ جب آخرت میں جائے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی جس کی جزا اسے حاصل ہو[۱]۔ (المسلم)

سلہ جب مومن کوئی نیکی کرتا ہے تو اس کی جزا اسے آخرت میں ملنے کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی وسعتِ رزق زندگی میں آرام، دل کا سکون، آفات سے سلامتی وغیرہ کی صورت میں ملتی ہے اور کافر جب کوئی نیکی کرتا ہے تو اس کی تمام جزا اسے دنیا میں دے دی جاتی ہے۔ آخرت میں اس کے لیے کوئی جزا اور ثواب نہ ہوگا۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا نیک عمل ضائع نہیں ہوتا، اس کی جزا ضرور ملتی ہے خواہ دنیا میں یا آخرت میں۔ چونکہ دنیا میں ہمیشگی نہیں، اس لیے ثواب کا تعلق آخرت سے رکھا۔ بعض روایات میں ہے کہ کافر کے نیک عمل پر آخرت میں بھی جزا بصورت تخفیف عذاب حاصل ہوگی۔ اب نفی جزا سے مراد آخرت میں جنت اور نعمتوں کا ملنا ہوگا۔ یعنی کافر ان سے بہرہ ور نہیں ہوگا۔

۴۹۳۱ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّھَوَاتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّۃُ بِالْمَکَارِہِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) اِلَّا عِنْدَ مُسْلِمٍ حُفَّتْ بَدَلَ حُجِبَتْ۔

کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: آگ خواہشات سے ڈھانپ دی گئی ہے اور جنّت تکالیف سے گھیر دی گئی ہے (بخاری، مسلم) مسلم[2] میں حُجِبَت کی جگہ حُفَّت ہے۔

[1] یعنی جب انسان اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرے، شہوات ولذّات سے صبر کرے تو یہ چیز اُسے جنّت میں لے جائے گی کیونکہ جو چیز پردہ کے اندر تھی جب پردہ تک انسان جا پہنچا تو جس وقت پردہ اٹھائیگا وہ اسے حاصل ہوجائے گی گویا انسان پہلے پردہ تک پہنچتا ہے پھر جنت میں، اسی طرح شہوات کا پردہ دوزخ پر ہے۔ جب انسان ان کا ارتکاب کرے گا تو وہ اسے دوزخ میں لے جائیں گی۔ شہوات سے مراد حرام اُمور ہیں ورنہ جو مباح خواہشات ہیں وہ دوزخ میں داخلے اور جنت میں عدم دخول کا سبب نہیں، البتہ یہ مقامِ قُرب وولایت سے دور کردیتی ہیں۔ اس حدیث سے "اَلْعِلْمُ حِجَابُ اللہِ" کا معنی بھی واضح ہوگیا کہ علم خدا اور بندے کے درمیان پردہ ہے جب انسان علم کے پردے تک جا پہنچتا ہے تو وہ اپنے مولیٰ کو پالیتا ہے۔

[2] مسلم میں یہ روایت "حُفَّتِ النَّارُ بِالشَّھَوَاتِ وَحُفَّتِ الْجَنَّۃُ بِالْمَکَارِہِ" کے الفاظ ہیں معنی دونوں کا ایک ہی ہے

۴۹۳۲ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعِسَ عَبْدُ الدِّیْنَارِ وَعَبْدُ الدِّرْھَمِ وَعَبْدُ الْخَمِیْصَۃِ اِنْ اُعْطِیَ رَضِیَ وَاِنْ لَّمْ یُعْطَ سَخِطَ تَعِسَ وَانْتَکَسَ وَاِذَا شِیْکَ فَلَا انْتُقِشَ طُوْبٰی لِعَبْدٍ اٰخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ اَشْعَثَ رَاْسُہٗ مُغْبَرَّۃٍ قَدَمَاہُ اِنْ کَانَ فِی الْحِرَاسَۃِ کَانَ فِی الْحِرَاسَۃِ وَاِنْ کَانَ فِی السَّاقَۃِ کَانَ فِی السَّاقَۃِ اِنِ اسْتَاْذَنَ لَمْ یُؤْذَنْ لَہٗ وَاِنْ شَفَعَ لَمْ یُشَفَّعْ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہلاک ہوجائے دنیا کا غلام روپے پیسے کا غلام اعلیٰ کپڑوں[1] کا غلام، اگر اسے دیا جائے تو خوش رہے اور نہ دیا جائے تو ناراض ہوجائے[2] وہ ہلاک ہوجائے برباد ہوجائے اور جب کانٹا لگے تو نہ نکلے[3] مژدہ ہو اس آدمی کے لیے جو اللہ کی راہ میں گھوڑے کی لگام پکڑے ہو اس کے بال پراگندہ ہوں۔ اس کے قدم گرد آلود۔ اگر پہرے کی ذمہ داری ہو تو پہرے[4] میں رہے اگر لشکر کے پیچھے ہو تو پیچھے[5] رہے اگر اجازت[6] مانگے تو اجازت نہ ملے اگر وہ کسی کی سفارش کرے تو نہ سنی جائے۔ (البخاری)

[1] "خَمِیْصَۃ" خا پر زبر، بروزن سفینہ دھاری دار سیاہ کپڑا، صراح میں ہے کہ خمیصہ اس گدڑی کو کہا جاتا ہے جس کے چاروں اطراف میں دھاری ہو یعنی وہ شخص مال کے ساتھ محبت رکھتا ہو لیکن اس کے حقوق کی ادائیگی میں بخل سے کام لیتا ہو۔ اسے لباس فاخرہ پسند ہو اور زیب وزینت بطور تکبر کرتا ہو اور لفظ "عبد" کے ساتھ تعبیر میں حکمت

یہ ہے کہ متاعِ دنیا کی محبت میں گرفتار ہونا مذموم ہے اگر کسی کے پاس متاعِ دنیا ہو مگر وہ اس میں گرفتار نہ ہو تو یہ قابلِ مذمت نہیں۔

۲؎ اس کی غلامی کی علامت بیان کی کہ اگر مل جائے تو خوش ورنہ ناخوش۔

۳؎ ہر وقت دنیا کی حرص اور مال جمع کرنے والا ہو، اگر مال مل جائے تو راضی ورنہ ناراض (کذا قال الطیبی) اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا عطا کرنا اور نہ کرنا، اور اس پر اس شخص کا خوش یا ناخوش ہونا مراد ہو۔

۴؎ دوبارہ اس کی ہلاکت کی دعا کی

۵؎ نقش، پاؤں سے کانٹا نکالنا، یعنی جب یہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو کوئی اس کی تھوڑی مدد بھی نہ کرے کیونکہ پاؤں سے کانٹا نکالنا اعانت کا ادنیٰ درجہ ہے جب ادنیٰ درجہ کی نفی ہو گی تو مافوق کی بطریقِ اولیٰ ہو جائے گی۔

واضح رہے کہ ہم نے شارحین کی اتباع میں اس کلام کو دعا پر محمول کیا ہے، اگر اسے اس گروہ کی شناعت وقباحت و خباثت اور ان کی دنیا و آخرت میں ذلت ورسوائی کی خبر پر محمول کیا جائے تو بھی جائز ہے جب دنیاداروں کے بارے میں بیان فرمایا تو اس کے مقابل ان کا ذکر بھی کیا جو طالبانِ دین اور تارکینِ دنیا ہوتے ہیں، اللہ کی راہ میں جہاد اس کا محبوب مشغلہ ہوتا ہے اور ان کے ہاں دنیا کی زیب وزینت کی ان کی نگاہ میں کوئی قدر وقیمت نہیں ہوتی، لیکن وہ اہلِ دنیا کی نظروں میں حقیر ہوتے ہیں۔

۶؎ اگر اسے مقدمہ لشکر میں بھیجا جائے تو اس میں چلا جائے۔

۷؎ ساقہ، لشکر کے آخری حصہ کو کہا جاتا ہے یعنی وہ تکبر نہیں کرتا بلکہ مسلمانوں کے تابع ہوتا ہے جو ذمہ داری اس کے سپرد کی جائے اسے بخوشی قبول کر لیتا ہے۔

۸؎ یعنی اگر وہ کسی مجلس میں شرکت کی اجازت چاہے تو اجازت نہ دی جائے۔

۹؎ اگر وہ کسی کی سفارش کرے کہ اس کی غلطی معاف کر دی جائے تو وہ سنی نہ جائے، یعنی اسے لوگ بے قدر وقیمت جانتے ہوں۔

۴۹۳۳ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِمَّا اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِّنْ بَعْدِیْ مَا یُفْتَحُ عَلَیْکُمْ مِّنْ زَھْرَۃِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتِھَا فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوَیَاْتِی الْخَیْرُ بِالشَّرِّ فَسَکَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّہٗ یُنْزَلُ عَلَیْہِ قَالَ فَمَسَحَ عَنْہُ الرُّحَضَاءَ وَقَالَ اَیْنَ السَّائِلُ وَکَاَنَّہٗ حَمِدَہٗ فَقَالَ اِنَّہٗ لَا یَاْتِی الْخَیْرُ بِالشَّرِّ وَاِنَّ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے بعد میں[۱] تم پر جن چیزوں کا خوف کرتا ہوں وہ دنیا کی تازگی ہے اور اس کی زینت ہے جو تم پر کھول دی جائے گی، ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا خیر بھی شر لاتی ہے[۲] تو آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے پھر حضور نے پسینہ صاف[۳] فرمایا اور فرمایا سائل کہاں ہے؟ غالباً حضور نے اس کی تحسین فرمائی

مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيعُ مَا يَقْتُلُ حَبَطًا اَوْ يُلِمُّ اِلَّا اٰكِلَةَ الْخَضِرِ اَكَلَتْ حَتّٰى اِمْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اِسْتَقْبَلَتْ عَيْنَ الشَّمْسِ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ ثُمَّ عَادَتْ فَاَكَلَتْ وَاِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ اَخَذَهٗ بِحَقِّهٖ وَوَضَعَهٗ فِيْ حَقِّهٖ فَنِعْمَ الْمَعُوْنَةُ هُوَ وَمَنْ اَخَذَهٗ بِغَيْرِ حَقِّهٖ كَالَّذِيْ يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَيَكُوْنُ شَهِيْدًا عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

پھر فرمایا[۴] خیر شر کو نہیں لاتی جیسے بہار اگاتی ہے اس میں سے بعض وہ ہے جو پیٹ پھلا کر ہلاک[۵] کر دیتی ہے یا بیمار کر دیتی ہے[۶] سوائے اس جانور کے جو سبزی[۷] کھائے، حتیٰ کہ اس کی کوکھیں تن جائیں تو دھوپ میں[۸] آجائے اور لوٹے پوٹے[۹] پیشاب کرے پھر لوٹ جائے اور کھائے[۱۰] یقیناً یہ مال ہرا بھرا میٹھا[۱۱] ہے تو جو اسے اس کے حق میں لے اور اس کے حق میں خرچ کرے وہ اچھا مددگار ہے اور جو ناحق لے وہ اس کی طرح ہوگا جو کھائے اور سیر نہ ہو یہ مال قیامت کے دن اس کے خلاف گواہ ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

۱ اپنے وصال کے بعد

۲ غنیمت اور دیگر اموال کا حصول خیر ہے تو یہ شر کا سبب کیسے بن جائے گا؟

۳ نزولِ وحی کے وقت آپ کو پسینہ آجاتا تھا۔ "رُحَضَا" را پر پیش حا پر زبر اس پسینے کو کہا جاتا ہے جو بخار کے بعد آئے۔

۴ یعنی رزق اگرچہ کثیر ہو جائے، یہ خیر ہے، مگر شر نہیں البتہ بخل، اسراف اور حدِ اعتدال سے تجاوز کی وجہ سے اسے شر عارض ہو جاتا ہے مثلاً بہار خیر ہے کہ اس کی وجہ سے گھاس وغیرہ اگتا ہے مگر جب چوپائے کھانے میں افراط سے کام لیں تو ہلاکت آتی ہے اس کی بعد میں تفصیل بیان کی جائے گی۔

۵ حَبَطَ، حا اور با پر زبر، چوپائے کا زیادہ چرنے سے ہلاک ہونا، صراح میں ہے کہ حَبَطًا زیادہ کھانے کی وجہ سے پیٹ کا باہر آنا، بعض روایات میں "خَبَطًا" ہے اس کا معنی اضطراب ہے چوپائے کا کھانے میں ہاتھ پاؤں مارنا، پہلی روایت اصح اور اقرب ہے۔

۶ مرتا نہیں مگر ہلاکت کے قریب ہو جاتا ہے۔ المام پیچھے آنا اور نزدیک ہونا ہے جیسے کہا جاتا ہے الما بشیب (بڑھاپے کے قریب) ہوا الما بلوغ (بلوغ کے قریب)

۷ خَضِر، خا پر زبر اور ضاد کے نیچے زیر۔ تر و تازہ گھاس۔

۸ آفتاب کے سامنے کھڑی ہو جاتی ہیں یہ جو چوپایوں کی عادت ہے کہ جب بدہضمی ہو اور ان کا پیٹ پھول جائے تو دھوپ میں کھڑے ہوتے ہیں جب گرم ہو جائے تو پیٹ نرم ہو جاتا ہے اور جو کچھ اس میں ہوتا ہے وہ خارج ہو جاتا ہے۔

۹ اس کا پیٹ درست ہو جانا ہے ثَلَطَ، اونٹ، گائے اور ہاتھی کے بول و براز کو کہا جاتا ہے۔

۱۰ یعنی وہ چارپایہ اتنا کھاتا ہے کہ بدہضمی ہو جاتی ہے پھر اسے باہر نکالتا ہے پھر کھانا شروع کر دیتا ہے

یہ اس شخص کی مثال ہے جو بعض اوقات حد سے تجاوز کرتا ہے اور غلبۂ شہوت کی وجہ سے ہلاکت کے قریب چلا جاتا ہے لیکن جلدی رجوع کر لیتا ہے ہمیشہ معصیت میں مبتلا نہیں رہتا ۔ پھر ہدایت کی روشنی میں آکر توبہ کے ساتھ اپنے نفس کا تزکیہ و تطہیر کرتا ہے ۔ پہلی صورت " ما یقتل حبطا " سے اس شخص کے حال کی طرف اشارہ ہے جو معصیت و شہوت میں اس طرح اصرار کرتا ہے کہ اسی میں ہلاک ہو جاتا ہے لیکن رجوع اور توبہ کی توفیق نہیں پاتا ۔ ان دو اقسام پر قیاس کرتے ہوئے ایک اور قسم بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ ایک وہ شخص ہے جو نفس کی معصیت و شہوت میں گرفتار نہیں ہوتا اور دنیا کا تارک ہے پہلا شخص ظالم، دوسرا معتدل اور تیسرا سبقت لے جانے والا ۔ ایک نے بالکل دنیا کو حاصل نہیں کیا، دوسرے نے ہاتھ آلودہ کیے مگر دھو لیے ۔ تیسرا اس طرح ملوث ہوا کہ دین کا ہو کر رہ گیا نعوذ باللہ من ذٰلک ۔ اس کے بعد لوگوں کے احوال حصولِ مال میں محنت و مشقت اور اس کے خرچ کرنے کی طرف اشارہ کیا۔

۱؎ دنیا کا مال تر و تازہ، رنگین آنکھوں میں خوشنما نظر آتا ہے اس طرح یہ لذت اور خوش طعم کہ دل اس کی طرف مائل ہوتا ہے ۔ بعض روایات میں خضر اور حلو دونوں تاء کے بغیر بھی ہیں جس میں لفظ مال کا اعتبار کیا گیا ہے اور تاء کی صورت میں لفظ دنیا کا اعتبار کیا گیا ہے ۔

۲؎ جس نے مال میں سے اپنا حق لیا اور اس کے حق کو ادا بھی کیا ۔ مال نے اس کی مدد کی ۔

۳؎ وہ قیامت کے روز اس کے خلاف گواہی دے گا ۔

۴۹۳۴ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰهِ لَا الْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنْ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عمرو[1] بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا[2] اللہ کی قسم مجھے تم پر فقر کا خوف نہیں ۔ میں اس سے خوف کرتا ہوں کہ تم پر دنیا کھول دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کھول دی گئی اور تم اس میں محبت رغبت کرنے لگو جیسے ان لوگوں نے کی اور دنیا تمھیں اس طرح ہلاک کر دے جس طرح انھیں کیا[3] (بخاری و مسلم)

۱؎ یہ صحابی انصاری اور بدری ہیں مدینہ طیبہ میں مقیم رہے ۔

۲؎ صحابہ سے مخاطب ہو کر

۳؎ یہ خوف کی وجہ ہے کہ تم اس کی محبت میں گرفتار ہو جاؤ گے، حرص و لالچ لوگوں کا وطیرہ بن جائے ۔ دُنیا کا مال حاصل کرنا اور اس کا جمع کرنا آخرت کے لحاظ سے موجبِ ہلاکت ہے یا اس سے مراد یہ ہے، مالِ دنیا کی وجہ سے تم اپنے میں قتال کرو گے ۔

۴۹۳۵ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا وَّ فِیْ رِوَایَۃٍ کَفَافًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے، اے اللہ محمد کے گھر والوں کو روزی بقدر ضرورت عطا فرما دوسری روایت میں بقدر کفایت کے الفاظ ہیں (بخاری و مسلم)

۱ قُوۡتٌ، قاف پر پیش واؤ ساکن

۲ قُوْتًا کی جگہ کفافًا کے الفاظ ہیں

۳ قُوْت سے مراد اتنا رزق ہے کہ اس سے بدن محفوظ ہو جائے اور قیام ہو سکے یعنی بعض شارحین کی رائے یہ ہے کہ انسان اس سے زندہ رہے ، کفاف کاف پر زبر ہے یعنی اتنا عطا فرما جو سوال اور مانگنے سے بے نیاز کر دے (کذا فی القاموس) اور صراح میں ہے کفاف پر فتحہ اندازہ اور گزارہ کے معنی میں ہے۔ بعض نے کفاف کی تفسیر لفظ قوت کے ساتھ ہی کی ہے اس لحاظ سے دوسری روایت پہلی کی تفسیر ہے۔ واضح رہے کہ کفاف اشخاص، احوال، اوقات کے حوالے سے مختلف ہو سکتا ہے۔ ایک آدمی بہت کم کھاتا ہے دو تین یا اس سے زیادہ دن بھوکا بھی رہ سکتا ہے، دوسرا دن میں دو بار کھاتا ہے۔ ایک عیال دار ہے خواہ تھوڑا یا زیادہ دوسرے کا عیال نہیں۔ قحط، تنگی، خوف اور حالتِ مرض میں تھوڑی چیز کافی اور حالت سیری و آسانی میں زیادہ کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا کفاف کی مقدار کا تعین نہ ہو گا بہتر یہی ہے کہ اس سے طاعت پر قوت و طاقت اور معاملاتِ دنیوی میں حرکت فوت نہ ہو۔ اس فرمانِ نبوی میں اُمت کے لیے یہ تعلیم ہے کہ وہ طلبِ دنیا میں زیادہ ہی اُلجھ کر نہ رہ جائیں۔ مقدار کفاف اور قوت لایموت پر اکتفا کریں اور حدِ اعتدال سے ہرگز متجاوز نہ ہوں۔ اسی لیے علماء نے بیان کیا ہے کفاف فقر و غنیٰ سے افضل ہے اور اگر کثرتِ مال و غناء سرکشی اور نافرمانی و اسراف کا سبب نہ بنے بلکہ وہ باعث خیر و برکت ہو تو یہ دوسری فضیلت ہے یہاں آل سے مراد آپ کا تمام خاندان اور آپ کے اتباع کرنے والے ہیں جو کہ آل کا اصل معنی ہے اگر یہاں صرف آپ کے اہل مراد ہوں تو پھر دوسروں کا حکم بطور قیاس ثابت ہو گا۔

۴۹۳۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَرُزِقَ کَفَافًا وَّقَنَّعَہُ اللّٰہُ بِمَآ اٰتَاہُ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص فلاح پا گیا جو مسلمان ہوا۱ اور اسے بقدر کفایت رزق دیا گیا اور اسے دیے ہوئے رزق پر اللہ تعالیٰ نے قناعت عطا فرما دی۔ (مسلم)

۱ یا اس نے اللہ تعالیٰ کی قضا و تقدیر کو تسلیم کر لیا۔

۴۹۳۷ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْعَبْدُ مَالِیْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ کہتا ہے

مَالِيْ وَاِنَّ مَالَهٗ مِنْ مَّالِهٖ ثَلٰثٌ مَّا اَكَلَ فَاَفْنٰى اَوْ لَبِسَ فَاَبْلٰى اَوْ اَعْطٰى فَاقْتَنٰى وَمَا سِوٰى ذٰلِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَّتَارِكُهٗ لِلنَّاسِ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

میرا[1] مال میرا مال حالانکہ اس کے صرف تین مال ہیں جو کھا کر ختم کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا ، دے کر جمع کر لیا[2] ، ان کے علاوہ وہ تو جانے والا ہے اور اسے لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے ۔ (مسلم)

[1] بندہ ملکیتِ مال پر فخر و تکبر کرتے ہوئے کہتا ہے ۔

[2] یعنی وہ مال جو اس نے فقراء و بیوگان پر خرچ کر دیا وہ اس نے اپنے لیے آخرت میں ثواب کی صورت میں جمع و ذخیرہ کر لیا ۔

۴۹۳۸ ۱۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلٰثَةٌ فَيَرْجِعُ اِثْنَانِ وَيَبْقٰى مَعَهٗ وَاحِدٌ يَتْبَعُهٗ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَعَمَلُهٗ فَيَرْجِعُ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَيَبْقٰى عَمَلُهٗ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میّت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں دو چیزیں واپس لوٹ آتی ہیں البتہ ایک اس کے ساتھ رہ جاتی ہے اس کا خاندان ، مال اور اعمال جاتے ہیں ، خاندان اور مال لوٹ آتے ہیں اور اعمال ساتھ رہتے ہیں ۔ (بخاری ، مسلم)

۴۹۳۹ ۱۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهٖ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ مَّالِهٖ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُهٗ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ مَّالِ وَارِثِهٖ قَالَ فَاِنَّ مَالَهٗ مَا قَدَّمَ وَمَالَ وَارِثِهٖ مَا اَخَّرَ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے[1] کس کو وارث کا مال اپنے مال سے پیارا ہے ۔ عرض کیا یا رسول اللہ ! کسی کو بھی نہیں ۔ ہر ایک کو اپنا مال ہی پیارا ہوتا ہے ۔ فرمایا اس کا مال وہی ہے جو اس نے آگے بھیجا[2] وہ مال جسے چھوڑ گیا[3] وہ تو وارث کا مال ہے (بخاری)

[1] تم میں سے کوئی ہے جو یہ چاہتا ہو کہ وارث کا مال جو میرا نہ ہو ۔

[2] جو معاشرے کے فقراء و بیوگان پر خرچ کر دیا ۔

[3] اگر کوئی چاہتا ہے کہ اسے مال حاصل رہے تو وہ صدقہ کی صورت میں آگے بھیج دے ، پیچھے نہ چھوڑے اور اگر خرچ نہیں کرے گا گویا اس نے وارث کا مال پسند کیا ، گویا اس نے بخل کرتے ہوئے مال کا حق ادا نہ کیا ، اگر صدقہ و وصیت برائے فقراء کے بعد کچھ مال ورثاء کے لیے چھوڑتا ہے تو یہ افضل ہے جب کہ حدیث میں آیا ہے کہ ورثا کو تونگر چھوڑ کر جانا اس سے بہتر ہے کہ گداگر نہیں ۔

۴۹۴۰ ۱۵ وَعَنْ مُّطَرِّفٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ

حضرت مطرف[1] اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَقْرَأُ "اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ" قَالَ یَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ مَالِیْ مَالِیْ قَالَ وَھَلْ لَکَ یَا ابْنَ اٰدَمَ اِلَّا مَا اَکَلْتَ فَاَفْنَیْتَ اَوْ لَبِسْتَ فَاَبْلَیْتَ اَوْ تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَیْتَ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

کہ میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ "اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ" کی تلاوت فرما رہے تھے۔ فرمایا آدمی کہتا ہے میرا مال میرا مال فرمایا اے انسان یہ تیرا مال نہیں مگر وہ جو تو کھا کر ختم کر دے یا پہن کر پرانا کر دے یا صدقہ کر کے آگے بھیج دے۔

(المسلم)

سلہ مُطَرِّف، میم پر پیش، طا پر زبر، را کے نیچے زیر اور جزم، تابعی ہیں، اُمت کے سرکردہ آئمہ میں سے ہیں، ابنِ سعد نے انھیں اہلِ بصرہ میں سے دوسرے طبقے میں شمار کیا ہے اور ثقہ، اہلِ فضل، تقویٰ اور ادب قرار دیا۔

سلہ ان کے والد گرامی کا نام حضرت عبداللہ بن شخیر ہے۔ شین کے پیچھے زیر، خاء پر شد ہے انھوں نے حضرت علی، ابوذر، عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی اور ان سے حضرت قتادہ، حسن اور ثابت نے روایت لی ہے۔

سلہ کثرتِ مال نے تمھیں آخرت سے بے فکر کر دیا ہے۔

۴۹۴۱/۱۶ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ کَثْرَۃِ الْعَرَضِ وَلٰکِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا امیری کثرتِ مال و اسبابلہ کا نام نہیں بلکہ امیری دل کے غناسلہ کا نام ہے۔

(بخاری و مسلم)

سلہ عرض، رامتحرک کی صورت میں نقد مال مراد ہے اور سکون کی صورت میں صرف نقد کو کہا جاتا ہے۔ یہاں متحرک ہے تاکہ نقدی اور دیگر اسباب کو شامل ہو۔

سلہ حقیقی تونگر ہونا دل کا قانع ہونا اور بے نیازی ہے، مانگنے سے اجتناب اور حرص ولالچ سے دور ہونا ہے جو پہلی صورت اختیار کرے گا وہ ہمیشہ محتاجوں کی طرح مال ہی جمع کرتا رہے گا اور جو کفایت شعاری کو اپنا پیشہ بنائے وہ غنی ہوگا اگرچہ اس کے پاس مال نہ ہو جیسا کہ محاورہ ہے " تونگری بدل ست نہ بمال ، بزرگی بعقل نہ بسال " تونگری دل کی ہوتی ہے مال سے نہیں بزرگی عقل سے ہے نہ کہ عمر سے، بعض شارحین کی رائے یہ ہے کہ غناءِ نفس سے مراد علمی و عملی کمالات کا حصول ہے کیونکہ نفس ناطقہ ان کے بغیر تونگر نہیں ہوتا یعنی تونگری اور دولت کا حصول کمال کے ساتھ ہے مال کے ساتھ نہیں۔ شعر ؎

تونگری نہ بمال ست نزد اہلِ کمال   کہ مال تا لبِ گور ست بعد ازاں اعمال

اہلِ کمال کے نزدیک تونگری مال سے نہیں ہوتی کیونکہ مال صرف قبر کے کنارے تک جاتا ہے مگر اعمال و کمال ساتھ جاتے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِي

۴۹۴۲/۱۷ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّاْخُذُ عَنِّي هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ فَيَعْمَلُ بِهِنَّ اَوْ يُعَلِّمُ مَنْ يَّعْمَلُ بِهِنَّ قُلْتُ اَنَا يَا رَسُولَ اللهِ فَاَخَذَ بِيَدِي فَعَدَّ خَمْسًا فَقَالَ اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللهُ لَكَ تَكُنْ اَغْنَى النَّاسِ وَاَحْسِنْ اِلٰى جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا وَاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا وَّلَا تُكْثِرِ الضِّحْكَ فَاِنَّ كَثْرَةَ الضِّحْكِ تُمِيتُ الْقَلْبَ ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ)

دوسری فصل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : کون ہے جو مجھ سے یہ چند باتیں لے کر ان پر عمل کرے گا یا اسے سکھائے جو ان باتوں پر عمل کرے گا ، میں نے عرض کیا : یارسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں (عمل کروں گا اور دوسروں کو سکھاؤں گا) تو آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا ، پھر پانچ چیزیں شمار کیں ، فرمایا : حرام چیزوں سے بچو ، تم لوگوں میں بہت بڑے عبادت گزار ہو جاؤ گے ، اللہ تعالےٰ نے تمھاری قسمت میں جو لکھ دیا ہے ، اس پر راضی رہو ، تمام لوگوں سے زیادہ غنی ہو جاؤ گے ، اپنے پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کرو ، مومن ہو جاؤ گے ، اور لوگوں کے لیے وہی چیز پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو ، مسلمان ہو جاؤ گے ۔ زیادہ نہ ہنسا کرو کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مُردہ کر دیتا ہے

(احمد ، ترمذی)

۴۹۴۳ (۱۸) وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ ابْنَ اٰدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِیْ اَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًی وَّاَسُدُّ فَقْرَكَ وَاِنْ لَّا تَفْعَلْ مَلَأْتُ یَدَكَ شُغْلًا وَّلَمْ اَسُدَّ فَقْرَكَ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَۃَ)

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے[۱]، اے انسان! تو میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا[۲]، میں تیرا سینہ غنا سے مالا مال[۳] کر دوں گا، تیری غربت دور کر دوں گا[۴] اور اگر تو یہ نہ کرے گا[۵] تو تیرا ہاتھ مصروفیات سے بھر دوں گا[۶] مگر تیرے فقر کو ختم نہیں کروں گا۔ (مسند احمد، ابن ماجہ)

۱ اس وحی میں جو اس نے اپنے پیارے رسول کی طرف کی۔

۲ دنیوی مشاغل سے

۳ مخلوق سے بے نیاز کر دوں گا

۴ مخلوق سے تیری نیازمندی ختم کر دوں گا

۵ تو ان دنیوی مشاغل اور مصروفیات میں ہی پھنسا رہے گا

۶ دنیوی مشاغل میں مصروفیات کے باوجود فقر و احتیاج ختم نہیں ہوگا بلکہ پریشانی میں اضافہ ہی ہوگا لہٰذا ان سے فارغ ہو کر عبادت کی طرف متوجہ ہونا آسائش و آرام بھی ہے اور غنا بھی۔

۴۹۴۴ (۱۹) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ ذُكِرَ رَجُلٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعِبَادَۃٍ وَّاجْتِھَادٍ وَّذُكِرَ اٰخَرُ بِرِعَۃٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَعْدِلْ بِالرِّعَۃِ یَعْنِی الْوَرَعَ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمتِ اقدس میں ایک شخص کی عبادت اور محنت[۱] کا ذکر کیا گیا اور دوسرے کے تقویٰ کا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عبادت تقویٰ کے برابر[۲] نہیں ہو سکتی (ترمذی)

۱ عبادت میں بہت زیادہ مشقت اٹھانا

۲ لَا تَعْدِلْ، تا پر زبر اور دال کے نیچے زیر، بعض روایات میں "لَا یُعْدَلُ" یا پر پیش، دال پر زبر ہے

۴۹۴۵ (۲۰) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ مَیْمُوْنِ الْاَوْدِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ وَّھُوَ یَعِظُہٗ اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ ھَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَیٰوتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ۔

حضرت عمرو بن میمون اودی[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، پانچ اشیاء کو پانچ اشیاء سے پہلے غنیمت جانو[۲]، بڑھاپے[۳] سے پہلے جوانی کو، بیماری سے پہلے تندرستی کو، فقر سے پہلے غنا کو، مصروفیت سے پہلے فرصت[۴] کو، موت سے

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ مُرْسَلًا) پہلے زندگی کو موت ۲ (ترمذی)

۱ الاَوْدِی ، ہمزہ پر زبر ، دال ساکن ، اود بن صعب کی طرف نسبت ہے ، زمانہ جاہلیّت پایا ، اسلام لائے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا شرف نہ پایا ، امام ابن عبد اللہ نے انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے لیکن ان کا شمار اہلِ کوفہ کے کبار تابعین میں ہوتا ہے ، کثرت کے ساتھ حج اور عبادات بجالانے والے تھے ۔ یہ بھی منقول ہے کہ انھوں نے زمانہ جاہلیت میں بندروں کو رجم کیا ۔

۲ غنیمت اس مال کو کہا جاتا ہے جو جنگ کی صورت میں کافروں سے حاصل ہوتا ہے ، کسی مقصود کو بغیر مشقّت کا حاصل ہونا بھی اسس کا معنی ہے ۔

۳ هَرَمٌ ، ہاء اور را پر زبر ، سخت بڑھاپا اور اگر راء کے نیچے زیر ہو تو اس کا معنی بوڑھا ہے ۔

۴ تندرستی ایمان کے بعد عظیم نعمت ہے ، سَقَم سین اور قاف پر زبر ، اس پر پیش اور سکون بھی ہو سکتا ہے

۵ ذمّہ داریوں کے عاید ہونے سے قبل ۔

۶ یعنی بڑھاپا ، بیماری ، فقر ، مصروفیت آگے رہیں گے لہٰذا ان سے پہلے وقت کو غنیمت جاننا چاہیے ۔

۴۹۴۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا يَنْتَظِرُ اَحَدُكُمْ اِلَّا غِنًى مُطْغِيًا اَوْ فَقْرًا مُنْسِيًا اَوْ مَرَضًا مُفْسِدًا اَوْ هَرَمًا مُفْنِدًا اَوْ مَوْتًا مُجْهِزًا اَوِ الدَّجَّالَ فَالدَّجَّالُ شَرُّ غَائِبٍ يُنْتَظَرُ اَوِ السَّاعَةَ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

۲۱

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی نہیں انتظار کرتا مگر سرکشی کرنے والی غنا کا ۱ یا بھلا دینے والی فقیری ۲ کا یا بگاڑ دینے والی بیماری ۳ کا یا بے عقل کر دینے والے بڑھاپے ۴ کا یا اچانک موت ۵ کا یا دجال کا ، دجال مصیبت ہے جس کا انتظار ہے یا قیامت کا جو بہت خوفناک اور کڑوی ہے (ترمذی ، نسائی)

۱ جو اوامر و نواہی کی حدود سے متجاوز کر دیتی ہے

۲ بھوک ، افلاس اور طلبِ رزق طاعتِ خداوندی سے غافل کر دیتا ہے ۔

۳ بیماری جسم کو لاغر کر دیتی ہے یا سستی پیدا کر کے دین کو کمزور کر دیتی ہے ۔

۴ اِفْنَاد ، جھوٹ بولنا کے معنی میں بھی آتا ہے ۔ خرافات کو جھوٹ لازم ہے صراح میں ہے کہ "فَنَدٌ" فاء اور نون پر پیش ، جھوٹ بڑھاپے کی وجہ سے کمزور رائے والا ہونا ، اِفناد جھوٹ بولنا اور خرافات بکنا ہے

۵ جو توبہ کا موقع نہیں دیتی ۔ صراح میں اِجھاز کا معنی خستہ کو کاٹنا ہے ، تیز دوڑنے والے گھوڑے کو "جہز اسپ" کہتے ہیں ۔

۶ جو راہِ ہدایت سے لوگوں کو دُور لے جائے اور فتنہ میں مبتلا کر دے گا ۔

۷ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جس نے فرصت اور فراغت کو غنیمت نہ جانا گویا اس نے آفات و مکروہات کا انتظار کیا

حالتِ فقر میں صبر نہ کیا۔ غناء کا طلب گار رہا جو اسے باغی اور سرکش کر دے گا، حالتِ غنا میں شکر نہ کیا اور نعمتِ خداوندی کی قدر نہ کی اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا نہ کیا اب حالتِ فقر میں تمام عبادات وخیرات سے محروم ہو جائے گی۔

۴۹۴۷/۲۲ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ وَّمَلْعُوْنٌ مَّا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ وَمَا وَالَاہُ وَعَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ)

انہی سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سن لو! دنیا ملعون[۱] ہے اور دنیا میں جو کچھ ہے وہ ملعون ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور اس چیز[۲] کے جو رب کے قریب کر دے اور سوائے عالم[۳] اور طالب علم کے۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

[۱] دنیا بارگاہِ ایزدی سے راندہ ہے

[۲] طاعات وعبادات یا ہر وہ چیز جو اس کے مشابہ ہو مثلاً انبیاء، صلحاء کا ذکر اور اعمالِ صالحہ یا وہ چیز جو ذکر کے لوازمات ونقاضوں میں سے ہے یعنی اوامر ونواہی الٰہیہ کی اتباع پہلی صورت میں "والاہ" وَلِی بمعنی محبت سے دوسری صورت میں وَلِی بمعنی قرب تیسری صورت میں موالات بمعنی تابع ہونا سے مشتق ہے لیکن یہ اس وقت مفہوم ہوگا جب ذکر سے مراد باری تعالیٰ کا مبارک اسم مراد ہو جیسا کہ متعارف ہے لیکن اگر اس سے ہر عملِ خیر مراد ہو جو تقرب وعبادت کی نیت سے کیا جائے تو طاعات وغیرہ تمام ذکر میں ہی شامل ہو جائیں گی اور اب "وَالَاہُ" سے مراد وہ اسباب وذرائع ہوں گے جو ذکر کے لیے معین ومددگار بنے مثلاً معاشی معاملہ سے فراغت اور دیگر ضروریات کا پورا ہونا۔

[۳] یہ تعمیم کے بعد تخصیص ہے، عالم اور متعلم پر زبر اور پیش دونوں طرح پڑھا گیا ہے البتہ قاعدہ کے موافق زبر واضح ہے اس کی وجہ ہم نے شرح میں بیان کر دی ہے۔ نصب کی صورت میں بھی اور تکرار کے ساتھ بھی روایت ہے۔

۴۹۴۸/۲۳ وَعَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ کَانَتِ الدُّنْیَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰہِ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ مَّا سَقٰی کَافِرًا مِّنْھَا شَرْبَۃً۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا کی قدر وقیمت مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر کو دنیا میں ایک گھونٹ نصیب[۱] نہ ہوتا

(مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

[۱] مصابیح کے بعض نسخوں میں "شَرْبَۃَ مَاءٍ" کے الفاظ ہیں یعنی پانی کا ایک گھونٹ

۴۹۴۹/۲۴ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَتَّخِذُوا الضَّیْعَۃَ فَتَرْغَبُوْا فِی الدُّنْیَا (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: صنعت[۱] و تجارت میں مشغول نہ ہو جاؤ، ورنہ تم دنیادار[۲]

اَلْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ) ہو جاؤ گے۔ (ترمذی، بیہقی، شعب الایمان)

سلہ ضَیْعَۃَ، ضاد پر زبر، یاء ساکن، صناعت و تجارت، بعض شارحین نے اس کا معنی باغات اور زمین کیا ہے۔

سلہ بہت زیادہ مشغولیت، حرص و لالچ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

سلہ یہ معاملہ اس شخص کے بارے میں ہے جو اس طرح ان اسباب دنیا کا ہی ہو جائے کہ اسے یہ سب مشغول جانئے لہذا اپنے خالق کے حقوق کی ادائیگی سے غافل ہو جائے اگر ایسا نہ ہو تو پھر یہ حکم نہیں، اس معنی پر یہ آیت کریمہ دال ہے "رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (مرد وہ نہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی) یعنی وہ اس طرح تجارت میں مشغول نہیں ہو جاتے کہ اسے ذکر الٰہی سے غافل کر دے بلکہ وہ ان معاملات کو نبھانے کے باوجود اپنے مولیٰ کے ذاکر رہتے ہیں (دست بکار دل بیار) اور اس معنی کے زیادہ مناسب یہ الفاظ ہیں وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءِ الزَّكٰوةِ ہے۔

گرت مال و جاہ است و زرع و تجارت چو دل باخدا ایست فارغ نشینی

(اگر تیرے پاس مال و دولت تجارت کھیتی کے باوجود تیرا دل مولا کی یاد میں مگن ہے تو تو فارغ ہی ہے)

۴۹۵۰ / ۲۵ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ دُنْیَاہُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِہٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَہٗ اَضَرَّ بِدُنْیَاہُ فَاٰثِرُوْا مَا یَبْقٰی عَلٰی مَا یَفْنٰی۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو دنیا کو محبوب بنا لیتا ہے اس کی آخرت میں نقصان[1] ہو گیا اور جو آخرت کو محبوب بنا لیتا ہے اس کی دنیا گئی[2] پس تم باقی رہنے والی کو فانی پر[3] ترجیح دو۔ (مسند احمد، بیہقی، شعب الایمان)

سلہ جب کسی کو دنیا کے ساتھ پیار ہو گیا، ماکثر دنیا کو ذکر کے حصول میں ہی مشغول رہے اسے آخرت کے معاملات کے لیے فراغت ہی نہیں ملے گی۔ اسی طرح اس کا عکس ہے۔

سلہ چونکہ دونوں کی دوستی جمع نہیں ہو سکتی۔

سلہ یعنی آخرت کو دنیا پر ہر صورت ترجیح حاصل ہے۔

۴۹۵۱ / ۲۶ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لُعِنَ عَبْدُ الدِّیْنَارِ وَلُعِنَ عَبْدُ الدِّرْھَمِ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کا غلام لعنتی، روپوں پیسوں کا غلام لعنتی ہے[1]۔ (ترمذی)

سلہ یعنی جو شخص ان کی محبت میں اس طرح مستغرق ہو گیا کہ خدا کی بندگی چھوٹ گئی، لہذا وہ شخص نیکی اند

رحمتِ خدا سے محروم ہوجائے گا ۔

۴۹۵۲/۲۷ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِيْ غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهٖ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والدِ گرامی سے بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دو بھوکے بھیڑیے بکریوں میں چھوڑ دیے جائیں وہ اتنی بربادی نہیں کرتے جتنی حریص انسان اپنے دین میں مال و عزت کی خاطر بربادی کرتا ہے ۔

(ترمذی، دارمی)

۴۹۵۳/۲۸ وَعَنْ خَبَّابٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَنْفَقَ مُؤْمِنٌ مِنْ نَفَقَةٍ إِلَّا أُجِرَ فِيْهَا إِلَّا نَفَقَتَهٗ فِيْ هٰذَا التُّرَابِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت خباب[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو اس کے ہر خرچ پر ثواب ملتا ہے مگر وہ خرچ جو اس مٹی[2] میں کرتا ہے ۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

[1] خباب، خا پر پیش پہلی باء مشدد، صحابی ہیں قبیلہ بنی زہرہ کے حلیف تھے۔ دارِ ارقم کے مرکز بننے سے پہلے اسلام لائے، مسلمان ہونے پر انھیں کافروں نے سخت اذیتیں دیں، مگر یہ اللہ کا شیر استقامت کا پہاڑ تھے، بدر اور دیگر غزوات میں شریک ہوئے، کوفہ میں وفات پائی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی ۔

[2] اس سے مراد گھر ہے، یہ حکم اس وقت ہے جب مکان ضرورت سے زائد ہو یا اس کی زیب و زینت حاجت سے بڑھ کر ہو، ورنہ مکان ضروریاتِ زندگی میں سے ہے، اسی طرح مساجد اور مسافر خانوں کی تعمیر پر بھی ثواب ہے کیونکہ ان کا بھی بہتر بنانا مستحب ہے ۔

۴۹۵۴/۲۹ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّفَقَةُ كُلُّهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ إِلَّا الْبِنَاءَ فَلَا خَيْرَ فِيْهِ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام خرچے اللہ کی راہ[1] میں ہیں مگر ان اخراجات کے جو عمارات کی تعمیر میں ہوں ان میں کوئی بھلائی نہیں ۔

(امام ترمذی نے روایت کرکے کہا یہ حدیث غریب ہے)

[1] اگر تقرب کی نیت سے خرچ کیا ۔

۴۹۵۵/۳۰ وَعَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا وَنَحْنُ مَعَهٗ فَرَأَى قُبَّةً مُشْرِفَةً فَقَالَ مَا هٰذِهٖ قَالَ أَصْحَابُهٗ هٰذِهٖ لِفُلَانٍ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَسَكَتَ وَحَمَلَهَا

اور انھی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن باہر نکلے ہم ساتھ تھے آپ نے ایک قبہ[1] (بلند مکان) دیکھا فرمایا یہ کس کا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا یہ فلاں انصاری کا مکان ہے آپ خاموش ہوگئے

فِيْ نَفْسِهٖ حَتّٰى لَمَّا جَآءَ صَاحِبُهَا فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فِي النَّاسِ فَاَعْرَضَ عَنْهُ صَنَعَ ذٰلِكَ مِرَارًا حَتّٰى عَرَفَ الرَّجُلُ الْغَضَبَ فِيْهِ وَالْاِعْرَاضَ عَنْهُ فَشَكٰى ذٰلِكَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ وَقَالَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُنْكِرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا خَرَجَ فَرَاٰى قُبَّتَكَ فَرَجَعَ الرَّجُلُ اِلٰى قُبَّتِهٖ فَهَدَمَهَا حَتّٰى سَوَّاهَا بِالْاَرْضِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمْ يَرَهَا قَالَ مَا فَعَلَتِ الْقُبَّةُ قَالُوْا شَكٰى اِلَيْنَا صَاحِبُهَا اِعْرَاضَكَ فَاَخْبَرْنَاهُ فَهَدَمَهَا فَقَالَ اَمَا اِنَّ كُلَّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلٰى صَاحِبِهٖ اِلَّا مَا لَا يَغْنِيْ اِلَّا مَا لَا بُدَّ مِنْهُ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

مگر مبارک دل میں یہ بات[3] رکھ لی۔ حتیٰ کہ اس کا مالک آپ کے پاس آیا۔ اس نے بھرے مجمع میں سلام عرض کیا آپ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ اس نے کئی دفعہ عرض کیا[4] حتیٰ کہ اس نے آپ کی ناراضگی محسوس کی تو صحابہ سے کہنے لگا کیا ہوا؟ آج میں اپنے آقا کو ناراض پا رہا ہوں[5]۔ صحابہ نے کہا آپ تشریف لے گئے تھے تیرا بلند مکان دیکھا وہ صحابی چلا گیا اور اس نے اپنا مکان گرا دیا حتیٰ کہ زمین کے برابر ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوبارہ ایک دن باہر تشریف لائے تو آپ نے وہ بلند مکان نہ دیکھا تو پوچھا کہ اس مکان کے ساتھ کیا ہوا؟ صحابہ نے عرض کیا آقا اس کے مالک نے آپ کی ناراضگی کے بارے میں ہم سے پوچھا تھا ہم نے اسے مطلع کر دیا لہٰذا اس نے اسے گرا دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا، ہر عمارت اس کے مالک کے لیے وبال ہے ماسوائے اس کے جس کی ضرورت ہو۔

(ابوداؤد)

[1] قُبّہ، قاف پر پیش، گول گھر، صراح میں اس کا معنی کسی کے ارد گرد عمارت بنانا ہے۔ خیمے پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

[2] بطور تحقیر فرمایا۔

[3] اس وقت کچھ نہ فرمایا بلکہ کراہت و غضب دل میں رکھا۔

[4] یعنی اس نے سلام عرض کیا لیکن آپ نے اعراض فرمایا۔

[5] آج میں آپ کو ناراض پا رہا ہوں اس کا سبب کیا ہے۔

۴۹۵۷ وَعَنْ اَبِيْ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ عَهِدَ اِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا يَكْفِيْكَ مِنْ جَمِيْعِ الْمَالِ خَادِمٌ وَمَرْكَبٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

حضرت ابوہاشم[1] بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ سے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عہد لیا[2] فرمایا تیرے لیے مال میں سے خادم اور اللہ کی راہ میں[3] سواری کافی ہے۔

(مسند احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مصابیح کے بعض

وَابْنُ مَاجَةَ وَفِي بَعْضِ نُسَخِ الْمَصَابِيحِ أَبِي هَاشِمِ بْنِ عُتْبَدٍ بِالدَّالِ بَدَلَ التَّاءِ وَهُوَ تَصْحِيفٌ)

نسخوں میں ابوہاشم بن عتبہ ہے یعنی تاء کی جگہ دال ہے لیکن یہ غلط ہے)

لہ ابُوہاشم بن عُتبہ قریشی ہیثمی عین پر پیش، تاء ساکن، ان کے نام کے بارے میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک شیبہ اور بعض کے نزدیک ہیثم ہے۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے ماموں اور ہندبنت عتبہ کے بھائی ہیں۔ فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں وفات پائی نہایت فاضل اور صالح تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ اور دیگر صحابہ سے روایت کرتے ہیں۔

لہ مجھے آپ نے وصیت فرمائی

لہ ان دو چیزوں سے زیادہ حاصل نہ کر یا ان دو چیزوں کے علاوہ ہر شے خرچ کر دے۔

لہ بعض راویوں سے ایسا ہو گیا ہے۔

۴۹۵۷ وَعَنْ عُثْمَانَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ لِابْنِ آدَمَ حَقٌّ فِي سِوَى هٰذِهِ الْخِصَالِ بَيْتٌ يَسْكُنُهُ وَثَوْبٌ يُوَارِي بِهٖ عَوْرَتَهٗ وَجِلْفُ الْخُبْزِ وَالْمَاءِ۔
۳۲

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان چیزوں کے سوا انسان کا کسی میں حق نہیں۔ گھر جس میں رہتا ہے وہ کپڑا جس سے ستر ڈھانپتا ہے، روٹی کا ٹکڑا اور پانی ہے۔ (ترمذی)

لہ قیامت کے روز ان کا حساب نہیں ہوگا کیونکہ ان کی ضرورت ہوتی ہے۔

لہ ضرورت کے مطابق

لہ "جِلْفُ" جیم کے نیچے زیر، لام ساکن جیم کی فتحہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اس کی جمع جلفہ روٹی کا وہ خشک ٹکڑا جس سے بھوک دور ہو جائے۔

لہ اتنا پانی جس سے پیاس بجھائی جاسکے۔

۴۹۵۸ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ دُلَّنِي عَلٰى عَمَلٍ إِذَا أَنَا عَمِلْتُهٗ أَحَبَّنِيَ اللهُ وَأَحَبَّنِيَ النَّاسُ قَالَ ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللهُ وَازْهَدْ فِيْمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ۔
۳۳

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے ایسا عمل بتائیں جو میں کروں تو اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت کرے اور تمام لوگ بھی۔ فرمایا دنیا سے بے رغبت ہو جا اللہ تجھ سے محبت کرے گا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے رغبت ہو جا، لوگ تجھ سے محبت کریں گے (ترمذی، ابن ماجہ)

۱ یہ مدینہ منورہ میں وفات پانے والے آخری صحابی ہیں

۲ "زہد" صراح میں اس کا معنی ناچاہنا اور خلاف رغبت ہے

۴۹۵۹ (۳۴) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ عَلٰى حَصِيْرٍ فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِيْ جَسَدِهٖ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَّبْسُطَ لَكَ وَنَعْمَلَ فَقَالَ مَالِيْ وَلِلدُّنْيَا وَمَا اَنَا وَالدُّنْيَا اِلَّا كَرَاكِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چٹائی پر سو کے جب اٹھے تو اس کے نشان جسم اطہر پر تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کے لیے بستر بچھا دیا کریں اور بہتر انتظام کر دیں۱ فرمایا مجھے دنیا سے کیا تعلق؟ میری اور دنیا کی مثال اس طرح ہے جس طرح کوئی سوار۲ کسی درخت کے سایہ کے نیچے کچھ دیر سستائے اور پھر چھوڑ کر اسے چلا جائے۔ (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

۱ آپ کے لیے ہم اعلیٰ بستر بچھائیں تاکہ اس پر بہتر طور پر آرام فرما سکیں۔

۲ سوار کا ذکر تخصیص تھوڑا ٹھہرنے اور جلدی روانہ ہونے کی وجہ سے ہے ممکن ہے وہ گھوڑے کی پشت پر ہی رکے اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ سوار کی منزل دور ہے لہٰذا وہ اس سفر کے قطع کا خیال رکھے گا اور کسی ایسی چیز کی طرف متوجہ نہ ہوگا جو اس کے منزل تک پہنچنے میں مانع ہو۔

۴۹۶۰ (۳۵) وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَغْبَطُ اَوْلِيَآئِيْ عِنْدِيْ لَمُؤْمِنٌ خَفِيْفُ الْحَاذِ ذُوْ حَظٍّ مِّنَ الصَّلٰوةِ اَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهٖ وَاَطَاعَهٗ فِي السِّرِّ وَكَانَ غَامِضًا فِي النَّاسِ لَا يُشَارُ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ وَكَانَ رِزْقُهٗ كَفَافًا فَصَبَرَ عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ نَقَدَ بِيَدِهٖ فَقَالَ عُجِّلَتْ مَنِيَّتُهٗ قَلَّتْ بَوَاكِيْهِ قَلَّ تُرَاثُهٗ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے ساتھیوں میں سے سب سے قابل رشک میرے نزدیک وہ مومن ہے جو کم سامان۱ والا، نماز کے بڑے حصے۲ والا، اپنے رب کا خوب عبادت گزار، اللہ کی خفیہ۳ اطاعت کرے، لوگوں میں مخفی رہے اس طرح کہ اس کی طرف اشارہ۴ نہ کیا جائے اس کا رزق بقدر ضرورت ہو اور اس پر صبر نصیب ہو، پھر آپ نے ہاتھ سے چٹکی۵ بجائی اور فرمایا اس کی موت۶ جلد ہو جائے، اس پر رونے والیاں کم ہوں۔ اس کی میراث۷ تھوڑی ہو۔ (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

۱ حاذ، سواری کی پشت، خفیف الحاذ سے مراد قلیل المال اور قلیل العیال ہے (کذا فی القاموس)۔
صراح میں ہے قلیل الحاذ کا معنی خفیف الظہر ہے

۲ جب اس کے دنیاوی مشاغل کم ہوئے تو وہ کثیر الصلوٰۃ ہوگا۔ درویش لوگ دنیا سے اس لیے اپنے آپ کو منقطع

کر لیتے ہیں تاکہ اپنے مولیٰ کے حضور حاضری دے سکیں ۔

سے جب وہ دنیوی معاملات کے لیے باہر ہی نہیں جائے گا تو لوگوں سے اختلاط نہیں ہوگا لہذا وہ خلوت میں اپنے مولیٰ کے حضور رہے گا ۔

۴ ۔ یعنی مشہور و معروف نہ ہو ۔

ھ اس طرح انگلیوں پر مارنا جیسے دراہم کو یکے بعد دیگرے شمار کیا جاتا ہے ۔ پرندہ کا دانے اٹھانا بھی اس کا معنی ہے، یہاں انگلیوں کا ایک دوسرے پر بطور تعجب مارنا مراد ہے ۔

سے اس پرفتن دنیا سے اللہ کے حضور جلدی چلا جائے یا مراد یہ ہے کہ چونکہ اس کا تعلق دنیا سے کم ہوتا ہے اس لیے اس کا جان دینا غلبۂ شوق آخرت کی وجہ سے آسان ہوگا ۔ بعض شارحین نے یہ مراد لیا کہ موت کے وقت پر اس کی تجہیز و تکفین نہایت ہی آسان ہوگی جیسے کہ اس کی ظاہری حیات میں اس کی معیشت کا معاملہ آسان تھا ۔

سے کیونکہ اس کا رزق بقدر کفایت تھا ۔

۴۹۶۱/۳۶ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلَیَّ رَبِّیْ لِیَجْعَلَ لِیْ بَطْحَاءَ مَکَّۃَ ذَھَبًا فَقُلْتُ لَا یَا رَبِّ وَلٰکِنْ اَشْبَعُ یَوْمًا وَاَجُوْعُ یَوْمًا فَاِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ اِلَیْکَ وَ ذَکَرْتُکَ وَاِذَا شَبِعْتُ حَمِدْتُکَ وَشَکَرْتُکَ ۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)

اور انہی سے روایت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب نے مجھے پیش کش کی کہ میں آپ کے لیے مکہ کی تمام زمین سونا کر دوں ؟ میں نے عرض کیا اے میرے رب نہیں میں نہیں چاہتا ہوں لیکن ایک دن سیر ہوا کروں اور ایک دن بھوکا رہوں ، جب بھوکا رہوں تو تیری طرف تضرع کروں تجھے یاد کروں ، جب سیر رہوں تو تیری حمد بجالاؤں اور تیرا شکر ادا کروں ۔

(مسند احمد ، ترمذی)

لہ البطحٰی اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سے پانی گزرے اور وہاں چھوٹے چھوٹے سنگریزے ہوں ۔ یہاں اس وادی کو سونے سے پُر کرنا مراد ہے یا اس کے سنگریزوں کو سونے میں تبدیل کرنا ، دوسری توجیہ زیادہ واضح ہے کیونکہ دوسری روایت میں ہے کہ آپ چاہیں تو ہم مکہ کے تمام پہاڑ سونے کے بنا دیتے ہیں ۔

سے مکہ کا سونا بنانا میں نہیں چاہتا

سے یعنی میں فقر اختیاری پسند کرتا ہوں ایک دن سیر اور ایک دن بھوکا رہنا چاہتا ہوں تاکہ مقام صبر و شکر دونوں کو حاصل کر لوں ۔ اس حدیث میں فقر و قناعت اختیار کرنے کی تعلیم ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ فقر غناء سے افضل ہوتا ہے ۔

۴۹۶۲/۳۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مِحْصَنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ

حضرت عبداللہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمْ اٰمِنًا فِيْ سِرْبِهٖ مُعَافًى فِيْ جَسَدِهٖ عِنْدَهٗ قُوْتُ يَوْمِهٖ فَكَاَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَافِيْرِهَا ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ اس کے دل میں سکون، جسم میں تندرستی، اور اس کا دن کا کھانا اس کے پاس ہو تو گویا پوری کی پوری دُنیا اس کے پاس جمع ہو گئی (ترمذی نے روایت کر کے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے)

۱ے محصن ۔ میم کے نیچے زیر، حا ساکن، صاد پر زبر، اہل مدینہ میں سے صحابی ہیں ۔

۲ے سِرْبٌ ۔ سین پر زیر یا زبر، را ساکن دونوں طرح مروی ہے ۔ روایت کسرہ قوی ہے ۔ اگر فتحہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی راستہ، چہرہ اور سینہ ہے اور کسرہ کی صورت میں راستہ، حال، دل اور نفس کے معنی میں آتا ہے یہ تمام معانی یہاں مناسب ہیں ۔ سَرَبٌ سین اور را دونوں اگر مفتوح ہوں تو اس سے مراد وہ گھر ہوتا ہے جو کسی وحشی نے زیرِ زمین بنایا ہو اگر روایت میں یہ لفظ ہو تو بھی یہ معنی مناسب مقام ہے کہ وہ زمانے کی آفات و بلیات سے اپنے گھر میں لومڑی اور چوہے کی طرح محفوظ و مامون ہے ۔

۳ے حذافیر، حذفور کی جمع، جانب، اطراف جس طرح عصفور کی جمع عصافیر، جمہور کی جمع جماہیر آتی ہے ۔

۴۹۶۳ (۳۸) وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مَلَاَ اٰدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِّنْ بَطْنٍ بِحَسْبِ ابْنِ اٰدَمَ اُكُلَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهٗ فَاِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ فَثُلُثٌ طَعَامٌ وَّثُلُثٌ شَرَابٌ وَّثُلُثٌ لِنَفْسِهٖ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی نے بمقابلہ پیٹ کے بدترین۱ے برتن نہیں بھرا، انسان کیلئے چند لقمے کافی ہوتے ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھیں اگر زیادہ کی ضرورت ہو تو تہائی کھانا یا تہائی سالن کے لیے رکھے ۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

۱ے یعنی پیٹ بدترین برتن ہے کیونکہ اسے پُر رکھنے سے کئی شر اور برائیاں جنم لیتی ہیں ۔

۴۹۶۴ (۳۹) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَتَجَشَّاُ فَقَالَ اَقْصِرْ مِنْ جُشَائِكَ فَاِنَّ اَطْوَلَ النَّاسِ جُوْعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَطْوَلُهُمْ شِبَعًا فِي الدُّنْيَا ۔ (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهٗ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ڈکار۱ے لیتے ہوئے سنا تو فرمایا ڈکار کم۲ے لو، کیونکہ روزِ قیامت سب سے بھوکا وہ ہوگا جو دنیا میں بہت زیادہ سیر ہونے۳ے والا ہوگا ۔ (شرح السنہ، ترمذی نے بھی اس کی مثل روایت کیا)

۱ے جشاء ۔ جیم پر تینوں حرکات آسکتی ہیں ۔ ڈکار

۲ے اَقْصِرْ، ہمزہ پر زبر پڑھی جائے ۔

۳ے مقصود زیادہ کھانے سے نہی ہے کیونکہ یہی ڈکار کا سبب بنتا ہے ۔

۵ جو دنیا میں سیر ہوگا وہ آخرت میں بھوکا ہوگا۔

۴۹۶۵ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عِيَاضٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ فِتْنَةً وَّفِتْنَةُ اُمَّتِي الْمَالُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت کعب بن عیاض[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہر امت کے لیے ایک[2] فتنہ ہے میری امت کا فتنہ مال[3] ہے۔ (ترمذی)

[1] عیاض، عین کے نیچے زیر یاء مخفف، شامی صحابہ میں سے ہیں۔ ان سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت لی ہے۔

[2] اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش و امتحان ہے۔

[3] اللہ تعالیٰ انھیں خوب غنی کرے گا تاکہ وہ آزمائے کہ یہ اسلام کے اصولوں پر استقامت اختیار کرتے ہیں یا نہیں۔

۴۹۶۶ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُجَاءُ بِابْنِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَاَنَّهٗ بَذَجٌ فَيُوْقَفُ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ لَهٗ اَعْطَيْتُكَ وَخَوَّلْتُكَ وَاَنْعَمْتُ عَلَيْكَ فَمَا صَنَعْتَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ جَمَعْتُهٗ وَثَمَّرْتُهٗ وَتَرَكْتُهٗ اَكْثَرَ مَا كَانَ فَارْجِعْنِيْ اٰتِكَ بِهٖ كُلِّهٖ فَيَقُوْلُ لَهٗ اَرِنِيْ مَا قَدَّمْتَ فَيَقُوْلُ رَبِّ جَمَعْتُهٗ وَثَمَّرْتُهٗ وَتَرَكْتُهٗ اَكْثَرَ مَا كَانَ فَارْجِعْنِيْ اٰتِكَ بِهٖ كُلِّهٖ فَاِذَا عَبْدٌ لَّمْ يُقَدِّمْ خَيْرًا فَيُمْضٰى بِهٖ اِلَى النَّارِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَضَعَّفَهٗ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزِ قیامت انسان بھیڑ کے بچے[1] کی طرح لاکر بارگاہِ الٰہی میں کھڑا کیا جائے گا، رب تعالیٰ اس سے فرمائے گا میں نے تجھے نعمتیں[2] دیں، خدام[3] دیئے، بہت سے انعامات[4] کیے، تو تو نے کیا کیا؟ وہ عرض کرے گا یارب میں نے جمع کیں، انھیں بڑھایا، جتنا تھا اسے زیادہ کرکے چھوڑ آیا مجھے لوٹا دے میں تیری بارگاہ میں سارا پیش کردوں۔ رب تعالیٰ فرمائے گا مجھے یہ بتا تو نے آگے کیا بھیجا؟ عرض کرے گا میں نے جمع کیا، بڑھایا اور زیادہ کرکے چھوڑ آیا تو مجھے لوٹا دے تاکہ میں وہ تمام لے آؤں اور وہ ایسا بندہ ہوگا جس نے کوئی بھلائی آگے نہ بھیجی[5] ہوگی تو اسے آگ کی طرف لے جایا جائے گا۔ (ترمذی نے اسے روایت کرکے ضعیف کہا)

[1] کمزوری، ضعف میں بَذَج بھیڑ کی اولاد، عُتُود بکری کے بچے، اس کی جمع بذجان ہے۔

[2] مال و اشیاء

[3] تخویل، صراح میں اس کا معنی کسی کو چیز دینا ہے جب کوئی شے کسی کو دے تو کہا جاتا ہے خَوَّلَہُ الشَّيْءَ۔

[4] یہ سابقہ تمام نعمتوں کو شامل ہے۔

۵ہ تو نے اسے کیسے استعمال کیا؟ کیا تو شکرگزار بندہ بنا؟
۶ہ تجارت وغیرہ کے ذریعے تثمیر، مال کا بڑھانا اور زیادہ کرنا ہوتا ہے
۷ہ وہ دنیوی مال تجھے اب کیا فائدہ دے گا؟ کچھ آگے بھیجا ہے تو وہ مجھے دکھا۔
۸ہ آگے کے لیے کچھ بھیجا نہ ہوگا لہٰذا شرمندہ ہوگا اور جواب بھی سوال کے مطابق نہیں کیونکہ اس موقع پر گناہگار اور مبہوت شخص کی یہی کیفیت ہوتی ہے اور جب معقول عذر نہ ہو تو معاملہ ایسا ہی ہوتا ہے
۹ہ ضمیر۔ مال کثیر
۱۰ہ کیونکہ اس کی سند میں ضعف ہے۔

۴۹۶۷ (۴۲) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَوَّلَ مَا يُسْأَلُ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ النَّعِيْمِ أَنْ يُّقَالَ لَهٗ أَلَمْ نُصِحَّ جِسْمَكَ وَنُرَوِّكَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا روز قیامت بندے سے جن نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا ان میں سے پہلا یہ ہوگا کہ ہم نے تجھے صحت و تندرستی[1] نہ دی تھی؟ اور کیا ہم نے تجھے ٹھنڈے پانی سے سیر نہ کیا تھا؟
(ترمذی)

۱ہ تندرستی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، ایک بزرگ کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے اپنے مرید سے فرمایا اے بیٹے ٹھنڈا پانی پیا کرو کیونکہ یہ شکرگزاری کا ذریعہ ہے اور مجھے اپنے والد گرامی کے بارے میں یاد آتا ہے کہ جب وہ ٹھنڈا پانی پیتے تو بے خود ہوجاتے اور کافی دیر کے بعد ان کی طبیعت بحال ہوتی تو کہتے سبحان اللہ یہ کیا ہے؟ یہ عظیم جوہر ہے اور ایسی عالم ذوق و توحید سے مست ہوکر ایسی باتیں کہتے کہ کیا بتاؤں؟

۴۹۶۸ (۴۳) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا أَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا أَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَا أَنْفَقَهٗ وَمَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روز قیامت انسان کے قدم نہ ہلیں[1] گے حتیٰ کہ اس سے پانچ اشیاء کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ عمر کے بارے میں کہ کیسے[2] خرچ کی؟ جوانی کے بارے میں کہ کیسے[3] گذاری؟ مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور جاننے کے بعد[4] کیا عمل کیا؟
(ترمذی نے اسے روایت کرکے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے)

۱ہ وہ بارگاہ خداوندی میں کھڑا رہے گا۔
۲ہ کن کاموں میں بسر کی۔

ﷺ۵ جوانی لباس کی مانند ہے گزرنے کے ساتھ پُرانی ہو جاتی ہے۔
ﷺ۶ اپنے علم کے مطابق عمل نہ کیا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۴۹۶۹ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَہٗ اِنَّکَ لَسْتَ بِخَیْرٍ مِّنْ اَحْمَرَ وَلَا اَسْوَدَ اِلَّا اَنْ تَفْضُلَہٗ بِتَقْوٰی۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں، کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تم کسی عجمی ﷺ۱ یا عربی ﷺ۲ سے بہتر نہیں ہو مگر یہ کہ تم تقوٰی سے بڑھ جاؤ ﷺ۳ (مسند احمد)

ﷺ۱ عجمی کو احمر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس رنگ میں سرخی و سفیدی غالب ہوتی ہے۔
ﷺ۲ عربی کو اسود کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے رنگ میں سبزی اور سیاہی کا غلبہ ہوتا ہے
ﷺ۳ فضیلت حقیقی تقوٰی اور عمل صالح سے حاصل ہوتی ہے۔ تقوٰی اور عمل صالح کے بغیر محض نسب فضیلت کا سبب نہیں بن سکتا، اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ" (اللہ تعالٰی کے ہاں تم میں سے وہ زیادہ مکرم ہے جو تم سب سے زیادہ متقی ہو)

۴۹۷۰ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا زَھِدَ عَبْدٌ فِی الدُّنْیَا اِلَّا اَنْبَتَ اللّٰہُ الْحِکْمَۃَ فِیْ قَلْبِہٖ وَاَنْطَقَ بِھَا لِسَانَہٗ وَبَصَّرَہٗ عَیْبَ الدُّنْیَا وَدَاءَھَا وَدَوَاءَھَا وَاَخْرَجَہٗ مِنْھَا سَالِمًا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ۔ (رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، جب بندہ دنیا سے بے رغبتی کرتا ہے تو اللہ تعالٰی اس کے دل میں حکمت ﷺ۱ کا چشمہ جاری کر دیتا ہے۔ اس سے اس کی زبان میں گویائی عطا کرتا ہے، اسے دنیا کے عیوب ﷺ۲ اس کی بیماریاں اور اس کے علاج سے آگاہ کر دیتا ہے اور اسے دنیا سے سلامتی کے ساتھ جنت کی طرف لے جاتا ہے (بیہقی، شعب الایمان)

ﷺ۱ اس سے مراد حقائق اشیاء کا علم ہے
ﷺ۲ دنیا کی حقیقت اس کے عیوب پر اُسے عین الیقین حاصل ہو جاتا ہے اور اسے ان تمام اسباب سے آگاہ کر دیا جاتا ہے جن کی بناء پر وہ اس دُنیا سے اپنے آپ کو بچا سکتا ہے، اگرچہ پہلے بھی وہ دنیا کے عیوب سے آگاہ تھا تب ہی تو اس نے زہد اختیار کیا مگر اب تو اسے ایسا باطنی نور و صفا نصیب ہو جاتا ہے کہ اس کی حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے اگر اوّلاً اس میں کوئی تذبذب تھا تو اب اس سے بھی وہ پاک اور مبرا ہو جاتا ہے (گویا اسے دنیا سانپ بچھو اور غلاظت دکھائی دیتی ہے۔

ـــہ دارالسلام ، جنت ، اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اصل اور کامل سلامتی آخرت میں ہی ہے ، کسی نے درویش سے پوچھا کیا حال ہے ؟ فرمایا خیر و سلامت ہے اگر اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخل فرمادیا ۔

۴۹۷۱ / ۴۶ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَخْلَصَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ لِلْاِيْمَانِ وَجَعَلَ قَلْبَهٗ سَلِيْمًا وَّلِسَانَهٗ صَادِقًا وَّنَفْسَهٗ مُطْمَئِنَّةً وَّخَلِيْقَتَهٗ مُسْتَقِيْمًا وَّجَعَلَ اُذُنَهٗ مُسْتَمِعَةً وَّعَيْنَهٗ نَاظِرَةً فَاَمَّا الْاُذُنُ فَقِمْعٌ وَاَمَّا الْعَيْنُ فَمُقِرَّةٌ لِّمَا يُوْعِى الْقَلْبُ وَقَدْ اَفْلَحَ مَنْ جَعَلَ قَلْبَهٗ وَاعِيًا ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

اور انھی سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کامیاب ہوگیا وہ شخص جس نے دل کو اللہ تعالیٰ پر ایمان کے لیے خالص[1] کر دیا اور اپنے دل کو سلامت رکھا[2] ، اپنی زبان کو سچا ، دل کو مطمئن[3] ، اپنی طبیعت کو سیدھا[4] ، کانوں کو سننے والا ، آنکھ کو دیکھنے والا بنایا[5] کان تو دل کا راستہ ہے[6] ، آنکھ اس چیز کو قائم کرنے والی ہے جسے دل محفوظ[7] رکھتا ہے ، کامیاب ہوا وہ شخص جس نے اپنے دل کو حفاظت کرنے والا بنایا ۔

(مسند احمد ، بیہقی ، شعب الایمان)

ـلہ جس کا ایمان نفاق سے پاک ہے

ـلہ تمام آفات و ذمائم سے

ـلہ فرمانِ حق کا مطیع

ـلہ طبیعت کو کجروی ، باطل کی طرف مائل ہونے اور افراط و تفریط سے بچایا

ـلہ پروردگار کی کائنات کے حسنِ انتظام کو دیکھتا ہے ۔

ـلہ قمع ، قاف پر زبر یا زیر میم ساکن یا قاف پر زبر اور میم کے نیچے زیر ، وہ شے جو کسی برتن میں اس لیے رکھی جائے کہ اس کے ذریعے روغن یا شراب وغیرہ کو بہایا جائے ۔ چونکہ کان کے ذریعے حق بات دل میں اُترتی ہے اس لیے اسے قمع کہا ۔

ـلہ روحانی ہوسکتے ہیں کہ دل محفوظ کرتا ہے یا وہ چیز دل کو محفوظ کر لیتی ہے اس لیے لفظ " القلب " پر دونوں حرکات رفع و نصب جائز ہوگا ۔ خلاصہ یہ کہ جس طرح کان کے ذریعے بات دل میں اُترتی ہے اسی طرح آنکھ کے ذریعے بھی بات دل میں محفوظ ہوتی ہے اس کے بعد دونوں کا حاصل بیان کر دیا ۔

۴۹۷۲ / ۴۷ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاَيْتَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُعْطِى الْعَبْدَ مِنَ الدُّنْيَا عَلٰى مَعَاصِيْهِ مَا يُحِبُّ فَاِنَّمَا هُوَ اسْتِدْرَاجٌ ثُمَّ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا نَسُوْا مَا

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کے گناہوں کے باوجود خواہش کے مطابق[1] دے رہا ہے تو یہ استدراج[2] ہے اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی[3] " پس جب وہ نصیحت بھول گئے تو ہم نے

ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى اِذَا فَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

ان پر ہر شے کے دروازے کھول دیئے حتیٰ کہ جب وہ خوش ہوا اس پر ہی خوش ہوگئے تو ہم نے اچانک پکڑ لیا تو وہ متحیر ہی رہے (مسند احمد)

۵۱ باوجود گناہوں کے دنیا دے رہا ہے ۔

۵۲ استدراج ، اللہ تعالیٰ کی تدبیر، لغت میں استدراج، قریب کرنا، کسی کو لے جانا، اللہ تعالیٰ کے حق میں استدراج یہ ہے کہ بندہ جب بھی نافرمانی کرے تو وہ بندے کو تازہ بہ تازہ نعمت دے دے اور اسے مہلت دے تاکہ بندہ یہ گمان کرے کہ میرے بارے میں یہ اللہ تعالیٰ کا لطف ہے اور وہ توبہ و استغفار نہ کرے اور مغرور ہو جائے گویا درجہ بدرجہ اسے عذاب کی طرف دھکیلا جاتا ہے ۔

۵۳ جس میں معنی استدراج پایا جاتا ہے

۵۴ " ابلاس" متحیر ناامید ہونا ، ابلیس اسی سے بنا ہے ۔

۴۹۷۳ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ[۴۸] تُوُفِّيَ وَتَرَكَ دِيْنَارًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيَّةٌ قَالَ ثُمَّ تُوُفِّيَ اٰخَرُ فَتَرَكَ دِيْنَارَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيَّتَانِ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اصحاب صفہ[۱] میں سے ایک شخص فوت ہوا اور وہ ایک دینار چھوڑ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ داغ ہے پھر دوسرے فوت ہوئے تو وہ دو دینار چھوڑ گئے فرمایا یہ دو داغ ہیں ۔ (مسند احمد، بیہقی، شعب الایمان)

۱ اہل صفہ سے مراد غرباء و فقراء صحابہ کی وہ جماعت مراد ہے جو صفہ مسجد میں رہتے، صفہ مسجد نبوی کا ایک حصہ ہے جس کی چھت کا سایہ تھا اصلاً یہی مسجد تھا، جبکہ قبلہ بیت المقدس تھا جب قبلہ کی جہت بدل گئی تو اس کو اسی حال میں رہنے دیا گیا اور صحابہ کا یہ گروہ وہاں ہی مقیم تھا، ان کی تعداد ستر یا اسی تھی، کبھی زیادہ ہو جاتے کبھی کم، ان کا نہ گھر تھا نہ مال و دولت، نہ اولاد، یہ مقام زہد و توکل پر بیٹھے ریاضت، مجاہدہ، ذکر، تلاوت قرآن اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات گرامی یاد کرنے میں مشغول اور انوار و تجلیات کے حصول میں محو رہتے ۔ ان کو اللہ تعالیٰ کا مہمان کہا جاتا تھا [illegible] صحابہ ان کی خدمت کرتے ہوئے انھیں کھانا بھجواتے، گھر بطور مہمان لے جاتے ان میں سے چند کے کھانے کا انتظام خود آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے، اکثر اوقات کثرت طعام کا معجزہ ان کی وجہ سے معرض وجود میں آتا کہ ایک پیالہ دودھ کا سب کے لیے کافی ہو جاتا ۔ اس بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انھیں میں تشریف فرما ہونے کا حکم تھا لہٰذا آپ انھی میں ہمیشہ شرف فرماتے اور خود کو انھیں میں سے شمار فرماتے اور انھیں آگاہ کر دیا کہ تمھاری آخرت میرے ساتھ ہوگی اور تم جنت میں میرے ساتھ ہوگے ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انھیں اصحاب صفہ میں سے ہیں ۔

شعر:
ہلا خوش باش کاں محبوب جہاں را | بدرویشاں و مسکیناں سرے ہست
"اے دل خوش ہو جا کہ محبوب درویشوں اور مسکینوں کا ہم نشین ہے"

طائفۂ صوفیہ کا انتساب ان کی طرف اسی وجہ سے ہے اگرچہ لفظ صوفیاء کا صفہ سے مشتق ہونا تکلف ہے، اگرچہ معنی اس کے موافق ہے۔

سے۲ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انھیں میں سے ہیں۔

سے۳ جو انھیں کسی جگہ سے ملا تھا

سے۴ یہ پیشانی، پشت اور پہلو پر داغ کا ذریعہ ہے یہ اشارہ ہے اس آیتِ کریمہ کی طرف " فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ "۔ (ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا)

سے۵ اگرچہ کوئی شخص کسی ضرورت کے پیش نظر ایک دینار یا دو دینار رکھتا ہے شریعت میں کوئی گناہ نہیں بلکہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد خزانہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں لیکن وہ مال ممنوع ہے جس کا حق ادا نہ کیا گیا ہو لیکن یہاں معاملہ ان لوگوں کا ہے جو تارک دنیا ہو کر زہد کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ دنیا سے آنکھیں بند کرکے اپنے مولیٰ کے قرب کے حصول میں مشغول ہیں لہذا ان کا معاملہ جدا ہے گویا ایسے زاہد کے لیے ایک دینار بھی جمع کرنا مناسب نہیں کیونکہ یہ اس کے دعویٰ کے خلاف ہے یہی وجہ ہے کہ راوی حدیث نے یہ نہیں کہا کہ ایک صحابی کا وصال ہوا بلکہ کہہ رہے ہیں کہ اصحابِ صفہ میں سے ایک شخص کا وصال ہوا، یہ کام ہی بتا رہا ہے کہ ان کا تعلق ان اہلِ زہد سے تھا جن کے لیے ہر قسم کا مال جمع کرنا منع تھا، اگرچہ دوسروں کے لیے جائز ہے۔

۴۹۷۴ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ اَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى خَالِهٖ اَبِىْ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ يَعُوْدُهٗ فَبَكٰى اَبُوْ هَاشِمٍ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكَ يَا خَالِ اَوَجَعٌ يُشْئِزُكَ اَمْ حِرْصٌ عَلَى الدُّنْيَا قَالَ كَلَّا وَلٰكِنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهِدَ اِلَيْنَا عَهْدًا لَمْ اٰخُذْ بِهٖ قَالَ وَمَا ذَالِكَ قَالَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اِنَّمَا يَكْفِيْكَ مِنْ جَمْعِ الْمَالِ خَادِمٌ وَمَرْكَبٌ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاِنِّىْ اَرَانِىْ قَدْ جَمَعْتُ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِىُّ وَالنَّسَائِىُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اپنے ماموں ابوہاشم سے۱ بن عتبہ کی بیمار پرسی کے لیے گئے تو ابوہاشم رونے لگے سے۲ پوچھا ماموں کون سی پریشانی رلا رہی ہے جو کوئی تکلیف سے۳ ہے یا دنیا کی حرص سے۴ کہنے لگے ایسا ہرگز نہیں سے۵ لیکن ہم سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عہد لیا سے۶ تھا میں نے وہ اختیار نہ کیا، پوچھا وہ عہد کیا تھا؟ فرمایا میں نے حضور کو فرماتے ہوئے سنا تمھیں مال جمع کرنے میں ایک خادم، ایک سواری وہ بھی اللہ کی راہ میں کافی ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے جمع سے۷ کیا ہے۔ (مسند احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

سے۱ ان کے احوال فصل ثانی میں گذر چکے ہیں

سے۲ پریشانیوں کا اظہار کرنے لگے۔

۳؎ شَأْز، شین پر فتحہ، ہمزہ ساکن آخر میں زا، اس جگہ کو کہا جاتا ہے جہاں زیادہ پتھر ہوں یعنی سخت جگہ، اکثر قلق و اضطراب کے معنی میں آتا ہے۔ "یُشْئِز" یا پر پیش، سین ساکن، ہمزہ کے نیچے کسرہ یعنی قلق و اضطراب پیدا کرنا۔

۴؎ جو چاہتے ہو آپ کے پاس موجود ہے پھر کیوں پریشانی ہے؟

۵؎ جو آپ نے وجہ بیان کی ہے وہ ہرگز پریشانی کا سبب نہیں

۶؎ صحابہ کو آپ نے نصیحت فرمائی تھی۔

۷؎ صحابی کی گفتگو کتنی خوبصورت ہے جب نصیحت کی بات کی تو جمع کے الفاظ لائے کہ حضور نے ہم سب کو نصیحت کی تھی مگر جب کوتاہی کا تذکرہ آیا تو صرف اپنا ذکر کیا کہ میں اس پر عمل پیرا نہ ہو سکا۔

۸؎ میں نے ہر قسم کا مال جمع کر لیا ہے۔

۴۹۷۵ / ۵۰ وَعَنْ اُمِّ الدَّرْدَآءِ قَالَتْ قُلْتُ لِاَبِی الدَّرْدَآءِ مَالَكَ لَا تَطْلُبُ كَمَا يَطْلُبُ فُلَانٌ فَقَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَمَامَكُمْ عَقَبَةً كَئُوْدًا لَا يَجُوْزُهَا الْمُثْقِلُوْنَ فَاُحِبُّ اَنْ اَتَخَفَّفَ لِتِلْكَ الْعَقَبَةِ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِیُّ)

حضرت اُمِّ درداء[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کیا وجہ ہے کہ تم اس طرح سوال[2] نہیں کرتے جس طرح فلاں کرتا ہے؟ فرمایا: میں[3] نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تمہارے لیے سخت[4] چوٹیاں ہیں جنہیں بھاری والے لوگ طے نہ کر سکیں گے میں چاہتا ہوں کہ ان چوٹیوں کے لیے ہلکا رہوں[5]۔ (بیہقی)

۱؎ یہ حضرت ابو درداء کی اہلیہ ہیں، فاضلہ صحابیات میں سے ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۲؎ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا اپنے دیگر دوستوں سے۔

۳؎ میرے سوال نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ

۴؎ سخت دشوار چوٹیاں ہیں۔ عَقَبَہ، عین اور قاف پر زبر، پہاڑ کی بلند چوٹی یہاں آخرت کے معاملات موت حشر، قبر، قیامت کی ہولناکیاں مراد ہیں۔

۵؎ چاہتا ہوں کہ میں تیزی سے گزر جاؤں۔

۴۹۷۶ / ۵۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مِنْ اَحَدٍ يَّمْشِیْ عَلَى الْمَآءِ اِلَّا ابْتَلَّتْ قَدَمَاهُ قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كَذٰلِكَ صَاحِبُ الدُّنْيَا لَا يَسْلَمُ مِنَ الذُّنُوْبِ۔ (رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسا شخص ہو سکتا ہے جو پانی پر چلے مگر اس کے قدم تر نہ ہوں؟ عرض کیا یا رسول اللہ نہیں[1]۔ فرمایا: دنیا دار گناہوں سے نہیں بچ سکتا (بیہقی شعب الایمان)

۱؎ ضرور تر ہوں گے

سے جو دُنیا میں ملوث ہو گیا وہ گناہوں میں پڑ گیا ۔

۴۹۷۷ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنْ اَجْمَعَ الْمَالَ وَاَكُوْنَ مِنَ التَّاجِرِيْنَ وَلٰكِنْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنْ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۔ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ عَنْ اَبِيْ مُسْلِمٍ ۔

حضرت جبیر بن نفیر[1] سے مرسلاً مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر یہ وحی نہیں آئی کہ میں مال جمع کروں اور تاجرین جاؤں[2]۔ ہاں! یہ وحی آئی ہے کہ میں اپنے رب کی تسبیح[3] کرتا رہوں اور ساجد بنوں اور اپنے رب کی عبادت کروں، یہاں تک کہ آخری وقت آجائے۔ (شرح السنہ، ابونعیم نے اسے حلیہ میں ابومسلم سے روایت کیا ہے)

لے دونوں بصورت تصغیر ہیں۔ جبیر جیم اور باء نفیر نون اور فاء، تابعی ہیں انھوں نے حضور کی ظاہری حیات کو پایا مگر خلافت حضرت ابوبکر میں مسلمان ہوئے ۷۵ یا اسی ہجری میں ان کا وصال ہوا۔

سے جو مال جمع کرتے اور بڑھاتے ہیں

سے ہمہ وقت عبادت میں مشغول رہوں یہاں تک کہ عمر کا آخری لمحہ آجائے تو اس صورت حال میں مجھے تجارت بیع وشراء کی کہاں فرصت۔ البتہ حسب ضرورت جو کافی ہو جائے، اس کے لیے کوشش کرتا رہوں اور وہ بھی جب حسن نیت سے ہو تاکہ اللہ کی عبادت و ذکر و فکر کروں گا تو عبادت ہے۔

۴۹۷۸ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالًا اِسْتِعْفَافًا عَنِ الْمَسْئَلَةِ وَسَعْيًا عَلٰى اَهْلِهِ وَتَعَطُّفًا عَلٰى جَارِهٖ لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَوَجْهُهٗ مِثْلُ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَمَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالًا مُكَاثِرًا مُفَاخِرًا مُرَائِيًا لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حلال دُنیا[1] (روزی) تلاش کی تاکہ گداگری[2] سے بچے، اپنے گھروالوں کی خدمت اور پڑوسی کے ساتھ تعاون کرے وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح ہوگا اور جس نے حلال دُنیا اس لیے طلب کی کہ مال بڑھائے، فخر و تکبر اور دکھلاوے[3] کے لیے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر سخت ناراض ہوگا۔ (اسے بیہقی نے شعب الایمان اور ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا)۔

لے اموال و اسباب دُنیا

سے حرام اور گداگری سے بچنے کے لیے

ے اگر صدقہ کرتا ہے تو ریاکاری کرتا ہے۔ اس بناء پر ہم نے کہا ہے کہ ریا عبادت اور عملِ خیر میں ہوتی ہے اس کے علاوہ میں نہیں۔ پس نفسِ مال میں فخر ہوگا ریا نہیں۔

ے اے عزیز! جب حلال مال کا حصول فخر و تکبر کی بناء پر ہو تو یہ حال ہے تو مال حرام کے حصول پر کیا حال ہوگا۔

۴۹۷۹/۵۴ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ هٰذَا الْخَيْرَ خَزَائِنُ لِتِلْكَ الْخَزَائِنِ مَفَاتِيْحُ فَطُوْبٰى لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِفْتَاحًا لِّلْخَيْرِ مِغْلَاقًا لِّلشَّرِّ وَوَيْلٌ لِّعَبْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ مِفْتَاحًا لِّلشَّرِّ مِغْلَاقًا لِّلْخَيْرِ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خیر کے خزانے ہیں اور خزانوں کی چابیاں ہیں۔ بشارت اس شخص کے لیے جسے اللہ تعالیٰ نے خیر کی چابی اور شر کا قفل بنایا اور بربادی ہے اس شخص کے لیے جسے اللہ تعالیٰ نے شر کی چابی اور خیر کا تالا بنایا۔ (ابن ماجہ)

لے مراد وہ لوگ ہیں جو مال صدقہ کرتے ہیں۔

لے جسے نیکی اور مال صدقہ کرنے کی توفیق دیتا ہے۔

لے شر و بخل سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

۴۹۸۰/۵۵ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا لَمْ يُبَارَكْ لِلْعَبْدِ فِيْ مَالِهٖ جَعَلَهٗ فِي الْمَاءِ وَالطِّيْنِ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندے کے مال میں برکت نہ دی جائے تو وہ اسے پانی اور مٹی میں خرچ کر دیتا ہے۔ (بیہقی)

لے پانی اور مٹی سے مراد عمارات ہیں جیسا کہ گزر چکا ہے۔

۴۹۸۱/۵۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّقُوا الْحَرَامَ فِي الْبُنْيَانِ فَاِنَّهٗ اَسَاسُ الْخَرَابِ۔ (رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عمارت پر حرام مال خرچ نہ کرو یہ خرابی کی بنیاد ہے۔ (بیہقی شعب الایمان)

لے خرابی دین مراد ہے یا خرابی عمارت، یہاں سے یہ معلوم ہوگیا کہ مال حلال اگر عمارت پر خرچ کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ بعض شارحین نے یہ معنی بیان کیا ہے کہ اس حرام سے بچو جو عمارت بناتے وقت لازم آتا ہے اس صورت میں وہ عمارت خود حرام ہوگی اور لفظ "فی" کا یہاں استعمال اسی طرح ہے جیسے یہ کہا جاتا ہے کہ اس حلقہ میں دو رطل لوہا ہے حالانکہ وہ حلقہ خود لوہا ہے نہ کہ لوہا کا ظرف، خراب سے مراد یا تو دین کی خرابی ہے، عمارت کے خراب ہونے کا بھی احتمال ہے کہ آخر اس نے خراب ہو جانا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے وہ موت کے لیے جنے گئے اور خرابی کے لیے ان کی تعمیر کی گئی (کذا فی بعض الشروح۔ لِدُوا لِلْمَوْتِ وَابْنُوا لِلْخَرَابِ)۔ حدیث کا معنی یہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ عمارت اس لیے نہ بنائی جائے

کہ وہاں فسق و فجور کا ارتکاب کیا جائے گا کیونکہ جس عمارت میں فسق و فجور ہو وہ برباد ہو جاتی ہے۔

۴۹۸۲/۵۷ وَعَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدُّنْيَا دَارُ مَنْ لَّا دَارَ لَهٗ وَمَالُ مَنْ لَّا مَالَ لَهٗ وَلَهَا يَجْمَعُ مَنْ لَّا عَقْلَ لَهٗ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا اس کا گھر ہے جس[۱] کا کوئی گھر نہیں اور مال اس کا ہے[۲] جس کا کوئی مال نہیں[۳]، اسے وہ ہی جمع کرتا ہے جو عقل نہیں رکھتا۔ (مسند احمد، بیہقی، شعب الایمان)

[۱] کیونکہ دنیا فانی ہے اس میں ہمیشہ اقامت اور خوشی ممکن ہی نہیں۔ پس جس نے دنیا کو اپنا گھر بنالیا گویا اس کا گھر ہی نہیں۔

[۲] مال کا مقصد یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اچھے کاموں میں خرچ کیا جائے۔ جب شہوات اور دنیاوی لذتوں میں خرچ کردیا تو یہ مال برباد ہے اور مال ہونے کے حکم سے باہر ہے گویا وہ مال ہی نہیں۔ بعض حواشی میں ہے کہ فنا اور حقارت کی وجہ سے دنیا کے گھر اور مال کو گھر اور مال کہا ہی نہیں جاسکتا۔ اس کا معنیٰ حاصل بھی پہلے معنی کی طرح ہی ہے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ دنیا اسی کا گھر ہے جس کا آخرت میں گھر نہیں اور مال اس کا ہے جس کا آخرت میں غنا و مال نہیں یعنی جو اس دنیا کو اپنا گھر بنا لیتا ہے اور اس پر مطمئن ہو جاتا ہے اور ہمیشہ باقی رہنے کے خیال سے دنیا کا مال جمع کرتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا (بلاشبہ وہ لوگ جو ہماری ملاقات کے امیدوار نہیں اور دنیاوی زندگی کے ساتھ راضی ہو چکے اور اس میں مطمئن ہیں) دوسرے مقام پر فرمایا اَيَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ (کیا وہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ رہے گا) تو اس کا آخرت میں نہ تو ٹھکانا ہے اور نہ ہی غنا و مال۔

[۳] جو دنیا کے لیے مال جمع کرتا ہے وہ شعور نہیں رکھتا "لہا" میں لام زائد ہے۔

۴۹۸۳/۵۸ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ خُطْبَتِهٖ اَلْخَمْرُ جِمَاعُ الْاِثْمِ وَالنِّسَاءُ حَبَائِلُ الشَّيْطٰنِ وَحُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ قَالَ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اَخِّرُوْهُنَّ حَيْثُ اَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ (رَوَاهُ رَزِيْنٌ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دوران خطبہ یہ فرماتے ہوئے سنا شراب پینا گناہوں کو جمع کرنا ہے[۱]۔ عورتیں شیطان کا جال[۲] ہیں اور دنیا کی محبت تمام گناہوں کی سردار[۳] ہے اور میں نے یہ فرماتے ہوئے بھی سنا کہ عورتوں کو مؤخر کرو جیسے اللہ تعالیٰ نے انہیں مؤخر کیا ہے۔ (رزین، بیہقی نے شعب الایمان میں اسے حضرت حسن سے مرسلاً روایت کیا کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں سے بڑھ کر ہے)

لے اس میں تمام گناہ جمع ہوجاتے ہیں اور اس کی وجہ سے معرضِ وجود میں آجاتے ہیں اسی وجہ سے اسے "اُمّ الخبائث" کہا جاتا ہے۔ صراح میں ہے جامع الشیئ جیم کے کسرہ کے ساتھ ہے اس کا معنی کسی شے کے جمع کرنے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے اَلْخَمْرُ جِمَاعُ الْاِثْمِ (شراب گناہوں کو جمع کرنے والی ہے)

ﷺ شیطان کے شکار کرنے کے آلات واسباب ہیں، حبائل، حبالہ کی جمع ہے۔ جیسے کتاب کتب وہ جال مراد ہے جس سے شکار کیا جاتا ہے۔

ﷺ کیونکہ تمام گناہ محبتِ دنیا کی وجہ سے ہی ہوتے ہیں اگر آخرت کا خوف ہو تو گناہوں کا ارتکاب نہیں ہوتا

ﷺ اس حیثیت سے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ذکر، شہادت، جماعت اور فضیلت ومرتبہ میں مؤخر کیا ہے۔

۴۹۸۴/۵۹ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَتَخَوَّفُ عَلٰى اُمَّتِي الْهَوٰى وَطُوْلُ الْاَمَلِ فَاَمَّا الْهَوٰى فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ وَاَمَّا طُوْلُ الْاَمَلِ فَيُنْسِي الْاٰخِرَةَ وَهٰذِهِ الدُّنْيَا مُرْتَحِلَةٌ ذَاهِبَةٌ وَهٰذِهِ الْاٰخِرَةُ مُرْتَحِلَةٌ قَادِمَةٌ وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بَنُوْنَ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَا تَكُوْنُوْا مِنْ بَنِي الدُّنْيَا فَافْعَلُوْا فَاِنَّكُمُ الْيَوْمَ فِي دَارِ الْعَمَلِ وَلَا حِسَابَ وَاَنْتُمْ غَدًا فِي دَارِ الْاٰخِرَةِ وَلَا عَمَلَ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنی امت کے بارے میں سب سے زیادہ خوف نفس کی خواہش اور لمبی امید لے سے رکھتا ہوں۔ خواہش نفس حق سے روک دیتی ہے اور لمبی عمر کی امید آخرت کو بھلا دیتی ہے، یہ دنیا رخصت ہونے والی اور جانے والی ہے اور آخرت کوچ کرنے اور آنے والی ہے۔ ان میں ہر ایک کے بیٹے ہیں اگر تم کوشش کرو تو دنیا کے بیٹے نہ ہو کیونکہ تم آج عمل کی جگہ میں ہو جہاں حساب نہیں اور کل تم آخرت میں ہوگے جہاں عمل نہ ہوگا ۔ (بیہقی، شعب الایمان)

لے وہ آخرت کو بھولا ہوا ہے

ﷺ دنیا ہر دم جا رہی ہے اور آخرت ہر دم آرہی ہے یہاں سے دنیا کے جلدی فنا ہونے کا مفہوم واضح ہوتا ہے کیونکہ آخرت اگر اپنی جگہ رہے صرف دنیا ہی فنا ہو تب بھی دنیا گزر جائے گی چہ جائیکہ جب آخرت بھی بڑھ رہی ہو تو اب دنیا کے جلدی اختتام کا مفہوم زیادہ واضح ہے۔

ﷺ تابع اور محکوم مراد ہیں

ﷺ اس کے تابع، طالب اور محکوم نہ ہو۔

ﷺ اور حساب ہوگا۔

۴۹۸۵/۶۰ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ ارْتَحَلَتِ الدُّنْيَا مُدْبِرَةً وَارْتَحَلَتِ الْاٰخِرَةُ مُقْبِلَةً وَلِكُلٍّ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ دنیا کوچ کرتے ہوئے پیٹھ پھیر رہی ہے اور آخرت کوچ

وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بَنُوْنَ فَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الْاٰخِرَةِ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الدُّنْيَا فَاِنَّ الْيَوْمَ عَمَلٌ وَّلَا حِسَابَ وَغَدًا حِسَابٌ وَّلَا عَمَلَ ۔
(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ فِیْ تَرْجَمَةِ بَابٍ)

کرتے ہوئے سامنے آرہی ہے[2] ان میں سے ہر ایک کی اولاد ہے تم آخرت کے بیٹے بنو، دنیا کے نہ بنو، کیونکہ آج عمل ہے اور حساب نہیں اور کل حساب ہوگا عمل نہ ہوگا (اسے بخاری[3] نے ایک باب کا عنوان بنایا ہے)

[1] دنیا ہماری طرف پشت کرنے والی ہے "مُدْبِرَةٌ" بمعنی "ذَاهِبَةٌ" ہے جیسا کہ سابقہ حدیث میں آیا ہے
[2] اس کا معنی ہماری طرف ہے
[3] امام بخاری نے اسے موقوفاً بیان کیا، حدیث جابر کے مضمون سے واضح ہو رہا ہے کہ یہ مرفوع ہے کیونکہ دونوں کا مضمون ایک ہی ہے ۔

٤٩٨٦ وَعَنْ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ يَوْمًا فَقَالَ فِیْ خُطْبَتِهٖ اَلَا اِنَّ الدُّنْيَا عَرَضٌ حَاضِرٌ يَاْكُلُ مِنْهُ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ اَلَا وَاِنَّ الْاٰخِرَةَ اَجَلٌ صَادِقٌ وَّيَقْضِیْ فِيْهَا مَلِكٌ قَادِرٌ اَلَا وَاِنَّ الْخَيْرَ كُلَّهٗ بِحَذَافِيْرِهٖ فِی الْجَنَّةِ اَلَا وَاِنَّ الشَّرَّ كُلَّهٗ بِحَذَافِيْرِهٖ فِی النَّارِ اَلَا فَاعْمَلُوْا وَاَنْتُمْ مِّنَ اللّٰهِ عَلٰی حَذَرٍ وَّاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ مَعْرُوْضُوْنَ عَلٰی اَعْمَالِكُمْ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۔
(رَوَاهُ الشَّافِعِیُّ)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا آگاہ رہو دنیا بے ثبات[1] سامان ہے جس سے نیک وبد[2] سب کھاتے ہیں سنو آخرت بھی میعاد[3] ہے جس میں قدرت والا مالک فیصلہ فرمائے گا آگاہ رہو کہ ساری خوبیاں اپنے کناروں[4] سمیت جنت میں ہیں۔ آگاہ رہو کہ تمام مصیبت اپنے کناروں سمیت آگ میں ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے[5] عمل کیا کرو اور جان لو کہ تم اپنے اعمال پر پیش کیے جاؤ گے[6] پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی وہ اسے دیکھ لے گا ۔
(امام شافعی)

[1] طیبی کہتے ہیں کہ عرض اس چیز کو کہا جاتا ہے جس میں ثبات نہ ہو اور صراح میں اس کا ترجمہ مال نقد کیا گیا ہے ۔
[2] مومن وکافر، فاسق وفرمانبردار تمام کے تمام دنیاوی رزق سے حصہ پاتے ہیں ۔
[3] آخرت متحقق اور ثابت ہے ۔
[4] انواع واقسام
[5] یا اس بات سے ڈرو کہ عمل قبول بھی ہوتا ہے یا نہیں
[6] یہاں قلب ہے یعنی تمہارے اعمال تم پر پیش کیے جائیں گے، یا یہ معنی ہے کہ تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق

بارگاہِ خداوندی میں پیش کیا جائے گا۔

۴۹۸۷/۶۲ وَعَنْ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ الدُّنْيَا عَرَضٌ حَاضِرٌ يَاْكُلُ مِنْهَا الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ وَاِنَّ الْاٰخِرَةَ وَعْدٌ صَادِقٌ يَحْكُمُ فِيْهَا مَلِكٌ عَادِلٌ قَادِرٌ يُحِقُّ فِيْهَا الْحَقَّ وَيُبْطِلُ الْبَاطِلَ كُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الْاٰخِرَةِ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الدُّنْيَا فَاِنَّ كُلَّ اُمٍّ يَتْبَعُهَا وَلَدُهَا رَوَاهُمَا اَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ)

حضرت شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، اے لوگو! یہ دنیا غیر ثابت شے ہے اس سے نیک وبد دونوں کھاتے ہیں اور آخرت سچ اور حق ہے اس میں مالک عادل اور قدرت والا فیصلہ کرے گا جو حق کو ثابت اور باطل کو ختم کر دے گا آخرت کے بیٹے بنو دنیا کے بیٹے نہ بنو کیونکہ ہر فرزند اپنی والدہ کی اتباع[1] کرتا ہے۔

(ابونعیم، حلیہ)

[1] پس جو شخص آخرت کے تابع ہوگا وہ اس کو سامنے رکھتے ہوئے عمل کرے گا اور جو دنیا کا بندہ ہوگا وہ اس میں پھنسا رہے گا۔

۴۹۸۸/۶۳ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ اِلَّا وَبِجَنْبَتَيْهَا مَلَكَانِ يُنَادِيَانِ يُسْمِعَانِ الْخَلَائِقَ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ يَا اَيُّهَا النَّاسُ هَلُمُّوْا اِلٰى رَبِّكُمْ مَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ وَاَلْهٰى رَوَاهُمَا اَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سورج دو فرشتوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے وہ آواز دے کر جن وانس کے علاوہ[1] ہر مخلوق کو سناتے ہیں۔ لوگو! اپنے رب کی طرف آؤ، جو تھوڑا[2] اور کافی ہے وہ اس سے اچھا ہے جو زیادہ ہو اور غافل کر دینے والا ہو۔ (ابونعیم، حلیہ)

[1] ابتلاء کی وجہ سے یہ نہیں سنتے۔

[2] یعنی وہ رزق جو کم مگر کافی ہو، وہ اس رزق سے بہتر ہے جو زیادہ ہو مگر عبادتِ خدا سے غافل کر دے یہاں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ مقصد لوگوں کو متوجہ کرنا ہے تو جب انھوں نے اس ندا کو سنا ہی نہیں تو یہ مقصد کیسے حاصل ہوا؟ اس کے جواب میں یہی کافی ہے کہ ہمیں جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آگاہ کر دیا ہے تو ہم نے سن لیا ہے۔

۴۹۸۹/۶۴ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهٖ قَالَ اِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ مَا قَدَّمَ وَقَالَ بَنُوْ اٰدَمَ مَا خَلَّفَ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب آدمی فوت ہوتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں تو نے آگے[1] کیا بھیجا ہے؟ انسان کہتے ہیں پیچھے کیا چھوڑا ہے[2]

(بیہقی شعب الایمان)

[1] نیک اعمال میں سے۔

[2] فرشتوں کی نظر نیک اعمال پر اور آدمیوں کی نظر مال پر ہوتی ہے۔

۴۹۰ وَعَنْ مَالِكٍ اَنَّ لُقْمَانَ قَالَ لِابْنِهٖ يَا بُنَيَّ اِنَّ النَّاسَ قَدْ تَطَاوَلَ عَلَيْهِمْ مَا يُوْعَدُوْنَ وَهُمْ اِلَى الْاٰخِرَةِ سِرَاعًا يَذْهَبُوْنَ وَاِنَّكَ قَدِ اسْتَدْبَرْتَ الدُّنْيَا مُنْذُ كُنْتَ وَاسْتَقْبَلْتَ الْاٰخِرَةَ وَاِنَّ دَارًا تَسِيْرُ اِلَيْهَا اَقْرَبُ اِلَيْكَ مِنْ دَارٍ تَخْرُجُ مِنْهَا۔ (رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

حضرت مالک سے روایت ہے کہ لقمان نے اپنے بیٹے[1] سے کہا اے بیٹے لوگوں پر جزا اور سزا کا معاملہ[2] دراز ہوگیا ہے اور وہ آخرت کی طرف بڑی تیزی سے بڑھ رہے ہیں اور تم جب سے پیدا ہوئے ہو دنیا کو پیچھے چھوڑ رہے ہو اور آخرت کی طرف جارہے ہو[3] اور وہ گھر جس کی طرف تم جارہے ہو اس سے زیادہ قریب ہے جس سے تم نکل رہے ہو۔[4] (رزین)

[1] اپنے بیٹے کو بطور نصیحت کہا۔
[2] قیامت اور جزا و سزا مراد ہے کیونکہ انہی کا وعدہ ہے۔
[3] جب آخرت کی طرف توجہ ہے تو دنیا چھوٹ گئی۔
[4] واقعۃً یہاں سے آدمی نکل جاتا ہے وہ ہر مقام، ہر گھڑی، اور ہر قدم پر مزید دور ہوجاتا ہے اور جس کی طرف انسان روانہ ہوتا ہے وہ قریب ہوتا جاتا ہے اور ایک دن آتا ہے کہ وہ سفر ختم ہوجاتا ہے

۴۹۱ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ النَّاسِ اَفْضَلُ قَالَ كُلُّ مَخْمُوْمِ الْقَلْبِ صَدُوْقِ اللِّسَانِ قَالُوْا صَدُوْقُ اللِّسَانِ نَعْرِفُهٗ فَمَا مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ قَالَ هُوَ النَّقِيُّ التَّقِيُّ لَا اِثْمَ عَلَيْهِ وَلَا بَغْيَ وَلَا غِلَّ وَلَا حَسَدَ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ سب سے افضل کون ہے؟ فرمایا ہر سالم دل والا اور سچی زبان والا عرض کیا گیا ہم سچی زبان والے کو جانتے ہیں۔[1] مگر سالم دل والے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ایسا ستھرا جس پر نہ گناہ ہو نہ بغاوت نہ کینہ نہ حسد۔[2] (ابن ماجہ، بیہقی شعب الایمان)

[1] جو کبھی جھوٹ نہ کہے اور اس کی زبان پر سوائے سچ کے کچھ نہ ہو
[2] جو دل سالم ہو
[3] لفظ "مخموم"، "خم" سے بنا ہے جس کا معنی زمین اور کنوئیں سے گرد و غبار کا صاف کرنا ہے کہا جاتا ہے، خممت البیت واخممتہ اس نے گھر میں جھاڑو دیا یخمامہ خادم کے پیش کے ساتھ وہ مٹی جو جھاڑو دینے سے اکٹھی ہو۔
ممکن ہے صحابہ اس لفظ کے معنی سے آگاہ نہ ہوں کیونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آپ گفتگو میں ایسا لفظ استعمال فرماتے جو صحابہ اہل زبان اور فصاحت و بلاغت میں کمال کے باوجود اسے اور اس کے معنی سے آگاہ نہ ہو پاتے جیسا کہ حمی الوطیس (جنگ سخت ہوگئی) یا لغت کے لحاظ سے اس کے معنی سے آگاہ ہوتے مگر اس کے معنی کا تعین نہ کر پاتے تو اس پر

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی تفصیل فرما دیتے یہ احتمال واضح تر ہے۔

۴۹۹۲/۶۷ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ اِذَا كُنَّ فِيْكَ عَلَيْكَ مَا فَاتَكَ الدُّنْيَا حِفْظُ اَمَانَةٍ وَّصِدْقُ حَدِيْثٍ وَّحُسْنُ خَلِيْقَةٍ وَّعِفَّةٌ فِيْ طُعْمَةٍ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تیرے اندر چار چیزیں ہیں تو دنیا[1] تجھ سے فوت ہو جائے تب بھی کوئی حرج نہیں[2]، حفاظت امانت[3]، سچی بات، اچھی عادت[4]، کھانے میں عفت[5]۔ (مسند احمد، بیہقی شعب الایمان)

[1] جب اخروی نعمتوں کی بنیاد حاصل ہو اور نفس ان کی وجہ سے نورانی اور باکمال ہو کر اس کے ذریعے آخرت کے ثواب اور نعمتوں کو حاصل کرے تو ایسی صورت میں اگر دنیوی نعمتیں، شہوات اور لذات نہیں ملتیں تو کیا غم؟ بلکہ ان کے ہونے میں کمال لطافت اور نورِ جمال میں خلل اور نقص کا امکان ہو سکتا ہے۔ شاید یہ بات آپ نے اہلِ معرفت کے قلوب کی تسلی اور تشفی کے لیے فرمائی ہو کیونکہ بعض اوقات بتقاضائے بشریت ان کی توجہ دنیا کی طرف ہو جاتی ہے۔

[2] ان چار چیزوں کی تفصیل

[3] اپنے پروردگار، اس کے بندوں کے اور اپنے نفس کے حقوق کی ادائیگی۔

[4] نیک طبیعت اور پاکیزہ فطرت مراد ہے جیسا کہ گزشتہ الفاظ خَلِيْقَةٌ مُسْتَقِيْمَةٌ کے تحت گزرا ہے۔

[5] لقمۂ حرام سے اجتناب، قدرِ ضرورت پر اکتفا اور کھانے میں کثرت نہ کرنا۔

۴۹۹۳/۶۸ وَعَنْ مَّالِكٍ قَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّهٗ قِيْلَ لِلُقْمَانَ الْحَكِيْمِ مَا بَلَغَ بِكَ مَا نَرٰى يَعْنِى الْفَضْلَ قَالَ صِدْقُ الْحَدِيْثِ وَاَدَاءُ الْاَمَانَةِ وَتَرْكُ مَا لَا يَعْنِيْنِيْ۔ (رَوَاهُ فِى الْمُوَطَّا)

امام مالک سے روایت ہے کہ انہیں یہ خبر ملی ہے کہ حضرت لقمان حکیم سے پوچھا گیا کہ آپ کو اس بزرگی کے مقام پر کس چیز نے پہنچایا؟ فرمایا! بات کی سچائی، ادائیگی امانت، بیکار کام کو چھوڑنا[1]۔ (الموطا امام مالک)

[1] ہر وہ کام جو میری ضرورت نہ تھا اسے ترک کر دیا، اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ حکمت سچ بات، عقل اور نیک کردار کا نام ہے۔

فائدہ: حضرت لقمان، حضرت ایوب علیہ السلام کے خواہر زادہ یا خالہ کے بیٹے ہیں علماء کا اختلاف ہے کہ وہ نبی تھے یا نہیں، صحیح یہی ہے کہ وہ ولی اور حکیم تھے یہ بیان ہوا ہے کہ انھوں نے ایک ہزار نبی کی خدمت کی اور ان سے استفادہ کیا۔ حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ حضرت لقمان نہ نبی تھے اور نہ بادشاہ، ایک سپاہی تھے جو بکریاں چراتے اللہ تعالیٰ نے انھیں منتخب فرما لیا انھیں حکمت، دانائی اور بلند عقل بخشی اور اپنی مبارک کتاب قرآن مجید میں ان کا ذکر کیا۔

۴۹۹۴/۶۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَجِیْءُ الْاَعْمَالُ فَتَجِیْءُ الصَّلٰوۃُ فَتَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنَا الصَّلٰوۃُ فَیَقُوْلُ اِنَّكِ عَلٰی خَیْرٍ فَتَجِیْءُ الصَّدَقَةُ فَتَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنَا الصَّدَقَةُ فَیَقُوْلُ اِنَّكِ عَلٰی خَیْرٍ ثُمَّ یَجِیْءُ الصِّیَامُ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنَا الصِّیَامُ فَیَقُوْلُ اِنَّكَ عَلٰی خَیْرٍ ثُمَّ تَجِیْءُ الْاَعْمَالُ عَلٰی ذٰلِكَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّكَ عَلٰی خَیْرٍ ثُمَّ تَجِیْءُ الْاِسْلَامُ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنْتَ السَّلَامُ وَاَنَا الْاِسْلَامُ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّكَ عَلٰی خَیْرٍ بِكَ الْیَوْمَ اٰخُذُ وَبِكَ اُعْطِیْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ کِتَابِهٖ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ○

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمام اعمال[1] آئیں گے، نماز آئے گی عرض کرے گی اے میرے رب![2] میں نماز ہوں اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو خیر پر[3] ہے۔ صدقہ آئے گا عرض کرے گا یا رب میں صدقہ[4] ہوں رب فرمائے گا تو بھی خیر پر[5] ہے پھر روزے آ کر عرض کریں گے یا رب[6] ہم روزے ہیں رب کریم فرمائے گا تم خیر پر ہو پھر باقی اعمال بھی اسی طرح آئیں گے رب تعالیٰ فرمائے[7] گا تم خیر پر ہو[8] پھر اسلام[9] آئے گا عرض کرے گا یا رب تو سلام[10] ہے اور میں اسلام ہوں رب تعالیٰ فرمائے گا تو بھلائی پر[11] ہے آج تیری وجہ سے میں گرفت کروں گا اور تیری وجہ سے عطا کروں[12] گا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی دین تلاش کریگا اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان والوں میں سے ہے

[1] تمام بندوں کے اعمال بارگاہِ خداوندی میں آجائیں گے تاکہ وہ ان کے خلاف حجت یا ان کے حق میں شفاعت کریں، اعمال کی آمد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حسین وجمیل صورت ہوگی جیسا کہ بعض احادیث و آثار سے مفہوم ہوتا ہے یا اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ اعراض آئیں اور وہ گفتگو کریں یا اس سے اعمال کے وجود کا استحضار اور بندے کا ان کے ساتھ متصف ہونا مراد ہے۔

[2] تیری بارگاہِ لطف میں اِس بندے کی اُس قبولیت کی بناء پر شفاعت کرتی ہوں جو مجھے تیری بارگاہ میں حاصل ہے تو نے مجھے عزت اور قرب عطا فرما کر اپنے دین کا ستون قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے "اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ" (بلاشبہ نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے منع کرتی ہے) جب میں دُنیا میں فسق و فجور سے روکنے والی تھی تو آج بھی میں امیدوار ہوں کہ میں تیرے غضب و عتاب سے اسے محفوظ کر لوں گی۔

[3] اے نماز تو خیر، فلاح اور کامیابی کی ضمانت ہے یہ احسن انداز اور نہایت ہی کرم کے ساتھ اس کی شفاعت کی قبولیت میں توقف ہے یعنی تجھے یقیناً اپنے مقام پر فضیلت اور بزرگی حاصل ہے رہا معاملہ شفاعت اور انعام کا تو وہ الگ ہے اور وہ تیرا اور تیری طرح کے دیگر تمام اعمال کی اصل، بنیاد اور جامع صفات ہے یعنی اسلام آئے گا۔ یہاں قابلِ قدر نکتہ یہ ہے کہ مقام شفاعت پر کھڑا ہونے والی وہی ذات ہو سکتی ہے جو جامعیت میں بارگاہِ الٰہی میں جامع کمالات ہو جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کہ جو اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء و صفات کی مظہر ہے آپ کے

علاوہ کوئی پیغمبر بابِ شفاعت نہیں کھولے گا اس طرح اعمال میں بھی ایسا عمل ہوگا جو خیر و کمال کی تمام صفات کو جامع ہوگا اور اس کی تفصیل حدیث کے آخر میں آچکی ہے ۔

۵۴ یعنی زکوٰۃ

۵۵ اے اللہ! میں اس بندے کی شفاعت کرتا ہوں تو نے مجھے اپنے لطف سے نوازتے ہوئے فرمایا ہے ۔ اَلصَّدَقَۃُ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ (صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کردیتا ہے)

۵۶ جیسا کہ نماز کو فرمایا تھا

۵۷ اے اللہ! تو نے میرے ساتھ ایسی جزا مخصوص فرمائی ہے جس کا علم تیرے سوا کسی کو نہیں! تیرا وعدہ ہے جس نے روزہ پایا اور اس کا احترام کیا میں اسے بخش دوں گا اور جنت میں داخل کروں گا ۔

۵۸ اسی طریقہ پر جو ذکر ہوا

۵۹ اللہ تعالیٰ ہر عمل کی شفاعت کو مؤخر رکھے گا اور اس کی درخواست کو احسن کرم کے ساتھ موقوف فرمائے گا ۔

۶۰ جو تمام اعمال خیر کا جامع اور اوامر و احکام کا سرچشمہ ہے

۶۱ اے پروردگار! تیرا مبارک نام سلام ہے یعنی تو تمام نقائص، عیوب اور آفات سے سلم و منزہ ہے اور اپنے بندوں کو تمام مصائب و تکالیف سے محفوظ فرمانے والا ہے ۔ میں اسلام ہوں تیرے حکم کے تابع، خاشع اور انکساری کرنے والا ہوں تو نے فرمایا ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ دین اسلام ہے) اسلام جامع ہونے کے ساتھ ساتھ شفاعت کی درخواست احسن انداز اور ادب سے کرے گا کہ پہلے اپنے رب کی ثناء و تعظیم کا اظہار کرے گا پھر شفاعت ۔ جیسا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلے اپنے رب کی مخصوص ثناء کریں گے اور اس کے بعد شفاعت کا دروازہ کھولیں گے، یہاں اللہ تعالیٰ کا نام سلام لیا گیا کیونکہ بندے کی شفاعت بھی جلیم ہونے کی بناء پر قبول ہوگی اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں اسلام سے مراد رضا و تسلیم اور ترکِ اختیار کا وہ مقام ہو جو اہلِ قرب اور منتخب لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جیسا کہ خلعت کے درجہ پر فائز ذات کے بارے میں فرمایا اِذْ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (جب بھی انہیں کہا جھک جاؤ عرض کیا میں جھک گیا اس رب کے لیے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے)

۶۲ اسی طرح جیسے دیگر اعمال کو فرمایا تاکہ دیگر سب عملوں پر ترجیح و تعظیم لازم نہ آئے اور وہ بارگاہِ رحمتِ الٰہیہ سے ناامید و پریشان نہ ہوں کیونکہ جزو ہو یا کل تمام کے تمام اللہ تعالیٰ کے احسان و لطف کے دریا میں غرق ہیں اس کے بعد دیگر پر اسلام کو ترجیح دیتے ہوئے اس کی قبولِ بشارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے

۶۳ اب تو جو چاہتا ہے مانگ لے ۔

۴۹۹۵ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ لَنَا سِتْرٌ فِیْہِ تِمْثَالُ طَیْرٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے ہمارے ہاں ایک پردہ تھا جس پر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ حَوِّلِيْهِ فَإِنِّيْ إِذَا رَأَيْتُهُ ذَكَرْتُ الدُّنْيَا۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

پرندوں کی تصاویر تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! انھیں ہٹا دو[1] میں اسے جب دیکھتا ہوں مجھے دنیا یاد[2] آجاتی ہے۔

[1] یہ پردہ تبدیل کر دو اور یہاں سے دور کر دو۔

[2] دنیا کا سامان یاد آجاتا ہے جو میرے اللہ تعالیٰ کے ہاں نہایت ہی مذموم ہے۔ اے عزیز! غور کر جب دنیا کا دیکھنا اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کے دل کے تکدر اور تشویش کا ذریعہ ہے تو خود دنیا کا کیا حال ہوگا؟

۴۹۹۶ وَعَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِظْنِيْ وَاَوْجِزْ فَقَالَ اِذَا قُمْتَ فِيْ صَلٰوتِكَ فَصَلِّ صَلٰوةَ مُوَدِّعٍ وَّلَا تَكَلَّمْ بِكَلَامٍ تَعْذِرُ مِنْهُ غَدًا وَّاجْمَعِ الْاِيَاسَ مِمَّا فِيْ اَيْدِي النَّاسِ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے نہایت ہی مختصر نصیحت[1] فرمائیے۔ آپ نے فرمایا جب تم نماز پڑھو تو رخصت ہونے[2] کی طرح پڑھو۔ ایسی گفتگو نہ کرو جس سے کل معذرت[3] کرنی پڑے اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے خوب[4] مایوس ہو جاؤ۔

[1] یعنی جو نہایت ہی جامع ہو۔

[2] اس شخص کی طرح پڑھو جو اللہ کے سوا تمام مخلوق اور نفس کو چھوڑنے والا ہے، اور اس طرح اخلاص، توکل اور توجہ تام میں اپنے مولیٰ کی طرف یکسو ہو کر دنیا سے رخصت ہونے والا ہے اور یہ تیری آخری نماز ہے اور تیری عمر کا آخری وقت ہے اسی لیے بزرگوں کی وصیتوں میں موجود ہے کہ طالب کو چاہیے وہ ہر نماز کو اپنی عمر کی آخری نماز تصور کرے جب ایسا کرے گا تو یقیناً نماز میں ذوق، حضور قلب اور تعدیل ارکان ہوگا۔

[3] کل قیامت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معافی مانگنی پڑے یا مطلق گفتگو مراد ہے خواہ اپنے دوستوں کے ساتھ ہو یا دیگر مسلمانوں کے ساتھ یعنی ایسی گفتگو ہی نہ کرو جس پر پشیمان ہو کر معذرت کرنی پڑے۔

[4] ان سے ناامیدی پر عزم مصمم کرے اور کبھی لالچ نہ کر۔

۴۹۹۷ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْصِيْهِ مُعَاذٌ رَاكِبٌ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ تَحْتَ رَاحِلَتِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ يَا مُعَاذُ اِنَّكَ عَسٰى اَنْ لَّا تَلْقَانِيْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا وَلَعَلَّكَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِيْ هٰذَا وَ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں یمن[1] روانہ فرمایا تو آپ انھیں الوداع کہنے کے لیے نکلے آپ نے انھیں وصیت فرمائی اس حال میں کہ معاذ سوار اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدل چل رہے[2] تھے جب فارغ ہوئے تو فرمایا اے معاذ اس سال کے بعد شاید تو مجھے نہ مل سکے

قَبْرِیْ فَبَکٰی مُعَاذٌ جَشَعًا لِفِرَاقِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَاَقْبَلَ بِوَجْہِہٖ نَحْوَ الْمَدِیْنَۃِ فَقَالَ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِیَ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ کَانُوْا وَ حَیْثُ کَانُوْا۔

(رَوَی الْاَحَادِیْثَ الْاَرْبَعَۃَ اَحْمَدُ)

اور شاید تو آئے تو میری یہ مسجد ہو گی اور میری قبر، حضرت معاذ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس جدائی و فراق کے صدمے[۳] میں رو پڑے پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس ہوئے، چہرہ اقدس مدینہ طیبہ کی طرف تھا تو فرمایا میرے سب سے قریب وہ شخص ہیں جو صاحبِ تقویٰ ہیں جو بھی ہوں[۴] اور جہاں بھی ہوں

(یہ چار روایات[۵] مسند احمد میں ہیں)

[۱] قاضی بنا کر

[۲] معاذ کی سواری کے ساتھ ساتھ، اس سے واضح ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معاذ کی عظمت و شان کا اہتمام فرمایا، اس میں اس پر بھی تنبیہ ہے کہ اگر سربراہ اپنے کسی صاحب منصب کا احترام کرے تو یہ اس کے احکام کے نفاذ کے لیے بڑا ہی بہتر ہوتا ہے لوگ اس کا احترام بجا لائیں گے۔

[۳] جَشَعًا۔ جیم اور شین دونوں پر فتحہ۔ طیبی میں اس کا معنی محبوب کے فراق میں آنسو بہانا ہے اور صراح میں ہے کہ اس کا معنی حرص کا غالب آنا اور سخت آرزومند ہونا ہے۔

[۴] وہ لوگ جو بھی ہوں جس جگہ کے بھی ہوں، یہ حضرت معاذ کے لیے وصیت اور تسلی ہے کہ تقویٰ کی راہ پر قائم رہو میرے فراق پر غم نہ کر اگر تو صاحبِ تقویٰ رہا تو خواہ صورۃً جدا و دور ہے مگر حقیقتاً تو میرے قریب ہے۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے معاذ کو اپنے وصال کی خبر دی اور آگاہ کر دیا کہ جب تو واپس آئے گا تو اس شخص کی اقتداء کرے گا جو متقین میں سے میرے سب سے زیادہ قریب ہے۔ شارحین حدیث نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ گرامی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلیفہ تھے۔ حدیث میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک خاتون نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنا مدعا عرض کیا آپ نے فرمایا کسی وقت دوبارہ آنا تو اس خاتون نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو کیا کروں گویا وہ کہہ رہی تھی اگر آپ کا وصال ہو جائے تو پھر؟ آپ نے فرمایا اگر تو آئے اور مجھے نہ پائے تو ابوبکر سے مل لینا۔ اس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے اسی طرح اور چہرۂ اقدس کو مدینہ طیبہ کی طرف پھیرنا اس معنی کی تائید کرتا ہے، ورنہ حضرت معاذ کی تسلی کے لیے چہرۂ اقدس کو اس طرف پھیرنے کا کیا معنی؟

[۵] حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر اس حدیث تک۔

۴۹۹۸ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔

يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ اِنْفَسَحَ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ لِتِلْكَ مِنْ عَلَمٍ يُعْرَفُ بِهٖ قَالَ نَعَمْ اَلتَّجَافِيْ مِنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَةُ اِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

اللہ تعالیٰ جس شخص کی ہدایت[1] کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب نور سینے میں داخل ہو جاتا ہے تو سینہ کھل جاتا ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا ایسی کوئی نشانی ہے جس سے اس نور کی معرفت ہو جائے؟ فرمایا ہاں! دنیا سے دور رہنا، آخرت کی طرف متوجہ ہونا موت سے پہلے اس کی تیاری۔

[1] یعنی اللہ تعالیٰ جس کے بارے میں چاہتا ہے کہ اسے راہ دکھائے، اپنا طریق واضح کرے اور اسے اپنی توفیق سے نوازے اس کا سینہ مسلمان ہونے کے لیے کھول دیتا ہے اس سے تردد اور تشکیک کو دور فرما دیتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے نفس کو حق کے قبول کرنے اور دل میں ایمان داخل ہونے اور ایمان کو کدورت سے پاک اور ایمان کے تمام منافی اور موانع کو دور کر کے انشراح صدر عطا کر دیتا ہے کیونکہ دل ہی تمام انوار و اسرار کا مرکز و سرچشمہ ہے۔

[2] کیونکہ فریب و مکر اور دھوکہ کی جگہ ہے، شیطان اس کی بنا پر انسان کو دھوکہ دیتا ہے۔

[3] جو ہمیشہ کا ٹھکانہ ہے۔

[4] ایسے اعمال کرے جو موت کے بعد کام آئے۔

۴۹۹۹ / ۴۳ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ خَلَّادٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاَيْتُمُ الْعَبْدَ يُعْطٰى زُهْدًا فِي الدُّنْيَا وَقِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوْا مِنْهُ فَاِنَّهٗ يُلَقَّى الْحِكْمَةَ۔

(رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابو خلاد[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اسے دنیا سے بے رغبتی اور کم بولنے کی نعمت عطا کی گئی ہے تو ان کی صحبت اختیار کرو کیونکہ اسے صاحب حکمت[2] بنا دیا گیا ہے۔

(ان دونوں احادیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے)

[1] خلاد۔ خاء پر زبر، لام مشدد اصابہ میں ہے کہ صحابی ہیں ان کا نام عبدالرحمٰن ہے۔ استیعاب میں ہے کہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں سے ہیں۔ امام بخاری نے ان کا تذکرہ صرف اصحاب کنیت میں کیا ہے۔

[2] یلقی، قاف مشدد، حکمت، اچھا کردار اور راست بازی کا نام ہے۔

۳۳۰۔ بَابُ فَضْلِ الْفُقَرَآءِ وَمَا كَانَ مِنْ عَيْشِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فضیلتِ فقراء اور نبی اکرم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے زندگی کیسے گذاری؟

واضح رہے کہ اہلِ علم کا اس میں اختلاف ہے کہ فقیر صابر بہتر ہے یا غنی شاکر۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ غنی شاکر افضل ہے کیونکہ اس کے ہاتھ سے خیرات وصدقات اور امورِ خیر زیادہ صادر ہوتے ہیں اور حدیث میں بھی اغنیاء کی شان بیان ہوئی ہے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا "ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ" (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے) جیسا کہ باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں تفصیلاً گزر چکا ہے، اکثر اہلِ علم کہتے ہیں کہ فقیر صابر افضل ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حالتِ مبارکہ یہی تھی اس باب کی تمام احادیث ان کی دلیل ہیں۔ حق یہ ہے کہ فقر اور غناء کی ماہیت مطلقہ میں اختلاف نہ ہے کسی خاص معین شخص کے حوالے سے بعض اوقات غنا بہتر ہوتا ہے اور بعض اوقات جس طرح ایک حدیث میں ہے جب اللہ تعالٰی اپنے کسی بندے پر لطف کرتا ہے تو جس میں اس کی بہتری ہو وہ مال عطا کر دیتا ہے، کبھی فقر کبھی غناء، کبھی صحت، کبھی مرض اسی طرح تمام متضاد صفات کا معاملہ ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

پیرانِ پیر غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے کہ آپ سے پوچھا گیا، فقیر صابر افضل ہے یا غنی شاکر، فرمایا ان دونوں سے فقیر شاکر افضل ہے' اس میں فقر کے افضل ہونے پر اشارہ ہے یعنی فقر ایک نعمت ہے اس پر شکر کا اظہار ہونا چاہیے' یہ مصیبت نہیں کہ اس پر صبر کیا جائے۔

شیخ عالم عارف مقتدیٰ عبدالوہاب المتقی اپنے شیخ سے نقل کرتے ہیں کہ جب تک ہم سے اس بات کا اقرار نہیں لیا کہ فقر افضل ہے اس وقت تک ہمارا ہاتھ نہیں پکڑا فرمایا کہو فقر، غناء سے افضل ہے ہم نے کہا فقر غناء سے افضل ہے' اس کے بعد ہاتھ پکڑا اور مزید فرمایا واضح رہے کہ بعض لوگ فقیر اور مسکین میں فرق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ فقیر وہ ہوتا ہے جو مالک نصاب نہ ہو اور مسکین وہ ہوتا ہے جو کوئی شے نہ رکھتا ہو۔ بعض نے اس کا عکس کہا ہے۔ یہاں فقراء کا لفظ فقراء و مساکین دونوں کو شامل ہے اگرچہ جو احادیث اس باب میں مذکور ہیں ان میں کہیں لفظ فقر اور کہیں مساکین آیا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

۱-۵۰۰۰ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا بہت سے

بِالْاَبْوَابِ لَوْاَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

پراگندہ بالوں والے، دروازوں سے[۱] بھگاتے ہوئے اگر اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ اسے[۲] یقیناً پورا کرتا ہے۔ (المسلم)

[۱] حقارت کی وجہ سے، جب اندر آئے پر اتنی نفرت وحقارت ہوگی تو مجالس میں شرکت بطریقِ اولیٰ ممنوع ہوگی

[۲] اگر اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مانگے اور اس پر قسم دے کہ وہ ضرور دے گا تو اس کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی بلکہ اسے پورا کردیا جاتا ہے بعض کے نزدیک اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر وہ کسی کام کے ہونے یا نہ ہونے پر قسم کھائے تو اللہ تعالیٰ اسے نبھاتا ہے اور اسی طرح ہی کر دیتا ہے یہ معنیٰ زیادہ واضح ہے اور حدیث حضرت انس بن نضر کی اس حدیث کے زیادہ موافق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم پر اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا جیسا کہ باب الدیۃ میں گزر چکا ہے۔

۵۰۰۱ وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ رَاٰى سَعْدٌ اَنَّ لَهٗ فَضْلًا عَلٰى مَنْ دُوْنَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت مصعب بن سعد[۱] سے مروی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سمجھا[۲] کہ انھیں اپنے ماتحت پر بزرگی حاصل ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا[۳] تم اپنے کمزوروں کی برکت سے ہی مدد کیے جاتے ہو اور روزی دیے جاتے ہو۔ (بخاری)

[۱] یہ سعد بن ابی وقاص کے صاحبزادے، تابعی ثقہ اور لین الحدیث ہیں۔ ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے یہ اپنے والد گرامی حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے روایت کرتے ہیں۔ ایک سو تین ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔

[۲] انھیں یہ گمان ہوا کہ کمزور اور فقراء مسلمانوں سے ہم افضل ہیں، یہ بڑے ہی صاحبِ شجاعت اور صاحبِ کرم وسخاوت تھے تو دل میں تصور آیا کہ ان کمزور لوگوں کی نسبت ہم نے اسلام کی زیادہ خدمت کی ہے، کیونکہ ان میں شجاعت وسخاوت کما حقہ نہیں۔

[۳] ان کی خود بینی کو دور کرنے کے لیے

[۴] دشمنوں پر تمہاری ان کے صدقے میں مدد ہوتی ہے اور انھیں کی برکت سے تمھیں روزی دی جاتی ہے۔

۵۰۰۲ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْتُ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنُ وَاَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ غَيْرَ اَنَّ اَصْحَابَ النَّارِ قَدْ اُمِرَ بِهِمْ اِلَى النَّارِ وَقُمْتُ عَلٰى بَابِ النَّارِ فَاِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنت کے دروازے پر کھڑا تھا تو وہاں اکثر داخل ہونے والے مسکین لوگ تھے اور مالدار لوگوں[۱] کو روکا گیا تھا۔ ماسوائے ان آگ والوں کے جن کو آگ کی طرف جانے کا حکم تھا اور میں دوزخ کے دروازے پر کھڑا تھا

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

وہاں اکثر داخل ہونے والی عورتیں تھیں ۔
(بخاری ، مسلم)

لہ اصحاب الجد سے مراد وہ لوگ ہیں جو صاحبِ دولت و عظمت اور صاحبِ منصب ہوں ان کو میدان محشر میں حساب و کتاب کے لیے روکا گیا ہوگا ۔

لہ یعنی مومنین کے دو گروہ ہوں گے ایک وہ جن کو جنت میں جانے سے نہیں روکا گیا اور دوسرے وہ جن کو جنت میں داخلے سے روکا گیا ہوگا لیکن آخر تمام جنت میں جائیں گے اور کافر ایک ہی حکم سے دوزخ میں جائیں گے ۔

۵۰۰۳ / ۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا الْفُقَرَآءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَآءَ ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جنت میں جھانکا تو میں نے وہاں اکثر فقراء کو دیکھا اور میں نے دوزخ میں جھانکا تو وہاں اکثر عورتوں کو دیکھا
(بخاری و مسلم)

۵۰۰۴ / ۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فُقَرَآءَ الْمُهَاجِرِيْنَ يَسْبِقُوْنَ الْاَغْنِيَآءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَى الْجَنَّةِ بِاَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا روز قیامت فقراء مہاجرین جنت میں غنی لوگوں سے چالیس سال پہلے جائیں گے ۔ (مسلم)

لہ خریف ، معروف زمانے کا نام اور ربیع کے مقابل مستعمل ہے یہاں اس سے پورا سال مراد ہے کیونکہ یہ سال میں ایک ہی دفعہ آتا ہے اور عرب سال کی ابتداء خریف سے ہی کرتے تھیں ۔

لہ اس حدیث سے ظاہراً یہی واضح ہے کہ یہ حکم فقراء و مہاجرین کے ساتھ ہی مخصوص ہے [illegible] کہ اغنیاء سے مراد بھی مہاجرین اغنیاء ہی ہوں گے ۔ اس تخصیص کا فائدہ حدیثِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو فصل ثانی کی پہلی ہے میں معلوم ہوگا ۔

۵۰۰۵ / ۶ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهٗ جَالِسٍ مَا رَاْيُكَ فِيْ هٰذَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ اَشْرَافِ النَّاسِ هٰذَا وَاللّٰهِ حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ يُّنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ يُّشَفَّعَ قَالَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا آپ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص سے اس کے بارے میں پوچھا تیری اس کے بارے میں کیا رائے ہے ؟ عرض کیا یہ اعلیٰ لوگوں میں سے ہے خدا اللہ تعالیٰ کی قسم یہ اس لائق ہے کہ اگر پیغام نکاح دے تو اس

ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَأْيُكَ فِيْ هٰذَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ فُقَرَآءِ الْمُسْلِمِيْنَ هٰذَا حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ لَّا يُنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ لَّا يُشَفَّعَ وَاِنْ قَالَ اَنْ لَّا يُسْمَعَ لِقَوْلِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ مِّلْءِ الْاَرْضِ مِثْلَ هٰذَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

قبول کیا جائے، اگر سفارش[1] کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے۔ راوی[3] کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاموشی فرمائی پھر دوسرا آدمی گزرا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں پوچھا اس کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟ عرض کیا یارسول اللہ یہ شخص فقراء مسلمانوں میں سے ہے، یہ اس لائق ہے کہ اگر پیغامِ نکاح دے تو نہ قبول کیا جائے اور اگر یہ سفارش کرے تو اس کی سفارش نہ قبول کی جائے اور اگر گفتگو کرے تو نہ سنی جائے[4] تب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آدمی[5] اس (پہلے[6]) جیسے زمین بھر کے آدمیوں سے بہتر ہے۔

(بخاری، مسلم)

[1] یہ مال دار لوگوں میں سے ہے۔
[2] کسی کے گناہ کی معافی مانگی تو معافی دی جائے۔
[3] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
[4] حقارت کی وجہ سے، اس شخص نے اس کی حقارت میں خوب مبالغہ سے کام لیا جبکہ پہلے شخص کی تعظیم میں اتنا مبالغہ نہیں کیا۔ دراصل بات یہ ہے کہ بنی نوعِ انسان کی طبیعت ایسی ہی ہے۔ دوسروں کے نقائص وعیوب میں زبان بہت تیز ہوتی ہے جو کہ کسی انسانی عظمت وکمال کے لیے نہیں ہوتی۔
[5] جس کی تو نے تحقیر کی ہے۔
[6] اس سے جس کی تو نے مدح کی ہے اگر تمام زمین ایسے اشخاص کی طرح کے اشخاص سے پُر ہو جائے جس کی تو نے سفارش کی ہے تو یہ دوسرا شخص اس سے مرتبہ اور فضیلت میں کہیں بہتر ہے۔ وَلَمْ اَرَ مِثْلَ الرِّجَالِ تَفَاوُتًا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ مِّنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور کے گھر والوں نے کبھی بھی دو دن مسلسل پیٹ بھر کر جَو کی روٹی نہیں کھائی۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا[1]۔

(بخاری و مسلم)

[1] آپ کا بھوکا رہنا اختیاری تھا، دنیا اور اس کی لذات کو ترک کر دیا تھا، اتنی روزی پر قناعت جو زندہ رکھے،

پھر فقراء و مساکین اور دیگر لوگوں کو اپنی ذات پر ترجیح دے کر ان کی حاجتوں کو پورا کیا جاتا ہے۔

۵۰۰۷ / ۸ وَعَنْ سَعِيْدِ ِالْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ مَرَّ بِقَوْمٍ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ شَاةٌ مَصْلِيَّةٌ فَدَعَوْهُ فَاَبٰى اَنْ يَّاْكُلَ وَقَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت سعید مقبری[1] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں وہ ایک قوم پر گزرے جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری تھی، انھوں نے آپ کو کھانے کی دعوت دی تو آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا[2] اللہ کے رسول دنیا سے تشریف لے گئے[3] حالانکہ کبھی جو کی روٹی سے بھی سیر نہ ہوئے۔ (بخاری)

[1] المَقْبُرِیّ، با پر پیش یا زبر کبھی زیر آتی ہے، قبرستان کی طرف نسبت ہے، کیونکہ وہ اور ان کے والد قبرستان کے قریب رہتے تھے ان کی کنیت ابوسعید ہے والد کا نام کیسان ہے یہ دونوں تابعی ہیں محدثین کا اختلاف ہے بعض انھیں صدوق بعض لاباس، بعض انھیں ثقہ کہتے ہیں۔ واقدی نے بیان کیا ہے کہ بڑھاپے میں ان کی عقل میں اختلاط ہو گیا لہٰذا جو اختلاط سے پہلے کی مرویات ہوں گی وہ حجت ہوں گی انھوں نے اپنے والدِ گرامی، حضرت ابوہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی ہے اور ان سے امام لیث، امام مالک اور امام احمد نے روایت لی ہے۔

[2] عذر بیان کرتے ہوئے۔

[3] جب آقا کا یہ حال ہے تو ہم بھنی ہوئی بکری کیسے پسند کریں۔

۵۰۰۸ / ۹ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّهٗ مَشٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِيْرٍ وَّاِهَالَةٍ سَنِخَةٍ وَّلَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعًا لَّهٗ بِالْمَدِيْنَةِ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ وَّاَخَذَ مِنْهُ شَعِيْرًا لِّاَهْلِهٖ وَلَقَدْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ مَا اَمْسٰى عِنْدَ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَاعُ بُرٍّ وَّلَا صَاعُ حَبٍّ وَّاِنَّ عِنْدَهٗ لَتِسْعَ نِسْوَةٍ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں جو کی روٹی اور بگڑی ہوئی پرانی چربی[1] لے کر آئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی اور اس سے اپنے اہل کے لیے جو لیے اور میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا[2] محمد کی آل نے اس حال میں شام کی کہ ان کے پاس ایک صاع گندم اور نہ ایک صاع غلہ[3] ہے، حالانکہ آپ کے ہاں اس وقت نو بیویاں تھیں[4] (بخاری)

[1] اِھالۃ صراح میں ہے کہ ہمزہ کے نیچے زیر ہے۔ سَنِخَۃ، سین پر زبر، نون کے نیچے زیر، خا، بدبودار اور فاسد ہونے والی۔

[2] یہ بھی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔

[3] راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس کو یہ کہتے ہوئے سنا یا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے

رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔

۴ کسی قسم کا کوئی غلہ وغیرہ یعنی رات کو کل کے لیے نہ ہوتا۔

۵ یہاں ایک اشکال ہے کہ روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات کو ایک سال کا غلہ ایک ہی دفعہ عطا فرما دیتے تھے اور یہ بات اس کے خلاف ہے ۔ جواب یہ ہے کہ یہ اوائل دور کی بات ہے جب فقر مسلمانوں پر غالب تھا۔ جب وسعت ہوئی تو پھر ایک سال کا غلہ ملتا تھا۔ بعض شارحین لکھتے ہیں کہ کلام میں لفظ آل زائد آجاتا ہے مثلاً کہتے ہیں کہ آلِ فلاں اور اس سے مراد خود اس شخص کی ذات ہوتی ہے (اب مطلب یہ ہوگا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ذات کے لیے ذخیرہ نہ فرماتے تھے اور اگر ازواجِ مطہرات کے لیے ذخیرہ فرماتے تھے تو اس کے منافی نہیں ہے ۔

۵۰۰۹ [10] وَعَنْ عُمَرَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰى رِمَالِ حَصِيْرٍ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ فِرَاشٌ قَدْ اَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهٖ مُتَّكِئًا عَلٰى وِسَادَةٍ مِّنْ اَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلٰى اُمَّتِكَ فَاِنَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ قَدْ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ فَقَالَ اَوَفِيْ هٰذَا اَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اُولٰٓئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِيْ رِوَايَةٍ اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْاٰخِرَةُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی چٹائی پر[1] لیٹے ہوئے تھے[2]۔ آپ کے جسمِ اطہر اور چٹائی کے درمیان کوئی بستر نہ تھا۔ چٹائی کی بُنائی نے آپ کے پہلو پر اثر کیا تھا، چمڑے کے تکیہ پر ٹیک لگائی ہوئی تھی جس میں کھجور کی چھال[3] بھری ہوئی تھی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے[4] وہ آپ کی امت پر وسعت فرمائے کیونکہ فارس اور روم[5] پر بڑی وسعت ہے حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ فرمایا اے ابن[6] خطاب تم اس خیال میں ہو اس قوم کو دنیاوی زندگی میں ان کی نعمتیں دے دی گئی ہیں[7]۔ ایک روایت میں یوں ہے کیا تم اس سے راضی نہیں کہ دنیا ان کے لیے ہو اور آخرت ہمارے لیے۔

(بخاری، مسلم)

۱ پہلو کے بل بورے پر لیٹے ہوئے تھے۔

۲ یہ بوریا چٹائی پر تھا یا زمین پر، بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا کہ وہ چٹائی کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی تھی۔ رُمال، را پر پیش یا زیر، یہ بمعنی مرمول بنی ہوئی اور قاموس میں ہے کہ را پر پیش ہے۔

۳ لِیف، لام کے نیچے کسرہ اور یا ساکن، اغنیاء لوگ روئی یا اس کی مثل سے بھرتے ہیں۔ مگر فقراء خرما کے پوست کو کوٹ کر نرم کر لیتے ہیں۔

۵۴ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فقر اختیار کیا ہوا ہے اور خود کو اس حال میں رکھا ہوا ہے تو محسوس کیا کہ فقراءِ امت ایسے فقر کی طاقت نہیں رکھتے لہٰذا ان پر دشواری ہوگی، اس لیے دعا کی درخواست کی تاکہ وُسعت پیدا ہو۔ علامہ طیبی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے وُسعت تھی مگر آپ کی عظمت وجلالِ شان کی وجہ سے ادنیٰ اور گھٹیا دنیا کا ذکر نہ کیا جیسا کہ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے ایک دن دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تاریک گھر میں ایک گرم چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں گھر کے گوشے میں چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا اور ایک دو پرانے برتن پڑے تھے۔ حضرت عمر رو پڑے۔ فرمایا اے ابن خطاب کیوں روتے ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے دیکھا کہ اللہ کا حبیب اس حال میں اور قیصر و کسریٰ ناز و نعمت میں ہیں، الیٰ آخر الحدیث۔ لیکن پہلا معنیٰ ان کے بعد والے قول کے مناسب ہے۔

۵۵ یہ کسریٰ اور قیصر کی قوموں کے نام ہیں۔

۵۶ یہ بھی ایک خوب ادا ہے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر کا نام نہیں لیا، بلکہ ابنِ خطاب فرمایا کیونکہ ان کے والد عہدِ جاہلیت سے تعلق رکھتے تھے اور آخرت کی نعمتوں سے غافل تھے جیسا کہ دیگر اہلِ جاہلیت تھے، ممکن ہے یا ابن الخطاب کا تعلق بعد والے جملہ سے ہو۔

۵۷ مگر آخرت میں وہ خالی ہاتھ، پریشان حال اور گرفتارِ عذاب ہوں گے۔

۵۰۱۰/۱۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ لَقَدْ رَاَیْتُ سَبْعِیْنَ مِنْ اَصْحَابِ الصُّفَّةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَیْهِ رِدَآءٌ اِمَّا اِزَارٌ وَّ اِمَّا كِسَآءٌ قَدْ رَبَطُوْا فِیْ اَعْنَاقِهِمْ فَمِنْهَا مَا یَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَیْنِ وَمِنْهَا مَا یَبْلُغُ الْكَعْبَیْنِ فَیَجْمَعُهٗ بِیَدِهٖ كَرَاهِیَةَ اَنْ تُرٰی عَوْرَتُهٗ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ستر اصحابِ صفہ کو اس حال میں دیکھا کہ ان پر چادر نہ تھی[۱] صرف تہبند تھا یا کمبل جسے وہ اپنی گردن میں باندھ لیتے بعض نصف پنڈلی تک اور بعض ٹخنوں تک پہنچتے، وہ اسے اپنے ہاتھوں سے سنبھالتے رہتے[۲] کہیں ستر ننگا نہ ہو جائے (بخاری شریف)

۱ کہ اسے وہ دوسرے کپڑے پر نہیں لیتے یا کاندھے پر ڈالتے، بلکہ وہ ایک کپڑے سے زائد کے مالک نہ تھے

۲ سجدہ کے وقت یا بیٹھتے وقت

۵۰۱۱/۱۲ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَظَرَ اَحَدُكُمْ اِلٰی مَنْ فُضِّلَ عَلَیْهِ فِی الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْهُ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ اُنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَهُوَ اَجْدَرُ اَنْ لَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ

انہی سے مروی ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اسے دیکھے جسے اس پر مال و صورتِ ظاہری میں برائی دی[۱] ہے تو وہ اسے بھی دیکھ لے جو اس سے پیچھے ہے۔ (بخاری و مسلم) روایتِ مسلم میں ہے فرمایا تم اپنے سے نیچے کو دیکھو اور اوپر والے کو نہ دیکھو یہ عمل اس کا سبب ہے کہ کہیں تم اللہ کی نعمت کی

عَلَيْكُمْ ۔

ناقدری نہ کرو۔[۳]

۱ اور اس کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکریہ کی ادائیگی میں سستی ہو اور اس کے مال پر رشک پیدا ہو
۲ تاکہ اپنے مولیٰ کے حضور خوب شکریہ کے جذبات اجاگر ہوں اور عطا کرنے والے سے خوش ہو جائے۔
۳ ضابطہ یہ ہے کہ دنیا کے لحاظ سے نیچے والے کو دیکھو اور دین کے لحاظ سے اوپر والے کو دیکھو، جیسا کہ دوسری فصل میں آ رہا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۵۰۱۲ / ۱۳ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْفُقَرَآءُ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِيَآءِ بِخَمْسِ مِائَةِ عَامٍ نِصْفِ يَوْمٍ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فقیر لوگ جنّت میں امیروں سے پانچ سو سال[۱] یعنی آدھ دن پہلے جائیں گے[۲] (ترمذی)۔

۱ یعنی وہ دن اللہ تعالیٰ کے ہاں ہزار سال کا ہوگا۔
۲ اس حدیث میں فقراء و اغنیاء کا مطلقاً تذکرہ ہے اس طرح مہاجرین کی قید نہیں جو فصل اوّل میں حدیث عبداللہ بن عمر میں گذری ہے۔ اس سے وہ اشکال بھی رفع ہوگیا جو بظاہر ان دو احادیث میں ہے کہ پہلی حدیث سے معلوم ہوتا تھا کہ فقراء کی اغنیاء پر تقدیم چالیس سال ہے اور اس حدیث سے واضح ہے کہ پانچ سو سال ہے، جب مہاجرین اغنیاء فضلاً اور اکابر صحابہ بلکہ ان میں سے بعض فقراء و مہاجرین اغنیاء سے افضل ہیں۔ لیکن یہ خاصیت فقراء کے ساتھ مخصوص ہے اور مدّتِ تقدّم ان پر کم تر ہے بخلاف غیر مہاجرین کے ، بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ چالیس سال کی تقدیم ان فقراء کے لیے ہے جو دنیا کی طرف کچھ نہ کچھ رغبت و خیال رکھتے تھے اور جو زاہد اور بالکل تارک الدنیا ہیں ان کا تقدم پانچ سو سال ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۰۱۳ / ۱۴ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ لِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّهُمْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِيَآئِهِمْ بِاَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا يَا عَائِشَةُ لَا تَرُدِّي الْمِسْكِيْنَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ يَا عَائِشَةُ اَحِبِّي الْمَسَاكِيْنَ وَقَرِّبِيْهِمْ فَاِنَّ اللّٰهَ يُقَرِّبُكِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دعا کرتے، اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ، مسکینی میں موت دے اور مسکینوں کے گروہ میں اٹھانا ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ کس لیے[۱]؟ فرمایا[۲] مسکین لوگ جنت میں اغنیاء سے چالیس سال پہلے جائیں گے[۳] اے عائشہ! مسکین کو خالی نہ موڑ[۴] اگرچہ کھجور کی قاش ہی ہو دے دو! اے عائشہ! مساکین سے محبت کرو اور ان کو قریب[۵] کرو

رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَرَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اِلٰی قَوْلِہٖ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ۔

تاکہ اللہ تعالیٰ قیامت میں تمہیں قریب رکھے۔ (ترمذی، بیہقی شعب الایمان اور ابنِ ماجہ نے حضرت ابو سعید خدری سے زمرۃ المساکین تک روایت کیا)۵۸

۵۱ اس دعا میں حکمت کیا ہے؟

۵۲ جواباً ارشاد فرمایا

۵۳ یہاں یہ وہم نہیں ہو سکتا کہ فقراء جنت میں ہر غنی سے پہلے جائیں گے خواہ وہ اغنیاء اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہوں کیونکہ غالباً آپ کا مقصد یہاں صرف فقر کا درجہ اور فضیلت بیان کرنا ہے اور اپنے لیے تمام انبیاء سے پہلے داخلے کی دعا کرنا ہے، آپ کو بصورت غنا متاخر ہونے کا خیال اگر کتاب ہے تو دیگر انبیاء کے حوالے سے ہوگا نہ کہ غیر انبیاء کے حوالے سے فافہم اس کے بعد حضرت عائشہ کو فقراء کے ساتھ رعایت اور محبت کی تعلیم دی۔

۵۴ اس کے ساتھ احسان اور تسامح سے کام لو۔

۵۵ یعنی اگرچہ وہ چیز تھوڑی ہی کیوں نہ ہو

۵۶ جب تو مساکین کو اچھا سمجھے گی اور ان کو اپنے قریب کرے گی تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھے اپنے قریب فرمائے گا۔

۵۷ سوال وجواب عائشہ اور حدیث کا بقیہ حصہ روایت ابنِ ماجہ میں نہیں۔

۵۰۱۴/۱۵ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِبْغُوْنِیْ فِیْ ضُعَفَآئِکُمْ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ اَوْ تُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَآئِکُمْ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے کمزوروں میں تلاش کرو۱ کیونکہ تمہیں روزی اور مدد ان کمزوروں کی وجہ سے دی جاتی ہے۲۔ (ابوداؤد)

۱ مجھے ڈھونڈنا ہو تو کمزوروں میں تلاش کرو جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ہے کہ میں ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس ہوتا ہوں یا معنی یہ ہے کہ میری رضا ان کی رضا کے ذریعے تلاش کرو، دونوں معانی کا مآل ایک ہی ہے۔

۲ لہٰذا ان کے مقام سے آگاہ رہو اور ان کے وجود پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ باقی "او" کا لفظ شک راوی کی بناء پر ہے کہ حدیث کا لفظ تُرْزَقُوْنَ ہے یا تنصرون سکین بہتر ہے کہ یہ واؤ کے معنی میں ہو جیسا کہ فصل اول حدیث مصعب بن سعد میں گذر چکا ہے۔

۵۰۱۵/۱۶ وَعَنْ اُمَیَّۃَ بْنِ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اُسَیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِیْکِ الْمُہَاجِرِیْنَ۔

حضرت امیہ بن خالد بن عبد اللہ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ آپ فقراء و مہاجرین کے توسل سے

(رَوَاہُ فِی شَرْحِ السُّنَّۃِ) فتح طلب[۲] کرتے تھے۔ (شرح السنہ)

[۱] اُسید۔ ہمزہ پر زبر اور سین کے نیچے زیر، ثقہ تابعی ہیں۔ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام زہری اور ایک جماعتِ محدثین نے روایت کیا ہے۔ ابن سعد نے انھیں اہلِ مکہ کے تیسرے طبقہ میں شمار کیا ہے۔ شیخ عجلی لکھتے ہیں کہ تابعی مدنی اور ثقہ ہیں یہ اسی یا اسی ہجری میں فوت ہوئے۔

[۲] اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں دُعا کرتے۔ اَللّٰھُمَّ انْصُرْنَا بِفُقَرَاءِ الْمُھَاجِرِیْنَ (اے اللہ فقراء و مہاجرین کے وسیلہ سے ہمیں فتح عطا فرما) صعالیک، صُعلوک صاد پر پیش عین ساکن کی جمع ہے اس کا معنی درویش ہے تصعلک درویش ہوگیا، صعلکہ اس کو درویش بنا دیا۔ اس روایت میں فقراء اور درویشوں کی فضیلت اور برکت کا بیان ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی اس فضیلت ہی کے پیش نظر برکت کی دعا کی اور انھیں اس فضیلت سے نوازا۔ ع

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا (بادشاہوں پر کیا تعجب اگر وہ گداگر کو نوازدیں)

۵۰۱۶ [۱۷] وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَغْبِطَنَّ فَاجِرًا بِنِعْمَۃٍ فَاِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا ھُوَ لَاقٍ بَعْدَ مَوْتِہٖ اِنَّ لَہٗ عِنْدَ اللّٰہِ قَاتِلًا لَّا یَمُوْتُ یَعْنِی النَّارَ۔

(رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم کسی بھی فاسق پر کسی نعمت[۱] کی وجہ سے رشک نہ کرو تمھیں کیا علم کہ وہ مرنے کے بعد کس چیز سے ملاقات کرنے والا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں نہ ختم ہونے[۲] والی جان لیوا چیز ہے یعنی آگ[۳]۔ (شرح السنہ)

[۱] دنیاوی نعمت

[۲] عذاب جو نہ ختم ہونے والا ہے

[۳] یہ تفسیر حضرت ابوہریرہ نے کی ہے۔

۵۰۱۷ [۱۸] وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَسَنَتُہٗ وَاِذَا فَارَقَ الدُّنْیَا فَارَقَ السِّجْنَ وَالسَّنَۃَ۔

(رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مومن کے لیے جیل خانہ[۱] اور قحط سالی ہے۔ جب مومن دنیا سے جدا ہوتا ہے تو وہ گویا جیل اور قحط سے نکل جاتا ہے (شرح السنہ)

[۱] اگرچہ اسے یہاں ناز و نعمت میسر ہوتے ہیں مگر آخرت کے انعامات کی نسبت یہ جیل کا درجہ رکھتی ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ مومن اپنے آپ کو ہمیشہ ریاضت و مجاہدہ، طاعت اور عبادت کی طرف مائل رکھتا ہے دنیوی نعمتوں اور لذات سے لطف اندوز نہیں ہوتا، بلکہ وہ شوق رکھتا ہے کہ محنت و مشقت کے اس گھر سے رہائی پائے اور باہر چلا جائے۔

۲ اسی وجہ سے اس روایت "دُنیا کافر کے لیے جنت ہے" کا معنی بھی سمجھ میں آجاتا ہے۔

۵۰۱۸/۱۹ وَعَنْ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا حَمَاهُ الدُّنْيَا كَمَا يَظَلُّ اَحَدُكُمْ يَحْمِيْ سَقِيْمَهُ الْمَاءَ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

حضرت قتادہ بن نعمان[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے دنیا سے محفوظ[2] کر لیتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بیمار[3] کو پانی سے بچاتا ہے (مسند احمد، ترمذی)

۱ یہ بدری صحابی ہیں

۲ کہیں وہ اس دنیا میں مشغول ہو کر اپنے مولیٰ کو بھول نہ جائے یا اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس سے ہلاک نہ ہو جائے یہ دوسرا معنی آئندہ عبارت کے زیادہ مناسب ہے۔

۳ مراد وہ بیمار ہے جسے پانی نقصان دیتا ہو مثلاً مستسقی۔

۵۰۱۹/۲۰ وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِثْنَتَانِ يَكْرَهُهُمَا ابْنُ اٰدَمَ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَالْمَوْتُ خَيْرٌ لِّلْمُؤْمِنِ مِنَ الْفِتْنَةِ وَيَكْرَهُ قِلَّةَ الْمَالِ وَقِلَّةُ الْمَالِ اَقَلُّ لِلْحِسَابِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت محمود بن لبید[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دو چیزوں کو انسان ناپسند کرتا ہے وہ موت[2] کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ موت مومن کے لیے فتنے[3] سے بہتر ہے وہ مال کی قلت[4] کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ مال کی کمی حساب[5] کم کر دے گی۔ (مسند احمد)

۱ محمود بن لبید لام پر زبر با کے نیچے زیر، مدنی، انصاری اور اشہلی ہیں ان کی ولادت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات میں ہوئی تھی۔ امام بخاری کی رائے یہ ہے کہ یہ صحابی ہیں، امام مسلم نے انہیں تابعین کے دوسرے طبقہ میں شامل کیا، ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ امام بخاری کا قول درست ہے اور ان کی صحابیت ثابت ہے۔

۲ ان دو میں سے ایک موت ہے جسے وہ ناپسند کرتا ہے اگرچہ وہ فتنہ میں مبتلا ہو۔

۳ اس فتنہ سے بہتر ہے جو کفر و معصیت اور ریا بر لوگوں کی طرف سے غیر مشروع کاموں پر مجبور کرنے کی صورت میں ہوتا ہے اور اسی کی مثل دیگر دینی ناپسندیدہ امور زندگی اسی لیے بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت میں کی جائے اعلیٰ پر استقامت ہو ورنہ ایمان کے بغیر زندگی کس کام کی؟

اکراہ کی صورت میں اگرچہ دل مطمئن اور برقرار رہتا ہے مگر زبان پر کلمہ کفر جاری ہونا مناسب نہیں لہٰذا یہ بھی فتنہ ہے ہاں اگر دنیا کا ابتلاء اور فتنہ اور نفس کے لیے سختی اور محنت و مشقت ہو تو یہ گناہوں کا کفارہ اور درجات کی بلندی ہوتی ہے اور اس تکلیف کی وجہ سے موت کی آرزو درست نہیں۔

۴ یہ دوسری شے کا ذکر ہے، قلتِ مال کو انسان طبعاً ناپسند کرتا ہے۔

ے مال کی قلت مسلمان کے لیے بہتر ہے کیونکہ اس وجہ سے آخرت کا حساب آسان ہوگا اور اس کے حصول کے لیے محنت ومشقت کم اٹھانی پڑے گی، اے میرے عزیز! یہ تمام ایمان کی شاخیں ہیں جو شخص بھی صاحبِ ایمان ہے وہ اس پر یقینِ کامل رکھے کہ شارع علیہ السلام نے جو فرمایا ہے وہ حق ہے اگر عقلِ سلیم اور دنیا میں صحیح تجربہ کا مالک ہو تو ہر آدمی از خود محسوس کرتا ہے کہ کثرتِ مال کے لیے جو مصیبت پریشانی اور مشقت جھیلنا ہوتی ہے اور اس کی حفاظت کے لیے جو جتن کرنے پڑتے ہیں وہ فقر کی مشقت سے کم نہیں اور اس مال سے دوری، بے تعلقی اور اس کے ترک کے لیے بلند ہمتی اور اتنے تھوڑے پر کفایت جس کی طرف محتاجی ہے نفس کا تزکیہ اور تصفیہ ہے۔

۵۰۲۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ اُحِبُّكَ فَقَالَ اُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ فَقَالَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَالَ اِنْ كُنْتَ صَادِقًا فَاَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا لَلْفَقْرُ اَسْرَعُ اِلٰى مَنْ يُّحِبُّنِيْ مِنَ السَّيْلِ اِلٰى مُنْتَهَاهُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت عبد اللہ بن مغفل[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آپ سے محبت کرتا ہوں فرمایا سوچ لو کیا کہہ رہے ہو[۲]۔ عرض کیا[۳] اللہ کی قسم! میں آپ سے محبت کرتا ہوں مرتین بار[۴] کہا فرمایا اگر تو سچا[۵] ہے تو فقر کے لیے حفاظتی آلات[۶] کی تیاری کرو۔ یقیناً مجھ سے محبت کرنیوالے کی طرف فقر اس سیلاب سے بھی تیز دوڑتا ہے جو اپنی انتہا[۷] کی طرف[۸] دوڑتا ہو۔

(ترمذی نے اسے روایت کرکے کہا یہ حدیث غریب ہے)

لے عبد اللہ بن مغفل، میم پر ضمہ، غین پر زبر، فاء مشدد، اصحاب بیعتِ رضوان میں سے ہیں۔ مدینہ طیبہ میں رہائش پذیر رہے اس کے بعد بصرہ چلے گئے ان سے امام حسن بصری اور ابن العالیہ نے حدیث پڑھی۔

کے یہ دشوار ترین معاملہ ہے۔

سے خوب شوق کا اظہار کیا۔

کہ واضح رہے کہ آپ کے تین دفعہ فرمانے پر کہ غور کرو کیا کہہ رہے ہو یہی تین دفعہ جملہ دہرایا گیا ہے۔

ہے اگر تو دعوئ محبت میں سچا ہے۔

لے تجفاف، تا کے نیچے زیر، جیم ساکن، اس ہتھیار کو کہا جاتا ہے جو جنگ کے موقع پر گھوڑے کو اس لیے پہنایا جاتا ہے تاکہ زخمی نہ ہو جیسا کہ سوار کے لیے زرہ (کذا فی الحواشی)

قاموس میں ہے "تجفاف" کسرہ کے ساتھ آلۂ جنگ جیسے گھوڑے اور سوار کو حفاظت کی خاطر پہنایا جائے یہاں اس سے مراد آفتِ فقر پر صبر کرنا اور اس کی سختی و ابتلاء سے جزع اور فزع اور ناراض نہ ہونا ہے۔

کے یعنی جو مجھے دوست رکھتا ہے اسے فقر کی تکالیف پہنچیں گی۔ جو اصلاً دولت وسعادت میں اگرچہ ان کا

برداشت کرنا مشکل ہے۔

۵۰ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ فقر و سلوک اختیار کیے بغیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دعوائے محبت سوائے دروغ کے کچھ نہیں کیونکہ محبت کو اتباع لازم ہے اور بے اتباع محبوب سے محبت کوئی معنی نہیں رکھتی۔ شعر
اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ (محب محبوب کا مطیع ہوتا ہے) لیکن یہ اتباع صدق اور کمال محبت کی علامت ہوتی ہے، محبت کی حقیقت یہ ہے کہ باطن کا محبوب کی ذات و صفات کی طرف کھنچنا، اس کی خوبصورتی اور شمائل پہ دل کا اس طرح فریفتہ ہونا کہ محبوب سب سے خوب صورت نظر آئے، اسے سب سے بہتر جانے اور اسے سب سے بہتر تصور کرے اگرچہ مرتبہ، عمل و اتباع میں ناقص اور کمتر ہو جیسا کہ عمل کے بغیر ایمان، اگر محبت کے ساتھ ساتھ اتباع بھی ہو تو ایمان اعلیٰ و اکمل ہے۔ اے اللہ! ہمیں ایمان کامل نصیب فرما۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ ایک صحابی سے شراب پینے کی غلطی ہوئی، سزا کے موقعہ پر کسی نے اس پر لعنت کی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔
لَا تَلْعَنُوْهُ فَاِنَّهٗ یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (اس پر لعنت نہ کرو یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے) ہمارے دعوے کی دلیل ہے۔

$\frac{۵۰۲۱}{۲۲}$ وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ اُخِفْتُ فِی اللّٰهِ وَمَا یُخَافُ اَحَدٌ وَّلَقَدْ اُوْذِیْتُ فِی اللّٰهِ وَمَا یُؤْذٰی اَحَدٌ وَّ لَقَدْ اَتَتْ عَلَیَّ ثَلٰثُوْنَ مِنْ بَیْنِ لَیْلَةٍ وَّیَوْمٍ وَّمَا لِیْ وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ یَّاْکُلُهٗ ذُوْکَبِدٍ اِلَّا شَیْءٌ یُّوَارِیْهِ اِبْطُ بِلَالٍ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ وَمَعْنٰی هٰذَا الْحَدِیْثِ حِیْنَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَارِبًا مِّنْ مَّکَّةَ وَمَعَهٗ بِلَالٌ اِنَّمَا کَانَ مَعَ بِلَالٍ مِّنَ الطَّعَامِ مَا یَحْمِلُ تَحْتَ اِبْطِهٖ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی راہ میں[51] مجھے جتنا ڈرایا گیا[52]، اتنا کسی کو نہیں ڈرایا گیا[53] اور مجھے اللہ کی راہ میں جتنا ستایا گیا[54] کسی کو ستایا نہیں گیا مجھ پر تیس دن اور رات[55] ایسے گزرے کہ میرے اور بلال کے کھانے کے لیے کوئی چیز نہ تھی جسے صاحب[56] جگر کھا سکے سوائے اس چیز کے جسے بلال کی بغل[57] چھپائے ہوئے تھی ترمذی نے روایت کر کے فرمایا کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب[58] نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے اور آپ کے ساتھ بلال[59] تھے اور بلال کے پاس اتنا کھانا تھا جسے وہ اپنی بغل میں دبائے ہوئے تھے۔

۵۱ دین خدا کے غلبہ اور مخلوق خدا کو دین کی طرف دعوت پر۔
۵۲ اُخِفْتُ، ہمزہ پر پیش، خاء کے نیچے زیر "اخافت" یعنی ڈرانا سے متکلم کا صیغہ ہے۔
۵۳ دعوت دین کے آغاز میں، میں تنہا تھا کوئی دوسرا میرے ساتھ نہ تھا۔
۵۴ وہی مطلب ہے جو "مایخاف احد" کے تحت بیان ہوا (کذا قال الطیبی) اور یہ معنی بھی صحیح ہے۔

لیکن ظاہر یہ ہے کہ مجھے دین کے راستے میں جتنا ڈرایا گیا اس طرح کسی کو بھی نہیں ڈرایا گیا اور جس طرح مجھے ایذا دی گئی اس طرح کسی کو بھی ایذا نہیں دی گئی کیونکہ ایذاء ہر شخص کے مرتبہ و مقام کے مطابق ہوتی ہے چونکہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرتبہ و مقام تمام سے بلند و بالا ہے آپ کا صدق و حقانیت دوسروں سے زیادہ واضح ہے اور آپ کا ایمان کے بارے میں زیادہ حریص ہونا تمام سے بیشتر ہے لھذا اس پر ایذا رسانی بھی ہر ایک سے یقیناً زائد ہوگی اس کے بعد آئندہ ارشاد میں فقر کے بارے میں تعلیم ارشاد فرمائی کیونکہ وہ بھی مشکل ترین ہوتا ہے۔

۵۵ یعنی تیس راتیں مسلسل

۵۶ صاحب جگر سے مراد حیوان ہے یعنی ایسی شے بھی نہ تھی جسے کوئی حیوان کھا لے چہ جائیکہ آدمی۔

۵۷ مگر وہ حقیر و قلیل چیز جو بلال کی بغل میں تھی ہر ایک کو معلوم ہے کہ بغل میں کیا آسکتا ہے پھر جب اتنا ہو کہ بغل سے ظاہر نہ ہو اور وہاں سے نظر نہ آئے۔

۵۸ یہ اس وقت کا واقعہ ہے

۵۹ یہ جو کہا گیا ہے کہ آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اس وقت کا بیان نہیں جو مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت ہوئی غالباً یہ اس موقع کی بات ہے جب ابو طالب کا وصال ہوا، ان کے تین یا پانچ دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا اس سال کو عام الحزن (غم کا سال) کہا جاتا ہے اس موقعہ پر کفار کی طرف سے آپ کو پہلے سے دوگنی اذیت پہنچائی گئی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے تین ماہ بعد اعلانِ نبوت کے دسویں سال پیادہ مکہ سے طائف تشریف لے گئے۔ آپ کے صحابی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ساتھ تھے، اہلِ طائف نے آپ کے ساتھ تعاون کرنے کی بجائے آپ کی دعوت کو رد کر دیا لڑکوں اور لونڈوں نے آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ کو اتنی ایذا پہنچائی کہ آپ کی تمام ذات حتی کہ ایڑیوں تک زخمی کر دی گئی نعلینِ مقدس خون سے آلودہ ہو گئے اور تمام جسم لہولہان ہو گیا آپ زمین پر بیٹھ گئے تو آپ کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر اٹھاتے جب آپ چلنے تو پھر پتھر مارتے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار آپ کی ذات کے لیے ڈھال بنتے اس لیے وہ بھی شدید زخمی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے بادل کو بھیجا تاکہ آپ پر سایہ کرے پھر جبرئیل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا آپ کے رب نے اس قوم کی باتوں کو سنا اور آپ کی دعوت کو رد کرتے ہوئے دیکھا اس نے پہاڑوں پر حکومت کرنے والے فرشتوں کو حکم دیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو اس قوم کو ہلاک کر دوں، ان کے ارد گرد دونوں پہاڑوں کو (جن میں مکہ آباد ہے) آپس میں ملا دوں تاکہ درمیان میں درہم برہم اور پس جائیں۔ آپ نے فرمایا میں امید رکھتا ہوں کہ ان کی پشتوں میں سے کچھ لوگ پیدا ہو جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے پرستار ہوں گے۔ اس حدیث کے آخر میں وہی واقعہ ہے جو کتبِ سیر میں مذکور ہے شرح سفر السعادت میں بھی ہم نے اسے ذکر کیا ہے لیکن کتب میں اس واقعہ کی تفصیلات میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی میری نظر سے نہیں گزرا البتہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی ملتا ہے۔

۵۰۲۲/۲۳ وَعَنْ اَبِیْ طَلْحَۃَ قَالَ شَکَوْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْجُوْعَ فَرَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ بَطْنِہٖ عَنْ حَجَرَیْنِ ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ) وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ

حضرت ابوطلحہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھوک کے بارے میں شکایت کرتے ہوئے اپنے پیٹ پر ایک ایک[2] پتھر دکھایا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے شکم مبارک پر باندھے ہوئے دو پتھر دکھائے[3]۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث غریب ہے)

[1] یہ مشاہیر انصاری صحابہ میں سے ہیں اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کے شوہر ہیں۔

[2] ہر ایک نے اپنے سینے پر باندھا ہوا پتھر دکھایا

[3] سینہ پر بھوک کی حالت میں پتھر باندھنے میں حکمت یہ تھی کہ پشت کو تقویت دے اور وہ اپنی جگہ کھڑی رہے کہیں کمر ٹیڑھی نہ ہو جائے۔

۵۰۲۳/۲۴ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّھُمْ اَصَابَھُمْ جُوْعٌ فَاَعْطَاھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَمْرَۃً تَمْرَۃً۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھیں[1] بھوک نے گھیر لیا تو انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ایک کھجور دی[2]۔ (ترمذی)

[1] فقراء صحابہ کو بھوک لگی۔

[2] یعنی رزق کی تنگی کا یہ عالم کہ ایک شخص صرف ایک کھجور پر گزارا کرتا۔

۵۰۲۴/۲۵ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خَصْلَتَانِ مَنْ کَانَتَا فِیْہِ کَتَبَہُ اللّٰہُ شَاکِرًا صَابِرًا مَنْ نَّظَرَ فِیْ دِیْنِہٖ اِلٰی مَنْ ھُوَ فَوْقَہٗ فَاقْتَدٰی بِہٖ وَنَظَرَ فِیْ دُنْیَاہُ اِلٰی مَنْ ھُوَ دُوْنَہٗ فَحَمِدَ اللّٰہَ عَلٰی مَا فَضَّلَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ کَتَبَہُ اللّٰہُ شَاکِرًا صَابِرًا وَّمَنْ نَّظَرَ فِیْ دِیْنِہٖ اِلٰی مَنْ ھُوَ دُوْنَہٗ وَنَظَرَ فِیْ دُنْیَاہُ اِلٰی مَنْ ھُوَ فَوْقَہٗ فَاَسِفَ عَلٰی مَا فَاتَہٗ مِنْہُ لَمْ یَکْتُبْہُ اللّٰہُ شَاکِرًا صَابِرًا۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ) وَذُکِرَ حَدِیْثُ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَبْشِرُوْا یَا مَعْشَرَ صَعَالِیْکِ الْمُھَاجِرِیْنَ

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس میں یہ دو عادتیں ہوں اسے اللہ تعالیٰ صابر شاکر لوگوں میں لکھتا ہے جو دین میں اپنے سے بلند کو دیکھے اور اس کی پیروی کرے[1] اور دنیا کے لحاظ سے اپنے سے نیچے والے کو دیکھے تو اللہ کا شکر کرے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس سے بلند کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے شاکر و صابر لکھے گا جو دین کے لحاظ سے اپنے سے کم کو دیکھے[2]، اور دنیا کے لحاظ سے اپنے سے بلند کو دیکھے اور جو فوت شدہ دنیا پر غم لگائے تو اللہ تعالیٰ اسے نہ شاکر لکھتے ہیں نہ صابر[3]۔ (ترمذی، حضرت ابوسعید خدری کی حدیث کہ اے فقراء مہاجرین

فِیْ بَابٍ بَعْدَ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ)۔

تم خوش ہو جاؤ کا اس باب میں بیان ہو چکی ہے ، جو فضائلِ قرآن[7] کے بعد ہے)

[1] جو دین کی پیروی میں اس سے کامل اور قوی ہے۔
[2] عبادات و مجاہدات اور کتاب و سنّت پر عمل میں اس کی پیروی کرے۔
[3] جو دنیاوی لحاظ سے کمتر اور زیادہ محتاج ہو۔
[4] یعنی عبادات و مجاہدات پر ہمّت و صبر نہ کرے۔
[5] کیونکہ وہ دنیا کے ملنے پر غم کھا رہا ہے۔
[6] کیونکہ اس نے طاعت و فرمانبرداری میں صبر کا مظاہرہ نہ کیا۔
[7] وہ باب مراد ہے جو فضائلِ قرآن کے بعد بغیر کسی عنوان کے تھا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

٥٠٢٥ ۲۶ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِیِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو وَسَاَلَهٗ رَجُلٌ قَالَ اَلَسْنَا مِنْ فُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ اَلَكَ امْرَاَةٌ تَاْوِیْ اِلَيْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ اَلَكَ مَسْكَنٌ تَسْكُنُهٗ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَنْتَ مِنَ الْاَغْنِيَآءِ قَالَ فَاِنَّ لِیْ خَادِمًا قَالَ فَاَنْتَ مِنَ الْمُلُوْكِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَجَآءَ ثَلٰثَةُ نَفَرٍ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَّاَنَا عِنْدَهٗ فَقَالُوْا يَا اَبَا مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ مَا نَقْدِرُ عَلٰى شَیْءٍ لَا نَفَقَةٍ وَّلَا دَآبَّةٍ وَّلَا مَتَاعٍ فَقَالَ لَهُمْ مَا شِئْتُمْ اِنْ شِئْتُمْ رَجَعْتُمْ اِلَيْنَا فَاَعْطَيْنَاكُمْ مَا يَسَّرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاِنْ شِئْتُمْ ذَكَرْنَا اَمْرَكُمْ لِلسُّلْطَانِ وَاِنْ شِئْتُمْ صَبَرْتُمْ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ فُقَرَآءَ الْمُهَاجِرِيْنَ يَسْبِقُوْنَ الْاَغْنِيَآءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَى الْجَنَّةِ

تیسری فصل

حضرت ابو عبد الرحمٰن حبلی[1] بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا[2] ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ کیا ہم فقراء مہاجرین میں سے نہیں ہیں[3] تو عبد اللہ نے کہا کیا تیری بیوی ہے جس کی طرف تو رجوع کرے عرض کیا ہاں! فرمایا کیا تیرے پاس گھر ہے جس میں تیری رہائش ہو عرض کیا ہاں! فرمایا تو تو امراء میں سے ہے عرض کیا میرا[4] تو خادم بھی ہے فرمایا تو تو بادشاہوں میں سے ہے عبد الرحمٰن[5] کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تین اشخاص آئے حالانکہ میں ان کے پاس تھا انھوں نے عرض کیا اے ابو محمد[6] اللہ کی قسم ہم کسی شے پر قادر نہیں نہ خرچے پر، نہ گھوڑے[7] پر، نہ کسی سامان[8] پر تو آپ نے ان سے فرمایا اگر تم چاہو تو ہمارے پاس دوبارہ[9] آنا ہم تم کو وہ دیں گے جو اللہ نے تمھارے لیے میسر فرمایا اور اگر چاہو تو ہم تمھاری حالت کا تذکرہ بادشاہ[10] کے ہاں کر دیں اگر تم چاہو تو صبر کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن

بِأَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا قَالُوْا فَإِنَّا نَصْبِرُ لَا نَسْأَلُ شَيْئًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

فقراء جنت میں امراء سے چالیس سال پہلے جائیں گے تو انھوں نے عرض کیا کہ ہم صبر کریں گے کچھ نہ مانگیں گے (مسلم)

۵۱ الحُبُلی، حا اور با پر پیش، ان کا نام عبداللہ بن زید مصری ہے، ثقہ تابعی ہیں، انھوں نے حضرت ابوایوب انصاری، حضرت ابوذر، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے حدیث پڑھی ہے افریقہ میں سو ہجری میں ان کا وصال ہوا۔

۵۲ جس کی تفسیر بعد میں آ رہی ہے۔

۵۳ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا، انکی مدح کی اور رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکے پہلے دخولِ جنت کی بشارت دی ہے۔

۵۴ جب اس نے سنا کہ حضرت عبداللہ نے عورت اور گھر کی موجودگی کی وجہ سے انھیں فقراء میں نہیں بلکہ امراء میں شامل کیا ہے تو کہا میرے پاس تو خادم بھی ہے۔

۵۵ مشکوٰۃ کے نسخوں میں اس طرح ہے لیکن درست ابوعبدالرحمٰن ہے کیونکہ وہ ہی راوی حدیث ہیں صحیح مسلم میں اس طرح ہی ہے غالبا "ابو" کا لفظ قلمِ کاتب سے رہ گیا اور تمام نسخے اسی پر چلتے رہے

۵۶ یہ حضرت عبداللہ بن عمرو کی کنیت ہے

۵۷ اس سے مقصود فقر و احتیاجی کا اظہار اور سوال کرنا تھا

۵۸ یعنی اس وقت ہمارے پاس دینے کے لیے کوئی چیز نہیں

۵۹ اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاکم تھے۔

۵۰۲۶/۲۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ بَيْنَمَا أَنَا قَاعِدٌ فِي الْمَسْجِدِ وَحَلْقَةٌ مِنْ فُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ قُعُوْدٌ إِذْ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ إِلَيْهِمْ فَقُمْتُ إِلَيْهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُبْشِرْ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ بِمَا يَسُرُّ وُجُوْهَهُمْ فَإِنَّهُمْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْأَغْنِيَاءِ بِأَرْبَعِيْنَ عَامًا قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ أَلْوَانَهُمْ أَسْفَرَتْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو حَتّٰى تَمَنَّيْتُ أَنْ أَكُوْنَ مَعَهُمْ أَوْ مِنْهُمْ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اور وہاں فقراء مہاجرین کا ایک گروہ بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کی طرف بیٹھ گئے میں بھی انھیں کی طرف اٹھا تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فقراء مہاجرین کو ایسی خوشی مبارک ہو جو ان کے چہروں کو کھلا دے کہ وہ جنت میں امراء سے چالیس سال پہلے جائیں گے بیان کرتے ہیں کہ میں نے انھیں دیکھا کہ ان کا رنگ چمک سے کھل اٹھا۔ عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں حتیٰ کہ مجھے آرزو ہوئی کہ ان کے ساتھ یا ان میں سے

(رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ)

ہو جاؤں ۔ (دارمی)

۱؎ ان کے درمیان

۲؎ مراد ذوات ہیں، ظاہر پر محمول کیا جا سکتا ہے کہ مراد چہرے ہی ہوں، چہروں کا ذکر اس لیے کیا کہ خوشی کا اثر انھی پر ظاہر ہوتا ہے، خوشی کی خبر کو بشارت کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس کا اثر ظاہری جسم پر ہوتا ہے۔

۳؎ اس بشارت کو سن کر

۴؎ راوی کو الفاظ میں شک ہے یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں "او" تقسیم کے لیے ہو یعنی اگرچہ میں فقیر نہیں ہوں مگر ان کی صحبت میسر آجائے تو اس کے انوار و اسرار سے فیض یاب ہو سکوں یا میں فقیر ہو جاؤں اور انھی میں میرا شمار ہو جائے۔

۵۰۲۷/۲۸ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اَمَرَنِیْ خَلِیْلِیْ بِسَبْعٍ اَمَرَنِیْ بِحُبِّ الْمَسٰکِیْنِ وَالدُّنُوِّ مِنْھُمْ وَاَمَرَنِیْ اَنْ اَنْظُرَ اِلٰی مَنْ ھُوَ دُوْنِیْ وَلَا اَنْظُرُ اِلٰی مَنْ ھُوَ فَوْقِیْ وَاَمَرَنِیْ اَنْ اَصِلَ الرَّحِمَ وَاِنْ اَدْبَرَتْ وَاَمَرَنِیْ اَنْ لَّا اَسْاَلَ اَحَدًا شَیْئًا وَّاَمَرَنِیْ اَنْ اَقُوْلَ بِالْحَقِّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا وَّاَمَرَنِیْ اَنْ لَّا اَخَافَ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ وَّاَمَرَنِیْ اَنْ اُکْثِرَ مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ فَاِنَّھُنَّ مِنْ کَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے خلیل۱؎ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے سات چیزوں کا حکم دیا، مجھے مسکینوں سے محبت اور ان کے قرب کا حکم دیا، مجھے حکم دیا کہ اپنے سے نیچے والے کو دیکھوں، اپنے سے بلند۲؎ کو نہ دیکھوں، مجھے حکم دیا کہ میں رشتوں کو جوڑوں اگرچہ وہ رشتہ دور کا ہو اور مجھے حکم دیا کہ کسی سے کچھ نہ مانگوں مجھے حکم دیا کہ حق بات کہوں اگرچہ کڑوی ہو اور مجھے حکم دیا کہ اللہ کے بارے۳؎ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں، مجھے حکم دیا کہ یہ زیادہ پڑھا کروں "نہیں ہے طاقت۴؎ اور نہ قوت مگر اللہ سے" کیونکہ یہ عرش کے نیچے کا خزانہ۵؎ ہے (مسند احمد)

۱؎ جانِ من یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۲؎ دنیا کے لحاظ سے

۳؎ نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا

۴؎ یہ اعلان ہے اس بات کا کہ معصیت و نافرمانی سے دوری اور طاعت و عبادت پر قدرت اذن و توفیقِ الٰہی کے بغیر نہیں ہو سکتی اور اپنی تدبیر و اختیار سے جدائی اور قدرتِ حق میں فنائیت کا درجہ ہے حضرات مشائخ شاذلیہ قدس اللہ اسرارہم طالب کو یہ کلمات کثرت کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیتے ہیں اور کہا گیا کہ ان سے بڑھ کر نیک عمل پر کوئی چیز ممد و معاون نہیں۔

۵؎ فیوض و برکات کا نزول اسی خزانہ سے ہوتا ہے ۔

۵۰۲۸/۲۹ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ مِنَ الدُّنْيَا ثَلٰثَةٌ اَلطَّعَامُ وَالنِّسَاءُ وَالطِّيْبُ فَاَصَابَ اِثْنَيْنِ وَلَمْ يُصِبْ وَاحِدًا اَصَابَ النِّسَاءَ وَالطِّيْبَ وَلَمْ يُصِبِ الطَّعَامَ ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا کی تین چیزیں پسند ہیں کھانا، بیویاں اور خوشبو، آپ نے دو چیزیں پالیں اور ایک نہ پائی۔ بیویاں اور خوشبو[1] پائی مگر کھانا نہ پایا[2]
(مسند احمد)

۱؎ اس سے حصہ حاصل کیا

۲؎ فقر اختیاری کی وجہ سے کھانے سے زیادہ لطف اندوز نہ ہوئے اس میں حکمت و مصلحت تھی کیونکہ جو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے منتخب فرمایا اس میں حکمتیں ہی حکمتیں ہیں۔

۵۰۲۹/۳۰ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُبِّبَ اِلَيَّ الطِّيْبُ وَالنِّسَاءُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَزَادَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ بَعْدَ قَوْلِهٖ حُبِّبَ اِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے محبوب کی گئیں خوشبو، بیویاں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں[1] ہے۔
(مسند احمد، ابن جوزی نے حُبِّبَ اِلَیَّ کے بعد مِنَ الدُّنیا کے الفاظ[2] کا بھی اضافہ کیا ہے)

۱؎ یعنی جو سرور، لذت، حلاوت اور ذوق و حضور نماز کے وقت حاصل ہوتا ہے وہ کسی وقت حاصل نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت بلال کو آپ فرمایا کرتے "اَرِحْنَا یَا بِلَالُ" اے بلال تو اذان کہہ تا کہ نماز کی صورت میں اپنے مولیٰ سے مناجات کا شرف پا کر اپنی جسمانی و روحانی تھکاوٹ کو دور کر کے سرور حاصل کریں۔

لفظ قرۃ، یا تو "قَر" قاف پر فتحہ سے مشتق ہے جس کا معنی قرار و ثبات ہے یعنی زیارت محبوب سے قرار و صبر ملتا ہے یا اس کو دیکھنے سے اس طرح کا سکون و آرام میسر آتا ہے کہ دوسرے کی طرف نظر اٹھانے کو جی نہیں چاہتا یا یہ لفظ "قُر" قاف پر ضمہ سے مشتق ہے جس کا معنی سردی اور ٹھنڈک کے آتے ہیں واقعۃً دیدار محبوب سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور لذت ملتی ہے اور دشمنوں کو دیکھنے سے جلن ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ اولاد کو "قرۃ العین" (آنکھوں کی ٹھنڈک) کہا جاتا ہے۔

۲؎ واضح رہے کہ اس روایت کے جو الفاظ اس کتاب میں مروی ہیں ان پر آئمہ حدیث کا اتفاق ہے اسے طبرانی نے اپنی تینوں معاجم میں، خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں، ابن عدی نے کامل میں اور حاکم نے بھی مستدرک میں ذکر کیا اور کہا کہ یہ امام مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے لیکن اس میں لفظ جعلت نہیں، روایت نسائی میں ایک اور طریقہ سے بھی لفظا "من الدنیا" آیا ہے اور لوگوں کی زبان پر جو مشہور ہے اس میں لفظ "ثلث" (تین چیزیں) بھی ہے یہ لفظ کتب حدیث سے باوجود تلاش و جستجو کے مجھے نہ ملا۔ البتہ دو مقامات پر ہے۔ احیاء العلوم اور تفسیر کشاف سورۂ آل عمران (کذا قال السخاوی)

شیخ ابن حجر عسقلانی تخریج رافعی میں کہا کہ ثلث کا لفظ میں نے کسی بھی سند کے لحاظ سے حدیث میں نہیں پایا۔ شیخ ولی الدین عراقی اپنی امالی میں کہتے ہیں کہ یہ لفظ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہے انتہیٰ۔ پس واضح ہو گیا کہ کتاب کی بیان کردہ حدیث پر کوئی اشکال نہیں لہٰذا اگر اس حدیث میں "من الدنیا" اور "ثلث" کے الفاظ نہیں تو کوئی اشکال نہیں اور اگر الفاظ ہوں تو اشکال ہوگا کہ نماز کا تعلق دنیا سے نہیں لہٰذا جواب یہ دیتے ہیں کہ دنیا سے مراد اس جہان کی زندگی ہے یعنی اس عالم حیات میں مجھے تین چیزیں پسند ہیں دو امور طبیعہ دنیویہ اور تیسرا امور دین میں سے ہے۔ بعض شارحین فرماتے ہیں جب آپ نے دنیا کی دو چیزوں کا ذکر فرمایا تو ان دنیوی امور کے ذکر سے ملال آیا لہٰذا آپ نے فی الفور امر دینی کی طرف عدول کرتے ہوئے اس طرف اشارہ فرمایا کہ میں خوشبو اور بیویوں کو اس لیے پسند نہیں کرتا کہ وہ ذکر و مناجات حق سے مانع اور غافل کر دینے والی ہیں جبکہ پسند کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ طاعت و عبادات الٰہی میں ممد و معاون بنتی ہیں اور یہ بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ دنیا کی تیسری چیز جس کا یہاں ذکر نہیں آیا وہ گھوڑا ہے جیسا کہ نسائی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیویوں کے بعد سب سے زیادہ پسند گھوڑا تھا یا طعام جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے واضح ہے واللہ اعلم۔ واضح رہے کہ قرۃ العین فی الصلوٰۃ کا معنی شارحین حدیث نے جو بیان کیا اس کا ذکر ہو چکا ہے اور اس علاقے کے لوگوں کی زبان سے بھی یہی معنی سنا گیا لیکن بعض مشائخ کے رسائل میں یہ بھی تحریر ہے کہ اس سے مراد حضرت فاطمہ زہرا رسلام اللہ علیہا کا نماز میں ہونا ہے لیکن اس صورت میں یہ احتمال ہے جب لفظ جعلت کا ذکر نہ ہو لیکن شارحین حدیث میں سے کسی نے بھی یہ معنی بیان نہیں کیا اور نہ ہی اس احتمال کو یہاں ابھرنے دیا۔

۵۰۳۰ (۳۱) وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ بِهٖ اِلَى الْيَمَنِ قَالَ اِيَّاكَ وَالتَّنَعُّمَ فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَيْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِيْنَ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب انھیں یمن[۱] بھیجا تو فرمایا عیش پسندی[۲] سے بچنا، اللہ کے بندے[۳] عیش و عشرت میں مشغول نہیں ہوتے۔

(مسند احمد)

۱؎ قاضی بنا کر

۲؎ راحت و تن آسانی

۳؎ اللہ کی یاد میں مشغول رہتے ہیں

۵۰۳۱ (۳۲) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَضِيَ مِنَ اللّٰهِ بِالْيَسِيْرِ مِنَ الرِّزْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالْقَلِيْلِ مِنَ الْعَمَلِ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے تھوڑے رزق پر راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہوگا۔

۵۰۳۲ (۳۳) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَاعَ أَوِ احْتَاجَ فَكَتَمَهُ النَّاسَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَرْزُقَهُ رِزْقَ سَنَةٍ مِّنْ حَلَالٍ۔

(رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ)

کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھوکا یا حاجت مند ہو مگر اسے لوگوں پر ظاہر[۱] نہ ہونے دے، اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے کہ وہ اسے ایک سال کی حلال روزی عطا فرمائے۔

(ان دونوں احادیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا)

[۱] یہ نہیں کہتا کہ میں بھوکا ہوں تاکہ اسے کھانا ملے اور نہ یہ کہتا ہے کہ میں محتاج ہوں تاکہ کوئی چیز ملے۔

۵۰۳۳ / ۳۴ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ الْفَقِيْرَ الْمُتَعَفِّفَ أَبَا الْعِيَالِ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بال بچوں والے غریب سوال[۱] سے بچنے والے مسلمان سے بہت محبت کرتا ہے۔ (ابن ماجہ)

[۱] اپنے آپ کو حرام اور لوگوں سے سوال کرنے سے بچاتا ہے۔

۵۰۳۴ / ۳۵ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ اسْتَسْقٰى يَوْمًا عُمَرُ فَجِيْءَ بِمَاءٍ قَدْ شِيْبَ بِعَسَلٍ فَقَالَ إِنَّهُ لَطَيِّبٌ لٰكِنِّيْ أَسْمَعُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ نَعٰى عَلٰى قَوْمٍ شَهَوَاتِهِمْ فَقَالَ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَأَخَافُ أَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا فَلَمْ يَشْرَبْهُ۔

(رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

حضرت زید بن اسلم[۱] بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانی طلب کیا تو آپ کو ایسا پانی پیش کیا گیا جس میں شہد ملا ہوا تھا فرمایا یہ بہت عمدہ[۲] ہے لیکن میں اللہ تعالیٰ کو سن[۳] رہا ہوں کہ اس نے لوگوں پر انکی خواہشات سے عیب[۴] لگایا اور فرمایا تم اپنی پسندیدہ اشیاء دنیا میں حاصل کر چکے ان سے نفع لے چکے[۵] میں ڈرتا ہوں کہیں ہماری[۶] نیکیاں ہمیں جلدی ہی نہ دے دی گئی ہوں۔ پس آپ نے پانی نوش نہ فرمایا (رزین)

[۱] حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے اور اکابر تابعین میں سے ہیں۔

[۲] یہ پاک اور حلال ہے۔

[۳] اللہ تعالیٰ کا فرمان سُن رکھا ہے

[۴] اس وجہ سے ان پر سرزنش ہوئی۔

[۵] تم اس دنیوی زندگی میں جو کہ ادنیٰ اور حقیر ہے اپنا تمام حصہ لے چکے۔

[۶] اگر میں یہ پانی پی کر لذت وحلاوت حاصل کر لیتا ہوں تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں کافروں کی طرح ہماری نیکیوں کا بدلہ یہاں ہی نہ دے دیا جائے اور آخرت میں کوئی ہمارا حصہ نہ رہے۔

۵۰۳۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَا شَبِعْنَا مِنْ تَمْرٍ حَتّٰى فَتَحْنَا خَيْبَرَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم کبھی بھی کھجوروں سے سیر نہ ہوئے حتیٰ کہ ہم نے خیبر فتح کر لیا۔ (بخاری)

ا؎ اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احتیاجی اور فقر کا یہ عالم تھا۔

۲؎ کیونکہ وہاں کھجور کثرت سے پائی جاتی تھی۔

۲۳۱- بَابُ الْاَمَلِ وَالْحِرْصِ

لمبی امید اور حرص کا بیان

اَمَل، میم پر زبر، صراح میں ہے بمعنی امید رکھنا۔ قاموس میں امید کے معنی بتائے ہیں لیکن واضح ہے کہ اسے بھی حیات کے ساتھ مقید کرنا پڑے گا کیونکہ یہاں وہ امید مراد نہیں جو ناامیدی کے مقابل ہے۔ مشارق الانوار میں ہے کہ اَمَل میم پر زبر آدمی کا اپنے دل میں سوچنا کہ فلاں فلاں دنیا کی چیزیں مل جائیں اور ان کا حریص ہونا یہ معنی استعمال کے لحاظ سے نہایت ہی بہتر ہے یہی وجہ ہے کہ طول امل کو مذموم اور کثرت حرص کو شر قرار دیا گیا ہے (کذا قال الطیبی) شر کا معنی آرزو ہے۔ صراح میں ہے کہ اس کا معنی کسی چیز کے ساتھ ناک تک ہو جانا کے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۵۰۳۶ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ خَطَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا مُرَبَّعًا وَخَطَّ خَطًّا فِي الْوَسْطِ خَارِجًا مِنْهُ وَخَطَّ خُطَطًا صِغَارًا إِلٰى هٰذَا الَّذِي فِي الْوَسْطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِي فِي الْوَسْطِ فَقَالَ هٰذَا الْإِنْسَانُ وَهٰذَا أَجَلُهُ مُحِيطٌ بِهِ وَهٰذَا الَّذِي هُوَ خَارِجٌ أَمَلُهُ وَهٰذِهِ الْخُطَطُ الصِّغَارُ الْأَعْرَاضُ فَإِنْ أَخْطَأَهُ هٰذَا نَهَسَهُ هٰذَا وَإِنْ أَخْطَأَهُ هٰذَا نَهَسَهُ هٰذَا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک چوکور خط کھینچا اور اس سے نکلا ہوا بیچ میں سے ایک اور خط کھینچا پھر جو بیچ میں تھا اس کی طرف چند چھوٹے خطوط کھینچے پھر فرمایا یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت اسے گھیرے ہوئے ہے اور یہ جو باہر نکلا ہوا ہے یہ اس کی امید ہے اور یہ چھوٹے خط آفتیں ہیں تو اگر انسان اس آفت سے بچا تو دوسری نے ڈس لیا اگر اس سے بچا تو اس نے کاٹ لیا (بخاری)

ف۱ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ف۲ ایسی مربع شکل بنائی جسے چار خط احاطہ کر رہے تھے۔

ف۳ یعنی اس خط کی ایک جانب درمیان میں اور ایک جانب باہر تھی۔

ف۴ وہ خط جو مربع شکل کا درمیان میں تھا

ف۵ جو شکل کو محیط ہے

ف۶ جو باہر جا رہا ہے یہ امید ہے جو کہ لمبی ہے

ف۷ اعراض، ہمزہ پر زیر، اس کا معنی آفات کے ہیں مثلاً امراض اور ایسے حوادث جو ہلاک کرنے والے ہوں وہ آدمی کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے اور متصل ہیں۔

ف۸ حاصل یہ ہے کہ آدمی بڑی طویل امیدیں باندھتا ہے حالانکہ موت اس کی امید سے زیادہ قریب ہے تو وہ ایسی امیدوں اور آرزوؤں میں جان دیتا ہے جو پا نہیں سکا ف

در بر فتم عذر ما بہ پذیر ۔۔۔ اے بسیا آرزو کہ خاک شدہ

(ترے دروازے پر عذر لے کر آیا ہوں اسے قبول کرنے بہت سی آرزوئیں خاک ہوگئی ہیں)

۵۰۳۷ (۲) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ خَطَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطُوْطًا فَقَالَ هٰذَا الْاَمَلُ وَهٰذَا اَجَلُهٗ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ جَاءَهُ الْخَطُّ الْاَقْرَبُ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند خطوط کھینچے پھر فرمایا یہ امید ہے اور یہ اس کی مدت ہے اس حالت میں کہ انسان یوں ہی ہوتا ہے کہ قریب ف۱ والا خط اسے آلیتا ہے ف۲ (بخاری)

ف۱ انسان موت والے خط کو دور محسوس کرتا ہے حالانکہ وہ اسے اچانک آلیتا ہے اور امید کے حصول کے بغیر رخصت ہو جاتا ہے۔

ف۲ اس حدیث میں اجمالاً تین خطوط کا ذکر آیا مگر تفصیل میں دو کا ذکر ہوا اور دوسرے خطوط جن کا ذکر حدیث اول میں آیا وہ محذوف ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ اس کا محمل اس حدیث ابو سعید کا مضمون ہے جو دوسری فصل میں آرہی ہے۔

۵۰۳۸ (۳) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْرَمُ ابْنُ اٰدَمَ وَيَشِبُّ مِنْهُ اثْنَانِ الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور انہی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان بوڑھا ہو جاتا ہے مگر دو چیزیں جوان ہو جاتی ہیں۔ مال کی حرص ف۱ اور عمر کی حرص ف۲۔ (بخاری و مسلم)

ف۱ کثرتِ مال کی حرص

ف۲ عمر کے دراز ہونے کی حرص

۳ یہ دونوں صفات بڑھاپے کے باوجود ختم نہیں ہوتیں کیونکہ آدمی کی جبلت میں شہوات و خواہشات کی محبت ہے اور خواہشات مال اور عمر کے بغیر حاصل نہیں ہوتیں اور بدن کے کمزور ہونے کے ساتھ ساتھ خواہشات کے جوان ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قوت عقلیہ جن کی وجہ سے قوت شہوانیہ میں کمزوری آجاتی ہے وہ خود کمزور ہوجاتی ہے اور ان کو دبا نہیں سکتی۔ ؎

بیخ ہائے خوئے بد محکم شدہ   قوتِ برکندن آں گم شدہ

(برائی کی عادت کی جڑیں محکم ہوگئیں ان کے اکھیڑنے کی قوت ختم ہوگئی)

۵۰۳۹ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ قَلْبُ الْكَبِيرِ شَابًّا فِي اثْنَتَيْنِ فِي حُبِّ الدُّنْيَا وَطُولِ الْأَمَلِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بوڑھے کا دل دو چیزوں میں جوان رہتا ہے دنیا کی محبت اور طویل امیدیں۔ (بخاری و مسلم)

۵۰۴۰ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْذَرَ اللهُ إِلَى امْرِئٍ أَخَّرَ أَجَلَهُ حَتَّى بَلَّغَهُ سِتِّينَ سَنَةً۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور انہی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس بندے کا عذر نہیں سنتا [۱] جس کی موت مؤخر کردی گئی حتیٰ کہ اسے ساٹھ سال تک پہنچا دیا [۲] (بخاری شریف)

۱ کیونکہ وہ عذر کی حد سے گزر چکا ہے۔

۲ اتنی عمر دی تاکہ یہ توبہ کرے مگر اس نے توبہ نہ کی اب اس کے بعد عذر کی جگہ کہاں رہی، جوان کہہ سکتا ہے کہ میں بڑھاپے میں توبہ کروں گا مگر بوڑھا کیا کہہ سکتا ہے؟ بعض شارحین نے کہا کہ اس فرمان کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر لازم فرمایا ہے کہ "اس عمر میں توبہ و استغفار کرے اور اس میں ہرگز کوتاہی نہ کرے۔

۵۰۴۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغَى ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوبُ اللهُ عَلَى مَنْ تَابَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر انسان کے پاس مال کے دو جنگل ہوں تو وہ تیسرے کی تلاش کرے گا [۱] انسان کے پیٹ کو مٹی [۲] کے سوا کوئی شے نہیں بھر سکتی اور اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے جو توبہ کرے [۳] (بخاری و مسلم)

۱ اس کا شکم سیر نہ ہوگا

۲ اس سے مراد قبر ہے یعنی جب تک وہ قبر میں نہیں چلا جاتا حرص بڑھتی رہے گی اور یہ اغلب پر حکم ہے۔

۳ ہر اس شخص پر اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے جو اس رذیل عمل سے بچنے کی دعا کرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے یا اس کا معنی یہ ہے کہ اس مرضِ مذموم سے جو توبہ کرے گا اس کی توبہ قبول ہوگی کیونکہ ہر ظاہری و باطنی

معصیت پر توبہ مقبول ہے۔

۵۰۴۲ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ جَسَدِيْ فَقَالَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْعَابِرُ سَبِيْلٍ وَعُدَّ نَفْسَكَ مِنْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے جسم پر ہاتھ رکھا اور فرمایا اے ابن عمر! دنیا میں اس طرح ہو جا جیسے کوئی اجنبی یا مسافر اور اپنے آپ کو اہلِ قبور میں سے شمار کر۔ (بخاری)

ے۵ ہاتھ یا کندھا جیسا کہ گفتگو اور نصیحت کے وقت اکثر ہوتا ہے کیونکہ مخصوص حصۂ جسم فراموش ہو گیا اس لیے مجمل بیان کر دیا بعض روایات میں ہے کہ آپ نے میرے دونوں کاندھے پکڑے اور فرمایا

ے۵ جیسے شہر میں کوئی اجنبی ہوتا ہے۔

ے۵ اس میں زیادہ مبالغہ ہے کیونکہ اجنبی کبھی چند دن شہر میں قیام بھی کرتا ہے لیکن چونکہ وہ سفر میں ہوتا ہے اس لیے اس کا دل کسی چیز میں نہیں لگتا۔

ے۵ جو قبریں آسودہ حال ہیں اور سب کچھ چھوڑ کر جا چکے ہیں ان کے ساتھ مشابہت اختیار کر اور مُردے کے حکم میں ہو جا۔

ے۵ اس بات کی شرح تفصیل طلب ہے یہ جاننا ضروری ہے کہ موت کی حقیقت کیا ہے؟ روح کے تصرف کا بدن سے ختم ہو جانا اور بدن سے روح کے خارج ہو جانے کا نام موت ہے مگر بدن کے فنا ہونے سے روح فنا نہیں ہو جاتی، البتہ اس کا حال بدل جاتا ہے چنانچہ اس سے اس کے کان، آنکھیں، زبان، ہاتھ، پاؤں اور تمام اعضاء وجوارح سلب ہو جاتے ہیں، اس سے اہل، اولاد، رشتہ دار اور دوست جُدا ہو جاتے ہیں۔ اس کے گھوڑے، لشکر، غلام، لونڈی چوپائے، سواریاں، زمین، محلات اور تمام دنیوی اسباب آلات اس سے دُور کر دیے جاتے ہیں۔ پس مُردوں میں سے ہونے کا معنی یہ ہے کہ علائقِ دنیوی اور بدنی سے حتی الامکان قطع تعلق کرایا جائے تاکہ روح، جوارح سے محرمات اور مکروہات کے ارتکاب سے منقطع ہو جائے اور یہ یقین کرے کہ جو کچھ دُنیا میں اس کے دستِ تصرف میں ہے وہ خود اس کا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے گم ہونے سے غمگین نہ ہو اور اس کے پا لینے سے خوش نہ ہو اسی طرح اپنے اہل وعیال، اقارب اور دوستوں سے جُدا ہو جائے کہ ان کی خاطر کسی حرام کا ارتکاب نہ کرے پس جو بندہ ان صفات کے ساتھ متصف ہو جائے گا وہ مُردوں کے مشابہ ہونے کی وجہ سے ان کے حکم میں داخل ہو گا۔ اس کے بعد ان دیگر آداب وشرائط کا تذکرہ ہے جو مُردوں اور صاحبِ قبر لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک توبہ ہے جس کا مطلب اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے سے بالاتر ہونا ہے۔ موت کا معاملہ بھی یہی ہے دوسرا زُہد ہے جس کا معنی دنیا اور اس کی محبت، شہوات ولذات سے باہر نکلنا ہے جیسا کہ موت میں ہوتا ہے تیسری شے توکل ہے یہ بھی موت کی طرح اسباب کی قید سے خارج ہونا ہے۔ چوتھی شے قناعت ہے وہ موت کی طرح خواہشاتِ نفسانیہ سے نکلتا ہے۔ پانچویں توجہ الی اللہ ہے موت کی طرف اللہ کے ماسوا سے

منہ پھیر لینا ہے پس مطلوب، محبوب اور مقصود سوائے اللہ کے کوئی نہیں رکھتا۔ چھٹی جز صبر ہے مجاہدات کے ذریعہ نفس کی خواہشات سے باہر آنا ہے جیسا کہ موت میں ہے۔ ساتویں جز رضا ہے نفس کی خوشنودی سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اس کے احکام کو تسلیم کرنا، اپنے تمام امور کو کامل طور پر اس کے سپرد کرنا اور ہر حال میں اعتراض و سوال نہ کرنا ہے اور موت میں بھی یہی حال ہوتا ہے۔ آٹھویں چیز ذکر ہے جس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اپنے مولیٰ کے سوا کسی کی یاد نہ رہے اور موت کا معاملہ بھی یہی ہے۔ نویں مراقبہ ہے کیونکہ یہ اپنی طاقت وقوت سے باہر آنا ہے جیسا کہ موت میں ہے جب یہ صفات اور حالات حاصل ہو جائیں تو مردوں کے ساتھ مشابہت ہوگی اور اسے اصحاب قبور میں سے شمار کیا جا سکتا ہے اور آپ کے ارشاد گرامی وَعِدُّ نَفْسَكَ مِنْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ کا یہی معنی ہے اور مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا (موت سے پہلے مر جاؤ) کا بھی یہی معنی ہے اور یہی موت اختیاری ہے۔ شیخ عبد الوہاب المتقی نے رسالہ فضل التوبہ میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۵۰۴۳ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَرَّ بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا وَاُمِّیْ نُطَيِّنُ شَيْئًا فَقَالَ مَا هٰذَا يَا عَبْدَ اللّٰهِ قُلْتُ شَیْءٌ نُصْلِحُهٗ فَقَالَ الْاَمْرُ اَسْرَعُ مِنْ ذٰلِكَ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے میں اور میری والدہ کسی[1] چیز کو مٹی سے لیپ رہے تھے فرمایا اے عبد اللہ! یہ کیا ہے؟ عرض کیا ہم ایک شے[2] کو درست کر رہے تھے فرمایا وہ کام[3] اس سے بھی جلد آ رہا ہے۔ (مسند احمد اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے)

[1] دیوار یا دروازے کو درست کر رہے تھے

[2] دیوار درست کر رہے ہیں

[3] جس دنیا کی وجہ سے تم اس کام میں مشغول ہو اور گھر کی اصلاح کر رہے ہو اس نے بڑی تیزی اور جلدی سے چلے جانا ہے۔

۵۰۴۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُهْرِيْقُ الْمَاءَ فَيَتَيَمَّمُ بِالتُّرَابِ فَاَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْمَاءَ مِنْكَ قَرِيْبٌ يَقُوْلُ مَا يُدْرِيْنِیْ لَعَلِّیْ لَا اَبْلُغُهٗ. رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَابْنُ الْجَوْزِیِّ فِیْ كِتَابِ الْوَفَاءِ)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بول[1] مبارک کے بعد تیمم فرما[2] لیتے تھے۔ میں عرض کرتا یا رسول اللہ! پانی قریب ہی ہے فرماتے کیا خبر ممکن ہے وہاں تک نہ پہنچ سکوں (شرح السنۃ، الوفا ابن الجوزی)

[1] پانی بہانے سے مراد بول ہے

[2] وضو کرنے سے پہلے

ے اتنی دُور نہیں کہ تیمم کیا جائے

ے شاید عمر وفا نہ کرے کہ وضو کر سکوں تو تیمم کے ذریعے طہارت حاصل کر لیتا ہوں، آپ کا معمول مبارک تھا جیسے وضو ختم ہوتا تو نیا وضو کرنے سے پہلے فی الفور تیمم فرما لیتے تاکہ طہارت حاصل رہے ۔ یاد رہے یہ وہ تیمم نہیں جو پانی نہ ہونے کی بنا پر کیا جاتا ہے اور اس سے نماز ادا کی جاتی ہے ۔

۵۰۴۵/۱۰ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذَا ابْنُ اٰدَمَ وَهٰذَا اَجَلُهٗ وَوَضَعَ يَدَهٗ عِنْدَ قَفَاهُ ثُمَّ بَسَطَ فَقَالَ وَثَمَّ اَمَلُهٗ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ، کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ انسان اور یہ اس کی موت ہے اور اپنا دستِ اقدس اپنی گدّی پر رکھا پھر ہاتھ دراز کیا فرمایا اور وہاں اس کی امید ہے ۔

(ترمذی)

لے قریب ترین

ے مخصوص انداز میں سمجھانے کے لیے ایسا کیا کہ موت انسان کے پیچھے اور نہایت ہی قریب ہے ۔ صراح میں قفا کا معنی سر کے پچھلے حصّے کے ہیں ۔

ے گردن سے دور کیا تاکہ اُمید وہوا کی طوالت واضح ہو

ے موت قریب لیکن خواہش اور اُمید دُور

۵۰۴۶/۱۱ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَرَزَ عُوْدًا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاٰخَرَ اِلٰى جَنْبِهٖ وَاٰخَرَ اَبْعَدَ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا هٰذَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ هٰذَا الْاِنْسَانُ وَهٰذَا الْاَجَلُ اُرَاهُ قَالَ وَهٰذَا الْاَمَلُ فَيَتَعَاطَى الْاَمَلَ فَلَحِقَهُ الْاَجَلُ دُوْنَ الْاَمَلِ ۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک لکڑی سامنے گاڑی دوسری اس کے برابر اور تیسری اس سے بہت دور پھر فرمایا تم جانتے ہو یہ کیا ہے ؟ عرض کیا اللہ اور اس کا رسول خوب بہتر جانتے ہیں فرمایا یہ انسان ہے اور یہ موت ہے میرے خیال میں یہ فرمایا کہ یہ اُمید ہے انسان امید میں مشغول رہتا مگر اسے امید سے موت آلیتی ہے ۔

(شرح السنۃ)

لے پہلی لکڑی کے پہلو میں

ے یہ مثال کس کی ہے ؟

ے پہلی لکڑی انسان اور جو دوسری متصل ہے وہ موت ہے ۔

ے حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں

ے یہ تیسری لکڑی

۶؎ موت آجاتی ہے حالانکہ امید پرانی نہیں ہوتی ۔

۵۰۴۷/۱۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمُرُ اُمَّتِیْ مِنْ سِتِّیْنَ سَنَۃً اِلٰی سَبْعِیْنَ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی عمر ساٹھ ستر سال[۱] کے درمیان ہو گی ۔ (ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے)

۱؎ اکثر طور پر یہ عمر ہے بعض اوقات اس سے بڑھ بھی جاتی ہے جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے ۔

۵۰۴۸/۱۳ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَعْمَارُ اُمَّتِیْ مَا بَیْنَ السِّتِّیْنَ اِلٰی سَبْعِیْنَ وَاَقَلُّهُمْ مَنْ یَّجُوْزُ ذٰلِكَ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ) وَذُكِرَ حَدِیْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّیْرِ فِیْ بَابِ عِیَادَۃِ الْمَرِیْضِ ۔

انہی سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : میری اُمت کی عمر ساٹھ ستر سال کے درمیان ہے کچھ لوگ آگے بڑھیں گے ۔ (ترمذی ، ابن ماجہ اور حضرت عبداللہ بن شخیر[۱] کی حدیث باب عیادۃ المریض میں بیان کر دی گئی ہے)

۱؎ اَلشِّخِّیْر ، شین کے نیچے زیر خاء پر شد اور یا ساکن

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۵۰۴۹/۱۴ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوَّلُ صَلَاحِ هٰذِهِ الْاُمَّۃِ الْیَقِیْنُ وَالزُّهْدُ وَاَوَّلُ فَسَادِهَا الْبُخْلُ وَالْاَمَلُ ۔ (رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت کی پہلی درستگی یقین[۱] اور زہد ہے اور اس کا پہلا فساد بخل[۲] اور امید کا لمبا ہونا ہے ۔ (بیہقی شعب[۳] الایمان)

۱؎ اس بات کا یقین کہ رازق اللہ ہے اور اس نے رزق پہنچانے کی ضمانت دی ہوئی ہے اور اس کے ساتھ دنیا سے بے رغبتی ہو جب اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر یقین ہو گا تو بخل نہیں کرے گا کیونکہ بخل کی وجہ یہی ہے کہ شاید اللہ کی طرف سے رزق ملے یا نہ ملے اگر میں نے مال خرچ کر دیا تو پھر کہاں سے کھاؤں گا اور جب انسان زہد کرتا ہے تو دنیا میں طویل آرزوئیں قائم نہیں کرتا اس وجہ سے آگے فرمایا کہ پہلا فساد بخل اور طول اَمل ہے ۔

۲؎ مال خرچ کرنے میں بخل اور طویل آرزو رکھنا کیونکہ اس کا علاج اللہ کی رزاقیت پر یقین اور دُنیا سے بے رغبتی تھا جو مفقود ہو گیا ۔

۳؎ شیخ اجل عارف باللہ عبدالوہاب المتقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالے "الحبل المتین فی تحصیل الیقین" میں فرماتے ہیں کہ اعتقاد جب حدِ جزم کو پہنچے اور دلیل و برہان سے اس طرح مزین ہو کہ اثباتِ حق کرے اسے حکماء و متکلمین کی اصطلاح میں

یقین کہتے ہیں اور صوفیہ کے نزدیک جب تک تصدیق دل پر اس طرح قبضہ و غلبہ حاصل نہ کرے کہ وہی متصرف و حاکم ہو جو چیز موافق و مناسب ہو اس کی خواہش کرے اور منافی و مخالف ہو اس میں رکاوٹ و مانع ہو اسوقت تک اُسے یقین نہیں کہلاتا مثلاً موت کے آنے کا یقین ہر ایک کو حاصل ہے لیکن وہ شخص جس کے دل پر موت کی یاد کا یہ اثر و غلبہ ہو کہ طاعات کی بجا آوری اور اور معاصی کے ترک پر دل کو تیار کر کے موت کے لیے تیاری کرے تو وہ صاحب یقین ہوگا اگرچہ وہ ہر چیز جس کی خبر رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی ہے اس پر یقین رکھنا ضروری ہے مگر چار اصول ایسے ہیں جن پر سالک کے لیے یقین کے سوا کوئی چارہ نہیں ۔ اوّل توحید۔ اس بات پر یقین کہ جو کچھ واقع ہو رہا ہے وہ تمام اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وجہ سے ہے دوئم توکل و بھروسہ کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کی ضمانت دی ہے ۔ سوئم اس بات پر یقین کہ اچھے و بُرے اعمال پر ثواب و عذاب ہوگا۔ چہارم اس پر یقین رکھنا کہ بندے کے ہر حال پر ہر وقت مطلع ہے توحید پر یقین کا فائدہ یہ ہے کہ مخلوق کی طرف توجہ نہیں جاتی ۔ حصولِ رزق کے یقین کا فائدہ یہ ہے کہ مال کی طلب میں عمدہ طریقہ اختیار کرے گا اور اس کے حاصل نہ ہونے پر افسوس نہیں ہوگا۔ اعمال کی جزا و سزا پر یقین کا فائدہ یہ ہے طاعت کا شوق اور معصیت سے چھٹکارا مل جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا تمام احوالِ بندہ سے آگاہ ہونے پر یقین کا فائدہ یہ ہے کہ بندہ اپنے ظاہر و باطن کی خوب اصلاح کرے گا (کلام شیخ کا خلاصہ ختم ہوا) ۔

حدیث میں اللہ تعالیٰ کے رازق ہونے پر کامل توکل اور یقین مراد ہے جیسے کہ ہم نے بیان کیا کیونکہ اس کے مقابل کا تذکرہ ہے اللہ تعالیٰ کی رزاقیت اور رزق کے ملنے پر یقین رکھنا اور اس کی ضمانت پر بھروسہ رکھنا راہِ حق کے سالک کے لیے ایسی منزل ہے جس کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ فراغت برائے عبادت اسی پر موقوف ہے ۔ امام قطب وقت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ نے فرمایا اکثر طور پر دو چیزیں خالق اور مخلوق کے درمیان حجاب بنتی ہیں ۔ غمِ رزق ، خوفِ خلق اور ان میں سے غمِ رزق شدید تر ہے ۔

٥٠٥٠ / ١٥ وَعَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ قَالَ لَيْسَ الزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا بِلُبْسِ الْغَلِيظِ وَالْخَشِنِ وَأَكْلِ الْجَشِبِ إِنَّمَا الزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا قِصَرُ الْأَمَلِ ۔
(رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دُنیا سے زُہد موٹا اور کھردرا کپڑا پہننا اور سالن کے بغیر طعام کا کھانا[1]، بلکہ زہد امیدوں کا مختصر ہونا ہے ۔ (شرح السنۃ)۔

[1] بے مزہ کھانا، "جَشِبٌ" جیم پر زبر، شین کے نیچے زیر، بے مزہ اور خشک کھانا بعض نے کہا سالن کے بغیر کھانا ۔

٥٠٥١ / ١٦ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا وَسُئِلَ أَيُّ شَيْءٍ الزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا قَالَ طِيبُ الْكَسْبِ وَقِصَرُ الْأَمَلِ ۔
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

حضرت زید بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا حالانکہ ان سے سوال ہوا تھا کہ دنیا سے زہد کیا ہے؟ فرمایا حلال کمائی اور چھوٹی امیدیں (بیہقی شعب الایمان)

سلہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوستوں میں سے ہیں۔

۳۳۲۔ بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْمَالِ وَالْعُمُرِ وَالطَّاعَةِ

اطاعت کیلیے مال اور عمر کا بہتر ہونا[۱]

استحباب کا معنی اچھا و بہتر جاننا ہے۔ صراح میں مال خواستہ کا معنی مال جمع کرنا ہے اور لفظ مال، مَیْلٌ سے مشتق ہے۔ آدمی طبعاً اس کی طرف مائل ہوتا ہے۔ عُمر، عین پر فتحہ اور ضمہ دونوں جائز ہیں۔ زندگی اور زندہ رہنا عین اور میم دونوں پر پیش بھی پڑھا گیا ہے۔ محل قسم میں فتحہ پڑھنا افصح ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۵۰۵۲ عَنْ سَعْدٍ[۱] قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَذُكِرَ حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ فِي بَابِ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ۔

حضرت سعد[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا[۲] اللہ تعالیٰ پرہیزگار، مستغنی[۳] اور مخفی بندے[۴] کو پسند فرماتا ہے (مسلم) وہ حدیث ابن عمر جس میں ہے کہ رشک[۵] دو افراد پر کیا جا سکتا ہے۔ فضائل قرآن کے باب میں بیان کر دی گئی ہے)

سلہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سلہ جس میں یہ تین صفات ہوں۔

سلہ مال سے غنی، یا دل کا غنی ہے۔ حدیث کا اس باب میں لانا اس بات پر قرینہ ہے کہ یہاں غنا سے غنا بالمال مراد ہے

سلہ جو عبادت الٰہی کے لیے مخلوق سے الگ گوشہ نشین ہو کیونکہ جب وہ مخلوق سے احتیاجی اور نیاز نہیں رکھتا تو وہ تنگ ہو کر اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہوگا خفی کی جگہ حفی حا کے ساتھ روایت ہے جس کا معنی مہربان اور نیکی کرنے والے کے ہیں اور یہ معنی غنی کے زیادہ مناسب ہے۔ مصابیح کے بعض نسخوں میں التقی کے بعد النقی ہے۔ جس کا معنی پاک اور نظیف ہے۔

سلہ جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

۵۰۵۳ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ[1] أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ قَالَ فَأَيُّ النَّاسِ شَرٌّ[2] قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَسَاءَ عَمَلُهُ.

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت ابو بکرہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کون سا آدمی اچھا ہے؟ فرمایا وہ شخص جس کی عمر لمبی اور اعمال اچھے ہوں۔ عرض کیا بڑا کون سا ہے؟ فرمایا جس کی عمر دراز اور عمل برے ہوں[2]

(مسند احمد، ترمذی، دارمی)

۱ یہ مشہور صحابی ہیں ان کا تعلق طائف سے ہے، ان کے احوال کا تذکرہ متعدد جگہ ہوا ہے۔

۲ یہ اکثر کا اعتبار کرتے ہوئے ہے جہاں عمل اور برائی برابر ہو وہاں ایک وجہ خیر ہے اور ایک وجہ شر کی ہے اور ایسی صورت نہایت ہی کم ہوتی ہے۔

۵۰۵۴ وَعَنْ عُبَيْدِ بْنِ خَالِدٍ[1] أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آخَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ فَقُتِلَ أَحَدُهُمَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتَ الْآخَرُ بَعْدَهُ بِجُمُعَةٍ أَوْ نَحْوِهَا فَصَلَّوْا عَلَيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قُلْتُمْ قَالُوا دَعَوْنَا اللّٰهَ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ وَيَرْحَمَهُ وَيُلْحِقَهُ بِصَاحِبِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَيْنَ صَلَاتُهُ بَعْدَ صَلَاتِهِ وَعَمَلُهُ بَعْدَ عَمَلِهِ أَوْ قَالَ صِيَامُهُ بَعْدَ صِيَامِهِ لَمَا بَيْنَهُمَا أَبْعَدُ مِمَّا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ.

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

حضرت عبید بن خالد[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو اشخاص کے درمیان بھائی چارہ قائم[2] فرمایا: ان میں سے ایک اللہ کی راہ میں شہید ہو گیا پھر تقریباً ایک ہفتہ بعد دوسرا آدمی فوت ہو گیا لوگوں نے اس پر نماز ادا کی۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا تم نے کیا دعا کی ہے عرض کیا ہم نے اللہ سے عرض کیا کہ اسے بخش دے اس پر رحم کر اور اسے اس کے ساتھی کے ساتھ ملا دے فرمایا پھر اس شہید کے بعد اس کی نمازوں اور اس کے اعمال گئے یا فرمایا شہید کے روزوں کے بعد اس کے روزے کہاں گئے[3] فرمایا ان کے درمیان کا فاصلہ آسمان و زمین کے فاصلے سے زیادہ ہے۔

(ابوداؤد، نسائی)

۱ ان کی کنیت ابو عبد اللہ اسلمی ہے مہاجر صحابی ہیں کوفہ میں رہائش پذیر رہے۔

۲ جیسا کہ منقول ہے کہ آپ نے ایک دفعہ مہاجرین کے درمیان مواخات فرمائی اور دوسری دفعہ مہاجرین اور انصار کے درمیان۔

۳ راوی کو شک ہے۔

[4] جنت میں اور قرب الٰہی میں ان کے درمیان آسمان و زمین کے فاصلہ سے بھی زیادہ ہے۔

[5] یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ایک ہفتہ بعد فوت ہونے والا کیسے بلند ہو گیا حالانکہ شہادت کا مقام نہایت ہی بلند ہے خصوصًا حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں جب دعوت دینا وہاں ابتدائی مرحلہ تھا اور معاونین بھی نہایت ہی تھوڑے تھے جواب اس کا یہ ہے کہ دوسرا شخص بھی مجاہد تھا اور راہِ خدا میں نیتِ شہادت سے سرشار تھا پس اس کی نیت کی وجہ سے اسے یہ مقام نصیب ہو گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خصوصًا جانتے تھے کہ اس شخص کے اعمال اس شہید سے اس لیے زیادہ ہیں کہ اس میں اخلاص، معرفت و عقل زیادہ ہے یا اس کی شہادت کے بعد اس نے کوئی ایسا عمل کیا جو اس سے بہتر تھا یہ ضابطہ نہیں کہ ہر شہید غیر شہید پر ہمیشہ فوقیت رکھتا ہے بلکہ بعض اوقات غیر شہید، شہید سے افضل ہوتا ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیگر شہداء صحابہ سے افضل ہیں۔ (کذا قالوا)۔

۵۰۵۵ وَعَنْ اَبِیْ كَبْشَةَ الْاَنْمَارِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ثَلٰثٌ اُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ وَاُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا فَاحْفَظُوْهُ فَاَمَّا الَّذِیْ اُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ فَاِنَّهٗ مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِّنْ صَدَقَةٍ وَّلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَّظْلِمَةً صَبَرَ عَلَيْهَا اِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ بِهَا عِزًّا وَّلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْئَلَةٍ اِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ وَّ اَمَّا الَّذِیْ اُحَدِّثُكُمْ فَاحْفَظُوْهُ فَقَالَ اِنَّمَا الدُّنْيَا لِاَرْبَعَةِ نَفَرٍ عَبْدٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَّعِلْمًا فَهُوَ يَتَّقِیْ فِيْهِ رَبَّهٗ وَيَصِلُ رَحِمَهٗ وَيَعْمَلُ لِلّٰهِ فِيْهِ بِحَقِّهٖ فَهٰذَا بِاَفْضَلِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ عِلْمًا وَّلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًا فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِیْ مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَاَجْرُهُمَا سَوَآءٌ وَعَبْدٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَّلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا فَهُوَ يَتَخَبَّطُ فِیْ مَالِهٖ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَا يَتَّقِیْ فِيْهِ رَبَّهٗ وَلَا يَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهٗ وَلَا يَعْمَلُ فِيْهِ بِحَقٍّ فَهٰذَا بِاَخْبَثِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٌ لَّمْ

حضرت ابو کبشہ [1] انماری [2] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تین باتوں پر میں قسم کھاتا ہوں [3] اور ایک بات کی تمھیں خبر دیتا ہوں اسے یاد رکھو وہ تین باتیں قسم والی یہ ہیں کسی بندے کا مال صدقہ [4] سے نہیں گھٹتا، ہر وہ ظلم [5] جس پر صبر کیا جائے اللہ تعالیٰ اس سے عزت [6] میں اضافہ کرتا ہے جب بھی کوئی بندہ مانگنے کی عادت بناتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے وہ بات جس کی خبر دیتا ہوں اور اسے یاد رکھنا یہ ہے کہ دنیا چار [7] اشخاص کے لیے ہے ایک وہ بندہ جسے اللہ تعالیٰ مال اور علم [8] دونوں دے تو وہ اللہ تعالیٰ سے [9] ڈرتا ہے رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کرتا ہے اور اس میں ان کے حق کے مطابق عمل [10] کرتا ہے یہ اعلیٰ درجات میں ہے ایک وہ بندہ جسے اللہ نے علم دیا [11] مال نہ دیا لیکن اس کی نیت اچھی ہے وہ کہتا ہے اگر [12] میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں [13] کے لیے کام کرتا ان دونوں کا ثواب برابر [14] ہے تیسرا وہ بندہ جسے اللہ نے مال دیا اور علم نہ دیا [15] تو وہ اپنے مال میں بغیر علم [16] کے غلط ملط ہی کرتا ہے اس میں اپنے رب سے نہیں ڈرتا رشتہ داروں سے حسنِ سلوک نہیں کرتا اور نہ

يَرْزُقْهُ اللّٰهُ مَالًا وَّلَا عِلْمًا فَهُوَ يَقُوْلُ لَوْ أَنَّ لِيْ مَالًا لَعَمِلْتُ فِيْهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهٖ وَوِزْرُهُمَا سَوَآءٌ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ)

اس میں حق کے مطابق عمل کرتا تو یہ خبیث ترین درجہ ہے چوتھا وہ بندہ ہے جسے اللہ نے نہ مال دیا نہ علم اور وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو فلاں کی طرح کام کرتا تو اسے نیت پر ملے گا اور ان دونوں کا گناہ برابر ہے (ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث صحیح ہے)

(١) کاف پر زبر، با ساکن

(٢) ہمزہ پر زبر، نون ساکن، ان کا نام عمرو بن سعد ہے بعض کے نزدیک سعد بن عمرو اور بعض کے نزدیک عامر بن سعد ہے یہ شام میں رہے اور وہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ آئے تھے۔

(٣) کیونکہ وہ حق ہیں۔

(٤) اگرچہ بظاہر صدقہ سے نقصان ہوتا ہے مگر وہ دنیا میں موجبِ خیر و بھلائی اور برکت اور آخرت میں ثواب کے حصول کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے زیادتی اور اضافہ کا ذریعہ ہے نہ کہ نقصان کا۔

(٥) جو اس سے ظلماً مال چھینا

(٦) مظلمہ۔ میم پر زبر، لام کے نیچے کسرہ، فتحہ بھی آیا ہے مصدر ہے اس کا معنی ظلم کرنا اور اس مال کو بھی کہا جاتا ہے جو ظلماً حاصل کیا جائے۔

(٧) احوالِ دنیا ان چار مراتب میں منحصر ہے۔

(٨) کہ اس مال کو کیسے کہاں اور کتنا خرچ کرتا ہے اور مصارفِ خیر سے آگاہ ہوتا ہے۔

(٩) اس مال کے حصول اور خرچ کرنے میں وہ اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ اور ناپسند عمل کو پسند نہیں کرتا۔

(١٠) یعنی وہ حقوق اس مال سے متعلق ہیں مثلاً زکوٰۃ، کفارات، مہمان نوازی اور صدقہ کرنا یا اللہ تعالیٰ کے ان حقوق میں خرچ کرنا ہے جن کا اسی نے حکم دیا ہے۔

(١١) جن کی بناء پر وہ حسنِ انفاق اور مصارفِ خیر اور نیکی کی راہوں پر خرچ کرنے سے آگاہ ہو۔

(١٢) وہ اپنے علم کے تقاضے کے مطابق نیتِ صالح رکھنے والا ہے اور بعیہ وجودِ مال کی آرزو رکھتا ہے۔

(١٣) میں بھی وہ عمل کروں جو فلاں صاحبِ تقویٰ نے کیا۔ میں صلہ رحمی کر۔ تا اور مال کے حقوق ادا کروں گا۔

(١٤) اس لیے کہ اگرچہ پہلے شخص نے عملاً انفاق کیا ہے مگر دوسرے کی۔ صالح نیت جس کی وجہ سے وہ اجر کا مستحق ٹھہرا۔

(١٥) جس کے ذریعے میں تقویٰ اور مال کے حقوق و مصارف سے آگاہ ہوتا۔

(١٦) یہ بغیر علم کے خرچ کرتا ہے نہ خیر کا علم نہ شر کا، لہٰذا غیر حق میں خرچ کرے گا۔ جیسا کہ آگے اس کی نشان دہی کر دی۔

۱۷ۃ میں فلاں کی طرح اسراف واتراف کرتا۔

۱۸ۃ یہاں نیت سے "عزم مصمم" ہے کیونکہ معصیت کے عزم پر گرفت ہے۔ عزم کا معنی یہ ہے کہ کام کے لیے کوشش کرتا ہے اس آدمی کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں اس کے باوجود وہ کام کر نہیں سکا اگر قدرت پالیتا تو بغیر کسی توقف کے وہ کام کر گزرتا۔ مثلاً ایک شخص نے زنا کا عزم کیا تو اس پر گرفت ہوگی اگرچہ عزم زنا، زنا نہیں مگر گناہ تو ہے، تفصیل اس کی یہ ہے کہ اولاً دل میں شیطان کی طرف وساوس بلا اختیار آتے ہیں ان کو "ہاجس" کہا جاتا ہے اس پر مواخذہ نہیں، جب دل میں اس طرح بیٹھ جائیں کہ وہ دل میں تحریک پیدا کرلیں تو ان کو "خاطر" کہا جاتا ہے۔ اس امت مرحومہ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواطر پر معافی ہے اور اس پر بھی مواخذہ نہیں اور یہ اس امت کا خاصہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے عطا فرمایا ہے اس کے بعد "ہم" کا درجہ ہے جو فعل کا مقصد ہوتا ہے۔ نیکیوں میں محض قصد ونیت پر بھی کامل نیکی کا ثواب ملتا ہے لیکن سیاست میں ایسا نہیں۔ اس کے بعد عزم کا درجہ ہے جس کا ذکر آیا ہے اس پر مؤاخذہ ہوگا جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

۵۰۵۶ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِذَا اَرَادَ بِعَبْدٍ خَيْرًا اِسْتَعْمَلَهٗ فَقِيْلَ وَكَيْفَ يَسْتَعْمِلُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ يُوَفِّقُهٗ بِعَمَلٍ صَالِحٍ قَبْلَ الْمَوْتِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اس سے کام لیتا ہے؛ عرض کیا گیا یارسول اللہ! وہ کیسے کام لیتا ہے؟ فرمایا اسے موت سے پہلے نیک اعمال کی توفیق دیتا ہے ۱ۃ

(ترمذی)

۱ۃ اس حدیث سے زندگی کی فضیلت واضح ہو رہی ہے کیونکہ اعمال نیک اسی میں کیے جاسکتے ہیں۔

۵۰۵۷ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت شداد بن اوس ۱ۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو فرمانبردار کرلے اور بعد الموت کے لیے تیاری کرے۔ عاجز وہ ہے جو اپنے آپ کو خواہشات کے تابع ۲ۃ کردے اور اللہ ۳ۃ سے آرزو رکھے ۴ۃ۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

۱ۃ یہ حضرت حسان بن ثابت کے بھائی کے بیٹے ہیں انھیں اور ان کے والد دونوں کو حضور کی صحبت میسر آئی، بیت المقدس میں رہے ان کا شامی صحابہ میں شمار ہوتا ہے۔

۲ۃ نفس جن محرمات اور شہوات کی خواہش کرے اس کی اتباع کرے، دست شہوت میں عاجز ہو اور نفس کا قیدی۔

۵۳ باوجود نافرمانی اور اللہ کی تعلیمات کی خلاف ورزی کرنے کے توبہ واستغفار نہیں کرتا صرف خواہش و آرزو رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔

۵۴ شیخ ابن عباد شاذلی رحمۃ اللہ علیہ شرح حکم میں فرماتے ہیں کہ اہلِ معرفت نے کہا ہے کہ وہ جھوٹی امید جو آدمی کو مغرور کر دے، عمل سے غافل کر دے اور گناہوں پر دلیر بنا دے حقیقتاً امید ہے ہی نہیں بلکہ شیطان کی طرف سے فریب دھوکہ ہے حضرت معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا عمل کے بغیر جنت کی طلب بھی گناہ ہے۔ بغیر کسی تعلق وسبب کے شفاعت کی امید رکھنا فریب کے سوا کچھ نہیں۔ فرمانبرداری نہ کرتے ہوئے رحمت کی امید رکھنا جہالت وبے وقوفی ہے امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر کوئی قوم صرف اس آرزو پر دُنیا سے رخصت ہو جائے کہ اللہ بخشنے والا ہے حالانکہ انھوں نے نیکی نہیں کی تو ان کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا جھوٹ ہوگا اگر وہ اتنی اعلیٰ آرزو کے قائل تھے تو نیک عمل کرتے اور فرمایا اے اللہ کے بندو! ایسی باطل آرزوؤں سے دُور رہو جو احمقوں کا طریقہ ہے اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ بندے کی ان باطل آرزوؤں پر نہ دنیا میں کچھ دیتا ہے اور نہ آخرت میں، حضرت عمر بن منصور نے ایک دوست کو لکھا تو اپنی عمر کی درازگی چاہتا ہے بُرے کاموں کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ سے آرزو رکھتا ہے ہوش کرکر تو ٹھنڈا لوہا کوٹ رہا ہے (یعنی بے فائدہ کام کر رہا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۵۰۵۸ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنَّا فِيْ مَجْلِسٍ فَطَلَعَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ عَلٰى رَأْسِهٖ اَثَرُ مَاۤءٍ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَرَاكَ طَيِّبَ النَّفْسِ قَالَ اَجَلْ قَالَ ثُمَّ خَاضَ الْقَوْمُ فِيْ ذِكْرِ الْغِنٰى فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بَأْسَ بِالْغِنٰى لِمَنِ اتَّقَى اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَالصِّحَّةُ لِمَنِ اتَّقٰى خَيْرٌ مِّنَ الْغِنٰى وَ طِيْبُ النَّفْسِ مِنَ النَّعِيْمِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

تیسری فصل

ایک صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک مجلس میں بیٹھے تھے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری ہوئی۔ آپ کے سرِ اقدس پر پانی کا اثر تھا[۱]۔ عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ کو نہایت ہی مسرور دیکھ رہے ہیں فرمایا ہاں! پھر لوگوں نے غنا کی باتیں شروع کر دیں[۲]۔ فرمایا مالداری میں اس کے لیے کوئی حرج نہیں جو اللہ سے ڈرے[۳]۔ متقی کے لیے مالداری سے تندرستی بہتر ہے اور دل کی خوشی نعمتوں میں سے ہے[۴]۔

(مسند احمد)

۱ تازہ غسل فرمایا ہوا تھا اور آپ کا حسن وجمال اپنے کمال پر تھا۔

۲ یہ اچھی ہوتی ہے یا بُری

۳ کیونکہ مالدار شاکر کا درجہ بلند ہے

۴ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر واجب ہے اور بندے سے اس نعمت کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔ قرآن مجید میں ہے

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ٥ (پھر ضرور اس دن ہر نعمت کے بارے میں تم سے سوال کیا جائے گا۔

۵۰۵۹ / ۸ وَعَنْ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ قَالَ کَانَ الْمَالُ فِیْمَا مَضٰی یُکْرَہُ فَاَمَّا الْیَوْمَ فَہُوَ تُرْسُ الْمُؤْمِنِ وَقَالَ لَوْلَا ھٰذِہِ الدَّنَانِیْرُ لَتَمَنْدَلَ بِنَا ھٰؤُلَآءِ الْمُلُوْکُ وَقَالَ مَنْ کَانَ فِیْ یَدِہٖ مِنْ ھٰذِہٖ شَیْءٌ فَلْیُصْلِحْہُ فَاِنَّہٗ زَمَانٌ اِنِ احْتَاجَ کَانَ اَوَّلَ مَنْ یَّبْذُلُ دِیْنَہٗ وَقَالَ الْحَلَالُ لَا یَحْتَمِلُ السَّرَفَ۔

(رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ)

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، گذشتہ دور میں مال ناپسند تھا[۱] لیکن آج مال مومن کی ڈھال ہے فرمایا اگر آج ہمارے پاس یہ دینار نہ ہوتے تو یہ حکمران ہم کو رومال بنا[۲] لیتے۔ فرمایا جس کے پاس دولت ہو وہ اسے محفوظ کرے، بڑھائے کیونکہ یہ وہ زمانہ ہے اگر کوئی محتاج ہو جائے تو جو پہلی چیز وہ خرچ کرتا ہے وہ دین ہے فرمایا حلال مال میں[۴]۔ فضول خرچی کی گنجائش نہیں۔

(شرح السنہ)

[۱] کیونکہ اس دور کے لوگوں کا امتیازی وصف دنیا سے بے نیازی اور قناعت تھی وہ اتنی روزی پر قناعت کر لیتے تھے انھیں زیادہ دوڑ دھوپ اور شاہانِ وقت اور امراء کے دربار میں جائے بغیر اتنی روزی مل جاتی تھی جس سے وہ جسم و جان کا رشتہ برقرار رکھ سکتے تھے۔ اس لیے سلاطین اور امراء کی طرف سے انھیں مصیبت اور ذلّت سے دوچار ہونا نہیں پڑتا تھا۔

[۲] جبکہ زہد و قناعت کا معاملہ دِگر گوں ہو چکا ہے تو مال ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی وجہ سے آدمی ان بادشاہوں اور امراء کے درباروں کے چکر لگانے سے محفوظ رہے گا جس کی وجہ سے ذلّت و رسوائی حاصل ہوتی ہے۔

[۳] ہمیں ذلیل کرتے "مِنْدِیل": میم پر زیر اور زبر وہ ٹکڑا (چھوٹا تولیہ) جس کے ساتھ ہاتھ صاف کرتے ہیں اس سے مراد نہایت ہی ذلّت و خواری ہے۔

[۴] مالِ حلال میں اسراف نہیں کرنا چاہیے بلکہ محفوظ رکھا جائے اور بوقت ضرورت اسے خرچ کیا جائے تاکہ دین قائم رہے یا مراد یہ ہے کہ مال حلال کم ہی ہوتا ہے اس لیے اس میں اسراف کیا ہی نہیں جا سکتا۔

۵۰۶۰ / ۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُنَادِیْ مُنَادٍ یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَیْنَ اَبْنَآءُ السِّتِّیْنَ وَھُوَ الْعُمُرُ الَّذِیْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَوَلَمْ نُعَمِّرْکُمْ مَّا یَتَذَکَّرُ فِیْہِ مَنْ تَذَکَّرَ وَجَآءَکُمُ النَّذِیْرُ۔

(رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: روزِ قیامت آواز دینے والا آواز دے[۱] گا ساٹھ سالہ لوگ کہاں ہیں[۲]؟ یہ عمر وہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا[۳] ہے کیا ہم نے تم کو اس قدر عمر نہ دی جس میں نصیحت پکڑنے والا نصیحت پکڑے اور تمھارے پاس ڈرانے والے آئے[۴]

(بیہقی، شعب الایمان)

سلے وہ فرشتہ جسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہوگا۔
سلے وہ لوگ جن کی عمر دنیا میں ساٹھ سال تھی اس کو سال عمر کے ساتھ نسبت دیتے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں کہ "مَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِينَ اَوْ تِسْعِينَ" فلاں شخص اسی یا نوّے سال کی عمر میں فوت ہوا۔
سلے اس آیت میں
سلے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک پیغمبر اور شریعت نہیں آئے گی بعض عقل کی بناء پر مواخذہ نہیں ہوتا۔

۵۰۶۱ / ۱۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ اِنَّ نَفَرًا مِّنْ بَنِيْ عُذْرَةَ ثَلٰثَةً اَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّكْفِيْنِيْهِمْ قَالَ طَلْحَةُ اَنَا فَكَانُوْا عِنْدَهٗ فَبَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا فَخَرَجَ فِيْهِ اَحَدُهُمْ فَاسْتُشْهِدَ ثُمَّ بَعَثَ بَعْثًا فَخَرَجَ فِيْهِ الْاٰخَرُ فَاسْتُشْهِدَ ثُمَّ مَاتَ الثَّالِثُ عَلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ قَالَ طَلْحَةُ فَرَاَيْتُ هٰؤُلَاءِ الثَّلٰثَةَ فِي الْجَنَّةِ وَرَاَيْتُ الْمَيِّتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ اَمَامَهُمْ وَالَّذِي اسْتُشْهِدَ اٰخِرًا يَلِيْهِ وَاَوَّلَهُمْ يَلِيْهِ فَدَخَلَنِيْ مِنْ ذٰلِكَ فَذَكَرْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ فَقَالَ وَمَا اَنْكَرْتَ مِنْ ذٰلِكَ لَيْسَ اَحَدٌ اَفْضَلَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ مُّؤْمِنٍ يُّعَمَّرُ فِي الْاِسْلَامِ لِتَسْبِيْحِهٖ وَتَكْبِيْرِهٖ وَتَهْلِيْلِهٖ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت عبداللہ بن شداد سے مروی ہے کہ بنی عذرہ کے تین اشخاص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے، آپ نے فرمایا انھیں ہماری طرف سے کون سنبھالے گا[1]، حضرت طلحہ نے عرض کیا میں حاضر ہوں تو وہ ان کے پاس رہے پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا تو ان میں سے ایک شخص اس لشکر میں گیا اور وہ شہید ہو گیا پھر اور لشکر بھیجا تو ان میں دوسرا گیا وہ بھی شہید ہو گیا اور تیسرا اپنے بستر پر فوت ہو گیا راوی کہتے ہیں کہ حضرت طلحہ نے فرمایا میں نے ان تینوں کو جنت میں[2] دیکھا اور بستر پر مرنے والے کو ان سب کے آگے دیکھا جو پہلے شہید ہوا تھا اسے اس کے قریب اور پہلے کو اس دوسرے کے قریب[3] دیکھا میرے دل میں کچھ خیال آیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو فرمایا تم نے اس میں سے کس چیز پر تعجب کیا[4] اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس مومن سے کوئی افضل نہیں جسے اسلام میں زیادہ عمر دی جائے اس کی تسبیح، تکبیر اور اس کے کلمہ کی وجہ سے[5]

سلے ان کی غم خواری کون کرے گا؟ تاکہ انھیں یہاں رہنا نہ پڑے۔
سلے خواب میں
سلے پہلے شہید ہونے والا سب سے پیچھے تھا
سلے اس ترتیب پر تعجب ہوا یا تو پہلے شہید کو سب سے مقدم رکھا جاتا یا دونوں شہداء درجہ میں برابر ہوتے

اور تیسرے کو پیچھے ہونا چاہیے تھا۔

ے خواب عرض کیا

ے جو ترتیب آپ نے دیکھی ہے اس پیمانے پر نہیں

ے ان کی عبادت کی وجہ سے، جب دوسرے شہید کی عمر پہلے سے زیادہ تھی تو اس کی عبادت زیادہ ہونے کی وجہ سے اجر بھی زیادہ تھا۔ اسی طرح تیسرے کا اجران دونوں سے زیادہ تھا۔ باقی اس کی تفصیلی توجیہ فصلِ ثانی میں حدیثِ عبید بن خالد میں گزر چکی ہے۔

۵۰۶۲ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِيْ عَمِيْرَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ عَبْدًا لَوْ خَرَّ عَلٰى وَجْهِهٖ مِنْ يَوْمِ وُلِدَ إِلٰى أَنْ يَمُوْتَ هَرِمًا فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ لَحَقَرَهٗ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَوَدَّ أَنَّهٗ رُدَّ إِلَى الدُّنْيَا كَيْمَا يَزْدَادَ مِنَ الْأَجْرِ وَالثَّوَابِ۔

(رَوَاهُمَا أَحْمَدُ)

حضرت محمد بن ابی عمیرہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جو صحابی رسول[2] ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی بندہ اپنی ولادت کے دن سے چہرے کے بل گر جاوے[3]۔ حتیٰ کہ اللہ کی اطاعت میں بوڑھا ہو کر مرجاوے تو اس دن[4] اس عبادت کو حقیر سمجھے گا اور تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹایا جاوے تاکہ اجر و ثواب اور زیادہ حاصل کرے[5]۔

(یہ مذکورہ دونوں احادیث امام احمد نے روایت کی ہیں)

ے محمد بن عَمِیْرَہ ۔ عین پر زبر، میم کے نیچے زیر

ے یہ اس لیے کہتے ہیں کہ ان کی صحابیت مشہور نہیں

ے یعنی بالفرض اگر ایسا ہو وقتِ ولادت سے وقتِ پیری تک سجدہ و نماز میں رہے یا اس سے مراد بلوغ کے بعد مرتبہ تکلیف ہے۔

ے قیامت کے دن

ے پس جتنی عمر زیادہ، خیر بھی زیادہ ہوگی۔

۲۳۳۔ بَابُ التَّوَكُّلِ وَالصَّبْرِ

توکّل اور صبر کا بیان

وکل اور وکول کا لغت میں معنی کام کا کسی کے سپرد کرنا اور باز رکھنا ہے وکالۃ زیر اور زبر کے ساتھ اسم ہے توکل، اپنی کمزوری کا اظہار اور غیر پر اعتماد کا نام ہے۔ تکلان اسم تا پر پیش ہے شرعی توکل یہ ہے کہ بندے کا تدبیر نفس اور اپنی طاقت وقوت سے بالاتر ہو کر اپنے تمام معاملات کو اپنے رب کے سپرد کرنا، اس کا اکثر استعمال رزق میں ہوتا ہے معنی توکل کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر یہ اعتماد اور کامل بھروسہ کیا جائے کہ وہ تمام بندوں کے رزق کی ضامن ہے، اسباب اور کسب کا ترک اس کے لیے شرط نہیں بلکہ ان پر نظر نہیں ہونی چاہیے کیونکہ توکل دل کا کام ہے جب حق تعالیٰ کی ضمانت پر یقین ہو گیا توکل حاصل ہو گیا۔ جوارح کا معطل ہونا شرط نہیں کام اور کسب اس کے منافی نہیں درویش لوگ جو اسباب کو ترک کر دیتے ہیں تو اس لیے ہوتا ہے تاکہ مقام توکل و ریاضتِ کامل ہو جائے اور نفس کی نظر ان سے بھی اٹھ جائے اور اس بات کا یقین ہو جائے کہ حصولِ رزق میں اسباب کا وجود شرط نہیں۔ بعض نے توکل کی تفسیر یوں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر کامل وثوق کی بناء پر کسب اسباب سے بالاتر ہونا توکل ہے یہ توکل کا ابتدائی حال ہے یا مراد یہ ہے کہ دل کا ان اسباب سے تعلق ہی نہ رہے۔ منتہی۔ سالک کے لیے اسباب کے ساتھ ساتھ تعلق، توکل سے مانع نہیں ہوتا اور اس کا یقین اسباب اور ترک اسباب کی صورت میں ایک ہی حال پر رہتا ہے مثلاً اگر کھجور کا پودا لگائے اور خلافِ عادت اسی وقت پھل دے دے تو اس صورت میں اور اگر وہ پودا کئی سالوں کے بعد معمول کے مطابق پھل دے تو اس کا یقین اللہ تعالیٰ کی صنعت پر یکساں ہوتا ہے۔ بلکہ اس کے لیے بصورت اسباب اور اسباب پر اشیاء کا مترتب ہونا باری تعالیٰ کی کمال قدرت کا مشاہدہ ہے اور بغیر سبب کے کسی شے کا ہونا فقط ایک فعل ہے اور بس۔ اس جگہ اس قدر امثال یقینی اور احکام محکم ہیں کہ وہاں نہیں اور ترک اسباب کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا معطل ہونا لازم آتا ہے لغت میں صبر منع کرنا، قید کرنا اور نفس کو ہر شے سے روکنا جیسے فارسی میں شکیبائی (بے صبری) کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ شریعت میں صبر یہ ہے کہ حکم شریعت اور نفسانی خواہشات کے درمیان کش مکش کے وقت حکم شریعت غالب ہو۔ شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ نے فرمایا، صبر مجاہدہ کے ساتھ نفس کی خواہشات سے باہر آنا اور نفس کو اس کی محبوب و مانوس اشیاء سے منع کرنا ہے۔ عوارف میں زیادہ افضل صبر ہے کہ صدق توجہ، دوام توجہ کے ذریعہ دل کی خواہشات سے منقطع ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جانا ہے اور فرمایا صبر فرض بھی ہے اور نفل بھی ادائے فرائض اور ترک محرمات کے لیے صبر فرض ہے، ان صورتوں میں صبر نفل ہے مثلاً فقر اور اس کی تکالیف، صدمہ اولیٰ،

کتمان مصائب، ترک شکایت، اخفاء احوال وکرامات پر صبر نفل ہے، صبر، فرض اور نفل کی متعدد صورتیں ہیں، بسا اوقات انسان صبر کی تمام اقسام پر عمل پیرا نہیں ہوسکتا اس کے لیے صبر کرنا، باقاعدگی کے ساتھ مراقبہ کرنا (الی اللہ تعالیٰ) کی حفاظت کرنا اور خیالات کو دور کرنا مشکل ہوجاتا ہے (انتہیٰ)۔

اگرچہ صبر کی بہت سی اقسام ہیں مگر اس کا استعمال بلیّات، مصائب اور مکروہات کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ شکر کا رزق کے ساتھ اختصاص ہے اس فقیر کے رسائل میں سے ایک رسالہ صبر اور اس کی صورتوں پر ہے اس کا نام "توصیۃ الاصحاب بالصبر فی جمیع الابواب" ہے اس میں صبر کا معنی اور اس کے مقامات پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔

الفصل الاوّل — پہلی فصل

۵۰۶۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَیْرِ حِسَابٍ ھُمُ الَّذِیْنَ لَا یَسْتَرْقُوْنَ وَلَا یَتَطَیَّرُوْنَ وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمت میں سے ستر ہزار افراد جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں یہ وہ لوگ ہوں گے جو جھاڑ پھونک نہیں کرتے بدشگونی نہیں لیتے[1] اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہونگے (بخاری ومسلم)

[1] حقیقت حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اس حدیث کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جنتر منتر سے مراد جاہلیت کے تعویذات ہیں جو کتاب وسنت سے مستفاد نہ تھے اور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان پر سکوت اختیار نہیں فرمایا کیونکہ ان کی وجہ سے شرک میں پڑنے کا اندیشہ ہے اس پر قرینہ آپ کے الفاظ "ولا یتطیرون" ہیں کیونکہ یہ چیز مسلم ہے کہ فال بد عادات جاہلیت میں سے ہے اور یہ ممنوع ہے۔ عادات جاہلیت سے اجتناب اہل اسلام پر لازم ہے، باوجود اس بات کے کہ اس میں فضیلت ہے اور اس پر ایک عظیم واعلیٰ جزا مترتب ہے کہ وہ جنت میں بغیر حساب جائیں گے۔ مگر اکثر مسلمان اسباب میں گرفتار و مبتلا ہیں۔ دورِ جاہلیت کے جنتر منتر کو چھوڑنا بھی توکل کے درجات سے ہے اس سے بھی بلند مرتبہ توکل یہ ہے کہ مطلقاً علاج معالجہ، جھاڑ پھونک اور تدبیر کو چھوڑ دیا جائے مقام توکل پر پختگی حاصل کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ توکل کا یہی معنی معروف ہے لہٰذا توکل کی تفسیر ان الفاظ میں کی گئی اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے کسب اور اسباب کو ترک کردینا جیسا کہ گزر چکا ہے اور یہ خاص اور متوسط لوگوں کا مرتبہ ہے مذکورہ حدیث میں بیان کردہ جزا اور فضیلت انھیں اضافی حیثیت حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ" (یہ ان لوگوں کے لیے ہے جنھوں نے اچھے اعمال کیے اور اس پر اضافہ ہے) تیسرا مرتبہ ایسے مقرب اور متقی لوگوں کا ہے جن کی نظر اسباب سے کلیتہً اٹھ چکی ہوتی ہے ان کے لیے اسباب کا وجود وعدم برابر ہے اور ان لوگوں کو بندوں والے اسباب کی مباشرت اور آزادی کا اختیار ہوتا ہے اس حیثیت سے وہ عزیمت کی راہ اپناتے ہیں یہ مرتبہ اخص الخواص مثلاً انبیاء و اولیاء کا ہے جو اپنے آپ سے فانی اور اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لیے زندہ ہوتے ہیں۔ یہ مرتبہ توکل کی انتہا اور حقیقت ہے اور اس کی جزا تمام سے بلند ہے، تحقیق مقام یہ ہے کہ اسباب کی تین اقسام ہیں۔ یقینی، ظنی، وہمی۔ یقینی کی

مثال لقمہ اٹھانا، منہ میں ڈالنا، چبانا اور اسے نیچے اتارنا ہے یہ قسم اسباب توکل کے منافی نہیں بلکہ اس کا ترک جہالت اور بے وقوفی ہے اور موجب گناہ ہے۔ ظنی اسباب وہ ہوتے ہیں کہ جن میں عامۂ خلق کے حوالے سے سنت و تقدیر الٰہی جاری ہو مثلاً کسب کرنا، تدبیر کرنا، معالجہ کے لیے ادویات کا استعمال جن سے نفع کا ظن ہو اسی طرح نفس کو ہر اس شے سے روکنا جو غالباً ہلاکت کا موجب بنے مثلاً ایسی جگہ سونا جہاں سیلاب یا شیر کی آمد ہو، یہ قسم یقین اہل توکل و یقین کے گناہ سے ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ انھیں حق تعالیٰ کی قدرت و تقدیر پر اس قدر کامل یقین ہوتا ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی ذرہ حرکت نہیں کر سکتا اور کوئی شے اس کی خلق اور تقدیر کے بغیر واقع نہیں ہو سکتی۔ رہا معاملہ اسباب وہمی کا تو ان کا ترک واجب اور ان کا وجود توکل کے منافی ہے۔ مثلاً نفس کو ایسی جگہ جانے سے روکنا جہاں شیر کے آنے کا امکان نہ ہو اور محض وہم کی وجہ سے احتراز کرنا، جاہلیت کی بدفالی اور افسانے اس قسم سے تعلق رکھتے ہیں، صاحب شریعت نے اس بات کی نفی کی ہے باقی تدبیر اور معالجہ کو ترک کرنا قسم ثانی سے تعلق رکھتا ہے۔

۵۰۶۴ وَعَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْاُمَمُ فَجَعَلَ يَمُرُّ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلَانِ وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّهْطُ وَالنَّبِيُّ وَلَيْسَ مَعَهُ اَحَدٌ فَرَاَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْاُفُقَ فَرَجَوْتُ اَنْ يَكُوْنَ اُمَّتِيْ فَقِيْلَ هٰذَا مُوْسٰى فِيْ قَوْمِهٖ ثُمَّ قِيْلَ لِيَ انْظُرْ فَرَاَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْاُفُقَ فَقِيْلَ لِيَ انْظُرْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا فَرَاَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْاُفُقَ فَقِيْلَ هٰؤُلَاءِ اُمَّتُكَ وَمَعَ هٰؤُلَاءِ سَبْعُوْنَ اَلْفًا قُدَّامَهُمْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَكْتَوُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَقَالَ سَبَقَكَ بِهَا

اور انھی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے تو فرمایا مجھ پر امتیں پیش کی گئیں۔ تو نبی گزرنے لگے کسی نبی کے ساتھ ایک آدمی کسی نبی کے ساتھ دو آدمی، کسی نبی کے ساتھ جماعت اور کسی نبی کے ساتھ کوئی آدمی بھی نہ تھا پھر میں نے بڑی جماعت دیکھی جس نے آسمان کا کنارا گھیر رکھا تھا میں نے امید کی کہ یہ میری امت ہے تو مجھ سے فرمایا گیا یہ موسیٰ علیہ السلام اپنی امت کے ساتھ ہیں۔ پھر مجھ سے فرمایا گیا دیکھیے میں نے بہت بڑی خلقت دیکھی جس نے آسمان کا کنارا گھیرا ہوا تھا پھر کہا گیا ادھر ادھر دیکھیے میں نے بہت بڑی خلقت دیکھی جس نے کنارے گھیرے ہوئے تھے کہا گیا یہ آپ کی امت ہے ان کے ساتھ ان سے آگے ستر ہزار افراد بلا حساب جنت میں جائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نہ فال لیتے ہیں نہ منتر جنتر کرتے اور نہ داغ لگاتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ حضرت عکاشہ بن محصن کھڑے ہو گئے عرض کیا یا رسول اللہ دعا کیجیے اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کر دے۔ فرمایا الٰہی انھیں ان میں سے کر دے پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے

عُکَّاشَۃُ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

مجھے اللہ ان میں سے کر دے فرمایا اس دعا میں تم پر عکاشہ سبقت لے گئے ۹ (بخاری و مسلم)

۱ بصورت کشف وعیان یا خواب میں یا یہ قیامت کے بارے میں اطلاع ہے، ماضی کے ساتھ تعبیر کرنے کی وجہ ان کا یقینی تحقق ہے۔

۲ کسی نے ان کی اتباع نہیں کی ہو گی اس لیے ان کے ساتھ کوئی ان کا امتی نہ ہو گا۔

۳ ان کے علاوہ یا انھی میں سے جیسا کہ روایت بخاری اس پر دال ہے۔

۴ داغ لگانا بھی اسباب وہمیہ میں سے ہے، احادیث میں اس پر ممانعت آئی ہے۔ ضرورت کے موقع پر اگر حاذق طبیب کہے تو اس میں رخصت بھی ہے لیکن مختار مکروہ و حرام ہے اس پر سیر حاصل بحث شرح سفر السعادت میں ہے وہاں مطالعہ کیا جائے۔

۵ اسباب وہمیہ کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتے۔

۶ عکاشہ بن محصن، میم مکسور، حا ساکن صاد پر فتحہ، عکاشہ عین پر پیش، کاف مشدد یا مخفف لیکن مشدد اکثر ہے، مشاہیر صحابہ میں سے ہیں، غزوۂ بدر اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک ہوئے۔ بدر کے دن ان کی تلوار ٹوٹ گئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکڑی یا کھجور کی شاخ (راوی کو شک ہے) عنایت فرمائی تو وہ ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی۔ بیعت رضوان کے موقعہ پر سب سے پہلے بیعت کرنے والے ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں جنت کی بشارت دی اور فضلاء صحابہ میں سے ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر کے دور خلافت میں ارتداد کے دنوں میں ان کا وصال ہوا، ان کی عمر پینتالیس سال تھی، ان سے حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن عباس اور خالہ زاد حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے روایت کیا ہے۔

۷ توکل کرنے اور بلا حساب جنت جانے والوں میں سے کر دے۔

۸ گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس مجلس میں ایک ہی کے لیے دعا کا حکم تھا جب آپ نے عکاشہ کے لیے دعا فرما دی تو اب گنجائش نہ رہی یا یہ دوسرا شخص اس مرتبہ کا مستحق نہ تھا اس کے باوجود آپ نے اس کے نا اہل ہونے کی تصریح نہ کی بلکہ مشترک کلمات کے ساتھ جواب عنایت فرما دیا اور اس کا سبب عکاشہ کا دعا میں پہل کر لینا فرمایا۔ شارحین حدیث نے بیان کیا ہے کہ یہ دوسرا شخص منافق تھا اس لیے آپ نے دعا نہ فرمائی، بلکہ حسن خلق کا مظاہرہ فرماتے ہوئے مجمل کلام کے ساتھ جواب دے دیا بعض کی رائے یہ ہے کہ عکاشہ کے لیے دعا کی تخصیص وحی خفی کی بنیاد پر تھی، یہ قول زیادہ درست ہے کیونکہ دوسری روایت میں ہے کہ دوسرے شخص حضرت سعد بن عبادہ تھے جو خصوصی مشاہیر صحابہ میں سے ہیں۔

۹ اس حدیث میں اس بات پر بھی راہنمائی ہے کہ صالحین سے دعا کروانے میں جلدی اور سبقت کرنی چاہیے۔

۵۰۶۵ وَعَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَيْرٌ وَّلَيْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مرد مسلمان پر تعجب ہے کہ اس کے تمام کام خیر ہیں یہ بات کسی کو حاصل نہیں

لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّآءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّآءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

سوائے مومن کے اگر اسے راحت پہنچے تو شکر کرے تو اس کے لیے راحت خیر ہے اگر اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرے تو صبر کرنا اس کے لیے بہتر ہے[۲] (مسلم)

[۱] حضرت صہیب رومی فقراءِ صحابہ میں سے قدیم الاسلام ہیں ان کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔

[۲] صبر و شکر دونوں کا مقام بلند ہے اور ان پر اجر و ثواب مرتب ہوتا ہے۔ آدمی ان دو حالتوں سے خالی نہیں ہوتا بس اس کا ہر حال بہتر ہے۔

۵۰۶۶ [۴] وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِىُّ خَيْرٌ وَّاَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ وَفِىْ كُلٍّ خَيْرٌ اِحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجِزْ وَاِنْ اَصَابَكَ شَىْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ اَنِّىْ فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا قُلْ قَدَّرَ اللّٰهُ وَمَا شَآءَ فَعَلَ فَاِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطٰنِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قوی[۱] مومن اللہ تعالیٰ کے ہاں کمزور مومن سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ خیر سب میں[۲] ہے اس پر حرص کرو جو تمہیں نفع دے اللہ سے مدد مانگو عاجز نہ ہو جاؤ[۳] اگر تمہیں تکلیف پہنچے تو یہ نہ کہو اگر میں وہ کام کر لیتا تو ایسا ہو جاتا لیکن یہ کہو اللہ تعالیٰ نے یہ ہی مقدر کیا تھا جو اس نے چاہا کیا، کیونکہ اگر مگر[۴] شیطان کا کام کھولتا ہے۔ (مسلم)

[۱] ایمان، اعتقاد بھلا اور اس پر توکل اور بھروسہ، امورِ خیر میں عزیمت، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے میں قوی ہو یا لوگوں کی سنگت میں صبر و ہمت، نصیحت کی صورت میں ایذاء پر اور خیر کی تعلیم میں برداشت رکھتا ہو۔

[۲] خواہ مومن قوی ہو یا کمزور، کوئی مسلمان صفاتِ خیر سے خالی نہیں ہوتا اور ایمان صفاتِ خیر میں سے اکمل ہے۔

[۳] اللہ سے مدد و اعانت طلب کرتے ہیں۔

[۴] کیونکہ طاقت و قوت کی نسبت اپنی طرف کرنا شیطان کا کام ہے اور بندے کے دل میں ایسا وسوسہ پیدا کرتا ہے اور بعض احادیث میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہے جیسا کہ صحیح میں فرمایا "لَوْ اَنِّىْ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِىْ مَا اسْتَدْبَرْتُ بِهٖ" اس معنی میں ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ

دوسری فصل

۵۰۶۷ [۵] عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَّتَرُوْحُ

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرو جو اس کا حق[۱] ہے تو تم کو وہ ایسے رزق دے جیسے پرندوں کو

بِطَانًا۔ دیتا ہے، صبح بھوکے جاتے ہیں[2] شام کو سیر ہوکر[3] لوٹتے ہیں

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ) (ترمذی ، ابن ماجہ)

[1] حق توکل یہ ہے کہ اس بات پر یقین کامل ہو کہ رزق کا ضامن اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہ ہو۔ علامہ طیبی کہتے ہیں حق توکل یہ ہے کہ بے حرص و افراط کے اندازِ احسن میں سعی و کوشش کے باوجود اللہ ہی کو فاعل ماننا فرمایا کہ امام غزالی سے منقول ہے کہ جو شخص توکل اس بات کو سمجھتا ہے کہ کسب ترک کر کے زمین پر کپڑے کی طرح گر پڑنا ہے وہ جاہل ہے امام قشیری نے فرمایا توکل کا محل دل اور حرکت ظاہر میں ہے لہٰذا جب دل میں اس بات کا یقین ہے کہ ہر شے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے تو ظاہری حرکت اس کے منافی نہیں ہوتی ۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی مثال پرندے کے ساتھ دی کہ وہ طلبِ رزق کے لیے اپنی قوت و طاقت پر اعتماد کیے بغیر نکلتا ہے۔

[2] خِماصًا ، خا کے نیچے کسرہ ، پرندے کا بھوک کی حالت میں نکلنا

[3] بِطانًا ، با کے نیچے زیر ، پیٹ بھر کر آنا۔

۵۰۶۸ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّھَا النَّاسُ لَیْسَ مِنْ شَیْءٍ یُّقَرِّبُکُمْ اِلَی الْجَنَّۃِ وَیُبَاعِدُکُمْ مِّنَ النَّارِ اِلَّا قَدْ اَمَرْتُکُمْ بِہٖ وَلَیْسَ شَیْءٌ یُّقَرِّبُکُمْ مِّنَ النَّارِ وَیُبَاعِدُکُمْ مِّنَ الْجَنَّۃِ اِلَّا قَدْ نَھَیْتُکُمْ عَنْہُ وَاِنَّ الرُّوْحَ الْاَمِیْنَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَاِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ رُوْعِیْ اَنَّ نَفْسًا لَّنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَھَا اَلَا فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ وَلَا یَحْمِلَنَّکُمْ اسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ اَنْ تَطْلُبُوْہُ بِمَعَاصِی اللّٰہِ فَاِنَّہٗ لَا یُدْرَکُ مَا عِنْدَ اللّٰہِ اِلَّا بِطَاعَتِہٖ۔

(رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ اِلَّا اَنَّہٗ لَمْ یَذْکُرْ وَاِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! ہر وہ چیز جو تمھیں جنت کے قریب اور دوزخ سے دُور کر دے اس کا حکم دے دیا اور ہر وہ چیز جو آگ کے قریب اور جنت سے دُور لے جائے اس سے منع کر دیا ہے روح الامین دوسری[1] روایت کے مطابق روح القدس نے میرے دل میں یہ بات[2] ڈالی کہ کوئی نفس دنیا کا رزق پورا کیے[3] بغیر نہیں مرے گا، سنو اللہ سے[4] ڈرو۔ تلاشِ رزق میں میانہ روی[5] اختیار کرو اور رزق میں تاخیر کی صُورت تمھیں اس بات پر نہ اُبھارے کہ تم اللہ کی نافرمانی سے رزق تلاش کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی چیزیں[6] اس کی فرماں برداری سے ہی حاصل کی جا سکتی ہیں۔

(شرح السنہ ، بیہقی شعب الایمان مگر بیہقی نے یہ الفاظ وان روح[7] القدس الخ ذکر نہیں کیے)

[1] روح الامین کی جگہ روح القدس ہے، دونوں سے مراد حضرت جبرئیل امین ہیں ۔ روح جانِ آدمی ، وحی ، جبرائیل اور حضرت عیسیٰ کے معنی میں آتا ہے ۔ یہاں جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں ۔ علم و وحی میں امانت داری کی وجہ سے انھیں امین کہا جاتا ہے اور قُدُس (قاف پر پیش ، دال ساکن یا مضموم) کی طرف نسبت ان کا اس عالمِ ناسوت کی میل سے پاک

ہونے کی وجہ سے ہے ۔

۵۲ اس سے مراد وحی خفی ہے ۔

۵۳ جو اس کے لیے مقرر ہے ۔

۵۴ جب روزی کا معاملہ اس طرح ہے ۔

۵۵ تاکہ کہیں زیادہ روزی کی تلاش کی وجہ سے شریعت کی نافرمانی نہ ہو جائے ۔

۵۶ جب رزق میں تاخیر ہو جائے تو پریشان نہ ہو ، حرام اور مکروہ راستہ سے رزق حاصل نہ کرو کیونکہ جو رزق مقرر ہے وہی ملے گا خواہ کب ملے ، نافرمانی سے زیادہ نہیں ہو جاتا بلکہ وہی ملے گا جو مقدر تھا تو اضطراب کا حاصل سوائے معصیت کے کچھ نہیں جو بھی ملے گا وہ حرام ہو گا تو معصیت کے ذریعے رزق تلاش ہی نہ کرو ۔

۵۷ یعنی رزق حلال ، طاعت و فرمانبرداری پر دوام اختیار کرو کیونکہ جو ملنا ہے وہ ملے گا نافرمانی کے ذریعے مال حاصل نہ کرو ورنہ وہ حرام ہو جائے گا اگر وہی مال بصورتِ طاعت حاصل کیا جاتا تو حلال اور قابلِ مدح ہوتا ۔ حواشی میں یہ بھی ہے کہ بما عند اللہ سے مراد جنت ہے ۔

۵۸ یا مراد یہ ہے کہ بیہقی نے ان روح الامین کی جگہ روح القدس کے الفاظ شرح السنہ کی طرح ذکر نہیں کیے ۔

۵۰۶۹ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الزَّهَادَةُ فِی الدُّنْیَا لَیْسَتْ بِتَحْرِیْمِ الْحَلَالِ وَلَا اِضَاعَةِ الْمَالِ وَلٰکِنَّ الزَّهَادَةَ فِی الدُّنْیَا اَنْ لَّا تَکُوْنَ بِمَا فِیْ یَدَیْكَ اَوْثَقَ بِمَا فِیْ یَدَیِ اللّٰہِ وَاَنْ تَکُوْنَ فِیْ ثَوَابِ الْمُصِیْبَةِ اِذَا اَنْتَ اُصِبْتَ بِهَا اَرْغَبَ فِیْهَا لَوْ اَنَّهَا اُبْقِیَتْ لَكَ ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَعَمْرُو بْنُ وَاقِدٍ الرَّاوِیُّ مُنْکَرُ الْحَدِیْثِ

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : زُہد نہ تو حلال کو حرام کر لینے میں ہے اور نہ مال برباد کرنے میں ۔ لیکن دنیا میں زہد یہ ہے کہ اپنی مقبوضہ شے پر اس سے زیادہ بھروسہ نہ کر جو اللہ کے قبضہ میں ہے اور جب تو کسی مصیبت میں گرفتار ہو تو اس کے ثواب میں تجھے اتنی رغبت ہو کر تو کہے کاش یہ مصیبت میرے لیے باقی رکھی جاتی (ابن ماجہ ، ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور اس کا راوی عمرو بن واقد منکر الحدیث ہے)

۱ ترکِ لذات و شہوات اس طرح کہ حلال کو حرام جاننا یہ شرعاً منع ہے ۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ (ان طیبات کو حرام مت بنا جنھیں اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے پیدا کیا ہے)

۲ مال ترک کرنا اور اس کا ضرر کرنا یہ بھی ممنوع ہے ۔

۳ توکل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر کامل بھروسہ کیا جائے ۔

۴ واضح رہے کہ زہد دنیا میں بے رغبتی اور متاعِ دنیا اور مال و جاہ کی خواہشات سے باہر آنا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشارہ فرمایا ہے کہ صرف اس سے مقامِ زہد کامل نہیں ہو جاتا بلکہ مقامِ صبر و توکل اور آخرت کی طرف رغبت اس طرح

حاصل ہونا ضروری ہے کہ دنیوی مصائب اور بلائیں امید ثواب کی وجہ سے محبوب ہو جائیں بلکہ ان مصائب کا موجود ہونا، نہ ہونے سے بڑھ کر محبوب ہو جس شخص کو یہ چیز حاصل ہو جائے وہ زاہد ہے ورنہ حلال کو حرام اور مال ضائع کرنیکا کیا معنی ؟

۵۰۷۰/۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجُفَّتِ الصُّحُفُ ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے[1] تھا تو فرمایا! اے نوجوان! حقوق الٰہی[2] کی حفاظت کر اللہ تعالیٰ تمھاری حفاظت کرے گا تو اپنے سامنے پائے گا[3]۔ اور جب مانگو تو اللہ سے مانگو جب مدد چاہو تو اللہ سے چاہو اور یقین رکھو کہ تمام لوگ اکٹھے ہو کر تجھے نفع پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچا سکتے مگر اس چیز کا جو اللہ نے تمھارے لیے لکھ دی[4] اور اگر اکٹھے ہو کر تجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کریں تو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر اس چیز سے جو اللہ نے لکھی ہے قلم اٹھ[5] چکے، دفتر خشک ہو چکے۔

(مسند احمد، ترمذی)

[1] سواری پر سوار تھا۔

[2] اس کی رضا کا طالب بن جا۔

[3] مدد و نصرت میں۔

[4] جو نفع اللہ نے تیرے مقدر میں لکھ دیا ہے۔

[5] تقدیر کے تمام اور لکھے جانے سے فارغ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

[6] بعض روایات میں تَجِدْهُ تُجَاهَكَ کے بعد یہ بھی الفاظ ہیں تو آسانی و فراغت میں اس کا شکر ادا کر، وہ سختی میں تیری حاجت پوری کرے گا اگر طاقت ہے تو یقین میں رضا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کر، یہ کار عظیم ہے، اگر تو نعمت پر کما حقہٗ شکریہ ادا نہیں کر سکتا تو ہر مصیبت و پریشانی پر فضل و ثواب کی امید کرتے ہوئے صبر کر یعنی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرنا ہی اصل ہے کیونکہ عام میں یا اور ظاہری و خفی میں اگر ایسا نہیں تو پھر صبر کے بغیر چارہ نہیں اور یہ فضیلت رکھتا ہے، جان لے صبر کرنے والے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہے اور محنت و سختی کے ساتھ کشادگی ہے یعنی ہر در بندی کے بعد کشادگی اور ہر سختی کے بعد راحت و خوشی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (بلاشبہ ہر سختی کے بعد آسانی ہے) اور ایک تنگی دو آسانیوں پر غالب نہیں آسکتی یعنی اگر آدمی ایک تنگی جھیل لے تو دو آسانیاں ہیں ایک دنیا میں اور ایک آخرت میں حاصل ہو گی۔ جیسا کہ مسلمان دنیا میں فقر و سختی جھیلتے ہیں تو انھیں دنیا میں فتح و نصرت اور آخرت میں جنت اور اللہ تعالیٰ کا دیدار عطا کیا جاتا ہے اور یہ تمام الفاظ مصابیح کی دوسری حدیث میں آئے ہیں جو مشکوٰۃ میں نہیں آئے۔

۵۰۷۱ / ۹ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ اٰدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ تَرْكُهُ اسْتِخَارَةَ اللّٰهِ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ سَخَطُهٗ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کی خوشبختی یہ ہے کہ وہ اللہ کے فیصلے[۱] پر راضی ہو جائے اور انسان کی بدبختی اللہ تعالیٰ سے اس کا خیر مانگنا چھوڑ دینا ہے[۲]۔ اس کی بدبختی سے یہ ہے کہ اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو ناپسند[۳] کرتا ہے۔
(مسند احمد، ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے)

۱ ہر اس چیز پر راضی ہو جو اس کی تقدیر میں ہے۔
۲ وہم ہوتا تھا کہ شاید ناپسندیدہ اعمال پر بھی خوش ہو تو اس کا ازالہ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت خیر و بھلائی طلب کی جائے، تاکہ معصیت سے محفوظ رہا جا سکے۔ دراصل اللہ تعالیٰ کی قضا اور فعل پر راضی ہونا لازم ہے اگرچہ معصیت میں گرفتار ہو اور یہ سمجھے کہ میرا عمل ہے جس کا فیصلہ ہو چکا تھا اس کی مزید تحقیق علم کلام میں ہے۔
۳ مصائب اور بلایا وغیرہ میں صبر و ہمت نہ کرنا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۵۰۷۲ / ۱۰ عَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهٗ فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهٗ وَنِمْنَا نَوْمَةً فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْنَا وَاِذَا عِنْدَهٗ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِيْ وَاَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِيْ يَدِهٖ صَلْتًا قَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ فَقُلْتُ اَللّٰهُ ثَلٰثًا وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ

تیسری فصل

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نجد[۱] کی طرف جہاد کیا جب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس لوٹے تو میں بھی آپ کے ساتھ واپس چلا ایک بہت خاردار درختوں والے جنگل میں دوپہر آئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اترے اور لوگ درختوں کے سایہ کے لیے الگ الگ ہو گئے آپ ایک بلند درخت[۲] کے نیچے آرام فرما ہوئے اور اس سے اپنی تلوار لٹکا دی ہم ابھی سوئے ہی تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں پکارا اچانک آپ کے پاس ایک دیہاتی تھا فرمایا اس شخص نے مجھ پر تلوار سونت[۳] لی۔ میں سو رہا تھا میں جاگا تو تلوار اس کے ہاتھ میں تھی بولا مجھ سے آپ کو کون بچائے گا؟ تو میں نے تین بار کہا اللہ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے بدلہ نہ لیا وہ بیٹھ گیا (بخاری و مسلم) شیخ ابوبکر اسماعیلی کی

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ بَكْرٍ الْإِسْمَاعِيْلِيِّ فِيْ صَحِيْحِهٖ فَقَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ قَالَ اللّٰهُ فَسَقَطَ السَّيْفُ مِنْ يَّدِهٖ فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّيْفَ فَقَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ فَقَالَ كُنْ خَيْرَ آخِذٍ فَقَالَ تَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ لَا وَلٰكِنِّيْ أُعَاهِدُكَ عَلٰى أَنْ لَّا أُقَاتِلَكَ وَلَا أَكُوْنَ مَعَ قَوْمٍ يُّقَاتِلُوْنَكَ فَخَلّٰى سَبِيْلَهٗ فَأَتٰى أَصْحَابَهٗ فَقَالَ جِئْتُكُمْ مِّنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ هٰكَذَا فِيْ كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ وَفِي الرِّيَاضِ۔

صحیح میں یہ بھی ہے کہ وہ بولا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا اللہ۔ تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی اور تلوار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لے کر فرمایا تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ وہ بولا آپ بہتر پکڑ کرنے والے ہیں فرمایا تو کیا گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں؟ وہ بولا نہیں لیکن میں آپ سے معاہدہ کرتا ہوں کہ آپ سے نہ جنگ کروں گا نہ آپ سے جنگ کرنے والی قوم کا ساتھ دوں گا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو چھوڑ دیا وہ اپنے ساتھیوں کے پاس گیا بولا میں لوگوں میں سے سب سے بہتر کے پاس سے آرہا ہوں۔
(حمیدی اور ریاض[9] میں یوں ہی ہے)

۱؎ نجد، نون پر زبر، جیم ساکن اس علاقہ کا نام ہے جسے تہامہ کہا جاتا ہے۔ تہامہ سے لے کر عراق کی سرزمین تک جو بلند علاقہ ہے، اسے نجد کہا جاتا ہے۔ نجد کا دراصل معنی بلند جگہ کے ہیں۔

۲؎ قفول۔ سفر سے واپس وطن لوٹنا، قافلہ کو قافلہ کہنے کی وجہ بھی یہی ہے، یہ نیک فالی کے طور پر کہا جاتا ہے یعنی سلامتی کے ساتھ جاؤ اور سلامتی کے ساتھ واپس آؤ۔

۳؎ عضاہ، عین کے نیچے زیر، عضۃ کی جمع خاردار درخت، مجمع البحار میں ہے کہ عضاہ سے مراد ببولوں کے درخت ہیں۔

۴؎ ہر کوئی کسی نہ کسی درخت کے نیچے قیلولہ کرنے لگا۔

۵؎ صراح میں ہے سمرہ، سین پر زبر، میم پر پیش، بلند درخت

۶؎ صلب، صاد پر زبر یا پیش، تلوار کا سونتنا

۷؎ آپ مضبوط گرفت کرنے والے اور لطف و کرم سے رہا کرنے والے ہیں

۸؎ تو مسلمان ہو جا

۹؎ ریاض الصالحین جو امام محی الدین نووی کی تصنیف ہے۔

۵۰۷۳ وَعَنْ أَبِيْ ذَرٍّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّيْ لَأَعْلَمُ آيَةً لَّوْ أَخَذَ النَّاسُ بِهَا لَكَفَتْهُمْ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایک ایسی آیت[1] جانتا ہوں اگر لوگ اس پر عمل کرلیں تو وہ انہیں کافی ہو کہ جو اللہ سے ڈرے گا تو اللہ اس کے لیے چھٹکارا کی

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ)

صورت پیدا فرمادے گا اور اس جگہ سے روزی دے گا جس کا اسے گمان نہیں ۳؎ (مسند احمد، ابن ماجہ، دارمی)

۱؎ اگر لوگ اس آیت قرآنی پر عمل کریں تو انہیں باقی افعال سے کافی ہو جائے۔
۲؎ اس آیت کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا
۳؎ بغیر کسی تنگی اور تردد کے روزی دے گا۔

۵۰۷۴ / ۱۲ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اَقْرَأَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت سکھائی "میں ہوں روزی رساں بڑی قوت والا ۱؎" (ابوداؤد، ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے)

۱؎ مشہور قرارت اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ ہے حدیث میں شاذ قرارت۔

۵۰۷۵ / ۱۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ اَخَوَانِ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَانَ اَحَدُھُمَا یَاْتِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ یَحْتَرِفُ فَشَکَی الْمُحْتَرِفُ اَخَاہُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَعَلَّکَ تُرْزَقُ بِہٖ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں دو بھائی تھے جن میں ایک آپ کی خدمت ۱؎ کرتا اور دوسرا کوئی پیشہ کرتا تھا۔ پیشہ کرنے والے نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں اپنے بھائی کی شکایت ۲؎ کی۔ فرمایا شاید تجھے اس کی برکت سے روزی ملتی ہے ۳؎ (ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح غریب ہے)

۱؎ جبکہ وہ غیر شادی شدہ تھا۔
۲؎ اس نے سارا بوجھ مجھ پر ڈال دیا ہے اس کو میری مدد کرنی چاہیے۔
۳؎ آپ نے بوجھ اٹھانے پر صبر و ہمت کی تلقین فرمائی کہ شاید جو تو بوجھ اٹھاتا ہے اور رزق حاصل کرتا ہے شاید وہ اس کی برکت سے ہو۔
۴؎ یہ حدیث اس معاملہ پر واضح دلیل ہے کہ فقراء کا بوجھ اٹھانا خصوصًا ذوی الارحام کا۔ یہ رزق میں برکت کا ذریعہ بنتا ہے۔

۵۰۷۶ / ۱۴ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ قَلْبَ ابْنِ اٰدَمَ بِکُلِّ وَادٍ شُعْبَۃٌ فَمَنْ اَتْبَعَ قَلْبَہُ الشُّعَبَ کُلَّھَا لَمْ یُبَالِ اللّٰہُ بِاَیِّ وَادٍ اَھْلَکَہٗ وَمَنْ

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انسانی دل کی ہر وادی میں ایک شاخ ۱؎ ہے تو دل کو ان تمام شاخوں کی طرف لگا دے ۲؎ اللہ کو نہیں پرواہ کہ کسی جنگل میں

تَوَكَّلَ عَلَى اللهِ كَفَاهُ الشُّعَبَ ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

ہلاک کر دے[۳] اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے گا وہ اسے گھاٹیوں سے بچالے گا[۴] (ابنِ ماجہ)

[۱] اس سے مراد حصولِ رزق کے لیے خواہشاتِ دل اور ان کا متفرق ہونا ہے ۔
[۲] جو ان تمام خواہشات کی پیروی کرے گا ۔
[۳] اور اس کائنات سے اس کی روانگی آخرت کی طرف کیا خبر کس حال میں ہو ؟
[۴] اس کی تمام حوائج کو پورا فرمائے گا

۵۰۷۷ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ لَوْ أَنَّ عَبِيدِي أَطَاعُونِي لَأَسْقَيْتُهُمُ الْمَطَرَ بِاللَّيْلِ وَأَطْلَعْتُ عَلَيْهِمُ الشَّمْسَ بِالنَّهَارِ وَلَمْ أُسْمِعْهُمْ صَوْتَ الرَّعْدِ ۔ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے بندے میری اطاعت کریں تو میں راتوں رات ان پر بارش برساؤں اور دن میں دھوپ نکالوں[۱] انھیں گرج کی آواز بھی نہ سناؤں[۲] ۔ (مسند احمد)

[۱] تاکہ یہ پانی حاصل کریں رات کی تخصیص اس لیے ہے کہ اکثر بارش رات کو نافع ہوتی ہے ۔
[۲] یعنی امن و سلامتی عطا کروں اور انھیں کوئی خوف نہ ہو ۔

۵۰۷۸ وَعَنْهُ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ عَلَى أَهْلِهِ فَلَمَّا رَأَى مَا بِهِمْ مِنَ الْحَاجَةِ خَرَجَ إِلَى الْبَرِّيَّةِ فَلَمَّا رَأَتِ امْرَأَتُهُ قَامَتْ إِلَى الرَّحَى فَوَضَعَتْهَا وَإِلَى التَّنُّورِ فَسَجَرَتْهُ ثُمَّ قَالَتِ اللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا فَنَظَرَتْ فَإِذَا الْجَفْنَةُ قَدِ امْتَلَأَتْ قَالَ وَذَهَبَتْ إِلَى التَّنُّورِ فَوَجَدَتْهُ مُمْتَلِئًا قَالَ فَرَجَعَ الزَّوْجُ قَالَ أَصَبْتُمْ بَعْدِي شَيْئًا قَالَتِ امْرَأَتُهُ نَعَمْ مِنْ رَبِّنَا وَقَامَ إِلَى الرَّحَى فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَمَا إِنَّهُ لَوْ لَمْ يَرْفَعْهَا لَمْ تَزَلْ تَدُورُ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۔ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

اور انھی سے مروی ہے کہ ایک آدمی اپنے گھر والوں کے پاس گیا ، ان کی محتاجی دیکھی تو جنگل کی طرف نکل گیا[۱] جب اس کی بیوی نے یہ دیکھا[۲] تو وہ چکی کی طرف اٹھی اسے رکھا[۳] اور تنور کی طرف گئی[۴] اسے جھانک دیا پھر دعا کی الٰہی ہمیں روزی دے تو پیالہ بھر گیا[۵] ۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ عورت تنور کی طرف گئی تو اسے بھرا ہوا پایا[۶] فرماتے ہیں کہ پھر خاوند لوٹا[۷] اور کہا[۸] کیا تم نے میرے پیچھے کچھ پایا[۹] ۔ بیوی نے کہا ہاں[۱۰] اپنے رب کی طرف سے وہ شخص چکی کی طرف اٹھا یہ واقعہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا گیا تو فرمایا یقیناً اگر وہ شخص اسے نہ اٹھاتا تو چکی قیامت تک گھومتی رہتی[۱۱]

(مسند احمد)

[۱] تاکہ ان کے لیے کچھ روزی حاصل کرے ۔
[۲] خاوند جنگل کی طرف چلا گیا ہے ۔

۵۳ اپنے سامنے چکی کو رکھا یا ایک چکی کے ایک پتھر کو دوسرے پتھر پر رکھا اس امید پر کہ خاوند باہر سے کچھ لائے تو پیس کر پکاؤں گی۔

۵۴ گرم کروں تاکہ روٹی پک سکے سَجَرَ کا معنی تنور روشن کرنا ہے۔

۵۵ وہ پیالہ جو اس نے چکی کے نیچے رکھا تھا بھر گیا۔

۵۶ غیب سے تنور میں روٹیاں لگ گئیں اور وہ ان سے بھر گیا

۵۷ اور یہ حال دیکھا

۵۸ جیسے تم نے پیس کر پکایا ہے

۵۹ ہاں ہم نے پایا، مخلوق کی طرف سے نہیں بلکہ اپنے رب کی طرف سے پایا ہے۔

۶۰ جو اس خاتون نے رکھی تھی۔

۶۱ یہ سب صبر و توکل کی برکت ہے اس سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ یہ واقعہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انوار و باکرامت ظاہری حیات میں کسی صحابی کے سامنے پیش آیا تھا نہ کہ یہ سابقہ کسی شخص کا واقعہ ہے۔

۵۰۷۹ / ۱۷ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرِّزْقَ لَيَطْلُبُ الْعَبْدَ كَمَا يَطْلُبُهٗ اَجَلُهٗ۔
(رَوَاهُ اَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا روزی بندے کو ایسے تلاش کرتی ہے جیسے موت اسے تلاش کرتی ہے ۱۔
(ابونعیم، حلیہ)

۱ یعنی دونوں کا ملنا یقینی ہے جس طرح حصولِ مدت کے لیے جدوجہد ضروری نہیں، اس کے بغیر حاصل ہوتی ہے اسی طرح مقدر رزق کے لیے جدوجہد کی جائے یا نہ بہر طور مل کر رہتا ہے یعنی حصولِ رزق کے لیے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ اور توکل ہی اعلیٰ ذریعہ ہے اس میں اضطراب نہ رکھا جائے البتہ توکل رکھتے ہوئے شریعت کے مطابق احسن انداز میں تلاشِ روزی بھی درست ہے، بیت ؎

توکل کن مجنباں پا و دست
رزق تو بر تو ز تو عاشق تر است

(اللہ پر بھروسہ رکھ، ہاتھ اور پاؤں نہ مار، تیرا رزق تجھ پر تجھ سے زیادہ عاشق ہے) ۲

۵۰۸۰ / ۱۸ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِيْ نَبِيًّا مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ ضَرَبَهٗ قَوْمُهٗ فَاَدْمَوْهُ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں گویا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ نبیوں میں سے کسی نبی کی حکایت فرماتے ہیں جنہیں ان کی قوم نے مارا اور خون خون کر دیا وہ اپنے چہرے سے خون صاف کرتے ہوئے فرما رہے تھے الٰہی میری قوم کو معاف کر دے کہ یہ جانتے نہیں ۱۔ (بخاری و مسلم)

۵ اِدماء ۔ ہمزہ پر کسرہ خون آلود کرنا

۶ اس میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اے اللہ! اس قوم کو میرے حال سے آگاہ فرما دے تاکہ یہ ایمان لے آئیں۔ شیخ ابن حجر عسقلانی بیان کرتے ہیں مجھے علم نہیں کہ یہ کون سے پیغمبر تھے؟ ممکن ہے حضرت نوح علیہ السلام ہوں انتہی۔ روایات میں آیا ہے کہ قوم حضرت نوح علیہ السلام کو اتنا مارتی تھی کہ آپ کا جسم لہولہان ہو جاتا اور وہ بڑی مدت تک زمین پر پڑے رہتے، جب ہوش آیا تو اُٹھ کر قوم کو اپنے رب کا پیغام دینا شروع کر دیا، بعض شارحین حدیث کی رائے یہ ہے کہ یہاں کوئی اور پیغمبر مراد نہیں بلکہ خود سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس مراد ہے مگر آپ نے ابہام و اجمال میں بات فرمائی ہے اور یہ بات بڑی واضح ہے اور یہ جملہ آپ سے غزوۂ احد کے موقعہ پر منقول ہے۔

۳۳۴ - بَابُ الرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ

دکھاوے اور خود نمائی کا بیان

ریاء، رؤیت سے مشتق ہے۔ صراح میں ہے ریا کسرہ اور مد کے ساتھ، اپنے آپ کو مخلوق کے سامنے ظاہر کرنا، عین العلم میں ہے ریا عبادت کے ذریعے لوگوں سے مقام و مرتبہ طلب کرنا ہے لہذا ریا عملِ ظاہری کے ساتھ مخصوص ہے اور جو کام از قبیل عبادت نہیں وہاں ریاکاری نہ ہوگی مثلاً کثرتِ مال و متاع، حفظ اشعار اور حسن رمی اگر ہوا وہاں تکبر ہوگا ریا نہیں۔ اس میں طلبِ جاہ بھی مقصود ہوتا ہے چنانچہ مشائخ مریدین کو ترغیب اور ان کے قلوب کو مائل کرنے کے لیے جو کچھ کرتے ہیں، یہ بھی درحقیقت ریا میں شامل نہیں اگرچہ صورت میں وہی ہے اس معنی کی وجہ سے کہا جاتا ہے صدیقین کی ریا مریدین کے اخلاص سے بہتر ہے۔ واضح رہے کہ ریا یہ ہے کہ ایک آدمی کے اندر ایک کمال فی الواقع پایا جاتا ہے اور وہ اسے لوگوں کے سامنے اس لیے نمایاں کرتا ہے تاکہ لوگوں کے علم میں آئے، اگر وہ کام اس میں ہے ہی نہیں اب اگر ظاہر کرے گا تو یہ کذب و نفاق ہے نہ کہ ریا، اس طرح کہا جاتا ہے کہ غیبت یہ ہے کہ وہ عیب بیان کیا جائے جو واقعۃً کسی شخص میں پایا جاتا تھا اگر وہ پایا نہیں جاتا تو یہ افترا و بہتان ہوگا۔

ریا کی چند اقسام ہیں ان میں بدترین قسم یہ ہے کہ اس عمل میں اللہ تعالیٰ کی رضا و عبادت قطعاً مقصود نہ ہو بلکہ محض مخلوق کے دکھاوے اور ان سے طلبِ منزلت کے لیے ہو اور یہ چیز نہایت ہی اللہ تعالیٰ کے عذاب و غضب کا سبب ہے لہذا اس کا یہ عمل باطل ہوگا حتیٰ کہ بعض نے کہا ہے اس سے فرض کا سقوط بھی نہ ہوگا بلکہ اس پر قضا لازم ہوگی۔ دوسری قسم یہ ہے کہ اس میں دونوں باتیں ہوں گی مگر جانبِ ریاکاری غالب اس کا حکم بھی وہی ہے جو پہلی قسم کا ہے ایک صورت یہ ہے کہ دونوں ارادے برابر ہوں تو اس صورت میں ظاہر تو یہی ہے سود و زیاں برابر ہوگا مگر احادیث و آثار بتاتے ہیں کہ

ایسا عمل قبول نہیں ہو گا رہی وہ صُورت جس میں نیّتِ ثواب اور رضائے الٰہی کا حصول غالب ہو اس میں عمل کا نقصان ہو گا بطلان نہیں ہو گا یا نیت کے مطابق ثواب و عذاب ہو گا۔ نیز یہ بھی فرق کیا گیا ہے کہ ریا کاری کب عمل میں آئی؟ ابتداءِ عمل میں درمیان میں یا بعد از عمل لاحق ہوگی۔ پہلی سب سے بدتر دوسری اس سے کم اور تیسری اس سے کم تر ہے اور اس سے عمل باعمل نہ ہو گا یہ بھی فرق کیا گیا ہے کہ ریا کا عزم مصمم تھا یا وسوسہ ہی تھا، ریا سے خلاصی پانا غایت درجہ دشوار اور اخلاص کا ہونا نہایت ہی مشکل ہے، بیان کیا گیا ہے کہ اگر اپنی تعریف کسی سے سن کر خوش ہوتا ہے تو یہ ریا کی علامت ہے، اگر خلوت میں کام کیا لیکن دل میں ریا رکھتا تھا تو یہ بھی ریا کاری ہے، اللہ تعالیٰ اس سے پناہ عطا فرمائے۔ یہاں ایک صورت یہ بھی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے فضل ولطف اور رحمت سے خوش ہو کہ اس نے گناہوں پر پردہ ڈال رکھا ہے عبادات اور دیگر معمولات کو اس ارادے سے کیا جائے کہ دین کا غلبہ ہو اور لوگ نیکی میں اقتداء کریں تو محمود عمل ہے، ریاکاری نہیں جیسا کہ اس پر احادیث میں یہ نکتہ نہایت غامض ہے اور تفصیل طلب ہے، کتبِ فقہ میں ان پر گفتگو نہیں کی گئی لہٰذا اس کی تحقیق اہلِ علم سے خصوصًا امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم سے تلاش کرنی چاہیے۔ یہ جو کچھ مذکور ہے اسی سے حاصل کیا گیا ہے۔

سُمْعَہ، سین پر پیش، میم ساکن، اس کا ذکر اکثر لفظ ریا کے ساتھ آتا ہے کہا جاتا ہے فلاں نے یہ کام برائے ریا وسمعہ کیا ہے یعنی لوگ اُسے دیکھیں اور سنیں۔ سمعہ ان چیزوں میں ہو گا جن کا تعلق سمعہ سے اور ریا کا تعلق حاسۂ بصر سے ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۵۰۸۱ / ۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بلا شبہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اموال کو نہیں دیکھتا[1] بلکہ وہ تمہارے قلوب اور اعمال[2] کو دیکھتا ہے۔ (مسلم)

[1] نظرِ رحمت وعنایت تمہارے ان ظواہر کو نہیں دیکھتا جو پسندیدہ سیرت سے مزین نہیں اور ان اموال کو بھی نہیں دیکھتا جو خیر مقبول سے خالی ہیں۔

[2] ان دلوں کو دیکھتا ہے جو محلِ تقویٰ ہیں اور تمہارا وہ کردار جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہے۔ بعض کتبِ احادیث میں الفاظ روایت یہ ہیں اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ (اللہ تعالیٰ تمہاری ظاہری صورتوں اور اعمال کو نہیں دیکھتا مگر وہ تمہارے دل اور نیتوں کو دیکھتا ہے)۔

۵۰۸۲ / ۲ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا اَغْنَی

انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے میں تمام شریکوں سے

الشُّرَكَآءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيْهِ مَعِيَ غَيْرِيْ تَرَكْتُهٗ وَشِرْكَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَأَنَا مِنْهُ بَرِيْءٌ لِلَّذِيْ عَمِلَهٗ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

شرک سے بے نیاز ہوں جو کوئی ایسا عمل کرے جس میں میرے ساتھ غیر کو شریک کرے تو میں اسے اس کے شرک کے ساتھ چھوڑوں گا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ میں اس سے بری ہوں وہ اس کے لیے ہے جس کے لیے عمل کرے (مسلم)

لہ یعنی اس کائنات میں جتنے شرکاء ہیں وہ شرکت کے محتاج ہیں اور اس پر راضی ہیں کہ اس چیز میں میرا دخل اور شرکت ہے بخلاف میری ذات کے کیونکہ میں علی الاطلاق خلاق ہوں۔ شرکت عبادات سے میں بے نیاز ہوں یہاں تک کہ وہ میرے لیے ہی خالصتاً نہ کی جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو شریک کا نام اس لیے دیا کہ بندگان نے انھیں شریک ٹھہرایا ہے پس اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی بے نیازی اور ناپسندیدگی کا اظہار کر دیا۔

لہ کسی عبادت میں دوسرے کو شریک کر لیتا ہے۔

لہ اس حدیث کا ظاہر واضح کر رہا ہے کہ ریاکاری کا انفصال ثواب کو فوت کر دیتا ہے لیکن شارحین نے فرمایا ہے کہ یہ بات دو صورتوں میں ہے کہ یا تو مقصد محض ریاکاری ہو ثواب مقصود نہ ہو یا ریا کا مقصد غالب ہو یہاں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ عبادت میں ریاکاری کے دخل پر زجر و توبیخ پر مبالغہ ہے۔

۵۰۸۳ وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ يُّرَآئِيْ يُرَآئِ اللّٰهُ بِهٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو سنانا چاہتا ہے اللہ اسے سنا دے گا اور جو دکھانا چاہتا ہے اللہ اسے دکھا دے گا (بخاری و مسلم)

لہ اپنے نفس کی لوگوں میں شہرت چاہتا ہے یا لوگوں کو اپنے فضائل سناتا ہے، تسمیع دونوں معانی میں مستعمل ہے، تسمیع بمعنی مشہور ہونا، گم نامی کا دور کرنا اور تشہیر کرنا اور بمعنی دوسرے کو سنانا بھی ہے (کذا فی القاموس)

لہ اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کے عیب کی تشہیر فرمائے گا اور اسے رسوا فرمائے گا اور قیامت کی قید کا ذکر تیسری فصل میں حدیث جندب میں موجود ہے۔

لہ اسے کہا جائے گا کہ تو اسی سے جزا طلب کر جس کی خاطر تو نے عمل کیا، بعض شارحین نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے وہ اعمال بد ظاہر کر دیتا ہے تاکہ ذلیل و رسوا ہو یا اس بات کو واضح کر دیا جاتا ہے کہ اس کی نیت بد ہے اس نے یہ عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نہیں کیا، بعض کی رائے یہ ہے کہ وہ بندہ جو اپنے اعمال اس لیے کرتا ہے کہ لوگ دیکھیں اور سنیں، اللہ تعالیٰ اسے ثواب دکھائے گا دے گا نہیں۔ تاکہ اسے اپنے کیے پر حسرت ہو یا اس سے مراد یہ ہے کہ بندے نے چونکہ اعمال لوگوں کی خاطر کیے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے لوگوں میں مقبولیت کے ذریعے اس کا بدلہ عطا کر دیا اور آخرت کے ثواب سے محروم کر دیا۔

۵۰۸۴ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرَأَیْتَ الرَّجُلَ یَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَیْرِ وَیَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ وَّیُحِبُّهُ النَّاسُ عَلَیْهِ قَالَ تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَی الْمُؤْمِنِ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس نے اچھا عمل کیا اور لوگ اس پر تعریف کرتے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے اس عمل پر لوگ اس سے محبت کرتے ہیں۔ فرمایا یہ مومن کی فوری بشارت ہے۔ (مسلم)

۱؎ اس کا حکم کیا ہے؟

۲؎ ان الفاظ کا اضافہ ہے۔

۳؎ آخرت میں حصول ثواب سے قبل یہ ستائش و محبت دنیا میں حاصل ہو رہی ہے گویا یہ بندے کے لیے ثواب آخرت کی بشارت ہے کیونکہ اس بندے کی نیت میں ریاکاری نہ تھی بلکہ اس کا مقصد ثواب آخرت کا حصول ہی تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل و کرم سے اسے دنیا میں بھی ثواب عطا فرمادیا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۵۰۸۵ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ فُضَالَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَمَعَ اللّٰهُ النَّاسَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ نَادٰی مُنَادٍ مَّنْ کَانَ اَشْرَكَ فِیْ عَمَلٍ عَمِلَهٗ لِلّٰهِ اَحَدًا فَلْیَطْلُبْ ثَوَابَهٗ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ اَغْنَی الشُّرَکَاءِ عَنِ الشِّرْكِ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت ابوسعید بن ابی فضالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ قیامت میں لوگوں کو جمع فرمائے گا اس دن جس میں کوئی شک نہیں تو پکارنے والا پکارے گا جس نے ایسے کام میں جو اللہ کے لیے کرے کسی کو شریک ٹھہرایا تو اس کا ثواب بھی غیر خدا سے مانگے کیونکہ اللہ شریکوں کے شرک سے بے نیاز ہے۔ (مسند احمد)

۱؎ یہ انصاری حارثی صحابی ہیں، مسند احمد، جامع الاصول اور استیعاب میں اسی طرح ہے، مصابیح اور مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں ابی سعد کی بجائے ابی سعید ہے۔

۲؎ آواز دینے والا فرشتہ آواز دے گا۔

۵۰۸۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ سَمَّعَ النَّاسَ بِعَمَلِهٖ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ اَسَامِعَ خَلْقِهٖ وَحَقَّرَهٗ وَصَغَّرَهٗ ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو اپنے عمل لوگوں کو سنائے گا تو اللہ اپنی مخلوق کے کانوں کو سنادے گا اور اسے حقیر و ذلیل اور

(رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

جھوٹا کر دے گا۔
(بیہقی، شعب الایمان)

۱؎ اپنے اعمال میں شہرت چاہے
۲؎ دنیا و آخرت میں، سامع، اَسمُع میم پر پیش سمع کی جمع ہے جیسے کالب اور اکلُب۔

۵۰۸۷ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَانَتْ نِیَّتُہٗ طَلَبَ الْاٰخِرَۃِ جَعَلَ اللّٰہُ غِنَاہُ فِیْ قَلْبِہٖ وَجَمَعَ لَہٗ شَمْلَہٗ وَاَتَتْہُ الدُّنْیَا وَھِیَ رَاغِمَۃٌ وَمَنْ کَانَتْ نِیَّتُہٗ طَلَبَ الدُّنْیَا جَعَلَ اللّٰہُ الْفَقْرَ بَیْنَ عَیْنَیْہِ وَشَتَّتَ عَلَیْہِ اَمْرَہٗ وَلَا یَأْتِیْہِ مِنْھَا اِلَّا مَا کُتِبَ لَہٗ۔
(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوَاہُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِیُّ عَنْ اَبَانَ عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ)

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جس کی نیت طلبِ آخرت۱؎ ہو تو اللہ تعالٰی اس کے دل میں استغنا۲؎ پیدا فرمادیتا ہے اور اس کے لیے پریشانیاں۳؎ جمع فرمادیتا ہے اور دنیا اس کے ہاں ذلیل ہو کر آتی ہے۴؎ جس کی نیت دنیا کی طلب ہو اللہ تعالٰی اس کی آنکھوں کے درمیان مفلسی مقرر فرمادیتا ہے اس کے معاملات اس پر مختلف ہوجاتے ہیں اور اسے نہیں ملتا مگر جو اس کے لیے لکھ دیا گیا ہے۵؎
ترمذی۔ (اسے مسند احمد، دارمی نے ابان۶؎ کے واسطے حضرت زید بن ثابت سے روایت کیا)

۱؎ ثوابِ آخرت
۲؎ اسے مخلوق سے بے نیاز کر دیتا ہے وہ اب ریاکاری کا وسیلہ اختیار نہیں کرتا کہ اس کے ذریعے مال اور منصب چاہے۔
۳؎ اسباب معیشت کے ذریعے اس کو دلجمعی عطا کر دیتا ہے۔ شَمَل ش پر زبر، میم ساکن پریشانی اور جمعیت خاطر دونوں معانی میں آیا ہے یہاں معنی پریشانی ہے۔
۴؎ بغیر کسی طلب کوشش، محنت اور اسباب و حوائج میں خواری کے اسے معاش برائے زندگی حاصل ہوجاتی ہے
۵؎ طلبِ آخرت کی صورت میں جمعیت خاطر ہے اور آسانی سے رزق حاصل ہوتا ہے مگر طلب دُنیا کی صورت میں پریشانی اور اضطراب ہے مگر ملتا وہ ہے جو مقدر ہوتا ہے۔
۶؎ اَبَان، ہمزہ پر زبر یہ تابعی امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے صاحبزادے ہیں، اپنے والدِ گرامی اور دیگر صحابہ سے روایت کرتے ہیں، ان کا ہشام بن عبدالملک کے دور میں وصال ہوا۔ جنگِ جمل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے ساتھ تھے، احول اور اصم تھے۔ عبدالملک کے دور میں مدینہ طیبہ کے والی بنے اور فالج کی بیماری انھیں عارض ہوئی۔

۵۰۸۸ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں

اللّٰہِ بَیْنَا اَنَا فِیْ بَیْتِیْ فِیْ مُصَلَّایَ اِذْ دَخَلَ عَلَیَّ رَجُلٌ فَاَعْجَبَنِی الْحَالُ الَّتِیْ رَاٰنِیْ عَلَیْھَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَحِمَکَ اللّٰہُ یَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ لَکَ اَجْرَانِ اَجْرُ السِّرِّ وَاَجْرُ الْعَلَانِیَۃِ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

کریں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا یارسول اللہ! میں اپنے گھر میں تھا، میرے پاس ایک شخص آیا مجھے اچھا وہ حال پسند آیا جس پر اس نے مجھے دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ تم پر اللہ رحمت کرے تم کو دو ثواب ہیں علانیہ کا اور خفیہ کا۔

(ترمذی نے روایت کرکے فرمایا یہ حدیث غریب ہے)

لہ میں نماز میں تھا

لہ میرا یہ خوش ہونا کیا ہے؟ ریا ہے یا نہیں؟

لہ ظاہر یہی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس لیے خوش ہوگئے کہ یہ آدمی اتباع کرتے ہوئے اس حال کے ساتھ متصف ہوگا یا اس وجہ سے خوش ہوئے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان مَنْ سَنَّ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا (جس نے کارِ خیر شروع کیا اس کے لیے اجر ہے اور اجر کرنے والے کا اجر بھی اسے ہوگا) کے مطابق عامل کے عمل پر مجھے ثواب حاصل ہوگا آپ کی خوشی کا سبب اس بات پر شکرانہ بھی ہوسکتا ہے کہ اسے عبادت کی توفیق نصیب ہوئی اور ارکانِ اسلام میں سے ایک قوی رکن نماز کی ادائیگی پر مسلمان کی شہادت حاصل ہوگی یہ معنی الفاظ حدیث "سرًّا وعلانیہ" کے زیادہ مناسب ہے۔

۵۰۸۹
۹
وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ یَّخْتِلُوْنَ الدُّنْیَا بِالدِّیْنِ یَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ جُلُوْدَ الضَّاْنِ مِنَ اللِّیْنِ اَلْسِنَتُھُمْ اَحْلٰی مِنَ السُّکَّرِ وَقُلُوْبُھُمْ قُلُوْبُ الذِّئَابِ یَقُوْلُ اللّٰہُ اَبِیْ یَغْتَرُّوْنَ اَمْ عَلَیَّ یَجْتَرِءُوْنَ فَبِیْ حَلَفْتُ لَاَبْعَثَنَّ عَلٰی اُولٰٓئِکَ مِنْھُمْ فِتْنَۃً تَدَعُ الْحَلِیْمَ فِیْھِمْ حَیْرَانَ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

اور انہی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ نے فرمایا آخری زمانے میں کچھ لوگ ظاہر ہوں گے جو دین کے بہانے دنیا کمائیں گے۔ لوگوں کے لیے نرمی سے بھیڑیوں کی کھال پہنیں گے۔ ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی اور ان کے دل بھیڑیوں کی طرح ہوں گے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا مجھ سے دھوکہ کھاتے ہو یا مجھ پر جرأت کرتے ہو، مجھے اپنی قسم میں ایسے لوگوں پر ایسا فتنہ بھیجوں گا جو بردبار کو حیران کر چھوڑے گا۔

(ترمذی)

لہ اعمال آخرت کے بدلے طلب کریں گے اور لوگ ان کے فریب میں آجائیں گے، ختل فریب کھانا از باب ضرب یضرب ہے۔

لہ لوگوں کے سامنے نرمی، چاپلوسی اور تواضع کے لیے۔

ف۳ ان کی باتیں نرم و شیریں اور دوستی کی ہیں
ف۴ لوگوں کے ساتھ دشمنی کے وقت
ف۵ کیا وہ میرے مہلت دینے کی وجہ سے مغرور ہوگئے ہیں
ف۶ یا وہ مجھ پر جرأت و دلیر ہوگئے ہیں۔
ف۷ ان کی ذوات سے یا ان لوگوں کی طرف سے جن کو یہ فریب دیتے ہیں۔
ف۸ عاقل آدمی متحیّر ہوگا اور عبرت حاصل کرے گا۔

۵۰۹۰ / ۱۰ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ لَقَدْ خَلَقْتُ خَلْقًا اَلْسِنَتُهُمْ اَحْلٰى مِنَ السُّكَّرِ وَقُلُوْبُهُمْ اَمَرُّ مِنَ الصَّبِرِ فَبِيْ حَلَفْتُ لَاُتِيْحَنَّهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِيْمَ فِيْهِمْ حَيْرَانَ فَبِيْ يَغْتَرُّوْنَ اَمْ عَلَيَّ يَجْتَرِءُوْنَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے میں نے ایسی مخلوق بھی پیدا کی ہے جن کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی اور ان کے دل ایلوئے[1] سے زیادہ کڑوے ہیں۔ مجھے اپنی ہی قسم میں ان میں ایسا فتنہ چھوڑوں گا جو عاقل کو بھی حیران[2] کر دے گا۔ وہ میری وجہ سے دھوکہ کھاتے ہیں یا جرأت کرتے ہیں۔
(ترمذی نے روایت کرکے غریب قرار دیا)

ف۱ "الصّبر" صاد پر زبر با کسرہ، کڑوے درخت کا شیرہ
ف۲ "تاتیح" حا کے ساتھ ایسا اندازہ کرنا کہ جو معاملہ پیش آنا ہو نہ آسکے۔

۵۰۹۱ / ۱۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ شِرَّةً وَّلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةً فَاِنْ صَاحِبُهَا سَدَّدَ وَقَارَبَ فَارْجُوْهُ وَاِنْ اُشِيْرَ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فَلَا تَعُدُّوْهُ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شے کی ایک خوشی[1] اور ہر خوشی کی ایک کمزوری[2] ہے اگر خوشی والا درست رہے اور قریب رہے[3] تو اس کی کامیابی کی امید کرو اور اگر اس کی طرف انگلیوں سے اشارے کیے[4] جاویں تو اسے کسی گنتی میں نہ لاؤ (ترمذی)

ف۱ شِرّہ، شین کے نیچے کسرہ اور شدد آخر میں تا ہے کسی چیز میں حرص اور خوشی شِرَّۃُ الشَّبَاب نوجوانی کا مزہ، شَرَّۃ شین اور را پر فتحہ آخر میں تا اس کا معنی شدت حرص (قاموس وصراح) یہاں افراط انہماک مراد ہے۔
ف۲ فترت، فا پر زبر تا ساکن، سستی مراد تفریط و تقصیر ہے یعنی تمام اعمال ظاہری اور اخلاق باطنی میں افراط و تفریط ہو سکتا ہے اور یہ دونوں ہی مذموم اور موجب نقصان ہیں کیونکہ توسط و اعتدال محبوب ومحمود ہیں جو اپنے مقام پر محقق ہے، آگے اپنے ارشاد کے ساتھ توسط کی طرف اشارہ فرمایا۔

۵۳ اگر صاحبِ خوشی صواب راہ پر چلا اور طریقِ اعتدال سے دور نہ نکلا اور افراط و تفریط سے بچ گیا۔
۵۴ یعنی لوگوں سے ممتاز ہو گیا ہے۔
۵۵ اسے اہلِ فوز و فلاح میں شمار نہ کرو، آپ کے الفاظ مبارکہ فَلَا تَعُدُّوْہُ وَلَا تَعُدُّوْہُ اشارہ کر رہے ہیں کہ ان کی عاقبت میں ابہام ہے۔ یعنی ظاہرًا امید ہے کہ جو بھی شخص راہِ صواب پر افراط و تفریط سے بچ کر چلا اس کی عاقبت بہتر ہوگی اور اگر فسق و فساد میں وہ شخص ممتاز ہو گیا اور اس کی طرف اشارے ہونے لگے تو وہ ظاہرًا اہلِ فلاح میں شمار نہ ہوگا لیکن عاقبت دونوں کی صحیح ہے کہ خاتمہ کس پر ہوتا ہے بیت

حکم مستوری و مستی ہمہ بر خاتمت است ۔۔۔ کس ندانست کہ آخر بچہ حالت گزرد

(ہر ایک کے خاتمہ پر پردہ ہے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس حالت میں رخصت ہوگا)

لیکن یہ امید ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اطاعت کی توفیق دی ہے اس کا انجام بھی اچھا ہی ہوگا اور رحمتِ الٰہی کا طریقہ جاریہ یہی ہے کہ وہ بدکار کو نیکی کی طرف لاکر توبہ کی توفیق دیتی ہے تاکہ نجات ہو جائے مگر نیکو کار کو بہت ہی کم برائی کی طرف جانے دیتی ہے ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے ہیں۔

۵۰۹۲ / ۱۲ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بِحَسْبِ امْرِیءٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ یُّشَارَ اِلَیْہِ بِالْاَصَابِعِ فِیْ دِیْنٍ اَوْ دُنْیَا اِلَّا مَنْ عَصَمَہُ اللّٰہُ۔

(رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے شر کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کی طرف دین یا دنیا میں انگلیوں سے[۱] اشارہ کیا جائے سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے[۲]

(بیہقی، شعب الایمان)

۱ دنیا میں اشارے کا محل بننا واضح ہے کیونکہ وہ محل آفت اور امن و سلامتی کی راہ سے دور جانا ہے رہا معاملہ دین کا تو اس میں بھی وقوعِ ریاکاری بصورت محبتِ ریاست محبت، تقدیم و امامت، لوگوں کا اعتقاد اور تعظیم، نفسانی خواہشات نفس کے مکر اور شیطان کے وسواس میں جن سے کوئی بچ کر سلامتی پاتا ہے اور وہ مقرب اور نہایت ہی سچے لوگ ہوتے ہیں۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ صدیقین کے تصور سے جو آخری شے خارج ہوتی ہے وہ حُبِّ جاہ ہے۔ پس خاموشی و گمنامی پردہ میں بہتر اور سلامتی و حفاظت کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔

۲ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ مذکورہ حکم اس شخص کے حق میں ہے جس کے دل میں محبتِ حکومت و منصب ہو اور یہ تصور ہو کر لوگوں کے دلوں میں مجھے قبولیت حاصل ہو رہا وہ شخص جو اس بیماری سے محفوظ اور مخلص ہے وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہوگا اللہ رب العزت نے اپنے کلام میں اپنے مخلص بندوں کے بارے میں خود فرمایا ہے وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا (اے اللہ ہمیں متقین کا امام بنا) یہ منقول ہے کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ لوگوں کے اشارے کا محل ہیں حالانکہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی برائی بیان کی ہے تو آپ نے فرمایا آپ کی مراد دین میں بدعتی اور دنیا میں فاسق ہے یعنی وہ شخص جو دنیا میں غلطی کے ساتھ مشہور ہوا مگر فسق و فجور کے قریب نہ گیا بلکہ طریقِ سنت اور اتباعِ نبوی کی راہ پر چلا وہ اس کلیہ کے تحت داخل نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۵۰۹۳ عَنْ اَبِیْ تَمِیْمَۃَ[1] قَالَ شَهِدْتُّ صَفْوَانَ[2] وَاَصْحَابَہٗ[3] وَجُنْدُبٌ یُوْصِیْهِمْ فَقَالُوْا هَلْ سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَیْئًا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰہُ بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمَنْ شَاقَّ شَقَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قَالُوْا اَوْصِنَا فَقَالَ اِنَّ اَوَّلَ مَا یُنْتِنُ مِنَ الْاِنْسَانِ بَطْنُہٗ فَمَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ لَّا یَاْکُلَ اِلَّا طَیِّبًا فَلْیَفْعَلْ وَمَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ لَّا یَحُوْلَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجَنَّۃِ مِلْءُ کَفٍّ مِّنْ دَمٍ اَهْرَاقَہٗ فَلْیَفْعَلْ۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

تیسری فصل

حضرت ابوتمیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضرت صفوان اور ان کے ساتھیوں کے پاس گیا جبکہ حضرت جندب انھیں وصیت کر رہے تھے۔ لوگوں[3] نے کہا کہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے فرمایا میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو اپنی شہرت چاہے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو رسوا کر دے گا جو مشقت[4] میں ڈالے گا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن مشقت[5] میں ڈالے گا۔ عرض کیا ہمیں وصیت کیجیے فرمایا انسان کی پہلی چیز جو بگڑتی ہے وہ پیٹ[6] ہے جو طاقت رکھے کہ طیب کے سوا کچھ نہ کھائے وہ ضرور ایسا کرے[7] اور جو طاقت رکھے کہ اس کے اور جنت کے درمیان مٹھی بھر خون آڑ نہ بنے جسے وہ بہائے تو وہ ضرور ایسا کرے[8] (بخاری)

---

[1] طریف بن مجالد بصری تابعی ہیں

[2] یہ ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہے، صفوان متعدد ہیں، صفوان بن امیہ، صفوان بن عسال، صفوان بن معطل یہ تمام صحابہ ہیں یہاں معلوم نہیں کون مراد ہے؟

[3] صفوان اور اصحاب صفوان نے

[4] جو لوگوں کو مشقت میں ڈالے یعنی ان سے اس چیز کا مطالبہ کرے جو ان کی طاقت میں نہ ہو۔ علامہ طیبی نے اسے عموم پر رکھا اور فرمایا اس میں اپنا نفس بھی مراد ہو سکتا ہے یعنی اپنے نفس کو اس کی طاقت سے اس طرح بڑھ کر تکلیف میں ڈالنا جو حد سے زیادہ اور موجب خلل و ضرر ہو ممنوع ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس سے مراد مخلوق کے ساتھ اختلاف و نزاع اور لڑائی برپا کرنا ہے بہر تقدیر اس کی جزا بیان کردہ ہے۔

[5] بعض روایات میں شَاقَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ (اللہ تعالیٰ اس پر سختی کرے گا) کے الفاظ بھی ہیں۔

[6] جو انسان کو جنت سے محروم اور آتشِ دوزخ میں داخل کر دیتی ہے وہ پیٹ ہے جو انسان کو حرام کھانے کی طرف لے جاتی ہے۔

[7] یہ عمل دوزخ سے نجات دلاتا ہے

[8] ایسا نہ کرے کیونکہ ناحق خون بہانا جنت میں داخلے کے منافی ہے اگرچہ وہ ایک چلو ہی کیوں نہ ہو چہ جائیکہ اس سے زیادہ ہو اور یہ کام عقل سے بعید ہے کہ انسان یہ حقیر و خسیس عمل کرے جو دخولِ جنت جیسی عظیم نعمت سے

مانع بن جائے۔

۵۰۹۴ (۱۴) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ خَرَجَ يَوْمًا اِلٰى مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَاعِدًا عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْكِيْ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ يُبْكِيْنِيْ شَيْءٌ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ يَسِيْرَ الرِّيَاءِ شِرْكٌ وَمَنْ عَادٰى لِلّٰهِ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَ اللّٰهَ بِالْمُحَارَبَةِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْاَبْرَارَ الْاَتْقِيَاءَ الْاَخْفِيَاءَ الَّذِيْنَ اِذَا غَابُوْا لَمْ يُتَفَقَّدُوْا وَاِنْ حَضَرُوْا لَمْ يُدْعَوْا وَلَمْ يُقَرَّبُوْا قُلُوْبُهُمْ مَصَابِيْحُ الْهُدٰى يَخْرُجُوْنَ مِنْ كُلِّ غَبْرَاءَ مُظْلِمَةٍ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ایک دن نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مسجد کی طرف گئے تو قبر نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیٹھا ہوا پایا جو رو رہے تھے حضرت عمر نے پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ بولے مجھے وہ چیز رُلا رہی ہے جو میں نے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تھوڑی سی ریا بھی شرک ہے[1] اور جو اللہ کے دوست سے دشمنی کرے وہ اللہ کے مقابل جنگ کے لیے آیا[2]۔ اللہ تعالیٰ ان کی مخفی[3] نیکوں پرہیزگاروں کو پسند کرتا ہے جو غائب ہو جائیں تو ڈھونڈے نہ جائیں[4] اور اگر موجود ہوں تو نہ بلائے جائیں[5] اور نہ قریب کیے جائیں[6]، ان کے دل چراغ ہدایت ہوں[7] اور ہر تاریک گرد سے نکلتے ہوں[8]۔ (ابن ماجہ، بیہقی شعب الایمان)

[1] چہ جائیکہ زیادہ ہو۔

[2] اور اللہ تعالیٰ کے مقابل آیا وہ یقیناً ذلیل ہوا۔ مبارزت، صف سے جنگ کے لیے نکلنا ہوتا ہے۔

[3] مخفی حال والے۔

[4] ان کے احوال کے بارے میں نہ پوچھا جائے۔

[5] برائے مہمانی اور مجلس۔

[6] یعنی عزت کے ساتھ نہ بٹھائے جائیں۔

[7] جن کی روشنی سے راہ راست حاصل کیا جا سکتا ہو۔

[8] ان کے مساکن اور رہائش گاہوں کی تیرگی و تاریکی کی طرف اشارہ ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہیں رکھتے ہوں گے جن سے ان کو روشن اور مزین کر سکیں۔ اس حدیث میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ اگر عالم صالح اور متقی کی ظاہری حالت لباس و رہائش وغیرہ بہتر نہ ہو تو اس وجہ سے ان کی تعظیم میں کمی نہ کی جائے کون جانتا ہے کہ ان کے باطن میں کیا ہے؟

بیت :۔ خاکساران جہاں را بحقارت منگر — تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

(ان گرد آلود لوگوں کو حقیر مت جانو، کیا علم کہ اس گرد میں کوئی عالم بالا کا سوار ہو)

اور اس حدیث میں اس طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ محض فقر و ذلت کے بغیر تقویٰ اور نور باطن کی کوئی حقیقت نہیں ۔

۵۰۹۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا صَلّٰی فِی الْعَلَانِیَةِ فَاَحْسَنَ صَلّٰی فِی السِّرِّ فَاَحْسَنَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی هٰذَا عَبْدِیْ حَقًّا ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی بندہ علانیہ نماز ادا کرتا ہے تو بھی اچھا اور اگر سرّا ادا کرتا ہے تو بھی اچھا ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرا سچا بندہ ہے[۱] (ابن ماجہ)

[۱] کہ اس نے عبادت میں ریاکاری نہیں کی ۔

۵۰۹۶ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَكُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ اَقْوَامٌ اِخْوَانُ الْعَلَانِیَةِ اَعْدَاءُ السَّرِیْرَةِ فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَیْفَ یَكُوْنُ ذٰلِكَ بِرَغْبَةِ بَعْضِهِمْ اِلٰی بَعْضٍ وَّرَهْبَةِ بَعْضِهِمْ مِّنْ بَعْضٍ ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: آخری زمانے میں ایسی قومیں ہوں گی جو ظاہریت کی دوست اور پوشیدگی کی دشمن ہوں گی ۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! یہ کیونکر ہوگا[۱] ۔ فرمایا یہ ان کے بعض کے بعض سے رغبت اور بعض کے بعض سے ڈرنے کی وجہ[۲] سے ہوگا ۔

[۱] اس کا سبب کیا ہوگا ؟

[۲] یعنی مقاصد دنیاوی اغراض ہوں گے اگر حاصل ہو گئے تو دوستی کا اظہار کر دیا اور اگر حاصل نہ ہوئے تو بیگانہ ہو گئے اور عدم حصول کی صورت میں دشمنی اختیار کر لی ۔

۵۰۹۷ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ صَلّٰی یُرَآئِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ یُرَآئِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ یُرَآئِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ یُرَآئِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ ۔ (رَوَاهُمَا اَحْمَدُ)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو دکھلاوے کے لیے نماز پڑھے اس نے شرک کیا[۱] اور جس نے دکھلاوے کے لیے روزہ رکھا اس نے شرک کیا جو دکھلاوے کے لیے صدقہ دے اس نے شرک کیا[۲] (مذکورہ دونوں روایات مسند احمد میں ہیں)

[۱] اس نے غیر خدا کو خدا کا شریک ٹھہرایا ۔

[۲] یعنی ہر وہ عمل جس میں ریا ہوگا وہ شرک ہے اور اس کی انتہا بھی شرک جلی ہی ہے ۔ شرک جلی بت پرستی کرنا ہے اور ریاکاری کرنے والا بھی غیر خدا کے لیے عمل کر کے بت پرستی کا ہی ارتکاب کر رہا ہے لیکن مخفی انداز میں ۔

جیسا کہ کہا گیا ہے کُلُّ مَا صَدَّكَ عَنِ اللّٰهِ فَهُوَ صَنَمُكَ (ہر وہ شے جو تجھے اللہ تعالیٰ سے روکے وہ تیرا بُت ہے)

۵۰۹۸ / ۱۸ وَعَنْهُ اَنَّهٗ بَكٰى فَقِيْلَ لَهٗ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ شَيْءٌ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فَتَذَكَّرْتُهٗ فَاَبْكَانِيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَتَخَوَّفُ عَلٰى اُمَّتِي الشِّرْكَ وَالشَّهْوَةَ الْخَفِيَّةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُشْرِكُ اُمَّتُكَ مِنْ بَعْدِكَ قَالَ نَعَمْ اَمَا اِنَّهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ شَمْسًا وَّلَا قَمَرًا وَّلَا حَجَرًا وَّلَا وَثَنًا وَّلٰكِنْ يُّرَاءُوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ وَالشَّهْوَةُ الْخَفِيَّةُ اَنْ يُّصْبِحَ اَحَدُهُمْ صَائِمًا فَتَعْرِضُ لَهٗ شَهْوَةٌ مِّنْ شَهَوَاتِهٖ فَيَتْرُكُ صَوْمَهٗ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

اور انھی سے روایت ہے کہ آپ روئے، پوچھا گیا آپ کو کس شے نے رُلایا؟ فرمایا اس بات نے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنی، وہ مجھے یاد آگئی اس نے مجھے رلا دیا۔ میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں اپنی امت پر شرک اور خفیہ شہوت کا خوف کرتا ہوں۔ میں نے[1] عرض کیا یارسول اللہ کیا آپ کے بعد آپ کی اُمّت شرک کرے گی۔ فرمایا ہاں لیکن یاد رہے وہ لوگ[2] نہ سورج کی پوجا کریں گے نہ چاند کی، نہ پتھر کی اور نہ بُت کی، لیکن ریاکاری[3] کریں گے، خفیہ شہوت یہ ہے کہ ان میں سے ایک روزہ رکھے گا پھر اس کے سامنے اس کی خواہشات میں سے کوئی خواہش[4] آجائے تو وہ اپنا روزہ چھوڑ دے گا۔ (مسند احمد، بیہقی شعب الایمان)

[1] حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

[2] وہ شرک نہیں کریں گے جو متعارف ہے جسے شرک جلی کہا جاتا ہے۔

[3] کیونکہ اس امت میں عمل صالح کی عزت و قیمت نہایت اہم ہے اور اس کے اعمال بھی زیادہ ہیں تو ریاکاری کرنے والا اگر زندگی کو ریاکاری کی نذر کرتے ہوئے مال و جاہ کی خاطر لوگوں کی نذر کر دیتا ہے تو وہ شرک خفی میں گرفتار ہے جو درحقیقت شرک اور بُت پرستی ہی ہے۔

[4] مثلاً کھانا پینا یا جماع

[5] غلبۂ شہوت کی وجہ سے اس خواہش کو خفی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ گویا باطن میں وقتِ نیتِ روزہ یہ خواہش رکھتا تھا کہ اگر شہوت عارضی آگئی تو میں روزہ توڑ دوں گا۔ علامہ طیبی اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس میں ہلاکت مخفی ہے یا اس سبب سے کہ اس کی شرک کے ساتھ مناسبت ہے کیونکہ یہاں مراد شرک خفی ہے۔

۵۰۹۹ / ۱۹ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ مسیح دجال[1] کا تذکرہ کر رہے تھے۔ فرمایا کیا

اَخْوَفُ عَلَیْکُمْ عِنْدِیْ مِنَ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ فَقُلْنَا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الشِّرْکُ الْخَفِیُّ اَنْ یَّقُوْمَ الرَّجُلُ فَیُصَلِّیْ فَیُزَیِّنُ صَلٰوتَہٗ لِمَا یَرٰی مِنْ نَّظَرِ رَجُلٍ ۔ (رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ)

میں تم کو اس چیز کی خبر نہ دوں جو میرے نزدیک تمہارے لیے مسیح دجال سے زیادہ خطرناک ہے ہم نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ فرمایا وہ خفیہ شرک ہے[۱] یعنی یہ کہ کوئی شخص نماز پڑھنے کھڑا ہو تو اپنی نماز اس لیے زیادہ طویل کرے[۲] کہ کسی شخص کو دیکھے کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے[۳] ۔ (ابنِ ماجہ)

سلہ اس کے فتنہ اور ابتلاء کا

سلہ تعداد اور خشوع و خضوع میں

سلہ ریا کرتے ہوئے سوچے کہ میں اتنی اعلیٰ نماز ادا کر رہا ہوں ۔ دجال سے زیادہ فتنہ و ابتلاء کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ابتلاء زیادہ ہے اور اس سے اجتناب نہایت دشوار ہے اور نفس اس کو قبیح بھی نہیں جانتا ۔ اور دجال کا فتنہ وقتی ہوگا یہ بھی وجہ ہے کہ اس کا خروج نزدیک نہیں بلکہ آخر زمانے میں ہے لیکن اس صورت میں خطاب فقط اہلِ مجلس کے ساتھ مخصوص ہوگا اور اس کا جھوٹا ہونا وغیرہ علامت بھی ہوگی اور نفس بھی اس سے نفرت کرے گا یا یہ ریاکاری کی قباحت و مبالغہ پر تشدد ہے ۔ بیت

کلید در دوزخ ست آں نماز — کہ در چشم مردم گذاری دراز

(وہ نماز دوزخ کے دروازے کی چابی ہے جو لوگوں کو دکھانے کے لیے ادا کی جائے)

۵۱۰۰ وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِیْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمُ الشِّرْکُ الْاَصْغَرُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا الشِّرْکُ الْاَصْغَرُ قَالَ الرِّیَاءُ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

حضرت محمود بن لبید[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جن چیزوں سے میں تم پر خوف کھاتا ہوں ان سب سے خوفناک چیز شرک اصغر ہے عرض کیا یا رسول اللہ شرک اصغر کیا ہے ؟ فرمایا ریاکاری[۲] (مسند احمد)

وَرَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ یَقُوْلُ اللّٰہُ لَہُمْ یَوْمَ یُجَازِی الْعِبَادَ بِاَعْمَالِہِمْ اِذْھَبُوْا اِلَی الَّذِیْنَ کُنْتُمْ تُرَاءُوْنَ فِی الدُّنْیَا فَانْظُرُوْا ھَلْ تَجِدُوْنَ عِنْدَھُمْ جَزَاءً اَوْ خَیْرًا ۔

بیہقی نے شعب الایمان میں یہ اضافہ بھی ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا اس دن جوان بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا کہ ان کے پاس جاؤ جن میں تم دنیا میں اعمال دکھاتے رہے کہ کیا ان کے پاس تم جزا یا بھلائی پاتے ہو[۳] ۔

سلہ ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے، ان کی ولادت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات میں ہوئی صحابہ سے انھوں نے روایت کی ۔ امام بخاری نے انھیں صحابی قرار دیا ہے اور زیادہ صحیح قول بھی یہی ہے ۔

سلہ یہ بت پرستی اور کسی کو معبود جاننے جو شرک جلی اور قوی ہے، سے چھوٹی و ضعیف ۔

سلہ راوی کو شک ہے کہ جزا کا لفظ فرمایا یا خیر کا ۔

۵۱۰۱/۲۱ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا عَمِلَ عَمَلًا فِیْ صَخْرَۃٍ لَّا بَابَ لَھَا وَلَا کُوَّۃَ خَرَجَ عَمَلُہٗ اِلَی النَّاسِ کَائِنًا مَّا کَانَ ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اگر ایسے پتھر[1] کی چٹان میں بیٹھ کر عمل کرے جس کا کوئی دروازہ نہیں اور نہ روشن دان[2] تو بھی اس کا عمل لوگوں تک آجائے گا۔ جو عمل بھی ہو[3]

۱؎ صخرۃ، بڑے پتھر کو کہا جاتا ہے یہاں یا تو غار مُراد ہے یا مبالغۃً فرمایا کہ اگر بالفرض ایسے پتھر کے اندر کوئی عمل کرے جس کا دروازہ نہ ہو تب بھی وہ سامنے آجاتا ہے۔

۲؎ سوراخ یہاں سے کوئی مطلع ہو سکے "کُوَّۃ" کاف پر زبر یا پیش، واؤ مشدد آخر میں تا اس روشن دان کو کہتے ہیں جو دیوار میں ہو۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اگر نافذ ہو تو پیش کے ساتھ اور اگر غیر نافذ ہو تو فتحہ کے ساتھ، یہ بھی ہے کہ اگر تا کے ساتھ ہو تو تنگ سوراخ اور اگر بغیر تا ہو تو بڑا سوراخ، چونکہ اس روایت میں تا اور پیش ہے لہٰذا مراد چھوٹا سوراخ ہوگا چونکہ اس روایت میں تاء اور پیش ہے لہٰذا مراد چھوٹا سوراخ ہوگا اور مقام کے مناسب بھی یہی ہے جیسا کہ واضح ہے۔ الحاصل جو عمل خلوت میں پوشیدہ ہو اور اس پر کوئی مطلع نہ ہو۔

۳؎ یعنی اظہار کی ضرورت ہی نہیں تاکہ ریا ہو اور ثواب سے محرومی ہو اگر اللہ کے لیے عمل ہو اور اس میں حکمت کا تقاضا ہوا، اور بندے کی بہتری ہوئی تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور آشکارا فرما دیتے ہیں۔

یا مفہوم یہ ہے کہ اخلاص والے کو عمل مخفی رکھنے میں خوب احتیاط کرنی چاہیے کیونکہ عمل ظاہر ہو کر رہتا ہے کیونکہ بندے کے اختیار میں نہیں۔

۵۱۰۲/۲۲ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَتْ لَہٗ سَرِیْرَۃٌ صَالِحَۃٌ اَوْ سَیِّئَۃٌ اَظْھَرَ اللّٰہُ مِنْھَا رِدَاءً یُعْرَفُ بِہٖ ۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی جو سیرت[1] ہوگی اچھی یا بری۔ اللہ تعالیٰ اس کی علامت[2] ظاہر فرمائے گا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔

۱؎ مخفی خواہ نیک ہو یا بد

۲؎ رداء کا معنی علامت ہے جس سے معرفت ہوتی ہے کیونکہ اپنی ردا سے آدمی پہچانا جاتا ہے۔

۵۱۰۳/۲۳ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰی ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ کُلَّ مُنَافِقٍ یَّتَکَلَّمُ بِالْحِکْمَۃِ وَیَعْمَلُ بِالْجَوْرِ ۔ (رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ الْاَحَادِیْثَ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس امت پر ہر اس منافق سے ڈرتا ہوں جو باتیں حکمت کی کرے گا اور عمل ظلم کے۔

الثَّلٰثَةَ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ) ان تینوں احادیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔

لے یعنی لوگوں کو دکھانے کے لیے اچھی نصیحتیں کرے گا مگر خود ان پر عمل نہیں کرے گا اور یہ صفت منافقین کی ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ اس اُمت میں ایسا شخص پیدا ہو یعنی ایسی صفات و اعمال سے بچنا چاہیے۔

۵۱۰۴ / ۲۴ وَعَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ حَبِيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنِّىْ لَسْتُ كُلَّ كَلَامِ الْحَكِيْمِ اَتَقَبَّلُ وَلٰكِنِّىْ اَتَقَبَّلُ هَمَّهٗ وَهَوَاهُ فَاِنْ كَانَ هَمُّهٗ وَهَوَاهُ فِىْ طَاعَتِىْ جَعَلْتُ صَمْتَهٗ حَمْدًا لِّىْ وَوَقَارًا وَّاِنْ لَّمْ يَتَكَلَّمْ۔ (رَوَاهُ الدَّارِمِىُّ)

حضرت مہاجر بن حبیب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰی کا فرمان ہے کہ میں حکمت والے کا ہر کلام قبول نہیں کرتا لیکن میں اس کا ارادہ اور خواہش قبول کرتا ہوں تو اگر اس کا ارادہ اور خواہش میری فرمانبرداری میں ہو تو اس کی خاموشی کو بھی اپنی حمد اور وقار بنا دیتا ہوں اگرچہ وہ کچھ نہ بولے۔ (دارمی)

لے یعنی وہ جو کچھ کہے وہ عمل میں واقع ہو۔
ٹے اس کی محبت و قصد کو
سے اپنی ذاتِ اقدس کی ستائش و ثناء
کے اگر اس کی نیت اللہ تعالٰی کی طاعت و محبت ہے تو اس کی خاموشی ہی محمود و قابلِ ستائش ہے، گویا اس کی خاموشی اللہ کی حمد ہے اور اگر نیت محبت و طاعت کی نہیں تو کلام ضائع ہوگا۔ اگرچہ علم و حکمت پر مشتمل ہو کیونکہ اس میں ریا و نمود و نمائش ہوگی۔

۳۳۵ ـ بَابُ الْبُكَآءِ وَالْخَوْفِ

رونے اور خوف کا بیان

بکا، ایک حالت ہے جو انسان کو لاحق ہوتی ہے بالمد سے اس کا معنی آواز کے ساتھ رونا اگر بالقصر ہو تو آنکھوں کا آنسو بہانا تباکی، رونے میں تکلف کرنا کسی ایسی چیز کو یاد کرنا یا حاضر کرنا جس سے رونا آئے "ابکاء" کسی کو رلانا، خوف ڈرنا، اخافت و تخویف ڈرانا، خوف ایک حالت ہے جو عارض ہوتی ہے یہاں عذابِ آخرت اور اللہ تعالٰی کے غضب سے ڈرنا اور رونا مراد ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۵۱۰۵ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا وَّ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا۔
(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں[1] تو تم روتے زیادہ اور ہنستے کم[2]۔
(البخاری)

[1] قیامت کے احوال و مصائب، مبداء و معاد کی حقیقت، اللہ تعالیٰ کا قہر و جلال جو خوف و خشیت اور ہیبت کا سبب ہے اور تمہاری وجہ سے جو مجھ پر غم و مشقت لاحق ہوتی ہے۔

[2] تم جانب خوف کو جانب رجاء امید پر ترجیح دیتے ہو۔ اس میں تنبیہ ہے اس بات پر کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا جلال و قہر اور گرفت سامنے رہنی چاہیے تاکہ خوف و خشیت لاحق رہے اور کثرت سے ہنسنے سے بچا جائے کیونکہ وہ تو جاہل اور غافل لوگوں کا عمل ہے یعنی اگر ہنسا بھی جائے تو امید مغفرت و معافی اور رحمت کی بنیاد پر۔

۵۱۰۶ وَعَنْ اُمِّ الْعَلَاءِ الْاَنْصَارِیَّةِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ۔
(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ام العلاء انصاریہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم میں نہیں جانتا میں نہیں جانتا[2] اور حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائیگا[3]۔
(بخاری)

[1] بیعت کرنے والی صحابیات میں شامل ہیں اور ان سے اہل مدینہ نے حدیث لی ہے۔

[2] دو دفعہ فرمایا

[3] اس فرمانِ نبوی کا ظاہر بتا رہا ہے کہ انجام مبہم ہے کوئی نہیں جانتا کیا ہوگا کیا نہیں ہوگا؟ لیکن یہ بات حضرات انبیاء و رسل خصوصًا سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم کے حوالے سے منفی ہے کیونکہ دلائل قطعیہ یقینیہ سے ثابت ہے کہ ان ذوات کو اپنی حسن عاقبت کا یقین ہوتا ہے۔ یہ فرمان آپ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے وقت فرمایا تھا۔ یہ کبار مہاجرین میں سے ہیں۔ ہجرت مدینہ کے بعد سب سے پہلے فوت ہونے والے مہاجر آپ ہی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موت کے بعد ان کی پیشانی کو چوما اور ان کے چہرے پر آپ کے آنسو گرے جنت البقیع میں خود دفن کروایا اور بہت سی عنایات سے نوازا وہاں ایک خاتون حاضر تھی اس نے کہا اے ابن مظعون تجھے جنت مبارک ہو کہ تیرا انجام خیر پر ہوا ہے پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر اس خاتون کو روکا اور یہ ارشاد فرمایا درحقیقت اس کا مطلب بارگاہِ نبوت میں بے ادبی، غیب پر حکم کرنے اور اس کے بارے میں وثوق سے مجزوم طریقہ پر

منع کرنا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ کنایہ ہے ازراہِ ادب علمِ غیب کی تصریح نہ کرنے سے ، کلام کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے۔ یا مراد احوالِ عاقبت کا تفصیلاً معلوم نہ ہونا ہے کیونکہ خواہ دنیا ہو یا آخرت تمام غیبی احوال کی تفصیل سے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی واقف نہیں، اگرچہ اجمالاً معلوم ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی عاقبت بخیر ہی ہے۔ بعض نے کہا کہ یہاں مراد امورِ دنیاویہ میں عدم دریافت ہے نہ کہ اخرویہ میں یا مراد یہ ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ تم پر عذاب نازل ہوگا جس طرح سابقہ امم پر ہوا یا نہ ، بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ تردد فتح مکہ کے وقت میں ہے لیکن یہ تمام معانی سیاقِ حدیث کے موافق نہیں حق یہ ہے کہ اس ارشاد کا ورود اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی کے پہلے ہے لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ (اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام معاملات پر بخشش کا اعلان فرما دیا ہے) اس سے پہلے عاقبت کے بارے میں ابہام تھا لیکن اس آیت کے نزول کے بعد کامل یقین ہوگیا کہ عاقبت بالخیر ہی ہوگی۔ کذا قیل۔ واللہ اعلم۔

۵۱۰۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَیَّ النَّارُ[۱] فَرَأَیْتُ فِیْھَا امْرَأَۃً مِّنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ تُعَذَّبُ فِیْ ھِرَّۃٍ لَّھَا رَبَطَتْھَا فَلَمْ تُطْعِمْھَا وَلَمْ تَدَعْھَا مِنْ خَشَاشِ[۲] الْاَرْضِ حَتّٰی مَاتَتْ جُوْعًا وَّرَاَیْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرِ الْخُزَاعِیَّ یَجُرُّ قُصْبَہٗ[۳] فِی النَّارِ وَکَانَ اَوَّلَ مَنْ سَیَّبَ السَّوَآئِبَ[۴]۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے سامنے آگ[۱] لائی گئی تو میں نے بنی اسرائیل کی ایک عورت کو دیکھا جو اپنی ایک بلی کی وجہ سے عذاب میں ہے جسے اس نے باندھ دیا تھا نہ اسے کھلایا، نہ چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے[۲] مکوڑے کھا لیتی۔ حتیٰ کہ بھوک سے مر گئی اور میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ وہ آگ میں انتڑیاں[۳] گھسیٹ رہا تھا یہ وہ پہلا شخص تھا جس نے سائبہ جانور[۴] ایجاد کیے (المسلم)

---

[۱] دوزخ کی آگ شبِ معراج یا کسی اور موقعہ پر خواب یا بیداری میں۔

[۲] خِشَاش، خا کے نیچے زیر ہو تو اس سے مراد پرندے اور اڑنے والے کیڑے اور حرکات ثلثہ کی صورت میں زمین کے کیڑے اور چڑیاں وغیرہ (کذا فی القاموس) امام نووی فرماتے ہیں اسے فتحہ کے ساتھ پڑھنا کسرہ اور ضمہ سے مشہور ہے اور شین کا معجم ہونا مہمل ہونے سے درست ہے کیونکہ اس کا معنی کیڑے اور کمزور پرندے ہیں۔

[۳] قُصب، قاف پر پیش، صاد ساکن، انتڑیاں

[۴] سوائب، سائبہ کی جمع وہ اونٹنی جسے جاہلیت میں آزاد کرایا جاتا تھا کسی نذر کی بناء پر یا کسی اور وجہ سے، دورِ جاہلیت میں یہ طریقہ تھا جب ایک اونٹنی سے دس بچے ہو جاتے یا دور دراز سفر سے واپس آتے یا بیماری سے صحت ہوتی تو وہ اونٹنی چھوڑ دیتے تھے اس پر نہ سوار ہوتے وہ جہاں چاہتی چرتی رہتی، اسے کھانے پینے سے کہیں روکا نہ جاتا۔ اس کو

وہ اپنے بتوں کی عبادت اور ان کی قربت کا سبب تصور کرتے، سب سے پہلے جس شخص نے کام شروع کیا وہ یہی عمرو بن عامر خزاعی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سب سے پہلا شخص جس نے بتوں کی پرستش کی رسم ڈالی اور اسے موجب قرب قرار دیا وہ یہی شخص تھا، بعض روایات میں اس کا نام عمرو بن لحی بھی آیا ہے ان دونوں سے یہی مراد ہے عامر اس کے باپ کا نام اور لحی دادا کا یا بالعکس معاملہ ہے تو کہیں باپ کی طرف اور کہیں دادا کی طرف نسبت کر دی گئی۔

؎۵ امام کرمانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ آج بھی دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہیں انتہیٰ اور ممکن ہے بطور کشف یہ آخرت کے احوال کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر متمثل کر کے پیش کر دیا گیا ہو۔

۵۱۰۸/۴ وَعَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمًا فَزِعًا يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مِثْلُ هٰذِهٖ وَحَلَّقَ بِاِصْبَعَيْهِ الْاِبْهَامِ وَالَّتِيْ تَلِيْهَا قَالَتْ زَيْنَبُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ ـ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن ان کے ہاں حالتِ گھبراہٹ میں تشریف لائے اور یہ فرما رہے تھے لا الٰہ الا اللہ۔ عرب کی بربادی ہے اس شر؎۱ پر جو قریب آگیا، اپنے انگوٹھے اور اس سے متصل؎۲ انگلی کا حلقہ بنا کر فرمایا آج یاجوج ماجوج کی دیوار سے اس کے برابر سوراخ ہوا ہے۔ زینب کہتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم ہلاک کر دیے جائیں گے حالانکہ ہم میں اچھے لوگ بھی ہوں؎۳ گے فرمایا ہاں جب خباثت؎۴ بڑھ جاتے۔

(بخاری و مسلم)

؎۱ شارحین نے کہا کہ اس سے عرب میں قتال کا واقع ہونا مراد ہے۔ سب سے پہلا فتنہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہے اس کے بعد یہ فتنہ اب تک جاری ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ اس سے مراد فتوحات اموال اور ان میں تنازعات اور مسابقت کا پیدا ہونا ہے (کذا قال شیخ ابن حجر)

؎۲ سبابہ یعنی آج تک اس میں رخنہ واقع نہیں ہوا تھا آج اس حلقہ کی تعداد میں کشادگی آئی ہے، اس میں رخنہ کا ہونا علامت قرب قیامت ہے۔ عرب میں فتنوں کا برپا ہونا بھی آثار قیامت میں سے ہے بعض شارحین نے فرمایا اس سے مراد چنگیزی ترکوں کا حملہ آور ہونا ہے جس سے ایک جہان کو ہلاک کیا اور ان کے ہاتھوں بغداد جیسے شہروں میں بربادی ہوئی۔

؎۳ آیا ان کی برکت اس بلا کے آنے سے مانع نہ ہو گی۔

؎۴ اگرچہ صالح لوگ ہوں گے مگر فسق و فجور کا غلبہ ہوگا، خبث خا پر پیش با ساکن۔ بعض نسخوں میں دونوں پر فتحہ کو بھی صحیح قرار دیا ہے۔

۵۱۰۹/۵ وَعَنْ اَبِيْ عَامِرٍ اَوْ اَبِيْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِيِّ

حضرت ابو عامر یا ابو مالک؎۱ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيَكُوْنَنَّ مِنْ اُمَّتِيْ اَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّوْنَ الْخَزَّ وَالْحَرِيْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ وَلَيَنْزِلَنَّ اَقْوَامٌ اِلٰى جَنْبِ عَلَمٍ يَرُوْحُ عَلَيْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ يَأْتِيْهِمْ رَجُلٌ لِحَاجَةٍ فَيَقُوْلُوْنَ ارْجِعْ اِلَيْنَا غَدًا فَيُبَيِّتُهُمُ اللّٰهُ وَيَضَعُ الْعَلَمَ وَيَمْسَخُ اٰخَرِيْنَ قِرَدَةً وَّخَنَازِيْرَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ بَعْضِ نُسَخِ الْمَصَابِيْحِ الْحِرَ بِالْحَآءِ وَالرَّآءِ الْمُهْمَلَتَيْنِ وَهُوَ تَصْحِيْفٌ وَاِنَّمَا هُوَ بِالْخَآءِ وَالزَّآءِ الْمُعْجَمَتَيْنِ نَصَّ عَلَيْهِ الْحُمَيْدِيُّ وَابْنُ الْاَثِيْرِ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَفِيْ كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ عَنِ الْبُخَارِيِّ وَكَذَا فِيْ شَرْحِهٖ لِلْخَطَّابِيِّ تَرُوْحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَةٌ لَهُمْ يَأْتِيْهِمْ لِحَاجَةٍ ۔

مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو باریک ریشمی کپڑوں شراب اور آلات موسیقی کو حلال سمجھ لیں گے اور کچھ لوگ ایک پہاڑی کے برابر اتریں گے جب ان پر ان کے جانور آئیں گے ان کے پاس ایک شخص کسی کام کے لیے آئے گا وہ کہیں گے ہمارے پاس کل لوٹ کر آنا پھر اللہ انھیں رات میں ہلاک کر دے گا اور پہاڑ گرا دے گا اور دوسروں کو بندر سوروں میں مسخ کر دے گا قیامت کے دن تک (بخاری) اور مصابیح کے بعض نسخوں میں حر (حا اور راء سے) یہ غلط ہے وہ خاء اور زاء سے ہی ہے۔ اس بات کی تصریح اسی حدیث میں حمیدی اور ابن اثیر نے کی ہے۔ کتاب حمیدی میں بخاری سے ہے۔ یوں ہی خطابی نے شرح بخاری میں یہ الفاظ ذکر کیے۔ تروح علیہم

١ امام بخاری کو اس بارے میں تردد ہے کہ یہ حدیث حضرت ابو عامر اشعری سے مروی ہے جو حضرت ابو موسیٰ اشعری کے چچا ہیں۔ یہ کبار صحابہ میں سے ہیں، غزوۂ حنین میں شہید ہوئے یا ابو مالک اشعری سے مروی ہے جنھیں اشجعی بھی کہتے ہیں، یہ بھی مشہور صحابی ہیں اور راوی کا کسی صحابی کے بارے میں تردد ہو جانا موجب طعن نہیں کیونکہ تمام صحابہ عادل اور ثقہ ہیں جس سے بھی مروی ہو روایت صحیح ہوگی۔

٢ اس طرح استعمال کریں گے گویا وہ حلال کا استعمال کر رہے ہیں۔

٣ خز، خاء اور زا مشدد، قاموس میں ہے یہ مشہور کپڑا ہے۔ مجمع البحار میں کہا کہ زمانِ قدیم میں خز پشم اور ابریشم دونوں سے بنتی تھی اور یہ مباح تھی۔ صحابہ و تابعین اسے پہنتے تھے اس کی ممانعت کی وجہ عجمی لباس اور اہل تنعم و تعیش سے مشابہت تھی۔ آج کے دور میں جو خز مشہور ہے وہ خود حرام ہے کیونکہ وہ تمام کی تمام ریشمی ہے اور یہ حدیث اسی پر محمول ہے حالانکہ کپڑے کی یہ قسم سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں نہ تھی لہٰذا یہ بطور معجزہ آپ کی غیبی اخبار میں سے ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے حریر حریر کا عطف تعمیم از تخصیص ہے۔ معازف زا کے ساتھ ہے۔ اس کا معنی آلاتِ موسیقی مثلاً بانسری، ڈھول وغیرہ یہ عزف کی جمع ہے یا معزف کی میم کے نیچے زیر، عین ساکن، عزف اور عزیف دونوں کا معنی آواز جن اور گھنٹی کی وہ آواز جو رات کو سنائی دیتی ہے تیز ہوا کے معنی میں بھی ہے (کذا فی القاموس) جب آپ نے یہ خبر دی کہ لوگ حرام کو حلال بنائیں گے وہاں اس سے آگاہ فرمایا ایسے لوگ آئیں گے جو سائل کے سوال پر باوجود صاحب وسعت

ونعمت ہونے کے کچھ نہیں دیں گے بلکہ توقف وتاخیر سے کام لیں گے ۔ اس وجہ سے وہ مستحق ہلاکت ومسخ ہونگے ۔

۵۴ یعنی ان کا ٹھکانا ایسے مشہور مقام پر ہوگا کہ محتاج لوگ انکے بارے میں سُن دیکھ کر حاجات میں سوال کرنے آئیں گے

۵۵ جو چراگاہ میں چرنے کے لیے گئے تھے وہ پُرشکم اور سیر ہوکر واپس لوٹیں گے ۔

۵۶ یعنی کوئی سائل آئے گا کہ مجھے بھی ان کے دودھ سے حصّہ دو ۔

۵۷ سوال رد کرتے ہوئے کہیں گے کل آنا

۵۸ تاکہ ان میں بعض ہلاک ہوجائیں اور ان کا نشان باقی نہ رہے ۔

۵۹ یہ عذاب اسی صورت میں تاقیامت ہر اس قوم پر ہوگا جو ایسا عمل کرے گی ۔

۶۰ حِر حا کے نیچے کسرہ ، را مخفف عورت کی شرمگاہ ، مراد زنا ہے ۔

۶۱ تصحیف یعنی صورت لفظ میں بعض راویوں سے خطا واقع ہوئی ہے ۔

۶۲ جس کا معنی مشہور کپڑا ہے ۔

۶۳ آخر میں مصنف حمیدی اور ابن اثیر کے حوالے سے اس پر تائید لا رہے ہیں کہ خز ہی ہے نہ کہ حر ۔ جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا تھا کہ خز تصحیف وخطا ہے اور حمیدی و ابن اثیر نے اس روایت میں تصریح کی ہے جس حدیث میں لفظ حر آیا ہے اسے ابو درداء وغیرہ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث جو بخاری کے حوالے سے ہے اس میں لفظ خز ہی ہے ۔ اس صورت میں دونوں روایات درست ہیں ۔

۶۴ تروح میں تا اور سارحہ میں تا پر پیش کیونکہ یہ تروح کا فاعل ہے اور یہ بات قرینہ ہے کہ بسارحۃ میں با زائدہ ہے جیسا کہ ہم نے ابتداء حدیث کے معنی میں اشارہ لیا ہے ۔ ان دونوں کتب میں لفظ رجل نہیں اور اس سے پہلے لفظ حاجۃ رجل سے مقدم بھی نہیں بلکہ فقط یاتیہم لحاجۃ کے الفاظ ہیں ۔

۵۱۱۰/۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ عَذَابًا اَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ كَانَ فِيْهِمْ ثُمَّ بُعِثُوْا عَلٰى اَعْمَالِهِمْ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل کرتا ہے ان سب پر عذاب بھیج دیتا ہے جو ان میں ہوں، پھر اپنے اعمال کے مطابق اٹھائے جائیں گے ۔ (بخاری ومسلم)

۱ خواہ وہ صالح ہوں یا طالح بعض گناہوں میں عادت الٰہی اس پر جاری ہوتی ہے ، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ صالح کو محفوظ رکھا جاتا ہے ۔

۲ اگرچہ دنیا میں عذاب میں سب شامل تھے لیکن آخرت میں ہر ایک اپنے عمل کے مطابق جزا پائے گا اور ممتاز ہوگا کہ نیک ہے یا بد ۔

۵۱۱۱/۲ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُبْعَثُ کُلُّ عَبْدٍ عَلٰی مَا مَاتَ عَلَیْہِ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بندے کو اسی پر[۵] اٹھایا جائے گا جس پر وہ فوت ہوا۔ (مسلم)

[۵] اسی حال وصفت پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ مرا یعنی ایمان یا کفر، طاعت ومعصیت اور ذکر وغفلت کی حالت میں یعنی اعتبار خاتمہ کا ہے کہ آخری حالت کیا تھی؟ اس وجہ سے کہا گیا ہے۔ بیت

حکم مستوری ومستی ہمہ بر خاتمہ است — کس ندانست کہ آخر بچہ حالت گزرد

(مستور ومستی تمام کا حکم خاتمہ پر ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ آخری حالت کون سی ہوگی)۔

بعض عارفین فرماتے ہیں کہ جب محبوب کی یاد وحضور حاصل ہوجائے اور جوہر ذکر دل میں قرار پاجائے تو اگر وقت موت کی تکلیف وتنگی کی وجہ سے دل میں اختلال وفتور آجائے تو کوئی حرج ونقصان نہیں۔ کیونکہ مفارقت روح کے بعد وہ حالت لوٹ آئے گی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۵۱۱۲ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا رَاَیْتُ مِثْلَ النَّارِ نَامَ ھَارِبُھَا وَلَا مِثْلَ الْجَنَّۃِ نَامَ طَالِبُھَا۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے دوزخ کی مثل نہیں دیکھی جس سے بھاگنے والا سو رہا[۱][۲] ہے اور نہ جنت کی مثل جس کا طلب گار سو رہا[۳][۴] ہے۔ (ترمذی)

[۱] شدت وہول میں

[۲] یعنی اگر کوئی شخص اپنے قوی دشمن سے بچنا چاہتا ہے تو وہ نہ سوتا ہے اور کبھی بھی غفلت کو قریب نہیں آنے دیتا، مختلف کوششوں سے بھاگنے کی کوشش کرتا ہے مگر آتش دوزخ جو اپنے ہول وشدت میں اور گرفت میں قوی تر ہے اس سے لوگ بھاگتے ہیں غافل ہیں اور کوشش نہیں کرتے۔ اگر بھاگتے ہیں تو سو جاتے ہیں اور غفلت کرتے ہیں۔ رہا آتش دوزخ سے بچنا تو یہ ترک معاصی اور طاعات الٰہی کے التزام سے ہوتا۔

[۳] سرور وخوشی اور لذت

[۴] یعنی اگر محبوب کا طلب گار ہے تو وہ غافل نہیں ہوتا اور نہ ہی سستی کرتا ہے بلکہ اس کی خوب جستجو کرتا رہتا ہے تاکہ وہ حاصل ہوجائے۔ مگر بہشت جو تمام خوبیوں کا مجموعہ ہے انسان اس کی طلب میں کوشاں نہیں ہوتا باقی اس کا پانا اس چیز سے ہے جس سے دوزخ سے بھاگنا ہے۔

۵۱۱۳ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحُقَّ لَهَا اَنْ تَاُطَّ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا فِيْهَا مَوْضَعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِدًا لِلّٰهِ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَآءِ عَلَى الْفُرُشَاتِ وَلَخَرَجْتُمْ اِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْاَرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ يَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے آسمان چرچرا رہا ہے اور اس کا حق ہے کہ چرچرائے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس آسمان میں کوئی ایسی چار انگلیوں کے برابر جگہ نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ ریز نہ ہو۔ اللہ کی قسم! تم اگر وہ چیزیں جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم ہنستے تھوڑا اور روتے زیادہ بیویوں سے بستروں پر لذت حاصل نہ کرتے اور اللہ کی پناہ لیتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاتے۔ حضرت ابوذر کہتے تھے کاش! میں درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔ (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

۱؎ آثارِ قیامت، آیاتِ الٰہیہ اور اس کے صفاتِ قہریہ۔

۲؎ احوالِ قیامت اور اس کی ہولناکی کے اسرار و اخبار اور شدتِ عذابِ دوزخ

۳؎ اطیط، پالان اور زین کی آواز، اونٹ کا بوجھ کی وجہ سے رونا، یعنی جس طرح سواری بوجھ کی وجہ سے روتی ہے اسی طرح آسمان ملائکہ کی کثرت اور اژدہام اور ان کے ثقل کی وجہ روتا ہے۔ شارحین فرماتے ہیں کہ مقصود اس کے آواز کا بیان نہیں بلکہ ملائکہ کی کثرت ہے یہ بھی ممکن ہے اس کا رونا خوف اور خشیتِ الٰہی کی وجہ سے ہو جب وہ آسمان جو جماد اور محل ملائکہ ہے، باری تعالیٰ کے خوف سے روتا ہے تو انسان جو گناہوں سے آلودہ ہے وہ رونے کا زیادہ سزاوار ہے یہ مفہوم مقصود کے زیادہ مناسب ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔

۴؎ خدا کے حضور، مشاہدۂ کبریا اور جلالِ حق کے سامنے خائف و خاشع ہیں۔

۵؎ اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ و زاری کرتے ہوئے جیسا کہ غم سے پریشان و نڈھال لوگ اپنے گھر سے جنگل کی طرف نکل جاتے ہیں کہ دل کو سکون حاصل ہو "صعدات" صعید کی جمع ہے بمعنی روئے زمین، جیسے طرقات طرق، طریق کی جمع ہیں۔

۶؎ بطریقِ افسوس و حسرت

۷؎ تاکہ گناہوں سے آلودہ ہو کر اٹھایا نہ جاتا جیسا کہ درخت کو کاٹ دیا جاتا ہے اور وہ ختم ہو جاتا ہے

۸؎ اس طرح کی پُردرد آرزوئیں کبار صحابہ سے مروی ہیں ایک صحابی کے بارے میں ہے کہ فرمایا کاش میں بکری ہوتا جسے ذبح کرلیا جاتا اور کھا لیا جاتا ایک اور صحابی سے مروی ہے کہ کاش میں جانور ہوتا جہاں چاہتا

بیٹھتا ، جہاں چاہتا جاتا اور کوئی ذمہ داری نہ ہوتی یا دست ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنت کی بشارت دی اور ان کی عاقبت محمود و اعلیٰ ہونے کی اطلاع دی۔ دیگر لوگوں کا حال کیا ہوگا؟ اگرچہ مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وعدہ حق ہے مگر اللہ تعالیٰ کا فرمان "لَا اُبَالِیْ" (مجھے کسی کی پرواہ نہیں) کمر توڑ دیتا ہے۔

۵۱۱۴ / ۱۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ اَدْلَجَ وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ اَلَاۤ اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِیَةٌ اَلَاۤ اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو ڈرتا ہے وہ اندھیرے[1] میں اٹھتا ہے جو اندھیرے[2] میں اٹھتا ہے وہ منزل پالیتا ہے سنو! اللہ کا سودا مہنگا[3] ہے سنو! اللہ کا سودا جنت ہے۔ (ترمذی)

۱؎ یعنی اول شب ہی چل پڑتا ہے کیونکہ غارت گری رات کے آخری حصہ میں ہوتی ہے۔

۲؎ اِدْلَاجٌ ، دال ساکن ، اول شب چلنا ، دال مشدد ہونے کی صورت میں آخری رات چلنا ، حدیث میں معنی اول مراد ہے۔

۳؎ اور یہ گراں قدر نعمتیں جان و مال خرچ کرنے سے حاصل ہوں گی۔

۵۱۱۵ / ۱۱ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ جَلَّ ذِکْرُهٗ اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَکَرَنِیْ یَوْمًا اَوْ خَافَنِیْ فِیْ مَقَامٍ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ کِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل ذکرہٗ فرمائے گا کہ آگ سے[1] اسے نکال لو جس نے مجھے ایک دن یاد کیا ہو[2] یا کسی جگہ مجھ[3] سے خوف کیا ہو[4] (ترمذی ، بیہقی ، کتاب البعث والنشور)

۱؎ روزِ قیامت ان فرشتوں کو جو دوزخ پر مقرر ہوں گے۔

۲؎ میرا حکم بجاآوری اور فرمانبرداری کی صورت میں۔

۳؎ ارتکابِ معصیت سے بچا ہو۔

۴؎ یہ ارشادِ نبوی میں اس بات کی بشارت ہے کہ جس نے بھی ایک مرتبہ اخلاص سے اپنے مولیٰ تعالیٰ کو یاد کیا یا کسی وقت اس کے خوف سے ڈرا آخر وہ دوزخ کے عذاب سے نجات پالے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے ابتداءً ہی جنت عطا کر دیں کیونکہ اس کی صفت ہے یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ (جس کو چاہے وہ معاف فرمادے جسے چاہے عذاب دے) یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ (جو چاہتا ہے کرتا ہے جو چاہے فیصلہ کرے) لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ اس سے کسی فعل پر سوال نہیں اور ان سے سوال کیا جاسکتا ہے)۔

۵۱۱۶ / ۱۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّقُلُوْبُھُمْ وَجِلَۃٌ اَھُمُ الَّذِیْنَ یَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ وَیَسْرِقُوْنَ قَالَ لَا یَا ابْنَتَ الصِّدِّیْقِ وَلٰکِنَّھُمُ الَّذِیْنَ یَصُوْمُوْنَ وَیُصَلُّوْنَ وَیَتَصَدَّقُوْنَ وَھُمْ یَخَافُوْنَ اَنْ لَّا یُقْبَلَ مِنْھُمْ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ)

مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس آیت مبارکہ کے بارے میں سوال کیا کہ وہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں ان کے دل ڈرتے ہیں [۱] کیا وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے اور چوری کرتے ہیں [۲] فرمایا نہیں [۳] اے صدیق کی بیٹی! یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے نمازیں پڑھتے اور صدقات دیتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کا عمل رد نہ ہو جائے [۴] یہ لوگ بھلائیوں میں میں جلدی کرتے ہیں [۵] (ترمذی، ابن ماجہ)

[۱] جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مخصوص بندوں کی صفت بیان کی ہے کہ وہ فقراء پر صدقہ کرتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں کہ ہمارا رب اس کو قبول نہ فرمائے۔

[۲] کیونکہ عذاب سے ڈرنا گناہ گاروں کا کام ہے۔

[۳] شراب پینے والے اور چوری کرنے والے مراد نہیں۔

[۴] اس پر دلیل یہ ہے کہ آیت کا آخری حصہ ہے اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وہ خیرات میں جلدی کرتے ہیں۔

[۵] واضح رہے کہ اس آیت کی دو قرائتیں ہیں۔ قراءت سبعہ یعنی قراء سبعہ سے مشہور یُؤْتُوْنَ یا لضم یا تو فعل مضارع از ایتاء ہے اور اٰتوا بمد ہمزہ اسی سے فعل ماضی ہے اور ایتاء کا معنی عطا ہے جیسا کہ ترجمہ میں آچکا ہے، دوسری قراءت "یاتون ما اتوا" شاذ ہے، یہاں یہ ایتان بمعنی کام کرنا سے مشتق ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ وہ لوگ جو کام کرتے ہیں اور ان کے دل ڈرتے ہیں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سوال اس قراءت سے زیادہ مناسب ہے۔ مصابیح کے بعض نسخوں میں بھی قراءت اوّل ہی ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ دوسری قراءت مناسب ہے۔

۵۱۱۷/۱۳ وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا ذَھَبَ ثُلُثَا اللَّیْلِ قَامَ فَقَالَ یَآ اَیُّھَا النَّاسُ اذْکُرُوا اللّٰہَ اذْکُرُوا اللّٰہَ جَآءَتِ الرَّاجِفَۃُ تَتْبَعُھَا الرَّادِفَۃُ جَآءَ الْمَوْتُ بِمَا فِیْہِ جَآءَ الْمَوْتُ بِمَا فِیْہِ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول تھا جب رات دو تہائی گزر جاتی تو بیدار ہوتے اور فرماتے [۱] اے لوگو! اللہ کا ذکر کرو، اللہ کا ذکر کرو، اللہ کو یاد کرو، دہلا دینے والی چیز آ پہنچی جس سے متصل پیچھے آنے والی آ پہنچی ہے موت آ پہنچی، ان تکالیف کے ساتھ جو موت میں ہیں [۲] (ترمذی)

[۱] نماز تہجد کے لیے

۲؎ تین مرتبہ

۳؎ نفخہ اُولیٰ مراد ہے جس سے قیامت قائم ہوگی تمام مخلوق مر جائے گی، رجف لغۃً حرکت کرنا، حرکت دینا اور سخت اضطراب کو کہتے ہیں، رجفہ بمعنی زلزلہ بھی ہے۔

۴؎ نفخہ ثانیہ جس کی بنا پر تمام لوگ اپنی اپنی قبور سے اٹھیں گے۔ الغرض اس سے قیامت کا یاد دلانا مقصود ہے تاکہ عملِ خیر اور یادِ حق کا سبب و باعث بنے۔

۵؎ اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ سونا حکمِ موت رکھتا ہے جو نفخۂ اولیٰ کا اثر ہے اور بیدار ہونا دوبارہ زندہ ہونا ہے جو نفخۂ ثانیہ کی طرح ہے اور یہ دونوں قیامت کی نشانیاں اور اسے یاد دلانے والی ہیں۔

۶؎ یعنی موت کے وقت اور اس کے بعد پیش آنے والے احوال۔

۵۱۱۸/۱۴ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوةٍ فَرَاَی النَّاسَ كَاَنَّهُمْ يَكْتَشِرُوْنَ قَالَ اَمَا اِنَّكُمْ لَوْ اَكْثَرْتُمْ ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ لَشَغَلَكُمْ عَمَّا اَرٰی اَلْمَوْتَ فَاَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ فَاِنَّهٗ لَمْ يَاْتِ عَلَی الْقَبْرِ يَوْمٌ اِلَّا تَكَلَّمَ فَيَقُوْلُ اَنَا بَيْتُ الْغُرْبَةِ وَاَنَا بَيْتُ الْوَحْدَةِ وَاَنَا بَيْتُ التُّرَابِ وَاَنَا بَيْتُ الدُّوْدِ وَاِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ مَرْحَبًا وَّاَهْلًا اَمَا اِنْ كُنْتَ لَاَحَبَّ مَنْ يَّمْشِیْ عَلٰی ظَهْرِیْ اِلَیَّ فَاِذْ وُلِّيْتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ اِلَیَّ فَسَتَرٰی صَنِيْعِیْ بِكَ قَالَ فَيَتَّسِعُ لَهٗ مَدَّ بَصَرِهٖ وَيُفْتَحُ لَهٗ بَابٌ اِلَی الْجَنَّةِ وَاِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْفَاجِرُ اَوِ الْكَافِرُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ لَا مَرْحَبًا وَّلَا اَهْلًا اَمَا اِنْ كُنْتَ لَاَبْغَضَ مَنْ يَّمْشِیْ عَلٰی ظَهْرِیْ اِلَیَّ فَاِذَا وُلِّيْتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ اِلَیَّ فَسَتَرٰی صَنِيْعِیْ بِكَ قَالَ فَيَلْتَئِمُ عَلَيْهِ حَتّٰی تَخْتَلِفَ اَضْلَاعُهٗ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَصَابِعِهٖ فَاَدْخَلَ بَعْضَهَا فِیْ جَوْفِ

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لائے لوگوں کو ہنستے ہوئے ۱؎ دیکھا۔ فرمایا! اگر تم لذتیں ختم کر دینے ۲؎ والی موت کا ذکر زیادہ کرو تو وہ تمہیں اس ۳؎ سے روک دے گی جو میں دیکھ رہا ہوں تو لذتیں ختم کرنے والی موت کا ذکر زیادہ کرو۔ کیونکہ قبر ہر دن یہ کلام کرتی ہے کہ میں غربت کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں اور جب بندۂ مومن دفن کیا جاتا ہے تو اس سے قبر کہتی ہے خوش آمدید ۴؎ تو اپنے گھر آیا ہے جو لوگ میرے اوپر چلتے ہیں ان سب میں تو بہت پیارا تھا اب جبکہ میں تیری والی بنی ہوں ۵؎ اور تو میرے پاس لوٹا تو تو دیکھ لے گا میرا برتاؤ ۶؎۔ فرمایا پھر قبر تا حدِ نظر فراخ ہو جاتی ہے اور دروازہ جنت کھول دیا جاتا ہے اور جب بدکار یا کافر بندہ دفن کیا جاتا ہے تو اسے قبر کہتی ۷؎ ہے نہ خوش آمدید اور نہ تو اپنے گھر آیا ہے، تو مجھے ان سب سے زیادہ ناپسند تھا جو میری پشت پر چلتے تھے تو آج جبکہ میں تیری والی بنائی گئی اور تو میری طرف لوٹا ہے تو میرا معاملہ اپنے ساتھ دیکھ لینا۔ فرماتے ہیں پھر قبر سکڑ جاتی ہے حتیٰ کہ مردہ کی پسلیاں ادھر کی

بَعْضٍ قَالَ وَيُقَيَّضُ لَهٗ سَبْعُوْنَ تِنِّيْنًا لَوْ اَنَّ وَاحِدًا مِّنْهَا نَفَخَ فِي الْاَرْضِ مَا اَنْبَتَتْ شَيْئًا مَّا بَقِيَتِ الدُّنْيَا فَيَنْهَسْنَهٗ وَيَخْدِشْنَهٗ حَتّٰى يُفْضٰى بِهٖ اِلَى الْحِسَابِ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ادھر ہو جاتی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں مبارک کو ایک دوسرے میں داخل فرما کر اشارہ کیا۔ فرماتے ہیں اور اس پر ستر تنّے ایسے سانپ مسلّط کر دیئے جاتے ہیں اگر ان میں ایک سانپ بھی زمین پر پھونک مار دے تو رہتی دنیا تک زمین کچھ نہ اگائے وہ اسے کاٹتے[۱۰] اور نوچتے ہیں حتیٰ کہ اسے حساب[۱۱] (یوم آخرت) تک پہنچایا جاوے گا۔ راوی بیان کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

(ترمذی)

۱؎ کشر، شین کے ساتھ دانتوں کی سفیدی، ہنستے وقت

۲؎ ھاذم، ذال ازہذم بمعنی قطع، روایت بھی اسی طرح ہے، بعض نسخوں میں دال بھی تحریر ہے یہ ہدم سے بمعنی عمارت کو گرانا آتا ہے۔ امام سیوطی کہتے ہیں کہ سہیلی نے تصریح کی ہے کہ روایت ذال کے ساتھ ہے۔

۳؎ اس سننے سے۔

۴؎ جس طرح پیارے مہمان کو کیا جاتا ہے

۵؎ وُلّیتُک، صیغہ مجہول، تولیت سے یا معلوم از ولایت ہے یعنی جب میں تجھ پر والی بنی ہوں۔

۶؎ اعلیٰ برتاؤ

۷؎ جیسے ناواقف اور بن بلائے مہمان کو کہا جاتا ہے۔

۸؎ ادھر کی ہڈیاں دوسری میں گھس جائیں گی۔

۹؎ حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۰؎ نہس، سین کے ساتھ، سامنے والے دانتوں کے ساتھ چبانا

۱۱؎ تا قیامت

$\frac{5119}{15}$ وَعَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَيَّبَتْنِيْ سُوْرَةُ هُوْدٍ وَاَخَوَاتُهَا ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابو جحیفہ[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ بوڑھے ہو گئے، فرمایا: مجھے سورۂ ہود[۲] نے بوڑھا کر دیا ہے اور اس جیسی دوسری سورتوں نے (ترمذی)

۵ہ یہ صحابی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات میں چھوٹے تھے لیکن سماع روایت کے حامل ہیں ان کے حالات کسی دوسرے مقام پر لکھے گئے ہیں۔

۵ہ بعض نسخوں میں سورۃ ہود واخواتہا (سورۃ ہود اور اس کی ہم مثل سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے) کے کلمات ہیں۔ ان سورتوں کا ذکر دوسری احادیث میں آیا ہے۔ شارحین نے فرمایا سورۃ ہود سے مراد اس کی آیت فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ ہے کیونکہ اعتقادات و اعمال ظاہری و باطنی میں افراط و تفریط کے بغیر صراطِ مستقیم پر استقامت انتہائی دشوار ہے اور درحقیقت آپ کو بڑھاپے کا عارض ہونا وَمَنْ تَابَ مَعَكَ کی وجہ سے ہے ورنہ آپ کی ذاتِ اقدس کمال استقامت و اعتدال کی کامل مظہر ہے یہاں دشواری کا کیا معنیٰ؟ یہی وجہ ہے کہ نسبت سورۃ شوریٰ کی طرف نہیں کی حالانکہ وہاں بھی انھی کلمات فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ کے ساتھ خطاب ہے لیکن وہاں وَمَنْ تَابَ مَعَكَ کے کلمات نہیں ہیں واضح ہو گیا کہ راہِ استقامت پر قائم رہنا اُمت کے لیے دشوار ہے، آپ کی ذاتِ اقدس کے لیے نہیں۔ لہٰذا ان دیگر سورتوں کو بھی اس معنی پر محمول کیا جانا چاہیے۔

۵۱۲۰/۱۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ وَالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتُ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ وَاِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ لَا يَلِجُ النَّارَ فِيْ كِتَابِ الْجِهَادِ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ بوڑھے ہو گئے۔ فرمایا مجھے سورۃ ہود، الواقعہ، المرسلات، عم یتساءلون اور اذا الشمس کوّرت نے بوڑھا کر دیا ہے۔ (ترمذی)

۵ہ کیونکہ ان سورتوں میں احوال آخرت، عذابِ نار اور سخت وعیدوں کا ذکر ہے۔

۵ہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ روایت جس کی ابتداء "لا یلج النار" سے ہے کتاب الجہاد میں مذکور ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۵۱۲۱/۱۷ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّكُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالًا هِيَ اَدَقُّ فِيْ اَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعْرِ كُنَّا نَعُدُّهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ يَعْنِي الْمُهْلِكَاتِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تم لوگ ایسے عمل کرتے ہو جو تمہاری نظروں میں بال سے زیادہ باریک ہیں ہم انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں ہلاک کرنے والے تصور کرتے تھے۔ (بخاری)

[۱] بڑے غور و فکر سے تم سمجھتے ہو کہ یہ نیک عمل ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا یا مراد یہ ہے کہ اس عمل کو تم حقیر گمان کر کے بجا لاتے ہو۔

[۲] یعنی ان اعمال کی جنس سے شمار کرتے تھے جو کرنے والے کی ہلاکت کا سبب اور کبائر کے حکم میں ہیں۔

۵۱۲۲ / ۱۸ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عَائِشَةُ اِيَّاكِ وَ مُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ فَاِنَّ لَهَا مِنَ اللّٰهِ طَالِبًا۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! تم حقیر[۱] اور معمولی گناہوں سے بچو ان کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مطالبہ[۲] ہے۔

(ابن ماجہ، دارمی، بیہقی، شعب الایمان)

[۱] جنہیں صغیرہ گمان کیا جاتا ہے

[۲] اس طرح کی عبارت زبانِ عرب سے بہت زیادہ مستعمل ہے مثلاً کہا جاتا ہے رَاَيْتُ مِنْ زَيْدٍ اَسَدًا میں زید سے شیر کو دیکھا، یعنی زید کو میں نے دیکھا گویا شیر کو دیکھا ہے اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے طالب و سائل ہوں۔

۵۱۲۳ / ۱۹ وَعَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ بْنِ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ هَلْ تَدْرِيْ مَا قَالَ اَبِيْ لِاَبِيْكَ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاِنَّ اَبِيْ قَالَ لِاَبِيْكَ يَا اَبَا مُوْسٰى هَلْ يَسُرُّكَ اَنَّ اِسْلَامَنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِجْرَتَنَا مَعَهٗ وَجِهَادَنَا مَعَهٗ وَعَمَلَنَا كُلَّهٗ مَعَهٗ بَرَدَ لَنَا وَاَنَّ كُلَّ عَمَلٍ عَمِلْنَا بَعْدَهٗ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَاْسًا بِرَاْسٍ فَقَالَ اَبُوْكَ لِاَبِيْ لَا وَاللّٰهِ قَدْ جَاهَدْنَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّيْنَا وَصُمْنَا وَعَمِلْنَا خَيْرًا كَثِيْرًا وَاَسْلَمَ عَلٰى اَيْدِيْنَا بَشَرٌ كَثِيْرٌ وَاِنَّا لَنَرْجُوْ ذٰلِكَ فَقَالَ اَبِيْ لٰكِنِّيْ اَنَا وَالَّذِيْ نَفْسُ عُمَرَ بِيَدِهٖ لَوَدِدْتُ اَنَّ ذٰلِكَ بَرَدَ لَنَا وَاَنَّ كُلَّ شَيْءٍ عَمِلْنَاهُ

حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کیا تم جانتے ہو میرے والد نے تمہارے والد سے کیا کہا تھا؟ عرض کیا مجھے معلوم نہیں، فرمایا میرے والد نے تمہارے والد سے کہا کہ اے ابو موسیٰ کیا تم کو یہ پسند ہے کہ ہمارا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں اسلام لانا، ہجرت کرنا، آپ کی معیت میں جہاد کرنا اور ہمارے وہ تمام اعمال جو ہم نے آپ کی معیت میں کیے وہ سب ہمارے لیے برقرار رہتے اور وہ تمام اعمال جو ہم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کیے ہم ان سے برابر سر برابر چھوٹ جاتے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جو کام کیے ان سے ہم برابر سر برابر چھوٹ جائیں تو تمہارے والد نے میرے والد سے کہا نہیں اللہ کی قسم! ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جہاد کیے، نمازیں پڑھیں، روزے رکھے اور بہت سے

یَعْدَہٗ نَجَوْنَا مِنْہُ کَفَافًا رَاسًا بِرَاسٍ فَقُلْتُ اِنَّ اَبَاکَ وَاللّٰہِ خَیْرًا مِّنْ اَبِیْ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

اچھے عمل کیے، ہمارے ہاتھوں پر بہت لوگ ایمان لائے ہم اس کے اجر کی امید رکھتے ہیں۔ میرے والد نے کہا لیکن سب مجھے تو اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ میں عمر کی جان ہے میں تو تمنا کرتا ہوں کہ وہ سب کچھ ہمارے لیے ثابت ہوا اور یہ کہ ہم نے اس کے بعد جو کام کیے ہیں ان سے نجات پا جائیں برابر سرابر تو میں نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! یقیناً تمہارے[۳] والد میرے والد سے بہتر تھے (بخاری)

ا۔ اشعری، یہ کبار تابعین میں سے ہیں۔

۲۔ یعنی نہ نفع نہ نقصان، نہ وہ موجب ثواب ہوں نہ وہ سبب عتاب۔ یعنی اگر وہ موجب ثواب نہ ہوتے تو ذریعہ عتاب ہی نہ ہوں گے۔ کسی نے بہت خوب کہا:۔ بیت

طاعت ناقص ما موجب غفراں نشود — راضیم گر مدد علت عصیاں نشود

(ہماری ناقص طاعت ہماری بخشش کا موجب نہ ہوگی ہم اس پر راضی ہیں کہ وہ نافرمانی کا سبب نہ ہو) یعنی وہ اعمال جو ہم نے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں آپ کے زیر سایہ کیے ان کی قبولیت کی امید رکھتا ہوں کہ وہ باقی رہیں گے، رہا معاملہ ان اعمال کا جو بعد میں کیے اگر پورا پورا حساب ہی ہو جائے تو غنیمت ہے

۳۔ یعنی تمہارے والد باوجود ان اعمال وفضائل کے مقام خوف وخشیت پر فائز ہونے کی وجہ سے میرے والد سے اونچا مقام رکھتے ہیں یا مراد تعجب کا اظہار ہے کہ تمہارے والد میرے والد سے اعلیٰ وافضل ہونے کے باوجود ڈرتے تھے پس معلوم ہو گیا کہ معاملہ نہایت ہی نازک ہے۔

۵۱۲۳ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِتِسْعٍ خَشْیَۃِ اللّٰہِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ وَکَلِمَۃِ الْعَدْلِ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضَا وَالْقَصْدِ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنٰی وَاَنْ اَصِلَ مَنْ قَطَعَنِیْ وَاُعْطِیَ مَنْ حَرَمَنِیْ وَاَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَنِیْ وَاَنْ یَّکُوْنَ صَمْتِیْ فِکْرًا وَّنُطْقِیْ ذِکْرًا وَّنَظْرِیْ عِبْرَۃً وَّاٰمُرَ بِالْعُرْفِ وَقِیْلَ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (رَوَاہُ رَزِیْنٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے میرے رب نے نو باتوں کا حکم دیا ہے۔ اللہ کا خوف خفیہ اور ظاہر، انصاف غصہ اور رضا میں[۱]، اعتدال حالت امارت وغربت میں[۲]، میں جوڑوں جو توڑے[۳] اسے دوں جو مجھے محروم کرے، اس کو معافی دوں جو مجھ پر ظلم کرے اور یہ کہ میری خاموشی فکر ہو[۴] میرا بولنا ذکر میرا دیکھنا عبرت، حکم دوں اچھائی کا، عرف کے بجائے بالمعروف بھی مروی ہے۔ (رزین)

ـــــــــــــــــــــــــــــــ

۱؎ آدمی جب کسی سے راضی ہوتا ہے تو اس کی مدح و تعریف کرتا ہے جب ناراض ہو جائے تو اس کے خلاف چلتا ہے چاہیے یہ کہ دونوں حالتوں میں یکساں رویہ ہو۔

۲؎ اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اتنا رزق ملے جو کافی ہو نہ امارت، نہ غربت، دوسرے یہ کہ دونوں احوال میں اعتدال پر رہا جائے یعنی حالتِ فقر میں جزع و فزع اور حالت غنا میں تکبر، سرکشی و بغاوت نہ ہو۔

۳؎ جیسا کہ بعض قریبی رشتہ دار قطع رحم کرتے ہیں تو اس مقام پر ان کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے۔

۴؎ جب میں خاموشی اختیار کروں تو معرفت کا حصول ہو۔

۵؎ مخلوق کو دیکھوں تو غفلت و جہل سے نہ دیکھوں بلکہ نگاہِ عبرت سے دیکھوں۔

۶؎ بعض روایات میں عرف کی جگہ لفظ معروف ہے، یہ خصلت زائد نہیں بلکہ جمیع خیرات و طاعات خواہ ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق خلق سے تمام کو جامع ہے گویا یہ تفصیل کے بعد اجمال ہے۔

۵۱۲۵ / ۲۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوْعٌ وَإِنْ كَانَ مِثْلَ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ثُمَّ يُصِيْبُ شَيْئًا مِنْ حُرِّ وَجْهِهٖ إِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس بندے کی آنکھوں سے مکھی[۱] کے برابر اللہ کے خوف سے آنسو نکل آئیں پھر وہ آنسو اس کے چہرے کے ظاہری حصہ کو چھوئیں[۲] تو اللہ تعالیٰ اس کو آگ[۳] پر حرام فرما دے گا۔ (ابن ماجہ)

۱؎ اگرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہو یہ اس کا چھوٹا اور قلیل ہونا بیان ہوا ہے۔

۲؎ یعنی آنکھ سے نکل کر چہرے پر گریں "حُر" حا پر پیش چہرے کا ظاہری حصہ اور اس کا مقابل حُرالدار سے مراد وسط دار ہوتا ہے۔

۳؎ دوزخ کی آگ

۳۳۶۔ بَابُ تَغَیُّرِ النَّاسِ

لوگوں میں تبدیلی کا بیان

ایک حالت سے دوسری حالت میں ہونا تغیر کہلاتا ہے۔ یہاں اس سے مراد وہ حال ہے جو حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں لوگوں کو بصورت دین پر استقامت، التزام احکام، اتباعِ حق، دنیا میں زہد، دنیا میں زیب و زینت بھی اس کے مال و اسباب، خرم، دبدبہ پر مغرور نہ ہونا، پسندیدہ اعمال، صفاتِ حمیدہ، اخلاقِ عالیہ پر ثبات قلب کا منور ہونا، صفائے باطن اور آخر زمانے میں مذکورہ صفات کے مخالف صفات کے متصل ہونا مراد ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

۵۱۲۶ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا النَّاسُ کَالْاِبِلِ الْمِائَةِ لَا تَکَادُ تَجِدُ فِیْهَا رَاحِلَةً۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ ان سو اونٹوں[۱] کی طرح ہیں جن میں تم ایک بھی سواری کے قابل نہ پاؤ گے۔ (بخاری و مسلم)

[۱] بعض روایات میں کَالْاِبِلِ مِائَةٍ کے الفاظ ہیں

[۲] راحلہ، اس اونٹ کو کہا جاتا ہے جو سفر کی طاقت اور بوجھ اٹھا سکتا ہو۔ اس میں تامبالغہ کے لیے ہے اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ لوگ تو کثرت سے ہوں گے۔ مگر ان میں سے پسندیدہ کردار جو قابلِ صحبت ہوں اور اعمالِ خیر پر معاون ہوں، نہایت ہی کم ہوں گے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان تین زمانوں کے بعد ہوں جن میں اس کے اخیار لوگ تھے لیکن حق یہ ہے کہ اس قید کی حاجت نہیں کیونکہ ان زمانوں کے اعتبار سے کامل مسلمان ان کی نسبت ہوں گے بالجملہ ایسے لوگ جو تمام صفاتِ جمیلہ سے موصوف ہوں ہر زمانہ میں کم ہوتے ہیں لیکن آخری دور میں بہت ہی کم۔ باقی ان زمانوں کی فضیلت اور خیر ہونا دوسرے زمانوں سے باعتبار کثرت و قلت کے ہے۔

۵۱۲۷ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَکُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَّذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰی لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے اگلوں کی راہ[۱] پر چلو گے[۲] بالشت بالشت کے مطابق اور گز گز کے مطابق حتیٰ کہ وہ اگر کسی گوہ[۳] کے سوراخ میں

قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

گھسے ہوں گے تو تم بھی ان کے پیچھے چلو گے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ کیا اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں فرمایا اور کون؟ (بخاری و مسلم)

۱؎ سُنن، سین پر پیش اور زبر

۲؎ ان کے طریقے اور عادات اپناؤ گے۔ مراد وہ بدعات اور خواہشات کی پیروی ہے جو انھوں نے اپنے پیغمبروں کی شریعت و تعلیمات کے خلاف بنائے تھے اور شریعت میں تبدیلی کر لی تھی۔

۳؎ شبر، زیر کے ساتھ، انگوٹھے سے لے کر چھوٹی انگلی تک یعنی بالشت ذِرَاعٍ، بالکسر انگلیوں کے سرے سے لے کر نصف بازو تک، صراح میں ہے۔

۴؎ ضَبٌّ، سوسمار یہ مشہور جانور ہے

۵؎ صحابہ نے پوچھا

۶؎ اگر وہ مراد نہیں تو کون مراد ہوں گے یعنی یہود و نصاریٰ کا مراد ہونا واضح و ظاہر ہے۔

۵۱۲۸ / ۳ وَعَنْ مِرْدَاسٍ الْاَسْلَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ وَتَبْقٰى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِيْرِ اَوِ التَّمْرِ لَا يُبَالِيْهِمُ اللّٰهُ بَالَةً۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت مرداس اسلمی ۱؎ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نیک لوگ لگاتار ۲؎ چلے جائیں گے، پیچھے بھوسا رہ جائے گا جیسے جو ۳؎ یا چھوہاروں کی بھوسی، اللہ تعالیٰ ان کی کوئی پرواہ نہیں فرمائے گا (بخاری)

۱؎ مرداس اسلمی، میم کے نیچے زیر، را ساکن، ان صحابہ میں سے ہیں جنھوں نے درخت کے نیچے آپ کی بیعت (رضوان) کی تھی، کوفیین میں شمار ہوتے ہیں، ان سے صرف یہی حدیث مروی ہے جسے بخاری نے روایت کیا۔

۲؎ یکے بعد دیگرے، ہر ایک کو پہلا فرمایا اس لیے جو پہلے جائے گا اس کے بعد جانے والا دوسروں کی نسبت سے پہلا ہوگا۔

۳؎ حُفالہ، حا مضموم، فاوہ ردی اور بے کار چیز جو کسی کام نہ آئے، حثالہ بھی اسی معنی میں آتا ہے اسے رذالہ بھی کہتے ہیں صراح میں ہے حفالہ بالضم ہر چیز کا بھوسہ، حثالہ بالضم جو کا پوست، کھجور کا کوٹا ہوا بھوسہ

۴؎ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی کوئی قدر و منزلت نہ ہوگی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

۵۱۲۹ / ۴ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَشَتْ اُمَّتِىْ الْمُطَيْطِيَاءَ وَخَدَمَتْهُمْ اَبْنَاءُ الْمُلُوْكِ اَبْنَاءُ فَارِسَ وَالرُّوْمِ سَلَّطَ اللّٰهُ شِرَارَهَا عَلٰى خِيَارِهَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب میری امت اکڑ اکڑ کر چلے اور فارس وروم کے شہزادے ان کی خدمت کریں تو اللہ ان کے اچھوں پر بدوں کو مسلط کر دیگا (ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث غریب ہے)

۱؎ بطریق تکبر۔ مطیطا۔ میم پر پیش طا پر فتحہ بالمد وبالقصر خوش ہونا اور اکڑ کر چلنا۔ مطا تکبر کی وجہ سے رخسار اور ابرو چڑھانا۔ قاموس وصحاح، مصابیح کے نسخوں اور مشکوٰۃ کے صحیح نسخہ حواشی اور اس کے شروع میں مطیطا ہے۔ یعنی دو طاء کے درمیان یاء ہے۔ دوسری طاء کے بعد یاء نہیں۔ مجمع البحار اور بعض حواشی کتاب میں بھی تحریر ہے کہ بعض کے نزدیک دوسری طاء کے بعد یاء کا حذف بھی مروی ہے، یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری طاء کے بعد یاء کا آنا بھی ثابت بلکہ راجح ہے۔

۲؎ ملک اور شہر فتح ہوں گے۔ فارس اور روم کے ملوک اور ان کی اولاد چاکری کرے گی۔

۳؎ واقعۃً جب بلاد روم وفارس فتح ہوئے اور وہاں کے ملوک خادم بنے تو آپ نے جس طرح فرمایا اسی طرح ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کو اسی طرح بنو امیہ کو بنو ہاشم پر مسلط کیا۔

۵۱۳۰ وَعَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتُلُوْا اِمَامَكُمْ وَتَجْتَلِدُوْا بِاَسْيَافِكُمْ وَيَرِثُ دُنْيَاكُمْ شِرَارُكُمْ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم اپنے امام کو قتل نہ کرو گے اور ایک دوسرے پر اپنی تلواریں چلاؤ گے اور بدترین لوگ تمہاری دنیا کے وارث ہوں گے (ترمذی)

۱؎ ایک دوسرے پر تم تلوار چلاؤ گے، اجتلاد، مجالدہ وتجالد، ایک دوسرے پر تلوار چلانا۔

۲؎ ملک وسلطنت ظالموں کے پاس آجائے گی، مسند اقتدار فاسقوں کے ہاتھ میں ہوگی۔

۵۱۳۱ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكُوْنَ اَسْعَدَ النَّاسِ بِالدُّنْيَا لُكَعُ بْنُ لُكَعٍ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَالْبَيْهَقِىُّ فِىْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ۔

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ دنیا کا کامیاب ترین شخص خبیث کے بیٹے خبیث ہوں گے۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں۔

۱؎ کثرت مال اور آسائش زندگی اور نفاذ حکم میں۔

۲؎ یعنی ایسے کمینے اور بے خوف ہوں گے کہ ان کی اصل نہ ہوگی۔ لکع، لام پر پیش، کاف پر زبر، کمینہ، احمق، غلام جو کوئی حرف صحیح طریقہ سے نہ بول سکتا ہو اور چھوٹے بچے کے معنی میں بھی آیا ہے۔

۵۱۳۲ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِىِّ قَالَ

حضرت محمد بن کعب القرظی سے ہے کہ مجھے ایک ایسے

حَدَّثَنِیْ مَنْ سَمِعَ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ اِنَّا لَجُلُوْسٌ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ فَاطَّلَعَ عَلَیْنَا مُصْعَبُ ابْنُ عُمَیْرٍ مَا عَلَیْهِ اِلَّا بُرْدَةٌ لَّهٗ مَرْقُوْعَةٌ بِفَرْوٍ فَلَمَّا رَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَکٰی لِلَّذِیْ کَانَ فِیْهِ مِنَ النِّعْمَةِ وَالَّذِیْ هُوَ فِیْهِ الْیَوْمَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَیْفَ بِکُمْ اِذَا غَدَا اَحَدُکُمْ فِیْ حُلَّةٍ وَّرَاحَ فِیْ حُلَّةٍ وَّوُضِعَتْ بَیْنَ یَدَیْهِ صَحْفَةٌ وَّرُفِعَتْ اُخْرٰی وَسَتَرْتُمْ بُیُوْتَکُمْ کَمَا تُسْتَرُ الْکَعْبَةُ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَحْنُ یَوْمَئِذٍ خَیْرٌ مِّنَّا الْیَوْمَ نَتَفَرَّغُ لِلْعِبَادَةِ وَنُکْفَی الْمُؤْنَةَ قَالَ لَا اَنْتُمُ الْیَوْمَ خَیْرٌ مِّنْکُمْ یَوْمَئِذٍ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

شخص نے خبر دی جس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ ہم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اچانک ہمارے سامنے مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمودار ہوئے جن پر صرف ایک چادر تھی وہ بھی چمڑے سے پیوند لگی ہوئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں دیکھا تو آپ رو پڑے اس نعمت کا تصور کرتے ہوئے جس میں وہ پہلے تھے اور اس حالت پر جس میں آج ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تم کیسے ہوگے جب تم میں سے کوئی ایک جوڑے میں صبح ملے گا اور دوسرے جوڑے میں شام۔ اس کے سامنے ایک پیالہ رکھا جائے گا اور دوسرا اٹھایا جائے گا اور تم اپنے گھروں کو ایسے کپڑے پہناؤ گے جیسے کعبہ کو پہنایا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اس دن آج کے دن سے اچھے ہوں گے کہ عبادت سے فارغ ہوں گے اور کام کاج سے اچھا لیے جائیں گے فرمایا نہیں تم اس کے مقابلہ میں آج اچھے ہو۔

(ترمذی)

۱؎ قرظی، قاف پر ضمہ، را پر فتحہ، ثقہ تابعی مدنی، نہایت ہی صالح اور عالم قرآن تھے۔ ان کے والد بنگان قریظہ میں سے تھے۔

۲؎ بُرد با پر ضمہ دھاری دار چادر (کذا فی القاموس)

۳؎ جو اس سے بیشتر مکہ میں ان کی حالت مال و نعمت کے اعتبار سے نہایت ہی اعلیٰ تھی۔

۴؎ فقر و فاقہ کی حالت، امام سیوطی، جمع الجوامع میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کی خدمت میں اس حال میں آئے کہ بھیڑ کا چمڑہ کمر پر باندھا ہوا تھا حضور علیہ السلام نے فرمایا اس شخص کو دیکھو جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے روشن و منور فرمایا ہے اور فرمایا میں نے دیکھا ہے اس کے والدین اسے خوب اچھا کھلاتے اور پہناتے ہیں لیکن آج اس کے جسم پر میں فقط ایک ایسا کپڑا دیکھ رہا ہوں جو ایک درہم سے بھی کم قیمت ہے مگر اسے اللہ اور اس کے رسول کی محبت نصیب ہوگی اور یہ حال ہو گیا ہے جو تم دیکھ رہے ہو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریشی کبار افضل صحابہ میں سے ہیں۔ دور جاہلیت میں امیر ترین تھے۔ جب

مسلمان ہوئے تو تمام مال چھوڑ دیا اور زہد کو پسند کر لیا، غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے، اس وقت ان کی عمر چالیس یا اس سے زائد برس تھی۔

سے صبح یعنی کوئی اور لباس اور شام کوئی اور

سے کھانے کا پیالہ

سے مال و نعمت، لباس، طعام اور مکان میں اسراف موجود ہے

سے کسب معیشت اور اہل و عیال کے بوجھ سے

سے کیونکہ آج تم حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہو جس کی وجہ سے تمھیں اس کی قربت حاصل ہے اور اس دن تم غیر حق کے ساتھ مشغول ہو جاؤ گے جس کی وجہ سے حق تعالیٰ سے دوری و غفلت ہو گی، یہ حدیث فقر کے غنا پر افضل ہونے پر دلیل ہے۔

۵۱۳۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ اَلصَّابِرُ فِيْهِمْ عَلٰى دِيْنِهٖ كَالْقَابِضِ عَلَى الْجَمْرِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِسْنَادًا)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ان میں اپنے دین پر صبر کرنے والے چنگاری پکڑنے والے کی طرح ہوں گے۔
(ترمذی نے کہا یہ حدیث سنداً غریب ہے)

سے دین پر استقامت اور ثابت قدمی سے گامزن رہنا

سے جس طرح ہاتھ میں چنگاری رکھنے والا صبر نہیں کر سکتا، اسی طرح دین پر ثابت قدمی و استقامت نہایت ہی دشوار اور مشکل ترین معاملہ ہو گا۔ کیونکہ فسق و فجور کا ظہور کثرت سے ہو گا لیکن دین کے ساتھی و معاون نہایت ہی قلیل ہوں گے۔

۵۱۳۴ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ اُمَرَاءُكُمْ خِيَارَكُمْ وَاَغْنِيَاءُكُمْ سُمَحَاءَكُمْ وَاُمُوْرُكُمْ شُوْرٰى بَيْنَكُمْ فَظَهْرُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِّنْ بَطْنِهَا وَاِذَا كَانَ اُمَرَاءُكُمْ شِرَارَكُمْ وَاَغْنِيَاءُكُمْ بُخَلَاءَكُمْ وَاُمُوْرُكُمْ اِلٰى نِسَائِكُمْ فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِّنْ ظَهْرِهَا۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمھارے حاکم بہتر ہوں گے، تمھارے مالدار سخی اور تمھارے کام آپس میں مشورہ سے ہوں گے تو تمھارے لیے زمین کی پشت اس کے باطن سے بہتر ہو گی اور جب تمھارے حاکم تم میں سے بدتر، تمھارے مالدار کنجوس اور تمھارے کام عورتوں کے سپرد ہوں گے تو زمین کا پیٹ تمھارے لیے اس کے ظاہر سے بہتر ہو گا۔
(ترمذی نے روایت کر کے اسے غریب کہا)

۱؎ مسلمانوں کی ایک رائے ہوگی اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ متفق ہوں گے۔ کوئی ایک حکم چلانے والا نہ ہوگا اور نہ ہی ایک دوسرے کی ممانعت کرنے والے ہوں گے۔

۲؎ یعنی تمہاری زندگی موت سے بہتر ہوگی۔

۳؎ ظاہر عبارت سے معلوم ہورہا ہے کہ ان کے درمیان اختلاف ہوگا کیونکہ یہ شوریٰ کے مقابل آیا ہے تو گویا اختلاف و تنازع اکثر طور پر عورتوں کی بات ماننے اور ان کی اتباع میں ہے۔

۴؎ اس وقت مرنا زندہ رہنے سے بہتر ہوگا۔

5135/9 وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعٰى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْاَكِلَةُ اِلٰى قَصْعَتِهَا قَالَ قَائِلٌ وَّمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ قَالَ بَلْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَّلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ قَالَ قَائِلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْوَهْنُ قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قریب ہے کہ لوگ[۱] تم پر ایک دوسرے کو اس طرح دعوت دیں گے جیسے کھانے والا اپنے پیالہ[۲] کی طرف دیتا ہے۔ ایک[۳] نے عرض کیا اس دن ہماری کمی کی وجہ سے ایسا ہوگا۔ فرمایا بلکہ اس دن زیادہ ہوں گے لیکن تم سیلاب کے میل[۴] کی طرح ایک سیل بن جاؤ گے اور اللہ تمہارے دشمنوں کے دلوں میں تمہاری ہیبت نکال دے گا اور تمہارے دل میں سستی اور کمزوری ڈال دے گا۔ کسی نے عرض کیا یارسول اللہ وہن کیا ہے؟ فرمایا دنیا کی محبت اور موت کا ڈر[۵]۔ (ابوداؤد، بیہقی، دلائل النبوۃ)

۱؎ کافر اور گمراہ لوگوں کے گروہ ایک دوسرے کو تمہاری شوکت کو توڑنے کی دعوت دیں گے۔

۲؎ جیسے وہ بغیر کسی رکاوٹ کے اس پیالہ کی طرف کھانے کے لیے دوڑ آتے ہیں۔ اسی طرح کافر لوگ تمہاری ہلاکت اور تمہیں ختم کرنے کے لیے بلاخوف و خطر حملہ آور ہوں گے۔ اس میں واضح طور پر اشارہ ہے کہ تم ان کے سامنے طعام و کھانے کی طرح ہو گے اور تمہیں بڑی آسانی کے ساتھ ہلاک کر دیں گے۔

۳؎ صحابہ میں سے۔

۴؎ تم سیلاب کے پانی پر خس و خاشاک کی طرح بہہ جاؤ گے۔ غُثاء، غین پر پیش۔ ثا مشدد پرانے درختوں کے پتے جو پانی کے اوپر بہتے ہیں یعنی تمہاری قوت و شجاعت ختم ہو جائے گی۔

۵؎ یعنی جب دنیا کے ساتھ رغبت و محبت ہوگی اور موت سے ڈر اور خوف تو اس وقت تم دشمنی کا مقابلہ نہ کر پاؤ گے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۵۱۳۶
۱۱ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا ظَهَرَ الْغُلُوْلُ فِيْ قَوْمٍ اِلَّا اَلْقَى اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ وَلَا فَشَا الزِّنَا فِيْ قَوْمٍ اِلَّا كَثُرَ فِيْهِمُ الْمَوْتُ وَلَا نَقَصَ قَوْمٌ الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِلَّا قُطِعَ عَنْهُمُ الرِّزْقُ وَلَا حَكَمَ قَوْمٌ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا فَشَا فِيْهِمُ الدَّمُ وَلَا خَتَرَ قَوْمٌ بِالْعَهْدِ اِلَّا سُلِّطَ عَلَيْهِمُ الْعَدُوُّ۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ)

تیسری فصل

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب بھی کسی قوم میں خیانت[۱] آتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں رعب ڈال دیتا ہے اور جس قوم میں زنا پھیل جائے وہاں موت میں کثرت ہو جاتی ہے۔ جو قوم ناپ تول میں کمی کرے[۲] اس کی روزی کم کر دی جاتی ہے۔ جس میں ناحق فیصلے ہوں وہاں خون ریزی اور جو عہد کو توڑ دے[۳] ان پر دشمن مسلط ہو جاتا ہے۔

[۱] غنیمت میں

[۲] ناپ تول میں خیانت

[۳] ختر، خا اور تا دھوکہ۔ صراح میں ہے ختر دو فریقوں کا ایک دوسرے کو فریب دینا۔ قاموس میں ہے ختر کا معنی غدر اور فریب ہے۔

۳۴۷۔ باب در لواحق متممات باب سابق

سابقہ باب کے لواحقات اور تتمہ کا بیان

باب الانذار والتحذیر

باب: ڈرانے اور محتاط کرنے کے بیان میں

الفصل الاوّل

۵۱۳۷
۱ عَنْ عِيَاضِ ابْنِ حِمَارٍ الْمُجَاشِعِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ فِيْ خُطْبَتِهٖ اَلَا اِنَّ رَبِّيْ اَمَرَنِيْ اَنْ اُعَلِّمَكُمْ مَا جَهِلْتُمْ مِمَّا عَلَّمَنِيْ يَوْمِيْ هٰذَا كُلُّ مَالٍ نَحَلْتُهٗ عَبْدًا حَلَالٌ وَاِنِّيْ خَلَقْتُ

پہلی فصل

حضرت عیاض بن حمار[۱] المجاشعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے خطبہ میں فرمایا آگاہ رہو کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا کہ میں تمہیں وہ سب[۲] سکھا دوں اس دن جو مجھے میرے رب نے سکھایا۔ جو مال میں کسی بندہ کو

عِبَادِیْ حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ وَاِنَّهُمْ اَتَتْهُمُ الشَّيٰطِيْنُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِيْنِهِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَّا اَحْلَلْتُ لَهُمْ وَاَمَرَتْهُمْ اَنْ يُّشْرِكُوْا بِيْ مَا لَمْ اُنْزِلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَاِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ فَمَقَتَهُمْ عَرَبَهُمْ وَعَجَمَهُمْ اِلَّا بَقَايَا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَقَالَ اِنَّمَا بَعَثْتُكَ لِاَبْتَلِيَكَ وَاَبْتَلِيَ بِكَ وَاَنْزَلْتُ عَلَيْكَ كِتَابًا لَّا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ تَقْرَؤُهٗ نَائِمًا وَّيَقْظَانَ وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اُحَرِّقَ قُرَيْشًا فَقُلْتُ اِذًا يَّثْلَغُوْا رَأْسِيْ فَيَدَعُوْهُ خُبْزَةً قَالَ اسْتَخْرِجْهُمْ كَمَا اَخْرَجُوْكَ وَاغْزُهُمْ نُغْزِكَ وَاَنْفِقْ فَسَنُنْفِقُ عَلَيْكَ وَابْعَثْ جَيْشًا نَّبْعَثْ خَمْسَةً مِّثْلَهٗ وَقَاتِلْ بِمَنْ اَطَاعَكَ مَنْ عَصَاكَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

دوں وہ حلال ہے[3] اور میں[4] نے اپنے بندوں کو پیدا کیا کہ وہ سارے برائیوں سے دور تھے۔ ان کے پاس شیاطین[5] آتے تو انھوں نے دین سے پھیر دیا اور ان پر وہ چیزیں حرام[6] کر دیں جو میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں اور انھیں مشورہ دیا کہ میرا شریک انھیں ٹھہرائیں جس پر میں نے کوئی دلیل نہ اتاری[7] اور اللہ نے زمین والوں کی طرف نظر فرمائی تو وہ عربیوں عجمیوں پر ناراض ہوا سوائے کچھ اہلِ کتاب[8] کے۔ فرمایا میں نے تم کو بھیجا ہے تاکہ امتحان[9] لوں اور تمھارے ذریعے سے امتحان[10] لوں اور میں نے تم پر ایسی کتاب اتاری جسے پانی نہ دھو سکے[11] تم سوتے جاگتے پڑھو[12] گے اور اللہ نے مجھے حکم دیا کہ قریشی کو جلاؤں[13] تو میں نے عرض کیا یا رب تب تو میرا سر کچل دیں[14] گے جیسے روٹی کی طرح۔ فرمایا تم انھیں[15] نکالو جیسے انھوں نے تمھیں نکالا، تم جہاد کرو[16] ہم تمھیں سامان دیں گے تم خرچ[17] کرو ہم تم پر خرچ کریں گے تم لشکر بھیجو ہم پانچ[18] گنا لشکر بھیجیں گے اپنے فرمانبرداروں کے ساتھ اپنے نافرمانوں سے جنگ کرو۔ (مسلم)

[1] عیاض بن حمار مجاشعی بروزن قمار مشہور حیوان ہے۔ عیاض عین پر کسرہ آخر میں ضاد، تمیمی مجاشعی، میم پر پیش۔ مجاشع بن دارم کی طرف نسبت ہے، صحابی ہیں اور انھیں بصری صحابہ میں شمار کیا جاتا ہے، یہ حضور علیہ السلام کے پرانے دوست ہیں۔ ایک روز انھوں نے حالتِ کفر میں آپ کو ہدیہ بھیجا جو آپ نے قبول نہ فرمایا جب مسلمان ہو گئے تو آپ نے قبول فرمالیا، ان سے مسلم نے بھی ایک حدیث روایت کی ہے۔

[2] میں تمھیں وہ سکھا دوں جسے تم ابھی تک نہیں جانتے۔

[3] بروجہ شرعی وہ حلال ہے، اسے کوئی آدمی اپنے طور پر حرام نہیں کر سکتا جیسا کہ دورِ جاہلیت میں لوگ اونٹ کو اپنے اوپر حرام کر لیتے جس طرح اس کی تفصیل سوائب کے معنی میں باب البکاء والخوف کی ابتداء میں گذر چکی ہے۔

[4] اور دوسری بات یہ ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو باطل سے حق اور کفر سے اسلام کی طرف مائل کیا ہے۔ یعنی ان میں قبولِ حق وطاعت کی استطاعت رکھی ہے، یہ انسان کی فطرت کی طرف اشارہ ہے۔ جس طرح فرمایا ہر بچہ فطرتِ اسلامی پر پیدا کیا جاتا ہے۔ بالفعل مسلمان نہیں یا اس سے مراد اسلام کا وہ دور ہے جو عہدِ میثاق میں قالوا بلیٰ

کی صورت میں تھا کہ تمام نے وہاں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا اقرار کیا اگرچہ اس کے بعد شرک کے ہوتے ہوئے اختلاف کرنے لگے۔ حنفاء، حنیف بروزن کریم کی جمع ہے صحیح الفطرت جو اسلام پر قائم ہو، عربوں کے ہاں حنیف سے مراد وہ لوگ ہیں جو دین ابراہیمی پر تھے۔ حنف کا اصلی معنی میلان کرنا ہے (القاموس)

۵ جو ابلیس کا لشکر ہیں، یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں انسان شیاطین بھی شامل ہوں۔ جیسا کہ حدیث میں کہ بچے کے والدین اسے یہودی بنا دیں یا نصرانی۔

۶ گمراہ کر دیا تا کہ وہ اللہ کی حلال کردہ اشیاء کو اپنے اوپر حرام کر دیں۔

۷ مراد بت ہیں جن کی عبادت کرتے حالانکہ ان کی پرستش پر کوئی دلیل نہیں سلطان مصدر ہے بمعنی غلبہ، سلطنت، حجت، برہان جیسے دل پر قہر و غلبہ کو سلطان کا نام دیتے ہیں اسی طرح بادشاہ کو سلطان کہا جاتا ہے۔

۸ جو دینِ موسیٰ، عیسیٰ علیہما السلام پر قائم تھے اور دین و کتاب میں کوئی تحریف و تبدیلی انھوں نے نہ کی تھی۔

۹ تا کہ میں دیکھوں تم نے دین و شریعت کے احکام مخلوق تک پہنچائے یا نہیں۔

۱۰ کیا مخلوق نے تمہاری بات کو تسلیم کیا ہے یا نہیں؟ باقی امتحان و آزمائش کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت محال ہے کیونکہ اس سے جہل لازم آتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس بلند و برتر ہے یہاں مراد ظہور ہوگا۔

۱۱ وہ زوال و نسخ سے محفوظ ہے یعنی وہ دلوں میں محفوظ اور اس کے احکام تا قیامت باقی رہیں گے۔

۱۲ آپ کے دل میں ہر حال میں محفوظ ہو گی یا اس سے مراد کمال لفظ و ضبط اور اس کی قراءت میں سہولت و آسانی ہے۔

۱۳ تا کہ اس کا نشان باقی نہ رہے۔

۱۴ ثلغ، ثا پر زبر سر کچلنا از فتح یفتح ثلغ کا معنی شدخ بھی کیا ہے اور شدخ کا معنی خشک و سخت چیز کو نرم اور پست کرنا ہوتا ہے، جیسے پھل درخت سے گرتا ہے اور پاؤں کے نیچے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے یعنی میں ان سے کیسے لڑوں اور ان پر کیسے غالب آؤں، میرا لشکر چھوٹا اور ان کا بڑا ہے۔

۱۵ جیسے انھوں نے تمہیں وطن سے نکال کر پریشان کیا۔

۱۶ پہلا لفظ غزا یغزو اور دوسرا اغزی یغزی سے ہے یعنی میں تجھے قوت دوں گا اور ان پر غلبہ عطا کروں گا۔

۱۷ اپنے لشکر پر ہم تجھے یہ تمام خرچہ مہیا کریں گے۔

۱۸ جیسا کہ بدر میں پانچ ہزار فرشتوں نے حضور علیہ السلام کی مدد کی۔

۵۱۳۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ صَعِدَ النَّبِيُّ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی اپنے قریبی خاندان کو

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّفَا فَجَعَلَ يُنَادِيْ يَا بَنِيْ فِهْرٍ يَا بَنِيْ عَدِيٍّ لِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ حَتّٰى اجْتَمَعُوْا فَقَالَ أَرَأَيْتَكُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا بِالْوَادِيْ تُرِيْدُ أَنْ تُغِيْرَ عَلَيْكُمْ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ قَالُوْا نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا قَالَ فَإِنِّيْ نَذِيْرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ فَقَالَ أَبُوْ لَهَبٍ تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ تَبَّتْ يَدَا أَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ نَادٰى يَا بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ إِنَّمَا مَثَلِيْ وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ رَأَى الْعَدُوَّ فَانْطَلَقَ يَرْبَأُ أَهْلَهُ فَخَشِيَ أَنْ يَسْبِقُوْهُ فَجَعَلَ يَهْتِفُ يَا صَبَاحَاهُ۔

ڈراؤ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صفا[1] پر کھڑے ہو کر آواز دی: اے بنی فہر! اے بنی عدی! قریش[2] کے خاندانوں[3] کو، حتیٰ کہ وہ تمام جمع ہو گئے فرمایا: بتاؤ اگر میں تمہیں خبر دوں کہ سواروں کا لشکر[4] اس جنگل میں ہے اور وہ تم پر[5] حملہ کرنا چاہتا ہے کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ بولے ہاں ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا ہی پایا ہے فرمایا میں تم کو سخت عذاب[6] کے آنے پر ڈراتا ہوں اس پر ابولہب[7] بولا: تیرے لیے ہلاکت ہو کیا تو نے ہم کو اسی لیے جمع کیا تھا، تب یہ آیت اتری، ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک[8] ہوں اور وہ خود ہلاک ہو۔

بخاری و مسلم اور ایک روایت میں ہے حضور نے آواز دی، اے عبد مناف[9] کی اولاد تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس[10] نے دشمن کو دیکھا تو اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتا ہوا چلا۔ پھر ڈرا کہ دشمن اس سے پہلے ہی پہنچ[11] جائے تو وہ چیخنے لگا یا صباحاہ[12]۔

[1] یہ خانہ کعبہ کے قریب ہے۔

[2] بطن بے شکم اور وہ گروہ جو قبیلہ قریش سے کمتر ہیں مراد ہیں، ان کا والد نضر بن کنانہ ہے۔ ان الفاظ کی تحقیق دوسرے مقام پر کر دی گئی ہے، فہر، فا کے نیچے کسرہ اور ہا ساکن

[3] بطون قریش

[4] اس وادی میں جس میں وادئ مکہ ہے۔

[5] کیا تم میری تصدیق کرو گے۔

[6] اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو سخت عذاب میں مبتلا کیے جاؤ گے۔

[7] یہ حضور علیہ السلام کے چچا ہیں تب اور تباب اس گھاٹے کو کہا جاتا ہے جس میں ہلاکت ہو اور ساحر کا بیان بقیہ ہے اور یہ جمع کے معنی میں بھی آتا ہے۔

[8] کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گستاخی کا عملاً ارتکاب کیا، ہلاکت تو اس کی ذات کیلیے ہے چونکہ اس نے ہاتھوں کو بھی استعمال کیا کیونکہ جب آپ نے ڈرایا تو اس نے پتھر اٹھا کر آپ کی طرف پھینکا بعض علماء کی رائے ہے کہ یہاں دونوں ہاتھوں سے مراد اس کی دنیا و آخرت ہے۔

۹ عبد مناف، ہاشم و عبد شمس کا والد ہے ۔
۱۰ اچانک دشمن کے لشکر کو دیکھ کر اپنی قوم کو بچانے کے لیے پہاڑ پر چڑھتا ہے تاکہ اس کی آواز سنائی دے۔ صراح میں ہے کہ ربا کا معنی نظر رکھنا، حفاظت کرنا اور بلند جگہ پر چڑھنا ہے ۔
۱۱ اس کے اطلاع کرنے سے پہلے دشمن آجائے گا یا یہ مرد اس دشمن کو خبر و اطلاع کرنے سے پہلے جائیگا دونوں معانی کا مآل ایک ہی ہے ۔
۱۲ یہ کلمہ قوم کو خطرے سے متنبہ کرنے کے لیے بولا جاتا ہے، اصل یہ ہے کہ اکثر طور پر غارت گری کو وقت صبح ہوتی ہے اس لیے یا صباحاہ سے شور کیا جاتا تاکہ اطلاع ہو جائے ۔

۵۳۷۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا فَاجْتَمَعُوْا فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ يَا بَنِيْ كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِيْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِيْ عَبْدِ شَمْسٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِيْ هَاشِمٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا فَاطِمَةُ اَنْقِذِيْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا غَيْرَ اَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَاَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِي الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ قَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اِشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ لَا اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّيَا بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ لَا اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا عَبَّاسَ ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا اُغْنِيْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَيَا صَفِيَّةُ عَمَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّيَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ سَلِيْنِيْ مَا شِئْتِ مِنْ مَّالِيْ لَا اُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے[۱] مروی ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ آپ اپنے قریبی خاندان والوں کو ڈرائیں، تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش کو بلایا جب وہ جمع ہو گئے تو آپ نے عام[۲] و خاص کو یہ خطاب فرمایا اے بنی کعب بن لوی! اپنے آپ کو آگ سے بچالو ۔ اے مرہ بن کعب کی اولاد اپنی جانوں کو آگ سے بچالو ۔ اے عبد شمس[۳] کی اولاد! اپنی جانوں کو آگ سے بچالو اے عبد مناف کی اولاد اپنی جانوں کو آگ سے بچالو، اے ہاشم[۴] کی اولاد! اپنی جانوں کو آگ سے بچالو، اے عبد المطلب کی اولاد! اپنی جانوں کو آگ سے بچالو ۔ اے فاطمہ[۵] اپنی جان کو آگ سے بچالو ۔ میں اللہ کے مقابل تمہارے لیے کسی خیر کا مالک نہیں ہوں ۔ سوا اس کے کہ تم سے رشتہ داری ہے جس کی تری[۶] کو میں تر رکھوں گا ۔ (مسلم) بخاری و مسلم کی روایت میں ہے ۔ اے گروہ قریش! اپنی جانیں بچالو میں اللہ کے مقابل تم سے کچھ رفع نہیں کر سکتا ۔ اے صفیہ[۷] رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پھوپھی! میں تم سے اللہ کے مقابل کچھ بھی دور نہیں کر سکتا ۔ اے فاطمہ محمد کی بیٹی! تم جو چاہو مجھ سے مال[۸] مانگ لو میں تم سے اللہ کے مقابل کچھ دور نہیں کر سکتا ۔

۱ یہ روایت ان الفاظ سے بھی مروی ہے ۔

۵۲ آپ نے جدِ بعید اور جدِ قریب دونوں کے ناموں پر بلایا تاکہ عام و خاص سبھی آجائیں۔
۵۳ ایمان لاؤ، نیک اعمال کرو تاکہ آتشِ دوزخ سے نجات پاؤ۔ لؤی لام پر پیش، ہمزہ پر فتحہ یا مشدد، یہ عبدِ مناف سے بہت اوپر ان کا جدِ اعلیٰ ہے۔
۵۴ عبدِ مناف، عبدِ شمس سے اوپر ہے اور اس کا والد ہے۔
۵۵ اس میں آپ کے تمام چچے اور ان کی اولاد شامل ہے۔
۵۶ یہ آپ کی جگر گوشہ ہیں، تمام خواتینِ عالم کی سربراہ ہیں، ان پر دوزخ کی آگ حرام ہے مگر ان کو بھی اس موقع پہ خطاب میں شامل فرمایا اور فرمایا کہ اللہ کے عطا کردہ اذن و تصرف کے بغیر میں بھی کچھ نہیں کر سکتا۔
۵۷ حق قوم و قرابت کی تری ہے اور اسے میں آب صلہ و احسان کے ساتھ جانتا ہوں۔ باقی اس لفظ کی تحقیق باب البر والصلہ میں گذر چکی ہے، یہ تخویف و انذار میں انتہا اور مبالغہ ہے ورنہ ان مذکورہ لوگوں میں سے بعض کے فضائل اور بہشت میں داخلہ کے بیان احادیث میں آچکا ہے۔ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ امت کے گناہ گاروں کے لیے حضور علیہ السلام کی شفاعت ہوگی تو آپ کے عزیز و اقارب کے لیے بطریقِ اولیٰ ہوگی مگر اس کے باوجود بے پروائی ہو سکتی ہے، اس کے حال و مقام کے مطابق وعظ و نصیحت فرمائی، یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان مذکورہ افراد کے فضائل اور آپ کے مقامِ شفاعت کا ذکر اس کے بعد والی احادیث میں آیا ہے، بالجملہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا جو آپ نے من و عن پہنچا دیا۔
۵۸ ایمان و طاعت کے ساتھ
۵۹ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پھوپھی ہیں۔ حضرت زبیر بن العوام کی والدہ ہیں جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، انھیں بھی ڈرایا جیسا کہ حضرت عباس نے چچا کو ڈرایا۔
۶۰ یہ گفتگو آپ نے مکہ میں کی، اس وقت آپ کے پاس مال نہ تھا یا تھوڑا سا مال کی بات بھی نہیں اور زیادہ مال کہاں سے آ گیا، البتہ آپ تجارت کیا کرتے تھے اس کے بارے میں شارحین نے فرمایا کہ یہاں مراد اصل مال کا ہونا نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر مال میری ملک میں ہو تو وہ آپ مجھ سے طلب کر سکتی ہیں۔ مگر نجاتِ آخرت میرے ملک میں نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۵۱۴۰ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُمَّتِیْ ھٰذِہٖ اُمَّۃٌ مَّرْحُوْمَۃٌ لَیْسَ عَلَیْھَا عَذَابٌ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابُھَا فِی الدُّنْیَا الْفِتَنُ وَالزَّلَازِلُ وَالْقَتْلُ۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری یہ امت صاحبِ رحمت ہے اس پر آخرت میں عذاب نہیں اس کا عذاب دنیا میں فتنے زلزلے اور قتل ہیں۔ (ابوداؤد)

لہ یعنی اس میں حق تعالیٰ اور نبی کی محبت اور اطاعت و فرمانبرداری ہے اور ان تمام صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مخصوص فرمایا ہے یہ پہلی کسی امت کو نصیب نہیں۔ ان کے ساتھ کرم و عفو، فضل و مغفرت اور حسن معاملہ کے ساتھ سلوک کی بھی بشارت دی گئی ہے اور یہ آخرت میں مستحق رحمت ہوگی۔

سلہ یہ تمام چیزیں اس بات پر شاہد ہیں کہ اس پر آخرت میں عذاب نہ ہوگا۔

سلہ جو مصائب و حوادثات سے لاحق ہوں گے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ اور درجات کی بلندی کا سبب ہوگا اور جو قتال وغیرہ ہوگا اگر وہ کافروں کے ہاتھ سے ہوگا تو انھیں شہادت کا درجہ اور اجر ملے گا۔ اگر مسلمانوں کے درمیان ہوگا تو کسی اشتباہ یا تاویل کی بنا پر ہوگا تو دونوں کو سلامتی حاصل ہوگی اور اگر ایک جانب صریحاً ظلم تو دوسری طرف مظلوم جنتی ماجور ہوگا۔ بعض شارحین فرماتے ہیں کہ عذابِ قبر صرف اس امت کا خاصہ ہے تاکہ یہ عذاب اس امت کو گناہوں سے پاک و مطہر کردے تاکہ آخرت میں عذاب سے نجات پا جائے اور اس آیت کریمہ کے بارے میں کہتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا (بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے) کہ اس امت کا خاصہ ہے۔ باقی وہ احادیث جو بتلاتی ہیں کہ کبیرہ کے مرتکب پر عذاب ہوگا تو ان میں منافات نہیں۔ کیونکہ قرآن نے واضح کر دیا ہے کہ غیر مشرک کی بخشش و مغفرت عموماً و خصوصاً مشیت باری تعالیٰ سے متعلق ہے۔ ضروری نہیں کہ عذاب کا وقوع ہو۔ اگر واقع ہے تو یہ لازم نہیں کہ ہر فرد کے لیے وقوع لازم ہو۔ شاید بعض کو عذاب ہو اور بعض نجات پا جائیں۔ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ (اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے) بالجملہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کے جو فضل و کرم ہیں ان کا تقاضا یہی ہے کہ اس کی مغفرت و بخشش ہو جائے البتہ یہ تمام اللہ تعالیٰ کی مشیت سے متعلق ہے۔ اس پر کوئی شے لازم نہیں لیکن مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وعدہ توجہ ضرور رکھتا ہے۔

۵۱۴۱ وَعَنْ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ بَدَاَ نُبُوَّۃً وَّرَحْمَۃً ثُمَّ یَکُوْنُ خِلَافَۃً وَّرَحْمَۃً ثُمَّ مُلْکًا عَضُوْضًا ثُمَّ کَائِنٌ جَبَرِیَّۃً وَّعُتُوًّا وَّفَسَادًا فِی الْاَرْضِ یَسْتَحِلُّوْنَ الْحَرِیْرَ وَالْفُرُوْجَ وَالْخُمُوْرَ یُرْزَقُوْنَ عَلٰی ذٰلِکَ وَیُنْصَرُوْنَ حَتّٰی یَلْقَوُا اللّٰہَ۔ (رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

حضرت ابو عبیدہ[1] اور حضرت معاذ بن جبل[2] رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کام[3] نبوت و رحمت سے شروع ہوا پھر خلافت و رحمت ہو جائے[4] گا پھر کٹ کھیتی[5] سلطنت[6] پھر ظلم، سرکشی اور زمین میں فساد ہو جائے گا۔ لوگ ریشم، زنا اور شراب کو حلال سمجھیں گے اس کے باوجود روزی دیے جائیں گے فتح دیے جائیں[7] گے حتیٰ کہ اللہ سے ملاقات کریں۔ (بیہقی، شعب الایمان)

لہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے ہیں۔

سلہ یہ کبار صحابہ میں سے ہیں۔

سلہ دین و ملت کا کام، بعض نسخوں میں "بد" کا لفظ الف کے ساتھ "بدا" ہے اس کا معنی ظہور ہوگا یعنی دین کے

ظہور کا دور نزول وحی ورحمت و نورانیت کا دور ہے۔

ؔ یہاں تک کہ خلفاء راشدین کا دور ختم ہو جائے اور خلافتِ حضور علیہ السلام کی نیابت میں دین و دنیا کے امور کو انجام دینا ہے۔

ۃ اس سے مراد مخلوق پر ظلم کا ظہور ہے "عَضُوضٌ" کا ٹنا عضوض عین پر زبر مبالغہ ہے۔ بعض روایات میں ملوک عضوض کے الفاظ ہیں معنی خبیث و شریر یعنی ظالم بادشاہ ہوں گے۔

ؔ مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں جبر جیم پر زبر اور باء کے ساتھ کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ مجمع البحار میں شرح شفاء کے حوالے سے ہے کہ یہ لفظ سکون با معنی تجبر ہے۔ قاموس میں ہے کہ جیم کے نیچے کسرہ بھی ہے یہاں یہ زیادہ مناسب ہے۔

ؔ باوجود ان کاموں کے انھیں روزی ملے گی اور مخالفین وکفار پر فتح دی جائے گی تاکہ دشمن ان کو ہلاک کر کے نام ونشان نہ مٹا دے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر رحمت ومغفرت کا وعدہ کر رکھا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت ہو کہ اگرچہ یہ فی ذاتہٖ فاسق ہوں گے مگر ان کی وجہ سے بعض احکامِ دین کی تائید ہو گی

ؔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے۔

۵۱۴۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ أَوَّلَ مَا يُكْفَأُ قَالَ زَيْدُ بْنُ يَحْيَى الْهَمَادِيُّ يَعْنِي الْإِسْلَامَ كَمَا يُكْفَأُ الْإِنَاءُ يَعْنِي الْخَمْرَ قِيْلَ فَكَيْفَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَدْ بَيَّنَ اللّٰهُ فِيْهَا مَا بَيَّنَ قَالَ يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اِسْمِهَا فَيَسْتَحِلُّوْنَهَا۔ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا سب سے پہلے جس کو الٹا کیا جائیگا زید بن یحییٰ ہمادی نے کہا اسلام کو جیسے شراب کے برتن میں الٹایا جاتا ہے عرض کیا گیا یارسول اللہ یہ کیسے ہو گا جبکہ اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا ہے فرمایا اس کا کوئی نام رکھ کر حلال ٹھہرالیں گے۔ (دارمی)

ؔ "اَكْفَاءُ" سرنگوں کرنا تاکہ پانی وغیرہ بہہ جائے۔ یُکْفَأُ اس شخص کو کہا جاتا ہے جو چہرے کے بل اوندھے منہ گر پڑے۔

ؔ اس حدیث کے راوی ہیں ان کی کنیت ابو عبداللہ، دمشقی خزاعی ہیں ان سے امام احمد اور دارمی نے روایت کی ہے ثقہ ہیں دو سو سات میں ان کا وصال ہے۔

ؔ یہاں نفی کا حکم راوی سے ساقط ہو گیا ہے۔

ؔ یہ لفظ بھی مروی ہے جو مراد واضح کرنے کے لیے لایا گیا ہے یعنی جسے سب سے پہلے اٹھایا جائے گا اسلام میں وہ شراب ہے اس حدیث کی شرح میں شارحین نے یہی تقریر کی ہے یہاں ایک اور توجیہ بھی ہے تو اس سے زیادہ واضح ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ جب لوگوں میں تبدیلی آئے گی تو آخر زمانے میں سب سے پہلے

احکام اسلام میں سے جو حکم تبدیل ہوگا وہ شراب کا حکم ہوگا کہ لوگ اسے پئیں گے اور تاویلات کے ذریعے حلال بنائیں گے۔

شہ شراب کے حکم کو کیسے تبدیل کر دیں گے؟

ٹہ اسے حرام قرار دیا گیا ہے اور اس کی حرمت پر واضح احکام ہیں

ٹہ اس میں حیلہ و تاویل سے کام لیں گے۔

شہ شراب کے علاوہ اس کا نام رکھ لیں گے مثلاً نبیذ، حالانکہ وہ شراب ہوگا اسی بہانے سے اسے شہد وغیرہ سے بنائیں گے اور پئیں گے اور کہیں گے کہ شراب انگور سے بنتا ہے، یہ انگور سے نہیں لہذا شراب نہیں، یہ نہیں جانتے ہوں گے کہ ہر نشہ آور حرام ہے، خواہ وہ شراب ہو یا اس کے حکم میں کوئی دوسری شے ہو۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۵۱۴۳ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًّا فَيَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ يَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَيَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ نُبُوَّةٍ ثُمَّ سَكَتَ قَالَ حَبِيْبٌ فَلَمَّا قَامَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ كَتَبْتُ اِلَيْهِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اُذَكِّرُهُ اِيَّاهُ وَقُلْتُ اَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بَعْدَ الْمُلْكِ الْعَاضِّ وَالْجَبْرِيَّةِ فَسُرَّ بِهٖ وَاَعْجَبَهٗ يَعْنِيْ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

تیسری فصل

حضرت نعمان[۱] بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نبوت تم میں رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ نے اسے چاہا، پھر اللہ تعالیٰ اسے اٹھا لے گا پھر طریق نبوت پر خلافت ہوگی اور رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، پھر اللہ تعالیٰ اسے بھی اٹھا لے گا، پھر نبوت ظلم کی بادشاہی ہوگی اور رہے گی اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا پھر نبوت کے طریقے پر خلافت ہوگی پھر آپ خاموش ہو گئے حبیب[۲] دارمی کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس سے کھڑے ہوئے تو میں نے یاد کروانے کے لیے یہ حدیث انہیں لکھ بھیجی اور کہا کہ امید ہے کہ آپ ظالم بادشاہوں اور جابروں کے بعد امیر المومنین ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر نہایت ہی خوش ہوئے۔ (بیہقی، دلائل النبوۃ)

لہ صحابی ہیں ہجرت کے بعد انصار کے ہاں سب سے پہلا بچہ جو پیدا ہوا وہ آپ ہی تھے۔

ٹہ یہ جلیل القدر صحابی ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رازداں ہیں صاحب سر الرسول ان کا لقب ہے۔

۵۳ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے تابع ہوگی ۔ منہاج کا معنی ظاہر اور کشادہ ہونا ۔
۵۴ شارحین کہتے ہیں اس سے مراد امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور ہے ۔
۵۵ حبیب بن سالم اس حدیث کے راویوں میں سے ہیں ۔ یہ حضرت نعمان بن بشیر کے آزاد کردہ غلام اور کاتب تھے ۔ ان سے حضرت قتادہ اور دیگر لوگوں نے روایت کیا ہے ۔
۵۶ حضرت عمر بن عبدالعزیز مجلس سے کھڑے ہوئے تو میں نے لکھا کہ اس حدیث سے آپ کی ذات مراد ہے

كِتَابُ الْفِتَنِ

فتنے کا بیان

فتن، فتنہ کی جمع ہے جیسے محن، محنت کی، آزمائش، شے کو پسند کرنا اور شے پر فریفتہ ہونا۔ اس کا معنی گمراہ ہونا اور گمراہ کرنا، گناہ، کفر، ذلت، عذاب، سونا وچاندی کا پگھلانا، جنون، مال واولاد کی محبت اور لوگوں کا رائے میں اختلاف کرنا بھی ہے۔ واضح ہو کہ مصنف نے یہاں سے لے کر آخر تک کتاب الفتن قائم کیا اور اس کے بعد ابواب ذکر کیے ہیں۔ اس کی وجہ واضح نہیں خصوصًا باب فضائل ومناقب کو کتاب الفتن میں شامل کرنے کی کوئی وجہ سمجھ نہیں آتی ۔ اگر یہ کہا جائے کہ جو کچھ بیان ہوا ہے اس پر اعتقاد کے ہم مکلف و پابند ہیں تو اس اعتبار سے وہ تمام اس کتاب کے تحت آسکتے ہیں ۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۵۱۴۴ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُوْنُ فِيْ مَقَامِهِ ذٰلِكَ إِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا حَدَّثَ بِهِ حَفِظَهُ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ قَدْ عَلِمَهُ أَصْحَابِيْ هٰؤُلَاءِ وَإِنَّهُ لَيَكُوْنُ مِنْهُ الشَّيْءُ قَدْ نَسِيْتُهُ فَأَرَاهُ فَأَذْكُرُهُ كَمَا يَذْكُرُ الرَّجُلُ وَجْهَ الرَّجُلِ إِذَا غَابَ عَنْهُ ثُمَّ إِذَا رَآهُ عَرَفَهُ ۔

پہلی فصل

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن ہم میں قیام فرمایا۔ آپ نے اسی جگہ قیامت تک ہونے والی ہر شے کے بارے میں خبر دی جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا جو بھول گیا وہ بھول گیا ۔ یہ بات میرے یہ دوست جانتے ہیں ان واقعات میں سے کوئی چیز ہوتی ہے جسے میں بھول چکا ہوتا ہوں پھر اسے دیکھتا ہوں تو اسے یاد کرلیتا ہوں جیسے کوئی شخص کسی کا چہرہ پہچان

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

لیتا ہے جب وہ اس سے غائب ہو رہا ہو پھر جب اسے دیکھتے تو پہچان لیتے۔

(بخاری و مسلم)

۱ آپ نے خطبہ و وعظ ارشاد فرمایا
۲ جو کچھ تا قیامت وقوع پذیر ہونا تھا تمام بیان فرما دیا۔
۳ بعض نے یاد رکھا اور بعض نے بھلا دیا۔
۴ جس کے بارے میں آپ نے خبر دی تھی۔
۵ بطریق اجمال و ابہام

٥١٣٥ (٢) وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تُعْرَضُ الْفِتَنُ
عَلَى الْقُلُوْبِ كَالْحَصِيْرِ عُوْدًا عُوْدًا فَاَيُّ قَلْبٍ
اُشْرِبَهَا نُكِتَتْ فِيْهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ وَاَيُّ
قَلْبٍ اَنْكَرَهَا نُكِتَتْ فِيْهِ نُكْتَةٌ بَيْضَاءُ
حَتّٰى تَصِيْرَ عَلٰى قَلْبَيْنِ اَبْيَضَ مِثْلَ
الصَّفَا فَلَا تَضُرُّهُ فِتْنَةٌ مَّا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ
وَالْاَرْضُ وَالْاٰخَرُ اَسْوَدُ مُرْبَادًّا كَالْكُوْزِ
مُجَخِّيًا لَا يَعْرِفُ مَعْرُوْفًا وَّلَا يُنْكِرُ
مُنْكَرًا اِلَّا مَا اُشْرِبَ مِنْ هَوَاهُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور انھی سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا دلوں پر فتنے پیش آئیں گے جیسے چٹائی کا رنگ[۱] جو دل فتنے پلا لیا گیا[۲] اس میں سیاہ دھبہ[۳] پیدا کر دیں گے اور جو دل انھیں بُرا سمجھے ان میں سفیدی[۴] پیدا ہو جائے گی حتیٰ کہ لوگ دو قسم کے دلوں پر[۵] ہو جائیں گے۔ ایک سفید جیسے[۶] سنگ مرمر اسے کوئی فتنہ نقصان نہ دے گا جب تک کہ آسمان و زمین قائم ہیں اور دوسرا کالا راکھ[۷] رنگ جیسے[۸] اوندھا کوزہ[۹]، وہ بھلائی کو نہ پہچانے[۱۰] نہ برائی کو بُرا جانے سوا[۱۱] اس خواہش[۱۲] کے جو اس کے دل میں پیدا کر دی گئی۔ (مسلم)

۱ عودا، اس لفظ کی تین طرح روایت ہے اول عین پر ضمہ اور دال، یہ مشہور تر ہے۔ روایت ہے، اب معنی یہ ہوگا دل پر فتنہ اس طرح آئے گا جس طرح بوریا بنتے ہوئے لکڑی، یکے بعد دیگرے اس میں داخل ہوتی ہے یہاں لکڑی سے مراد کھجور کی وہ سبز شاخیں ہیں جن سے بوریا بُنا جاتا ہے یا فتنہ بہ دل کو کھجور کی ان شاخوں کے ساتھ تشبیہ دینا مقصود ہے جن سے چارپائی بُنی جاتی ہے جیسے وہ ایک دوسرے میں داخل ہوتی ہیں اسی طرح دل پر پے در پے فتنہ برپا ہوگا، بعض کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد فتنہ کا دل پر اثر کرنا ہے جس طرح چٹائی سونے والے کے جسم سے چمٹ جاتی ہے، اور دوسرا لفظ عین پر زبر اور ذال کے ساتھ۔ اب معنی یہ ہوگا کہ فتنہ کے شر سے پناہ مانگی جیسا کہ اس کلام کے بعد جس میں کفر و معصیت کا ذکر ہو۔ جیسے نعوذ باللہ یا معاذ اللہ تیسری صورت یہ ہے کہ عین پر زبر اور دال اور مراد دل پر تکرار فتنہ ہے اور پہلی روایت پہ رفع و نصب دونوں

اور دوسری اور تیسری روایت کے مطابق فقط نصب ہی آ سکتا ہے اس کی شرح میں دیگر وجوہ بھی مروی ہیں یہاں فتنوں سے اعتقادات فاسدہ مراد ہیں یا اس سے عام، خواہ وہ شہوات نفسانیہ بھی ہو۔

ؔ۲ جس دل میں فتنہ راسخ ہو جائے اور اس میں زنگ پیدا ہو جائے جس طرح کپڑے پر رنگ پڑھ جاتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ اسے رنگ پلا دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی اس باب سے ہے وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ (دلوں کو بچھڑے کی محبت پلا دی گئی تھی)۔

ؔ۳ لکڑی گاڑنے سے جو اثر ہوتا ہے، اسے نکتہ کہا جاتا ہے اور اسی کا معنی نقطہ بھی ہے۔ اور اس چیز میں نقطہ جو اس کے رنگ مخالف میں ہو کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔

ؔ۴ جو دل فتنہ سے متاثر نہ ہو اور اسے قبول نہ کرے۔

ؔ۵ بصیر، باء اور تاء دونوں کے ساتھ ہے اگر یاء ہو تو اس کی ضمیر کا مرجع انسان ہو گا جو سیاقِ کلام سے مفہوم ہے اور دوسری صورت میں قلوب کی طرف راجع ہے۔ باقی رفع و نصب دونوں آ سکتے ہیں۔

ؔ۶ باقی تشبیہ فقط سفیدی میں نہیں بلکہ صلابت، قوت اور سختی میں بھی ہے۔

ؔ۷ مُرباداً، میم پر پیش، راء ساکن، دال مشدد، سیاہ و خاکستر رنگ

ؔ۸ جس میں فتنہ برپا ہو گا۔

ؔ۹ رُبدہ، پیش کے ساتھ۔ اربداد خاکستر رنگ ہونا۔ ایک روایت میں مرباء، باء کے بعد ہمزہ مکسورہ ہے

ؔ۱۰ جس طرح کوزے میں جو پانی تھا وہ باہر آ گیا یہی حال اس دل کا ہے جو نورِ ایمان اور معرفت سے خالی ہے

مُجخّی میم پر پیش، جیم پر زبر، خاء مشدد، مکسورہ بمعنی مائل اور جھکنا ہے۔

ؔ۱۱ جس میں دل گرفتار ہے یعنی خواہشِ نفس، یہی دل کی موت ہے اللہ تعالیٰ اس سے پناہ دے۔

۵۱۴۶ وَعَنْهُ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَيْنِ رَاَيْتُ اَحَدَهُمَا وَاَنَا اَنْتَظِرُ الْاٰخَرَ حَدَّثَنَا اَنَّ الْاَمَانَةَ نَزَلَتْ فِیْ جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ ثُمَّ عَلِمُوْا مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ عَلِمُوْا مِنَ السُّنَّةِ وَحَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِهَا قَالَ يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهٖ فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ اَثَرِ الْوَكْتِ ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ فَيَبْقٰى اَثَرُهَا مِثْلَ اَثَرِ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهٗ عَلٰى رِجْلِكَ فَنَفِطَ فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَّلَيْسَ فِيْهِ شَیْءٌ وَّيُصْبِحُ

انہی سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں دو خبریں دیں جن میں سے میں نے ایک تو دیکھ لی اور دوسری کا منتظر ہوں۔ ہم کو خبر دی کہ امانت لوگوں کے دلوں کے اصل میں اتری ہے۔ پھر لوگوں نے قرآن سیکھا پھر حدیث سیکھی۔ اور حضور نے ہم کو اس کے اٹھ جانے کی خبر دی، فرمایا آدمی ایک نیند سوئے گا تو اس کے دل سے امانت قبض کر لی جائے گی تو اس کا اثر چھالے کی طرح رہ جائے گا پھر ایک نیند سوئے گا تو امانت قبض کر لی جاوے گی حتیٰ کہ اس کا اثر آبلے کی طرح ہو جائے گا جیسے تم اپنے پاؤں پر چنگاری لگا دو تو

النَّاسُ يَتَبَايَعُوْنَ وَلَا يَكَادُ اَحَدٌ يُؤَدِّي الْاَمَانَةَ فَيُقَالُ اِنَّ فِيْ بَنِيْ فُلَانٍ رَجُلًا اَمِيْنًا وَّيُقَالُ لِلرَّجُلِ مَا اَعْقَلَهٗ وَمَا اَظْرَفَهٗ وَمَا اَجْلَدَهٗ وَمَا فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ابھار ہو جائے گے تم اسے پھولا ہوا دیکھو جس میں کچھ بھی نہ ہو لوگ خرید و فروخت کریں گے اور کوئی بھی امانت ادا نہ کرے گا حتیٰ کہ کہا جائے گا کہ فلاں قبیلہ میں ایک امانت دار شخص ہے اور کسی شخص کے متعلق کہا جائے گا کہ وہ کیسا عقل مند ہے کیسا خوش طبع ہے کیسا بہادر ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان نہ ہوگا (بخاری و مسلم)

۱؎ جس طرح آپ نے خبر دی اسی طرح اس کا وقوع ہوا۔

۲؎ اس کے مصداق کا بھی یقیناً وقوع ہوگا۔

۳؎ جذر، جیم پر زبر یا کسرہ، ذال ساکن، ہر چیز کی اصل، امانت سے مراد یا تو وہی معنی مشہور ہے کہ لوگوں کے حق میں خیانت نہ کرنا یا اس سے تمام تکالیف شرعیہ مراد ہیں جن کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ الْاٰيَة لیکن ان تمام کی اصل ایمان ہے جیسا کہ آخر حدیث میں بھی ہے وَمَا فِيْ قَلْبِهٖ مِنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ آپ کے ارشاد گرامی وَلَا يَكَادُ يُؤَدِّي الْاَمَانَةَ میں امانت بھی اسی پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان اور امانت کو قلوب مومنین میں پیدا کیا ہے۔

۴؎ یعنی اللہ تعالیٰ نے ارسال کتب اور انبیاء سے پہلے ہی دلوں میں امانت و ایمان کو پیدا فرما دیا تھا اب جو شخص اس سابقہ عنایت و ہدایت سے مستفید ہوگا وہی ان کتب و انبیاء سے مستفیض ہوگا، اس میں ایمان و امانت کے رتبہ و شان پر دلالت ہے کہ دلوں میں اثبات و انزال کے باوجود کتاب و سنت نے ان پر تاکید فرمائی ہے یہ وہ پہلی حدیث تھی کہ جسے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں دیکھا اور مشاہدہ کیا اور دوسری حدیث جس میں ہے کہ امانت ختم ہو جائے گی اس کا وقوع آپ کی ظاہری حیات کے بعد ہی ہوگا۔ جیسا کہ اس کا بیان ابھی آ رہا ہے۔

۵؎ نقصان امانت کے بارے میں فرمایا

۶؎ آیات قرآنی اور اتباع سنت سے غافل ہوگا یہ اس جملہ کے مقابل ہے فرمایا عَلِمُوْا مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ ۔

۷؎ یعنی کچھ انوار و ثمرات میں کمی واقع ہو جائے گی۔

۸؎ شی کا اثر اس بقیہ اور علامت کو کہا جاتا ہے

۹؎ وکت، واؤ پر زبر، کاف ساکن، آخر میں تا وکتہ کی جمع ہے۔ چیز کا وہ اثر جو اس کے رنگ کے خلاف نقطہ کی طرح ہو جیسا کہ سیاہ نقطہ سفید میں، بعض نے کہا کہ آنکھ سیاہی میں سفید نقطہ ظاہر ہونا ہے یعنی غفلت کے اجزاء اور

ارتکاب معصیت کی وجہ سے فوراً امانت کم ہو جائے گا۔ جب حالِ دل پر غور کرے گا تو سوائے اس کے اثر و نقطہ کے کچھ نہیں ہوگا۔

ﷺ پھر دوبارہ غافل ہو جائے گا

ﷺ جو جز باقی رہ گیا تھا

ﷺ مجل، میم پر زبر، جیم ساکن۔ کام کی وجہ سے ہاتھ کے چمڑے کا سخت ہونا، صراح میں ہے مجل کا معنی کام کی وجہ سے ہاتھ کا شوخ ہو جانا، اس کے بعد خود اس اثر کا بیان کیا۔

ﷺ مُنْتَبِرٌ۔ میم پر پیش، نون ساکن، تا پر زبر اور باء کے نیچے زیر۔ یہ منتبر بمعنی ارتفاع و بلندی سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اسی سے لفظ منبر مشتق ہے۔

ﷺ اس میں ایسی کوئی شے نہیں ہوگی جو کار آمد ہو اسی طرح وہ شخص جس کے دل سے امانت کا اثر ختم ہو گیا وہ بظاہر کار آمد نظر آئے گا مگر بباطن وہ کار آمد شے نہیں رہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وکت اور مجل سے امانت کے بقیہ کا دل میں رہنا مراد ہے لیکن اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ آبلہ کا اثر چھالے سے زیادہ ہوتا ہے اور سیاق کے مناسب یہی ہے کہ دوبارہ لوٹنے میں اثر پہلے کم ہو اس کا جواب یہ ہے کہ آبلہ کا اثر چھالے کے مقابلہ میں حقیر و قلیل ہے اسی لیے اسے بعد میں لائے لیکن یہ جواب ضعف سے خالی نہیں ہے۔ بعض شارحین نے وکت و مجل دونوں سے زوال امانت مراد لیا ہے یعنی پہلی دفعہ چھالے کی مانند اور دوسری دفعہ آبلہ کی مانند زائل ہوگا لہٰذا آبلہ کا مرتبہ چھالے سے زیادہ ہوگا کیونکہ اس دفعہ وہ بھی ختم ہوگا کہ پہلی صورت میں باقی تھا۔

ﷺ شریعت کے احکام کی پابندی نہیں کرے گا بلکہ لوگوں کے حق میں خیانت کرے گا۔

ﷺ امانت دار لوگوں کی قلت و کمی اور نادر الوجود ہونے سے

ﷺ باوجود کثرت افراد کے۔

ﷺ ان صفات سے متصف کیا جائے گا جو عرفِ عام سے فضائل و کمالات ہوتے ہیں۔

ﷺ کاروبار دنیا و معیشت میں کتنا دانا ہے؟

ﷺ خوش گوئی اور خوش زبانی میں کتنا اچھا ہے؟

ﷺ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اصل کام ایمان اور تربیت نفس ہے، باقی سب متاع ہے اگر اہل دنیا اسے خوب جانتے ہوئے تعریف و مدح کریں وہی تعریف معتبر ہے جس کی بنا پر تقویٰ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نصیب کریں۔ آمین۔

۵۱۴۷ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِيْ

اور انھی سے مروی ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خیر کے بارے میں سوال کرتے اور میں شر کے بارے میں پوچھتا تھا۔ اس کے پیش نظر کہ

قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّا كُنَّا فِيْ جَاهِلِيَّةٍ وَّشَرٍّ فَجَاءَنَا اللهُ بِهٰذَا الْخَيْرِ فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ قَالَ نَعَمْ وَفِيْهِ دَخَنٌ قُلْتُ وَمَا دَخَنُهٗ قَالَ قَوْمٌ يَسْتَنُّوْنَ بِغَيْرِ سُنَّتِيْ وَيَهْدُوْنَ بِغَيْرِ هَدْيِيْ تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ قُلْتُ فَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ دُعَاةٌ عَلٰى اَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ اَجَابَهُمْ اِلَيْهَا قَذَفُوْهُ فِيْهَا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ صِفْهُمْ لَنَا قَالَ هُمْ مِّنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُوْنَ بِاَلْسِنَتِنَا قُلْتُ فَمَا تَاْمُرُنِيْ اِنْ اَدْرَكَنِيْ ذٰلِكَ قَالَ تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِمَامَهُمْ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُمْ جَمَاعَةٌ وَّلَا اِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ اَنْ تَعَضَّ بِاَصْلِ شَجَرَةٍ حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَاَنْتَ عَلٰى ذٰلِكَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ يَكُوْنُ بَعْدِيْ اَئِمَّةٌ لَا يَهْتَدُوْنَ بِهُدَايَ وَلَا يَسْتَنُّوْنَ بِسُنَّتِيْ وَسَيَقُوْمُ فِيْهِمْ رِجَالٌ قُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الشَّيَاطِيْنِ فِيْ جُثْمَانِ اِنْسٍ قَالَ حُذَيْفَةُ قُلْتُ كَيْفَ اَصْنَعُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنْ اَدْرَكْتُ ذٰلِكَ قَالَ تَسْمَعُ وَتُطِيْعُ الْاَمِيْرَ وَاِنْ ضُرِبَ ظَهْرُكَ وَاُخِذَ مَالُكَ فَاسْمَعْ وَاَطِعْ ۔

کہیں وہ مجھے نہ پہنچ جائے، بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم پہلے جاہلیت و شر میں تھے پھر اللہ تعالیٰ ہمارے پاس یہ خیر لایا، تو کیا اس خیر کے بعد کوئی شر ہوگا ۔ فرمایا ہاں! عرض کیا گیا کیا اس شر کے بعد خیر ہوگی؟ فرمایا ہاں مگر اس خیر میں کدورت ہوگی۔ عرض کیا کدورت سے کیا مراد ہے؟ فرمایا وہ قوم جو میرے طریقے کے خلاف طریقہ اختیار کرلے گی اور میری عادت کے خلاف عادت قبول کرے گی ان کی بعض باتیں اچھی پاؤ گے اور بعض بری ۔ عرض کیا گیا اس خیر کے بعد شر ہوگی فرمایا ہاں دوزخ کے دروازہ پر بلانے والے جو دوزخ کی طرف ان کی بات مانے گا اسے دوزخ میں ڈال دیں گے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کی علامات بھی بتائیے ۔ فرمایا وہ ہمارے گروہ سے ہوں گے ہماری زبان میں کلام کریں گے ۔ عرض کیا کہ اگر میں یہ پاؤں تو میرے لیے کیا حکم ہے ۔ فرمایا مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو پکڑے رہنا ۔ عرض کیا اگر مسلمانوں کی جماعت اور امام نہ ہو؟ فرمایا ان تمام فرقوں سے الگ رہنا اگرچہ اس طرح ہو کہ تم کسی درخت کی جڑ دانتوں سے پکڑ لو حتی کہ تم کو اسی حالت میں موت آجائے ۔

(بخاری و مسلم) اور مسلم کی روایت میں یہ بھی آیا ہے فرمایا میرے بعد ایسے پیشوا ہوں گے جو نہ تو میری سنت اختیار کریں گے اور نہ ہی میرے طریقے کو اپنائیں گے ان میں سے کچھ لوگ اٹھیں گے جن کے دل شیطانوں کے دل ہوں گے انسانی جسموں میں، حضرت حذیفہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں یہ وقت پاؤں تو کیا کروں؟ فرمایا اپنے امیر کی سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تیری پشت ماری جائے اور تیرا مال لے لیا جائے پس سن اور اطاعت کر۔

سلہ عقل مند آدمی کے نزدیک نفع کے حصول سے نقصان سے محفوظ رہنا ہی اہم ہے ؎ شر سے مراد وہ فتنے اور حوادث ہیں جو لوگوں کے درمیان ان کے نزاع وجدال کی وجہ سے ظاہر و واقع ہوئے، یا اگرچہ موافق حق نہ تھے باقی منہیات شریعت میں معین ہیں اور ان کا سوال ان سے ہی مخصوص نہیں جیسا کہ سیاق حدیث اس پر دال ہے

سلہ آپ کے مبارک وجود مسعود کے ذریعے اسلام عطا فرمایا اور اس پر عمل کی توفیق دی۔

سلہ کیا اس خیر کے بعد شر، ظلم اور دین میں اختلال کا اندیشہ ہے۔

سلہ دین اس نہج پر قائم ہو جائے جس طرح کہ تھا۔

سلہ دَخَنٌ، دال اور خاء دونوں پر زبر، یہ دُخان کے معنی میں ہے یعنی وہ چیز جو شر کے ساتھ متصل ہو یعنی لوگوں کے دلوں میں جو صدق اور خلوص تھا وہ نہیں رہے گا۔ وہ اعتقادات صحیحہ، اعمالِ صالحہ اور وہ بادشاہوں کا عدل و انصاف جو قرنِ اول میں تھا نہ رہے گا، برائی اور بدعات پیدا ہو جائیں گی۔ اہلِ بدعت و اہلِ سنت مخلوط ہو جائیں گے

سلہ یعنی معروف و منکر، جائز و ناجائز، دونوں ان میں جمع ہوں گے اور خیر و شر کا امتزاج و اختلاط ہو گا اور یہی آپ کے ارشاد تَعْرِفُ فِیْہِ دَخَنٌ اَوْ یَسْتَنُّوْنَ بِغَیْرِ سُنَّتِیْ سے بھی یہی مراد ہے۔ بعض نے فرمایا شر کے بعد خیر سے مراد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور ہے اور "اَلَّذِیْنَ تَعْرِفُ مِنْھُمْ وَتُنْکِرُ" سے مراد ان کے بعد آنے والے امراء ہیں، ان کے درمیان جو کوئی تھے انھوں نے بدعت کو رواج دیا مثلاً خوارج یعنی شارحین کی رائے ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ شر سے حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہو اور اس کے بعد خیر امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور ہو، کدورت و شر سے مراد وہ جماعت ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر منبر پر بیٹھ کر لعنت کیا کرتے تھے۔

سلہ وہ کون لوگ ہوں گے، ان کے اوصاف کیا ہوں گے؟ تاکہ میں انھیں پہچان سکوں۔

سلہ ہماری جنس یا ہمارے اقرباء یا ہمارے دین و ملت سے ہوں گے۔ جلد شے کے ظاہر کو کہتے ہیں اس کا اصلاً معنی تن کا پردہ ہے جسے پوست کہا جاتا ہے۔

سلہ جو کتاب و سنت پر قائم ہوں گے

سلہ تو میں کیا کروں؟

سلہ مراد تحمل شدائد و مصائب ہیں یعنی خواہ تجھے گھاس و لکڑی کھانی پڑ جائے تو اس گھاس و جنگل پر قناعت کرنا

سلہ وہ صورۃً تو آدمی ہوں گے مگر سیرتِ باطن میں شیطان، جثمان، جیم پر پیش، ثا ساکن

سلہ جو بھی تم پر مقرر ہو

سلہ اگرچہ تیری ذات اور مال پر ظلم ہو، تجھے پیٹا جائے اور تیرا مال چھین لیا جائے۔ ضُرِبَ اور اُخِذَ مجہول اور معروف دونوں طرح ہیں یعنی ہر حال میں صبر و قناعت سے کام لینا۔ دین و ملت میں فتنہ نہ ڈالنا اور نہ بغاوت کرنا اگر اکراہ سے کام لیں تو پھر عزیمت کی راہ پر چلنا، آخری الفاظ عدم بغاوت و عدم فتنہ میں تاکید پیدا کرنے کیلئے

لائے گئے ہیں ۔

۵۱۴۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَّيُمْسِیْ كَافِرًا وَّيُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَّيُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيْعُ دِيْنَهٗ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان فتنوں سے پہلے اعمال کر لو جو اندھیری رات کے حصص کی طرح ہوں[1] کہ انسان صبح کرے گا حالتِ ایمان میں اور شام حالتِ کفر میں کرے گا، اسی طرح شام کو مومن اور صبح کو کافر ہوگا[2]، دنیاوی سامان کے عوض[3] دین فروخت کر دے گا ۔ (مسلم)

[1] ان فتنوں کے نزول سے پہلے پہلے نیک اعمال کر لو، کیونکہ ان کے وقت میں محنت وابتلاء میں انسان اس طرح جکڑ جائے گا کہ نیک عمل کرنا دشوار ہو جائے گا بلکہ اس وقت لوگوں کا حال یہ ہوگا جو بیان ہونے والا ہے ۔

[2] اہلِ زمانہ اور اربابِ حکومت کے فتنوں اور بلاؤں کی وجہ سے اسی طرح اختلاط اور حاجات میں گرفتاری ہوگی کہ وہ مجبور ہو کر ان کے پاس آئے گا تاکہ اپنی حاجت پوری کرائے مگر وہاں ان کے تابع ہو، ایسے امور میں ان کی موافقت کرے گا جن کا تعلق دینِ اسلام سے نہیں اور یہ معنی بیان کرنا بھی درست ہے کہ صبح کے وقت اپنے مسلمان بھائی کے مال و جان کی حرمت کرنے کی وجہ مسلمان ہوگا اور شام کو اسے حلال جان کر کافر ہو چکا ہوگا اور اس تحلیل کی بنا پر جنگیں لڑائیاں اور فتنے پیدا ہوں گے لیکن پہلا معنی آپ کے ارشاد کے اگلے حصے کے زیادہ مناسب ہے ۔

[3] اپنے ایمان کو متاعِ قلیل (دنیا) کے عوض بیچ ڈالے گا ۔

۵۱۴۹ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُوْنُ فِتَنٌ اَلْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِیْ وَالْمَاشِیْ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِیْ مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ فَمَنْ وَّجَدَ مَلْجَاً اَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهٖ ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ تَكُوْنُ فِتْنَةٌ اَلنَّائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَقْظَانِ وَالْيَقْظَانُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِیْ فَمَنْ وَّجَدَ مَلْجَاً اَوْ مَعَاذًا فَلْيَسْتَعِذْ بِهٖ ۔

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب ایسے فتنے برپا ہوں گے[1] ان میں بیٹھ رہنے والا[2] کھڑا ہونے والے سے بہتر ہوگا اور ان میں کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور ان میں چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا جو ان کی طرف جھانکے[3] گا وہ اسے اچک لیں گے تو جو کوئی پناہ[4] یا ٹھکانہ پائے تو اس کی پناہ لے لے (بخاری و مسلم) اور مسلم میں ہے ان فتنوں میں سونے والا جاگنے[5] والے سے بہتر اور جاگنے والا کھڑا ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا دوڑنے[6] والے سے بہتر جس کو کوئی ٹھکانہ یا پناہ گاہ نہ ملے تو اس کی پناہ لے لے ۔

۱؎ کیونکہ اس فتنہ تک پہنچنے میں ایک درجہ کھڑا ہونے والے سے کم استعداد رکھتا ہے

۲؎ یعنی ان کا قرب ان میں وقوع کا سبب ہوگا اور ان کے شر سے خلاصی کی یہی صورت ہے کہ ان سے دور رہا جائے۔

۳؎ ملجاء و معاذ لغت میں ان دونوں کا معنی ایک ہے۔ راوی شک کی بناء پر یا برائے تاکید لائے۔

۴؎ یہ حالت نیند میں باخبر نہیں اور نہ اس کی خبر سن سکتا ہے لہٰذا یہ بیدار سے بہتر ہوگا۔

۵؎ یہاں سعی سے مراد ایسا چلنا ہے جس میں سعی ہو۔ صراح میں ہے سعی، دوڑنا، جلدی کرنا، کسب و کام کرنا، یہاں آخری معنی مراد ہے۔

۵۱۵۰ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتَنٌ اَلَا ثُمَّ تَكُوْنُ فِتَنٌ اَلَا ثُمَّ تَكُوْنُ فِتَنٌ اَلْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِيْ فِيْهَا وَالْمَاشِيْ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِيْ اِلَيْهَا اَلَا فَاِذَا وَقَعَتْ فَمَنْ كَانَ لَهٗ اِبِلٌ فَلْيَلْحَقْ بِاِبِلِهٖ وَمَنْ كَانَ لَهٗ غَنَمٌ فَلْيَلْحَقْ بِغَنَمِهٖ وَمَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَلْيَلْحَقْ بِاَرْضِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ اِبِلٌ وَّلَا غَنَمٌ وَّلَا اَرْضٌ قَالَ يَعْمِدُ اِلٰى سَيْفِهٖ فَيَدُقُّ عَلٰى حَدِّهٖ بِحَجَرٍ ثُمَّ لِيَنْجُ اِنِ اسْتَطَاعَ النَّجَاءَ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ ثَلٰثًا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ اُكْرِهْتُ حَتّٰى يُنْطَلَقَ بِيْ اِلٰى اَحَدِ الصَّفَّيْنِ فَضَرَبَنِيْ رَجُلٌ بِسَيْفِهٖ اَوْ يَجِيْءُ سَهْمٌ فَيَقْتُلُنِيْ قَالَ يَبُوْءُ بِاِثْمِهٖ وَاِثْمِكَ وَيَكُوْنُ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب فتنے ہوں گے، آگاہ رہو پھر فتنے ہوں گے آگاہ رہو پھر فتنے ہوں گے، بیٹھنے والا ان میں چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا ان کی طرف دوڑنے والے سے بہتر ہوگا آگاہ رہو کہ جب وہ فتنے واقع ہو جائیں تو جس کے پاس اونٹ ہے وہ اپنے اونٹوں میں چلا جائے جس کے پاس بکریاں ہوں وہ اپنی بکریوں میں چلا جائے اور جس کے پاس اپنی زمین ہو وہ اپنی زمین میں چلا جائے[۱] ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ جس کے پاس اونٹ بکریاں اور زمین نہ ہو؟ فرمایا وہ اپنی تلوار کی طرف رُخ کرے اس کی دھار پتھر سے کوٹ دے[۲] پھر الگ ہو جائے اگر الگ ہونے کی طاقت ہو[۳]۔ اے اللہ میں نے پیغام پہنچا دیا ہے تین بار فرمایا۔ پھر ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر مجھے کوئی مجبور کر دے حتی کہ مجھے دو صفوں کے درمیان تک لے جائے پھر مجھے کوئی شخص اپنی تلوار سے مار دے یا تیر آئے جو مجھے قتل کر دے۔ فرمایا وہ اپنا اور تمہارا گناہ لے کر لوٹا[۴] اور وہ دوزخی ہوگا۔

(مسلم)

ے زمین سے مراد وہ جگہ ہے جو فتنہ سے دور ہو یعنی فتنہ سے دور جاکر اپنے کام میں مشغول رہا جائے۔
ے اس کی دھار توڑ ڈالے تاکہ کارزار میں خود اپنی ذات کو وہ کاٹ نہ سکے۔
ے اس جیسی احادیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ فتنہ کی حالت میں قتال ہرگز جائز نہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جب دو مسلمان گروہوں کے درمیان لڑائی واقع ہو جائے تو احتراز کرنا واجب ہے۔ ان سے ایک طرف جانا، گوشہ تنہائی میں چلا جانا اور کسی ایک کی بھی حمایت مناسب نہیں، یہ حضرت ابوبکرہ جو مشہور صحابی ہیں کا اور بعض دیگر صحابہ کا موقف ہے۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ ابتداءً قتال نہ کیا جائے اور اگر کوئی حملہ کرتا ہے تو دفاع واجب ہے، جمہور صحابہ اور تابعین کہتے ہیں کہ صاحب حق کا ساتھ دینا اور باغی کے خلاف کرنا واجب ہے اگر اس پر عمل نہ ہو تو فتنہ کھڑا ہو جائے اور اہل بغاوت کو خوب موقع ملے گا۔ اس مذہب پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مبارک شاہد ہے وَاِنْ طَائِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا الآیۃ کہ جب دو مسلمان گروہوں کے درمیان لڑائی ہو جائے تو ان میں صلح کراؤ اگر کوئی ان میں سے صلح پر آمادہ نہ ہو اور زیادتی کرے تو اس باغی کے خلاف لڑنا ضروری ہے تاکہ جانب حق رجوع کرے، جب آپ نے فتنہ کے بارے میں بیان فرمایا تو پھر اگلی وجہ بیان فرمائی۔
ے میں نے تیرا حکم تیرے بندوں تک پہنچا دیا ہے۔
ے اس بات کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ اس نے تجھے جو قتل کیا اور بالفرض اگر دفاع کرتے ہوئے تو نے اسے قتل کر دیا تو اس کا گناہ تجھ پر نہیں بلکہ اس کی دگنی سزا بھی بطور زجر اسے ہی ہوگی، دوسرا یہ کہ وہ بغض و عداوت سابقہ جو مسلمانوں کے ساتھ رکھتا تھا اور اب تیرے قتل کا سبب بنی۔

۵۱۵۱ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْشِكُ اَنْ یَّكُوْنَ خَیْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ یَّتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ اَوْ مَوَاقِعَ الْقَطْرِ یَفِرُّ بِدِیْنِهٖ مِنَ الْفِتَنِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قریب ہے مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں جنھیں وہ پہاڑ کی چوٹیوں یا پانی کی جگہ[1] لے جائے اور اپنا دین فتنوں سے بچا کر بھاگ جاتے[2] (بخاری)

ے بارش برسنے کی جگہ یعنی اپنی بکریوں کو وادیوں اور پہاڑیوں پر چرائے اور ان کے ذریعے اپنی روزی حاصل کرے۔
ے لوگوں کے ساتھ اختلاط ہی نہ ہو تاکہ کہیں فتنہ میں واقع نہ ہو جائے۔

۵۱۵۲ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ قَالَ اَشْرَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اُطُمٍ مِّنْ اٰطَامِ الْمَدِیْنَةِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا اَرٰی قَالُوْا لَا قَالَ فَاِنِّیْ لَاَرٰی الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ کے قلعوں[1] سے کسی ایک پر تشریف لے گئے پھر فرمایا: کیا تم وہ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ عرض کیا نہیں

بُيُوْتِكُمْ كَوَقْعِ الْمَطَرِ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

فرمایا: میں فتنے دیکھ رہا ہوں جو تمہارے گھروں کے درمیان بارش گرنے کی طرح گر رہے ہیں۔
(بخاری و مسلم)

سلہ اُطُم، الف اور طاء دونوں پر پیش، بلند محل اور ہر وہ قلعہ جو پتھر سے بنایا گیا ہو۔ حوالی مدینہ میں کچھ قلعے تھے جن میں یہودی وغیرہ رہتے تھے۔

۵۱۵۳
۱۰
وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكَةُ اُمَّتِیْ عَلٰى يَدَیْ غِلْمَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ۔
(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی ہلاکت سلہ قریش کے کچھ لڑکوں کے ہاتھوں سلہ میں ہوگی۔ (بخاری)

سلہ هلكة ہاء، لام اور کاف تینوں پر زبر، غلمۃ غین مکسور، لام ساکن، غلام کی جمع بمعنی نوجوان۔ قاموس اور صراح میں ہے غلام، بچہ، غلمۃ اور اغتلام کا حقیقی معنی شہوت کا غلبہ و ہیجان ہے۔ علامہ طیبی نے اس کی تفسیر ایسے نوخیز بچوں سے کی ہے جو کوئی ڈر نہ رکھیں اور صاحب علم و عقل کے ساتھ کوئی ادب و تمیز کا خیال نہ کریں۔

سلہ حواشی میں ہے ان سے مراد وہ فتن اور ظالم جگر گوشے ہیں جنھوں نے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت حسن حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور ایسے دیگر اہم افراد کو شہید کیا۔ مجمع البحار میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان افراد کے نام اور ذوات کو جانتے تھے مگر فتنہ و فساد کے خوف کے پیش نظر نام نہیں لیتے تھے۔ ان میں بنو امیہ کے چھوکرے یزید بن معاویہ اور عبید اللہ بن زیاد بھی ہیں اور یہ بات تحقیق سے ثابت ہے کہ انھوں نے اہل بیت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شہید و قید کیا۔ اسی طرح کبار صحابہ متاخرین و انصار صحابہ کو شہید کیا اور عبد الملک بن مروان کے دور کے گورنر حجاج اور سلیمان بن عبد الملک اور اس کی اولاد نے جو خون بہائے وہ کسی بھی ذی شعور سے مخفی نہیں۔

۵۱۵۴
۱۱
وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيُقْبَضُ الْعِلْمُ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ وَيُلْقَى الشُّحُّ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوْا وَمَا الْهَرْجُ قَالَ الْقَتْلُ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور انھی سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ چھوٹا ہو جائے گا سلہ علم اٹھا لیا جائے گا اور فتنے ظاہر ہو جائیں گے۔ بخل ڈال دیا جائے گا ہرج کثیر ہوگا۔ عرض کیا ہرج کیا ہے؟ فرمایا: قتل (بخاری و مسلم)

سلہ مراد قیامت کا قریب ہونا یا شر و فتنہ میں اہل زمانہ کا ایک دوسرے سے قریب ہونا یا شر میں زمانوں کا ایک دوسرے کے قریب ہونا، بعض نے فرمایا کہ آخری زمانے میں عمروں کا چھوٹا ہونا مراد ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں دنوں اور راتوں کا چھوٹا ہونا مراد ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے آخری زمانے میں سال مہینے ہو جائیں گے اور مہینے ہفتہ اور ہفتہ ایک دن کی طرح ہوگا اور دولتیں اور حکومتیں مخلوق کے لیے پریشانی کا سبب ہوں گی۔ یہی عبارت کتب الرؤیا میں ہے کہ

تقاربِ زمان میں خواب سچے ہوں گے کچھ اور وجوہ بھی وہاں مذکور ہیں۔ الجملہ! اس لفظ میں متعدد معانی کا احتمال ہے بعض اس کے اور بعض دوسرے مقام کے مناسب ہیں۔

سے۲ یعنی لوگوں کے دلوں میں بخل قوی اور عام ہو جائے گا اور بخیل لوگوں کی اتباع ہو گی۔ کیونکہ اصل بخل تو لوگوں کی فطرت میں موجود ہوتا ہے۔

سے۳ ہرج، ہا پر زبر، را ساکن۔ اس کا معنی فتنہ اور لوگوں کا ایک دوسرے کے بارے میں واقع ہونا ہے

سے۴ ہرج کی تفصیل قتل کے ساتھ اس وجہ سے ہے کہ یہ قتل کا سبب اور اس تک پہنچانے والا ہوتا ہے۔

۵۱۵۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَاْتِيَ عَلَى النَّاسِ يَوْمٌ لَا يَدْرِي الْقَاتِلُ فِيْمَ قَتَلَ وَلَا الْمَقْتُوْلُ فِيْمَ قُتِلَ فَقِيْلَ كَيْفَ يَكُوْنُ ذٰلِكَ قَالَ الْهَرْجُ الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ۔
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور انھی سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے مجھے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے دنیا ختم نہ ہو گی حتیٰ کہ لوگوں پر وہ دن آجائے، جب قاتل نہ جانے گا کہ کس جرم میں قتل کیا گیا اور نہ مقتول جانے گا کہ وہ کس جرم میں قتل کیا گیا سے۱ عرض کیا گیا یہ کیسے ہو گا، فرمایا فتنہ عامہ سے۲ کی وجہ سے قاتل و مقتول دونوں سے۳ دوزخ میں جائیں گے۔ (مسلم)

سے۱ اس طرح قتال واقع ہو گا کہ امتیاز نہ رہے گا کہ صاحبِ حق کون اور صاحبِ باطل کون ہے۔

سے۲ فتنہ و اختلاط بلا امتیاز واقع ہونے کی وجہ سے

سے۳ قاتل کا دوزخ میں جانا تو واضح ہے کہ اس نے خون ظلماً بہایا لیکن مقتول کی وجہ یہ ہے کہ وہ بھی دوسرے کو قتل کرنے کا عزم کر چکا تھا اور آدمی اپنے عزمِ صمیم کی وجہ سے عذاب کا مستحق ہوتا ہے لیکن یہ تب ہو گا جب جہالت اور عدمِ تمیز ہو اور اگر اجتہاد و تحری میں خطا ہے ثواب اگرچہ ناصواب بھی ہو معاملہ اس طرح نہیں ہو گا۔

۵۱۵۶ وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ۔
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت معقل سے۱ بن یسار سے۲ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قتل عام کے زمانے میں عبادت کرنا میری طرف سے۳ ہجرت کرنے کی طرح ہے۔ (مسلم)

سے۱ معقل، میم پر زبر، عین ساکن اور قاف کے نیچے زیر

سے۲ یسار، یا پر زبر، یہ صحابی ہیں بیعتِ رضوان میں شامل تھے۔ بصرہ میں مقیم ہوئے۔ بصرہ میں ایک نہر ہے معقل، اس کی طرف ان کی نسبت ہے۔

سے۳ جس طرح کوئی شخص دار الکفر سے ہجرت کر کے دار السلام میں آکر حضور علیہ السلام کی صحبت پا لیتا ہے اسی طرح وہ شخص جو ظلمتِ فتنہ و فساد سے بھاگ کر اپنے مولیٰ تعالیٰ کی عبادت و یاد میں مصروف ہو جائے وہ بھی

دائرۂ نورانیت میں داخل ہوجاتا ہے گویا اس نے ہجرت کرلی۔

۵۱۵۷/۱۴ وَعَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ قَالَ اَتَيْنَا اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَشَكَوْنَا اِلَيْهِ مَا نَلْقٰى مِنَ الْحَجَّاجِ فَقَالَ اصْبِرُوْا فَاِنَّهٗ لَا يَاْتِيْ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ اِلَّا الَّذِيْ بَعْدَهٗ اَشَدُّ مِنْهُ حَتّٰى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ سَمِعْتُهٗ مِنْ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت زبیر[۱] بن عدی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے شکایت کی جو حجاج نے ہم پر ظلم کیا تھا فرمایا صبر[۲] کرو کیونکہ تم پر جو زمانہ آیا ہے[۳] بعد والا اس سے بھی بڑا ہوگا یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملو[۴] اور میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے (بخاری)

[۱] زبیر بن عدی۔ یہ تابعی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد ہیں۔ ان سے حضرت ثوری (جو کہ فقیہ اور ثقہ ہیں) نے روایت لی ہے۔

[۲] اس کے ظلم پر تحمل اور صبر کرو۔

[۳] تم کیا جانو، ہوسکتا ہے کہ بعد میں حجاج سے بھی بڑھ کر ظالم لوگ آئیں گے اور وہ وقت اس سے بھی بدتر ہو۔

[۴] روز آخرت

[۵] یہاں اشکال ہے کہ حجاج کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور ہے اور وہ بدتر نہیں بلکہ وہ نہایت ہی سنہری دور ہے اسی طرح گذشتہ اوقات سے بھی بہتر تھا اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضور نے جو یہ خبر دی اس سے مراد اکثر و اغلب ہے اور اس میں ظلم و جبر کے وقت جزع و فزع کی بجائے تحمل و بردباری اور صبر و شکر کا درس ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

۵۱۵۸/۱۵ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ وَاللّٰهِ مَآ اَدْرِيْ اَنَسِيَ اَصْحَابِيْ اَمْ تَنَاسَوْا وَاللّٰهِ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ اِلٰى اَنْ تَنْقَضِيَ الدُّنْيَا يَبْلُغُ مَنْ مَّعَهٗ ثَلٰثَ مِائَةٍ فَصَاعِدًا اِلَّا قَدْ سَمَّاهُ لَنَا بِاسْمِهٖ وَاسْمِ اَبِيْهِ وَاسْمِ قَبِيْلَتِهٖ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا خدا کی قسم! مجھے معلوم نہیں کہ میرے ساتھی بھول گئے یا بھولے بن بیٹھے خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا کے ختم ہونے تک کسی قائد کے فتنے کو نہیں چھوڑا جس کے ساتھیوں کی تعداد تین سو تک پہنچے یا اس سے زیادہ مگر ہمیں اس کا نام بتا دیا اور اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلے کا نام (ابوداؤد)

[1] بھول تو نہیں مگر تکلفاً اپنے آپ کو بھولے ہوئے ظاہر کر رہے ہیں ۔

[2] جو بھی فتنہ پیدا کرنے والا ہو مثلاً وہ عالم جس نے ایسی بدعت ایجاد کی جس نے قوم کو گمراہ کیا اور لوگوں کو اس کی دعوت دی یا ایسا امیر جو لوگوں میں محاربہ و مقاتلہ برپا کرے ۔

[3] یہ اس قائد کی صفت ہے

[4] تین سو کہنے کی حکمت شاید یہ ہو کہ اس قدر لوگوں کا اجتماع ضرور فساد برپا کرنے کا سبب بنتے ہیں اور اگر اس سے تعداد کم ہو تو اس کا اعتبار نہیں ۔

۵۱۵۹ / ۱۶ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِی الْاَئِمَّۃَ الْمُضِلِّیْنَ وَاِذَا وُضِعَ السَّیْفُ فِیْ اُمَّتِیْ لَمْ یُرْفَعْ عَنْھُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ)

حضرت ثوبان[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنی امت کے متعلق گمراہ کرنے والے لیڈروں کا ڈر ہے[2] ۔ جب میری امت میں تلوار چل پڑی تو قیامت تک اٹھا کر رکھی نہیں جائے گی[3] (ابوداؤد، ترمذی)

[1] یہ حضور کے آزاد کردہ غلام اور خادم خاص ہیں ۔ آپ کی بارگاہِ مبارکہ میں وقت بے وقت حاضر ہونے والے ہیں ۔

[2] کیونکہ ان کی گمراہی دوسرے عام لوگوں سے بدتر اور نقصان دہ ہے ۔

[3] اس میں امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو اسلام میں پہلا ہے اور اب تک وہ فتنہ باقی ہے اور آپ کی اطلاع کے مطابق تا قیامت جاری رہے گا ۔

۵۱۶۰ / ۱۷ وَعَنْ سَفِیْنَۃَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْخِلَافَۃُ ثَلٰثُوْنَ سَنَۃً ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا ثُمَّ یَقُوْلُ سَفِیْنَۃُ اَمْسِکْ خِلَافَۃَ اَبِیْ بَکْرٍ سَنَتَیْنِ وَخِلَافَۃَ عُمَرَ عَشَرَۃً وَعُثْمَانَ اثْنَتَیْ عَشَرَۃَ وَعَلِیٍّ سِتَّۃً ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت سفینہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ خلافت[2] تیس[3] سال تک ہے پھر سلطنت[4] ہو جائے گی ۔ پھر سفینہ نے فرمایا کہ حساب لگاؤ کہ ابوبکر صدیق کی خلافت دو سال، حضرت عمر کی دس سال، حضرت عثمان کی بارہ سال، حضرت علی کی چھ سال[5] (مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد)

[1] یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں نہایت ہی صاحب برکات و کرامات شخصیت ہیں ان کے احوال متعدد جگہ لکھے جا چکے ہیں ۔

[2] یہاں مراد خلافت کاملہ ہے جو کامل موافق سنت ہوگی ۔

[3] لوگ اس وقت ان بادشاہوں کی تکلیف سے بے خوف نہ ہوں گے عدالت اور دین کے معاملات جس طرح کے

ہونے چاہییں وہ نہ رہے گی، اگرچہ اس لفظ خلافت کا بیان ہر بعد والے پر ہو سکتا ہے مگر یہاں آپ نے جس مخصوص حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ تیس سال ہی ہے جو خلفائے اربعہ کا دور ہے اور اگر بعد کے لوگوں کو امیر المومنین کہہ دیا جائے تو چل جائے گا کیونکہ احکام ظاہری میں یہی امیر و حاکم ہوتے ہیں۔

ﷺ یہ حساب تقریبی ہے اس میں کسروں کو حذف کر دیا گیا ہے ورنہ حضرت ابو بکر کی خلافت جیسا کہ جامع الاصول میں ہے دو سال چار ماہ، خلافت حضرت عمر دس سال چھ ماہ، خلافت حضرت عثمان بارہ سال سے کچھ دن کم اور خلافت سیدنا علی چار سال نو ماہ ہے۔ اس حساب سے خلفائے اربعہ کا دور ۲۹ سال سات ماہ اور نو دن ہے۔ تیس سال سے باقی پانچ ماہ رہ جاتے ہیں جو کہ امام المسلمین حضرت حسن بن علی کا دور ہے اور یہ بھی خلفاء میں شامل ہیں۔ بعض کتب سے خلافتِ ابوبکر دو سال تین ماہ نو دن، خلافتِ عمر دس سال چھ ماہ پانچ دن، خلافتِ عثمان بارہ دن کم بارہ سال اور خلافتِ علی چار سال اور نو ماہ ہے۔ اس حساب سے امام حسن کا دور چھ ماہ اور تین راتیں بنتا ہے۔

$\frac{5161}{18}$ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَيَكُوْنُ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ شَرٌّ كَمَا كَانَ قَبْلَهٗ شَرٌّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَمَا الْعِصْمَةُ قَالَ السَّيْفُ قُلْتُ وَهَلْ بَعْدَ السَّيْفِ بَقِيَّةٌ قَالَ نَعَمْ تَكُوْنُ اِمَارَةٌ عَلٰى اَقْذَاءٍ وَهُدْنَةٌ عَلٰى دَخَنٍ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ يَنْشَاُ دُعَاءُ الضَّلَالِ فَاِنْ كَانَ لِلّٰهِ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةٌ جَلَدَ ظَهْرَكَ وَاَخَذَ مَالَكَ فَاَطِعْهُ وَاِلَّا فَمُتْ وَاَنْتَ عَاضٌّ عَلٰى جِذْلِ شَجَرَةٍ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ بَعْدَ ذٰلِكَ مَعَهٗ نَهَرٌ وَنَارٌ فَمَنْ وَقَعَ فِيْ نَارِهٖ وَجَبَ اَجْرُهٗ وَحُطَّ وِزْرُهٗ وَمَنْ وَقَعَ فِيْ نَهَرِهٖ وَجَبَ وِزْرُهٗ وَحُطَّ اَجْرُهٗ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ يُنْتَجُ الْمُهْرُ فَلَا يُرْكَبُ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ هُدْنَةٌ عَلٰى دَخَنٍ وَجَمَاعَةٌ عَلٰى اَقْذَاءٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَلْهُدْنَةُ عَلَى الدَّخَنِ مَا هِيَ قَالَ لَا تَرْجِعُ قُلُوْبُ اَقْوَامٍ عَلَى الَّذِيْ كَانَتْ عَلَيْهِ قُلْتُ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ شَرٌّ قَالَ فِتْنَةٌ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اس خیر کے بعد شر ہوگی جیسے کہ اس سے پہلے تھی فرمایا ہاں عرض کیا حفاظت کیا ہے؟ فرمایا تلوار۔ عرض کیا تلوار کے بعد کچھ لوگ باقی بچیں گے فرمایا ہاں ہوگی حکومت ناپسندیدہ اور صلح بر دخن عرض کیا پھر کیا ہوگا؟ فرمایا پھر گمراہی کی طرف بلانے والے پیدا ہوں گے تو اگر زمین میں کوئی اللہ کا خلیفہ ہو تو ... تیری پشت پر کوڑے لگائے اور تیرا مال لے لے مگر تم اس کی فرمانبرداری کرنا ورنہ اس طرح مرنا کہ کسی درخت کی جڑ دانتوں میں پکڑے ہوئے ہو عرض کیا پھر کیا ہوگا؟ فرمایا اس کے بعد دجال نکلے گا جس کے ساتھ نہر اور آگ ہوگی جو اس کی آگ میں گرے گا اس کا ثواب ثابت اور اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور جو اس کی نہر میں گرے گا اس کے گناہ ثابت اور اس کا ثواب ضبط ہو جائے گا۔ عرض کیا پھر کیا ہوگا؟ فرمایا پھر گھوڑی بچہ جنے گی تو اس پر سواری نہ کی جاسکے گی حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور ایک روایت میں یوں ہے فرمایا صلح دھوئیں پر اور لوگوں کا اجتماع ناپسندیدگی پر عرض کیا

عَمْيَاءُ دَصَمَّاءُ عَلَيْهَا دُعَاةٌ عَلٰى اَبْوَابِ النَّارِ فَاِنْ مُتَّ يَا حُذَيْفَةُ وَاَنْتَ عَاضٌّ عَلٰى جِذْلٍ خَيْرٌ لَكَ مِنْ اَنْ تَتَّبِعَ اَحَدًا مِّنْهُمْ ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

یارسول اللہ! دھوئیں پر صلح سے کیا مراد ہے؟ فرمایا قوموں کے دل اس طرف نہ لوٹیں گے جس پر پہلے تھے عرض کیا گیا اس خیر کے بعد شر ہوگا ۔ فرمایا اندھے بہرے فتنے ہوں گے جن پر کچھ لوگ دوزخ کے دروازوں کی طرف بلانے والے ہوں گے تو اے حذیفہ! اگر تم اس حالت میں وفات پاؤ کہ تم کسی درخت کی جڑ دانت سے پکڑے ہو تو تمہارے لیے اس سے اچھا ہے کہ تم ان میں سے کسی کی پیروی کرو ۔ (ابوداؤد)

۱؎ کیا دینِ اسلام کے بعد اسلام کفر ہوگا ؟

۲؎ اس سے نجات پانے کا ذریعہ کیا ہے؟

۳؎ اس سے نجات کا ذریعہ کافروں کے خلاف جہاد ہے ۔

۴؎ کیا اس جنگ کے بعد مسلمانوں میں صلاحیت ہوگی کہ وہ امارت وامانت کو جمع کردیں اور لوگ اس پر متفق ہوجائیں ۔

۵؎ اقذاء جمع قذی آنکھ و پانی میں جو کوڑا میل اور غبار واقع ہوتی ہے یعنی لوگ امراء کی امارت کو بخوشی و رضا دل سے قبول نہیں کریں گے جیسا کہ وہ آنکھ جس میں کوئی چیز پڑ جائے تو وہ بظاہر صحیح مگر باطن بیمار ہوتی ہے ۔

۶؎ یہ بطور تاکید ہے ، ھدنۃ ہا پر پیش ، دال ساکن ، صلح درحقیقت اس کا معنی سکون و آرام ہے دَخَنٌ دال اور خا دونوں پر زبر بمعنی دھواں یعنی صلح میں نفاق اور دھواں ہوگا جیسا کہ پہلے گذرا بہتر یہ ہے کہ یکون امارۃ علی اقتذاء کا معنی یہ ہے کہ امارت میں محرمات کا ارتکاب ہوگا اور بدعات کا ظہور ہوگا تاکہ ھدنۃ علی دخن کا نیا فائدہ ہو

۷؎ ایسا کی ایک جماعت ہوگی جو لوگوں کو گمراہ کرے گی ۔

۸؎ خواہ تیرے نفس و مال پر ظلم کردے ۔

۹؎ جب تک وہ خدا اور رسول کے خلاف نہ کرے

۱۰؎ پھر لوگوں سے گوشہ نشین ہو جا جنگلوں اور بیابانوں میں جبر و بختی کی زندگی بسر کر، خواہ تجھے درختوں کی لکڑیاں اپنے کھانے پڑیں ، جذل جیم کے نیچے زیر ، دال ساکن ، جیم پر زبر بھی آئی ہے جیسا کہ فصل اول میں گذر چکا ہے بعض شارحین نے وَاِنْ مُتَّ کا تعلق تعظو کے ساتھ بنایا ہے یعنی اگر تو امیر کی اطاعت نہ کرے تو تو حالتِ سختی و سرگردانی میں مرے ۔ بعض نسخوں میں مت کی جگہ قمت از قیام فعل ماضی ہے یعنی اگر تو اس طرح نہیں تو اٹھ چل کسی درخت کی جڑ میں پناہ لے لے ۔

۱۱؎ ظاہر یہی ہے کہ حقیقی معنی پر محمول ہے مگر یہ بھی احتمال ہے کہ لطف ، قہر ، ثواب کا وعدہ اور عذاب کی

وعید مراد ہو۔

۱۲ے جو اس کے احکام کی مخالفت کرتے ہوئے ایمان نہ لایا اور اس کے قہر وغضب کا محل بنا۔

۱۳ے کیونکہ وہ دین ورضائے خدا پر ثابت قدم رہا۔

۱۴ے جو اس کے احکام کو تسلیم کرتے ہوئے دنیا کے طمع اور حیات کی محبت میں پڑ گیا اور اس کے لطف و عنایت کا محل تو اس کا اجر وثواب ضبط ہو جائے گا۔

۱۵ے ینتج، مجہول نتج سے مشتق ہے، انتاج سے نہیں، نتج کا معنی تولد، جننا، خدمت، جننے کی تدبیر کرنا ہے جیسے دایا انسان کے لیے کرتی ہے اور اس کی تخصیص دیگر کسی مقام پر آئی ہے۔ انتاج کا معنی وقتِ ولادت تک پہنچا ہے پھر میم پر پیش، ہا ساکن، ہر اونٹ، مہرۃ تا کے ساتھ مادہ بچہ، یرکب، یا پر پیش، کاف کے نیچے زیر سواری کے قابل ہونا اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ہے کیونکہ اس وقت عدم وجود کفار اور عدم قتال کی وجہ سے گھوڑوں پر سواری نہ ہوگی یا یہ مراد ہے کہ خروج دجال کے بعد قیامت اتنی قریب ہوگی کہ اس کا وقت گھوڑا جننے یا سواری کے قابل ہونے کی مقدار ہوگا۔ یہ معنی ان احادیث کے بھی موافق ہے جو اس سلسلہ میں وارد ہیں۔

۱۶ے لوگوں کے درمیان ظاہراً اور نہ دل میں کدورت و دھوکہ ہوگا۔

۱۷ے ان کے دل اس طرح صاف ہوں گے جس طرح سابقہ زمانہ اسلام میں تھے یا وہ حالت مراد ہے جو کدورت سے پہلے تھی۔

۱۸ے لوگ اس فتنہ میں اس طرح محبوس ہو جائیں گے کہ حق دیکھنا یا سننا ممنوع ہوگا یہاں بہرے کی نسبت فتنہ کی طرف مجازاً ہے۔ ورنہ درحقیقت اس زمانۂ فتنہ میں لوگوں کی یہ صفت ہوگی۔

۵۱۶۲ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ كُنْتُ رَدِيْفًا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عَلٰى حِمَارٍ فَلَمَّا جَاوَزْنَا بُيُوْتَ الْمَدِيْنَةِ قَالَ كَيْفَ بِكَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ جُوْعٌ تَقُوْمُ عَنْ فِرَاشِكَ وَلَا تَبْلُغُ مَسْجِدَكَ حَتّٰى يُجْهِدَكَ الْجُوْعُ قَالَ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ تَعَفَّفْ يَا اَبَا ذَرٍّ قَالَ كَيْفَ بِكَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ مَوْتٌ يَبْلُغُ الْبَيْتُ الْعَبْدَ حَتّٰى اَنَّهٗ يُبَاعُ الْقَبْرُ بِالْعَبْدِ قَالَ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ تَصْبِرُ يَا اَبَا ذَرٍّ قَالَ كَيْفَ بِكَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن گدھے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا جب ہم مدینہ کی بستی سے نکل گئے تو آپ نے فرمایا اے ابوذر! اس دن تمہارا کیا حال ہوگا جب مدینہ میں بھوک ہوگی تم اپنے بستر سے اٹھو گے تو اپنی مسجد تک نہ پہنچ سکو گے تمہیں بھوک مشقت میں ڈال دے گی۔ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا اے ابوذر! پاکیزگی اختیار کرنا۔ فرمایا اے ابوذر! تمہارا کیا حال ہوگا جب مدینہ میں عام موت پھیل جائے گی کہ گھر غلام کی قیمت کو پہنچ جائے گا حتی کہ ایک قبر ایک غلام کے عوض بکے گی۔ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی

قَتْلٌ تَغْمُرُ الدِّمَاءُ أَحْجَارَ الزَّيْتِ فَقَالَ قُلْتُ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ تَأْتِيْ مَنْ أَنْتَ مِنْهُ قَالَ قُلْتُ وَأَلْبَسُ السِّلَاحَ قَالَ شَارَكْتَ الْقَوْمَ إِذًا قُلْتُ فَكَيْفَ أَصْنَعُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ إِنْ خَشِيْتَ أَنْ يَبْهَرَكَ شُعَاعُ السَّيْفِ فَأَلْقِ نَاحِيَةَ ثَوْبِكَ عَلٰى وَجْهِكَ لِيَبُوْءَ بِإِثْمِكَ وَإِثْمِهٖ ۔

(رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ)

بہتر جانتے ہیں فرمایا اے ابوذر! صبر کرنا۔ فرمایا، اے ابوذر! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب مدینہ میں قتل عام ہوگا حتیٰ کہ خون ربت کے پتھروں کو ڈبو دے گا عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ فرمایا ان میں چلے جانا جن میں سے تم ہو۔ عرض کیا میں ہتھیار باندھ لوں۔ فرمایا تب تو تم قوم میں شریک ہو گئے عرض کیا یا رسول اللہ! میں کیا کروں؟ فرمایا اگر تمہیں خطرہ ہو کہ تلوار کی شعاعیں چندھیا دیں گی تو اپنے کپڑے کا کنارہ اپنے چہرے پر ڈال لینا تاکہ وہ تمہارا اور اپنا گناہ لے کر لوٹے

(ابوداؤد)

۱ بھوک کی کمزوری کی وجہ سے باوجود کوشش کے مسجد تک نہیں جا سکیں گے۔

۲ یہی نہیں جانتا کہ کیا کرنا ہے آپ حکم دیں میں کیا کروں

۳ نفس کو حرام سے محفوظ رکھو، لوگوں سے سوال نہ کرو اور بھوک پر صبر اختیار کرو۔

۴ مرگ اتنی کثرت سے ہوگی کہ

۵ اس عبارت میں چند معانی کا احتمال ہے ایک یہ کہ یہاں بیت سے مراد قبر ہے کہ لوگ اتنی کثرت کے ساتھ فوت ہوں گے کہ جگہ قلت کی وجہ سے تنگی ہوگی کہ ایک قبر کی جگہ ایک غلام کی قیمت میں ملے گی دوسرا قبر کھودنے والا نہ ملے گا حتیٰ کہ قبر کھودنے والے کی اجرت غلام کی قیمت ہوگی۔ تیسرا یہ کہ بیت کا گھر ہی ہے یعنی اموات اتنی کثرت سے ہوں گی کہ گھر خالی ہو جائیں گے اور ان کی قیمت غلام سے بھی سستی ہوگی اور اکثر و معروف یہی ہے کہ گھر کی قیمت غلام سے زیادہ ہوتی ہے۔ چوتھا یہ کہ اموات اتنی کثرت سے ہوں گی کہ گھر میں صرف ایک آدمی رہ جائے گا جو تمام اہل خانہ کی خدمت اٹھائے گا اور ان تمام کی تکالیف اس کو پہنچیں گی۔

۶ یعنی غلام کی قیمت میں بکے گی جو مذکورہ معانی میں سے پہلا معنی کے مناسب ہے اور دوسرے معنی کے مناسب اسی وقت ہوگی جب قبر سے مراد کھودنے والے کی اجرت مراد ہو۔ تیسرا معنی کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ چوتھے معنی کے مطابق کہا جا سکتا ہے کہ جب تمام مر جائیں گے اور وہ سوائے غلام کے کوئی مال چھوڑ نہ جائیں گے تو قبر کی جگہ یا اس کی کھودنے کی اجرت میں غلام ہی دیا جائے گا۔ پس ظاہر ہوگا کہ پہلے معنی پر محمول کرنا اولیٰ و انسب ہے، بلکہ اس پر محمول کرنا متعین ہے۔

۷ اپنے آپ کو صبر پر مجبور کر، بعض نسخوں میں تصبر مضارع کی صورت میں ہے۔

۸ احجار الزیت جگہ کا نام ہے مدینہ منورہ کے مغربی طرف ہے اس کے پتھر اس طرح سیاہ ہیں گویا انہیں

روغنِ زیتون سے تلا کیا گیا ہے، یہ آپ نے واقعہ حرہ سے آگاہ کیا تھا جو نہایت ہی قبیح، بدنما ہے جس کے سننے اور کہنے کے زبان و کان متحمل نہیں۔ یہ یزید پلید کے دور میں ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ایک کثیر لشکر اس نے مدینہ طیبہ بھیجا۔ اس شہر طیبہ اور مسجد نبوی شریف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حرمت کو مباح کر دیا صحابہ و تابعین کی کثیر جماعت کو انھوں نے اس طرح شہید کر دیا کہ اسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ مدینہ طیبہ کی تاریخ میں یہ تمام درج ہے وہاں اس کا مطالعہ کیا جائے۔ مدینہ طیبہ میں ایسا عمل کرنے کے بعد وہی لشکر مکہ مکرمہ بھیجا اور اسی سال وہ بدبخت جہنم رسید ہو گیا۔

۹ یعنی تو اپنے گھر گوشہ نشیں ہو جانا یا اپنے امام کی طرف رجوع کرنا، یہ معنی یہاں کے زیادہ مناسب ہے کیونکہ آگے انھوں نے فرمایا میں ہتھیار باندھ لوں اور اس فتنہ پرور قوم کے خلاف قتال کروں۔

۱۰ تو اس فتنہ میں شریک ہو جائے گا

۱۱ جب کوئی تجھ پر تلوار کھینچ لے۔

۱۲ اپنے چہرے کو ڈھانپ کر تغافل کا اظہار کر اور تسلیم کر لے تاکہ وہ تجھے قتل کر دے۔

۱۳ اس کا معنی فصل اول میں حدیث ابی بکرہ کے تحت گزر چکا ہے یہ قتل و خون ریزی سے منع کرنے میں مبالغہ و تاکید ہے۔ ورنہ شریعت نے یہ واضح کر دیا ہے کہ جب ناحق دشمن قتل کرے تو اس سے دفاع ضروری ہے۔

۱۴ واقعہ حرہ ترسیٹھ ہجری میں ہوا اور حضرت ابوذر کا وصال بتیسھ میں ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت کے آخر میں ہوا اور ابوذر نے واقعہ حرہ فرمایا گویا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بغیر تعین وقت کے واقعہ حرہ کی خبر دی اور وصیت کی کہ اس وقت صبر و تحمل سے کام لینا، رہا مدینہ طیبہ میں بھوک، موت کا واقع ہونا تو ممکن ہے ابوذر نے اسے پایا ہو جیسا کہ عام الرمادہ میں ہوا۔

۵۱۶۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْفَ بِكَ
إِذَا أُبْقِيْتَ فِيْ حُثَالَةٍ مِّنَ النَّاسِ مَرِجَتْ
عُهُوْدُهُمْ وَأَمَانَاتُهُمْ وَاخْتَلَفُوْا فَكَانُوْا
هٰكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهٖ قَالَ فَبِمَ تَأْمُرُنِيْ
قَالَ عَلَيْكَ بِمَا تَعْرِفُ وَدَعْ مَا تُنْكِرُ وَعَلَيْكَ
بِخَاصَّةِ نَفْسِكَ وَإِيَّاكَ وَعَوَامَّهُمْ وَفِيْ
رِوَايَةٍ اِلْزَمْ بَيْتَكَ وَاَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ
وَخُذْ مَا تَعْرِفُ وَدَعْ مَا تُنْكِرُ وَعَلَيْكَ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب تم لوگوں کی نکمی جماعت میں رہ جاؤ گے ان کے عہد و پیمان اور امانتیں بگڑ جائیں گی اور آپس میں اختلاف کریں گے تو ایسے ہو جائیں گے اور آپ نے انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈالا، عرض کی پھر مجھے کیا حکم ہے، فرمایا: جسے بھلا جانو اسے لازم پکڑو اور جسے برا جانو تو اسے چھوڑ دو اور تم خاص اپنی ذات کی فکر رکھو، عوام سے بچو اور ایک روایت میں ہے کہ اپنا گھر

بِاَمْرِ خَاصَّتِہٖ نَفْسِكَ وَدَعْ اَمْرَ الْعَامَّۃِ ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَہٗ)

لازم پکڑو اپنی زبان قابو میں رکھو جو اچھا جانو وہ اختیار کر لو اور جو بُرا جانو اسے چھوڑ دو اور اپنا خاص معاملہ اختیار کرو اور تمام لوگوں کا معاملہ چھوڑ دو
(ترمذی نے روایت کر کے صحیح کہا)

سلہ حُثالہ، صراح میں ہے۔ حاء پر پیش جو کا چھلکا اور بھوسہ۔ قاموس میں ہے جس میں خیر نہ ہو اور ہر وہ چیز جو ردی ہو۔

سلہ ان میں وفاءِ عہد و استقامت نہ رہے گی مَرِجَت. را اور جیم فعل ماضی معلوم از باب فرح یفرح اور بعض نسخوں میں مجہول بھی آیا ہے وہ بھی درست ہے لفظ مرج متعدی بھی مستعمل ہے جیسا کہ مرج البحرین۔ قاموس میں ہے مرج العہد کا معنی "اس نے عہد پورا نہ کیا" ہے۔

سلہ یہ تمثیل ہے ان کے ایک دوسرے پر واقع ہونے کی۔ یہی تمثیل بعض مقامات پر اجتماع و محبت کے لیے آتی ہے جیسا کہ باب قسمۃ خمس غنائم کے بیان میں بنو ہاشم اور بنو مطلب کے درمیان اتفاق و اتصال کے لیے یہی الفاظ آئے ہیں تشبیک کا معنی ملانا، ایک چیز کو دوسرے میں لانا اور یہ بات اختلاف و اتحاد دونوں میں حاصل ہوتی ہے۔

سلہ یہ کام دین میں جائز اور مشروع ہے اور انھیں چھوڑ دے جو دین میں سے نہ ہو۔

سلہ اپنے معاملات کو بہتر کر دوسرے کے خیال میں نہ پڑ۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے جب اسرار، اتباع نفس و خواہش کا غلبہ ہو جائے تو اس وقت اپنی حفاظت کی خاطر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ترک اور اخیار کے ساتھ عدم تعاون جائز ہے جیسا کہ سابقہ باب میں گذرا۔

سلہ بے ضرورت باہر نہ جا

سلہ جو کچھ زبان پر ہے اس کے لیے زبان نہ کھول، املک ہمزہ پر زبر املاک سے امر کا صیغہ ہے علامہ طیبی نے یہی معنی بیان کیا ہے جو ہم نے کیا۔ مجمع البحار میں ہے کہ یہ ثلاثی سے امر کا صیغہ بمعنی مالک ہے۔ ہر اس چیز سے زبان کو محفوظ رکھ جس میں خیر نہ ہو۔ خیر کو خیر کے ساتھ بولا جاتا ہے اس جملہ کی تفاسیر میں ایک یہ کہ اس میں گناہ نہ ہو یہ مباح کو بھی شامل ہے دوسرا یہ کہ جس میں ثواب ہو اب مباح شامل نہ ہوگا۔

سلہ اس کا مضمون وہی ہے جو سابقہ روایات میں آیا فقط بعض مفردات میں اختلاف ہے۔

سلہ واضح رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو کو لوگوں کے ساتھ میل جول کی اجازت دی اور نفس کی تربیت و اصلاح کا خصوصی حکم دیا اور احوال مردم سے عدم تعرض کا حکم دیا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں سے مکمل طور پر الگ ہو کر بیابان، جنگل اور خلوت کا حکم دیا یہ ہر ایک کے حال اور آسانی کے پیش نظر کیا۔ جیسا کہ وہ مربی و مرشد کرتے ہیں جو اسم الحکیم کے مظہر ہوتے ہیں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوانی میں نہایت ہی عابد و زاہد تھے ہمیشہ روزہ رکھتے ہر رات شب بیداری کرتے۔ بیوی کی طرف رغبت نہ کرتے

لہٰذا ان کے والد گرامی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شدت ریاضت و مجاہدہ سے منع فرمایا۔ تین روز سے، رات کا تہائی یا چھٹا حصہ بیداری اور والد کے حکم کو پیش نظر رکھنے کی تاکید فرمائی۔ پس اس حکم کے تحت اپنے والد جو حضرت معاویہ کے وزیر تھے، اختلاط رکھا چونکہ حکم یہ تھا کہ اپنے کام میں رہنا ہے لوگ بہت کہتے کہ آپ ہم میں نہیں آتے تو وہ کہتے میں خیر میں تمہارے ساتھ مگر شر میں نہیں یا باطن میں اہل بیت نبوی کے ساتھ نہایت ہی عقیدت و محبت رکھتے تھے ایک دن انھوں نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا مگر گزر گئے محبت میں نہ بیٹھے لوگوں نے قریب نہ جانے کی وجہ پوچھی تو کہا کہ میں اس بات پر شرمندہ ہوں کہ میں ان سے ہوتے ہوئے ان سے نہیں ہوں۔

۵۱۶۴ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيْهَا مُؤْمِنًا وَّيُمْسِيْ كَافِرًا وَّيُمْسِيْ مُؤْمِنًا وَّيُصْبِحُ كَافِرًا اَلْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْمَاشِيْ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِيْ فَكَسِّرُوْا فِيْهَا قِسِيَّكُمْ وَقَطِّعُوْا فِيْهَا اَوْتَارَكُمْ وَاضْرِبُوْا سُيُوْفَكُمْ بِالْحِجَارَةِ فَاِنْ دُخِلَ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْكُمْ فَلْيَكُنْ كَخَيْرِ ابْنَيْ اٰدَمَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ ذُكِرَ اِلٰى قَوْلِهٖ خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِيْ ثُمَّ قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ كُوْنُوْا اَحْلَاسَ بُيُوْتِكُمْ وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْفِتْنَةِ كَسِّرُوْا فِيْهَا قِسِيَّكُمْ وَقَطِّعُوْا فِيْهَا اَوْتَارَكُمْ وَالْزَمُوْا فِيْهَا اَجْوَافَ بُيُوْتِكُمْ وَكُوْنُوْا كَابْنِ اٰدَمَ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت سے پہلے اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنے ہیں۔ ان میں صبح کے وقت آدمی مومن اور شام کو کافر ہو جائے گا شام کے وقت مومن اور صبح کے وقت آدمی کافر ہو جائیگا اس میں بیٹھا ہوا کھڑا ہونے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا اس میں دوڑنے والے سے بہتر ہوگا اس میں اپنی کمانوں کو توڑ دینا، چلوں کو کاٹ دینا اور اپنی تلواروں کو پتھر پر مارنا، اگر تم میں کسی کے پاس اندر آ داخل ہو تو حضرت آدم علیہ السلام کے اچھے[1] بیٹے کی طرح ہو جانا۔ (ابوداؤد، اسی کی ایک روایت میں ہے خیر من الساعی تک ہے)

پھر لوگ عرض گزار ہوئے کہ آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں، فرمایا کہ اپنے گھروں کی چٹائیاں بن جانا ترمذی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: فتنے کے دوران اپنی کمانوں کو توڑ ڈالنا اپنی تانتوں کو کاٹ دینا اور اپنے گھروں کے اندرونی حصے کو لازم پکڑنا اور حضرت آدم کے بیٹے کی طرح ہو جانا اور ترمذی نے اسے صحیح حدیث کہا۔

[1] ان عبارات کی شرح فصل اوّل میں حدیث ابوہریرہ کے تحت آچکی ہے۔

سے ۲ کوئی شخص تمہارے پاس آجائے۔

سے ۳ ہابیل کی طرح، جب قابیل نے انہیں قتل کرنے کیلیے دست درازی کی تو ہابیل نے کہا میں دست درازی نہیں کروں گا تو اپنا اور میرا دونوں کا گناہ لے رہا ہے۔

سے ۴ یہاں تک ہی وہاں الفاظ ہیں فَكَسِّرُوْا فِيْهَا سے لے کر آخر تک کے الفاظ وہاں نہیں ہیں۔

سے ۵ ان فتنوں میں

سے ۶ حِلس، حا کے نیچے زیر، گدڑی حَلَس حا اور لام دونوں پر زبر کہا جاتا ہے۔ احلاس جماعت احلاس البیوت وہ کپڑا جو اعلیٰ بستروں کے نیچے بچھایا جاتا ہے۔

سے ۷ ہابیل کی طرح جنھیں قابیل نے قتل کر دیا۔

۵۱۶۵ [22] وَعَنْ اُمِّ مَالِكٍ الْبَهْزِيَّةِ قَالَتْ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِتْنَةً فَقَرَّبَهَا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ خَيْرُ النَّاسِ فِيْهَا قَالَ رَجُلٌ فِيْ مَاشِيَتِهٖ يُؤَدِّيْ حَقَّهَا وَيَعْبُدُ رَبَّهٗ وَرَجُلٌ اٰخِذٌ بِرَأْسِ فَرَسِهٖ يُخِيْفُ الْعَدُوَّ وَيُخَوِّفُوْنَهٗ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ام مالک البہزیہ ۱ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتنہ کا ذکر فرمایا اسے بہت قریب کیا ۲۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس میں بہترین آدمی کون ہوگا؟ فرمایا وہ شخص جو اپنے جانوروں میں رہے، ان کا حق ۳ ادا کرے اور اپنے رب کی عبادت کرے اور وہ شخص جو اپنے گھوڑے کا سر ۴ پکڑے ہو وہ دشمن کو ڈرائے ۵ اور دشمن اسے ڈرائیں۔

(ترمذی)

سے ۱ البہزیہ۔ ہا ساکن یہ بہنر بن امراء القیس کی طرف منسوب اور حجازی ہیں۔ یہ صحابیہ ہیں۔ ان سے حضرت طاؤس اور مکحول جیسے اکابر تابعین نے حدیث پڑھی۔

سے ۲ یہ خبر دی کہ وہ عنقریب واقع ہوگا۔ علامہ طیبی نے کہا کہ آپ نے فتنے کے بارے میں بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا اور جس چیز کے بھی اوصاف خوب بیان ہوں تو وہ قریب ہی ہو جاتی ہے۔ خواہ ذہن میں یا خارج میں جب بہت زیادہ ذہن میں آئے اور اس کا وجود خارج میں متعین ہو تو بھی متخیل ہو جاتی ہے۔

سے ۳ ان کی زکوٰۃ و صدقات ادا کرے

سے ۴ یعنی باگ پکڑنے والا

سے ۵ وہ کافروں کو ڈراتے یعنی مسلمانوں کے آپس میں قتال سے بھاگ کر سرحد پہ کافروں سے برسر پیکار ہو اور دشمنان دین کے ساتھ جنگ کر رہا ہو۔

۵۱۶۶ [23] وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُوْنُ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

فِتْنَۃٌ تَسْتَنْظِفُ الْعَرَبَ قَتْلَاھَا فِی النَّارِ اللِّسَانُ فِیْھَا اَشَدُّ مِنْ وَّقْعِ السَّیْفِ ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ)

عنقریب ایسا فتنہ ہوگا جو سارے عرب کو گھیر لے گا[١] اس میں مقتول آگ میں ہوں گے[٢] اس میں زبان تلوار کے حملے[٣] سے سخت تر ہوگی ۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

١؎ اس کا شر تمام کو پہنچے گا، استنظاف، کسی چیز کے تمام کو پکڑنا ۔

٢؎ اس فتنہ میں مقتول آتش دوزخ میں جائیں گے ۔

٣؎ غیبت و گالی میں زبان تلوار سے سخت اور دراز ہوگی ۔ صراح میں ہے وقع قاف ساکن چاقو اور تلوار کو تیز کرنا ، اور یہ عمل اس وقت تو زیادہ ہی شدید ہوگا جب یہ صحابہ کے درمیان ہو، غیبت و دشنام مسلمانوں کے لیے سخت حرام ہے جیساکہ آیا ہے "غیبت، زنا سے بھی بدتر ہے" یا یہ مراد ہے کہ اس فتنہ میں غیبت و دشنامی کے ساتھ زبان کو دراز کرنا فتنۂ تلوار (قتل) سے بدتر ہوگا۔ کیونکہ یہ عمل لوگوں کے درمیان محاربہ و قتال پیدا کردیتا ہے ۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ ظالم حکمرانوں کے ہاں کوئی اطلاع دینا یا ان پر زبان کھولنا اس سے جلائے وطن، قتل اور ایسے مفاسد عظیمہ پیدا ہوجاتے ہیں جو مباشرت فتنہ سے بھی بدتر ہوتے ہیں اور جب دونوں اطراف میں مسلمان ہوں تو ان کے لیے دوزخ ٹھکانا قرار دینا یہ بطور زجر و توبیخ ہے ۔

٥١٦٧ / ٢٤ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ سَتَکُوْنُ فِتْنَۃٌ صَمَّاءُ بَکْمَاءُ عَمْیَاءُ مَنْ اَشْرَفَ لَھَا اسْتَشْرَفَتْ لَہٗ وَاِشْرَافُ اللِّسَانِ فِیْھَا کَوَقْعِ السَّیْفِ ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب گونگے ، اندھے[١] فتنے ہوں گے جو ان پر جھکے گا[٢] اسے وہ اچک لیں گے ۔ ان میں زبان کا چلانا تلوار کی طرح ہوگا[٣] (ابوداؤد)

١؎ حق ، سننے ، دیکھنے اور کہنے کی کوئی صورت نہ ہوگی ۔

٢؎ ان کے نزدیک جائے گا ۔

٣؎ اس فتنہ میں زبان درازی تلوار کی طرح ہوگی ۔ زبان کے لیے لفظ اشراف کا استعمال بطور مشاکلہ ہوا ہے ۔

٥١٦٨ / ٢٥ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ کُنَّا قُعُوْدًا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ الْفِتَنَ فَاَکْثَرَ فِیْ ذِکْرِھَا حَتّٰی ذَکَرَ فِتْنَۃَ الْاَحْلَاسِ فَقَالَ قَائِلٌ وَّمَا فِتْنَۃُ الْاَحْلَاسِ قَالَ ھِیَ ھَرَبٌ وَحَرْبٌ ثُمَّ فِتْنَۃُ السَّرَّاءِ دَخَنُھَا مِنْ تَحْتِ قَدَمَیْ رَجُلٍ مِّنْ اَھْلِ بَیْتِیْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ مِنِّیْ وَلَیْسَ مِنِّیْ اِنَّمَا اَوْلِیَآئِیَ الْمُتَّقُوْنَ ثُمَّ یَصْطَلِحُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے، آپ نے فتنوں کا ذکر فرمایا تو بہت زیادہ تذکرہ کیا حتی کہ ٹاٹ[١] جیسے فتنہ کا ذکر کیا کسی نے عرض کیا فتنہ احلاس کیا[٢] ہے؟ فرمایا وہ بھاگ و پریشانی[٣] اور لڑائی ہے پھر سرا کے فتنہ کا ذکر کیا جن کا فساد میرے اہل بیت[٤] میں سے ایک شخص کے قدموں کے نیچے ہوگا وہ سمجھے گا کہ

النَّاسُ عَلٰى رَجُلٍ كَوَرِكٍ عَلٰى ضِلَعٍ ثُمَّ فِتْنَةُ الدُّهَيْمَاءِ لَا تَدَعُ اَحَدًا مِّنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا لَطَمَتْهُ لَطْمَةً فَاِذَا قِيْلَ انْقَضَتْ تَمَادَتْ يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيْهَا مُؤْمِنًا وَّيُمْسِيْ كَافِرًا حَتّٰى يَصِيْرَ النَّاسُ اِلٰى فُسْطَاطَيْنِ فُسْطَاطِ اِيْمَانٍ لَا نِفَاقَ فِيْهِ وَفُسْطَاطِ نِفَاقٍ لَا اِيْمَانَ فِيْهِ فَاِذَا كَانَ ذٰلِكَ فَانْتَظِرُوا الدَّجَّالَ مِنْ يَّوْمِهٖ اَوْ مِنْ غَدِهٖ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

وہ مجھ سے[۴] ہے حالانکہ وہ مجھ سے نہیں، میرے دوست صرف متقی ہیں[۵]۔ پھر لوگ ایسے ایک آدمی پر صلح کریں گے جو پسلی[۶] پر گوشت کی طرح ہوگا پھر کالا فتنہ ہوگا جو اُس امت میں کسی کو نہیں چھوڑے گا مگر اسے طمانچہ لگا دے گا پھر جب کہا جائے گا کہ فتنہ ختم ہو گیا[۹]، تو وہ اور پھیلے گا اُس میں آدمی صبح مومن ہو کر رہے گا اور شام کو کافر ہو کر حتیٰ کہ لوگ دو[۱۰] خیموں[۱۱] کی طرف لوٹ جائیں گے ایک خیمہ ایمان کا جس میں نفاق نہیں اور دوسرا خیمہ نفاق کا جس میں ایمان نہیں، تو جب یہ ہو جائے تو اس دن یا اگلے دن دجال کا خروج ہوگا[۱۲] (ابوداؤد)

[۱] احلاس (چٹائی) کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ اس فتنہ کے دوام اور درازی کی وجہ سے ہے کیونکہ حلس کے بارے میں گذر چکا ہے کہ وہ چٹائی جو نفیس بستروں کے نیچے بچھائی جاتی ہے اور وہ تہہ بہ تہہ زمین پر بچھی رہتی ہے اٹھائی نہیں جاتی یا فتنہ کی تشبیہ حلس کے ساتھ تاریکی اور پرانا ہونے کے لحاظ سے ہے یا اس وجہ سے کہ وہ ہر گھر میں بچھائی جاتی ہے تو لوگ اس فتنہ میں اپنے گھروں میں گوشہ نشینی کا التزام کریں گے۔

[۲] اس کی کیفیت وحال کیا ہوگا؟

[۳] وہ مال کا غارت کرنا ہے حرب وحرب دونوں کی تصحیح ہا اور حاء پر زبر کے ساتھ ہے

[۴] میرے اہل بیت سے ہے۔

[۵] میرا متبع نہیں ہوگا اگرچہ بظاہر نسبت ونسب کا تعلق رکھتا ہوگا۔

[۶] فتنہ وفساد سے بچنے والے اور میرے قول وعمل کی اتباع کرنے والے ہوں گے، اسے فتنۃ السراء کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا وجود کثرت نعمت، مسرت، اسراف اور اشرات کا سبب ہوگا حتیٰ کہ دین کے دشمن اس کے وقوع کی وجہ سے خوش حال ہو جائیں گے۔ فتنۃ السر لفظ رفع کے ساتھ بھی ہے جس طرح ہم نے واضح کر دیا لیکن نصب کے ساتھ بھی مروی ہے اب معنی یہ ہوگا کہ فتنہ سراء کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد لفظ دخنہا کے ساتھ اس کی تشریح فرمائی

[۷] وَرِک، واؤ پر زبر، را کے نیچے زیر، سرین اور اس کا اوپر والا حصہ، ضِلَع، ضاد کے نیچے زیر، لام پر زبر، پہلو کی ہڈیاں یعنی ایسے مرد پر اتفاق کریں گے جو استقامت نہ رکھتا ہوگا اس کے احوال میں نظم نہ ہوگا جس طرح کہ سرین پہلو کی ہڈیوں پر منقسم نہیں ہوتی اور اس سے ترکیب نہیں پاتی۔

[۸] الدھیماء، دال پر پیش، ہا پر زبر دہم کی تصغیر بمعنی حادثہ یا بمعنی سیاہ وتاریک یہاں لفظ فتنہ مرفوع و منصوب دونوں طرح ہے

۹ یہ فتنہ ختم نہ ہوگا تھوڑا ساد بے گا پھر زیادہ ہو جائے گا۔
۱۰ یا دو گروہوں کی طرف
۱۱ فسطاط، فا پر پیش، یا زیر، خیمہ، بڑی خرگاہ، بڑی جماعت
۱۲ یہاں سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ فتنہ آخری زمانے میں آئے گا لیکن اس سے پہلے فتنوں کا آپ نے یقین نہیں فرمایا بلکہ فرمایا میرے اہلِ بیت میں سے کوئی اس کا سبب ہوگا وہ کون ہے اس کا دور کون سا ہے؟ اس کا تعین نہیں فرمایا۔

۵۱۶۹/۲۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَیْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ اَفْلَحَ مَنْ كَفَّ یَدَهٗ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عرب کی خرابی ہو[1] اس شر میں ہے جو نزدیک آگیا جس نے اس میں اپنا ہاتھ روکا وہ نجات پا گیا۔ (ابوداؤد)

۱ قتل وغارت سے

۵۱۷۰/۲۷ وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ السَّعِیْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ اِنَّ السَّعِیْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ اِنَّ السَّعِیْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ وَلَمَنِ ابْتُلِیَ فَصَبَرَ فَوَاهًا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا خوش قسمت ہے جو فتنوں سے ایک جانب رکھا گیا خوش قسمت ہے جو فتنوں سے بچایا گیا۔ خوش قسمت ہے جو فتنوں سے بچایا گیا[1] جو مبتلا ہو گیا اور صبر کیا تب بھی اچھا رہا[2]۔ (ابوداؤد)

۱ یہ جملہ تین دفعہ فرمایا کہ جو ایک جانب ہو گیا وہ اس فتنہ کے شر سے محفوظ ہو گیا۔
۲ اس معنی کی صورت میں لمن کی لام پر زبر ہوگی اور اب فواہا اس سے منقطع ہوگا اس کا معنی افسوس اور تحسر ہے یعنی اس شخص پر افسوس ہے جسے فتنہ سے ایک طرف نہ کیا گیا اور فتنہ میں مبتلا ہوا اور اس نے صبر کا مظاہرہ نہ کیا یا یہ بطور تعجب ہے کہ اس میں صبر کرنا کتنا ہی اعلیٰ ہے۔ بعض لوگوں نے لِمَن کو لام کی زیر کے ساتھ پڑھا اب اس کا تعلق واہا کے ساتھ ہوگا جس کا معنی تعجب ہے۔

۵۱۷۱/۲۸ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَ السَّیْفُ فِیْ اُمَّتِیْ لَمْ یُرْفَعْ عَنْهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَلْحَقَ قَبَآئِلُ مِنْ اُمَّتِیْ بِالْمُشْرِكِیْنَ وَحَتّٰی تَعْبُدَ قَبَآئِلُ مِنْ

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب میری امت میں ایک دفعہ تلوار چل گئی[1] تو قیامت تک رکھی نہیں جائے گی یہاں تک کہ میری امت کا ایک قبیلہ مشرکین سے جا ملے گا اور یہاں تک کہ میری امت کا ایک قبیلہ بتوں کو

أُمَّتِي الْأَوْثَانَ وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيُّ اللهِ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ۔

(رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

پوجنے لگے[1] اور میری امت میں تیس بہت ہی جھوٹے ہوں گے اور ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے حالانکہ میں سب انبیاء سے آخری[2] نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ غلبہ[3] کے ساتھ حق پر رہے گا اُن کے مخالف انھیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے حتیٰ کہ امر اللہ[4] کا آجائے۔

(ابوداؤد، ترمذی)

[1] اور قتل وغارت شروع ہوگئی۔

[2] خاتم، تاء پر زبر یا زیر قرآن مجید میں بھی اس لفظ کی دو قراٴتیں ہیں اور دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ اگر خاتم کا معنی مُہر ہو جو خط کے آخر میں لگائی جاتی ہے تو اب مقصود بطریق تشبیہ حاصل ہوگا۔

[3] دشمنانِ دین پر، یہ بھی ممکن ہے علی الحق کا تعلق ظاہرین سے ہو۔

[4] قیامت یا غلبہ دین مراد ہے تا آنکہ زمین پر کفر کا اثر باقی نہ رہے۔

٥١٧٢/٢٩ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَدُوْرُ رَحَى الْإِسْلَامِ لِخَمْسٍ وَثَلَاثِيْنَ أَوْ سِتٍّ وَثَلَاثِيْنَ أَوْ سَبْعٍ وَثَلَاثِيْنَ فَإِنْ يَهْلِكُوْا فَسَبِيْلُ مَنْ هَلَكَ وَإِنْ يَقُمْ لَهُمْ دِيْنُهُمْ يَقُمْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ عَامًا قُلْتُ أَمِمَّا بَقِيَ أَوْ مِمَّا مَضَى قَالَ مِمَّا مَضَى۔

(رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی چکی[1] پینتیس ۳۵ اور چھتیس ۳۶ اور سینتیس ۳۷ سال[2] چلتی رہے گی اور اگر ہلاک ہوگئے تو یہ ہلاک ہونے[3] والے کا راستہ ہے اور اگر یہ قائم رہے تو ان کا دین ستر[4] سال ان کے لیے قائم رہے گا میں نے عرض کیا کہ باقی سے یا گذرے ہوئے سالوں[5] سے، فرمایا کہ گذرے[6] ہوئے سے[7]۔

(ابوداؤد)

[1] مراد مستقر اور منتظم ہے یا احکامِ سنت کا جاری ہونا اور فتنوں سے امن وسلامتی مراد ہے۔

[2] اسلام کے کامل انتظام کے یہی سال ہیں اس کی ابتداء ہجرت سے ہوئی کیونکہ وہ حکومت اسلام اور فتوحات کا ذریعہ بنی اور تحقیق یہ ہے کہ سب سے پہلا فتنہ اسلام میں ۳۵ھ ہجری کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ہے۔ واقعہ جمل ۳۶ھ ہجری اور جنگِ صفین ۳۷ھ ہجری میں ہوئی۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ گفتگو آپ نے اس وقت فرمائی جب عمر مبارک چند سال باقی تھی کہ ان کا تیس سال پر اضافہ کیا جو کہ مدتِ خلافت ہے تو یوں ملانے سے یہ مدت پوری ہوجاتی ہے جس کی آپ نے خبر دی۔ اگر اسلام کے استقرار وانتظام میں عدم اجراء بدعات واختلافات کا اعتبار کیا جائے تو یہ توجیہ اولیٰ ہے اور اگر اعتبار عدم وجود فتنہ ومحاربہ کا لیا جائے تو پہلی وجہ اولیٰ ہے یہ بھی احتمال ہے کہ اس مدت کی ابتداء ظہورِ وحی سے ہو

تو زمانہ خلافتِ فاروقی پر یہ مدت پوری ہو جاتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ امن ، ایمان، سنت ، جماعت اور محبّت قلوب کا انتظام جو شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دور میں تھا وہ بہت ہی اعلیٰ اور سلامت تھا اور خلافتِ عثمان کے ایک یا دو سال بعد ایسی چیزیں پیدا ہو گئیں جو دلوں میں وحشت اور اجراء فتنہ کا سبب بنیں ۔

ﷺ امرِ دین کے انتظام کے بعد اگر کوئی ہلاک ہوتا ہے اور اصلاح نہیں کرتا ہے تو وہ انھیں لوگوں کی طرح ہوگا جس طرح قرونِ سابقہ اور امم سابقہ کا معاملہ ہے ۔

ﷺ اگر ان کے دینی تمام معاملات امراء و والیوں کی اطاعت اور اقامت شرائع و احکام حکومت اسلام کی شان و سطوت ہوئی تو یہ ستر سال تک قائم رہے گی ، ممکن ہے اس مدت میں یہ امور دینیہ بعد سالوں کے اتم اور زیادہ منظم ہوں کیونکہ آپ کی ذات اقدس سب سے بڑھ کر دانا ہے ۔

ﷺ وہ مدت ۳۵ ، ۳۶ یا ۳۷ سال کے بعد شروع ہوگی یا جو گذرے ہوئے اوقات میں وہ مراد ہیں یعنی زمانہ ظہورِ وحی یا ہجرت آیا وہ بھی اس میں شامل ہیں ۔

ﷺ اس کی ابتداء گذرے ہوئے سالوں سے ہے نہ کہ بعد کے سالوں سے

ﷺ میں نے اس حدیث کی شرح میں جو گفتگو کی ہے وہ فانی اور مختار اور موافق الفاظ حدیث ہے ، شارحین نے یہاں سب سے کلام کیا ہے ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۵۱۷۳ عَنْ اَبِیْ وَاقِدِ اللَّیْثِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَرَجَ اِلٰی غَزْوَةِ حُنَیْنٍ مَرَّ بِشَجَرَةٍ لِّلْمُشْرِكِیْنَ كَانُوْا یُعَلِّقُوْنَ عَلَیْهَا اَسْلِحَتَهُمْ یُقَالُ لَهَا ذَاتُ اَنْوَاطٍ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اجْعَلْ لَّنَا ذَاتَ اَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ اَنْوَاطٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰهِ هٰذَا كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسٰی اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ۔
۳۰
(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین کی طرف تشریف لے گئے تو مشرکین کے ایک ایسے درخت کے پاس سے گذرے جس پر وہ اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے اسے ذات انواط کہا جاتا تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے لیے بھی ایسا ہی ذات انواط بنا دیجیے جس طرح ان کے لیے ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا کہ ہمارے لیے کوئی معبود مقرر کرو جیسے ان کے معبود ہیں ۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم لوگ اپنے سے پہلے والوں کی راہ پر چلو گے ۔ (ترمذی)

۱؎ یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں ، غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور انھی کے پاس بنو لیث کا جھنڈا تھا ، بعض نے فرمایا : پہلا قول صحیح تر ہے باقی غزوۂ حنین فتح مکہ کے بعد واقع ہوا ۔

۲؎ مثلاً تیر کمان ، تلوار ، نیزہ وغیرہ

۳؎ انواط ، نوط کی جمع بمعنی لٹکانا چونکہ اس کے ساتھ اسلحہ لٹکاتے تھے اس لیے اس کا نام یہ پڑ گیا

۴؎ ان مسلمانوں نے کہا جو مؤلفۃ القلوب میں سے تھے یا ان کے علاوہ

۵؎ بطور تعجب و انکار

۶؎ بنی اسرائیل وغیرہ

۷؎ یہ ان کے احوال کی حکایت ہے کہ ایسے عمل کرتے اور حد سے تجاوز کرتے کہ وہ ان کی گمراہی کا سبب بن جاتا جیسا کہ بنی اسرائیل کا معاملہ تھا ، دوسری احادیث میں اس معنی پر تصریح ہے ۔

۵۱۷۴ وَعَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ۱؎ قَالَ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ۲؎ الْأُوْلٰى يَعْنِيْ مَقْتَلَ عُثْمَانَ فَلَمْ يَبْقَ مِنْ أَصْحَابِ بَدْرٍ أَحَدٌ ثُمَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الثَّانِيَةُ يَعْنِي الْحَرَّةَ فَلَمْ يَبْقَ مِنْ أَصْحَابِ الْحُدَيْبِيَةِ أَحَدٌ ثُمَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الثَّالِثَةُ فَلَمْ تَرْتَفِعْ وَبِالنَّاسِ طَبَاخٌ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت سعید بن مسیب۱؎ رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ پہلا۲؎ فتنہ (یعنی قتل عثمان۳؎) پر واقع ہوا تو بدر۴؎ والے صحابہ میں سے کوئی نہ بچا، پھر دوسرا فتنہ (واقعہ حرہ) ہوا تو حدیبیہ۵؎ والوں میں سے کوئی نہ بچا، پھر تیسرا فتنہ واقع ہوا جو نہ اٹھا اس حال میں کہ لوگوں میں قوت باقی رہی۶؎ ہو ۔ (بخاری)

۱؎ یہ اکابر اور متقدمین تابعین میں سے ہیں انھوں نے خلفاء راشدین کا دور پایا ۔

۲؎ اس سے پہلے مسلمانوں میں فتنہ پیدا نہ ہوا تھا ۔

۳؎ حضرت ابن مسیب نے فتنہ اُولیٰ سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت لی ہے ۔

۴؎ اس سے مراد یہ نہیں کہ شہادتِ عثمان کے وقت تمام اصحاب شہید ہو گئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس واقعہ سے لے کر واقعہ حرہ تک تمام اصحابِ بدر کا وصال ہو گیا سب سے آخری بدری صحابی جن کا واقعہ حرہ سے چند سال قبل وصال ہوا وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ تھے ۔

۵؎ یہ ترسیٹھ ہجری کا واقعہ ہے ۔

۶؎ اسے بیعتِ رضوان کہا جاتا ہے باقی یہاں بھی وہی مراد ہے جو اوپر گذرا ۔

۷؎ طُباخ بروزنِ سحاب طا پر ضمہ بھی آیا ہے اس کا معنی قوت اور فربہ ہونا ہے ۔ القاموس مشارق الانوار میں ہے کہ طباخ سے مراد عقل ہے بعض کے نزدیک مراد حسنِ دین و مذہب ہے یہاں خیر و صلاح اور قوت کا بقیہ ہے یعنی اس فتنہ میں کوئی صحابی باقی نہ رہا ۔ حواشی میں ہے یہاں فتنہ ثالثہ سے مراد ابن حمزہ خارجی کا خروج ہے جو مروان بن محمد بن مروان بن حکم کے دور میں ہوا بعض نے اس سے مراد فتنہ الازارقہ مراد لی ہے پہلا قول بہتر ہے کیونکہ یہ تیسرا فتنہ بھی

پہلے اور دوسرے کی طرح مدینہ کے ساتھ مخصوص ہے حالانکہ فتنہ ازارقہ مدینہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ مجمع البحار میں امام کرمانی سے منقول ہے کہ فتنہ ثالثہ سے مراد حضرت عبداللہ بن زبیر اور حجاج کی لڑائی ہے اس میں خانہ کعبہ گرا اور سن چوہتر ہجری میں عبدالملک بن مروان کے دور میں ہوا لیکن اس صورت میں یہ کہنا کہ کوئی صحابی باقی نہ رہا درست نہ رہے گا کیونکہ اس دور میں تو متعدد صحابہ کرام موجود تھے۔

۳۳۸ - بَابُ الْمَلَاحِمِ

لڑائیوں کا بیان

ملاحم، ملحمہ کی جمع بمعنی معرکہ اور قتال کی جگہ، لحم سے مشتق ہے۔ جنگ میں مقتول لوگوں کا گوشت بکھرتا ہے یا یہ لحمہ ثوب بالضم سے مشتق ہے بمعنی کپڑے کے تار، تانا بانا، چونکہ لوگ حالت جنگ میں دشمن کے ساتھ گتھم گتھا ہوتے ہیں جیسے کپڑے کے تار لیکن پہلا معنی انسب واقرب ہے۔ ملحمہ کا معنی حرب اور واقعۂ عظیم بھی آیا ہے۔ صراح میں ہے کہ ملحمہ کا معنی بڑا فتنہ اور بڑی جنگ کے ہیں۔ اس باب میں ان جنگوں کا ذکر ہوگا جو مخصوص لوگوں کے درمیان مخصوص اوقات اور مخصوص مقامات پر ہوئیں یہی وجہ ہے کہ اسے باب الفتن سے الگ ذکر کیا کیونکہ وہاں اجمالی جنگوں کا بیان تھا۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۵۱۷۵ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِیْمَتَانِ تَكُوْنُ بَیْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِیْمَةٌ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ وَحَتّٰی یُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِیْبٌ مِّنْ ثَلٰثِیْنَ كُلُّهُمْ یَزْعُمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَحَتّٰی یُقْبَضَ الْعِلْمُ وَیَكْثُرَ الزَّلَازِلُ وَیَتَقَارَبَ الزَّمَانُ وَیَظْهَرَ الْفِتَنُ وَیَكْثُرَ الْهَرَجُ وَهُوَ الْقَتْلُ وَحَتّٰی یَكْثُرَ فِیْكُمُ الْمَالُ فَیَفِیْضَ حَتّٰی یُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ یَّقْبَلُ صَدَقَتَهٗ وَ

پہلی فصل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک قیامت برپا نہ ہوگی حتیٰ کہ دو بڑی جماعتوں کے درمیان جنگ ہو، ان کے درمیان بڑی ہی خونریزی ہوگی۔ ان دونوں کا دعویٰ ایک ہوا اور یہاں تک کہ قریباً تیس دجال جھوٹے اٹھیں گے وہ سب دعویٰ کریں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور یہاں تک کہ علم سمیٹ لیا جاوے گا اور زلزلے بہت ہو جائیں گے اور زمانہ سکڑ جائے گا فتنے ظاہر ہوں گے ہرج یعنی قتل زیادہ ہو جائے اور یہاں تک کہ تم میں مال زیادہ

وَحَتّٰى يَعْرِضَهٗ فَيَقُوْلُ الَّذِيْ يَعْرِضُهٗ عَلَيْهِ لَا اَرَبَ لِيْ بِهٖ وَحَتّٰى يَتَطَاوَلَ النَّاسُ فِي الْبُنْيَانِ وَحَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ يَا لَيْتَنِيْ مَكَانَهٗ وَحَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِهَا فَاِذَا طَلَعَتْ وَرَاٰهَا النَّاسُ اَجْمَعُوْنَ فَذٰلِكَ حِيْنَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْ اِيْمَانِهَا خَيْرًا وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ نَشَرَ الرَّجُلَانِ ثَوْبَهُمَا بَيْنَهُمَا فَلَا يَتَبَايَعَانِهٖ وَلَا يَطْوِيَانِهٖ وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدِ انْصَرَفَ الرَّجُلُ بِلَبَنِ لِقْحَتِهٖ فَلَا يَطْعَمُهٗ وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَهُوَ يَلِيْطُ حَوْضَهٗ فَلَا يَسْقِيْ فِيْهِ وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ رَفَعَ اُكْلَتَهٗ اِلٰى فِيْهِ فَلَا يَطْعَمُهَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ہو جائے حتیٰ کہ مال والا فکر کرے گا[9] کہ اس کا صدقہ کون قبول کرے گا اور یہاں تک کہ وہ مال پیش کرنے کیلیے جس کو دے وہ کہے کہ مجھے اس کی ضرورت[10] نہیں اور یہاں تک کہ لوگ عالی شان[11] عمارتوں پر فخر کریں گے اور یہاں تک کہ ایک شخص کسی شخص[12] کی قبر پر گذرے تو کہے ہائے! اس جگہ میں ہوتا اور یہاں تک کہ سورج مغرب[13] سے نکلے جب ادھر سے نکلے گا اور لوگ دیکھیں گے تو سارے ہی ایمان لے آئیں[14] گے مگر یہ وقت ہوگا جب کسی کو ان کا ایمان نفع[15] نہ دے جو پہلے ایمان نہ لایا ہو یا جس نے اپنے ایمان میں بھلائی[16] نہ کمائی اور قیامت قائم ہو جائے گی اس حالت میں کہ دو اشخاص نے اپنا کپڑا اپنے درمیان میں پھیلایا[17] ہوا ہوگا تو نہ بیچ سکیں[18] گے اور نہ لپیٹ سکیں گے اور قیامت ہو جائیگی حالانکہ ایک شخص اپنی اونٹنی[19] کا دودھ لے کر چلے گا تو اسے پی نہ سکے گا اور قیامت قائم ہو جاوے گی حالانکہ کسی کا اپنا حوض ہوگا تو اس میں پانی نہ پلا سکے گا اور قیامت قائم ہوگی حالانکہ اس نے اپنا لقمہ اپنے منہ تک اٹھایا ہوگا تو کھا نہ سکے گا۔[20]

[1] دونوں مسلمان ہوں گے اور ان کا دعویٰ دین اسلام ہوگا یا ہر ایک کا دعویٰ ہوگا کہ میں حق پر ہوں دوسرا غلط ہے شارحین نے فرمایا اس سے مراد حضرت علی و معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متبعین ہیں جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہمارے بھائیوں نے ہمارے ساتھ سرکشی ہے، یہ بھی منقول ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے ایک شخص کو قیدی بنا کر لایا گیا تو متبعین علی میں سے ایک نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں سمجھتا تھا کہ شاید یہ مسلمان اور اچھا اسلام رکھتا ہے فرمایا تو کیا کہہ رہا ہے یہ اب بھی مسلمان ہی ہے۔ اس ارشادِ نبوی میں خوارج کے اس قول کا بطلان ہے کہ دونوں گروہ کافر ہو گئے تھے اور روافض کے اس قول کا بھی کہ حضرت علی کے مخالف کافر ہیں۔

[2] حق کو باطل کے ساتھ ملائیں گے ان اشیاء کا اظہار کرینگے جو ان میں نہ ہونگی۔ دجل، خلط ملط ملاوٹ اور تلبیس کے معانی میں آتا ہے۔

[3] پچھلے باب میں تیس کے عدد کا تعین گذرا لیکن تقریبًا تیس فرمایا ممکن ہے پہلے وحی بطور اجمال وابہام ہو

اور دوبارہ ان کا تعین کیا گیا ہو۔

سے۴ علماء کے اٹھ جانے سے علم لوگوں کے درمیان سے اٹھ جائے گا۔

ھ۵ زمانہ بہت جلدی گزرے گا، سال مہینے کی طرح، مہینہ ہفتہ کی طرح، ہفتہ دن کی طرح اور دن ایک گھڑی کی طرح ہوگا یا اس سے امام مہدی علیہ السلام کا زمانہ ہے جو نہایت ہی خوشحال ہوگا اور خوش حال وقت کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ وقت جتنا بھی ہو کم محسوس ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس عبارت کے معانی کتاب الرؤیا اور باب الفتن میں گذر چکے ہیں، ان میں سے پہلا معنی دوسری حدیث کے ظاہر سے ثابت ہے لہٰذا اس پر محمول کرنا ظاہر تر ہے۔

ے۶ مسلمانوں کے درمیان جنگیں برپا ہوں گی۔

ے۷ جو فتنہ و جنگ کا سبب ہوگا۔

ھ۸ فیض کا معنی پانی بہانا ہے جیسا کہ وہ کسی وادی میں بہتا ہے۔

ے۹ اس عبارت کے چند مفاہیم ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ لفظ یُہِمُّ یا پر پیش، ہا پر کسرہ اور رَبّ پر نصب ہو معنی یہ ہوگا کہ مال اتنا زیادہ ہوگا کہ صاحب مال کو پریشانی لاحق ہوگی کہ وہ کسی صاحب فقر کو تلاش کرے یعنی وہ ایسے فقیر کو بہت زیادہ تلاش کرے گا مگر محتاجوں کی قلت کی وجہ سے نہیں پائے گا دوسرا یہ کہ یا و پر زبر ہا پر ضمہ یَہُم بمعنی قصد سے مشتق ہو اور لفظ مرفوع، صاحب مال صدقہ لینے والے کو قصداً بہت تلاش کرے گا تیسرا یہ کہ یُہِمَّ یاء پر زبر ہا پر پیش اور رَبّ منصوب ہے یہ اس ہم سے مشتق ہے جس کا معنی غم میں ڈالنا ہے۔ صراح میں ہے کہ ہَمّ کا معنی جسم کو بیماری میں ڈالنا قاموس میں ہے الہَم کا معنی الحزن جیسے کہا جاتا ہے ہَمَّہٗ الامر ہَمًّا کسی کو غم میں ڈالنا یعنی صاحب مال کو فقیر کا نہ ملنا غم میں ڈالے گا۔

نلہ اَرَب، الف اور راء دونوں پر زبر، حاجت مند ہونا۔

سلہ صراح میں ہے بنیان، باء پر پیش، اردگرد دیوار بنانا و تعاول تکبر کرنا، گردن بلند کرنا، کسی وقت بلند ہونا

سلہ آخری زمانے میں دین میں فتنہ بپا ہونے کی وجہ سے قبر کی خواہش ہوگی تاکہ نجات حاصل ہو اور یہ مطلب اچھا ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے مگر دنیا کی پریشانیوں کی وجہ سے موت کی تمنا جائز نہیں باوجود اس کے کہ وہ واقع ہو کر رہے گی۔

سلہ اس کی تفصیل "باب العلامات بین یدی الساعۃ" میں آئے گی یہ وہ دن ہوگا جب توبہ کے دروازے بند ہو جائیں گے اس دن کے بعد توبہ قبول نہ ہوگی جیسا کہ آگے فرمایا۔

سلہ کیونکہ معاملہ آخرت آشکارا ہو جائے گا

ھلہ اس دن ایمان لانا

سلہ اگر پہلے نیکی نہ کی ہو تو

سلہ پہنچنے کے لیے

۱۸؎ اسی حال میں قیامت برپا ہو جائے گی۔
۱۹؎ اپنی اونٹنی کا دودھ دھویا ابھی پیا نہیں کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔ لِقْحَۃ لام کے نیچے زیر، دودھ دینے والی اونٹنی جس پر ولادت کے بعد تین ماہ گذر چکے ہوں اس کے بعد کی عمر میں لبون کہتے ہیں۔
۲۰؎ یعنی آدمی جس کام میں ہوں گے وہاں یکایک قیامت برپا ہو جائے گی باقی یہاں قیامت سے مراد نفخہ اولیٰ ہے جس سے تمام لوگ مرجائیں گے لیکن اس سے پہلے علاماتِ قیامت دیکھ چکے ہوں گے۔

۵۱۷۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ وَحَتّٰى تُقَاتِلُوا التُّرْكَ صِغَارَ الْاَعْيُنِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ ذُلْفَ الْاُنُوْفِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم ایسے لوگوں سے جنگ نہ کرو جن کے جوتے بالوں کے ہوں گے[۱] اور یہاں تک کہ ترکوں[۲] سے لڑو جو چھوٹی آنکھوں، سرخ چہروں اور پھیلی ہوئی[۳] ناکوں والے ہوں گے ان کے چہرے کٹی ہوئی[۴] ڈھالوں جیسے ہوں گے[۵] (بخاری و مسلم)

۱؎ بعض نے کہا کہ اس سے مراد ان کے بالوں کی لمبائی ہے کہ وہ پاؤں تک پہنچ رہے ہوں گے لیکن یہ بھی بعید ہے خواہ سر کے بال ہوں یا پنڈلیوں کے۔
۲؎ یہ یافث بن نوح کی اولاد ہیں ان کے جدامجد کا نام ترک تھا۔
۳؎ ذُلف، ذال پر پیش لام ساکن جمع اذلف جیسے حُمر حا پر ضمہ و میم ساکن احمر کی جمع ہے۔
۴؎ اَلْمَجَانّ، میم پر زبر، نون مشدد، مِجَنّ میم کے نیچے زیر جیم پر زبر کی جمع ہے۔ ان کے چہرے ڈھال کی طرح ہوں گے۔
۵؎ مُطْرَقَۃ میم پر پیش طا ساکن، را مخفف از اطراق یا طاء پر زبر را مشدد از تطریق۔

۵۱۷۷ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا خُوْزًا وَّكِرْمَانَ مِنَ الْاَعَاجِمِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ فُطْسَ الْاُنُوْفِ صِغَارَ الْاَعْيُنِ وُجُوْهُهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ عَنْ عَمْرِو بْنِ تَغْلِبَ عِرَاضَ الْوُجُوْهِ

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم خوز[۱] اور کرمان والے عجمیوں سے جنگ نہ کرو ان کے چہرے سرخ ناکیں چپٹی، آنکھیں چھوٹی، چہرے کٹی ہوئی ڈھالوں جیسے اور ان کے جوتے بالوں کے ہوں گے (بخاری) اور اسی کی ایک روایت میں عمرو بن تغلب[۲] سے چوڑے چہرے والے ہے)

۱؎ خوز، خا مضموم، آخر میں زا، علاقہ خوزستان کے لوگوں کے گروہ کا نام ہے کرمان، کاف مکسور مشہور شہر کا نام

جو فارس اور سجستان کے درمیان واقع ہے، محدثین نے اسے کاف کی زیر کے ساتھ بھی پڑھا ہے۔ قاموس میں ہے کرمان کاف پر زبر ہے اور کاف کے نیچے زیر بھی آیا ہے یا کسور پڑھنا غلطی ہے۔ شارح بخاری امام کرمانی نے فرمایا میرے شہر کا نام بکسر کاف ہے نہ کہ بفتحہ کاف۔ یہ بھی تسلیم ہے کہ فتحہ پڑھنا بھی تعریف ہے اور محدثین کی روایت بالفتحہ اسی پر مبنی ہے۔

ٰ۲ تغلب، تا اور غین پر صحابی ہیں، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے اور ان سے امام حسن بصری اور حکم بن الاعرج نے روایت لی ہے تو بخاری کی دوسری روایت میں جو عمرو بن تغلب سے مروی ہے حمر الوجوہ کی جگہ عراض الوجوہ (چوڑے چہرے والے) ہے۔

۵۱۷۸
۴
وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى یُقَاتِلَ الْمُسْلِمُوْنَ الْیَهُوْدَ فَیَقْتُلُهُمُ الْمُسْلِمُوْنَ حَتّٰى یَخْتَبِئَ الْیَهُوْدِیُّ مِنْ وَّرَآءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ فَیَقُوْلُ الْحَجَرُ وَالشَّجَرُ یَا مُسْلِمُ یَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا یَهُوْدِیٌّ خَلْفِیْ فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ اِلَّا الْغَرْقَدَ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرِ الْیَهُوْدِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ جنگ کریں گے مسلمان یہودیوں سے اور یہودی کو مسلمان قتل کریں گے۔ حتیٰ کہ یہودی پتھر اور درخت کے پیچھے چھپے گا تو پتھر اور درخت کہے گا کہ اے مسلم! اے اللہ کے بندے یہ یہودی میرے پیچھے ہے آ اسے قتل کر سوا غرقد کے کہ وہ یہود کے درختوں میں سے ہے (مسلم)

ٰ۱ غرقد، غین پر زبر، را ساکن، قاف پر زبر، یہ ایک خاردار درخت کا نام ہے، جو مدینہ کے قبرستان میں اکثر تھا اس لیے اس کا نام بقیع الغرقد پڑھا کیونکہ وہاں یہ درخت کثرت کے ساتھ تھا۔

ٰ۲ یہود کو ان کے ساتھ نسبت ہے اور اس کی حقیقت کو اللہ اور رسول کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۵۱۷۹
۵
وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى یَخْرُجَ رَجُلٌ مِّنْ قَحْطَانَ یَسُوْقُ النَّاسَ بِعَصَاهُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

انھی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ قحطان سے ایک آدمی نکلے گا جو لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکے گا (بخاری و مسلم)

ٰ۱ قحطان، قاف پر زبر، حا ساکن، ابوالیمن کا نام ہے۔

ٰ۲ اس سے مراد لوگوں کی اطاعت اور امراء کی سلطنت کو تسلیم کرنا ہے اور امراء کی سختی ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں حقیقۃً عصا سے ہانکنا ہو۔

۵۱۸۰
۶
وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْهَبُ الْاَیَّامُ وَاللَّیَالِیْ

اور انھی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رات دن ختم نہ ہوں گے حتیٰ کہ ایک

حَتّٰی یَمْلِكَ رَجُلٌ یُّقَالُ لَہُ الْجَھْجَاہُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ حَتّٰی یَمْلِكَ رَجُلٌ مِّنَ الْمَوَالِیْ یُقَالُ لَہُ الْجَھْجَاءُ ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

ایک شخص بادشاہ بنے گا جسے جہجاہ[۱] کہا جائے گا اور ایک روایت میں ہے کہ موالی[۲] میں سے ایک آدمی بادشاہ بن جائے گا جسے جہجاء[۳] کہا جائے گا (مسلم)

لہ جہجاہ، دونوں جیموں پر فتحہ، پہلی ہا ساکن

لہ موالی سے عجمی ہونا مراد ہے کیونکہ وہ اکثر عربوں کے غلام تھے۔

لہ جہجاء، آخر ہا محذوف، اور یہ ہمزہ کے ساتھ مروی ہے۔

۵۱۸۱ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَتَفْتَحَنَّ عِصَابَۃٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ کَنْزَ اٰلِ کِسْرٰی الَّذِیْ فِی الْاَبْیَضِ ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر بن سمرہ[۱] رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا مسلمانوں کی ایک جماعت کسرٰی کا خزانہ کھولے گی جو کہ مقام ابیض[۲] میں ہے۔

لہ یہ مشہور صحابی ہیں ان کے حالات متعدد جگہ پر آ گئے ہیں، کسرٰی، فارس کے سربراہ، کسرٰی خسرو سے بنا ہے کاف پر زبر یا زیر فارس کے بادشاہ کو کسرٰی کہتے ہیں جیسے روم کے سربراہ کو قیصر، چین کے سربراہ کو خاقان، مصری کو فرعون یمنی کو تبیل قاف پر زبر اور حبشہ کے سربراہ کو نجاشی کہا جاتا تھا۔

لہ یہ مدائن میں قلعہ کا نام ہے اسے عجمی سفید کو شک کہتے ہیں۔ اب اس کی جگہ مدائن کی مسجد ہے۔ یہ خزانہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دور میں نکالا گیا اور یوں یہ آپ کی اس مبارک خبر کی تصدیق ہوئی۔ قاموس میں ہے کہ ابیض ایک محل کا نام ہے یہ عجائبات میں سے تھا اسے خلیفہ مکتفی باللہ نے برباد کیا اور پھر محل بنایا تو اس کے کنگرے اس کی بنیادوں میں ڈالے۔ لوگوں نے اسی انقلاب پر تعجب کیا۔ اس شہر کا نام یمامہ ہے اور یہ یمن میں ایک قلعہ ہے

۵۱۸۲ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلَكَ کِسْرٰی فَلَا یَکُوْنُ کِسْرٰی بَعْدَہٗ وَقَیْصَرُ لَیَھْلِکَنَّ ثُمَّ لَا یَکُوْنُ قَیْصَرُ بَعْدَہٗ وَلَتُقْسَمَنَّ کُنُوْزُھُمَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَسَمَّی الْحَرْبَ خُدْعَۃً ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کسرٰی[۱] ہلاک ہو گیا تو اس کے بعد کسرٰی نہ ہو گا۔ قیصر ہلاک ہو گا تو پھر اس کے بعد قیصر نہ ہو گا ان کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کیے جائیں گے اور آپ نے جنگ کو دھوکہ[۲] کا نام دیا۔ (بخاری و مسلم)

لہ یہ ان دنوں میں آپ کا زمانہ ہوا جب خسرو نے آپ کا خط مبارک پھاڑ دیا تھا

لہ اس کے ذریعے آپ نے جنگ کی اطلاع دی اور بتایا کہ دشمنوں کے ساتھ جنگ میں فریب و حیلہ اختیار کیا جا سکتا ہے کیونکہ فتح و کامیابی میں اس کا نہایت ہی دخل ہوتا ہے۔ مثلاً کسی نہ کسی طریقہ سے اپنے لشکر کو دشمن کی نگاہ میں زیادہ دکھانا یا دوران لڑائی اس جگہ کا انتخاب کرنا کہ دشمن محسوس کرے کہ یہ جنگ کا ارادہ نہیں رکھتے جب وہ غافل ہو جائیں

تو اچانک ان پر حملہ کر دیا جائے۔ باقی یاد رہے کہ جھوٹ بولنا، بدعہدی کرنا یا دھوکہ دینا جائز نہیں۔ خُدْعَۃٌ، خا پر ضمہ یا فتحہ دال ساکن، خاء پر ضمہ اور دال پر فتحہ بھی ہے۔ خاء پر فتحہ اور دال ساکن سب سے فصیح ہے۔ قاموس میں ہے کہ خاء پر تینوں حرکات آتی ہیں اور خاء اور دال دونوں پر فتحہ بروزن طلبہ بھی مروی ہے اور اس سے مراد اہلِ حرب ہیں اور خدع کا اصلی معنی ظاہر کرنا اور دل میں اس کے برعکس رکھنا ہے۔

۵۱۸۳ وَعَنْ نَافِعِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَغْزُوْنَ جَزِيْرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ فَارِسَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الرُّوْمَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الدَّجَّالَ فَيَفْتَحُهُ اللّٰهُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت نافع[1] بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ جزیرۂ عرب[2] میں جہاد کرو گے تو اللہ فتح عطا فرمائے گا پھر فارس پر تو اللہ فتح دے گا پھر تم روم پر حملہ کرو گے تو اللہ فتح دے گا پھر تم دجال سے جہاد کرو گے تو اللہ فتح دے گا[3] (مسلم)

[1] نافع بن عتبہ بن ابی وقاص زہری، یہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے برادر زاد صحابی ہیں۔ فتح مکہ کے دن اسلام لائے اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معافی کا اعلان کیا تھا۔ اہلِ کوفہ میں سے شمار ہوتے ہیں۔

[2] میدان کے احاطہ کی وجہ سے اسے جزیرہ کہا جاتا ہے یا اس کے ہر طرف اور طول و عرض میں سے جزیرۃ العرب کی شرح میں میں نے وہ تمام اختلافات کو نقل کر دیا ہے جو ہیں۔

[3] اس کے ہاتھ میں جو ملک و علاقہ ہو گا وہ تمہیں مل جائے گا اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔

۵۱۸۴ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ مِّنْ اَدَمٍ فَقَالَ اُعْدُدْ سِتًّا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَوْتِيْ ثُمَّ فَتْحُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ ثُمَّ مُوْتَانٌ يَاْخُذُ فِيْكُمْ كَقُعَاصِ الْغَنَمِ ثُمَّ اسْتِفَاضَةُ الْمَالِ حَتّٰى يُعْطَى الرَّجُلُ مِائَةَ دِيْنَارٍ فَيَظَلَّ سَاخِطًا ثُمَّ فِتْنَةٌ لَا يَبْقٰى بَيْتٌ مِّنَ الْعَرَبِ اِلَّا دَخَلَتْهُ ثُمَّ هُدْنَةٌ تَكُوْنُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْاَصْفَرِ فَيَغْدِرُوْنَ فَيَاْتُوْنَكُمْ تَحْتَ ثَمَانِيْنَ غَايَةً تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفًا۔

حضرت عوف[1] بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں غزوۂ تبوک[2] کے موقع پر رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ چمڑے کے خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ فرمایا قیامت سے پہلے چھ چیزیں شمار کر لو۔ میرا وصال پھر بیت المقدس کی فتح پھر عام موت[3] جو تم میں بکریوں کی وبا کی طرح پھیلے گی پھر مال کا بہہ جانا حتیٰ کہ ایک شخص کو سو دینار دیے جائیں گے پھر بھی وہ ناراض[4] رہے۔ پھر وہ فتنہ کہ عرب کا کوئی گھر نہ رہے اس میں داخل ہو[5] جائے گا پھر وہ صلح جو تمہارے اور رومیوں[6] کے درمیان ہو گی پھر وہ عہد شکنی کریں گے تو تمہارے مقابل اسی جھنڈوں[7] تلے آئیں گے۔ ہر جھنڈے تلے

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) بارہ [۱۲] ہزار ہوں گے۔ (بخاری)

لے یہ اشجعی صحابی ہیں یہ اولاً غزوۂ خیبر میں شریک ہوئے، فتح مکہ کے دن بنو اشجعہ کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا ملک شام میں سکونت پذیر رہے، تہتر ہجری میں ان کا وصال ہوا، ان سے صحابہ اور تابعین نے روایت کیا ہے۔

سے۲ یہ ملک شام کی سرزمین پر جگہ کا نام ہے۔

سے۳ ان چھ چیزوں کو علامات قیامت میں سے جان لو

سے۴ کیونکہ جب تک میں تم میں موجود ہوں قیامت نہیں آسکتی۔

سے۵ جب تک بیت المقدس فتح نہیں کرو گے قیامت نہیں آئے گی۔

سے۶ موتان، میم پر پیش، واؤ ساکن بمعنی وباء

سے۷ قعاص، قاف پر پیش عین اور آخر میں صاد، وہ بیماری جو جانوروں میں پیدا ہو اور ان کی موت واقع ہو۔ اس وباء سے مراد وہ ہے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں پیدا ہوئی جس کی وجہ سے تین دن میں ستر ہزار افراد فوت ہوئے۔ اس وقت مسلمان فوج کی چھاؤنی عمواس (عین پر زبر جگہ کا نام ہے) پر تھی جو بیت المقدس کے قریب ہے یہی وجہ ہے کہ اس وباء کو طاعون عمواس کہا جاتا ہے یہ پہلا طاعون تھا جو اسلام میں واقع ہوا۔

سے۸ اس سونے کے سو دینار کو قلیل و حقیر سمجھے گا۔

سے۹ شارحین نے فرمایا کہ اس سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہے یا وہ جنس فتنہ مراد ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ظاہر ہوا۔

سے۱۰ بنو الاصفر۔ فاء کے ساتھ یہ روم کا دوسرا نام ہے کیونکہ ان کا پہلا باپ روم بن عیصو بن اسحاق ہے جس کا رنگ زرد اور سفیدی مائل تھا۔

بعض نے کہا کہ اس روم بن عیصو نے شاہ حبشہ کی بیٹی سے شادی کی تو پھر ان کے درمیان سیاہ و سفید اولاد ہوئی بعض کی یہ رائے ہے کہ ان کے بڑے باپ کا نام اصفر بن روم بن عیصو ہے

سے۱۱ صراح میں ہے غایۃ غین کے ساتھ وہ جھنڈا جسے رأیۃ کہا جاتا ہے، فارسی زبان میں اسے درفش کہتے ہیں جو جنگ میں سرداروں کے ساتھ ہوتا ہے بعض روایات میں یہ لفظ غابہ با کے ساتھ ہے بمعنی جنگل، اس لشکر کو جنگل کے ساتھ تشبیہ ان کی کثرت اور اس کے اسلحہ کی وجہ سے ہے۔

سے۱۲ مقصود ان کی کثرت کا بیان ہے۔

۵۱۸۵ / ۱۱ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَنْزِلَ الرُّوْمُ بِالْاَعْمَاقِ اَوْ بِدَابِقَ فَيَخْرُجُ اِلَيْهِمْ جَيْشٌ مِّنَ الْمَدِيْنَةِ مِنْ خِيَارِ اَهْلِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ رومی تمہارے مقابلے کے لیے اعماق [۱] یا بدابق [۲] کے مقام پر نہ اتریں گے ان کی طرف

اَلْاَرْضِ يَوْمَئِذٍ فَاِذَا تَصَافُّوْا قَالَتِ الرُّوْمُ خَلُّوْا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الَّذِيْنَ سَبَوْا مِنَّا نُقَاتِلْهُمْ فَيَقُوْلُ الْمُسْلِمُوْنَ لَا وَاللّٰهِ لَا نُخَلِّيْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ اِخْوَانِنَا فَيُقَاتِلُوْنَهُمْ فَيَنْهَزِمُ ثُلُثٌ لَا يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ اَبَدًا وَّيُقْتَلُ ثُلُثُهُمْ اَفْضَلُ الشُّهَدَآءِ عِنْدَ اللّٰهِ وَيَفْتَتِحُ الثُّلُثُ لَا يُفْتَنُوْنَ اَبَدًا فَيَفْتَتِحُوْنَ قُسْطُنْطِيْنِيَّةَ فَبَيْنَا هُمْ يَقْتَسِمُوْنَ الْغَنَآئِمَ قَدْ عَلَّقُوْا سُيُوْفَهُمْ بِالزَّيْتُوْنِ اِذْ صَاحَ فِيْهِمُ الشَّيْطَانُ اَنَّ الْمَسِيْحَ قَدْ خَلَفَكُمْ فِيْ اَهْلِيْكُمْ فَيَخْرُجُوْنَ وَذٰلِكَ بَاطِلٌ فَاِذَا جَآءُوا الشَّامَ خَرَجَ فَبَيْنَمَا هُمْ يُعِدُّوْنَ لِلْقِتَالِ يُسَوُّوْنَ الصُّفُوْفَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَيَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَؤُمُّهُمْ فَاِذَا رَاٰهُ عَدُوُّ اللّٰهِ ذَابَ كَمَا يَذُوْبُ الْمِلْحُ فِي الْمَآءِ فَلَوْ تَرَكَهٗ لَانْذَابَ حَتّٰى يَهْلِكَ وَلٰكِنْ يَّقْتُلُهُ اللّٰهُ بِيَدِهٖ فَيُرِيْهِمْ دَمَهٗ فِيْ حَرْبَتِهٖ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

مدینہ طیبہ سے لشکر نکلے گا جو ان دنوں اہلِ زمین کے بہترین افراد ہوں گے جب وہ صف بستہ ہوں گے تو رومی کہیں گے کہ ہمارے ان رومیوں کو چھوڑ دو جنھیں جن کو آپ نے قید کیا ہے تا کہ ہم ان[3] سے لڑیں، مسلمان کہیں گے کہ خدا کی قسم! ہم اپنے بھائیوں کو تمہارے سپرد نہ کریں گے۔ پس ان سے لڑائی ہوگی تو ایک[4] تہائی شکست کھا جائیں گے جن کی اللہ تعالیٰ کبھی توبہ قبول نہیں کرے گا ایک تہائی قید کر لیے جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کے افضل شہداء ہوں گے اور ایک تہائی فتح پائیں[5] گے جو کبھی فتنے میں نہیں ڈالے جائیں گے پس وہ قسطنطنیہ[6] کو فتح کریں گے ابھی وہ مالِ غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے اور تلواریں انھوں نے زیتون کے درخت سے لٹکائی ہوں گی کہ ان میں شیطان چلائے گا کہ تمہارے بعد دجال تمہارے گھر والوں کے پاس آگیا، وہ نکلیں گے مگر یہ خبر غلط ثابت ہوگی جب وہ شام[7] میں ہوں گے تو وہ نکل آئے گا وہ جنگ کی تیاری کر کے صف بستہ ہوں گے جب نماز کی اقامت کہی جائے گی تو حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے اور ان کی امامت کریں گے جب اللہ کا دشمن انھیں دیکھے گا تو ایسے پگھلے گا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے اگر چھوڑے رکھیں تو سارا پگھل جائے یہاں تک کہ اپنا وجود کھو بیٹھے لیکن اللہ تعالیٰ ان کے دستِ مبارک سے اسے قتل کرائے گا[11] پس وہ اپنے نیزے میں لوگوں کو اس کا خون دکھائیں گے[12] (مسلم)

[1] اعماق، ہمزہ پر زبر، اطراف مدینہ میں سے ایک مقام کا نام ہے۔

[2] دابق یہ دوسری جگہ کا نام ہے۔ باء پر زبر ہے

[3] یعنی جن مسلمانوں نے ہمارے افراد کو قیدی بنا یا ہے ہم ان سے بدلہ لینا چاہتے ہیں مثلاً مسلمانوں کو دھوکہ دینا اور ان میں تفریق کرتا تھا۔

ـــ۴ مسلمانوں میں سے

ـــ۵ بلادِ روم کو وہ تہائی مسلمان فتح کریں گے جو باقی بچیں گے۔

ـــ۶ اس لفظ کو چند طرح پڑھا گیا ہے مشہور یہ ہے کہ قاف پر پیش، سین ساکن، طا پر پیش، نون ساکن، طاء کے نیچے زیر، یاء ساکن اور اس کے بعد تاء سے پہلے نون مفتوحہ ہے بعض نے یاء مشددہ یا مخففہ کا اضافہ بھی روایت کیا، اس صورت میں آخری نون مکسور ہوگا یہ بلادِ روم میں افریجہ کی حدود میں ایک عظیم قلعہ کا نام ہے جو رومیوں کا دارالخلافہ ہے اس کی فتح علاماتِ قیامت میں سے ہے۔ علامہ طیبی کہتے ہیں کہ اس کی فتح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کے دور میں ہو گئی تھی۔

ـــ۷ شام، ہمزہ اور بغیر ہمزہ دونوں طرح ہے اسے شام کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کعبہ کی بائیں جانب اور یمن کی دائیں جانب ہے۔

ـــ۸ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہیبت وخوف کی وجہ سے

ـــ۹ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے قتل نہ بھی کریں، تب بھی وہ ہلاک ہو جائے گا۔

ـــ۱۰ یعنی اللہ تعالیٰ کا ارادہ وحکم اسی طرح ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہونا ہے۔

ـــ۱۱ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے خون کا اظہار اپنے نیزے پر کر کے اس کے قتل کا اعلان فرمائیں گے۔

۵۱۸۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ السَّاعَةَ[۱] لَا تَقُوْمُ حَتّٰى لَا يُقْسَمَ مِيْرَاثٌ وَّلَا يُفْرَحَ بِغَنِيْمَةٍ ثُمَّ قَالَ عَدُوٌّ يَّجْمَعُوْنَ لِاَهْلِ الشَّامِ وَيَجْمَعُ لَهُمْ اَهْلُ الْاِسْلَامِ يَعْنِي الرُّوْمَ فَيَتَشَرَّطُ الْمُسْلِمُوْنَ شُرْطَةً لِّلْمَوْتِ لَا تَرْجِعُ اِلَّا غَالِبَةً فَيَقْتَتِلُوْنَ حَتّٰى يَحْجُزَ بَيْنَهُمُ اللَّيْلُ فَيَفِيْءُ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ كُلٌّ غَيْرُ غَالِبٍ وَتَفْنَى الشُّرْطَةُ ثُمَّ يَتَشَرَّطُ الْمُسْلِمُوْنَ لِلْمَوْتِ لَا تَرْجِعُ اِلَّا غَالِبَةً فَيَقْتَتِلُوْنَ حَتّٰى يَحْجُزَ بَيْنَهُمَا اللَّيْلُ فَيَفِيْءُ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ كُلٌّ غَيْرُ غَالِبٍ وَتَفْنَى الشُّرْطَةُ ثُمَّ يَتَشَرَّطُ الْمُسْلِمُوْنَ شُرْطَةً لِّلْمَوْتِ لَا تَرْجِعُ اِلَّا غَالِبَةً فَيَقْتَتِلُوْنَ حَتّٰى يُمْسُوْا فَيَفِيْءُ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ كُلٌّ غَيْرُ غَالِبٍ وَتَفْنَى

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ میراث نہ بانٹی جائے اور غنیمت سے خوشی نہ منائی جائے۔ پھر فرمایا[۱] کہ قوی دشمن جمع ہوں گے، شام[۲] والوں کے مقابل اور ان کے مقابلہ میں مسلمان جمع ہوں گے[۳] یعنی رومیوں کے مقابل تو مسلمان ایک دستہ منتخب کریں گے[۴] موت[۵] کے لیے نہ لوٹیں گے مگر غالب ہو کر پس سخت جنگ کریں گے حتیٰ کہ ان کے درمیان رات آڑے[۶] ہو جائے گی، تو یہ بھی لوٹ جائیں گے اور وہ بھی کوئی غالب نہ ہوگا اور یہ دستہ فنا ہو جائے گا پھر مسلمان موت کی شرط لگائیں گے کہ بغیر غالب ہوئے نہ لوٹیں گے، تو عظیم جنگ کریں گے حتیٰ کہ ان کے درمیان رات آڑے آجائے گی، تو یہ اور وہ لوٹ جائیں گے کوئی غالب نہ ہوگا اور دستہ فنا ہو جائے گا مگر پھر مسلمان موت کی شرط لگائیں گے اور بغیر غالب ہوئے نہ لوٹیں گے۔ تو

الشُّرْطَةُ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الرَّابِعِ نَهَدَ إِلَيْهِمْ بَقِيَّةُ أَهْلِ الْإِسْلَامِ فَيَجْعَلُ اللّٰهُ الدَّبْرَةَ عَلَيْهِمْ فَيَقْتَتِلُونَ مَقْتَلَةً لَمْ يُرَ مِثْلُهَا حَتّٰى إِنَّ الطَّائِرَ لَيَمُرُّ بِجَنَبَاتِهِمْ فَلَا يُخَلِّفُهُمْ حَتّٰى يَخِرَّ مَيْتًا فَيَتَعَادُّ بَنُو الْأَبِ كَانُوْا مِائَةً فَلَا يَجِدُوْنَهُ بَقِيَ مِنْهُمْ إِلَّا الرَّجُلُ الْوَاحِدُ فَبِأَيِّ غَنِيْمَةٍ يُفْرَحُ أَوْ أَيِّ مِيْرَاثٍ يُقْسَمُ فَبَيْنَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ سَمِعُوْا بِبَأْسٍ هُوَ أَكْبَرُ مِنْ ذٰلِكَ فَجَاءَهُمُ الصَّرِيْخُ أَنَّ الدَّجَّالَ قَدْ خَلَفَهُمْ فِيْ ذَرَارِيِّهِمْ فَيَرْفُضُوْنَ مَا فِيْ أَيْدِيْهِمْ وَيُقْبِلُوْنَ فَيَبْعَثُوْنَ عَشَرَةَ فَوَارِسَ طَلِيْعَةً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ لَأَعْرِفُ أَسْمَاءَهُمْ وَأَسْمَاءَ آبَائِهِمْ وَأَلْوَانَ خُيُوْلِهِمْ هُمْ خَيْرُ فَوَارِسَ أَوْ مِنْ خَيْرِ فَوَارِسَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

عظیم جنگ کریں گے حتیٰ کہ شام ہو جائے گی تو یہ اور وہ لوٹ جائیں گے کوئی غالب نہ ہوگا اور شرط فنا ہو گی۔ پھر چوتھا دن آئے گا تو کفار کی طرف بچے کھچے مسلمان اٹھ کھڑے ہوں گے تو اللہ ان مسلمانوں پر شکست ڈال دے گا تو مسلمان اس طرح قتل کریں گے کہ اس جیسا نہ دیکھا گیا ہوگا حتیٰ کہ پرندہ ان کے ارد گرد گزرے گا تو انھیں پیچھے نہ چھوڑ سکے گا حتیٰ کہ گر کر مر جائے تو ایک دادا کی اولاد جو سو تھی گنی جائے گی تو ان میں ایک کے سوا کسی کو باقی نہ پائیں گے تو کون سی غنیمت سے خوشی منائی جائے اور کون سی میراث بانٹی جائے جب وہ اس حالت میں ہوں گے کہ اچانک اس سے بڑی جنگ سنیں گے کہ ان تک ایک چیخ آئے گی کہ دجال ان کے پیچھے ان کے بچوں میں پہنچ گیا تو وہ لوگ چھوڑ دیں گے جو کچھ ان کے ہاتھوں میں ہے اور ادھر متوجہ ہو جائیں گے تو وہ دس سوار جاسوس بھیجیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ان کے نام ان کے باپ دادا کے نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ پہچانتا ہوں وہ لوگ اس دن روئے زمین پر بہترین سوار ہوں گے (مسلم)

سلہ آپ نے اس دوران فرمایا

سلہ کا فراہل شام سے مقاتلہ کے لیے لشکر جمع کریں گے۔

سلہ صراح میں ہے، جمع کرنے کا معنی اجتماع کرنا ہے۔

سلہ یہ دشمن کی تفسیر ہے کہ یہاں دشمن سے مراد روم ہے

سلہ انھیں جنگ کے لیے دشمن کے مقابل بھیجیں گے۔

سلہ اگر لوٹیں گے تو غالب لوٹیں گے ورنہ جان دے دیں گے۔ شُرطہ، شین پر پیش، واؤ پر فتحہ۔ یا ساکن وہ پہلا لشکر جو جنگ کرے گا۔ میں ابتداءً مرنے کے لیے تیار رہوں۔ یتشرّط اس سے باب تفعّل ہے اور اسی سے یشترط باب افتعال بھی مروی ہے۔

سلہ مجز، حا جیم اور زاء بازرکھنا

ﮯ یعنی لشکر اسلام پر۔ دبر دال اور رار دونوں پر فتحہ جنگ میں شکست اٹھانا
ﮯ۹ زمین پر گندگی کی وجہ سے یا طول مسافت کی وجہ سے وہ اڑنے سے تھک جائے گا اور گر جائے گا۔
ﮯ۱۰ اس قدر لوگ قتل ہوں گے کہ سو سے صرف ایک بچے گا
ﮯ۱۱ وہ پہلی جنگ سے سخت ہوگی باس ہمزہ کے ساتھ، عذاب اور جنگ میں سختی کے ساتھ
ﮯ۱۲ مال واسباب
ﮯ۱۳ تاکہ دشمن کے حال سے مطلع کریں طلیعہ بروزن کریمہ وہ دشمن جسے جاسوسی کے لیے پہلے روانہ کیا جائے اس میں واحد و جمع برابر ہے۔

۵۱۸۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ سَمِعْتُمْ بِمَدِيْنَةٍ جَانِبٌ مِّنْهَا فِی الْبَرِّ وَجَانِبٌ مِّنْهَا فِی الْبَحْرِ قَالُوْا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَغْزُوَهَا سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِّنْ بَنِیْ اِسْحَاقَ فَاِذَا جَاءُوْهَا نَزَلُوْا فَلَمْ يُقَاتِلُوْا بِسِلَاحٍ وَلَمْ يَرْمُوْا بِسَهْمٍ قَالُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ فَيَسْقُطُ اَحَدُ جَانِبَيْهَا قَالَ ثَوْرُ بْنُ يَزِيْدَ الرَّاوِیُّ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا قَالَ الَّذِیْ فِی الْبَحْرِ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ الثَّانِيَةَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ فَيَسْقُطُ جَانِبُهَا الْاٰخَرُ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ الثَّالِثَةَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ فَيُفَرَّجُ لَهُمْ فَيَدْخُلُوْنَهَا فَيَغْنَمُوْنَ فَبَيْنَمَا هُمْ يَقْتَسِمُوْنَ الْمَغَانِمَ اِذْ جَاءَهُمُ الصَّرِيْخُ فَقَالَ اِنَّ الدَّجَّالَ قَدْ خَرَجَ فَيَتْرُكُوْنَ كُلَّ شَیْءٍ وَيَرْجِعُوْنَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے وہ شہر سنا ہے جس کا ایک کنارہ خشکی میں ہے اور اس کا دوسرا کنارہ دریا میں۔ عرض کیا یا رسول اللہ ہاں! فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ اس پر اولاد اسحاق کے ستر ہزار غازی غزوہ کریں گے تو جب وہاں پہنچیں گے تو اتریں گے تو نہ تو ہتھیاروں سے جنگ کریں گے نہ کوئی تیر پھینکیں گے کہیں گے لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر تو اس کی فصیل ایک جانب گر جائے گی، ثور بن یزید راوی کہتا ہے کہ میرے علم کے مطابق سمندر کی جانب والی کہا پھر دوسری مرتبہ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہیں گے تو ان کے لیے راستہ نکل آئے گا پس انہیں داخل ہو کر غنیمت حاصل کریں گے اسی دوران کہ وہ مال غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے کہ چیخ کی آواز آئے گی کہا جائے گا کہ دجال نکل آیا ہے وہ سب کچھ چھوڑ کر اس کی طرف لوٹیں گے۔ (مسلم)

ﮯ۱ اس شہر کے نواح میں
ﮯ۲ اس حدیث کے راوی، ان کی کنیت ابوخالد ہے حمص سے تعلق رکھتے ہیں انھوں نے حضرت خالد بن معدان سے روایت کیا ہے اور ان سے یحییٰ بن سعید نے روایت کیا ہے۔ حافظ، ثقہ، صدوق اور صحیح الحدیث ہیں لیکن فرقہ قدریہ سے ہیں ڈیڑھ سو ہجری میں وصال ہوا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۵۱۸۸ / ۱۴ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمْرَانُ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ خَرَابُ يَثْرِبَ وَخَرَابُ يَثْرِبَ خُرُوْجُ الْمَلْحَمَةِ وَخُرُوْجُ الْمَلْحَمَةِ فَتْحُ قُسْطُنْطِيْنِيَّةَ وَفَتْحُ قُسْطُنْطِيْنِيَّةَ خُرُوْجُ الدَّجَّالِ ۔ (رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیت المقدس کی آبادی یثرب کی خرابی میں ہے اور یثرب کی خرابی جنگ عظیم[۱] ہے اور جنگ عظیم میں قسطنطنیہ کی فتح ہے اور قسطنطنیہ کی فتح میں دجال کا خروج[۳] ہے۔ (ابوداؤد)

[۱] کیونکہ بیت المقدس پر کفار نصاری کا غلبہ ہو جائے گا اور وہ یثرب کی خرابی کا سبب بنے گا۔ یثرب مدینہ طیبہ کا نام ہے۔ اس کا اطلاق ورود نبی سے پہلے کا ہے۔ یثرب یا لفظ ثرب سے مشتق ہے جس کا معنی ہلاک ہے یا اس کافر کا نام ہے جس نے یہ شہر آباد کیا۔ اس پر تفصیلی بحث ہم نے تاریخ مدینہ میں کی ہے۔

[۲] اس کی تفصیل پہلے گذری کہ اس جنگ میں سو آدمی سے کوئی ایک بچے گا۔

[۳] مراد یہ ہے کہ یہ واقعات اس ترتیب سے وقوع پذیر ہوں گے۔ پہلا ہر دوسرے کی علامت ہے خواہ ان میں کتنی تاخیر ہو۔

۵۱۸۹ / ۱۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَلْحَمَةُ الْعُظْمٰی وَفَتْحُ قُسْطُنْطِيْنِيَّةَ وَخُرُوْجُ الدَّجَّالِ فِیْ سَبْعَةِ أَشْهُرٍ ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جنگ عظیم، فتح قسطنطنیہ اور خروج دجال سات مہینوں میں ہیں[۱]۔ (ترمذی، ابوداؤد)

[۱] یعنی ان تین واقعات کا ظہور سات ماہ میں ہوگا۔

۵۱۹۰ / ۱۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ الْمَلْحَمَةِ وَفَتْحِ الْمَدِيْنَةِ سِتُّ سِنِيْنَ وَيَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِی السَّابِعَةِ ۔ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ هٰذَا أَصَحُّ

حضرت عبد اللہ بن بسر[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جنگ عظیم اور فتح مدینہ کے درمیان چھ سال ہیں اور ساتویں سال دجال نکلے گا[۲]۔ (ابوداؤد نے روایت کیا اور کہا یہ اصح ہے)

[۱] بسر با پر پیش، سین ساکن۔ عبد اللہ بن بسر سلمی مازنی، یہ ان کے والدین اور ان کے بھائی عطیہ، انکی ہمشیرہ صماء تمام صحابی ہیں۔ ان کے حالات کسی دوسرے مقام پر ہم نے تحریر کر دیئے ہیں

[۲] اس حدیث اور سابقہ حدیث میں اختلاف ہے لیکن یہ حدیث زیادہ صحیح ہے جیسا کہ امام ابوداؤد نے فرمایا۔

۲؎ حدیث سابق کی سند میں کلام ہے اس کے راوی بعض مجروح و مطعون ہیں۔

۵۱۹۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ يُوْشِكُ الْمُسْلِمُوْنَ اَنْ يُّحَاصَرُوْا اِلَى الْمَدِيْنَةِ حَتّٰى يَكُوْنَ اَبْعَدَ مَسَالِحِهِمْ سَلَاحُ وَسَلَاحُ قَرِيْبٌ مِّنْ خَيْبَرَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ قریب ہے کہ مسلمان مدینہ منورہ کی طرف محصور کر دیئے جائیں حتیٰ کہ ان کی آخری سرحد مقام سلاح ہو جو خیبر کے قریب ہے۔ (ابوداؤد)

۱؎ مدینہ طیبہ اور اس کے نواحی میں۔

۲؎ سلاح، سین پر زبر، حا کے نیچے کسرہ یا رفع، تنوین یا بغیر تنوین کے اور اس کی وجہ شرح میں ذکر کر دی گئی ہے۔

۵۱۹۲ وَعَنْ ذِيْ مِخْمَرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَتُصَالِحُوْنَ الرُّوْمَ صُلْحًا اٰمِنًا فَتَغْزُوْنَ اَنْتُمْ وَهُمْ عَدُوًّا مِّنْ وَّرَائِكُمْ فَتُنْصَرُوْنَ وَتَغْنَمُوْنَ وَتَسْلَمُوْنَ ثُمَّ تَرْجِعُوْنَ حَتّٰى تَنْزِلُوْا بِمَرْجٍ ذِيْ تُلُوْلٍ فَيَرْفَعُ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ النَّصْرَانِيَّةِ الصَّلِيْبَ فَيَقُوْلُ غَلَبَ الصَّلِيْبُ فَيَغْضَبُ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَيَدُقُّهٗ فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَغْدِرُ الرُّوْمُ وَتَجْمَعُ لِلْمَلْحَمَةِ وَزَادَ بَعْضُهُمْ فَيَثُوْرُ الْمُسْلِمُوْنَ اِلٰى اَسْلِحَتِهِمْ فَيَقْتَتِلُوْنَ فَيُكْرِمُ اللّٰهُ تِلْكَ الْعِصَابَةَ بِالشَّهَادَةِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

حضرت ذو مخبر[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم روم سے امن[2] و امان والی صلح کرو گے تو تم اور وہ اپنے سامنے والے دشمن سے جنگ کرو گے تو تم کو فتح ہو جائے گی اور تم غنیمت حاصل کرو گے اور سلامت رہو گے پھر تم لوٹو گے حتیٰ کہ ٹیلوں والی چراگاہ میں اترو گے، تو عیسائیوں میں ایک شخص[3] صلیب اٹھا کر کہے گا کہ صلیب غالب آگئی تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی غضب ناک ہو کر اسے توڑ دے گا اس وقت روم عہد شکنی کریں گے اور جنگ کے لیے جمع ہو جائیں گے۔ بعض راویوں نے یہ اضافہ بھی کیا فرمایا پھر مسلمان اپنے ہتھیاروں کی طرف جوش سے بڑھیں گے پھر جنگ کریں گے تو اللہ اس جماعت کو شہادت سے عزت دے گا۔ (ابوداؤد)

۱؎ ذی مخبر میم مکسور، خا ساکن، با پر فتحہ۔ یہ حضور علیہ السلام کے خادم اور نجاشی کے برادرزاد ہیں

۲؎ دونوں طرف سے غدر اور فتنہ نہ ہو گا۔

۳؎ یعنی رومیوں میں سے کیونکہ ان کا دین نصرانیت ہو گا۔

۵۱۹۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُتْرُكُوا الْحَبَشَةَ مَا تَرَكُوْكُمْ فَاِنَّهٗ لَا يَسْتَخْرِجُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، حبشیوں کو چھوڑے رہو جب تک وہ تمہیں چھوڑے رہیں

اِلَّا ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

کیونکہ کعبہ کا خزانہ نہ نکالے گا مگر حبشہ کا ایک چھوٹی پنڈلیوں والا۔ (ابوداؤد)

لہ سویقہ، ساق کی تصغیر ہے، حبشی لوگوں کی پنڈلیاں اکثر چھوٹی ہوتی ہیں اور کعبہ کے خزانہ سے مراد وہ مال ہے جو قدیم زمانے میں لوگ بصورت نذر وہاں لاتے۔ شارحین نے بیان کیا کہ زیر کعبہ خزانہ مدفون ہے ایک اور روایت میں ہے کہ کعبہ کو دو چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی قیامت کے قریب گرائے گا اور اس وقت اللہ اللہ کرنے والا کوئی نہ ہوگا بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زمانے میں ہوگا۔ امام قرطبی فرماتے ہیں یہ اس وقت ہوگا جب قرآن سینوں سے اٹھا لیا جائے گا اور مصحف لوگوں کے درمیان سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے وصال کے بعد ہی اٹھایا جائے گا اور یہ قول صحیح تر ہے۔

۵۱۹۴
۲۰ وَعَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعُوا الْحَبَشَةَ مَا وَدَعُوْكُمْ وَاتْرُكُوا التُّرْكَ مَا تَرَكُوْكُمْ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

ایک صحابی سے مروی ہے کہ تم حبشیوں کو چھوڑے رہو جب تک وہ تمہیں چھوڑے رہیں اور تم ترکوں کو چھوڑے رہو جب تک وہ تمہیں چھوڑے رہیں لہ (ابوداؤد، نسائی)

لہ اگر سوال یہ ہو کہ قرآن میں قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً کہ مشرکوں کو مکمل طور پر قتل کر دو جس میں عام حکم ہے کہ ہر مشرک کے خلاف قتال کرو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حبش اور ترک اس حکم سے خارج اور مخصوص ہیں کیونکہ ان کا علاقہ بلادِ اسلام سے دُور ہے ان کے درمیان متعدد جنگل اور کوہ ہیں تو اگر وہ مسلمانوں پر حملہ آور نہیں ہوتے تو ان پر حملہ نہ کرو اور اگر حملہ کرنے میں پہل کریں تو پھر ان کے خلاف جہاد فرضِ عین ہے یا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس آیت نے اس حدیث کو منسوخ کر دیا ہے حدیث والا حکم ابتدائے اسلام میں تھا جب مسلمانوں میں قوت ہو گئی تو حکم عام ہو گیا۔ کذا قال الطیبی

۵۱۹۵
۲۱ وَعَنْ بُرَيْدَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَدِيْثٍ يُقَاتِلُكُمْ قَوْمٌ صِغَارُ الْاَعْيُنِ يَعْنِي التُّرْكَ قَالَ تَسُوْقُوْنَهُمْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ حَتّٰى تُلْحِقُوْهُمْ بِجَزِيْرَةِ الْعَرَبِ فَاَمَّا فِي السِّيَاقَةِ الْاُوْلٰى فَيَنْجُوْ مَنْ هَرَبَ مِنْهُمْ وَاَمَّا فِي الثَّانِيَةِ فَيَنْجُوْ بَعْضٌ وَّيَهْلِكُ بَعْضٌ وَّاَمَّا فِي الثَّالِثَةِ فَيُصْطَلَمُوْنَ اَوْ كَمَا قَالَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تم سے ایک چھوٹی آنکھوں والی قوم یعنی ترک جنگ کرے گی، فرمایا تم انھیں تین بار ہانکو گے حتی کہ تم انھیں جزیرۂ عرب میں پہنچا دو گے۔ پہلی ہانک میں تو ان میں بھاگ جانے والے نجات پا جائیں گے لیکن دوسری میں بعض نجات پا جائیں گے بعض ہلاک ہوں گے لیکن تیسری دفعہ وہ فنا ہو جائیں گے یا جیسے کہ آپ نے فرمایا۔ (ابوداؤد)

لہ یہ الفاظ وہاں لائے جاتے ہیں جہاں حدیث بالمعنی روایت کی گئی ہے اور اس کے الفاظ مخصوصہ معلوم نہ ہوں۔

۵۱۹۶ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْزِلُ اُنَاسٌ مِّنْ اُمَّتِيْ بِغَائِطٍ يُسَمُّوْنَهُ الْبَصَرَةَ عِنْدَ نَهْرٍ يُقَالُ لَهُ دَجْلَةُ يَكُوْنُ عَلَيْهِ جِسْرٌ يَكْثُرُ اَهْلُهَا وَيَكُوْنُ مِنْ اَمْصَارِ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِذَا كَانَ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ جَآءَ بَنُوْ قَنْطُوْرَآءَ عِرَاضُ الْوُجُوْهِ صِغَارُ الْاَعْيُنِ حَتّٰى يَنْزِلُوْا عَلٰى شَطِّ النَّهْرِ فَيَتَفَرَّقُ اَهْلُهَا ثَلٰثَ فِرَقٍ فِرْقَةٌ يَّاْخُذُوْنَ فِيْ اَذْنَابِ الْبَقَرِ وَالْبَرِّيَّةِ وَهَلَكُوْا وَفِرْقَةٌ يَّاْخُذُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ وَهَلَكُوْا وَفِرْقَةٌ يَّجْعَلُوْنَ ذَرَارِيَّهُمْ خَلْفَ ظُهُوْرِهِمْ وَيُقَاتِلُوْنَهُمْ وَهُمُ الشُّهَدَآءُ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے لوگ ایک پست[1] زمین میں اتریں گے جسے بصرہ[2] کہیں گے ایک نہر کے کنارے کے پاس جسے دجلہ[3] کہا جاتا ہے، اس پر ایک پل ہوگا اس کے باشندے بہت ہوں گے اور وہ مسلمانوں کے شہروں[4] میں سے ہوگا اور جب آخری زمانہ ہوگا تو قبیلہ بنو قنطورا[5] چوڑے منہ والے چھوٹی آنکھوں والے آئیں گے حتی کہ نہر کے کنارے اتریں گے تو وہاں کے باشندے[6] تین حصے ہو جائیں گے، ایک فرقہ تو گایوں[7] کی دم اور جنگل اختیار کرلے گا وہ ہلاک ہو جائے[8] گا، ایک فرقہ اپنے لیے امان لے لے گا اور ہلاک ہوگا، ایک فرقہ[9] اپنے بال بچوں کو اپنی پیٹھ کے پیچھے چھوڑے گا اور ان سے جنگ کرے گا، یہ لوگ شہداء[10] ہیں[11] (ابوداؤد)

[1] نمناک اور فراخ زمین

[2] بصرہ، باء پر زبر یا زیر، صاد ساکن یا اس پر زبر، صاد پر زیر بھی منقول ہے۔

[3] دجلہ، دال پر زبر یا زیر

[4] امصار کہنے کی حکمت یہ ہے کہ تاکہ اس شہر کی بڑائی بیان ہو کیونکہ مصر بڑے شہر کو کہا جاتا ہے، اس کے بعد مدینہ، بلدہ اور قریہ کے الفاظ ہیں۔

[5] یعنی ترک، قنطورا، قاف پر زبر، طاء پر پیش، الف مقصورہ، یہ ترک قوم کے جدِ امجد کا نام ہے۔

[6] اہل بصرہ کے تین گروہ ہو جائیں گے۔

[7] وهلكوا سے اعراض کرکے کھیتی باڑی میں مشغول ہو جائیں گے، اس عمل کی وجہ سے وہ ہلاک ہوں گے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال، اسباب ومتاع کو اپنے بیلوں پر اٹھا کر جنگل کی طرف چلے جائیں گے تاکہ نجات پا جائیں۔ لفظ البریہ اس معنی پر واضح دلالت کر رہا ہے۔

[8] اس طریقہ سے بھی وہ نجات نہ پا سکیں گے کیونکہ ترکوں کا فتنہ اس طرح ہوگا کہ نجات پانا دشوار ہوگا۔

[9] یعنی وہ اپنے بچوں سے علاقہ محبت منقطع کرلیں گے یا وہ انھیں اپنے ہمراہ لے لیں گے۔

[10] کیونکہ انھوں نے راہِ خدا میں جو ہمت دکھائی وہ نہایت اعلیٰ ہے، اس لیے یہ کامل شہید ہوں گے۔

[11] اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ تتار کے فتنہ کی آگ اور قتل وغارت بلادِ اسلامیہ میں پھیل جائیگی

اور تھوڑی سی مدت میں اس سے عالم جل جائے گا اور اس کی تفصیلی تقریر و تحریر سے زبان قاصر ہے منقول ہے اور تاریخ میں ہے کہ جب سے یہ دنیا قائم ہے ایسا فتنہ واقع نہیں ہوا اور اگر ہوتا تو منقول ہوتا۔ باقی اس میں بصرہ کی تصریح ہے علماء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بغداد ہے کیونکہ دجلہ اور اس کا پل بغداد میں ہے نہ کہ بصرہ میں اور حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں بغداد اس حالت میں نہ تھا جیسے اب ہے جبکہ یہ بصرہ کے قریوں اور مضافات میں سے ہونے کی وجہ سے اسی کی طرف منسوب تھا اور آپ نے خود فرمایا کہ وہ مسلمانوں کے شہروں میں بڑا شہر ہوگا اور وہاں کے باشندے کثیر ہوں گے اور یہ بھی ہے کہ ترک بصرہ میں اس قتال و حرب کی کیفیت سے جو مذکور ہے نہیں آتے اور ارباب تاریخ نے بغداد کے حوالے سے ہی نقل کیا ہے جیسا کہ مشہور و معروف ہے لہٰذا بصرہ کا ذکر حدیث میں اس وجہ سے ہے کہ یہ بغداد سے قدیم ہے اور بغداد اسی کی طرف پہلے منسوب تھا۔ اور یہ بھی ہے کہ بغداد کے نزدیک بھی ایک بصرہ تھا جس کی وجہ سے بغداد کے ایک دروازہ کا نام باب البصرہ ہے۔

۵۱۹۷/۲۳ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَنَسُ اِنَّ النَّاسَ يُمَصِّرُوْنَ اَمْصَارًا وَّاِنَّ مِصْرًا مِّنْهَا يُقَالُ لَهُ الْبَصْرَةُ فَاِنْ اَنْتَ مَرَرْتَ بِهَا اَوْ دَخَلْتَهَا فَاِيَّاكَ وَسِبَاخَهَا وَكِلَاءَهَا وَنَخِيْلَهَا وَسُوْقَهَا وَبَابَ اُمَرَائِهَا وَعَلَيْكَ بِضَوَاحِيْهَا فَاِنَّهٗ يَكُوْنُ بِهَا خَسْفٌ وَّقَذْفٌ وَّرَجْفٌ وَّقَوْمٌ يَّبِيْتُوْنَ وَيُصْبِحُوْنَ قِرَدَةً وَّخَنَازِيْرَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس! لوگ شہر آباد کرتے رہیں گے جن میں ایک شہر کو بصرہ کہا جائے گا اگر تم اس کے پاس سے گذرو یا اس میں داخل ہو تو وہاں سباخ[۱] زمین اور کلاء[۲] اور اس کی کھجوروں اس کے بازاروں اور امیروں کے دروازوں سے بچنا تم اس کے ضواحی[۳] کے علاقے کو لازم پکڑنا کیونکہ اس میں صورتوں کا مسخ ہونا پتھروں کا برسنا اور زلزلوں کا آنا ہوگا کچھ لوگ رات گذاریں گے لیکن صبح کو بندر اور خنزیر ہوں گے[۴] (ابوداؤد نے اسے روایت کیا مگر راوی[۵] کا کچھ علم[۶] نہیں۔)

۱؎ سباخ سین کے نیچے زیر، سبخہ کی جمع، باء ساکن، نمناک اور شور زمین اور بصرہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔
۲؎ کلاء بروزن کتان جگہ کا نام ہے۔
۳؎ ضواحی، ضاحیہ کی جمع ہے وہ زمین جو آفتاب میں بڑی واضح اور ظاہر ہو۔ ضاحیہ بصرہ کی جگہ کا نام ہے۔
۴؎ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ صورتوں کا مسخ ہونا اس امت میں بھی ہے اگر یہ نہ ہوتا تو اس میں خوف دلانے میں کیا فائدہ اور تحقیق کے ساتھ ثابت ہے کہ یہ وعید فرقہ قدریہ کے لیے ہے اسی وجہ سے اس حدیث کی شرح میں شارحین نے فرمایا کہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس شہر میں فرقہ قدریہ کا وجود ہوگا اور اسی فرقہ میں مسخ کا وقوع ہوگا۔
۵؎ ایک راوی کی طرف سے اشارہ ہے جو اس کی سند میں ہے۔
۶؎ اس کی وجہ سے ابہام و اشتباہ ہے یہ موسیٰ بن انس بن مالک انصاری قاضی بصرہ اور تابعین میں سے ہیں۔

انھوں نے اپنے والد سے روایت لی اور ان سے مکحول شامی اور حمید طویل نے مشکوٰۃ کا وہ نسخہ جو ماتن کا ہے ۔ یہاں صدر تھا کیونکہ انھوں نے راوی کا نام نہ پایا ۔ دوسرے لوگوں نے یہاں راوی کا نام لکھ دیا جیسا کہ اس کی شالیں گزری ہیں

۵۱۹۸ وَعَنْ صَالِحِ بْنِ دِرْهَمٍ يَقُوْلُ انْطَلَقْنَا حَاجِّيْنَ فَإِذَا رَجُلٌ فَقَالَ لَنَا إِلَى جَنْبِكُمْ قَرْيَةٌ يُقَالُ لَهَا الْأُبُلَّةُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ مَنْ يَضْمَنُ لِيْ مِنْكُمْ أَنْ يُصَلِّيَ لِيْ فِيْ مَسْجِدِ الْعَشَّارِ رَكْعَتَيْنِ أَوْ أَرْبَعًا وَيَقُوْلُ هٰذِهٖ لِأَبِيْ هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ خَلِيْلِيْ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْعَثُ مِنْ مَسْجِدِ الْعَشَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُهَدَاءَ لَا يَقُوْمُ مَعَ شُهَدَاءِ بَدْرٍ غَيْرُهُمْ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ هٰذَا الْمَسْجِدُ مِمَّا يَلِي النَّهْرَ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ أَبِي الدَّرْدَاءِ إِنَّ فُسْطَاطَ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ بَابِ ذِكْرِ الْيَمَنِ وَالشَّامِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ۔

حضرت صالح بن درہم[۱] کہا کرتے تھے کہ ہم حج کے ارادے[۲] سے نکلے، تو ایک آدمی[۳] نے ہم سے کہا تھا تمہارے نزدیک کوئی بستی ہے جیسے اُبلہ[۴] کہا جاتا ہم نے کہا ہاں! اس نے کہا کہ تم میں سے کون مجھے اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ میرے[۵] لیے مسجد عشار[۶] میں دو رکعتیں پڑھے یا چار، اور کہے کہ یہ ابوہریرہ[۷] کے لیے ہیں ۔ میں نے اپنے خلیل حضرت ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مسجد عشار سے شہیدوں[۸] کو اٹھائے گا جن کے ساتھ شہدائے بدر کے سوا کوئی کھڑا نہ ہوگا ۔

ابوداؤد نے روایت کر کے کہا یہ مسجد دریا کے نزدیک ہے اور ان فسطاط المسلمین والی حدیث[۹] ابودرداء، ان شاء اللہ تعالیٰ ہم باب ذکر الیمن والشام میں ذکر کریں گے ۔

[۱] یہ تابعی ہیں

[۲] بصرہ سے مکہ کی طرف

[۳] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[۴] اُبلّہ، ہمزہ پر پیش، لام مشدد، بصرہ کے قریب قریہ کا نام ہے ۔ قاموس میں ہے کہ یہ دنیا کے بہشتوں میں سے ہے ۔

[۵] ان کا ثواب مجھے بخشے

[۶] عَشّار، عین پر زبر، شین مشدد

[۷] اس کا ثواب ابوہریرہ کے لیے ہے

[۸] یہ اس جماعت کی بہت بڑی مدح ہے کہ وہ شہداء بدر کے برابر ہوں گے جب اس مسجد کو یہ فضل و شرف حاصل ہے تو وہاں نماز ادا کرنے کا ثواب بھی عظیم ہوگا، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ مبارک مقامات پر عبادت کرنا، نماز ادا کرنا زیادہ ثواب کا موجب ہے اور بدنی عبادت کا ثواب دوسرے کو دینا بھی جائز ہے اور اکثر علماء کی یہی رائے ہے رہا معاملہ عبادات مالیہ کا تو وہاں ثواب کا بخشنا بالاتفاق جائز ہے ۔

۹ۓ وہ حدیث ابو درداء جس کی ابتداء ان الفاظ سے ہو رہی ہے ان فسطاط المسلمین کو ہم انشاء اللہ باب ذکر الیمن والشام میں ذکر کریں گے ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۵۱۹۹/۲۵ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ اَيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ فَقُلْتُ اَنَا اَحْفَظُ كَمَا قَالَ قَالَ هَاتِ اِنَّكَ لَجَرِيْءٌ وَكَيْفَ قَالَ قُلْتُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَنَفْسِهٖ وَوَلَدِهٖ وَجَارِهٖ يُكَفِّرُهَا الصِّيَامُ وَالصَّلٰوةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ فَقَالَ عُمَرُ لَيْسَ هٰذَا اُرِيْدُ اِنَّمَا اُرِيْدُ الَّتِيْ تَمُوْجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ قَالَ قُلْتُ مَالَكَ وَلَهَا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا قَالَ فَيُكْسَرُ الْبَابُ اَوْ يُفْتَحُ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ يُكْسَرُ قَالَ ذَالِكَ اَحْرٰى اَنْ لَّا يُغْلَقَ اَبَدًا قَالَ فَقُلْنَا لِحُذَيْفَةَ هَلْ كَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ مَنِ الْبَابُ قَالَ نَعَمْ كَمَا يَعْلَمُ اَنَّ دُوْنَ غَدٍ لَيْلَةً اِنِّيْ حَدَّثْتُهٗ حَدِيْثًا لَيْسَ بِالْاَغَالِيْطِ قَالَ فَهِبْنَا اَنْ نَّسْاَلَ حُذَيْفَةَ مَنِ الْبَابُ فَقُلْنَا لِمَسْرُوْقٍ سَلْهُ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ عُمَرُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تیسری فصل

حضرت شقیق حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر کے پاس تھے ۔ آپ نے فرمایا: تم میں سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فتنہ سے متعلق حدیث کا حافظ کون ہے؟ میں نے عرض کیا میں حافظ ہوں جیسے حضور نے فرمایا: لاؤ، تم بڑے بہادر ہو حضور نے کیسے فرمایا؟ میں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مرد کا فتنہ اس کے گھر میں، اس کے مال میں، اس کی ذات میں اور اس کے پڑوس میں ہے جیسے روزے، نماز، خیرات، اچھائیوں کا حکم، برائیوں سے روکنا مٹاتے رہتے ہیں تو حضرت عمر نے فرمایا میری مراد یہ نہیں میری مراد وہ فتنہ ہے جو سمندر کی موج کی طرح اٹھے گا۔ فرمایا میں نے کہا آپ کو اس سے کیا تعلق اے امیر المومنین آپ کے اور اس کے درمیان ایک بند دروازہ ہے فرمایا: تو دروازہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا فرمایا: میں نے کہا نہیں بلکہ توڑا جائے گا فرمایا یہ اس لائق ہے کہ پھر بند کیا جا سکے ۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت حذیفہ سے کہا کیا حضرت عمر جانتے تھے کہ دروازہ کون ہے؟ فرمایا ہاں جیسے یہ جانتے تھے کہ کل سے پہلے رات ہے میں نے انہیں وہ حدیث سنائی جو معمہ نہیں فرماتے ہیں کہ ہم کو اس سے ڈر لگا کہ حذیفہ سے پوچھیں کہ دروازہ کون سا ہے تو ہم نے مسروق سے کہا ان سے پوچھو، پوچھنے پر فرمایا عمر ہیں ۔

(بخاری و مسلم)

لے یعنی بغیر کسی زیادتی اور کمی کے

ے یہ الفاظ کیوں کہے ؟ کیونکہ حضرت حذیفہ نے جماعت صحابہ اور حضرت عمر کے سامنے یہ دعویٰ کیا کہ میں یاد رکھتا ہوں، یہ بات حضرت عمر کو گراں گزری، فرمایا اگر دلیری کی ہے تو اب بیان کرو، یہ بھی ممکن ہے کہ یہ حضرت حذیفہ کے حفظ و ضبط کی مدح ہو کہ آپ حضور سے فتنہ و شر کے حوالے سے سوال کر لیتے تھے لہذا تیرے پاس یہ علم ہوگا اس لیے اسے بیان کرو۔

ے ہر آدمی ان کے حقوق کی ادائیگی کا مکلف ہے اس میں آدمی کوتاہی برت کر شریعت کی خلاف ورزی کرتا ہے اسی وجہ سے ممنوعات کا ارتکاب بھی کر لیتا ہے۔ اس وجہ سے محنت و مشقت بھی کرتا ہے لہذا رنج و تعب میں واقع ہو جاتا ہے

ے میں نے آپ سے جس فتنہ کے بارے میں پوچھا ہے وہ مال، اولاد اور نفس کے بارے میں نہیں۔

ے میری مراد وہ فتنہ ہے جس میں مقاتلہ و محاربہ لوگوں کے درمیان برپا ہوگا اور اس کی مصیبت و شر لوگوں میں پھیل جائے گی۔

ے آپ کو غم نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس کا شر آپ کو نہیں پہنچے گا اور آپ اسے نہیں پائیں گے

ے یہ وجود عمر سے کنایہ ہے جب کہ آخر حدیث میں اس کی تفسیر ہے یعنی جب تک تمہارا وجود ہمارے درمیان ہے ایسا فتنہ نہ ہوگا آپ کے وصال کے بعد یہ فتنہ برپا ہو۔

ے بطریق سوال

ے دروازہ ٹوٹنے اور کھل جانے میں فرق یہ ہے جب دروازہ ٹوٹ جائے گا تو اس کا بند کرنا ممکن نہیں ہوگا، اور کھلنے کے بعد بند کرنا ممکن ہوتا ہے۔ بعض نے فرمایا: کہ ٹوٹنے سے مراد قتل اور کھلنے سے موت ہے یعنی جب حضرت عمر نے محسوس کر لیا کہ یہ میرا وجود ہے جو درمیان سے اٹھ جائے گا تو پوچھا کہ قتل ہوں گا یا طبعی موت ہوگی۔

ے شقیق راوی۔

لله علم یقینی و قطعی رکھتے تھے۔

لله غلط سے مراد یہ ہے کہ بغیر معرفت کے شے کو رکھنا اور اس میں وجہ صواب نہ ہو اور یہ چیز ہر شے میں ہو سکتی ہے بعض کے نزدیک یہ حرف گفتار سے مخصوص ہے۔

لله راوی شقیق کہتے ہیں کہ ہم ڈر گئے۔

۵۴۰۰ / ۲۶ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ فَتْحُ الْقُسْطَنْطِيْنِيَّةِ مَعَ قِيَامِ السَّاعَةِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قسطنطنیہ[1] کی فتح قیام قیامت کے ساتھ ہے۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ غریب حدیث ہے)

لے اس قلعہ کی فتح

۳۳۹ - بَابُ اَشْرَاطِ السَّاعَۃِ

علامات قیامت کا بیان

شرط، را ساکن، ایک شے کو دوسری کے ساتھ باندھنا، جیسے کہا جاتا ہے اگر ایسا ہوا تو ایسا ہو جائے گا۔ اس کی جمع شروط ہے۔ شرط، را پر فتحہ کا معنی علامت اور کسی شے کا نشان اس کی جمع اشراط آتی ہے۔ اشراط ساعت کا معنی قیامت کی نشانیاں ہوگا۔ رات و دن کے ایک جز کو ساعت کہا جاتا ہے، بمعنی وقت حاضر بھی آیا ہے۔ قیامت یا قیامت برپا ہونے کے وقت کو بھی ساعت کہا گیا ہے کیونکہ اس میں ابہام ہے لہٰذا کسی بھی ساعت میں اس کا احتمال و انتظار ہے۔ علماء نے اشراط کی تفسیر ان چھوٹے امور کے ساتھ کی ہے جو قیام قیامت سے پہلے ہوں گے اور لوگوں کے لیے یہ عجیب معاملات ہوں گے مثلاً کنیز اپنے مالک کو جنے گی۔ عمارات کا لمبا ہونا، زنا اور شراب کثرت کے ساتھ ہوگا۔ مرد کم اور خواتین زیادہ، امانت کا ضیاع، لڑائیاں اور فتنے کثرت سے ہونگے اس کا تذکرہ آئندہ باب میں آئے گا۔ اشراط ساعت کی یہ تفسیر اسی لیے ہے کہ اس کی علامت کبریٰ جو اس کے ساتھ متصل ہے اس کا تذکرہ آئندہ باب میں آرہا ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ لغت میں شرط کا معنی پہلی چیز، ردی اور چھوٹا موٹا مال ہے اور لوگوں کے عجیب سمجھنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ امور جہان میں ہمیشہ واقع ہوتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ان کے قیامت کے نشانات ہونے پر وہ تعجب کریں گے ان امور کو مطلق علامت نہیں بلکہ ان کی کثرت کو علامت کہا ہے مصنف نے اس باب میں خروج مہدی کا ذکر کیا ہے حالانکہ ان کا خروج حضرت عیسیٰ اور دجال کے ساتھ ہوگا جو قرب قیامت میں ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہاں امام مہدی کا ذکر حروب و فتن کی تقریب کے طور پر ہے اور اس کا تتمہ آئندہ باب میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۵۲۰۱
۱
عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَۃِ اَنْ یُّرْفَعَ الْعِلْمُ وَیَکْثُرَ الْجَهْلُ وَیَکْثُرَ الزِّنَا وَیَکْثُرَ شُرْبُ الْخَمْرِ وَیَقِلَّ الرِّجَالُ وَیَکْثُرَ النِّسَاءُ حَتّٰی یَکُوْنَ لِخَمْسِیْنَ امْرَاَۃً

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، علامات قیامت میں سے یہ ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا، جہالت کثیر ہوگی زنا کثیر ہوگا۔ شراب عام ہوگی، مرد کم اور عورتیں زیادہ ہوں گی حتیٰ کہ پچاس عورتوں

اَلْقَيِّمُ الْوَاحِدُ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَقِلُّ الْعِلْمُ وَيَظْهَرُ الْجَهْلُ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کے لیے ایک منتظم ہو گا۔ ایک روایت میں ہے ۔علم کم اور جہالت غالب ہو گی ۔ (بخاری و مسلم)

لے کیونکہ قربِ قیامت میں کفر غالب ہو گا مرد جہاد کریں گے اور شہید ہو جائیں گے

۲ے ان خواتین کی نگہداشت، ان کی کفالت اور انتظامی امور کی ذمہ داری ۔

۵۲۰۲ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ كَذَّابِيْنَ فَاحْذَرُوْهُمْ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا قیامت سے پہلے بہت ہی جھوٹ بولنے والے ہوں گے ؎ ان کے شر سے دور رہنا؎ (مسلم)

لے یہاں جھوٹوں سے مراد احادیث گھڑنے والے یا اپنے فاسد اعتقادات کی بناء پر بدعات کا ارتکاب کریں گے اپنی نسبت صحابہ اور سلف سے کریں گے اور یہ گمان رکھیں گے کہ یہی ہماری راہ، راہِ سنت ہے نعوذ باللہ من ذٰلک

۵۲۰۳ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ اِذْ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ اِذَا ضُيِّعَتِ الْاَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ قَالَ كَيْفَ اِضَاعَتُهَا قَالَ اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰى غَيْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا قیامت کب ہے ؟ فرمایا جب امانت؎ ضائع کر دی جائے گی تو قیامت کا انتظار کرنا ، عرض کیا کہ ضائع کس طرح کر دی جائے گی؟ فرمایا کہ جب معاملہ نا اہل لوگوں کے سپرد کر دیا جائے گا تو قیامت کا انتظار کرنا ۔ (بخاری)

لے وہ امور شرعیہ و دینی جن کا انسان مکلف ہے اس کی طرف اشارہ ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ یا لوگوں کے حقوق اور امانتیں مراد ہیں یعنی قیامت کا متعین وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا البتہ اس سے پہلے علامات ظاہر ہوں گی اور ان میں سے ایک یہ ہے ۔

۲ے جب دینی و دنیوی معاملات ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آجائیں جو نا اہل ہوں تو اس وجہ سے فتنہ و فساد برپا ہو گا، حقوق کا ضیاع ہو گا ۔ لفظ وُسِّدَ مجہول سین مشدد یا مخفف وسادہ سے ہے ۔ جس کے سپرد کام کیا جاتا ہے وہ کام کرنے کے لیے تکیہ گاہ بنتا ہے ۔

۵۲۰۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكْثُرَ الْمَالُ وَيَفِيْضَ حَتّٰى يُخْرِجَ الرَّجُلُ زَكٰوةَ مَالِهٖ فَلَا يَجِدُ اَحَدًا يَقْبَلُهَا مِنْهُ وَحَتّٰى

انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک مال بڑھ کر عام نہ ہو جائے یہاں تک کہ ایک آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ لے کر نکلے گا لیکن اسے کوئی نہیں ملے گا

تَعُوْدَ اَرْضُ الْعَرَبِ مُرُوْجًا وَّاَنْهَارًا۔

جو اسے قبول کرے۔ یہاں تک کہ سرزمین عرب بھی چراگاہ[1] اور نہروں میں تبدیل ہو جائے گی۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّہٗ قَالَ تَبْلُغُ الْمَسَاکِنُ اِھَابَ اَوْ یَھَابُ)

(مسلم) اور دوسری روایت میں فرمایا مکانات، اہاب[2]، یا یہاب[3] تک پہنچ جائیں گے۔

[1] مروج، مرج کی جمع ہے چراگاہ

[2] اہاب، مدینہ طیبہ سے چند میل کے فاصلہ پر جگہ کا نام ہے۔ اہاب ہمزہ پر فتحہ بروزن سحاب، قاموس ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ آیا ہے۔

[3] یا اس کا نام یہاب آیا ہے یاء کے نیچے کسرہ یا فتحہ، راوی کو شک ہے یا اس جگہ کے نام ہی دو ہیں یعنی بعض ہمزہ اور بعض یاء کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ اس شہر کی آبادی حدِ کمال کو پہنچ جائے گی۔

۵۲۰۵ / ۵ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ خَلِیْفَۃٌ یَقْسِمُ الْمَالَ وَلَا یَعُدُّہٗ وَفِیْ رِوَایَۃٍ یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِ اُمَّتِیْ خَلِیْفَۃٌ یَحْثِی الْمَالَ حَثْیًا وَلَا یَعُدُّہٗ عَدًّا۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا آخری زمانے میں ایک خلیفہ ہوگا کہ مال تقسیم کریں گے اور شمار نہیں کرے گا ایک روایت میں ہے کہ میری امت کے آخری دور میں ایک خلیفہ ہوگا وہ دل کھول کر بانٹے گا اور بالکل نہیں گنے گا[2] (مسلم)

[1] یعنی بہت زیادہ اور بے شمار مال دے گا۔

[2] بعض کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد امام مہدی ہیں۔

[3] کثرت اموال وغنائم، فتوحات اور جود وسخاوت کی وجہ سے

۵۲۰۶ / ۶ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوْشِکُ الْفُرَاتُ اَنْ یَّحْسُرَ عَنْ کَنْزٍ مِّنْ ذَھَبٍ فَمَنْ حَضَرَ فَلَا یَاْخُذْ مِنْہُ شَیْئًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قریب ہے کہ دریائے فرات[1] سونے کے خزانے کی جگہ سے کھل جائے گا۔[2] جو موجود ہو تو اس میں سے کچھ بھی نہ لے[3] (بخاری، مسلم)

[1] کوفہ کی ایک نہر کا نام ہے فرات کا لغوی معنی آب شیریں ہے یہاں مراد نہر ہے۔

[2] اس کا پانی خشک ہو جائے گا اور اس کے نیچے سے سونے کا خزانہ نکل آئے گا۔

[3] کیونکہ یہ لڑائی ونزاع کا سبب بنے گا بعض کی رائے یہ ہے کہ اس سے خزانہ حاصل کرنا، نزول آفات وبلیات کا سبب ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ایک آیت ہے بعض نے کہا وہ مال اللہ تعالیٰ کے ہاں مغضوب ومکروہ ہے

جیسے کہ مالِ قارون لہٰذا اس سے فائدہ و نفع حاصل کرنا حرام ہے ۔

۵۲۰۷ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِّنْ ذَھَبٍ یَّقْتَتِلُ النَّاسُ عَلَیْہِ فَیُقْتَلُ مِنْ کُلِّ مِّائَۃٍ تِسْعَۃٌ وَّتِسْعُوْنَ وَیَقُوْلُ کُلُّ رَجُلٍ مِّنْھُمْ لَعَلِّیْ اَکُوْنُ اَنَا الَّذِیْ اَنْجُوْ ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

انھی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ دریائے فرات سونے کے پہاڑ کی جگہ سے[١] کھل نہ جائے ۔ لوگ اس پر آپس میں لڑیں گے کہ ہر سو میں سے ننانوں قتل کر دیے جائیں گے' ان میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ کاش وہ بچنے والا شخص بن جائے ۔

[١] اسے ظاہر کردے گا ۔

۵۲۰۸ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَقِیْءُ الْاَرْضُ اَفْلَاذَ کَبِدِھَا اَمْثَالَ الْاُسْطُوَانَۃِ مِنَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ فَیَجِیْءُ الْقَاتِلُ فَیَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا قَتَلْتُ وَیَجِیْءُ الْقَاطِعُ فَیَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا قَطَعْتُ رَحِمِیْ وَیَجِیْءُ السَّارِقُ فَیَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا قُطِعَتْ یَدِیْ ثُمَّ یَدَعُوْنَہٗ فَلَا یَاْخُذُوْنَ مِنْہُ شَیْئًا ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

انھی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہ زمین اپنے جگر کے ٹکڑے[١] سونے اور چاندی کے ستونوں کی شکل میں قے کر دے گی' تو قاتل[٢] آئے گا کہے گا کہ میں نے اس میں قتل کیا اور رشتے توڑنے والا آئے گا تو کہے گا کہ میں نے اس کے لیے اپنے رشتے توڑے اور چور آئے گا تو کہے گا کہ کیا اس کی وجہ سے میرے ہاتھ کاٹے گئے[٣] پھر وہ لوگ یہ سب کچھ چھوڑ دیں گے تو اس میں سے کچھ نہ لیں گے ۔ (مسلم)

[١] مراد مدفون خزانے اور معدنیات کا اصل ہے ۔ افلاذ، فلذ، فا کے نیچے زیر، آخر میں ذال کی جمع ہے ۔ فِلذۃ کا معنی ٹکڑا ۔ قاموس میں ہے فلذ بالکسر اونٹ کا جگر، فلذۃ، جگر یا سونے' چاندی اور گوشت کا ٹکڑا ۔ یہاں جگر کے ساتھ تعبیر کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح جگر خلاصہ شتر ہوتا ہے اسی طرح یہ اشیاء بھی زمین کا خلاصہ ہیں ۔ فِلذ، ذال مشدد' فا اور لام دونوں کے نیچے زیر یا دونوں پر فتحہ یا ضمہ بمعنی جواہر معدنی ہے مثلاً سونا' چاندی، لوہا، تانبا ۔

[٢] مال کی خاطر لوگوں کو قتل کرنے والا

[٣] یعنی مال کا حال یہ ہے کہ اس کی محبت و حصول میں کتنی مشقت برداشت کی مگر کسی کام بھی نہ آیا ۔

۵۲۰۹ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَذْھَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَمُرَّ الرَّجُلُ عَلَی الْقَبْرِ فَیَتَمَرَّغُ عَلَیْہِ وَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ مَکَانَ صَاحِبِ ھٰذَا الْقَبْرِ وَلَیْسَ بِہِ الدِّیْنُ اِلَّا الْبَلَاءُ ۔

انھی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ' مجھے قسم ہے اس ذاتِ اقدس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ دنیا نہیں جائے گی ، حتیٰ کہ ایک آدمی قبر پر گزرے گا تو وہاں لوٹے گا اور کہے گا، کاش ! اس قبر والے کی جگہ میں ہوتا اور اس میں

بلاء کے سوا دین نہ ہوگا۔ (مسلم) (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

۱؎ اس عبارت کے دو معانی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ یہاں دین سے مراد عادت ہے اور دین بمعنی عادت آتا رہتا ہے اب معنی یہ ہوگا کہ وہ شخص آرزو کرے گا حالانکہ اس کی عادت نہیں بلکہ یہ آرزو بلا و فتنہ کی وجہ سے ہوگی، دوسرا معنی یہ ہے کہ دین مشہور معنی میں ہو کہ آرزو کرنے کی وجہ اس کی مشقت نہیں جو اسے دین کی وجہ سے عارض ہو رہی ہے بلکہ اس بلاء کا سبب دنیا اور اس کا مال ہے، ان دونوں معانی میں بُعد پایا جاتا ہے لہذا یہ معنی بھی کیا جا سکتا ہے وہ شخص جب قبر میں جانے کی آرزو کرے گا تو اس وقت اس کے پاس فتنہ و بلا کی وجہ سے دین باقی نہ ہوگا، بلکہ اس کے پاس صرف فتنہ و فساد ہی ہوگا۔

۵۲۱۰ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تَخْرُجَ نَارٌ مِّنْ اَرْضِ الْحِجَازِ تُضِیْءُ اَعْنَاقَ الْاِبِلِ بِبُصْرٰی۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ حجاز کی سرزمین سے ایک آگ نکلے گی، جس سے بصرہ۱؎ میں اونٹوں کی گردنیں روشن ہوں گی ۲؎ (بخاری و مسلم)

۱؎ بُصرٰی، باء پر پیش، صاد ساکن، یہ شام کا شہر ہے اس کے اور دمشق کے درمیان چند مراحل کا فاصلہ ہے
۲؎ واضح رہے کہ اس آگ کے بارے میں روایات تواتر کے ساتھ ہیں اور اس کا غالباً ظہور مدینہ منورہ میں ہوا۔ مگر اللہ تعالٰی نے سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ کی برکت سے اس شہر کو اس کی آفت سے محفوظ رکھا، اس آگ کی ابتداء بروز جمعہ جمادی الاخرٰی کی تین تاریخ اور انتہا یکشنبہ ستائیس رجب ہے جس کی مجموعی مدت باون دن ہے۔ یہ آگ حجاز کی جانب سے آئی اس شہر کی طرح جس میں صاحب بروج قلعہ ہے اور وہ لوگوں کی جماعت کو اپنی طرف کھینچ کر خاک کر دیتی ساس میں چمک و گرج تھی، دریا کی طرح وہ جوش مارتی، اس سے سرخ نہریں جاری تھیں، مدینہ منورہ کے قریب پہنچی باوجودیکہ وہ آگ مدینہ طیبہ پہنچی مگر علماء نے بیان کیا ہے کہ اس آگ نے اطراف و اکناف مدینہ کی گرفت کی مگر حرم نبوی اور تمام بستی مدینہ کو نور آفتاب کی طرح چمکا دیا، لوگ رات کو بھی اس کی روشنی میں کام کرتے ۔ حالانکہ سورج و چاند کی روشنی اس دوران ماند اور بے نور تھی۔

بعض اہل مکہ نے اس آگ کے ذریعے یمامہ اور بصرٰی کا مشاہدہ کیا، اس آگ کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ پتھروں کو نگل جاتی تھی اور پگھلا دیتی مگر درختوں پر اس کا اثر نہ تھا، یہ بھی منقول ہے کہ ایک بڑا پتھر تھا اس کا آدھا حصہ حرم میں تھا اور نصف باہر تھا آگ نے نگلنا چاہا مگر جب اس کے نصف تک پہنچی تو بجھ گئی۔ اہل مدینہ طیبہ نے خوب آہ و زاری کی، مظالم ترک کیے، انفاق کیا اور غلام آزاد کیے۔ جمعہ کی رات تمام اہل مدینہ حتٰی کہ خواتین اور بچوں نے بھی حرم نبوی میں بسر کی اور تمام رات سرورِ عالم کے حجرہ شریف کے پاس سر و پا ننگے کر کے زار و قطار روتے ہوئے دعا کرتے رہے۔ اللہ تعالٰی نے اس آگ کو شمال کی جانب پھیر دیا اور اس شہر مبارک کو اس آفت سے نجات دی، اس سال میں کائنات میں مختلف واقعات رونما ہوئے دوسرے سال کے

اول میں فتنہ "تاتار" واقع ہوا ، بغداد اور اکناف عالم میں جنگ اور فتنہ بلند ہوا جیسا کہ گزرا ہم نے اپنی کتاب "جذب القلوب الی دیار المحبوب" جو مدینہ طیبہ کے حالات پر ہے اس میں تفصیلات موجود ہیں۔

۵۲۱۱ ۱۱ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ نَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَى الْمَغْرِبِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کی پہلی نشانی وہ آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی جانب جمع کر دے[1] گی (بخاری)

۱؎ علامہ طیبی کہتے ہیں کہ اس آگ کا اول ہونا ان علامات کی نسبت ہے جو قیامت کے ساتھ متصل ہیں اور جس آگ حجاز کا ذکر گزرا ہے وہ اس آگ سے پہلے ہے تو یہ اول کیسے ہوگی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

۵۲۱۲ ۱۲ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ فَتَكُوْنَ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ وَتَكُوْنُ الْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ وَيَكُوْنَ الْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ وَتَكُوْنُ السَّاعَةُ كَالضَّرَمَةِ بِالنَّارِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ زمانہ جلد گزرنے لگے گا ایک سال ایک ماہ کی طرح ، مہینہ ہفتہ کی طرح اور ہفتہ دن اور دن ایک گھڑی کی طرح ہوگا اور گھڑی آگ کے شعلے[1] کی طرح ہوگی (ترمذی)

۱؎ ضرمہ، ضاد پر زبر، راء ساکن ۔ آگ کا ایک دفعہ جلنا، اگر راء پر زیر ہو تو معنی وہ گھاس جو جلدی جل جائے مشہور سکون راء کے ساتھ ہے جیسا کہ اکثر نسخوں میں تحریر ہے، بعض نسخوں میں فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے جیسا کہ طیبی کی عبارت سے پتہ چلتا ہے۔ ضرمہ، راء پر زبر ہو تو اس کا معنی آگ بجھی ہے ، اس سے مقصود عمر کا کوتاہ ہونا اور بے برکت ہے کہ اس میں ایسے مصائب ، شدائد، جنگیں اور فتنے واقع ہوں گے کہ ان کی وجہ سے عمر کے گزرنے کا پتہ بھی نہیں چلے گا۔

۵۲۱۳ ۱۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوَالَةَ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَغْنَمَ عَلٰى اَقْدَامِنَا فَرَجَعْنَا فَلَمْ نَغْنَمْ شَيْئًا وَعَرَفَ الْجَهْدَ فِيْ وُجُوْهِنَا فَقَامَ فِيْنَا فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَا تَكِلْهُمْ اِلَيَّ فَاَضْعُفَ عَنْهُمْ وَلَا تَكِلْهُمْ اِلٰى اَنْفُسِهِمْ فَيَعْجِزُوْا عَنْهَا وَلَا تَكِلْهُمْ اِلَى النَّاسِ فَيَسْتَاْثِرُوْا عَلَيْهِمْ ثُمَّ وَضَعَ

حضرت عبد اللہ بن حوالہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حصولِ غنیمت[2] کے لیے پیدل[3] روانہ فرمایا ہم غنیمت کے بغیر واپس لوٹے[4] حضور نے ہمارے چہروں پر مشقت کے آثار دیکھے تو ہمارے درمیان کھڑے[5] ہو کر دعا کی ، اے اللہ! انھیں میرے سپرد نہ کرنا کہ میں کمزور رہ[6] جاؤں ، انھیں ان کی جانوں کے سپرد بھی نہ کرنا کہ یہ عاجز رہ جائیں گے[7] انھیں لوگوں کے

يَدَهُ عَلٰى رَأْسِىْ ثُمَّ قَالَ يَا ابْنَ حَوَالَةَ إِذَا رَأَيْتَ الْخِلَافَةَ قَدْ نَزَلَتِ الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ قَدْ دَنَتِ الزَّلَازِلُ وَالْبَلَابِلُ وَالْأُمُوْرُ الْعِظَامُ وَالسَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنَ النَّاسِ مِنْ يَدِيْ هٰذِهٖ إِلٰى رَأْسِكَ۔ (رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَإِسْنَادُهٗ حَسَنٌ وَرَوَاهُ حَاكِمٌ فِيْ صَحِيْحِهٖ)

سپرد بھی نہ کرنا کہ وہ دوسروں کو ان پر ترجیح دیں[۶]۔ پھر دست مبارک میرے[۷] سر پر رکھ کر فرمایا، اے ابن حوالہ جب تم دیکھو کہ خلافت ارض[۸] مقدس میں اتر آئی ہے تو سمجھنا زلزلے، رنج[۹] وغم اور عظیم امور نزدیک آگئے[۱۰] اس روز قیامت لوگوں سے اتنی نزدیک ہو گی جتنا میرا ہاتھ تمھارے سر سے[۱۱] ہے۔ (ابو داؤد، اس کی سند حسن ہے اور اسے حاکم نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے)

۱ حوالہ، حا پر زبر، واؤ مخفف صحابی ہیں شام میں سکونت پذیر رہے۔ کاشف میں امام ذہبی نے فرمایا ان سے تین احادیث مروی ہیں ان میں سے ایک مذکورہ حدیث ہے

۲ غالباً یہ لوگ محتاج وضرورت مند تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چاہا کہ یہ اپنے لیے کچھ اشیاء حاصل کریں تاکہ احتیاجی دور ہو، یہی وجہ ہے کہ جہاد کا لفظ نہیں لڑا بلکہ غنیمت پر ہی اکتفا کیا۔

۳ کیونکہ ہمارے پاس سواریاں نہ تھیں

۴ تسلّی دینے اور دعا کرنے کے لیے

۵ میں ان کی غم خواری کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا

۶ جس طرح بشری طبیعت ہے کہ اپنے آپ کو دوسروں پر ترجیح دیتی ہے۔ ان کلمات کے ذریعے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم دی ہے کہ اپنے معاملات کو خدا کے سپرد کرے اور اپنے رب کے سوا کسی پر اعتماد نہ کرے اور نہ ہی امید رکھے ؎

کار خود را بخدا باز گزار کت نمی بینم ازیں بہتر کار

(اپنے معاملات کو خدا کے سپرد کر۔ اس سے بہتر میں کام نہیں جانتا)

یہاں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کمال عزت وعظمت ربوبیت کے پیش نظر اپنے آپ کو مد بشریت وضعف عبودیت پر رکھا ہے ورنہ آپ کی ذات اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مطلق، نائب کل ہے، آپ جو چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے دیتے اور کرتے ہیں۔

فَإِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

(دنیا وآخرت آپ کی سخاوت کا ایک قطرہ ہے اور لوح وقلم کا علم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہے)

اللہ تعالیٰ اس شاعر کو ہماری طرف سے بہتر جزا دے

۷ راوی حدیث

۸ شام کی زمین

۹ بلبلہ ، بالفتحہ ، غم ، پریشانی ، فتنہ اور وسوسہ

۱۰ اس کا وجود آخری زمانے میں بیت المقدس کی فتح کے وقت ہوگا

۵۲۱۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اتُّخِذَ الْفَیْءُ دُوَلًا وَّالْاَمَانَةُ مَغْنَمًا وَّالزَّكٰوةُ مَغْرَمًا وَتُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّيْنِ وَاَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ وَعَقَّ اُمَّهٗ وَاَدْنٰى صَدِيْقَهٗ وَاَقْصٰى اَبَاهُ وَظَهَرَتِ الْاَصْوَاتُ فِى الْمَسَاجِدِ وَسَادَ الْقَبِيْلَةَ فَاسِقُهُمْ وَكَانَ زَعِيْمُ الْقَوْمِ اَرْذَلَهُمْ وَاُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهٖ وَظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ وَلَعَنَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا فَارْتَقِبُوْا عِنْدَ ذٰلِكَ رِيْحًا حَمْرَاءَ وَّزَلْزَلَةً وَّخَسْفًا وَّمَسْخًا وَّقَذْفًا وَّاٰيَاتٍ تَتَابَعُ كَنِظَامٍ قُطِعَ سِلْكُهٗ فَتَتَابَعُ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب غنیمت کو ذاتی دولت[۱] ، امانت[۲] کو مال غنیمت اور زکوٰۃ کو تاوان[۳] شمار کیا جائے علم دنیاداری کیلیے سیکھے گا[۴]، آدمی اپنی بیوی کی اطاعت اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے ۔ اپنے دوست سے نزدیک اور اپنے باپ سے دُور اور مساجد میں آوازیں[۵] بلند ہوں، قبیلے کا سردار[۶] ان میں سے بدکردار ہو قوم میں ذلیل آدمی معزز شمار ہوں ۔ آدمی کی عزت اس کے شر سے ڈرتے ہوئے کی جائے[۷]۔ گانے بجانے والی عورتیں[۸] ظاہر ہو جائیں ۔ شرابیں پی جائیں ۔ اس امت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں[۹]۔ اس وقت سُرخ آندھیوں ، زلزلوں ، زمین میں دھنسنے شکل بدلنے[۱۰] پتھر برسنے[۱۱] کا انتظار کرنا اور ایسی نشانیوں کا جو اس طرح متواتر آئیں گی جیسے لڑی[۱۲] کا دھاگہ ٹوٹنے پر دانے متواتر گرتے ہیں ۔

(ترمذی)

۱ وہ غنیمت کا مال جو شرعاً تمام غازیوں کے درمیان مشترک تقسیم ہوتا ہے اسے ارباب مناصب قبضہ میں لاکر اپنے درمیان تقسیم کرلیں گے فقراء وضعفاء اس سے محروم رہ جائیں گے ۔ دوم دال کے نیچے زیر، واؤ پر فتحہ دولت کی جمع ، دال پر ضمہ یا فتحہ بمعنی انقلاب زمانہ اور ایک دوسرے کے ہاتھ میں مال کا جانا ۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ بالضم ہو تو اس کا معنی وہ مال جو حاصل شدہ ہو اور بالفتح ہو تو حالتِ شدت وتنگی سے حالتِ سرور وتنعم کی طرف انتقال مراد ہوتا ہے ۔

۲ امانت وودیعت میں خیانت کرتے ہوئے اسے اس مالِ غنیمت کی طرح خیال کریں جو کافروں سے حاصل کیا جاتا ہے اور ان قبضہ کرنے والوں کا حق ہوتا ہے ۔

۳ لوگوں پر زکوٰۃ کی ادائیگی اتنی شاق ہوگی کہ گویا ان سے ظلماً تاوان وصول کیا جارہا ہے

۴ یعنی شریعت ودین کی اشاعت وترویج کے لیے نہیں، بلکہ دنیا ، منصب ، عزت اور بادشاہوں کی خاطر سیکھا جائے گا ۔

[5] خصوصاً گانے، مزامیر اور ناچنے والوں کی آواز جیسا کہ آج کل متعارف ہے۔
[6] جو ان کے معاملات کا ذمہ دار ہوگا
[7] جیسے ظالم یا فاسق حاکم غالب آجائے تو لوگوں کو مجبوراً اس کی تعظیم و تکریم کرنا پڑتی ہے۔
[8] مرد و زن کا اختلاط ہوگا۔ قینیہ، قاف پر فتحہ، یاء ساکن نون سے مقدم اس کا معنی اصلاً خوشی کے وقت داد دینا ہے یا مطلق داد ہے۔
[9] آلات سرور جنہیں مزامیر کہا جاتا ہے مثلاً بانسری، طنبورا اور رباب وغیرہ
[10] علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ خلف، سلف پر طعن کریں گے اور انہیں برائی کے ساتھ یاد کریں گے۔ ان کی اطاعت نہیں کریں گے گویا ان پر لعنت کریں گے اور یہ بات نہایت ہی نادرست ہے، ایک فرقہ گمراہ رافضی ایسا پیدا ہوا ہے جو صحابہ و تابعین پر لعنت کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں معافی عطا فرمائے۔
[11] مسخ، ایک صورت کا کسی بری صورت میں تبدیل ہو جانا۔
[12] آسمان سے پتھر برسنا
[13] نظام بالکسر، موتیوں کی لڑی، بالفتحہ بھی آیا ہے۔ سلک دھاگہ۔ قاموس وصحاح۔ قاموس میں نظام بمعنی مصدر بھی آیا ہے اور اس کو معنی منظوم کر لیا گیا ہے یا بمعنی حاصل بالمصدر ہے جیسا کہ ترجمہ میں آچکا ہے۔

٥٢١٥ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ[1] عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَعَلَتْ أُمَّتِيْ خَمْسَ عَشَرَةَ خَصْلَةً حَلَّ بِهَا الْبَلَاءُ وَعَدَّ هٰذِهِ الْخِصَالَ وَلَمْ يَذْكُرْ تُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّيْنِ قَالَ وَبَرَّ صَدِيْقَهٗ وَجَفَا أَبَاهُ[2] وَقَالَ وَشُرِبَ الْخَمْرُ وَلُبِسَ الْحَرِيْرُ[3]۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب میری امت پندرہ عادات اختیار کرلے گی تو ان پر بلاء نازل ہوگی اور یہ خصلتیں گزریں اور ان کا تذکرہ نہیں کیا علم غیر دین کے لیے سکھا جائے گا، فرمایا[2] دوست سے پیار مگر اپنے والد سے ظلم اور فرمایا شراب پی جائے گی اور ریشم پہنا جائیگا۔ (ترمذی)

[1] یہ صاحب مصابیح کا قول ہے کیونکہ ترمذی نے دو احادیث پے در پے ذکر کرکے ان پندرہ کا تذکرہ کیا ہے کذا قال الطیبی اور ان کی خصلتوں کی تعداد وہاں سولہ ہے
[2] یہاں دو احادیث کے الفاظ میں اختلاف ہے پہلے لفظ ادنیٰ صدیقہ واقصیٰ اباہ کے الفاظ تھے یہاں پر صدیقہ وجفا اباہ ہے۔
[3] یعنی آخر ہذہ الامۃ کی جگہ لبس الحریر کے الفاظ ہیں۔

٥٢١٦ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ[1] رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْهَبُ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

الدُّنْيَا حَتّٰى يَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يُوَاطِئُ اسْمُهٗ اِسْمِيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ فِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ قَالَ لَوْلَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا يَوْمٌ لَطَوَّلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ذٰلِكَ الْيَوْمَ حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْهِ رَجُلًا مِّنِّيْ اَوْ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يُوَاطِئُ اسْمُهٗ اِسْمِيْ وَاِسْمُ اَبِيْهِ اِسْمَ اَبِيْ يَمْلَاُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا۔

دنیا ختم نہ ہوگی حتیٰ کہ عرب[۱] کا بادشاہ ایک شخص میرے اہلِ بیت سے بنے گا جس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا (ترمذی، ابوداؤد کی روایت[۲] میں ہے کہ فرمایا اگر دنیا کا صرف ایک دن باقی رہا تو اللہ اس دن کو دراز فرمادیگا حتیٰ کہ اس دن میں ایک شخص دیگا جو مجھ سے یا میرے گھر والوں سے ہے اس کا نام میرے نام کے موافق اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے موافق ہوگا وہ آسمان وزمین کو انصاف وعدل سے بھر دےگا جیسے وہ ظلم وزیادتیوں[۳] سے بھری تھی۔

[۱] عرب کی تخصیص اصل ہونے کی وجہ سے کی ورنہ دوسری حدیث میں تمام دنیا عرب وعجم کے مالک ہونے کا ذکر ہے۔

[۲] ابوداؤد کی روایت

[۳] قسط وعدل ہم معنی ہیں جیسے کہ جور وظلم۔ صراح میں ہے قسط، عدل وانصاف کا مہیا کرنا۔ یہ ظلم وستم کے خلاف ہے ظلم کا معنی ہے شے کو غیر محل میں رکھنا ہے جور راہِ راست سے ہٹنا مثلاً کہا جاتا ہے جارعن الطریق (وہ راستے سے ہٹ گیا) اور فیصلہ کرنے میں کسی پر ظلم کرنا۔ قاموس میں یہی کہا گیا ہے گویا حدیث میں تاکید وپختگی ہے یا میں کہتا ہوں کہ یہاں قسط سے مراد انصاف کرنے والوں کا انصاف، عدل عدالت اور حقوق میں برابری ہے اور ظلم وجور سے مراد اس کے مقابل معانی ہوں گے۔

۵۲۱۷/۱۷ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمَهْدِيُّ مِنْ عِتْرَتِيْ مِنْ اَوْلَادِ فَاطِمَةَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مہدی میری عترت[۱] سے فاطمہ کی اولاد سے ہوگا۔ (ابوداؤد)

[۱] عترت، عین کے نیچے زیر، نسل، گروہ اور نزدیکی جیسا کہ گزرا ہے۔ صراح میں آیا ہے کہ عترت سے مراد مرد کے نزدیکی رشتہ دار اور اپنے ہوتے ہیں۔ نہایہ میں ہے کہ مرد کی عترت اس کے اپنے ہوتے ہیں حضور علیہ السلام کے خویش تمام اولاد عبدالمطلب ہے۔ بعض نے کہا کہ اہلِ بیت یعنی اولاد مراد ہے۔ بعض نے کہا تمام قریش عترت مراد ہیں مشہور یہ ہے کہ عترت وہ ہے جس پر زکوٰۃ حرام ہے اور وہ اولاد ہاشم ہے۔ ان تمام اقوال پر آپ کا یہ فرمانا کہ وہ اولاد فاطمہ سے ہوں گے انھیں مخصوص کرنا ہے۔

۵۲۱۸/۱۸ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمَھْدِیُّ مِنِّیْ؎ اَجْلَی الْجَبْھَۃِ اَقْنَی الْاَنْفِ یَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا یَمْلِكُ سَبْعَ سِنِیْنَ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوُدَ)

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مہدی مجھ سے؎ ہیں، چوڑی پیشانی والے، اونچی ناک والے۔ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسے وہ ظلم وستم سے بھری ہوئی تھی، سات سال سلطنت کریں گے۔ (ابوداؤد)

؎ میری اولاد میں سے ہیں۔

۵۲۱۹ / ۱۹ وَعَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ قِصَّۃِ الْمَھْدِیِّ قَالَ فَیَجِیْءُ اِلَیْہِ الرَّجُلُ فَیَقُوْلُ یَا مَھْدِیُّ اَعْطِنِیْ اَعْطِنِیْ قَالَ فَیَحْثِیْ لَہٗ فِیْ ثَوْبِہٖ مَا اسْتَطَاعَ اَنْ یَّحْمِلَہٗ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

اور انہی سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قصہ مہدی میں فرمایا: ایک شخص مہدی کے پاس آکر کہے گا مجھے دیجیے مجھے دیجیے۔ فرمایا آپ اس کے کپڑے میں لپ بھر کر ڈالتے رہیں گے؎ جس قدر وہ اٹھانے کی طاقت رکھے گا۔ (ترمذی)

؎ دراہم ودنانیر یعنی بے شمار اور بے حساب دیں گے جیسا کہ گزرا۔

۵۲۲۰ / ۲۰ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَکُوْنُ اخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِیْفَۃٍ فَیَخْرُجُ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ ھَارِبًا اِلٰی مَکَّۃَ فَیَاْتِیْہِ نَاسٌ مِّنْ اَھْلِ مَکَّۃَ فَیُخْرِجُوْنَہٗ وَھُوَ کَارِہٌ فَیُبَایِعُوْنَہٗ بَیْنَ الرُّکْنِ وَالْمَقَامِ وَیُبْعَثُ اِلَیْہِ بَعْثٌ مِّنَ الشَّامِ فَیُخْسَفُ بِھِمْ بِالْبَیْدَاءِ بَیْنَ مَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃِ فَاِذَا رَاَی النَّاسُ ذٰلِكَ اَتَاہُ اَبْدَالُ الشَّامِ وَعَصَائِبُ اَھْلِ الْعِرَاقِ فَیُبَایِعُوْنَہٗ ثُمَّ یَنْشَاُ رَجُلٌ مِّنْ قُرَیْشٍ اَخْوَالُہٗ کَلْبٌ فَیَبْعَثُ اِلَیْھِمْ بَعْثًا فَیَظْھَرُوْنَ عَلَیْھِمْ وَذٰلِكَ بَعْثُ کَلْبٍ وَیَعْمَلُ فِی النَّاسِ بِسُنَّۃِ نَبِیِّھِمْ وَیُلْقِی الْاِسْلَامُ بِجِرَانِہٖ فِی الْاَرْضِ فَیَلْبَثُ سَبْعَ سِنِیْنَ ثُمَّ یُتَوَفّٰی وَیُصَلِّیْ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک خلیفہ کی وفات کے وقت؎ اختلاف ہوگا تو ایک شخص اہل مدینہ سے مکہ معظمہ کی طرف بھاگتے ہوئے نکلے گا تو مکہ والوں میں سے کچھ لوگ اس کے پاس آئیں گے اسے باہر لائیں گے حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتا ہوگا، یہ لوگ اس مقام سے مقام ابراہیم اور حجر اسود کے درمیان بیعت کریں گے اور ان کی طرف شام سے ایک لشکر بھیجا جائے گا اسے مکہ ومدینہ کے درمیان ایک میدان میں دھنسا دیا جائے گا جب یہ لوگ دیکھیں گے تو ان کے پاس شام کے ابدال اور عراق والوں کی جماعتیں آئیں گی تو اس سے بیعت کرلیں گے پھر قریش کا ایک شخص آئے گا جس کے ماموں بنو کلب ہوں گے وہ ان کی طرف ایک لشکر بھیجے گا وہ ان پر غالب آئیں گے یہ بنی کلب کا لشکر ہوگا وہ لوگوں میں ان کے نبی کی سنت پر عمل کرے گا اور اسلام زمین میں اپنی گردن بچھادے گا

عَلَیْہِ الْمُسْلِمُوْنَ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

پھر وہ سات سال قیام کریں گے، پھر وفات پا جائیں گے اور ان پر مسلمان نماز پڑھیں گے۔ (ابوداؤد)

ا۔ جو آخری زمانے میں ہوگا۔

۲۔ جو امامت کا دعویٰ کرے گا

۳۔ اسے باہر لائیں گے اور اسے خواہش و مجبوری سے امام بنائیں گے۔

۴۔ شارحین نے فرمایا اس سے مراد امام مہدی ہیں

۵۔ اس وقت کا حاکم شام امام مہدی کے خلاف جنگ کے لیے لشکر بھیجے گا۔

۶۔ بیداء، یہ مکہ و مدینہ کے درمیان جگہ کا نام ہے لغت میں بیداء معنی بیابان اور ہموار زمین ہے۔ اس لشکر سے مراد لشکر سفیانی ہے اور فتنہ امارت سفیانی کا ہے جو امام مہدی کے خروج کی علامت ہوگی، اس بارے میں متعدد احادیث مروی ہیں جو درجہ تواتر کے قریب ہیں ان میں سے ایک حدیث صحیح یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سفیانی، خالد بن یزید بن ابی سفیان اموی کی اولاد میں سے ایک آدمی ہوگا اس کا سر بڑا اور آنکھوں میں سفیدی ہوگی، دمشق کی جانب سے آئے گا اس کے ماننے والے اکثر اس قبیلہ کے ہوں گے جس کا نام کلب ہوگا۔ یہ بہت زیادہ لوگوں کو قتل کریں گے حتیٰ کہ عورتوں کے پیٹ چیر کر ان کے بچوں کو قتل کریں گے جب یہ امام مہدی کی خبر سنیں گے تو ان کے ساتھ جنگ کے لیے لشکر بھیجیں گے وہ لشکر شکست کھا جائے گا اس کے بعد سفیانی خود لشکر لیکر امام مہدی کے خلاف جائے گا اور اس کا یہ لشکر مقام بیداء پر دھنس جائے گا ان میں سے کوئی نہیں بچے گا مگر وہ شخص جو امام مہدی تک اس کی خبر پہنچائے گا

۷۔ جب لوگ سفیانی کی ہلاکت کو دیکھیں گے۔

۸۔ امام مہدی کے پاس

۹۔ ابدال ان افراد کو کہتے ہیں جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ زمین کو قائم رکھتا ہے ان کی تعداد ستر ہے ان میں سے چالیس ملک شام میں اور تیس دیگر علاقوں میں رہتے ہیں ان میں سے جب ایک فوت ہو جاتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا کو منتخب کیا جاتا ہے اور ان کا تذکرہ احادیث میں موجود ہے۔ امام سیوطی شرح سنن ابی داؤد میں لکھتے ہیں کہ سوائے ابوداؤد کی اس حدیث کے صحاح ستہ میں ابدال کے بارے میں کوئی حدیث نہیں۔ حاکم نے بھی اس حدیث کی تخریج کی اور صحیح قرار دیا۔ لیکن سیوطی نے جمع الجوامع میں لکھا کہ صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب میں بہت سی احادیث موجود ہیں اور اکثر احادیث میں تعداد چالیس ہے اور بعض میں تیس ہے۔ حدیث میں حضرت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ ابدال اس درجہ کو صرف زیادہ نماز اور روزہ اور صدقہ سے نہیں پاتا اور لوگوں سے ممتاز نہیں ہوتا بلکہ اس میں سخاوت نفس، سلامت قلب، مسلمانوں کی خیر خواہی کثرت کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! امت میں ابدال کی صفت والے لوگ سرخ گندھک (جو بہت نایاب ہے) سے بھی کم ہیں۔

دوسری حدیث میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جس میں یہ تین صفات ہوں گی وہ ابدال میں سے ہوگا ۱۔ رضا بالقضاء (۲) نافرمانی کے کاموں سے باز رہنا (۳) دین خدا کے لیے غضب ناک ہونا۔ امام غزالی نے بھی احیاء العلوم میں لکھا کہ جو شخص یہ دعا ہر روز تین بار پڑھے گا، اے اللہ! حضور کی امت کو معاف کر دے، اے اللہ! امت محمدی پر رحم فرما، اے اللہ! حضور کی امت سے درگزر فرما، اسے درجہ ابدال مل جاتا ہے۔ الغرض جو شخص صفات ذمیمہ ختم کر کے خلق کی بھلائی اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے، وہ ابدال میں سے ہوتا ہے، باقی عراقی جماعتوں سے مراد اللہ کے وہ بندے ہیں جنہیں عصائب کہا جاتا ہے جیسے کہ ابدال، امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ابدال شام میں، نجباء مصر میں اور عصائب عراق میں رہتے ہیں۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ عصائب سے مراد لوگوں میں سے نیک زاہد اور عابد ہیں۔ عصب القوم عین اور صاد دونوں پر فتحہ ہے لغت میں قوم کے نیک لوگوں کو کہا جاتا ہے۔

۱۰؎ مخالفت مہدی میں

۱۱؎ اس کے والدہ کے بھائیوں کا تعلق قبیلہ کلب سے ہوگا۔ یہ عرب کا مشہور قبیلہ ہے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی خاندان سے ہیں۔

۱۲؎ امام مہدی کے خلاف لشکر بھیجے گا اور اپنے اخوال کیلئے بنو کلب سے مدد کا خواستگار ہوگا۔

۱۳؎ امام مہدی کا لشکر ان پر غالب آجائے گا

۱۴؎ جران، جیم کے نیچے کسرہ، واؤ مخفف، آخر میں نون ہے اس سے مراد اونٹ کا ذبح کرتے وقت، بیٹھتے وقت، استراحت و قرار حاصل کرتے وقت گردن کو زمین پر رکھنا ہے یہاں اسلام کا غلبہ اور تمکن و استمرار مراد ہے کہ کوئی ہرج مرج نہیں رہے گا۔ جنگ و جدال کا نشان تک ختم ہو جائے گا اور اسلام اور احکام سنت کو قرار و دوام حاصل ہوگا۔

۵۲۲۱ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ[1] بَلَاءً یُّصِیْبُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ حَتّٰی لَا یَجِدَ الرَّجُلُ مَلْجَاً یَّلْجَاُ اِلَیْہِ مِنَ الظُّلْمِ فَیَبْعَثُ اللّٰہُ رَجُلًا مِّنْ عِتْرَتِیْ وَاَھْلِ بَیْتِیْ فَیَمْلَاُ بِہِ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا یَرْضٰی عَنْہُ سَاکِنُ السَّمَاءِ وَسَاکِنُ الْاَرْضِ لَا تَدَعُ السَّمَاءُ مِنْ قَطْرِھَا شَیْئًا اِلَّا صَبَّتْہُ مِدْرَارًا وَّلَا تَدَعُ الْاَرْضُ مِنْ نَّبَاتِھَا شَیْئًا اِلَّا اَخْرَجَتْہُ حَتّٰی یَتَمَنَّی الْاَحْیَاءُ الْاَمْوَاتَ یَعِیْشُ فِیْ ذٰلِکَ سَبْعَ سِنِیْنَ اَوْ ثَمَانَ سِنِیْنَ اَوْ تِسْعَ سِنِیْنَ۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بلاء کا ذکر فرمایا جو اس امت کو پہنچے گی حتیٰ کہ آدمی جائے پناہ نہ پائے گا جہاں ظلم سے پناہ لے تو اللہ تعالیٰ میری اولاد اور میرے گھر والوں سے ایک شخص کو بھیجے گا کہ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی تھی آسمان و زمین کے رہنے والے خوش ہوں گے آسمان اپنا کوئی قطرہ نہ چھوڑے گا مگر وہ برسا دے گا[1] بہتا ہوا اور زمین اپنی کوئی بدی نہیں چھوڑے گی حتیٰ کہ اسے اگا دے گی[2] حتیٰ کہ زندہ لوگ مرنے[3] کی تمنا کریں گے وہ اسی حالت میں سات سال یا آٹھ سال یا نو سال

(رَوَاہُ الْحَاکِمُ فِیْ مُسْتَدْرَکِہٖ) زندہ رہیں گے۔

سلہ وَدر، دال پر زبر یا مشدد، کثرت کے ساتھ بارش کا برسنا۔

سلہ یعنی امام مہدی کے دور میں بارشیں خوب ہوں گی، زمین فصل خوب اگائے گی اور زندگی میں عیش و آرام ہوگا۔

سلہ زندہ کہتے، کاش! یہ مرنے والے ہمارے دور میں ہوتے تو عیش و عشرت پاتے۔

بعض نے احیاء کو بکسر ہمزہ پڑھا ہے یعنی یہ آرزو کریں گے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر دے، اگر یہ ثابت ہو تو پھر محض بطور فرض و تقدیر ہوگا ورنہ محض احتمال ہی ہے۔

سلہ یہ راوی کو شک ہے یا حضور علیہ السلام نے اس وقت اسے مبہم رکھا بعد میں اس میں تعیین فرما دی۔

سلہ یہاں کتاب میں بیاض ہے البتہ اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک میں روایت کر کے صحیح کہا ہے۔

۵۲۲۲ / ۲۲ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ رَجُلٌ مِّنْ وَّرَاءِ النَّھْرِ یُقَالُ لَہُ الْحَارِثُ حَرَّاثٌ عَلٰی مُقَدِّمَتِہٖ رَجُلٌ یُقَالُ لَہٗ مَنْصُوْرٌ یُوَطِّنُ اَوْ یُمَکِّنُ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا مَکَّنَتْ قُرَیْشٌ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَبَ عَلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ نَصْرُہٗ اَوْ قَالَ اِجَابَتُہٗ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ماوراء النہر[1] سے ایک شخص نکلے گا جسے حارث کہا جائے گا[2] کسان ہوگا،[3] اس کے لشکر کے اگلے حصے میں ایک شخص ہوگا جسے منصور کہا جائے گا وہ[4] محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد کو ایسی ہی جگہ دے[5] گا جیسے قریش نے اللہ کے رسول کو دی، ہر مسلمان پر اس کی مدد[6] ضروری ہے یا فرمایا اس کی بات ماننا ضروری ہے۔

سلہ مصابیح کے بعض نسخوں میں وراء النہر کے الفاظ ہیں

سلہ یہ دونوں نام یا دونوں صفات ہو سکتی ہیں۔ الغرض خواہ بطریق علم ہو یا بطریق وصف اس کے یہ دو نام ہوں گے۔

سلہ حارث نامی شخص

سلہ یوطن او یمکن۔ راوی کو شک ہے کہ کون سا لفظ کہا

سلہ راوی کو شک ہے کہ نصرہ کہا یا اجابتہ کہا، یہ حدیث اس معاملہ میں واضح ہے کہ وہ شخص امامت و خلافت کا دعویٰ کرے گا اور اہل ایمان پر اس کی اطاعت لازم ہوگی یہ بھی ممکن ہے یہ بات بطور تعلیم و ارشاد اور ہدایت ہو، نصرت و اجابت سے مراد اعتقاد و محبت ہو۔

۵۲۲۳ / ۲۳ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تُکَلِّمَ السِّبَاعُ الْاِنْسَ وَحَتّٰی تُکَلِّمَ الرَّجُلَ عَذَبَةُ سَوْطِهٖ وَشِرَاكُ نَعْلِهٖ یُخْبِرُهٗ فَخِذُهٗ بِمَا اَحْدَثَ اَهْلُهٗ بَعْدَهٗ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے قیامت نہ آئے گی حتیٰ کہ درندے انسانوں سے باتیں کریں گے اور حتیٰ آدمی سے اس کے کوڑے کا پھندنا[1] اور جوتے کا تسمہ باتیں کرے گا اور اس کی ران اسے وہ سب کچھ بتا دے گی جو اس کے گھر والوں نے اس کے پیچھے کیا۔ (ترمذی)

[1] عذبہ بحرکات ہر چیز کی طرف ۔ قاموس، صراح میں ہے عذبۃ اللسان زبان کی تیزی ۔ عذبۃ السوط تازیانہ کا، عذبۃ المیزان وہ رسی جو ترازو کو اٹھائے ہوئے ہوتی ہے ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ
تیسری فصل

۵۲۲۴ / ۲۴ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاٰیَاتُ بَعْدَ الْمِائَتَیْنِ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بڑی نشانیاں دو سو[1] سال کے بعد ہیں (ابن ماجہ)

[1] اسلام کی آمد کے دو سو سال بعد قیامت کی نشانیوں کا پے در پے اظہار شروع ہو جائے گا یا آپ کے وصال مبارک کے بعد دو سو سال مراد ہیں ۔ دو سو سال کی ابتدا ہجرت سے بھی ہو سکتی ہے ۔

۵۲۲۵ / ۲۵ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمُ الرَّایَاتِ السُّوْدَ قَدْ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ خُرَاسَانَ فَأْتُوْهَا فَاِنَّ فِیْهَا خَلِیْفَةَ اللّٰهِ الْمَهْدِیَّ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کالے جھنڈے دیکھو خراسان کی طرف سے آتے ہوئے تو تم وہاں جانا کیونکہ اس میں اللہ کا خلیفہ مہدی ہے[1] (مسند احمد، دلائل النبوۃ للبیہقی)

[1] اس واقعہ اور اس کی مثل دوسرے واقعات کی تفصیل کے لیے حضرت شیخ علی متقی قدس سرہ کے اس رسالہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو انھوں نے علامات مہدی میں تحریر فرمایا ہے ۔

۵۲۲۶ / ۲۶ وَعَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ وَنَظَرَ اِلَی ابْنِهِ الْحَسَنِ قَالَ اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ کَمَا سَمَّاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَسَیَخْرُجُ مِنْ صُلْبِهٖ رَجُلٌ یُسَمّٰی بِاسْمِ نَبِیِّکُمْ یُشْبِهُهٗ فِی الْخُلُقِ وَلَا یُشْبِهُهٗ

حضرت ابو اسحاق[1] سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے امام حسن کو دیکھ کر فرمایا یہ میرا بیٹا سید ہے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے سید فرمایا اس کی پشت سے ایک شخص پیدا ہو گا جو تمہارے نبی کے نام سے موسوم ہو گا

فِي الْخَلْقِ ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّةً يَمْلَأُ الْأَرْضَ عَدْلًا۔ (رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَلَمْ يَذْكُرِ الْقِصَّةَ)

عادت میں ان کے مشابہ مگر صورت میں مشابہ نہ ہوگا، پھر پورا واقعہ بیان کیا کہ وہ زمین کو انصاف سے بھر دے گا (ابوداود) اور قصہ ذکر نہ کیا

۱ ابواسحاق سبیعی کبار تابعین میں سے ہیں انھوں نے حضرت علی، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت کی ہے انھوں نے اڑتیس فقیہہ صحابہ سے حدیث سنی ہے۔ شعبہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث میں امام حسن اور امام ابن سیرین اور مجاہد سے افضل ہیں سبیعی سین پر زبر یا نسبت مکسور، سبیع ایک شخص کا نام تھا

۲ سیرت باطنی میں مشابہت ہوگی۔

۳ درصورت ظاہر یعنی تمام وجوہ کے لحاظ سے ورنہ بعض احادیث میں بعض چیزوں میں مشابہت بھی ثابت ہے

۴ واضح رہے کہ امام مہدی کا سیدہ فاطمہ کی اولاد سے ہونا حد تواتر کو پہنچا ہوا ہے لیکن اس میں یہ قید نہیں کہ امام حسن یا امام حسین کی اولاد میں سے ہوں گے، بعض احادیث میں ان کا امام حسن کی اولاد میں سے ہونا ثابت ہے جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث میں ہے۔ بعض میں امام حسین کی اولاد میں سے ہونا بھی مذکور ہے۔ بعض احادیث غریبہ میں حضرت عباس کی اولاد سے ہونے کا بھی ذکر آیا ہے۔ شیخ ابن حجر ہیتمی مکی نے ان احادیث میں یوں تطبیق دی ہے کہ ایک شخص کی ولادت میں جہات مختلفہ ہوسکتی ہیں سا ب دونوں اماموں کی طرف نسبت ہوسکتی ہے البتہ امام حسن کی طرف نسبت ولادت عظمیٰ ہوگی کیونکہ ان کا تذکرہ اکثر احادیث میں آیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کی ایک والدہ خاندان عباسیہ سے ہو۔

٥٢٢٧ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ فُقِدَ الْجَرَادُ فِي سَنَةٍ مِّنْ سِنِيْ عُمَرَ الَّتِيْ تُوُفِّيَ فِيْهَا فَاهْتَمَّ بِذٰلِكَ هَمًّا شَدِيْدًا فَبَعَثَ إِلَى الْيَمَنِ رَاكِبًا وَرَاكِبًا إِلَى الْعِرَاقِ وَرَاكِبًا إِلَى الشَّامِ يَسْأَلُ عَنِ الْجَرَادِ هَلْ أُرِيَ مِنْهُ شَيْئًا فَأَتَاهُ الرَّاكِبُ الَّذِيْ مِنْ قِبَلِ الْيَمَنِ بِقَبْضَةٍ فَنَثَرَهَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَمَّا رَاٰهَا عُمَرُ كَبَّرَ وَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَ أَلْفَ أُمَّةٍ سِتُّ مِائَةٍ مِّنْهَا فِي الْبَحْرِ وَأَرْبَعُ مِائَةٍ فِي الْبَرِّ فَإِنَّ أَوَّلَ هَلَاكِ هٰذِهِ الْأُمَمِ الْجَرَادُ فَإِذَا هَلَكَتِ الْجَرَادُ تَتَابَعَتِ الْأُمَمُ كَنِظَامِ السِّلْكِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر کے برسوں میں سے اس برس جس میں آپ کا وصال ہوا ٹڈی کم ہوگئی تو آپ اس سے سخت غمگین ہوئے آپ نے ایک سوار یمن کی طرف اور ایک سوار عراق کی طرف اور ایک سوار شام کی طرف بھیجا۔ ٹڈی کے متعلق سوال فرماتے تھے کہ کیا کچھ ٹڈیاں دیکھی گئیں تو آپ کے پاس وہ سوار جو یمن گیا تھا۔ مٹھی بھر ٹڈیاں لایا اور آپ کے سامنے بکھیر دیں جب انھیں دیکھا تو حضرت عمر نے تکبیر کہی اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل نے ایک ہزار امتیں پیدا کیں جن میں سے چھ سو دریا میں ہیں اور چار سو خشکی میں اور سب سے پہلے ہلاکت میں ٹڈی ہے جب ٹڈی

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

ہلاک ہو جائے گی تو دوسری امتیں لگاتار ہلاک ہوں گی جیسے لڑی کا دھاگہ۔[۵] (بیہقی، شعب الایمان)

[۱] خلافت کے سال

[۲] جس سال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا اس سال ٹڈی وہاں نہ تھی۔

[۳] وہ سوار لوگوں سے ٹڈی کے بارے میں پوچھتا یہ بھی احتمال ہے کہ یسأل کی ضمیر حضرت عمر کی طرف لوٹے۔

[۴] بعض نسخوں میں لفظ ہلاک نہیں صرف اتنا ہے ان ہزار میں سے پہلی ٹڈی ہے۔

[۵] جیسے لڑی سے لگاتار دانے گر پڑتے ہیں۔

۲۴۰- بَابُ الْعَلَامَاتِ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ وَذِكْرِ الدَّجَّالِ

قربِ قیامت کی نشانیاں اور دجّال

اس باب میں قربِ قیامت واقع ہونے والی بڑی نشانیوں کا ذکر ہے۔ جیسا کہ سابقہ باب میں چھوٹی نشانیوں کا تذکرہ ہوا۔ جب امام مہدی کا تذکرہ ان احادیث میں آچکا جن میں ان فتنوں اور لڑائیوں کا بیان ہے جو ان کے ظاہر ہونے سے پہلے ہوں گی اور آپ کے ظاہر ہونے پر وہ ختم ہو جائیں گی اس وجہ سے ان کا تذکرہ اس باب میں ہوا ہے واضح ہو کہ وہ احادیث واخبار جو دس نشانیوں کے بارے میں مصنف نے ذکر کی ہیں ان میں اختلاف ہے ان کے درمیان موافقت بیان کرنے کے سلسلے میں تطبیق و توفیق میں طویل گفتگو ہے ہو سکتا ہے ان میں سے بعض کے ضمن میں کسی قدر بیان کی جائے ان میں سے سب سے اہم و اعظم مصیبت دجال کا وجود ہے اور اس کے بارے میں احادیث متعدد ہیں۔ دجال، دجل سے بنا جس کا معنی ہے خلط ملط کرنا، مکر اور دھوکہ کے ہیں۔ دجل الحق بالباطل اس وقت کہتے ہیں جب کوئی حق کو باطل سے ملا دے۔ اس کا معنی کذب بھی ہے ان تمام معانی کا دجال میں پایا جانا واضح ہے اور دجال کے دیگر معانی اور اس کی وجہ تسمیہ قاموس میں تفصیلاً ہے۔ شرح میں انھیں ہم ذکر بھی کریں گے لفظ مسیح اس کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان مشترک ہے اور اکثر طور پر یہ ہوتا ہے مسیح کے اطلاق کے وقت دجال کے ساتھ مقید کیا جاتا ہے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے مطلقاً مذکور ہوتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ کسی کوڑھے اور برص والے کو مس کرتے تو وہ صحیح ہو جاتا تھا اور اس وجہ سے بھی کہ والدہ کے شکم سے تمام اس آلائش اور میل کچیل سے پاک پیدا ہوئے جو بچے پر ولادت کے

وقت ہوتی ہے۔ بعض کے نزدیک مسیح کا معنی یہی ہے یا اس وجہ سے کہ ان کے پاؤں ہموار تھے۔ ان میں خم نہیں تھا جیسے کہ اکثر لوگوں کے پاؤں میں ہوتا ہے یا اس وجہ سے کہ انھوں نے زمین پر زیادہ مسافت طے کی۔ یہ وجہ ان کے اور دجال کے درمیان مشترک ہے، دجال کو مسیح اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی ایک آنکھ نہیں ہوگی بلکہ جگہ ہموار ہوگی۔ ممسوح الوجہ اور مسیح الوجہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے چہرے کی ایک طرف ہموار ہو اور آنکھ وابرو نہ ہو یا اس وجہ سے کہ اس کی وجہ سے خیر بھلائی ختم ہوجائے گی جیسے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وجہ سے شر اور برائی محو ہوجائے گی۔ پس دجال مسیح الضلالۃ اور حضرت عیسٰی مسیح الہدایہ ٹھہرے اس وجہ سے حضرت عیسٰی کے لیے مسیح کا لفظ میم کے نیچے زیر اور سین مشدد سے بھی آیا ہے۔ بعض کے نزدیک مشدد دجال کا نام ہے اور مخفف حضرت عیسٰی کا اور جو یہ کہا گیا ہے کہ دجال کا نام خاء کے ساتھ مسیخ ہے غلط ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۵۲۲۸ عَنْ حُذَیْفَةَ بْنِ اَسِیْدٍ الْغِفَارِیِّ قَالَ اطَّلَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَیْنَا وَنَحْنُ نَتَذَاکَرُ فَقَالَ مَا تَذْکُرُوْنَ قَالُوْا نَذْکُرُ السَّاعَةَ قَالَ اِنَّهَا لَنْ تَقُوْمَ حَتّٰی تَرَوْا قَبْلَهَا عَشْرَ اٰیَاتٍ فَذَکَرَ الدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ وَالدَّابَّةَ وَطُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا وَنُزُوْلَ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ وَیَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ وَثَلٰثَةَ خُسُوْفٍ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ بِجَزِیْرَةِ الْعَرَبِ وَاٰخِرُ ذٰلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْیَمَنِ تَطْرُدُ النَّاسَ اِلٰی مَحْشَرِهِمْ وَفِیْ رِوَایَةٍ نَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قَعْرِ عَدَنٍ تَسُوْقُ النَّاسَ اِلَی الْمَحْشَرِ وَفِیْ رِوَایَةٍ فِی الْعَاشِرَةِ وَرِیْحٌ تُلْقِی النَّاسَ فِی الْبَحْرِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت حذیفہ بن اسید غفاری[1] سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھا حالانکہ ہم کوئی تذکرہ کر رہے تھے فرمایا کس کا ذکر کر رہے ہو؟ عرض کیا قیامت کا۔ فرمایا وہ قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ اس سے پہلے اس کی نشانیاں نہ دیکھ لو۔ آپ نے دھواں[2]، دجال[3]، دابۃ الارض، سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا، حضرت عیسٰی کا نزول، یاجوج ماجوج[4] کا نکلنا، تین جگہ زمین کا دھنسنا یعنی مغرب، مشرق اور جزیرہ عرب میں زمین کا بیٹھ جانا اور آخر میں ایک آگ ہوگی جو یمن کی طرف سے نکلے گی اور لوگوں کو محشر کی طرف دھکیل کر لے جائے گی دوسری روایت میں ہے کہ قعر عدن سے آگ نکلے گی اور لوگوں کو محشر کی طرف ہانکے گی۔ تیسری روایت میں دسویں نشانی کے متعلق ہے کہ ایک آندھی ہوگی جو لوگوں کو سمندر میں ڈال دے گی۔ (مسلم)

[1] اسید، ہمزہ پر زبر، سین کے نیچے زیر، یہ بیعت رضوان میں شامل تھے بعض نے کہا کہ جس پہلے غزوہ میں یہ شریک ہوئے وہ حدیبیہ ہے لیکن درخت کے نیچے بیعت نہ کر سکے۔ کوفہ میں رہے۔ اہلِ کوفہ میں سے ہی شمار ہوتے ہیں حضور علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابو الطفیل اور شعبی نے روایت کیا ہے۔

۵۲ ایسا دھواں ہوگا جو مشرق و مغرب کو ڈھانپ لے گا اور چالیس دن تک رہے گا مسلمانوں کو زکام کی طرح ہوگا اور کافر مدہوش، جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے، قرآن مجید کی سورۂ دخان میں ہے

حضرت حذیفہ اور ان کے اتباع کرنے والے کہتے ہیں کہ اس آیت سے یہی دھواں مراد ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کے متبعین کے نزدیک اس دھوئیں سے مراد وہ قحط ہے جو قریش پر حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں آپ کی اس دعا کے نتیجہ میں مسلط کیا گیا۔ اے اللہ ان پر سات سال تک قحط مسلط فرما جیسے کہ اہل مصر پر حضرت یوسف علیہ السلام کے دور میں مسلط کیا گیا وہ چمڑہ اور مردار کھاتے اور ہوا کو مثل دھواں دیکھتے کیونکہ بھوک کی وجہ سے جب نظر کمزور ہوجاتی ہے تو ایسے شخص کو ہوا دھوئیں کے مانند نظر آتی ہے اور اسے تیرہ و تاریک دیکھتا ہے اور یہ بھی ہوتا ہے کہ خشک سالی اور قحط کی وجہ سے ہوا کثرت غبار سے آلودہ ہوکر تاریکی کی طرح ہوجاتی ہے اور عرب سخت حادثہ اور شر کو بھی دھوئیں کا نام دے دیتے ہیں۔ بخاری میں اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے احادیث مروی ہیں۔

۵۳ دجال اور اس کے احوال کا تذکرہ فرمایا

۵۴ اس چارپائے کا ذکر کیا جو مسجد حرام سے صفا و مروہ کے درمیان سے باہر آئے گا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی وَاَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْاَرْضِ اس پر محمول ہے۔ شارحین نے بیان کیا کہ اس کا قد ساٹھ گز ہوگا۔ بعض نے کہا کہ اس کی تخلیق مختلف ہوگی، حیوانوں کے ساتھ زیادہ مشابہت ہوگی، جبل صفا کو پھاڑ دے گا اور اس کے ساتھ وہاں عصائے موسیٰ اور خاتم سلیمانی برآمد ہوگی۔ کوئی شخص اس کے ساتھ دوڑ نہیں سکے گا اور اس سے بھاگ نہ سکے گا۔ مومن کو عصا سے مارے گا اور اس کے چہرے پر مومن لکھے گا۔ کافر کو مہر لگائے گا اور اس کے چہرے پر کافر لکھے گا۔

۵۵ یہ یافث بن نوح کی اولاد میں سے دو قبائل ہیں اور یہ دونوں نام عجمی ہیں اور بعض کے نزدیک عربی ہیں حجم نے ان کا اشتقاق شرح میں بیان کیا ہے۔

۵۶ جزیرۂ عرب اور حدود کا بیان باب الملاحم میں ہوچکا ہے

۵۷ اس زمین کی طرف لے جائے گی یہاں حشر ہوگا اس سے مراد شام کی زمین ہے کیونکہ حدیث صحیح میں آیا کہ حشر شام کی زمین پر ہوگا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ چلانا حشر برپا ہونے کے بعد ہوگا کہ یہ اعتراض وارد ہو جائے علامت قیامت اس سے پہلے ہو اور حشر بعد میں برپا ہوگا۔

۵۸ یہ بھی یمن کا علاقہ ہے۔

۵۹ دوسری روایت میں دسویں شے کا نام آگ از یمن یا قعر عدن کی بجائے ہوا کا ذکر ہے کہ وہ لوگوں میں دریا میں پھینک دے گی۔

۶۰ یہاں اشکال یہ ہے کہ بخاری شریف میں مذکورہ آگ کو قیامت کی پہلی علامت بیان کیا گیا ہے اور یہاں

اُخریٰ) ان دونوں احادیث کے درمیان موافقت یوں ہے کہ آگ بیان کردہ نشانیوں سے مؤخر ہے اور ان نشانیوں سے پہلی نشانی ہے جن کے ظاہر ہونے کے بعد دنیا کی کوئی چیز باقی نہ رہے گی بلکہ اس کی انتہا صور پھونکنے پر ہوگی جس کے ساتھ دنیا و ما فیہا فانی اور ہلاک ہو جائے گا بخلاف دیگر علامات کے کہ اس کے بعد دنیا کچھ نہ کچھ باقی رہے گی۔ پس پہلی قسم قربِ قیامت کی علامات اور دوسری قیام قیامت کی اور اول و آخر ہوں رامور نسبتیہ میں سے ایک شئے کے حوالے سے اول اور دوسرے کے حوالے سے آخر ہوگی۔

۵۲۲۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سِتًّا الدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ وَدَابَّةَ الْاَرْضِ وَطُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا وَاَمْرَ الْعَامَّةِ وَخُوَیْصَّةَ اَحَدِكُمْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا چھ چیزوں سے پہلے اعمال میں جلدی کرو۔ دھواں، دجال، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ فتنۂ عام[1] اور تمہارے ہر ایک کا خاص[2] فتنہ۔ (مسلم)

۱؎ جو تمام مخلوق کا احاطہ کرے

۲؎ یعنی نفس، اہل اور مال میں تم میں بعض کی مشغولیت ہوگی یا امر عامہ سے مراد قیامت ہے اور خاص سے مراد موت ہے جب علامات سے ڈرایا تو اس کے قیام اور موت سے بھی ڈرایا کیونکہ یہ قیامت صغریٰ ہے۔

۵۲۳۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ الْاٰیَاتِ خُرُوْجًا طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا وَخُرُوْجُ الدَّابَّةِ عَلَى النَّاسِ ضُحًى اَوْ خُرُوْجُ الدَّابَّةِ وَاَیُّهُمَا مَا كَانَتْ قَبْلَ صَاحِبَتِهَا فَالْاُخْرٰى عَلٰى اَثَرِهَا قَرِیْبًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ پہلی علامت[1] جو ظاہر ہوگی وہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا[2] اور دابۃ الارض کا لوگوں کے سامنے چاشت کے وقت نکلنا یا[3] دابہ کا نکلنا ان دونوں میں سے جو بھی اپنے صاحب سے پہلے ہو تو دوسری اس کے قریب ہی پیچھے[4] ہوگی۔ (مسلم)

۱؎ یہ پہلی اس حوالے سے ہے کہ اس وقت حادثہ دشوار ترین ہوگا کیونکہ توبہ کے دروازے بند ہو جائیں گے

۲؎ اس کے اوصاف معلوم ہیں اور اس کا کلام کرنا بھی

۳؎ یعنی واؤ کی جگہ "او" کا کلمہ ہے یہ الفاظ آئندہ الفاظ کے زیادہ موافق ہیں۔

۴؎ یعنی ان دونوں کے وقوع کے درمیان دیگر علامات کی نسبت فاصلہ بہت کم ہوگا پس اگر آفتاب پہلے طلوع ہو گیا تو دابہ اس کے بعد اور اگر دابہ پہلے نکلا تو اس کے بعد متصلاً سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا۔ ان دونوں میں ترتیب و تقدیم و تاخیر کے بارے میں وحی بالیقین نازل نہیں ہوئی لیکن اتنا واضح ہے کہ ان دونوں کا وقوع دوسری علامات کی نسبت متصل ہوگا۔

۵۲۳۱
۴
وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ اِذَا خَرَجْنَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِیْ اِیْمَانِهَا خَیْرًا طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَخُرُوْجُ الدَّجَّالِ وَدَآبَّةُ الْاَرْضِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں جب ظاہر ہوں گی تو کسی نفس کو اس کا ایمان نفع نہ دے[1] گا جو پہلے سے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان میں بھلائی[2] نہ کمائی تھی، سورج کا مغرب سے نکلنا، دجال اور زمین کا جانور[3] (المسلم)

[1] اس وقت ایمان لانا اور کفر سے توبہ کوئی فائدہ نہ دے گا۔

[2] اس وقت گناہوں سے توبہ بھی مفید نہ ہوگی، اس آیت کریمہ کی متعدد تفاسیر ہیں، ہم نے ایک بیان کی ہے اور تین چیزیں یہ ہیں۔

[3] کیونکہ ان کے بعد احوال آخرت کا مشاہدہ ہو جائے گا۔ حالانکہ معتبر ایمان بالغیب ہے۔

۵۲۳۲
۵
وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ اَتَدْرِیْ اَیْنَ تَذْهَبُ هٰذِهٖ قُلْتُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهَا تَذْهَبُ هٰذِهٖ قُلْتُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰی تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَاْذِنُ فَیُؤْذَنُ لَهَا وَیُوْشِكُ اَنْ تَسْجُدَ وَلَا تُقْبَلَ مِنْهَا وَتَسْتَاْذِنُ فَلَا یُؤْذَنُ لَهَا وَیُقَالُ لَهَا ارْجِعِیْ مِنْ حَیْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِهَا كَذٰلِكَ قَوْلُهٗ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا قَالَ مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب سورج ڈوبتا ہے تو جانتے ہو یہ کہاں جاتا ہے میں نے عرض کیا اللہ اور رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا یہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے پھر اجازت مانگتا ہے تو اسے اجازت دے[1] دی جاتی ہے اور قریب ہے کہ سجدہ کرے اور اس کا سجدہ قبول نہ ہو اور اجازت مانگے تو اسے اجازت نہ دی جائے اور اس سے کہا جاوے کہ جہاں سے آیا ہے وہاں لوٹ[2] جا تو مغرب سے طلوع ہو، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ سورج اپنے ٹھکانے پر چلتا ہے فرمایا اس کا ٹھکانا عرش کے[3] نیچے ہے[4] (بخاری ومسلم)

[1] یہ حکم ہوتا ہے کہ مشرق کی جانب سے طلوع ہو اور اجازت سے یہی مراد ہے کہ میں مشرق سے طلوع ہو جاؤں۔

[2] چونکہ وہ مغرب سے آیا لہٰذا اسی طرف لوٹ جائے گا۔

[3] اس کی قرارگاہ عرش کے نیچے ہے غروب کے بعد وہاں جا کر سجدہ کر کے اجازت طلب کرتا ہے اور اسے آئندہ طلوع ہونے کا حکم ملتا ہے۔

[4] تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے اور معانی بھی بیان ہوئے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں جو تفسیر متفق علیہ حدیث میں آئی ہے وہ ہی متعین ہوگی لیکن تعجب یہ ہے کہ اس معنی کا وہاں بالکل نام ونشان نہیں، غالبًا فلسفہ کے غلبہ کی وجہ سے

ایسا ہوا ہے۔ علامہ طیبی کے کلام سے بھی سینہ کی تنگی ظاہر ہوتی ہے اللہ تعالیٰ سے سلامتی کا سوال ہے۔

۵۲۳۳ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا بَيْنَ خَلْقِ اٰدَمَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اَمْرٌ اَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ پیدائش حضرت آدم علیہ السلام اور قیام قیامت کے درمیان دجال سے بڑھ کر کوئی امر[1] نہیں (المسلم)

[1] ابتلاء، فتنہ، گمراہی اور استدراج کی وجہ سے۔

۵۲۳۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيْسَ بِاَعْوَرَ وَاِنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ اَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تم پر چھپا[1] نہیں، اللہ تعالیٰ کانا[2] نہیں اور مسیح دجال دائیں آنکھ سے کانا ہے، اس کی آنکھ گویا ابھرا ہوا[3] انگور ہے۔ (بخاری و مسلم)

[1] یعنی تم اس کی ذات و صفات پر بالیقین ایمان رکھو جیسا کہ شرع نے بیان کیا، پس دجال کے جادو اور استدراج سے گمراہ نہ ہونا۔
[2] اس سے مقصد نفی نقص ہے، خاص کر بصر ثابت نہیں یعنی اللہ تعالیٰ انسانوں کی طرح ہرگز نہیں کہ اس کی آنکھیں ہوں چہ جائیکہ نعوذ باللہ وہ کانا ہو۔
[3] طافیہ۔ اس معنی میں یاء کے ساتھ طفو سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے خیر کا سر پر آنا، اکثر اوقات میں یہی ہے لیکن بعض روایات میں ہمزہ کے ساتھ طفوء سے بھی مشتق آیا ہے، اس کا معنی آگ اور چراغ کا بجھنا ہے یعنی بے نور اور تاریک ہونا مراد ہے

۵۲۳۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا قَدْ اَنْذَرَ اُمَّتَهُ الْاَعْوَرَ الْكَذَّابَ اَلَا اِنَّهٗ اَعْوَرُ وَاِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَ۔ فَ۔ رَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی نبی نہیں ہوا مگر اس نے اپنی امت کو کانے کذاب[1] سے ڈرایا۔ آگاہ رہو کہ وہ کانا ہے جبکہ تمہارا رب کانا نہیں، اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ک۔ ف۔ ر لکھا ہوا ہے۔ (بخاری و مسلم)

[1] مراد دجال ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ دجال کے خروج کا وقت کسی کے لیے متعین نہیں، بس اتنا معلوم ہے کہ قیامت سے پہلے آئے گا کیونکہ قیام قیامت کا وقت مقررہ کسی کو معلوم نہیں، لہذا اس کے خروج کا وقت متعین بھی کسی کو معلوم نہیں۔
[2] لفظ کفر مراد ہے مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں لفظ کفر ہے اور بعض میں جدا جدا حروف ہیں گویا اس کے چہرے پر

جُدا جُدا لکھا ہوا ہوگا۔

۵۲۳۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُحَدِّثُکُمْ حَدِیْثًا عَنِ الدَّجَّالِ مَا حَدَّثَ بِهٖ نَبِیٌّ قَوْمَهٗ اِنَّهٗ اَعْوَرُ وَاِنَّهٗ یَجِیْءُ مَعَهٗ بِمِثْلِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَالَّتِیْ یَقُوْلُ اِنَّهَا الْجَنَّةُ هِیَ النَّارُ وَاِنِّیْ اُنْذِرُکُمْ کَمَا اَنْذَرَ بِهٖ نُوْحٌ قَوْمَهٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا میں تمھیں دجال کے متعلق ایک ایسی بات نہ بتاؤں جو کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں بتائی، بلاشبہ وہ کانا ہے اور اپنے ساتھ جنت و دوزخ جیسی چیزیں لے کر آئے گا اور میں تمھیں ڈراتا ہوں جیسے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا۔ (بخاری و مسلم)

۵۲۳۷ وَعَنْ حُذَیْفَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الدَّجَّالَ یَخْرُجُ وَاِنَّ مَعَهٗ مَاءً وَّنَارًا فَاَمَّا الَّذِیْ یَرَاهُ النَّاسُ مَاءً فَنَارٌ تُحْرِقُ وَاَمَّا الَّذِیْ یَرَاهُ النَّاسُ نَارًا فَمَاءٌ بَارِدٌ عَذْبٌ فَمَنْ اَدْرَکَ ذٰلِکَ مِنْکُمْ فَلْیَقَعْ فِی الَّذِیْ یَرَاهُ نَارًا فَاِنَّهٗ مَاءٌ عَذْبٌ طَیِّبٌ (متفق علیہ) وَزَادَ مُسْلِمٌ وَاِنَّ الدَّجَّالَ مَمْسُوْحُ الْعَیْنِ عَلَیْهَا ظَفَرَةٌ غَلِیْظَةٌ مَکْتُوْبٌ بَیْنَ عَیْنَیْهِ کَافِرٌ یَقْرَءُهٗ کُلُّ مُؤْمِنٍ کَاتِبٍ وَّغَیْرِ کَاتِبٍ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ دجال نکلے گا اور اس کے ساتھ پانی و آگ[1] ہوگی جو لوگوں کو پانی نظر آئے گا وہ جلانے والی آگ ہوگی اور جو لوگوں کو آگ نظر آئے گی وہ ٹھنڈا میٹھا پانی ہوگا جو تم میں سے اس صورت حال سے دوچار ہو تو اس میں گر سے جو آگ نظر آتی ہے کیونکہ وہ[2] میٹھا اور پاک پانی ہے (بخاری و مسلم)

اور مسلم میں یہ اضافہ بھی ہے بلاشبہ دجال مٹی ہوئی آنکھ والا ہے جس پر بڑا سا ناخن[3] ہے اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہے جس کو ہر مومن پڑھ لے گا خواہ[4] وہ لکھنا جانتا ہو[5] یا نہ جانتا ہو[6]۔

[1] یا تو حقیقۃً آگ اور پانی ہوں گے یا مجازاً جنت و دوزخ کا تذکرہ ہے۔

[2] یعنی اس کی طرف سے جو عذاب اور مشقت دیکھے اسے راحت اور خوشی جانے، اس سے گریز نہ کرے اور دجال کے جال میں نہ پڑے۔

[3] ظفرہ۔ ظا پر زبر، فاء، آنکھ پر جو زائد گوشت اگتا ہے اور اسے ناک کی طرف سے ڈھانپ لیتا ہے۔

[4] اس سے پہلے وہ لکھنا جانتا تھا یا نہ، واضح رہے کہ ظاہر یہی ہے کہ ناخن اسی آنکھ پر ہوگا جو غیر ہموار ہوگی کیونکہ ممسوح کا معنی جو دجال کی وجہ تسمیہ میں گزرا وہ یہ ہے کہ جس کی ایک جانب چہرے کی آنکھ و ابرو سے خالی ہو لہٰذا وہ جانب ہموار ہوگی، وہاں ناخن کیسے ہو سکتا ہے۔ مگر اس وقت ہو سکتا ہے جب ممسوح سے مراد مطلق معیب ہونا ہو اور حدیث میں کَاَنَّ عَیْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِیَةٌ۔ (اس کی آنکھ اُبھرے ہوئے انگور کی طرح ہوگی) بھی آیا ہے

حدیث میں اعور عین الیمنی (دائیں آنکھ سے کانا) بھی گذرا ہے اور دوسری میں بائیں آنکھ کا ذکر ہے۔ بالجملہ دجال کے اوصاف کے بارے میں احادیث متعارض آئی ہیں۔ شیخ نور پشتی کہتے ہیں کہ ان اوصاف کے درمیان تطبیق یوں ممکن ہے کہ فرض کر لیا جائے کہ دونوں آنکھوں میں سے ایک ختم اور دوسری میں عیب ہے، اب یہ ایک آنکھ کو اعور کہا جاتا ہے کیونکہ عور کے معنی عیب کے ہیں۔

۵۲۳۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالُ أَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُسْرٰى جُفَالُ الشَّعْرِ مَعَهُ جَنَّتُهُ وَنَارُهُ فَنَارُهُ جَنَّتُهُ وَجَنَّتُهُ نَارٌ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور انھی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال بائیں آنکھ سے کانا اور پراگندہ گھنے[1] بالوں والا ہے اس کے ساتھ اس کی دوزخ جنت ہوگی اس کی آگ جنت اور اس کی جنت آگ ہو گی۔ (مسلم)

۱؎ جفال، جیم پر پیش، کثرت یا پشم اور اس کی مثل کے ساتھ مخصوص ہے۔ قاموس میں ہے جَفَلَ الشَّعْرُ جُفُولًا بالوں کا پراگندہ ہونا۔

۵۲۳۹ وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ فَقَالَ إِنْ يَخْرُجْ وَأَنَا فِيكُمْ فَأَنَا حَجِيجُهُ دُونَكُمْ وَإِنْ يَخْرُجْ وَلَسْتُ فِيكُمْ فَامْرُءٌ حَجِيجُ نَفْسِهٖ وَاللّٰهُ خَلِيفَتِي عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ إِنَّهُ شَابٌّ قَطَطٌ عَيْنُهُ طَافِيَةٌ كَأَنِّي أُشَبِّهُهُ بِعَبْدِ الْعُزّٰى بْنِ قَطَنٍ فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الْكَهْفِ۔

حضرت نواس[1] بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر فرمایا، تو فرمایا اگر وہ نکلا اور میں تم میں ہوا تو تمھارے بغیر اس کا مقابل میں[2] ہوں گا اور اگر وہ نکلا اور میں تم میں نہ ہوا تو ہر شخص اپنی ذات[3] کا محافظ ہے اور ہر مسلمان پر اللہ تعالیٰ میری طرف سے محافظ[4] ہے، وہ جوان ہے سخت گھونگھریالے بال والا، اس کی آنکھ ابھری ہوئی، گویا میں اسے عبد العزیٰ بن قطن[5] سے تشبیہ دیتا ہوں تو تم میں سے جو اسے پائے تو اس پر سورۂ کہف پڑھے۔

وَفِي رِوَايَةٍ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ بِفَوَاتِحِ سُورَةِ الْكَهْفِ فَإِنَّهَا جَوَارُكُمْ مِنْ فِتْنَتِهٖ إِنَّهُ خَارِجٌ خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ فَعَاثَ يَمِينًا وَعَاثَ شِمَالًا يَا عِبَادَ اللّٰهِ فَاثْبُتُوا قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا لَبْثُهُ فِي الْأَرْضِ قَالَ أَرْبَعُونَ يَوْمًا يَوْمٌ كَسَنَةٍ وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ

ایک روایت میں فواتح سورۃ الکہف کے الفاظ اور دوسری روایت میں بفواتح سورۃ کہف کے الفاظ ہیں۔ کیونکہ وہ تمھاری امان[1] ہے اس کے فتنے سے وہ، شام اور عراق والے راستے[2] سے نکلے گا تو دائیں بائیں فساد پھیلائے گا، اے اللہ کے بندو! ثابت قدم رہنا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کا زمین میں ٹھہرنا کتنا ہے؟ فرمایا چالیس دن، ایک دن سال کی طرح ہوگا اور ایک دن مہینہ کی

وَسَائِرُ أَيَّامِهِ كَأَيَّامِكُمْ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَسَنَةٍ أَتَكْفِيْنَا فِيْهِ صَلٰوةُ يَوْمٍ قَالَ لَا اُقْدُرُوْا لَهٗ قَدْرَهٗ۔

طرح، اور ایک دن ہفتہ کی طرح اور بقیہ دن تمہارے عام دنوں کی طرح، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! تو یہ دن جو ایک سال کی طرح ہوگا کیا اس میں ہم کو ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی فرمایا نہیں تم اس کے لیے اندازہ لگا لینا۔

قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا إِسْرَاعُهٗ فِي الْأَرْضِ قَالَ كَالْغَيْثِ اسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيْحُ۔ فَيَأْتِيْ عَلَى الْقَوْمِ فَيَدْعُوْهُمْ فَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ فَيَأْمُرُ السَّمَاءَ فَتُمْطِرُ وَالْأَرْضَ فَتُنْبِتُ فَتَرُوْحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ أَطْوَلَ مَا كَانَتْ ذُرًى وَأَسْبَغَهٗ ضُرُوْعًا وَأَمَدَّهٗ خَوَاصِرَ۔

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! زمین پر اس کی تیز رفتاری کیسی ہوگی فرمایا بادل جس کے پیچھے ہوا ہو۔

وہ ایک قوم پر آئے گا انھیں بلائے گا وہ اس پر ایمان لے آئیں گے تو آسمان کو حکم دے گا وہ بارش برسائے گا، اور زمین کو حکم دے گا وہ اگائے گی، ان کے جانور شام کے وقت آئیں گے، تو وہ زیادہ لمبی کوہان والے اور زیادہ بھرے ہوئے تھن والے اور زیادہ پھیلی ہوئی کوکھوں والے ہوں گے۔

ثُمَّ يَأْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوْهُمْ فَيَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ قَوْلَهٗ فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ فَيُصْبِحُوْنَ مُمْحِلِيْنَ لَيْسَ بِأَيْدِيْهِمْ شَيْءٌ مِّنْ أَمْوَالِهِمْ وَيَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَيَقُوْلُ لَهَا أَخْرِجِيْ كُنُوْزَكِ فَتَتْبَعُهٗ كُنُوْزُهَا كَيَعَاسِيْبِ النَّحْلِ ثُمَّ يَدْعُوْ رَجُلًا مُمْتَلِئًا شَبَابًا فَيَضْرِبُهٗ بِالسَّيْفِ فَيَقْطَعُهٗ جَزْلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ ثُمَّ يَدْعُوْهُ فَيُقْبِلُ وَيَتَهَلَّلُ وَجْهُهٗ يَضْحَكُ۔

پھر ایک دوسری قوم کے پاس آئے گا انھیں بلائے گا وہ اس کی بات رد کر دیں گے وہ ان کے پاس سے لوٹ جائے گا تو یہ لوگ قحط زدہ ہو جائیں گے کہ ان کے ہاتھوں میں ان کے مال میں سے کچھ باقی نہ رہے گا اور ویرانے پر گزرے گا اس سے کہے گا کہ اپنے خزانے نکال تو اس کے پیچھے پیچھے خزانے شہد کی مکھیوں کی طرح چلیں گے پھر جوانی سے بھرے ہوئے ایک شخص کو بلائے گا اسے تلوار مار کر اس کے دو ٹکڑے کر دے گا اور تیر کے نشان کے ہدف پر پھینک دے گا پھر اسے بلائے گا تو وہ آجائے گا اس کا چہرہ چمکتا ہوگا وہ ہنستا ہوگا۔

فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُوْدَتَيْنِ وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلٰى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ إِذَا طَأْطَأَ

جبکہ وہ اس طرح ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم کو بھیجے گا آپ اس کے مشرقی سفید مینارے کے پاس دو زعفرانی کپڑوں کے درمیان اتریں گے، اپنے دونوں ہاتھ فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے جب اپنا سر جھکائیں گے

رَأْسَهٗ قَطَرَ وَإِذَا رَفَعَهٗ تَحَدَّرَ مِنْهُ مِثْلُ جُمَّانٍ كَاللُّؤْلُؤِ فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ مِنْ رِيْحِ نَفَسِهٖ إِلَّا مَاتَ وَنَفَسُهٗ يَنْتَهِىْ حَيْثُ يَنْتَهِىْ طَرْفُهٗ فَيَطْلُبُهٗ حَتّٰى يُدْرِكَهٗ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهٗ ثُمَّ يَأْتِىْ عِيْسٰى قَوْمٌ قَدْ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ فَيَمْسَحُ عَنْ وُجُوْهِهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِى الْجَنَّةِ۔

توقطرے ٹپکیں گے اور جب سر اٹھائیں گے تو اس سے قطرے ٹپکیں گے موتیوں کی طرح[21] پھر کسی کافر کو ہیچ[22] نہ ہوگا کہ آپ کی سانس پالئے مگر مر جائے[23] گا اور آپ کی سانس وہاں تک پہنچے گی جہاں تک آپ کی نظر جاوے گی آپ اسے تلاش کریں گے یہاں تک کہ آپ اسے بابِ لُد[24] میں پائیں گے تو قتل کردیں گے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس وہ قوم آئے گی جنھیں اللہ تعالیٰ نے دجّال سے محفوظ رکھا تو آپ ان کے چہرے صاف فرمائیں گے اور ان میں ان کے جنتی درجات کی خبر دیں[25] گے

فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ أَوْحَى اللّٰهُ إِلٰى عِيْسٰى أَنِّىْ قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِّىْ لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ فَحَرِّزْ عِبَادِىْ إِلَى الطُّوْرِ وَيَبْعَثُ اللّٰهُ يَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ فَيَمُرُّ أَوَائِلُهُمْ عَلٰى بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ فَيَشْرَبُوْنَ مَا فِيْهَا وَيَمُرُّ اٰخِرُهُمْ فَيَقُوْلُ لَقَدْ كَانَ بِهٰذِهٖ مَرَّةً مَاءٌ ثُمَّ يَسِيْرُوْنَ حَتّٰى يَنْتَهُوْا إِلٰى جَبَلِ الْخَمَرِ وَهُوَ جَبَلُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَيَقُوْلُوْنَ لَقَدْ قَتَلْنَا مَنْ فِى الْاَرْضِ هَلُمَّ فَلْنَقْتُلْ مَنْ فِى السَّمَآءِ فَيَرْمُوْنَ بِنُشَّابِهِمْ إِلَى السَّمَآءِ فَيَرُدُّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ نُشَّابَهُمْ مَخْضُوْبَةً دَمًا وَيُحْصَرُ نَبِىُّ اللّٰهِ وَأَصْحَابُهٗ حَتّٰى يَكُوْنَ رَأْسُ الثَّوْرِ لِأَحَدِهِمْ خَيْرًا مِّنْ مِّائَةِ دِيْنَارٍ لِأَحَدِكُمُ الْيَوْمَ فَيَرْغَبُ نَبِىُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَأَصْحَابُهٗ فَيُرْسِلُ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِىْ رِقَابِهِمْ فَيُصْبِحُوْنَ فَرْسٰى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔ ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِىُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَأَصْحَابُهٗ

وہ اس طرح ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ کو رب تعالیٰ وحی کرے گا کہ میں نے اپنے بندے نکالے ہیں جن میں لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں تو میرے بندوں کو طور کی طرف لے جاؤ اور یاجوج ماجوج کو بھیجے گا جو ہر ٹیلے سے دوڑتے آئیں گے تو ان کی اگلی جماعت بحیرہ طبریہ پر گزرے گی اس کا سارا پانی پی جائے گی ان کی آخری جماعت گزرے گی تو کہے گی کہ کبھی یہاں پانی تھا حتیٰ کہ جبلِ خمر[26] تک پہنچیں گے۔ یہ بیت المقدس کا ایک پہاڑ ہے تو کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو قتل کیا[27] آؤ آسمان والوں کو قتل کریں تو اپنے تیر[28] آسمان کی طرف چلائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے تیر رنگین لوٹائے گا اور اللہ کے نبی اور[29] ان کے ساتھی محصور[30] ہو جائیں گے حتیٰ کہ ان کے لیے بیل کی سری سو اشرفیوں سے بڑھ کر ہوگی جو تمہارے لیے آج ہے۔ تب اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی متوجہ الی اللہ[31] ہوں گے اس وقت اللہ ان یاجوج ماجوج کی گردن میں ایک کیڑا[32] پیدا کرے گا تو وہ سب ایک شخص کی موت کی طرح مردہ ہو جائیں[33] گے۔

پھر اللہ کے نبی عیسیٰ اور ان کے ساتھی زمین پر اتریں گے

إِلَى الْأَرْضِ فَلَا يَجِدُوْنَ فِي الْأَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ إِلَّا مَلَأَهُ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَأَصْحَابُهُ إِلَى اللّٰهِ فَيُرْسِلُ اللّٰهُ طَيْرًا كَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ تَطْرَحُهُمْ بِالنَّهْبَلِ وَيَسْتَوْقِدُ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ قِسِيِّهِمْ وَنُشَّابِهِمْ وَجِعَابِهِمْ سَبْعَ سِنِيْنَ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا لَا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتّٰى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَفَةِ ثُمَّ يُقَالُ لِلْأَرْضِ أَنْبِتِيْ ثَمَرَتَكِ وَرُدِّيْ بَرَكَتَكِ فَيَوْمَئِذٍ تَأْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ وَيَسْتَظِلُّوْنَ بِقِحْفِهَا وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ حَتّٰى إِنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الْإِبِلِ لَتَكْفِي الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيْلَةَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْغَنَمِ لَتَكْفِي الْفَخِذَ مِنَ النَّاسِ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ رِيْحًا طَيِّبَةً فَتَأْخُذُهُمْ تَحْتَ آبَاطِهِمْ فَتَقْبِضُ رُوْحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَّكُلِّ مُسْلِمٍ وَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُوْنَ فِيْهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ فَعَلَيْهِمْ تَقُوْمُ السَّاعَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ إِلَّا الرِّوَايَةَ الثَّانِيَةَ وَهِيَ قَوْلُهُ تَطْرَحُهُمْ بِالنَّهْبَلِ إِلٰى قَوْلِهٖ سَبْعَ سِنِيْنَ. التِّرْمِذِي

تو زمین میں بالشت بھر کوئی جگہ نہیں پائیں گے جو ان کی لاشوں اور بدبو سے نہ بھری ہو۔ تب اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ پرندے بھیجے گا۔ اونٹ کی گردنوں کی طرح وہ انہیں اٹھا کر جہاں اللہ چاہے گا پھینک دیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں نہبل میں پھینک دیں گے اور مسلمان ان کی کمانیں تیر اور ترکش سات سال تک جلائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا جس سے نہ کوئی مٹی کا گھر بچے گا نہ اون کا۔ وہ زمین کو دھو دے گی حتی کہ اسے شیشہ کی طرح کر چھوڑے گی پھر زمین سے کہا جائے گا تو اپنے پھل اگا اور اپنی برکت لوٹا دے تو اس دن ایک انار سے ایک جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے سے سایہ لے گی اور دودھ میں برکت دی جائے گی حتی کہ تازہ جنی ہوئی اونٹنی لوگوں کی ایک جماعت کو کافی ہوگی اور نئی جنی ہوئی گائے ایک قبیلہ کو کافی ہوگی اور نئی جنی ہوئی بکری لوگوں کے ایک خاندان کو کافی ہوگی جبکہ وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ اللہ ایک خوشگوار ہوا بھیجے گا وہ انہیں ان کی بغلوں کے نیچے لگے گی تو ہر مسلمان ہر مومن کی روح قبض کر لے گی اور بدترین لوگ رہ جائیں گے جو زمین میں گدھوں کی جفتی کی طرح زنا کریں گے۔ ان پر قیامت ہوگی (مسلم) مگر یہ الفاظ کہ انہیں نہبل میں پھینکے گی ایک قول کے مطابق سات سال تک۔

۱ نواس، نون پر زبر، واؤ مشدد اور سین۔ بن سمعان۔ سین کے نیچے زیر، جیم ساکن۔ صحابی ہیں۔ شام میں سکونت پذیر رہے۔

۲ تمہارے سامنے یا تمہارے پیچھے کی جانب۔ دونوں کا معنی سامنے، پیچھے اور اوپر کے آتے ہیں

۳ اپنے آپ سے اس کے شر کو دلائل شرعیہ قطعیہ عقلیہ سے دفع کرو۔

۴ میرے بعد تم پر اللہ وکیل اور اس کا ولی ہے جو دجال کے شر کو تم سے دور کر دے گا واضح رہے کہ یہ دلائل و قرائن سے

معلوم ہو رہا ہے کہ دجال کا ظہور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات کے بعد ہی ہے ۔ مگر آپ نے یہ طریقہ مکلفین پر خوف فتنہ کے بقا، اس کے ظہور کے وقت میں ابہام، دجال کے ظہور کے تعین اور تحقق میں مبالغہ و تاکید کے لیے آپ نے یہ اسلوب اختیار فرمایا۔

سے ابن قطن، قاف پر زبر اور طا، یہ عبدالعزیٰ قبیلہ خزاعہ سے تعلق رکھتا ہے اور عہد جاہلیت میں یہ بادشاہ رہا ہے بعض کے نزدیک یہودی کا نام ہے اور نام سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مشرک تھا حضور علیہ السلام نے دجال کو اس کے مشابہ قرار دیتے ہوئے جزم نہیں فرمایا۔ البتہ بعض احادیث میں تشبیہ پر جزم کا ذکر بھی آیا ہے گویا کا اُرَیٰ کا لفظ برائے تاکید اور اس میں پختگی پیدا کرنے کے لیے ہے ۔

سے جیسا کہ اپنے زمانے میں دقیانوس جابر حاکم سے اصحاب کہف نے نجات پائی تھی ۔ بعض احادیث میں سونے کے وقت ان آیات کی تلاوت کے وقت میں ملتا ہے ۔ جواز جیم کے نیچے زیر یا پیش، کسرہ افصح ہے ۔ ہمسایہ ہونا، پڑوسی کا امن دینا، بعض نسخوں میں جواز کم جیم اور رنا آیا ہے اُن کا سن وہ خط (وثیقہ) جو مسافر کسی بادشاہ سے اس لیے لیتا ہے کہ اس کے نائب راستے میں اس سے تعرض نہ کریں ۔

سے خَلَّۃ، خا پر زبر، لام مشدد، وہ راستہ جو ریگستان میں جاتا ہو۔

سے صرف اپنے سامنے مقابل ہی نہیں بلکہ دائیں بائیں ہر طرف فساد پھیلائے گا اور لفظ عَاثَ کو بر صیغہ ماضی بھی پڑھا گیا ہے ۔

سے پانچ نمازوں کے ادا کرنے کے لیے ایک دن کا اندازہ مقرر کرو، جب فجر کے طلوع کے بعد عام معمول کے مطابق وقت گزر جائے تو نماز فجر ادا کرو اور جب فجر اور ظہر کے درمیان عام معمول کے مطابق وقت گزر جائے تو ظہر ادا کرنا، جب ظہر اور عصر کے درمیان متعارف وقت کے مطابق گزرے تو عصر ادا کرنا اسی طرح اس دن کی باقی نمازیں جو سال کے برابر ہوگا، اس پر اس دن کو قیاس کر لیجیے جو مہینے اور ہفتہ کے برابر ہے ۔ یہاں سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ تاویل باطل ہے کہ اس دن کی طوالت سال اور مہینے کے برابر اس لیے فتنوں اور شدت غم و حزن کی وجہ سے ہوگی اور جیسے جیسے حق کی قدر و شوکت میں اضافہ ہوگا باطل پسپا ہوتا جائے گا اور لوگ فتنہ و فساد اور مشقت کے عادی ہو جائیں گے سختی جاتی رہے گی یہ تاویل اس سوال اور جواب سے مناسبت نہیں رکھتی ۔

سنلہ یہاں غیث سے مراد ابر ہے ۔

سلہ اپنی طرف اور اپنے مذہب کی طرف

سلہ وہ مویشی جو صبح کے وقت چرتے گئے تھے، سرح، مویشی کو چراگاہ میں چھوڑنا اور سارحہ، چراگاہ میں چھوڑے گئے

سلہ ذری، اونٹ کی کوہان کا بلند ہونا، ہر شے کی بلندی کو کو ذروہ کہا جاتا ہے یہاں مویشی کا فربہ ہونا (موٹا) مراد ہے کیونکہ فربہ ہونے کی وجہ سے کوہان لمبی ہو جاتی ہے ۔

سلہ وہ قوم اس پر ایمان نہیں لا سکے گی ۔

۱۵؎ ان پر بارش کا برسنا، زراعت و نباتات کا اگنا بند کر دے گا۔

۱۶؎ نحل، شہد کی مکھیاں، یُعَاسِیب، یعسوب کی جمع بمعنی امیر نحل، قوم کے سردار کو یعسوب کہا جاتا ہے۔ امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے اَنَا یَعْسُوْبُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَالُ یَعْسُوْبُ الْکُفَّارِ مسلمان میری متابعت کرتے اور پناہ تلاش کرتے ہیں مگر کفار کے مال سے جو وہ اس کی پناہ ڈھونڈھتے ہیں۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح میں بھی یہ لفظ آیا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے مرثیہ میں کہا کُنْتَ لِلدِّیْنِ یَعْسُوْبًا (اے ابوبکر آپ دین کے لیے پناہ گاہ تھے)

۱۷؎ وہ انتہائی جوانی اور قوت میں ہوگا۔

۱۸؎ اس کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان ایک تیر پھینکنے کا فاصلہ ہوگا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس کی تلوار کا وار اس طرح لگے گا جیسے تیر نشانہ پر لگتا ہے۔ جزلہ جیم پر زبر یا زیر، زا ساکن بمعنی ٹکڑا۔ غرض عین اور راء پر فتحہ بمعنی نشانہ و ہدف

۱۹؎ دمشق دال پر کسرہ، میم پر فتحہ اور کسرہ بھی آیا ہے۔

۲۰؎ جو ایسے گھاس رنگ جیسے ہوں گے جس کا نام کرکم ہے یا بالکل سرخ مَھْرُوْدَتَیْن، دال و ذال دونوں۔ قاموس میں ہے کہ ذال اس حدیث کے علاوہ کہیں نہیں آیا۔ بعض نے اس کے دو ہونٹ اور دو حلق سے بھی کی ہیں۔ اس لفظ کی تحقیق میں اس سے زیادہ گفتگو آئے گی۔

۲۱؎ جُمَان بروزن غراب یا وہ دانے مراد ہیں جو موتیوں کی شکل میں چاندی سے ہوتے ہیں لہٰذا لعد جمانۃ ہے۔ قاموس حواشی میں تحریر ہے کہ جُمَّان، جیم پر پیش، میم مشدد چھوٹے موتی، میم مخفف ہو تو وہ دانے جو چاندی سے ہوں یہاں آخری معنی مراد ہے اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ حدیث میں کا لُؤلُؤ کا لفظ ہے یعنی وہ سر نیچے کریں گے تو ان کے بالوں سے نورانی قطرات ٹپکیں گے اور جب اوپر کریں گے تو وہ قطرات نیچے آئیں گے اس سے ان کی نورانیت اور حسن و جمال کی تروتازگی مراد ہے۔

۲۲؎ جو کافر بھی آپ کا سانس پائے گا ممکن ہی نہیں کہ زندہ رہے اور نہ مرے

۲۳؎ سبحان اللہ! کبھی دم کے ساتھ مردوں کو زندہ فرمایا اور حیات بخشی اور کبھی زندوں کو مردہ فرمایا۔

۲۴؎ بیت المقدس کے قریب قریہ ہیں جس کا نام لُدّ، لام مضموم اور دال مشدد، قاموس میں ہے یہ فلسطین میں ایک قریہ ہے یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے یا یہ بیت المقدس کے شہروں میں سے کوئی قریہ ہے (بعض کے نزدیک یہ قریہ دمشق کے قریب ہے)

۲۵؎ جو درجات وہ جنت میں پائیں گے۔

۲۶؎ چونکہ آثار قدرت میدان کارزار میں ہاتھ کے ذریعے ظاہر ہوتے ہیں لہٰذا اس کی تعبیر ہاتھ سے کرنا مشہور ہے اگرچہ مفرد آتا ہے لیکن مبالغہ کے لیے کبھی بصورت تثنیہ بھی آجاتا ہے۔

۲۷؎ طبریہ، واسط کے قریہ کا نام ہے اور اس دریا کے پانی کی طوالت دس میل ہے۔

۲۸ خَمَر ۔ دونوں پر فتحہ، پیچیدہ درخت یا وہ چیز جو ڈھانپنے والی ہو مثلاً درخت وغیرہ ۔ چونکہ اس پہاڑ پر بہت زیادہ درخت ہیں اس وجہ سے اس کا نام جَبَلُ الخَمَر ہے ۔

۲۹ نُشّاب، نون پر پیش، شین مشدّد اس کا واحد نشابہ بمعنی تیر ہے ۔

۳۰ مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں ۔

۳۱ فاقہ و احتیاج اس حد تک ہوگا کہ چوپائے کی سری وغیرہ جو نہایت ہی ارزاں ہوتی ہے اس کی قیمت سو درہم سے زائد ہوگی تو باقی اجزاء کے گوشت کا اندازہ خود کر لیجیے کہ ان کا حال کیا ہوگا اور کتنا مہنگا ہوگا ۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ سرِ ثور سے مراد ذاتِ ثور ہے جس کی برائے زراعت و کاشت ضرورت ہوتی ہے لیکن یہ بات ضعیف ہے کیونکہ جو لوگ اس طرح محبوس و محصور ہوں گے ان کا زراعت کرنا کیا معنی رکھتا ہے ۔

۳۲ یاجوج ماجوج کی ہلاکت کے لیے

۳۳ نَغَف، نون پر زبر، غین، وہ کیڑا جو اونٹ اور بھیڑ کی ناک میں ہوتا ہے اس کی واحد نغفۃ تاء کے ساتھ ہے ۔

۳۴ یعنی تمام بیک وقت ہلاک ہو جائیں گے فرسی بر وزن قتلی ۔ یہ فریس بمعنی قتیل کی جمع ہے ۔

۳۵ زَہَم پہلے دونوں حروف پر زبر بمعنی چربی اکثر روایات میں یہی ہے بعض میں زاء پر پیش بھی آیا ہے زہمہ کی جمع بمعنی بدبو ۔

۳۶ بخت باء پر پیش، خاء ساکن، خراسانی اونٹ جن کی گردنیں بلند ہوتی ہیں اس کا واحد بختی ہے ۔

۳۷ نَہبل، نون پر زبر، باء پر بھی فتحہ، بیت المقدس کے پاس ایک جگہ کا نام ہے بعض نے کہا کہ وہ جگہ مراد ہے جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے (کذا فی بعض الحواشی) ۔ اس لفظ کو مشکوٰۃ کے نسخہ میں نون کے ساتھ ہی صحیح قرار دیا گیا ہے طیبی کے نسخوں میں بھی یہی صورت ہے مگر مجمع البحار میں کرمانی کے حوالے سے یہ لفظ مَہبَل، میم کے ساتھ آیا ہے اس کی تفسیر اس پہاڑ سے کی گئی ہے جو زیر زمین چلا گیا ہو ۔ قاموس میں باب اللام و فصل المیم میں کہ مُہبَل بروزن منزل یعنی پہاڑ کی چوٹی سے نیچے گرنا ۔ یہ منقول ہے کہ ترمذی نے حدیث دجال میں "فتطرحهم بالنهبل" اسے نون کے ساتھ ذکر کیا ہے اور یہ تصحیف ہے درست مہبل، میم کے ساتھ ہی ہے ۔

۳۸ جِعاب ۔ جیم کے نیچے زیر، جمع جعب بمعنی تیردان ۔

۳۹ مدر، میم اور دال دونوں پر زبر وہ مٹی جس سے اہلِ شہر گھر بناتے ہیں، وَبَر، واؤ اور باء دونوں پر فتحہ اونٹ کی اون جس سے مسافر گھر بناتے ہیں یعنی ہر جگہ بارش ہو گی اور کوئی ایسی جگہ نہیں بچے گی جس پر بارش نہ ہو، کوئی دیوار اور خیمہ بارش کے پہنچنے سے مانع نہ ہو سکے گا ۔ لا یکن ۔ یاء پر فتحہ، کاف پر ضمہ یا یاء پر ضمہ اور کاف پر کسرہ از اکتنان دونوں طرح آیا ہے اور دونوں کا معنی ستر ہے ۔

۴۰ زلفہ، زا پر زبر، لام اور کاف اس کے چند معانی ہیں ان میں سے ہر ایک اس مقام کے مناسب ہے

وہ جگہ جو پانی سے پر ہو جائے اور صاف ہو، کاسۂ سبز یا صراحی سبز رنگ کی کیونکہ جب برتن پانی سے بھرا ہو تو وہ سبز رنگ دکھائی دیتا ہے، "صدف" ہموار پتھر، وہ زمین جس پر جھاڑو لگایا گیا ہو۔ یہ لفظ زاء پر ضمہ اور لام ساکن بمعنی "صحنک" بھی مروی ہے یہ لفظ کا لزلفہ قاف کے ساتھ بھی مروی ہے۔ اس کا معنی شفاف پتھر اور آئینہ کے ہیں یہ بھی مقام کے مناسب ہے گویا زمین کثرتِ آب کی وجہ سے آئینہ کی مانند ہوگی جس سے چہرہ نظر دیکھا جا سکے گا۔

۴۱؎ دس تا چالیس افراد ایک انار کو کھائیں گے یعنی اتنا بڑا ہوگا کثیر لوگ اسے کھا کر سیر ہو جائیں گے۔

۴۲؎ استظلال، سایہ ڈھونڈنا، انار کی چھال کو آدمی کے سر کی ان ہڈیوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو دماغ کے اوپر ہوتی ہیں اور جو مانند قحف ہیں قحف قاف کے نیچے زیر، حاء ساکن بمعنی کاسۂ سر، لکڑی کا پیالہ۔

۴۳؎ الرّسل، راء کے نیچے زیر، سین ساکن یعنی شتر کے پستانوں میں بہت زیادہ دودھ ہوگا۔

۴۴؎ لقحہ۔ لام کے نیچے زیر ہے اور زبر بھی آیا ہے دودھ والی اونٹنی شارحین فرماتے ہیں وہ اونٹنی جو بچے جنے اس کو دو یا تین ماہ کے لقوح کہتے ہیں اس کے بعد لبون، فِئَامٌ، فاء کے نیچے زیر بعض نے زبر بھی پڑھی ہے ہمزہ یا، یاء کے ساتھ ہے لیکن ہمزہ افصح اور اقوی ہے۔ بعض نے فاء پر زبر اور یاء مشدد پڑھا ہے۔ علامہ خطابی کے بقول یہ غلط ہے بہرصورت اس کا معنی جماعت ہے اس کا واحد ان الفاظ سے نہیں۔

۴۵؎ فَخِذٌ، فاء پر زبر، خاء ساکن، جماعت بطن سے کم اور بطن، قبیلہ سے کم تر ہوتا ہے۔ فخذ کا معنی ران کے ہیں جب اسے خاء کے نیچے زیر یا ساکن پڑھا جائے تو اس کا معنی معادب ہے۔ بعض نے ذال پر کسرہ کی صورت میں اسے عضو کے ساتھ مخصوص رکھا ہے اور سکون کی صورت میں بھی، تحقیق یہ ہے کہ دونوں الفاظ حرکات و سکنات میں موافق ہیں، خاء پر فتحہ یا کسرہ، خاء ساکن یا مکسور اور جس کا معنی جماعت ہے وہ بھی عضو سے بھی منقول ہے کیونکہ بطن دونوں رانوں کو شامل ہے اور ہر ران دونوں کے لیے ایک طرف ہے تفسیر میں بھی اسی طرح آیا ہے۔

۴۶؎ یہ جز اپنے مقام پر واضح ہو چکی کہ مومن و مسلم ایک ہی ہیں جو مومن ہے وہ مسلمان اور جو مسلم ہے وہ مومن ہے لیکن ان کے تفاوت یہ بیان کرتے ہیں کہ باعتبار تصدیق قلبی جو باطن میں ہے مومن اور ظاہر خضوع و تسلیم کے اعتبار سے مسلم کہا جاتا ہے یہاں مقصود دونوں کے ذکر سے تاکید و تعمیم ہے تاکہ کوئی خارج نہ رہ جائے۔

۴۷؎ بعض نے کہا کہ یہاں مردوں کا عورتوں کے ساتھ اعلانیہ جماع کرنا ہے جیسا کہ گدھوں کی عادت ہوتی ہے ہرج کا معنی جماع بھی آیا ہے۔ ہرج جاریہ کا معنی اس نے جاریہ کے ساتھ جماع کیا۔ قاموس۔

۴۸؎ یہ صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ اسے ترمذی نے روایت کیا اور مصنف اسے فصل اوّل میں لے آیا ہے۔

۵۲۴۰ / ۱۳ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَیَتَوَجَّہُ قِبَلَہٗ رَجُلٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَیَلْقَاہُ الْمَسَالِحُ مَسَالِحُ الدَّجَّالِ فَیَقُوْلُوْنَ لَہٗ اَیْنَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دجال نکلے گا تو اس کی طرف مومنوں سے ایک صاحب متوجہ ہوں گے تو انھیں دجال کے سپاہی ملیں گے وہ ان سے

تَعْمِدُ فَيَقُوْلُ اَعْمِدُ اِلٰى هٰذَا الَّذِىْ خَرَجَ قَالَ
فَيَقُوْلُوْنَ لَهٗ اَوَمَا تُؤْمِنُ بِرَبِّنَا فَيَقُوْلُ
مَا بِرَبِّنَا خِفَآءٌ فَيَقُوْلُوْنَ اقْتُلُوْهُ فَيَقُوْلُ
بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اَلَيْسَ قَدْ نَهٰكُمْ رَبُّكُمْ اَنْ
تَقْتُلُوْا اَحَدًا دُوْنَهٗ فَيَنْطَلِقُوْنَ بِهٖ اِلَى
الدَّجَّالِ فَاِذَا رَاٰهُ الْمُؤْمِنُ قَالَ يَآ اَيُّهَا
النَّاسُ هٰذَا الدَّجَّالُ الَّذِىْ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَيَاْمُرُ الدَّجَّالُ
بِهٖ فَيُشَبَّحُ فَيَقُوْلُ خُذُوْهُ وَشُجُّوْهُ فَيُوْسَعُ
ظَهْرُهٗ وَبَطْنُهٗ ضَرْبًا قَالَ فَيَقُوْلُ اَوَمَا
تُؤْمِنُ بِىْ قَالَ فَيَقُوْلُ اَنْتَ الْمَسِيْحُ الْكَذَّابُ
قَالَ فَيُؤْمَرُ بِهٖ فَيُؤْشَرُ بِالْمِئْشَارِ مِنْ مَفْرِقِهٖ
حَتّٰى يُفَرَّقَ بَيْنَ رِجْلَيْهِ قَالَ ثُمَّ يَمْشِىْ
الدَّجَّالُ بَيْنَ الْقِطْعَتَيْنِ ثُمَّ يَقُوْلُ لَهٗ قُمْ
فَيَسْتَوِىْ قَآئِمًا ثُمَّ يَقُوْلُ لَهٗ اَتُؤْمِنُ
بِىْ فَيَقُوْلُ مَا ازْدَدْتُ فِيْكَ اِلَّا بَصِيْرَةً قَالَ
ثُمَّ يَقُوْلُ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَا يَفْعَلُ بَعْدِىْ
بِاَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ قَالَ فَيَاْخُذُهُ الدَّجَّالُ
لِيَذْبَحَهٗ فَيُجْعَلُ مَا بَيْنَ رَقَبَتِهٖ اِلٰى تَرْقُوَتِهٖ
نُحَاسًا فَلَا يَسْتَطِيْعُ اِلَيْهِ سَبِيْلًا قَالَ فَيَاْخُذُ
بِيَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَيَقْذِفُ بِهٖ فَيَحْسِبُ النَّاسُ
اِنَّمَا قَذَفَهٗ اِلَى النَّارِ وَاِنَّمَا اُلْقِىَ فِى الْجَنَّةِ
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا
اَعْظَمُ النَّاسِ شَهَادَةً عِنْدَ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

کہیں گے کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ کہیں گے کہ میں اس کی طرف کا ارادہ کر رہا ہوں جو نکلا ہے[۲]۔ فرمایا وہ لوگ ان سے کہیں گے کیا تم ہمارے رب پر ایمان نہیں رکھتے[۳] وہ کہیں گے ہمارے رب میں پوشیدگی نہیں[۴]۔ یہ لوگ کہیں گے کہ اسے قتل کر دو تو ان کے بعض، بعض سے کہیں گے، کیا تم کو تمہارے رب نے اس کے بغیر قتل کرنے سے منع نہیں کیا ہے[۵] تو وہ انھیں دجال کے پاس لے جائیں گے مومن جب اسے دیکھے گا تو کہے گا اے لوگو! یہ ہی وہ دجال ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا[۶] فرمایا تب دجال اس کے متعلق حکم دے گا تو انھیں لٹا لیا[۷] جائے گا۔ دجال کہے گا اسے پکڑ لو اور سر زخمی کر دو چنانچہ ان کی پشت اور پیٹ مار مار کر چوڑے[۸] کر دیں[۹] گے، فرمایا وہ کہے گا کیا مجھ پر ایمان نہیں لاتا فرمایا وہ کہیں گے تو جھوٹا مسیح ہے، فرمایا پس اس کے متعلق حکم دیا جائے گا تو آرے سے ان کی ٹانگ[۱۰] سے چیر دیا جائے گا۔ حتیٰ کہ ان کے پاؤں چر جائیں گے، فرمایا پھر وہاں دو ٹکڑوں کے درمیان چلے گا پھر اس سے کہے گا کھڑا ہو وہ سیدھا کھڑا ہو جائے گا پھر اس سے کہے گا کیا مجھ پر ایمان لاتا ہے، وہ کہے گا تیرے بارے میں میری بصیرت[۱۱] ہی زیادہ ہوئی۔ فرمایا پھر کہیں گے، اے لوگو! یہ میرے بعد اب کسی آدمی سے یہ نہ کہہ سکے گا[۱۲] فرمایا پھر اسے دجال ذبح کرنے کے لیے پکڑے گا[۱۳] تو اس کی گردن سے گلے تک کے درمیان تانبہ کر دیا جائے گا پھر وہ اس تک راہ پانے کی طاقت نہ رکھے گا، فرمایا پھر دجال ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو پکڑے گا اور پھینک دے گا لوگ سمجھیں گے کہ اسے آگ[۱۴] کی طرف پھینکا مگر وہ جنت میں ڈالا[۱۵] جائے گا پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص رب العالمین کے نزدیک تمام لوگوں میں بڑی

شہادت والا ہوگا۔ (مسلم)

لے جو لشکر دجال کا مقدمہ ہوگا۔ مسالح جمع مسلح بمعنی سرحد جو ہتھیار چھپانے کی جگہ ہوتی ہے پھر اس کی اطلاع صاحب ہتھیار پر شروع ہو گیا کیونکہ وہ سرحد کی حفاظت کرتا ہے یہاں یہی معنی مراد ہے۔

ے۲ دجال

ے۳ تو ہمارے پروردگار کا منکر ہے

ے۴ ہمارے رب کی ربوبیت ظاہر و باہر ہے۔ اس کی تمام صفات کمالیہ ہیں اس میں کوئی نقص نہیں اور دجال کا معاملہ اس کے الٹ ہے۔

ے۵ دجال نے اپنے حکم کے بغیر کسی کو قتل کرنے سے منع کر رکھا ہے۔

ے۶ جس کی نشانیاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتائی تھیں۔

ے۷ بعض نے کہا کہ پیٹ کے بل انھیں لٹایا جائے گا تاکہ انھیں ماریں۔

ے۸ فیوسع، واؤ ساکن، سین مخفف از وسع، بعض نسخوں میں واؤ پر زبر اور سین مشدد از توسیع کو بھی صحیح قرار دیا گیا ہے یعنی فراخ اور نرم کر دیا جائے گا۔

ے۹ یہ اس روایت کے مطابق ہے۔ یُشَبَّحُ صیغہ مضارع مجہول ہے یا مشدد اور حاء کے ساتھ از تشبیح کی چیز کو چوڑا کر دینا، شَجُّوہُ امر کا صیغہ از شجّ، سر کا زخمی کرنا، یہ روایت اصح ہے جیسا کہ شرح مسلم میں ہے۔ دوسری روایت فیشبح از تشبیح اور شَبِّحُوا بھی اسی باب سے امر ہے اس روایت کو حمیدی نے جمع بین الصحیحین میں ذکر کیا۔ تیسری روایت کے مطابق یہ دونوں الفاظ فیشجح اور شجوہ، شجّ سے مشتق ہیں بمعنی سر کا زخمی کرنا ہے۔

ے۱۰ میشار، میم کے نیچے زیر، آرہ، وشر بمعنی نشر ہمزہ کے ساتھ آیا ہے یا ہی آتی ہے شرت الخشبۃ اشرا و شرا دونوں میں منشار یعنی نون کے ساتھ بھی ہے۔ مفرق، میم پر زبر، را کے نیچے زیر سر کی مانگ۔

ے۱۱ مرنے کے بعد تو نے جو زندہ کیا ہے اس سے میرے یقین میں اضافہ ہو گیا ہے کہ تو یقیناً جھوٹا اور دجال ہے مراح میں ہے کہ ازدیاد کا معنی زیادہ کرنا یا زیادہ ہونا ہے۔

ے۱۲ جو اس نے قتل کیا پھر زندہ کیا اب کسی کے ساتھ نہیں کر سکے گا۔

ے۱۳ بعض نسخوں میں فیا خذ بغیر ضمیر کے ہے یعنی اتنا سخت ہو جائے کہ وہاں تلوار کام نہیں کرے گی

ے۱۴ اس آگ میں جو اس کے ساتھ ہو گی۔

ے۱۵ جیسا کہ پیچھے گزرا کہ اس کی نار جنت اور اس کی جنت آگ ہوگی۔

ے۱۶ اس لحاظ سے کہ اسے قتل کیا گیا اگرچہ بعد میں زندہ ہو گیا یا اس لحاظ سے کہ اسے دجال نے ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ اگرچہ وہ ذبح نہ ہو سکا، شہادت سے مراد بارگاہ وایزدی میں حاضر ہونا اور گواہی دینا ہے۔

۵۲۴۱/۱۴ وَعَنْ اُمِّ شَرِيْكٍ قَالَتْ قَالَ

حضرت ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَفِرَّنَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَّالِ حَتّٰى يَلْحَقُوْا بِالْجِبَالِ قَالَتْ اُمُّ شَرِيْكٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَيْنَ الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ قَالَ هُمْ قَلِيْلٌ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ دجال سے بھاگیں گے حتیٰ کہ پہاڑوں میں جا پہنچیں گے۔ اُمّ شریک کہتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! تو اس دن عرب کہاں ہوں گے [۲] فرمایا وہ تھوڑے ہوں گے۔ (المسلم)

[۱] ام شریک، شین پر زبر، راء کے نیچے زیر انصاریہ صحابیہ ہیں ایک ام شریک اور ہیں وہ بھی صحابیہ ہیں لیکن وہ قرشیہ عامریہ ہیں اور ان کا تعلق بنی لوی بن غالب سے ہے اور فاطمہ بنت قیس کی حدیث جو عدت کے بارے میں ہے اکثر کی رائے یہ ہے کہ ام شریک انصاریہ ہیں اور بعض قرشیہ کے قائل ہیں ۔

[۲] جن کا کام راہِ خدا میں جہاد اور دین سے فتنہ اور شر کو دُور کرنا ہے ۔

۵۲۴۲ / ۱۵ وَعَنْ اَنَسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُوْدِ اِصْفَهَانَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اصفہان [۱] کے ستر ہزار یہودی دجال کی پیروی کریں گے جن کے اوپر طیالسی چادریں [۲] ہوں گی [۳] (المسلم)

[۱] اصفہان یہ عجمی شہروں میں مشہور شہر ہے، فاء کی جگہ باء اصبہان بھی پڑھا گیا ہے۔ ہمزہ کے نیچے زیر ہے زبر بھی مروی ہے، یہ سپاہان سے عربی بنایا گیا ہے وہ جگہ جہاں لشکر ٹھہرتے ہیں یا اس کی وجہ یہ ہے کہ نمرود نے آسمان والوں کے ساتھ جنگ کے لیے لشکر کو بلایا تو اس کی سپاہ نے جواب میں لکھا کہ خدا کے ساتھ جنگ کرو۔ القاموس

[۲] یہ یہودیوں کی عادت ہے کہ وہ طیالسی چادریں اوڑھتے ہیں ۔

[۳] بعض علماء نے اس حدیث کی وجہ سے طیالسی چادروں کی مذمت کی ہے اور اس روایت کی وجہ سے جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک ایسی جماعت کو دیکھا جن پر طیالسی چادریں تھیں اور وہ خیبر کے یہودیوں کے مشابہ تھے لیکن حق یہ ہے کہ طیالسی چادریں پہننے سے مراد چادر کے ساتھ سر کو ڈھانپنا ہے جو محمود و مسنون عمل ہے اور اس سلسلہ میں حضور علیہ السلام اور آپ کے صحابہ سے بہت سی احادیث آئی ہیں اگرچہ ایک وقت میں یہ یہودیوں کا شعار تھا اور حضرت انس کا انکار اس شعار کی وجہ سے تھا یا اس وجہ سے کہ ان کا رنگ زرد تھا ۔ ان طیالسی چادروں میں محل اختلاف یہ ہے کہ انھیں سر پر اس طرح لیا جائے کہ ان کی ایک طرف کاندھے پر ہو اسے مقنع اور قناع بھی کہا جاتا ہے ۔ اس کے منکرین کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے جو ثابت ہے وہ وقت مخصوص میں گرمی آفتاب وغیرہ سے بچنے کے لیے ہے لیکن جمہور علماء کے نزدیک ہر حال میں بلا کراہت جائز ہے حدیث میں ہے کہ طیلسان کے ساتھ سروں کو ڈھانپنا عرب کا لباس ہے اور اقناع (نیچے والا کپڑا) ایمان کا لباس ہے امام ترمذی وغیرہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیچے والا

کپڑا استعمال فرماتے حتی کہ وہ کپڑا تیل سے خوب تر ہو جاتا تھا۔ یہاں اس کپڑے سے مراد طیلسان کا وہ گوشہ ہے جو سر پر رکھا جاتا ہے، حدیث انس میں بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قناع استعمال فرماتے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ قناع کو جدا نہیں کرتے تھے۔ امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں ہے کہ وہ حالت تقنع میں نماز ادا کرتے اور نماز کے علاوہ بھی۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ سر کو طیلسان کے ساتھ دن کو ڈھانپنا دانائی اور رات کو زینت ہے۔ صحابہ کرام کا تقنع بھی منقول ہے اور اس بارے میں متعدد آثار و اخبار ہیں۔

۵۲۲۳ - وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْتِی الدَّجَّالُ وَھُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْہِ اَنْ یَّدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِیْنَۃِ[1] فَیَنْزِلُ بَعْضَ السِّبَاخِ[2] الَّتِیْ تَلِی الْمَدِیْنَۃَ فَیَخْرُجُ اِلَیْہِ رَجُلٌ[3] وَّھُوَ خَیْرُ النَّاسِ اَوْ مِنْ خِیَارِ النَّاسِ فَیَقُوْلُ اَشْھَدُ اَنَّکَ الدَّجَّالُ الَّذِیْ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَدِیْثَہٗ فَیَقُوْلُ الدَّجَّالُ اَرَاَیْتُمْ اِنْ قَتَلْتُ ھٰذَا ثُمَّ اَحْیَیْتُہٗ ھَلْ تَشُکُّوْنَ فِی الْاَمْرِ[4] فَیَقُوْلُوْنَ لَا فَیَقْتُلُہٗ ثُمَّ یُحْیِیْہِ فَیَقُوْلُ وَاللّٰہِ کُنْتُ فِیْکَ اَشَدَّ بَصِیْرَۃً مِّنِّی الْیَوْمَ فَیُرِیْدُ الدَّجَّالُ اَنْ یَّقْتُلَہٗ فَلَا یُسَلَّطُ عَلَیْہِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال آئے گا اور اس پر مدینہ منورہ کے راستوں[1] میں داخل ہونا حرام ہوگا۔ پس وہ مدینہ منورہ کے نزدیک ایک شوریدہ نشیبی[2] جگہ میں اترے گا۔ اس کی طرف ایک آدمی نکلے گا جو لوگوں سے بہتر ہوگا یا بہتر[3] لوگوں سے ہوگا اور کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو دجال ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سے ذکر فرمایا تھا۔ دجال کہے گا کہ بتاؤ کہ اگر میں اسے قتل کرکے پھر زندہ کر دوں تو کیا میرے معاملے میں تمہیں کوئی شک[4] ہوگا وہ کہیں گے نہیں[5]۔ پس وہ قتل کرکے پھر زندہ کر دے گا۔ وہ شخص کہے گا خدا کی قسم! آج تیرے متعلق مجھے اور بصیرت حاصل[6] ہے۔ دجال اسے قتل کرنے کا ارادہ کرے گا مگر وہ اس پر قادر نہ ہوگا۔

(بخاری و مسلم)

۱؎ نقاب، نون کے نیچے زیر، نقب کی نون پر زبر اور قاف ساکن کی جمع۔ اس کا معنی پہاڑوں میں راستے کے ہیں۔

۲؎ سباخ، سین کے نیچے زیر، باء اور خاء منقوطہ، سین پر زبر، باء ساکن کی جمع ہے بمعنی کھاری زمین جو کچھ نہ اگائے۔

۳؎ راوی کو شک ہے بعض حواشی میں ہے کہ وہ مرد حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے۔

۴؎ میرے خدا ہونے میں کوئی شک رہے گا۔

۵؎ اہل شقاوت مراد ہیں جو اس کے گرویدہ اور اس کی اتباع کرنے والے ہوں گے یہاں یہ کلام اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے یا وہ لوگ اس کے خوف یا وقت لگانے کے لیے کہیں گے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان کے قول میں بطور

تو ریہ و کنایہ اس کے کذب میں عدم شک ہو۔

سلے تیرے زندہ کرنے اور مارنے نے میرے اس یقین میں اور اضافہ کر دیا ہے کہ تو جھوٹا ہے اور حضور علیہ السلام کی دی ہوئی خبر کا میں نے مشاہدہ کر لیا ہے۔

۵۲۲۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَاْتِي الْمَسِيْحُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ هِمَّتُهُ الْمَدِيْنَةُ حَتّٰى يَنْزِلَ دُبُرَ اُحُدٍ ثُمَّ تَصْرِفُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَجْهَهٗ قِبَلَ الشَّامِ وَهُنَالِكَ يَهْلِكُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مسیح دجال مشرق کی طرف سے آئے گا اس کا ارادہ مدینہ طیبہ ہو گا، حتیٰ کہ اُحد کے پیچھے اُترے گا پھر فرشتے اس کا منہ شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہاں ہی ہلاک ہو گا[1] (بخاری و مسلم)

سلے جیسا کہ پیچھے گزرا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باب لُد جو شام کے قریب ہے کے پاس اسے قتل کریں گے۔

۵۲۲۵ وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْمَدِيْنَةَ رُعْبُ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ اَبْوَابٍ عَلٰى كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ پاک میں مسیح دجال کا رعب داخل نہ ہو گا اس دن اس کے[1] سات دروازے ہوں گے ہر دروازے پر دو فرشتے ہوں گے[2] (بخاری)

سلے مدینہ طیبہ کے

سلے جو دجال کو مدینہ منورہ داخل ہونے سے روکیں گے۔

۵۲۲۶ وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ سَمِعْتُ مُنَادِيَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَادِيْ اَلصَّلٰوةَ جَامِعَةً فَخَرَجْتُ اِلَى الْمَسْجِدِ فَصَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ لِيَلْزَمْ كُلُّ اِنْسَانٍ مُصَلَّاهُ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ لِمَ جَمَعْتُكُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا جَمَعْتُكُمْ لِرَغْبَةٍ وَّلَا لِرَهْبَةٍ وَّلٰكِنْ جَمَعْتُكُمْ لِاَنَّ تَمِيْمَا نِ الدَّارِيَّ كَانَ رَجُلًا نَصْرَانِيًّا فَجَاءَ وَاَسْلَمَ

حضرت فاطمہ بنت قیس[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منادی کو یہ اعلان کرتے ہوئے سنا کہ نماز تیار ہے تو میں مسجد کی طرف گئی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب حضور نے نماز پوری فرمائی تو منبر پر جلوہ افروز ہوئے اس وقت آپ تبسم[2] فرما رہے تھے۔ فرمایا ہر شخص اپنی نماز کی جگہ پر رہے پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ ہم نے تم کو کیوں جمع کیا ہے؟ سب نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی جانتے ہیں فرمایا واللہ ہم نے تم کو بشارت[3] دینے اور ڈرانے کے لیے جمع نہیں فرمایا

وَحَدَّثَنِي حَدِيثًا وَافَقَ الَّذِي كُنْتُ أُحَدِّثُكُمْ عَنِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ حَدَّثَنِي أَنَّهُ رَكِبَ فِي سَفِينَةٍ بَحْرِيَّةٍ مَعَ ثَلَاثِينَ رَجُلًا مِنْ لَخْمٍ وَجُذَامٍ فَلَعِبَ بِهِمُ الْمَوْجُ شَهْرًا فِي الْبَحْرِ فَأَرْفَؤُوا إِلَى جَزِيرَةٍ حِينَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ فَجَلَسُوا فِي أَقْرُبِ السَّفِينَةِ فَدَخَلُوا الْجَزِيرَةَ فَلَقِيَتْهُمْ دَابَّةٌ أَهْلَبُ كَثِيرُ الشَّعْرِ لَا يَدْرُونَ مَا قُبُلُهُ مِنْ دُبُرِهِ مِنْ كَثْرَةِ الشَّعْرِ قَالُوا وَيْلَكِ مَا أَنْتِ قَالَتْ أَنَا الْجَسَّاسَةُ انْطَلِقُوا إِلَى هَذَا الرَّجُلِ فِي الدَّيْرِ فَإِنَّهُ إِلَى خَبَرِكُمْ بِالْأَشْوَاقِ قَالَ لَمَّا سَمَّتْ لَنَا رَجُلًا فَرِقْنَا مِنْهَا أَنْ تَكُونَ شَيْطَانَةً قَالَ فَانْطَلَقْنَا سِرَاعًا حَتَّى دَخَلْنَا الدَّيْرَ فَإِذَا فِيهِ أَعْظَمُ إِنْسَانٍ مَا رَأَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا وَأَشَدُّهُ وِثَاقًا مَجْمُوعَةٌ يَدَاهُ إِلَى عُنُقِهِ مَا بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى كَعْبَيْهِ بِالْحَدِيدِ قُلْنَا وَيْلَكَ مَا أَنْتَ قَالَ قَدْ قَدَرْتُمْ عَلَى خَبَرِي فَأَخْبِرُونِي مَا أَنْتُمْ قَالُوا نَحْنُ أُنَاسٌ مِنَ الْعَرَبِ رَكِبْنَا فِي سَفِينَةٍ بَحْرِيَّةٍ فَلَعِبَ بِنَا الْبَحْرُ شَهْرًا فَدَخَلْنَا الْجَزِيرَةَ فَلَقِيَتْنَا دَابَّةٌ أَهْلَبُ فَقَالَتْ أَنَا الْجَسَّاسَةُ اعْمِدُوا إِلَى هَذَا فِي الدَّيْرِ فَأَقْبَلْنَا إِلَيْكَ سِرَاعًا فَقَالَ أَخْبِرُونِي عَنْ نَخْلِ بَيْسَانَ هَلْ تُثْمِرُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ أَمَا إِنَّهَا تُوشِكُ أَنْ لَا تُثْمِرَ قَالَ أَخْبِرُونِي عَنْ بُحَيْرَةِ الطَّبَرِيَّةِ هَلْ فِيهَا مَاءٌ قُلْنَا هِيَ كَثِيرَةُ

لیکن اس بیلے جمع فرمایا ہے کہ تمیم داری ایک عیسائی آدمی تھا وہ آیا اور مسلمان ہو گیا اور اس نے ہم کو ایسی خبر دی کہ جو اس کے موافق ہے جو ہم تم کو مسیح دجال کے متعلق بتایا کرتے تھے اس نے ہم کو خبر دی کہ وہ قبیلہ لخم و جذام کے تیس آدمیوں کے ساتھ دریائی جہاز میں سوار ہوئے تو انھیں ایک ماہ تک موج سمندر میں کھلاتی رہی پھر وہ مغرب کی طرف جزیرہ کے قریب پہنچے پھر وہ چھوٹی کشتی میں بیٹھے جزیرہ میں داخل ہو گئے تو انھیں ایک بہت زیادہ اور موٹے بالوں والا جانور ملا کہ بالوں کی زیادتی کی وجہ سے یہ نہیں جانتے تھے کہ اس کا اگلا اور پچھلا حصہ کون سا ہے؟ ان لوگوں نے کہا تیری خرابی ہو تو کون ہے؟ وہ بولی میں جاسوس ہوں تم لوگ کلیسا میں اس شخص کے پاس جاؤ کہ وہ تمھاری خبر کا مشتاق ہے۔ کہا کہ جب اس نے ہم سے ایک آدمی کا نام لیا تو ہم اس سے ہولے کہ وہ شیطانی ہے کہا کہ ہم تیز چلے حتی کہ کلیسا میں داخل ہو گئے تو اس میں ایک بہت بھاری بھرکم آدمی تھا ہم نے اتنا بڑا اور ایسا مضبوط بندھا ہوا آدمی نہ دیکھا تھا اس کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے اس کے گھٹنوں سے ٹخنوں تک لوہے سے جکڑا تھا ہم نے کہا تیری خرابی ہو تو ہے کون؟ بولا میری خبر پر تم نے قابو پالیا۔ تم بتاؤ تم لوگ کون ہو؟ انھوں[21] نے کہا ہم عرب کے لوگ ہیں ہم دریائی جہاز میں سوار ہوئے تو ہم کو دریا ایک ماہ تک کھلاتا رہا پھر ہم اس جزیرہ میں داخل ہو گئے تو ہم کو بڑے بالوں والا جانور ملا وہ بولا میں جاسوس ہوں اس کلیسہ کی طرف جاؤ تو ہم دوڑتے ہوئے تیری طرف آگئے۔ وہ بولا مجھے بیسان[22] کے باغ کی خبر دو کیا وہ پھل دے رہا ہے؟ ہم نے کہا ہاں! وہ بولا قریب ہے کہ پھل نہ دے[23]، بولا مجھے بحیرہ طبریہ[24] کے بارے میں بتاؤ۔

الْمَآءِ قَالَ اِنَّ مَآءَهَا يُوْشِكُ اَنْ يَّذْهَبَ قَالَ اَخْبِرُوْنِيْ عَنْ عَيْنِ زُغَرَ هَلْ فِي الْعَيْنِ مَآءٌ وَهَلْ يَزْرَعُ اَهْلُهَا بِمَآءِ الْعَيْنِ قُلْنَا نَعَمْ هِيَ كَثِيْرَةُ الْمَآءِ وَاَهْلُهَا يَزْرَعُوْنَ مِنْ مَّآئِهَا قَالَ اَخْبِرُوْنِيْ عَنْ نَّبِيِّ الْاُمِّيِّيْنَ مَا فَعَلَ قُلْنَا قَدْ خَرَجَ مِنْ مَّكَّةَ وَنَزَلَ يَثْرِبَ قَالَ اَقَاتَلَهُ الْعَرَبُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ كَيْفَ صَنَعَ بِهِمْ فَاَخْبَرْنَاهُ اَنَّهُ قَدْ ظَهَرَ عَلٰى مَنْ يَّلِيْهِ مِنَ الْعَرَبِ وَاَطَاعُوْهُ قَالَ اَمَا اِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّهُمْ اَنْ يُّطِيْعُوْهُ وَاِنِّيْ مُخْبِرُكُمْ عَنِّيْ اَنَا الْمَسِيْحُ الدَّجَّالُ وَاِنِّيْ يُوْشِكُ اَنْ يُّؤْذَنَ لِيْ فِي الْخُرُوْجِ فَاَخْرُجَ فَاَسِيْرَ فِي الْاَرْضِ فَلَا اَدَعَ قَرْيَةً اِلَّا هَبَطْتُهَا فِيْ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً غَيْرَ مَكَّةَ وَطَيْبَةَ هُمَا مُحَرَّمَتَانِ عَلَيَّ كِلْتَاهُمَا كُلَّمَا اَرَدْتُّ اَنْ اَدْخُلَ وَاحِدًا مِّنْهُمَا اسْتَقْبَلَنِيْ مَلَكٌ بِيَدِهِ السَّيْفُ صَلْتًا يَصُدُّنِيْ عَنْهَا وَاِنَّ عَلٰى كُلِّ نَقْبٍ مِّنْهَا مَلٰٓئِكَةً يَّحْرُسُوْنَهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَعَنَ بِمِخْصَرَتِهٖ فِي الْمِنْبَرِ هٰذِهٖ طَيْبَةُ هٰذِهٖ طَيْبَةُ هٰذِهٖ طَيْبَةُ يَعْنِي الْمَدِيْنَةَ اَلَا هَلْ كُنْتُ حَدَّثْتُكُمْ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ اَلَا اِنَّهٗ فِيْ بَحْرِ الشَّامِ اَوْ بَحْرِ الْيَمَنِ لَا بَلْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ وَاَوْمَاَ بِيَدِهٖ اِلَى الْمَشْرِقِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

کیا اس میں پانی ہے؟ ہم نے کہا کہ وہ تو بہت پانی والا ہے بولا قریب ہے کہ اس کا پانی خشک ہو جائے۔ بولا مجھے چشمہ زغر[۳۱] کے متعلق بتاؤ کیا اس چشمہ میں پانی ہے؟ اور کیا وہاں کے باشندے کھیتی باڑی کر رہے ہیں؟ ہم نے کہا ہاں اس میں بہت پانی ہے اور اس کے باشندے اس کے پانی سے کھیتی باڑی کر رہے ہیں، وہ بولا مجھے ناخواندہ لوگوں کے نبی کے متعلق خبر دو کہ انھوں نے کیا کیا؟ ہم نے کہا وہ مکہ سے تشریف لے گئے ہیں اور یثرب میں قیام پذیر ہوئے ہیں بولا کیا عرب نے ان کے ساتھ جنگ کی؟ ہم نے کہا ہاں! بولا ان کے ساتھ نبی نے کیا کیا؟ ہم نے اسے بتایا کہ وہ متصل عرب پر غالب آ گئے ہیں اور عرب نے ان کی اطاعت کر لی ہے بولا عرب کے لیے ان کی اطاعت کرنا بہتر ہے اور میں تمھیں اپنے متعلق بتاتا ہوں کہ میں مسیح دجال ہوں اور مجھے نکلنے کی اجازت دی جائے تو میں نکلوں تو ساری زمین میں چلوں گا کوئی بستی نہ چھوڑوں گا مگر وہاں چالیس دن میں اتروں سوا مکہ اور طیبہ کے کہ وہ دونوں بستیاں مجھ پر حرام ہیں، جب کبھی میں ان میں سے کسی میں داخل ہوتا جاؤں گا تو میرے سامنے ایک فرشتہ آ دے گا جس کے ہاتھ میں ننگی تلوار ہو گی جو مجھے وہاں سے روک دے گا اور اس کے ہر راستے پر فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا عصا منبر پر مارا اور فرمایا یہ ہے طیبہ[۳۲] یہ ہے مدینہ، بولو کیا میں نے تم کو یہ خبریں دی ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں! فرمایا آگاہ رہو کہ وہ شام یا یمن کے جنگل میں سے نہیں، بلکہ مشرق کی طرف وہ ہے اور اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا[۳۳]

(مسلم)

ے۱ قریشیہ فہریہ، فہر بن مالک بن نضر کی طرف منسوب ہیں ۔ یہ ضحاک بن قیس کی ہمشیرہ اور اولین مہاجرات میں سے ہیں ۔ صاحب جمال، عقل اور کمال ہیں ۔ ان کا نکاح ابو عمرو بن حفص بن مغیرہ کے ساتھ ہوا، انھوں نے جب طلاق دے دی تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید کے لیے اسے چاہا، یہ حدیث باب العدت میں مذکور ہے ۔

ے۲ یہ ترغیب وطلب نماز کے لیے بولا جانے والا کلمہ ہے تاکہ لوگ جمع ہو جائیں جیسا کہ نماز خسوف وکسوف کے لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں بولا جاتا تھا ۔

ے۳ جس جس جگہ کسی نے نماز ادا کی ہے وہیں بیٹھا رہے اور نہ اٹھے ۔

ے۴ نہ تو ایسا معاملہ ہے جو مرغوب ہو مثلاً عطیہ وغیرہ اور نہ ہی ایسا معاملہ ہے وہ مرعوب ہو یعنی غزوہ وغیرہ

ے۵ تمیم داری، یہ عبد الدار کی طرف منسوب ہیں دار ایک بت کا نام ہے اس کی نسبت سے عبد الدار کہتے، مشہور صحابی ہیں، ان کے احوال متعدد جگہ بیان ہوئے ہیں ۔

ے۶ میں تمھیں تمیم داری کی بات سناتا ہوں تاکہ تمھارے ایمان میں زیادہ یقین پیدا ہو اور خبر کے ساتھ مشاہدہ اور برہان کے ساتھ معاینہ متصل ہو جائے (یعنی بات سننے سے دیکھنے تک پہنچ جائے)

ے۷ لخم، لام پر زبر، خاء ساکن، یمن کا محلہ ہے جذام، جیم پر پیش، ذال، نجد کا قبیلہ ہے سفینہ بحریہ سے مراد وہی کشتی ہے جو دریاؤں میں چلتی ہے کیونکہ وہ کشتی جو نہروں میں چلتی ہے اسے زورق کہا جاتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ سفینہ کو بحریہ کے ساتھ مقید کی وجہ یہ ہے کہ اونٹ سے احتراز ہو جائے کیونکہ اسے سفینہ بریہ کہا جاتا ہے لیکن یہ بات ضعیف ہے کیونکہ حدیث میں متعدد قرائن واضح کر رہے ہیں کہ مراد کشتی ہے لہٰذا امتیاز کے لیے اس قید کی ضرورت ہی نہیں ۔

ے۸ یعنی دریا میں انھیں غیر مقصود جہت کی طرف ڈال دیا کیونکہ لعب اس فعل کو کہا جاتا ہے جس میں کوئی فائدہ اور غرض نہ ہو ۔

ے۹ ارفاء، کشتی کا کنارہ کے قریب ہونا

ے۱۰ جو بڑی کشتی کے ساتھ تھیں، اقرُب، ہمزہ پر زبر، راء پر ضمہ، قارب (راء کے نیچے کسرہ اس پر زبر بھی پڑھ سکتے ہیں) کی جمع، وہ چھوٹی کشتی جو بڑی کشتی کے ساتھ ہوتی ہے تاکہ ساحل کی ضروریات پوری کی جا سکیں ۔ جیسے ایک گھوڑے کے ساتھ معاون گھوڑا ہوتا ہے ۔

ے۱۱ جزیرہ، وہ جگہ جس کے اردگرد پانی ہو ۔

ے۱۲ اہلب، صراح میں ہے موٹے بال جو گھوڑے کی دم کے ہوتے ہیں ۔

ے۱۳ تیری ماہیت کیا ہے تو جن ہے یا انسان، کیا کام کرتا ہے اور کس حال میں ہے؟

ے۱۴ میں آفاق کی خبریں دجال کو پہنچاتا ہوں ۔

ے۱۵ دیر، گرجا برائے آگ پرست اور صومعۂ راہب

ے۱۶ لباس حیوان میں شیطان

۱۷ از روئے خلقت آج تک ایسا خوفناک انسان نہیں دیکھا تھا۔

۱۸ وِثاق، واؤ کے نیچے کسرہ یا فتحہ، وہ چیز جس کے ساتھ کسی کو باندھا جائے۔

۱۹ اگرچہ آدمیوں کی جنس سے تھا مگر جس صفت پر، تھا وہ آدمیوں کے خلاف تھی۔ اس لیے اس کی ماہیت میں شک ہوا تو پوچھا۔

۲۰ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں بتاؤں کہ میں کون ہوں؟

۲۱ اگرچہ وہ جانتا تھا کہ یہ انسان ہیں مگر ان کی اتباع میں اس نے بھی سوال کیا۔

۲۲ بیسان، باء پر زبر، یاء ساکن، شام میں قریہ ہے اور یمامہ میں بھی ایک جگہ کا نام ہے "مشارق الانوار" میں ہے کہ حدیث مذکورہ میں بیسان سے مراد بلادِ حجاز کا علاقہ ہے اور دیگر احادیث میں بلادِ شام کا علاقہ مراد ہے۔

۲۳ قربِ قیامت کی طرف اشارہ ہے۔

۲۴ طبریہ، طاء اور باء پر زبر، اردن کا قصبہ ہے۔ آئمہ حدیث میں سے امام طبرانی اسی شہر کے ہیں۔

۲۵ زغر، زا اور غین مفتوحہ، شام میں جانب قبلہ مشہور شہر ہے

۲۶ اہلِ عرب نے کیا کیا، یہ بعض ان یہودیوں کے اعتقاد کے مطابق ہے جو کہتے تھے کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت عرب کے ساتھ مخصوص ہے یا اس لعنتی نے تحریف کی ہے کہ حضور علیہ السلام کو نادانوں اور جاہلوں میں مبعوث کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اسے رسوا فرمائے۔ آمین۔

۲۷ یہ مدینہ طیبہ کا پرانا نام ہے۔

۲۸ یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت کا اعتراف ہے یا تو مجبوری کی وجہ سے ہے یا اس وجہ سے کہ اسے ابھی کفر و انکار کے اظہار کی ضرورت نہیں یا اس کی مراد دنیاوی ضربت ہے۔

۲۹ طیبہ، مدینہ مطہرہ کا نام ہے اس کے اسماء ایک سو سے زائد ہیں۔ ان میں سے کچھ کا ذکر میں نے "جذب القلوب الی دیار المحبوب" میں کیا ہے۔ اس نے طیبہ اس لیے کہا کہ جب اس کے نفسِ خبیثہ کی نجاست سے اس شہر کا علاقہ محفوظ ہے گا تو بے ساختہ اس کی زبان سے یہ لفظ نکلا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس مقام کی مناسبت کی وجہ سے خود سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یا راوی نے ذکر کر دیا ہو۔

۳۰ صلت، ماضی صیقل تلوار، صراح میں ہے صلت بالفتح، تلوار مارنا، صلتہٗ بالسیف کا معنی، میں نے اسے تلوار کے ساتھ مارا ہے۔

۳۱ جو آپ کے ہاتھ میں تھی "مخصرۃ" میم کے نیچے زیر خاء ساکن، صاد پر زبر وہ چیز جسے آدمی ہاتھ میں پکڑتا ہے اور اس کے ساتھ ٹیک لگاتا ہے مثلاً عصا اور چھڑی وغیرہ۔

۳۲ تین دفعہ فرمایا، مقصد خوشی و سرور اور اظہارِ فضیلت اور اس کا باقی شہروں سے ممتاز ہونا بیان کرنا ہے۔

ﮯ۲۳ ما بو میں ما زائدہ اور صلہ کلام کے طور پر آیا ہے نافیہ میں نہیں۔ قاضی عیاض نے مشارق الانوار میں یہی فرمایا ہے۔ علامہ طیبی نے اس لفظ کے اعراب بیان کرتے ہوئے متعدد مثالوں کے ساتھ مؤید کیا ہے۔

ﮯ۲۴ چونکہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کو مبہم رکھا ہے اور متعین وقت کی خبر نہیں دی اور اس کے اوقات علامات کو بھی متعین نہیں کیا اس لیے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دجال کے بند کردہ مکان کے بارے میں تعین نہیں فرمایا، بلکہ لوگوں پر مبہم رکھا اور غلبۂ ظن کے ساتھ بھی اسے متعین نہ کیا۔ سوائے اس کے کہ یہ اس جانب ہے لیکن جگہ مخصوص متعین نہیں فرمائی۔ یہی بات ہے کہ احتمال اول کی نفی اور اثبات ثالث فرمایا۔ لا بل من المشرق (نہیں بلکہ وہ مشرق کی جانب سے ہے) اور یہ بھی امکان ہے کہ یہ مقامات کے عدم تعین اس وجہ سے نہ ہو کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جائے گا۔

۵۲۴۷/۲۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرَانِيْ اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَرَاَيْتُ رَجُلًا اٰدَمَ كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ مِّنْ اُدْمِ الرِّجَالِ لَهٗ لِمَّةٌ كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ مِّنَ اللِّمَمِ قَدْ رَجَّلَهَا فَهِيَ تَقْطُرُ مَاءً مُتَّكِئًا عَلٰى عَوَاتِقِ رَجُلَيْنِ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَسَاَلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوْا هٰذَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ قَالَ ثُمَّ اِذَا اَنَا بِرَجُلٍ جَعْدٍ قَطَطٍ اَعْوَرِ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ كَاَشْبَهِ مَنْ رَاَيْتُ مِنَ النَّاسِ بِابْنِ قَطَنٍ وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلٰى مَنْكِبَيْ رَجُلَيْنِ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَسَاَلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوْا هٰذَا الْمَسِيْحُ الدَّجَّالُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ فِي الدَّجَّالِ رَجُلٌ اَحْمَرُ جَسِيْمٌ جَعْدُ الرَّاْسِ اَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنٰى اَقْرَبُ النَّاسِ بِهٖ شَبَهًا ابْنُ قَطَنٍ وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فِيْ بَابِ الْمَلَاحِمِ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ ابْنِ عُمَرَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آج رات اپنے آپ کو کعبہ کے پاس دیکھا تو میں نے ایک شخص کو دیکھا گندمی رنگ، ان سب سے اچھا جو تم نے گندمی رنگ کے لوگ دیکھے ان کے پٹے والے بال ہیں تمام پٹے والوں سے اچھے جو تم نے دیکھے ہوں۔ اس میں کنگھی کی ہوئی ہے ان سے پانی ٹپک رہا ہے[25] دو شخص کے کاندھوں پر ٹیک لگائے ہیں، بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ مسیح ابن مریم ہیں۔ فرمایا پھر ایک شخص دیکھا بال پیچ دار دا ہنی آنکھ کا کانا گویا اس کی آنکھ ابھرا ہوا انگور ہے[26] جن لوگوں کو میں[27] نے دیکھا ہے ان میں سے سب سے زیادہ مشابہ ابن قطن تھا، اپنے دونوں ہاتھ دو اشخاص کے کندھے پر رکھے۔ بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ مسیح دجال ہے[28] ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا دجال سرخ رنگ، موٹے بال داہنی کانی آنکھ والا آدمی ہے لوگوں میں اس سے زیادہ مشابہ ابن قطن ہے اور ابوہریرہ کی حدیث[29] لا تقوم الساعۃ حتی تطلع الشمس من مغربھا باب الملاحم میں گزری اور ہم حضرت ابن عمر کی حدیث

فِیْ بَابِ قِصَّۃِ ابْنِ صَیَّادٍ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

قام رسول اللہ فی الناس۔ قصابن صیاد میں ان شاء اللہ ذکر کریں گے۔[۶]

(بخاری و مسلم)

۱؎ اس سے بالوں کی تروتازگی اور نظافت مراد ہے

۲؎ باہر نکلی ہوئی ہے یا بے نور ہے تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

۳؎ رأیت، مخاطب و متکلم دونوں طرح جائز ہے ابن قطن سے مراد عبدالعزی بن قطن ہے جس کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے اور حاشیہ میں کاف زائدہ ہے۔

۴؎ یہاں اشکال یہ ہے کہ دجال کافر، اس کا طواف اور کعبہ سے کیا تعلق؟ جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خواب ہے اور اس کی تعبیر یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو آگاہ فرمایا گیا کہ وہ دن آنے والا ہے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کعبہ شریف کی حفاظت اور اقامت کے لیے کوشاں ہوں گے اور دجال اسے گرانے اور اس میں خلل اندازی کی کوشش کرے گا کذا قال الطیبی اور یہ بات مخفی نہ رہے کہ مسجد حرام میں کافروں کے داخلہ پر پابندی سے پہلے کافر خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے اور اگر دجال نے طواف کیا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، نیز اس سے خارج میں کافر کے طواف کا جواز بھی لازم نہیں آتا اور جو طواف مشرک کے لیے منع ہے، وہ خارج میں ہے۔

۵؎ جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں

۶؎ یہ دونوں احادیث مصابیح باب العلامات بین یدی الساعۃ میں مذکور ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۵۲۴۸ عَنْ فَاطِمَۃَ بِنْتِ قَیْسٍ فِیْ حَدِیْثِ تَمِیْمِ الدَّارِیِّ قَالَتْ قَالَ فَاِذَا اَنَا بِامْرَاَۃٍ تَجُرُّ شَعْرَھَا قَالَ مَا اَنْتِ قَالَتْ اَنَا الْجَسَّاسَۃُ اِذْھَبْ اِلٰی ذٰلِکَ الْقَصْرِ فَاَتَیْتُہٗ فَاِذَا رَجُلٌ یَجُرُّ شَعْرَہٗ مُسَلْسَلٌ فِی الْاَغْلَالِ یَنْزُوْ فِیْمَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ فَقُلْتُ مَا اَنْتَ قَالَ اَنَا الدَّجَّالُ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت فاطمہ بنت قیس[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث تمیم داری[۲] میں مروی ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ ناگاہ اس عورت پر گزرا جو اپنے بال گھسیٹ رہی تھی انھوں نے کہا تو کون ہے؟ وہ بولی میں جاسوس ہوں[۳] اس محل کی طرف جاؤ، میں وہاں گیا تو ایک شخص تھا جو اپنے بال گھسیٹ رہا تھا، قیدوں میں جکڑا ہوا آسمان و زمین کے درمیان کود رہا تھا میں نے کہا تو کون ہے؟ وہ بولا میں دجال[۴] ہوں[۵] (ابوداؤد)

۱؎ پیچھے مسلم کے حوالے سے حضرت فاطمہ بنت قیس سے حدیث گزری ہے اس میں تھا کہ میں نے ایک دابہ کو دیکھا الخ۔ روایت ابوداؤد میں یہ الفاظ ہیں۔

ــــہ۲ دجال کو خبر دیتی ہوں

ــــہ۲ اگرچہ اس لفظ میں اشتقاق کے لحاظ سے حقارت ہونے کے باوجود اس نے یہ اپنا نام لیا تو یہ بطورِ علم تعیین کے لیے تھا یا ممکن ہے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بالمعنی یہ نام نقل فرمایا ہو۔

ــــہ۴ ان دونوں احادیث میں جو اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ سابقہ حدیث میں دابہ کہا جو عرفِ عام میں چارپایہ کے لیے مستعمل ہے اور اس حدیث میں عورت کا ذکر ہے اس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ شاید دجال کے دو جاسوس ہوں ایک دابہ اور دوسرا عورت، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دابہ کا لغوی معنی "زمین پر چلنے والے" مراد ہو اور اس معنی میں یہ لفظ قرآن مجید میں بہت زیادہ مستعمل ہے اور یہ معنی عورت کو بھی شامل ہے ہاں عرفِ عام میں اس کا معنی چارپایہ کے ہیں یا یہ ہو سکتا ہے کہ جاسوسی کرنے والی شیطانہ ہو اور وہ ہر صورت بنا لیتی ہو اور یہ احتمال قریب تر اور زیادہ لائقِ اعتناء ہے کیونکہ محض دابہ یا عورت کا تمام عالم کی جاسوسی کرنا بعید از قیاس ہے البتہ اس صورت میں یہ درست ہے جب محض وہاں گزرنے والی سواریوں کی جاسوسی مراد ہے واللہ اعلم۔ ان احادیث میں اختلاف کی وجہ یہ بھی ہے، حدیثِ مسلم میں جو سائل و مخاطب جماعت ہے اور اس میں خود تمیم داری بھی تھے اور اس حدیث میں سوال و جواب صرف تمیم داری کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ سائل تو جماعت مگر تمیم داری کے شامل ہونے کی وجہ سے ان کی طرف بھی سوال کی نسبت جائز ہے یا اگر سائل تو صرف تمیم داری ہوں تو بھی جماعت کی نسبت جائز ہوگی کیونکہ جماعت میں سے کوئی ایک آدمی کام کرے تو اسے جماعت کا نام ہی کہا جا سکتا ہے جیسے محاورہ ہے قَتَلَهُ بنو فلاں۔ اس کو فلاں قبیلہ والوں نے قتل کیا ہے حالانکہ سارا قبیلہ قاتل نہیں ہوتا۔

۵۲۴۹ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ حَدَّثْتُكُمْ عَنِ الدَّجَّالِ حَتّٰى خَشِيْتُ اَنْ لَّا تَعْقِلُوْا اَنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ قَصِيْرٌ اَفْحَجُ جَعْدٌ اَعْوَرُ مَطْمُوْسُ الْعَيْنِ لَيْسَتْ بِنَاتِئَةٍ وَلَا جَحْرَاءَ فَاِنْ اُلْبِسَ عَلَيْكُمْ فَاعْلَمُوْا اَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہیں دجال کے بارے میں خبریں دیں حتیٰ کہ مجھے خوف ہوا کہ تم نہ سمجھو[1]، مسیح دجال پست قد، ٹیڑھے پاؤں[2] والا، مڑے بال[3] ایک آنکھ کا سپاٹ ہے وہ آنکھ نہ تو ابھری ہوئی ہے اور نہ دھنسی ہوئی[4] اگر تم پر اشتباہ[5] ہو تو جان لو کہ تمہارا رب کانا نہیں۔ (ابوداؤد)

ــــہ۱ تم اس کے کذب اور حقیقتِ حال کی وجہ سے مشتبہ نہ ہو جاؤ یعنی اچھی طرح سمجھ لو اور تاکہ اس کا حال تم پر مشتبہ نہ رہے۔

ــــہ۲ اگرچہ وہ جسیم و عظیم اور صاحبِ بطن ہوگا

ــــہ۳ افحج، حاء، جیم پر مقدم ہے، وہ شخص جس کے دونوں پاؤں چلتے وقت ایک دوسرے سے دور پڑیں۔ قاموس میں ہے کہ چلتے وقت پاؤں کا اگلا حصہ قریب اور ایڑیاں دور پڑیں۔

۴؎ ولاجحرا، جیم حاء پر مقدم یعنی اس کی آنکھ دھنسی ہوئی نہ ہو گی ۔ بعض احادیث میں آنکھ کا ابھرا ہوا ہونا اور بعض میں ہموار کا ذکر ہے ان میں تطبیق پیچھے گزر گئی ہے ۔

۵؎ اگر اس کا حال تم پر مشتبہ ہو جائے ۔

۶؎ تو یہ عقیدہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ان نقائص سے پاک و منزہ ہے ۔

۵۲۵۰ وَعَنْ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ بْنِ الْجَرَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّہٗ لَمْ یَکُنْ نَبِیٌّ بَعْدَ نُوْحٍ اِلَّا قَدْ اَنْذَرَ الدَّجَّالَ قَوْمَہٗ وَاِنِّیْ اُنْذِرُکُمُوْہُ فَوَصَفَہٗ لَنَا قَالَ سَیُدْرِکُہٗ بَعْضُ مَنْ رَاٰنِیْ اَوْ سَمِعَ کَلَامِیْ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَکَیْفَ قُلُوْبُنَا یَوْمَئِذٍ قَالَ مِثْلُھَا یَعْنِی الْیَوْمَ اَوْ خَیْرٌ ۔
(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ)

حضرت ابو عبیدہ[1] بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نوح علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہ ہوئے مگر انھوں نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا اور میں نے تم کو اس سے ڈرایا پھر آپ نے اس کے بارے میں بیان فرمایا شاید اسے بعض وہ لوگ پائیں گے جنھوں نے مجھے دیکھا[3] یا میرا کلام سنا ۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ اس دن ہمارے دل کیسے ہوں گے[4] فرمایا آج کی طرح یا اس سے بھی اچھے ۔ (ترمذی، ابوداؤد)

۱؎ آپ صحابہ کبار اور عشرہ مبشرہ میں سے اور امین امت ہیں ۔

۲؎ پیچھے تحقیق کے ساتھ گزر چکا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا تو آپ کے ارشادِ گرامی میں بعد نوح سے وجود نوح کے بعد مراد نہیں بلکہ اندازِ نوح کے بعد مراد ہے ۔

۳؎ یعنی ہر وہ شخص جس تک میری خبر پہنچی اگرچہ زمانہ طویل گزر چکا ہو یعنی دجال کا وجود یقینی ہے مگر وقت مبہم ہو سکتا ہے میرے اصحاب ہیں سے کوئی اسے پائے ورنہ دوسرے لوگ اسے یقیناً پالیں گے اور جب لوگ میری خبر سنیں تو وہ اس پر یقین کر لیں ۔

۴؎ یعنی ہر وہ شخص جو ایمان پر ثابت و مستقیم ہوا اس کا دل ثابت ہو گا اور اسے کوئی اندیشہ نہیں اور جس طرح جو آج اس کا منکر ہے اس زمانہ میں بھی ہو گا بلکہ اس وقت وہ پہلے سے بھی زیادہ منکر ہو گا کیونکہ اس کے احوال بد اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا ۔

۵۲۵۱ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَیْثٍ عَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الدَّجَّالُ یَخْرُجُ مِنْ اَرْضٍ بِالْمَشْرِقِ یُقَالُ لَھَا خُرَاسَانُ یَتْبَعُہٗ اَقْوَامٌ کَاَنَّ وُجُوْھَھُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَۃُ ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت عمرو بن حریث، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال مشرقی زمین سے نکلے گا جسے خراسان کہا جاتا ہے اس کے پیچھے کچھ قومیں ہوں گی گویا ان کے چہرے کٹی ہوئی ڈھالیں ہیں[1] ۔ (ترمذی)

۱؎ اس لفظ کی تحقیق کتاب الفتن میں بیان کی جا چکی ہے۔

۵۲۵۲/۲۵ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ بِالدَّجَّالِ فَلْيَنْأَ مِنْهُ فَوَاللّٰهِ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَأْتِيْهِ وَهُوَ يَحْسِبُ أَنَّهٗ مُؤْمِنٌ فَيَتَّبِعُهٗ مِمَّا يُبْعَثُ بِهٖ مِنَ الشُّبُهَاتِ۔ (رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ)

حضرت عمران بن حصین۱؎ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو دجال کے بارے میں سنے وہ اس سے دور رہے۔ اللہ کی قسم کوئی شخص اس کے پاس جائے گا یہ سمجھ کر کہ میں مسلمان ہوں تو پھر اس کی اتباع کرے گا ان شبہات۲؎ کی وجہ سے جن کے ساتھ وہ بھیجا گیا۔ (ابوداؤد)

۱؎ مشہور صحابی ہیں ان کے احوال لکھے جا چکے ہیں۔
۲؎ مثلاً اس کی جادوگری، مُردوں کو زندہ کرنا اور اس طرح کے دیگر استدراجات جو اسے حاصل ہوں گے۔

۵۲۵۳/۲۶ وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ بْنِ السَّكَنِ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْكُثُ الدَّجَّالُ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً السَّنَةُ كَالشَّهْرِ وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ وَالْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ وَالْيَوْمُ كَاضْطِرَامِ السَّعَفَةِ فِي النَّارِ۔ (رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت اسماء بنت یزید بن السکن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال زمین میں چالیس سال تک ٹھہرے گا۔ ایک سال ایک ماہ کی طرح اور ماہ ہفتہ کی طرح اور ہفتہ ایک دن اور دن آگ میں سوکھے پتے جلنے کی طرح ہو گا۱؎ (شرح السنۃ)

۱؎ ان حقائق کی تشریح پہلے کی جا چکی ہے لیکن اشکال یہ ہے کہ نواس بن سمعان کی روایت میں تھا کہ اس کے ٹھہراؤ کی مدت چالیس دن اور تمیم داری سے گزرا کہ زمین پر چلنے کی مدت چالیس راتیں ہیں یہاں چالیس سال کا ذکر ہے جواب یہ دیا گیا ہے کہ پہلے جو گزرا اس سے مراد اس کے فتنے کا وقت ہے اور یہاں ٹھہرنے کا وقت مراد ہے۔

۵۲۵۴/۲۷ وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ أُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ أَلْفًا عَلَيْهِمُ السِّيْجَانُ۔ (رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے ستر ہزار افراد دجال کی پیروی کریں گے جن پر طیلسان کا لباس ہو گا۔ (شرح السنۃ)

۱؎ سیجان، سین کے نیچے زیر یا ساکنہ، اس کے بعد جیم، سیاج کی جمع، سبز یا سیاہ طیلسانی چادریں، اُمتی سے مراد امت دعوت یا امت اجابت ہے۔ حدیث انس جو فصل اول میں تھی کہ اصفہان کے یہودی دجال کی اتباع کریں گے سے معلوم ہوتا ہے کہ امت سے مراد امت دعوت ہے۔

۵۲۵۵/۲۸ وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ فَذَكَرَ الدَّجَّالَ

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف فرما تھے

فَقَالَ اِنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ ثَلٰثَ سِنِيْنَ سَنَةٌ تُمْسِكُ السَّمَآءُ فِيْهَا ثُلُثَ قَطْرِهَا وَالْاَرْضُ ثُلُثَ نَبَاتِهَا وَالثَّانِيَةُ تُمْسِكُ السَّمَآءُ ثُلُثَيْ قَطْرِهَا وَالْاَرْضُ ثُلُثَيْ نَبَاتِهَا وَالثَّالِثَةُ تُمْسِكُ السَّمَآءُ قَطْرَهَا كُلَّهٗ وَالْاَرْضُ نَبَاتَهَا كُلَّهٗ فَلَا يَبْقٰى ذَاتُ ظِلْفٍ وَلَا ذَاتُ ضِرْسٍ مِّنَ الْبَهَآئِمِ اِلَّا هَلَكَ وَاِنَّ مِنْ اَشَدِّ فِتْنَتِهٖ اَنَّهٗ يَاْتِي الْاَعْرَابِيَّ فَيَقُوْلُ اَرَاَيْتَ اِنْ اَحْيَيْتُ لَكَ اِبِلَكَ اَلَسْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ رَبُّكَ فَيَقُوْلُ بَلٰى فَيُمَثِّلُ لَهُ الشَّيْطَانُ نَحْوَ اِبِلِهٖ كَاَحْسَنِ مَا يَكُوْنُ ضُرُوْعًا وَّاَعْظَمِهٖ اَسْنِمَةً قَالَ وَيَاْتِي الرَّجُلَ قَدْ مَاتَ اَخُوْهُ وَمَاتَ اَبُوْهُ فَيَقُوْلُ اَرَاَيْتَ اِنْ اَحْيَيْتُ لَكَ اَبَاكَ وَاَخَاكَ اَلَسْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ رَبُّكَ فَيَقُوْلُ بَلٰى فَيُمَثِّلُ لَهُ الشَّيَاطِيْنُ نَحْوَ اَبِيْهِ وَنَحْوَ اَخِيْهِ قَالَتْ ثُمَّ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهٖ ثُمَّ رَجَعَ وَالْقَوْمُ فِيْ اهْتِمَامٍ وَّغَمٍّ مِّمَّا حَدَّثَهُمْ قَالَتْ فَاَخَذَ بِلَحْمَتَيِ الْبَابِ فَقَالَ مَهْيَمْ اَسْمَآءُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ خَلَعْتَ اَفْئِدَتَنَا بِذِكْرِ الدَّجَّالِ قَالَ اِنْ يَّخْرُجْ وَاَنَا حَيٌّ فَاَنَا حَجِيْجُهٗ وَاِلَّا فَاِنَّ رَبِّيْ خَلِيْفَتِيْ عَلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ اِنَّا لَنَعْجِنُ عَجِيْنَنَا فَمَا نَخْبِزُهٗ حَتّٰى نَجُوْعَ فَكَيْفَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَئِذٍ قَالَ يُجْزِئُهُمْ مَا يُجْزِئُ اَهْلَ السَّمَآءِ مِنَ التَّسْبِيْحِ وَالتَّقْدِيْسِ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

آپ نے دجال کا ذکر فرمایا، تو فرمایا دجال سے آگے تین سال ہوں گے ایک سال ایسا جس میں آسمان اپنی تہائی بارش روک لے گا اور زمین تہائی پیداوار، دوسرے سال دو تہائی بارش روک لے گا اور زمین اپنی دو تہائی پیداوار اور تیسرے سال آسمان اپنی پوری بارش روک لے گا اور زمین اپنی کل پیداوار تو کوئی کھروالا، ڈاڑھ والا جانور نہ بچے گا مگر ہلاک ہو جاوے گا اور اس سخت ترین فتنوں سے یہ ہوگا کہ ایک بدوی کے پاس آئیگا وہ کہے گا بتاؤ اگر میں تیرا اونٹ زندہ کر دوں تو کیا تو یقین نہ کرے گا کہ میں تیرا رب ہوں، وہ کہے گا ہاں۔ تو شیطان اس کے سامنے اس کے اونٹ کی شکل میں آجائے گا جیسے تھن ہوتے ہیں۔ اس سے اچھے اور خوب بلند کوہان، فرمایا اور ایک شخص کے پاس آئے گا جس کے بھائی اور باپ مر چکے ہوں گے تو کہے گا کہ بتا تو اگر میں تیرے سامنے تیرے باپ بھائی زندہ کر دوں تو کیا یقین کرے گا کہ میں تیرا رب ہوں وہ کہے گا، ہاں تو اس کے سامنے شیطان اس کے بھائی کی شکل میں آجائیں گے، فرماتی ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے کسی کام کے لیے تشریف لے گئے پھر واپس ہوئے حالانکہ قوم بہت رنج و غم میں تھی۔ اس خبر کی وجہ سے جو حضور نے انھیں دی تھی۔ فرماتی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دروازے کے دونوں بازو پکڑ کر فرمایا: اسماء کیا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! دجال کے ذکر سے ہمارے دل نکل گئے فرمایا اگر وہ نکلا اور ہم زندہ ہوئے تو اس کے مقابل ہم ہوں گے ورنہ میرا رب ہر مسلمان پر میری طرف سے وکیل ہے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اپنا آٹا گوندھتی ہیں تو روٹیاں نہیں پکاتیں حتیٰ کہ ہم بھوکے ہو جاتے ہیں تو اس دن مسلمانوں کا کیا حال ہوگا۔ فرمایا انھیں وہ تسبیح و تہلیل کافی ہوگی، جو

آسمان والوں کو کافی ہوتی ہے۔

(اسے امام احمد نے امام عبدالرزاق سے روایت کیا ہے)

سلہ گائے، گوسفند، ہرن وغیرہ اوران کے مالک، ظلف، ظاء کے نیچے زیر، اس کا اطلاق گائے، بکری اور ہرن وغیرہ پر ہوتا ہے، جیسے کہ خف خاء پر پیش کا اطلاق اونٹ اور حافر کا اطلاق گھوڑے پر ہوتا ہے مگر یہاں مطلق حیوانات مراد ہیں یعنی اس سال قحط کی وجہ سے کوئی حیوان زمین پر نہیں رہے گا۔

سلہ دجّال بدوی کے پاس آئیگا، کیونکہ وہ علم وعقل نہ رکھتا ہوگا۔

سلہ بعض نسخوں میں شیاطین جمع ہے جیسا کہ اب واخ میں آرہا ہے۔

سلہ یہاں تمام نسخوں میں شیاطین کا لفظ ہے۔

سلہ اس میں اشارہ ہے کہ وہ اونٹ، بھائی اور باپ حقیقۃً نہ ہوں گے بلکہ بعض خیال اور مثال ہوگی۔

سلہ مجلس سے اٹھ کر

سلہ مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں یہی ہے اور حواشی میں ہے کہ "لحمہ" لام پر زبر، حاء ساکنہ اور میم مفتوح بمعنی جہت وجانب ہے۔ صحاح، قاموس اور دیگر کتب میں لحمہ اس معنی میں مذکور نہیں۔ علامہ طیبی کہتے ہیں کہ درست لفظ لجفتی الباب حاء کی جگہ جیم اور میم کی جگہ فاء ہے۔ کتب لغت میں لجفہ، جیم اور فاء کے ساتھ بمعنی بازو باب آیا ہے۔ اور الجاف کنوئیں کے جوانب کو کہتے ہیں۔

سلہ مہیم، میم پر زبر، یاء ساکن یا مفتوح بمعنی جگہ ہے، اس کا معنی کیا حال ہے؟

سلہ حامی، حافظ وناصر اوران کے معاملہ کا مالک ونگران ہوگا۔

سنلہ غم ورنج کی وجہ سے کیونکہ ہمارے دل ذکر دجّال کی وجہ سے باہر آرہے ہیں

سلہ اس وقت غم کا کیا حال ہوگا؟ جب ان کے مال پر دجّال کا کنٹرول ہوگا تو اس وقت کھانے پینے میں وہ یقیناً مانع ہوگا۔

سلہ یعنی اللہ تعالیٰ تسبیح وتقدیس کی برکت سے انھیں صبر وتسلی عطا فرمائے گا یا معنی یہ ہے کہ ہم آٹا خمیر کرتے ہیں تو تاخیر کی وجہ سے ہم بھوک سے نڈھال ہو جاتے ہیں اور انسان کی طبیعت بھوک کی حالت میں یہاں تک پہنچ جاتی ہے اور یہ معنی یَجْزِیْہِمْ مَا یُجْزِیْ مَا اَهْلَ السَّمَاءِ کے زیادہ مناسب ہے، لہٰذا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جب دجّال کا زمانہ ہوگا اور لوگوں کو کھانے کے لیے کوئی شے دستیاب نہ ہوگی تو وہ عدم غذا پر کیسے صبر کریں گے تو آپ نے فرمایا ان دنوں اہلِ ایمان کی غذا تسبیح وتقدیس باری تعالیٰ ہوگی جیسا کہ آسمانی فرشتوں کی یہی غذا ہے۔ ممکن ہے حضرت اسماء نے یہ بات مجلس کے بعد حاضر ہو کر عرض کی ہو مگر لفظ فَقُلْتُ میں فاء بتا رہی ہے کہ یہ بات انھوں نے دجّال کی خبر سنتے ہی مجلس میں عرض کی لہٰذا آٹا گوندھنے اور بھوک لگنے کے واقعہ کا تعلق آئندہ زمانے سے ہوگا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۵۲۵۶ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ مَا سَأَلَ أَحَدٌ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَّالِ أَكْثَرَ مِمَّا سَأَلْتُهُ وَإِنَّهُ قَالَ لِيْ مَا يَضُرُّكَ قُلْتُ إِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ إِنَّ مَعَهُ جَبَلَ خُبْزٍ وَنَهَرَ مَاءٍ قَالَ هُوَ أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ ذٰلِكَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ دجال کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جتنا میں نے پوچھا ہے اتنا کسی نے نہیں پوچھا۔ آپ نے مجھے فرمایا تمھیں نقصان نہیں دے گا[۱]۔ عرض کیا لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کا دریا ہوگا[۲]۔ فرمایا وہ اللہ تعالیٰ پر اس سے زیادہ آسان ہے[۳]۔ (بخاری ومسلم)

[۱] اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور حفاظت تیرے لیے کافی ہے لہٰذا وہ تجھے گمراہ نہ کرسکے گا۔

[۲] اور ایک آدمی بھوکا پیاسا ہوگا وہ اس کی طرف مجبوراً جائے گا یا کیا کرے

[۳] کیونکہ وہ ان اشیاء کو حقیقۃً پیدا فرمانے والا ہے۔ اس کے ہاتھ پر جو کچھ ظاہر ہوگا وہ محض جھوٹ، جادو اور بے حقیقت صورت ہوگی، ایسے اس مومن کے یقین میں شک ڈالنے یا گمراہ کرنے کی ہرگز طاقت نہیں جو دین میں یقین رکھتا ہوگا بلکہ مومن اس سے جب خلافِ عادت اعمال دیکھے گا تو اس کے ایمان میں اور یقین پیدا ہوگا اور اس کے جھوٹے ہونے میں بھی تقویت ملے گی۔

۵۲۵۷ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ عَلٰى حِمَارٍ أَقْمَرَ مَا بَيْنَ أُذُنَيْهِ سَبْعُوْنَ بَاعًا۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال ایک سفید[۱] گدھے پر نکلے گا جس کے کانوں کے درمیان ستر باع[۲] کا فاصلہ ہوگا۔ (بیہقی، کتاب البعث والنشور)

[۱] قاموس میں ہے کہ قمراس سبز یا سرخی کو کہا جاتا ہے جس میں تیرگی ہوگی۔

[۲] باع، وہ فاصلہ جو دو ذراع اور دو ہاتھوں کے درمیان ہوتا ہے صراح میں ہے باع، بُوع (باء پر پیش) دو ہاتھوں کا درمیانی فاصلہ۔

۳۴۱- بَابُ قِصَّةِ ابْنِ صَيَّادٍ

ابنِ صیّاد کا بیان

اس کو ابن صاید بھی کہتے ہیں۔ ابنِ صیاد کا اصل نام "صاف" تھا اور بعض نے عبداللہ بتایا ہے۔ وہ مدینہ کا رہنے والا ایک یہودی تھا یا اصل باشندہ توکہیں اور کا تھا لیکن مدینہ آکر وہاں کے یہودیوں میں شامل ہوگیا تھا۔ ابن صیاد سحر وکہانت میں کچھ عمل دخل رکھتا تھا اس کی حقیقت کو مختصر طور پہ یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ وہ ایک بڑا فتنہ تھا جس میں مسلمانوں کو ابتلاء میں ڈال کر ان کا امتحان لیا گیا تھا اس کے احوال میں اختلاف ہے اور اسی وجہ سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان بھی اس کے تعین میں اختلاف ہے چنانچہ کچھ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا خیال تھا کہ ابن صیاد وہی معروف دجال ہے جس کے متعلق خبر دی گئی ہے کہ وہ آخری زمانے میں ظاہر ہو کر لوگوں کو گمراہ کرے گا لیکن اکثر حضرات کا کہنا یہ تھا کہ ابن صیاد وہ معروف دجّال تو نہیں ہے لیکن ان چھوٹے دجالوں میں سے ایک ضرور ہے جن کا مقصد فتنہ وفساد پھیلانا اور لوگوں کو گمراہ کرنا ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ اس امت میں ایسے دجال پیدا ہوتے رہیں گے جو لوگوں کو گمراہ کرتے رہیں گے مؤخرالذکر حضرات کی دلیل یہ ہے کہ ابنِ صیاد اگرچہ پہلے کافر وکاہن تھا لیکن آخر میں مسلمان ہوگیا تھا اس کی اولاد بھی تھی اور وہ مدینہ ومکہ میں رہا کرتا تھا جبکہ معروف دجّال کافر ہوگا اور اس کی اولاد نہیں ہوگی اور مکہ ومدینہ میں اس کا داخلہ ممنوع ہوگا بعض کا خیال ہے کہ یہ وہی دجال ہے جس کی خبر دی گئی ہے۔ کافر ہونا اور اس کی اولاد کا نہ ہونا، مکہ ومدینہ میں اس کا داخلہ منع ہونا، اور اس کی دیگر علامات وصفات جو کہ دجال میں پائی جاتی ہیں اس وقت اگرچہ اس میں موجود نہیں کیونکہ یہ دجال کے وہ احوال ہیں جو اس کے خروج کے بعد ظاہر ہوں گے حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے اس پر دلیل لانا نا مکمل ہے بہرحال ابن صیاد کی حقیقت مبہم تھی خود حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس بارے میں کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی اسی لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس کی حقیقت کو مبہم رکھا جیسا کہ اس باب میں منقول احادیث سے معلوم ہوگا۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۵۲۵۸ / ۱ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ اِنْطَلَقَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ رَهْطٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ

پہلی فصل

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر صحابہ کرام کی ایک جماعت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ابن صیاد کی طرف گئے

حَتّٰى وَجَدُوْهُ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فِيْ اُطُمِ
بَنِيْ مَغَالَةَ وَقَدْ قَارَبَ ابْنُ صَيَّادٍ يَوْمَئِذٍ
الْحُلُمَ فَلَمْ يَشْعُرْ حَتّٰى ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهْرَهٗ بِيَدِهٖ ثُمَّ قَالَ
اَتَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَنَظَرَ اِلَيْهِ فَقَالَ
اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ الْاُمِّيِّيْنَ ثُمَّ قَالَ ابْنُ
صَيَّادٍ اَتَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَرَصَّهُ النَّبِيُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اٰمَنْتُ
بِاللّٰهِ وَبِرُسُلِهٖ ثُمَّ قَالَ لِابْنِ صَيَّادٍ مَاذَا
تَرٰى قَالَ يَاْتِيْنِيْ صَادِقٌ وَّكَاذِبٌ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِّطَ
عَلَيْكَ الْاَمْرُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ خَبَاْتُ لَكَ خَبِيْئًا وَّخَبَاَ لَهٗ
يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ فَقَالَ
هُوَ الدُّخُّ فَقَالَ اخْسَاْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ
قَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَتَاْذَنُ لِيْ فِيْهِ اَنْ اَضْرِبَ عُنُقَهٗ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ يَّكُنْ هُوَ
لَا تُسَلَّطُ عَلَيْهِ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ هُوَ فَلَا خَيْرَ
لَكَ فِيْ قَتْلِهٖ قَالَ ابْنُ عُمَرَ انْطَلَقَ بَعْدَ ذٰلِكَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُبَيُّ بْنُ
كَعْبٍ الْاَنْصَارِيُّ يَؤُمَّانِ النَّخْلَ الَّتِيْ فِيْهَا
ابْنُ صَيَّادٍ فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ وَهُوَ يَخْتِلُ
اَنْ يَّسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ اَنْ يَّرَاهُ
وَابْنُ صَيَّادٍ مُّضْطَجِعٌ عَلٰى فِرَاشِهٖ فِيْ
قَطِيْفَةٍ لَّهٗ فِيْهَا زَمْزَمَةٌ فَرَاَتْ اُمُّ ابْنِ

یہاں تک کہ اسے پایا کہ وہ لڑکوں کے ساتھ بنی مغالہ[۳] کے محل میں[۴] کھیل رہا تھا۔ ابنِ صیاد ان دنوں سنِ بلوغ کے قریب ہو چکا تھا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی آمد سے بے خبر رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی کمر پر دستِ مبارک مارا پھر فرمایا کہ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ابنِ صیاد نے آپ کی طرف دیکھ کر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک آپ امیوں[۵] کے رسول ہیں، پھر ابنِ صیاد نے کہا کہ آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دبوچا[۶] اور فرمایا میں اللہ اور اس کے رسولوں[۷] پر ایمان رکھتا ہوں، پھر آپ نے ابنِ صیاد سے فرمایا تو کیا دیکھتا[۸] ہے اس نے کہا میرے پاس سچا اور جھوٹا آتا[۹] ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا معاملہ گڈمڈ ہو گیا[۱۰]۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[۱۱] کہ میں نے تیرے لیے اپنے دل میں ایک بات چھپائی ہے[۱۲] وہ یہ آیت يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ اس نے کہا وہ پوشیدہ بات دخ[۱۳] ہے۔ آپ نے فرمایا دور ہو[۱۴] تو اپنی حد سے نہیں بڑھ سکتا۔ حضرت عمر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس کی گردن اڑا دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ وہی ہے تو تم اس پر قابو نہیں پا سکتے[۱۵] اور اگر وہ نہیں تو اس کے قتل میں کوئی بھلائی نہیں[۱۶]۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا: اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابی ابن انصاری کو لے کر کھجور کے ان درختوں کے پاس تشریف لے گئے جن میں ابنِ صیاد رہتا تھا پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھجور کے تنوں کی آڑ لے کر چلتے رہے تاکہ وہ بے خبر رہے[۱۷] اور آپ ابنِ صیاد کے

صَیَّادٍ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَتَّقِیْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ اَیْ صَافُ وَھُوَ اسْمُہٗ ھٰذَا مُحَمَّدٌ فَتَنَاھَی ابْنُ صَیَّادٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَکَتْہُ بَیَّنَ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی النَّاسِ فَاَثْنٰی عَلَی اللّٰہِ بِمَا ھُوَ اَھْلُہٗ ثُمَّ ذَکَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنِّیْ اُنْذِرُکُمُوْہُ وَمَا مِنْ نَّبِیٍّ اِلَّا وَقَدْ اَنْذَرَہٗ قَوْمَہٗ لَقَدْ اَنْذَرَہٗ نُوْحٌ قَوْمَہٗ وَلٰکِنِّیْ سَاَقُوْلُ لَکُمْ فِیْہِ قَوْلًا لَمْ یَقُلْہُ نَبِیٌّ لِقَوْمِہٖ تَعْلَمُوْنَ اَنَّہٗ اَعْوَرُ وَاَنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِاَعْوَرَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

دیکھنے سے پہلے اس کی کچھ باتیں سن لیں۔ ابن صیاد اپنے بستر پر لیٹا ہوا گنگنا رہا تھا[1] ابن صیاد کی ماں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو درخت کی آڑ میں دیکھ کر کہا اے صاف! یہ اس کا نام ہے محمد آگئے۔ ابن صیاد نے گنگنانا روک دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ چھوڑے رکھتی تو وہ اپنی حقیقت کو ظاہر کرتا۔[2] حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں میں خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی ثنا بیان کی جو اس کی شان کے لائق ہے پھر دجال کا ذکر[3] کیا اور فرمایا میں تمہیں اس سے ڈراتا ہوں۔ کوئی نبی ایسا نہیں جس نے اپنی قوم کو دجال سے نہ ڈرایا ہو۔ بیشک حضرت نوح نے بھی اپنی قوم کو اس سے ڈرایا لیکن میں تم سے دجال کے بارے میں ایک ایسی بات اور ایک ایسی علامت بتاتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی تم جان لو کہ وہ کانا ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے۔[4] (بخاری ومسلم)

سلہ اُطُم، الف اور طاء دونوں مضموم محل، ہر بلند جگہ اور اس قلعے کو بھی کہتے ہیں جس کی تعمیر پتھروں سے کی گئی ہو۔ اس کی جمع آطام و اطوم آتی ہے۔

سلہ بنی مَغالہ، میم مفتوح اور غین مخفف، یہودیوں کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔

سلہ امیوں سے مراد عرب تھے کیونکہ اس زمانہ میں اکثر عرب پڑھے لکھے نہیں ہوتے تھے یہودیوں میں سے ایک طبقہ کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کے منکر تو نہیں تھے لیکن آپ کو صرف اہل عرب کا رسول مانتے تھے۔ یہ بات (یعنی ابن صیاد کا حضور کی رسالت کی گواہی اس طرح دینا) اس کی ان لغو و باطل باتوں میں سے ایک تھی جو شیطان کاہنوں کو القا کیا کرتا ہے۔ اس کے یہ الفاظ تناقض کے حامل تھے کیونکہ نبی ہر حال میں سچا ہوتا ہے اور جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی نبوت عامہ کا اعلان کیا اور تمام نوع انسان کو اپنی رسالت کی دعوت دی تو آپ کی نبوت کو صرف اہل عرب کے ساتھ مخصوص کرنا یقیناً باطل ہے۔

سلہ اس کے اصل معنی "دو چیزوں کو استوار کرنا اور آپس میں ایک دوسرے سے جوڑنا ملانا" کے ہیں۔ اسی لیے مضبوط اور استوار بنیاد کو بناتے مرصوص کہا جاتا ہے اور بعض روایات میں "فرفضہ النبی" فاء اور ضاء کے ساتھ بھی آیا ہے جس کے معنی چھوڑنے اور رہا کرنے کے ہیں۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ آپ نے اس سے اسلام کے متعلق سوال و جواب

اور اس کی کجروی سے اس لیے صرفِ نظر کر دیا کہ اس میں کوئی نفع نہ تھا اور نہ ہی اس میں کوئی اثر ہونا تھا۔

۵؎ یہ اس کے رد و انکار اور اس کے دعوٰی کے بطلان پر احسن انداز میں گرفت ہے کیونکہ اس پر صراحت کی احتیاجی نہیں، ایسی صورت میں اسے خاموش کرنا مقصود تھا لیکن اس کی حقیقتِ حال ظاہر ہو گی تو رد و انکار پر تصریح کی اور اس پر زجر و توبیخ ان الفاظ کے ساتھ فرمائی اِخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ زجر و منع کا یہ اعلیٰ طریقہ ہے۔

۶؎ یہ ابنِ صیاد، امتحان کے ارادے سے فرمایا؛ تاکہ تمام لوگوں پر ظاہر ہو جائے کہ وہ دعوائے رسالت میں جھوٹا ہے

۷؎ یعنی کبھی تو میرے پاس سچا شخص آتا ہے جو مجھے سچی خبریں دیتا ہے اور کبھی جھوٹا شخص آتا ہے جو جھوٹی خبریں لاتا ہے یعنی بعض خبریں سچی آتی ہیں اور بعض جھوٹی۔ جیسا کہ کاہنوں کی عادت ہوتی ہے کہ شیطان ان پر جھوٹی سچی، ہر طرح کی خبریں القاء کرتا ہے۔

۸؎ مفہوم یہ تھا کہ تیرے پاس شیطان آتا ہے جو تجھے سچی اور جھوٹی خبریں سناجاتا ہے اس سے ظاہر ہوا کہ وہ اپنے دعوائے رسالت میں جھوٹا ہے کیونکہ کسی رسول کے پاس جھوٹی خبریں نہیں آتیں؛ اس بات کا اعتراف اس نے خود اپنی زبان سے کر دیا یہ حال کاہنوں کا ہوتا ہے نہ کہ پیغمبروں کا۔

۹؎ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بطورِ امتحان اور اس کے سحر، کہانت اور اس کے حال کے غلط ملط ہونے کی تحقیق کے طور پر فرمایا۔

۱۰؎ خَبِئ بروزن قبیح، خبیئہ بروزن فضیحۃ اور خَبْأٌ بروزن صعب پوشیدہ بات کو کہتے ہیں یہاں حدیث میں خَبِیْءٌ ہے لیکن خباء بھی روایت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے هُوَ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں خباءِ سموات سے مراد بارش اور خباءِ ارض سے پودے وغیرہ مراد ہیں۔

۱۱؎ جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے چھپائی تھی وہ یہ آیت تھی جس میں دخان کا ذکر ہے۔

۱۲؎ دُخ، دال پر پیش اور زبر کے ساتھ بمعنی دھواں لیکن اس کا جن پوری آیت کے بتانے میں کامیاب نہ ہو سکا البتہ اس نے اس آیت کا ایک ناقص لفظ ضرور بتا دیا "دُخ" ہوں کی عادت کے مطابق ہے کہ شیاطین کسی بات کا کوئی ادھورا حصہ اُٹھا کر لے آتے ہیں اور اسے کاہنوں کے دل میں ڈال دیتے ہیں اور یہ احتمال بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یا کسی صحابی نے اس وقت آہستہ سے پڑھی ہو اور شیطان نے سن لیا ہو اور پھر ابنِ صیاد پر القاء کر دیا ہو۔

۱۳؎ "دور ہو"، جب واضح ہو گیا کہ اس کا حال وہی ہے جو کاہنوں کا ہوتا ہے کہ وہ شیطان کے القاء کرنے کے باعث کچھ ناقص باتیں حاصل کر لیتے ہیں تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا جا دور بھاگ، تو اپنی اوقات سے آگے نہیں بڑھ سکتا تو اپنی حد اور مرتبے سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ پس تیرا مرتبہ اور حد کاہنوں والا ہے جو کہ چھپی ہوئی بعض باتوں کا ناقص اور نامکمل حصے کا اظہار کرتے ہیں اور نبوت کا دعوٰی نہ کر، کیونکہ وہ تیرا مقام نہیں ہے لفظ "اخساء" سے اہانت اور حقارت کا اظہار کیا جاتا ہے؛ یہ لفظ کتے اور سور کو ہانکنے کے لیے آتے ہیں تاکہ وہ لوگوں کے قریب نہ آئیں

اور یہاں ایک لطیف نکتہ ہے جسے بعض شارحین نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس آیت کو پوشیدہ اور اخفاء میں رکھنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دجال کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دخان نامی پہاڑ کے قریب قتل کریں گے اور یہ بات اس ظن پر مبنی کہ وہ دجال ہے اور یہ اس کے قتل کی طرف تعریض ہے ۔

۱۴؎ اس لیے کہ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے

۱۵؎ اس لیے کہ وہ ذمّی ہے اور ان یہودیوں میں سے ہے جو اہلِ ذمہ ہیں اور اس وقت وہ نابالغ اور چھوٹی عمر کا بھی ہے ۔

۱۶؎ خَتَل ۔ اصل میں فریب اور دھوکہ دینے کو کہتے ہیں ۔

۱۷؎ گنگنا رہا تھا ، زمزمہ دو زاؤں کے ساتھ ہے اس پوشیدہ کلام کو کہتے ہیں جو سمجھ میں نہ آ رہی ہو اور دو راء "زمرمہ" سے بھی روایت ہے اس کا معنی بھی وہی ہے ۔

۱۸؎ یعنی کوئی چیز ایسی سامنے آتی جس سے اس کی حقیقت حال معلوم ہو جاتی اور ظاہر ہو جاتا کہ وہ کیا ہے ۔

۱۹؎ یعنی دجال اور اس کے احوال کا ذکر کیا یا احتمال ہے کہ ابنِ صیاد دجال ہے یا عنقریب فتنہ ہونے والا ہے اور اس کی بعض ایسی صفات جن کے ساتھ وہ متصف ہے ان کی وجہ سے دجال کو یاد کیا اور اس کے حالات کا اعلان فرمایا

۲۰؎ یعنی وہ آنکھ سے دیکھنے کی حس سے ہی پاک ہے چہ جائیکہ اس کی ذات میں کانے پن جیسا کوئی عیب ہو ۔

۵۲۵۹ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ لَقِیَہٗ[۱] رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَکْرٍ وَّعُمَرُ یَعْنِیْ ابْنَ صَیَّادٍ فِیْ بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِیْنَۃِ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَشْھَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَقَالَ ھُوَ اَتَشْھَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ مَاذَا تَرٰی قَالَ اَرٰی عَرْشًا عَلَی الْمَآءِ[۳] فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَرٰی عَرْشَ اِبْلِیْسَ عَلَی الْبَحْرِ قَالَ وَمَا تَرٰی قَالَ اَرٰی صَادِقَیْنِ اَوْ کَاذِبَیْنِ وَصَادِقًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لُبِسَ عَلَیْہِ فَدَعُوْہُ ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مدینہ منورہ کے ایک راستے میں ابنِ صیاد ملا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں ؟ اس نے بھی یہی کہا کہ کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں ؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ پر ، اس کے فرشتوں پر ، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں[۲] پر ایمان لایا تو کیا دیکھتا ہے ؟ اس نے کہا میں پانی پر تخت دیکھتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو ابلیس کے تخت کو سمندر[۳] پر دیکھتا ہے پھر آپ نے فرمایا : اس کے علاوہ اور کیا دیکھتا ہے ابنِ صیاد نے کہا کہ دو سچوں کو دیکھتا ہوں اور ایک جھوٹے کو دیکھتا ہوں یا دو جھوٹوں کو دیکھتا ہوں اور ایک[۴] سچے کو ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر شبہ ڈال دیا گیا ہے لہٰذا اسے چھوڑ دو۔ (مسلم)

---

۱ جیسا کہ آپ کا یہ قول پہلے گذر چکا ہے۔ اٰمنت باللہ ورسولہٖ۔

۲ یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا کہ ابلیس پانی کے اوپر اپنا تخت بچھاتا ہے اور وہاں سے اپنے چیلوں کی ٹولیوں کو دنیا میں فتنہ وفساد پھیلانے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے بھیجتا ہے۔ اس کا ذکر کتاب کی ابتداء میں باب الوسوسہ میں گزر چکا ہے۔

۳ یا دو جھوٹوں کو دیکھتا ہوں اور ایک سچے کو، یہ یا تو راوی نے اپنا شک ظاہر کیا ہے یا یہ احتمال ہے کہ ابن صیاد ہی نے شک کے ساتھ بیان کیا ہو کہ میں یا دو سچوں اور ایک جھوٹے کو دیکھتا ہوں یا دو جھوٹوں اور ایک سچے کو اور یہ بات زیادہ صحیح ہے کیونکہ جس طرح اس کے معاملے میں خلط واختلال تھا اور اس کے احوال میں نظم واستقامت نہ تھی اس کا تقاضا ہی یہ تھا کہ اس کو کسی بھی صورت جزم ویقین حاصل نہ ہوا ہو چنانچہ کبھی کچھ دیکھتا ہے اور کبھی کچھ۔

۵۲۶۰ - ۳ وَعَنْهُ اَنَّ ابْنَ صَيَّادٍ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تُرْبَةِ الْجَنَّةِ فَقَالَ دَرْمَكَةٌ بَيْضَاءُ مِسْكٌ خَالِصٌ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ان ہی سے روایت ہے کہ ابن صیاد نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جنت کی مٹی کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ وہ میدہ کی مانند سفید[۱] اور مشک خالص کی مانند خوشبودار ہے۔ (المسلم)

۱ دَرْمَکہ۔ دال پر زبر، راء ساکن، میم پر فتحہ، وہ سفیدی جو مغز اور چھلکے کے درمیان ہوتی ہے، یہ اس کی سفیدی کے بیان میں تاکید ہے اور خوشبو میں خالص کستوری کے مانند ہے۔

۵۲۶۱ - ۴ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ لَقِيَ ابْنُ عُمَرَ ابْنَ صَيَّادٍ فِي بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لَهٗ قَوْلًا اَغْضَبَهٗ فَانْتَفَخَ حَتّٰى مَلَاَ السِّكَّةَ فَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ عَلٰى حَفْصَةَ وَقَدْ بَلَغَهَا فَقَالَتْ لَهٗ رَحِمَكَ اللّٰهُ مَا اَرَدْتَّ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا يَخْرُجُ مِنْ غَضْبَةٍ يَغْضَبُهَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ کے کسی راستہ میں ابن صیاد سے ملے انھوں نے اسے ایسی بات کہی جس سے وہ ناراض ہو کر پھول گیا یہاں تک کہ راستے کو بھر دیا۔ حضرت ابن عمر حضرت حفصہ کے پاس[۱] گئے جن تک یہ خبر پہنچ چکی تھی[۲] فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ آپ نے ابن صیاد سے کیا چاہا تھا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دجّال غصے کی حالت میں نکلے گا ناراض کیا ہوا۔ (مسلم)

۱ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔

۲ کہ ابن عمر نے ابن صیاد کو غضب ناک کیا ہے۔

۳؎ "ابن صیاد" سے کیا چاہا تھا کہ اس کو غصے میں کر دیا۔

۴؎ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ کو جو اس طرح منع کیا۔ ابن صیاد میں احتمال و امکان تھا کہ وہ دجال ہے یا یہ سبب بھی ہوسکتا ہے کہ لوگوں کا اعتقاد و یقین اس پر ہو کہ وہی شخص دجال ہے۔

۵۲۶۲/۵ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ صَيَّادٍ اِلٰى مَكَّةَ فَقَالَ لِيْ مَا لَقِيْتُ مِنَ النَّاسِ يَزْعُمُوْنَ اَنِّي الدَّجَّالُ اَلَسْتَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهٗ لَا يُوْلَدُ لَهٗ وَقَدْ وُلِدَ لِيْ اَلَيْسَ قَدْ قَالَ وَهُوَ كَافِرٌ وَّاَنَا مُسْلِمٌ اَوَلَيْسَ قَدْ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْمَدِيْنَةَ وَلَا مَكَّةَ وَقَدْ اَقْبَلْتُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ وَاَنَا اُرِيْدُ مَكَّةَ ثُمَّ قَالَ لِيْ فِيْ اٰخِرِ قَوْلِهٖ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ مَوْلِدَهٗ وَمَكَانَهٗ وَاَيْنَ هُوَ وَاَعْرِفُ اَبَاهُ وَاُمَّهٗ قَالَ فَلَبَسَنِيْ قَالَ قُلْتُ لَهٗ تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ قَالَ وَقِيْلَ لَهٗ اَيَسُرُّكَ اَنَّكَ ذَاكَ الرَّجُلُ قَالَ فَقَالَ لَوْ عُرِضَ عَلَيَّ مَا كَرِهْتُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں مکہ مکرمہ تک ابن صیاد کا شریک سفر رہا[۱] اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے لوگوں سے تکلیف پہنچتی ہے وہ گمان کرتے ہیں کہ میں دجال ہوں کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ اس کی اولاد نہیں ہو گی، جب کہ میری اولاد ہے کیا حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ کافر ہوگا جبکہ میں مسلمان ہوں۔ کیا آپ کا یہ ارشاد نہیں ہے کہ وہ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں داخل نہیں ہوسکے گا جبکہ میں مدینہ منورہ سے آرہا ہوں اور مکہ میں جا رہا ہوں[۲]۔ پھر اس نے مجھ سے آخری بات یہ کہی کہ خدا کی قسم! میں دجال کی جائے پیدائش اور اس کے مکان کو جانتا ہوں جہاں وہ ہے اور اس کے ماں باپ کو بھی جانتا ہوں۔ راوی کا بیان ہے کہ اس نے مجھے شبہ میں ڈال دیا ہے۔ لیکن میں نے اس سے کہا تو ہمیشہ کے لیے ہلاک ہو[۳] اور اس سے کہا گیا کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تو ہی دجال ہے ابوسعید فرماتے ہیں کہ اس نے کہا کہ اگر یہ چیز میرے سپرد کی گئی تو میں ناپسند نہیں کروں گا۔ (مسلم)

۱؎ یا اس حال میں کہ ہم مکہ کی طرف متوجہ تھے۔

۲؎ فَلَبَسَنِيْ میں باء مخفف ہے۔ ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں یہ یقین رکھتا تھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے لیکن اس نے اب اپنے دجال ہونے سے جب انکار کیا تو میں شک و شبہ میں پڑ گیا یا یہ کہ اس نے اپنی گفتگو کے شروع میں دلائل سے ثابت کیا کہ میں دجال نہیں ہوں لیکن اس نے آخر میں جو یہ کہا کہ میں دجال کا مولد و مسکن اور اس کے والدین کو جانتا ہوں کہیں اپنے کیے ہوئے اقرار سے اعراض تو نہیں کر رہا ہے کیونکہ اس قسم کی عبارت سے متکلم کبھی کبھی اپنی ذات سے کنایہ کرتا ہے۔

۳؎ سائر بمعنی "باقی و تمام" دونوں میں مستعمل ہے۔

سے۵ یعنی حاضرین میں سے کسی نے کہا ۔

سے۶ اگر میرے سپرد کر دی جائیں وہ صفات جو دجال میں پائی جاتی ہیں مثلاً اغوا و گمراہ کرنا ۔ دھوکہ دینا اور شبہ میں ڈالنا وغیرہ تو میں اس کو ناپسند نہیں کروں گا اور نہ ہی اس سے ناراض ہوں گا ۔ اس کلام سے یہ راہنمائی ملتی ہے کہ وہ دجال اور اس کی صفات کو اپنے اندر موجود ہونے پر راضی تھا اور یہ اس کے کفر کی واضح دلیل ہے ۔

۵۲۶۳ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَقِيْتُهٗ وَقَدْ نَفَرَتْ[۶] عَيْنُهٗ فَقُلْتُ مَتٰى فَعَلَتْ عَيْنُكَ مَا اَرٰى قَالَ لَا اَدْرِيْ قُلْتُ لَا تَدْرِيْ وَهِيَ فِيْ رَأْسِكَ قَالَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ خَلَقَهَا فِيْ عَصَاكَ قَالَ فَنَخَرَ كَاَشَدِّ نَخِيْرِ حِمَارٍ سَمِعْتُ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا : میری ابنِ صیاد سے ملاقات ہوئی جبکہ اس کی آنکھ سوجی ہوئی تھی میں نے کہا تیری آنکھ کو کیا ہوا ؟ جو میں دیکھ رہا ہوں[۱] ؟ کہا کہ مجھے معلوم نہیں ۔ میں نے کہا کہ تو نہیں جانتا ، حالانکہ وہ تیرے سر میں ہے ؟ اس نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے تمہاری لاٹھی میں پیدا کر دے[۲] ۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ اس نے گدھے جیسی سخت آواز نکالی جو میں نے سنی

(مسلم)

سے۱ اس پر ورم کیسا ہے ؟

سے۲ یعنی اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ جمادات میں سے کسی چیز میں آنکھ پیدا کر دے اور پھر اس آنکھ میں درد پیدا ہو جائے تو اس چیز کو نہ آنکھ کا احساس ہو اور نہ آنکھ کے درد کا تو اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ کسی انسان کی آنکھ میں تکلیف کی کوئی علامت پیدا ہو جائے جو ہر وقت ذہنی طور پر مشغول و مستغرق رہتا ہو تو اس کو کثرتِ اشغال اور ہجومِ افکار کی وجہ سے اس درد و تکلیف کا احساس نہ ہو ۔

۵۲۶۴ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ[۱] قَالَ رَاَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَحْلِفُ بِاللّٰهِ اَنَّ ابْنَ الصَّيَّادِ الدَّجَّالُ قُلْتُ تَحْلِفُ بِاللّٰهِ قَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ عُمَرَ يَحْلِفُ عَلٰى ذٰلِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْكِرْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

محمد بن منکدر[۱] سے روایت ہے کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اللہ کی قسم اٹھاتے ہوئے دیکھا کہ ابنِ صیاد ہی دجال ہے ، میں نے کہا کہ آپ اللہ کی قسم کھا رہے[۲] ہیں ۔ فرمایا میں نے حضرت عمر سے سنا کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور یہ بات کہی اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا[۳] (بخاری و مسلم)

سے۱ محمد بن منکدر مشہور اور جلیل القدر تابعین میں سے ہیں علم و زہد و عبادت و دین میں پختگی اور پاکدامنی کے جامع ہیں سامعوں نے بہت سے صحابۂ کرام سے سماعت کی ہے جن میں حضرت جابر و حضرت انس ، حضرت عائشہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل ہیں ۔ ان کے علاوہ بھی کئی صحابۂ کرام سے سماعت کی ہے ۔ ان سے ایک جماعت نے

جن میں سفیان ثوری، شعبہ، عمرو بن دینار اور مالک بھی شامل ہیں، روایت کی۔ ان کے علاوہ کئی آئمہ نے بھی ان سے روایت کی ہے ان کی وفات سنہ ۱۳۰ھ میں ہوئی۔

۲؎ یعنی کب سے مجھیں یقین ہے کہ وہ دجال ہے

۳؎ اگر یہ بات واقعی اور یقینی نہ ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس بات کا انکار کر دیتے، ہو سکتا ہے کہ حضرت جابر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قسم کھانا اس بات پر ہو کہ ابن صیاد ان دجالوں میں سے ایک ہے (جو وقتاً فوقتاً اس امت میں پیدا ہوتے رہیں گے اور نبوت کا دعوای کر کے لوگوں کو گمراہ کریں گے) نہ کہ وہ مشہور دجال ہے۔ آگے دوسری فصل میں حضرت ابن عمر کی جو روایت آرہی ہے اس میں انھوں نے صراحتاً بیان کیا ہے کہ ابن صیاد دجال معہود تھا۔ ہو سکتا ہے کہ ابن عمر کا مسلک بھی یہی رہا ہو۔ بہرحال ابن صیاد کے سلسلہ میں اختلاف واشتباہ ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۵۲۶۵ / ۸ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَا اَشُكُّ اَنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ ابْنُ صَيَّادٍ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ)

حضرت نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ خدا کی قسم! مجھ کو اس میں کوئی شک نہیں کہ مسیح دجال، ابن صیاد ہی ہے۔

(ابوداؤد، بیہقی، کتاب البعث والنشور)

۵۲۶۶ / ۹ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ فَقَدْنَا ابْنَ صَيَّادٍ يَوْمَ الْحَرَّةِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ واقعہ حرہ کے روز ابن صیاد ہم سے گم ہو گیا ۱؎ (ابوداؤد)

۱؎ اگر اس عبارت کا یہ مطلب ہو کہ ابن صیاد واقعہ حرہ میں غائب ہو گیا تھا ایسا غائب ہوا کہ پھر کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں گیا؟ اس صورت میں یہ روایت اس روایت کے منافی و متضاد ہو گی کہ جس میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ مدینہ میں مرا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور اگر اس حدیث میں "غائب" سے مراد اس کا عام مفہوم ہو کہ جس میں موت بھی شامل ہے تو پھر ان دونوں روایتوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں رہے گا اور واقعہ حرہ وہ حادثہ ہے جو یزید مردود کی فوج نے اہل مدینہ پر بپا کر دی تھی۔ اس واقعہ کا اجمالاً پہلے ذکر ہو چکا ہے اس کی تفصیل اور قباحت کا ذکر ناگفتہ بہ ہے جس کا ذکر تاریخ مدینہ میں ہم نے کیا ہے۔

۵۲۶۷ / ۱۰ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْكُثُ اَبَوَا الدَّجَّالِ ثَلٰثِيْنَ عَامًا لَا يُوْلَدُ لَهُمَا وَلَدٌ ثُمَّ يُوْلَدُ لَهُمَا غُلَامٌ اَعْوَرُ اَضْرَسُ وَاَقَلُّهُ مَنْفَعَةً تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهٗ ثُمَّ نَعَتَ لَنَا

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال کے والدین کی تیس سال تک اولاد نہ ہو گی پھر ان کے ہاں ایک کانا بڑے دانتوں ۱؎ والا لڑکا پیدا ہو گا جس کا نفع کم ہو گا اور اس کی آنکھیں سوئیں گی لیکن دل نہیں سوئے ۲؎ گا۔

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبَوَیْہِ فَقَالَ اَبُوْہُ طُوَالٌ ضَرْبُ اللَّحْمِ کَاَنَّ اَنْفَہٗ مِنْقَارٌ وَّ اُمُّہٗ اِمْرَاَۃٌ فِرْضَاخِیَّۃٌ طَوِیْلَۃُ الْیَدَیْنِ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرَۃَ فَسَمِعْنَا بِمَوْلُوْدٍ فِی الْیَہُوْدِ بِالْمَدِیْنَۃِ فَذَہَبْتُ اَنَا وَالزُّبَیْرُ بْنُ الْعَوَّامِ حَتّٰی دَخَلْنَا عَلٰی اَبَوَیْہِ فَاِذَا نَعْتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْہِمَا فَقُلْنَا ہَلْ لَکُمَا وَلَدٌ فَقَالَا مَکَثْنَا ثَلٰثِیْنَ عَامًا لَا یُوْلَدُ لَنَا وَلَدٌ ثُمَّ وُلِدَ لَنَا غُلَامٌ اَعْوَرُ اَضْرَسُ وَاَقَلُّہٗ مَنْفَعَۃً تَنَامُ عَیْنَاہُ وَلَا یَنَامُ قَلْبُہٗ قَالَ فَخَرَجْنَا مِنْ عِنْدِہِمَا فَاِذَا ہُوَ مُنْجَدِلٌ فِی الشَّمْسِ فِیْ قَطِیْفَۃٍ وَلَہٗ ہَمْہَمَۃٌ فَکَشَفَ عَنْ رَاْسِہٖ فَقَالَ مَا قُلْتُمَا قُلْنَا وَہَلْ سَمِعْتَ مَا قُلْنَا قَالَ نَعَمْ تَنَامُ عَیْنَایَ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے والدین کی نشانیاں بیان فرمائیں کہ اس کا باپ لمبے قد کا، کم گوشت[5] اور چونچ جیسی ناک والا ہے۔ اس کی ماں موٹی چوڑی چکلی[6] اور لمبے ہاتھوں والی ہے[1] ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم نے سنا مدینہ منورہ میں یہودیوں کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا ہے پس میں اور حضرت زبیر بن العوام گئے یہاں تک کہ اس کے والدین کے پاس اندر داخل ہوئے تو ان دونوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی نشانیاں پائی جاتی تھیں[7] ہم نے کہا کیا تمہارا کوئی بچہ ہے، دونوں نے کہا کہ تیس سال ہمارے گھر اولاد نہیں ہوئی پھر لڑکا ہوا ہے جو کانا بڑے دانتوں والا[2]، کم نفع والا ہے جس کی آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل نہیں سوتا[3]۔ پس ہم ان کے پاس سے باہر نکلنے لگے تو وہ چادر اوڑھ کر دھوپ میں لیٹا ہوا گنگنا[8] رہا تھا ہم نے اس کے سر سے کپڑا ہٹا دیا۔ اس نے کہا آپ دونوں نے کیا کہا ہے؟ ہم نے کہا کیا تو نے ہماری بات سن لی ہے؟ اس نے کہا ہاں کیونکہ میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔ (ترمذی)

۱؎ ابوبکرہ مشہور صحابی ہیں۔
۲؎ اضرس کنایہ ہے بڑے بڑے دانت، بعض کے نزدیک اس سے مراد دانتوں میں اضافہ ہے۔
۳؎ وساوس واوہام کی کثرت اور افکار فاسدہ کے مسلسل آتے رہنے کی وجہ سے جو کہ شیطان اس کو القاء کرتا رہے گا۔
۴؎ ہاء کے پیش کے ساتھ
۵؎ یعنی کمزور بدن والا ہے۔
۶؎ فرضاخ، بالکسر، مرد عریض۔ فرضاخہ، خاتون عریض۔ فرضاخیہ یاء نسبت کے ساتھ ہے۔
۷؎ جیسا کہ آپ نے فرمائی تھیں
۸؎ مراد اس سے ہلکی سی کلام ہے۔

۵۲۶۸ / ۱۱ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ امْرَاَۃً مِّنَ الْیَہُوْدِ بِالْمَدِیْنَۃِ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

وَلَدَتْ غُلَامًا مَمْسُوْحَةً عَيْنُهٗ طَالِعَةً نَابُهٗ فَاَشْفَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّكُوْنَ الدَّجَّالُ فَوَجَدَهٗ تَحْتَ قَطِيْفَةٍ يُهَمْهِمُ فَاٰذَنَتْهُ اُمُّهٗ فَقَالَتْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا اَبُو الْقَاسِمِ فَخَرَجَ مِنَ الْقَطِيْفَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَهَا قَاتَلَهَا اللّٰهُ لَوْ تَرَكَتْهُ لَبَيَّنَ فَذَكَرَ مِثْلَ مَعْنٰى حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ائْذَنْ لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَقْتُلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ يَّكُنْ هُوَ فَلَسْتَ صَاحِبَهٗ اِنَّمَا صَاحِبُهٗ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَاِلَّا يَكُنْ هُوَ فَلَيْسَ لَكَ اَنْ تَقْتُلَ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْعَهْدِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُشْفِقًا اَنَّهٗ هُوَ الدَّجَّالُ۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

یہودی عورت نے ایک بچہ جنا جس کی ایک آنکھ سپاٹ تھی اس کی ڈاڑھ آگے ہوئی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خوف کیا کہ یہی دجال ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ایک کمبل کے نیچے پایا، گنگنا رہا تھا اس کی ماں نے خبر دے دی، بولی اے اللہ کے بندے! یہ ابوالقاسم ہیں[۱] تو وہ کمبل سے نکل پڑا تب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا اسے غارت کرے اسے کیا ہوا؟ اگر یہ اسے چھوڑ دیتی تو یہ بیان کر دیتا[۲] پھر حضرت ابن عمر کی حدیث کے معنی کی مثل ذکر کیا[۳] تب جناب عمر بن خطاب نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ میں اسے قتل کر دوں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ وہ ہی ہے[۴] تو اس کے قاتل تم نہیں حضرت عیسیٰ ابن مریم اس کے قاتل ہیں اگر یہ وہ نہیں تو تمہیں مناسب نہیں کہ ذمیوں میں سے کسی کو قتل کرو[۵] پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے خوف فرماتے رہے کہ یہ دجال ہے۔

(شرح السنہ)

۱؎ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں تشریف فرما ہیں

۲؎ اور اپنے بارے میں بتا دیا

۳؎ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یا راوی از جابر نے اسی حدیث ابن عمر کے مطابق بیان کیا جو باب کی ابتداء میں گزرا ہے۔

۴؎ اگر ابن صیاد دجال ہے تو اسے قتل نہیں کر سکتا کیونکہ اس کے قتل پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قدرت عطا فرمائی ہے۔

۵؎ یہ اسلام سے پہلے کا واقعہ ہے اور اسلام کے بعد کا حال بھی معلوم ہے کہ وہ دجال کہلانے پر راضی تھا اور یہ کفر ہے جیسا کہ حدیث ابوسعید خدری میں ہے کہ وہ ان کے

بَابُ نُزُوْلِ عِيْسٰى عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول

احادیث صحیحہ کے ذریعے بہ تحقیق ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر تشریف لائیں گے، وہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کے تابع ہوں گے اور آپ ہی کی شریعت کے مطابق حکم دیں گے۔ بعض وہ احکام جو ہماری شریعت میں نہیں حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے حکم کے مطابق حکم دیں گے وہ از قبیل بیان بدل ہیں جیسا کہ نسخ ہے اور وہ اس وقت حضور ہی کی شریعت کا حصہ ہوں گے جیسا کہ جزیہ وغیرہ کا اختتام۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۵۲۶۹ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَيُوْشِكَنَّ اَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيَفِيْضُ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهٗ اَحَدٌ حَتّٰى تَكُوْنَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ الْاٰيَةَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

پہلی فصل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے عنقریب تم میں[1] حضرت عیسیٰ حاکم عادل کی صورت میں نازل ہوں گے پس صلیب[2] توڑ دیں گے خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ[3] موقوف کریں گے اور بے حساب[4] مال تقسیم کریں گے یہاں تک کہ اسے قبول نہیں کرے گا اس وقت ایک سجدہ[5] دنیا اور اس کی ساری متاع سے بہتر معلوم ہوگا پھر حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ چاہو[6] تو یہ آیت پڑھو اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں جو ان کی وفات سے پہلے ایمان نہ لے آئے[7] (بخاری و مسلم)

---

[1] اعتقاد سے دین و ملت میں

[2] وہ دو لکڑیاں ہیں جو آپس میں اس طرح مل رہی ہیں کہ ان کی شکل سولی والی ہو۔ نصاریٰ اس شکل کی رعایت و محافظت کرتے ہیں، اکثر اشیاء اس شکل میں بناتے ہیں اور گردن میں لٹکاتے ہیں مثلاً جس طرح دوسرے کا فر دل میں زنار بعض اوقات یاد کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت اس میں بناتے ہیں کیونکہ یہود کا یہ اعتقاد ہے کہ

انھیں سولی پر لٹکایا گیا تھا ۔ صراح میں ہے ۔

۵۲ اب اسلام یا تلوار ہوگی ۔ مقصود نصرانیت کا ابطال اور ان کے احکام و اثار کو دینِ اسلام کے ضوابط کے ساتھ بدلنا ہے ۔

۵۳ ان دنوں مال زیادہ ہوگا یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام زیادہ خرچ کریں گے ۔ یفیض بالفتح فیضان سے ہے یا بالضم ازافاضہ دونوں ہی مروی ہیں ۔

۵۴ اس کلام کا تعلق مذکور مجموعہ کے ساتھ ہے، دینِ اسلام اس طرح رواج و رونق پائے گا کہ لوگوں کی عبادت و طاعت کی طرف اتنی رغبت و محبت ہوگی کہ ایک سجدہ تمام متاعِ دنیا سے بہتر ہوگا اور بات مسلّم ہے کہ ہمیشہ ہی سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوتا ہے، یہ اس زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں، البتہ اس وقت لوگوں کی طبیعتیں اس طرف مائل ہوں گی۔ اور ان کے نزدیک بھی سجدہ بہتر ہوگا اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا تعلق یفیض المال سے ہو یعنی لوگ مال سے کلیۃً اعراض کر جائیں گے انھیں مال کے حصول و خرچ میں محبت نہ ہوگی جتنی محبت و الفت نماز میں ہوگی ۔

۵۵ اگر اس چیز میں کوئی تردد یا شک ہے تو یہ آیت پڑھو ۔

۵۶ اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ میں کوئی ایسا نہیں ہوگا جو موت سے پہلے یعنی آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد جو ایمان نہ لائے، جب دین و ملت ایک ہو جائے گا اختلاف درمیان سے ختم ہو جائے گا اور وہ اختلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں یہود و نصاریٰ کے درمیان ہے ختم ہو جائے گا اور یہ تمام اس طریقے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے جو اسلام نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول اور اس کی بندی کے بیٹے ہیں ۔ اس آیت مبارکہ کی یہ ایک تفسیر ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت کی اسی تفسیر و مضمون سے استدلال کیا ہے ۔ دوسری تفسیر بھی ہے کہ اہلِ کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے آثار نزع کے موقع پر ایمان نہ لائے مگر اس وقت کا ایمان معتبر نہ ہوگا ۔ اس احتمال پر "بہ" کی ضمیر کا مرجع یا حضور علیہ السلام کی ذات ہے یا اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات ہے مقصود یہ ہے کہ ہر کافر وقتِ موت مجبوراً ایمان لائے گا لیکن فائدہ نہ ہوگا پس اس وقت سے پہلے پہلے ایمان کی تیاری کرنی چاہیے ۔

۵۲۷۰ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ لَیَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَادِلًا فَلَیَکْسِرَنَّ الصَّلِیْبَ وَلَیَقْتُلَنَّ الْخِنْزِیْرَ وَلَیَضَعَنَّ الْجِزْیَۃَ وَلَیَتْرُکَنَّ الْقِلَاصَ فَلَا یُسْعٰی عَلَیْھَا وَلَتَذْھَبَنَّ الشَّحْنَاءُ وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ وَلَیَدْعُوَنَّ اِلَی الْمَالِ فَلَا یَقْبَلُہٗ اَحَدٌ ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

اور انھی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ابن مریم تم پہ ضرور نازل ہوں گے حاکم عادل کی صورت میں وہ ضرور صلیب توڑیں گے خنزیر قتل کریں گے جزیہ موقوف کریں گے جوان اونٹنیوں کو کھلا چھوڑ دیں گے ان سے محنت کا کوئی کام نہیں لیا جائے گا ۔ دشمنی، بغض، حسد ختم ہو جائے گا وہ مال کی طرف لوگوں کو بلائیں گے لیکن کوئی قبول نہیں کرے گا (مسلم)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّھُمَا قَالَ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِّنْکُمْ۔

اور بخاری و مسلم دونوں کی روایت میں ہے کہ فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب عیسیٰ بن مریم تم میں نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

لہ کوئی ان پر سواری نہیں کرے گا نہ ان کو طلب حاجات و کاروبار میں استعمال کرے گا اور انہیں قبول کوئی نہیں کرے گا وجہ یہ ہوگی کہ مال کثرت سے ہوگا لہٰذا ان کی محتاجی نہ ہوگی "قِلاص" قاف کے نیچے کسرہ، قلوص بالفتح کی جمع ناقہ جوان۔

لہ کیونکہ دنیا کی وہ محبت ہی ختم ہو جائے گی جو ان برائیوں کی جڑ و باعث تھی، اس وقت دین و ملت میں اتحاد ہونے کی وجہ سے یہ نہ ہوں گی کیونکہ اختلاف ادیان و مذاہب ایسی ہی بری صفات کا سبب ہوتے ہیں۔

لہ یعنی امام قریش سے ہوگا یا ملت اسلامیہ سے کوئی شخص۔ اس ارشاد کی شرح دو طرح سے کی گئی ہے ایک یہ کہ وہ شخص جو تم میں امام بنے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی اقتداء کریں گے وہ امام مہدی ہیں۔ یہ امت محمدیہ کی تعظیم و تکریم کی وجہ سے ہوگا جیسا کہ آنے والی حدیث میں اس مضمون پر تصریح ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت حاکم و خلیفہ وقت اور امام و معلم خیر ہوں گے اور نماز کے امام حضرت امام مہدی ہوں گے۔ بعض دیگر روایات میں ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے تو اس وقت امام مہدی جماعت کروانے والے ہوں گے تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے مصلیٰ چھوڑ دیں گے لیکن وہ امامت نہیں کروائیں گے بلکہ امام مہدی کی اقتداء کریں گے اور اس کے بعد نماز کی امامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کریں گے کیونکہ وہ امام مہدی سے افضل ہیں۔ دوسری شرح یہ ہے کہ امامت سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں اور تم میں سے ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ تمہاری شریعت کے ساتھ فیصلے کریں گے نہ کہ احکام انجیل کے مطابق۔ دوسری روایت میں اسی معنی کی تصریح ہے کہ فَاَمَّکُمْ بِکِتَابِ رَبِّکُمْ وَسُنَّۃِ نَبِیِّکُمْ وہ تمہارے رب کی کتاب اور تمہارے نبی کی سنت کے مطابق امامت کریں گے تو اس کا معنی یہی ہوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمہارے امام بنیں گے اس حال میں کہ تمہاری دین و ملت کو قبول کریں گے اور تمہاری کتاب و سنت کے مطابق فیصلہ کریں گے

۵۲۷۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ طَائِفَۃٌ مِّنْ اُمَّتِیْ یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ ظَاھِرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ قَالَ فَیَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ فَیَقُوْلُ اَمِیْرُھُمْ تَعَالَ صَلِّ لَنَا فَیَقُوْلُ لَا اِنَّ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ اُمَرَآءُ تَکْرِمَۃَ اللّٰہِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ) وَھٰذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الثَّانِیْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی ایک جماعت حق پر قیامت تک لڑتی رہے گی اور غالب ہوگی فرمایا تب عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے تو ان کا امیر کہے گا آئیے ہم کو نماز پڑھائیے تو وہ کہیں گے کہ نہیں تم میں سے بعض بعض پر امیر ہیں یہ اللہ کی طرف سے اس امت کے احترام کی وجہ سے ہوگا۔
(مسلم)

ؔ اس وقت اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی امت محمدیہ میں شامل ہوں گے مگر ان پر جو اکرام الٰہی ہے اس کی وجہ سے ان کی وہ بزرگی اب بھی باقی ہوگی۔

اس باب میں دوسری فصل نہیں ہے

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۵۲۷۲ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ إِلَى الْأَرْضِ فَيَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُ لَهٗ وَيَمْكُثُ خَمْسًا وَّأَرْبَعِيْنَ سَنَةً ثُمَّ يَمُوْتُ فَيُدْفَنُ مَعِيَ فِيْ قَبْرِيْ فَأَقُوْمُ أَنَا وَعِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فِيْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ بَيْنَ أَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَوَاهُ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِيْ كِتَابِ الْوَفَاءِ۔

تیسری فصل

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب عیسیٰ بن مریم زمین کی طرف اتریں گے تو نکاح کریں گے ان کی اولاد ہوگی اور پنتالیس سال قیام کریں گے۔ پھر وفات پائیں گے میرے ساتھ میرے مقبرہ میں دفن کیے جائیں گے تو ہم اور عیسیٰ بن مریم، ابوبکر اور عمر کے درمیان ایک مقبرہ[1] سے اٹھیں گے۔

(ابن جوزی، کتاب الوفاء)

[1] قبر سے مراد مقبرہ ہے، روایات میں ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ اقدس میں ایک قبر کی جگہ خالی ہے اور وہ جگہ آج تک کسی کو میسر نہ ہوئی۔ امام المسلمین حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواہش کی تھی کہ وہ جگہ مجھے مل جائے سیدہ عائشہ (جن کا یہ گھر ہے) بھی تیار ہوگئی تھیں لیکن بنوامیہ نے ایسا نہ ہونے دیا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی چاہا، مگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اجازت نہ دی سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی یہاں عرض کیا گیا مگر انھوں نے فرمایا مجھے حضور کی دیگر بیویوں کے ساتھ بقیع میں دفن کرنا علماء نے حکمت یہی بیان کی ہے کہ وہ جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مزار کے لیے ہے۔

بَابُ قُرْبِ السَّاعَةِ وَأَنَّ مَنْ مَّاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ

قیامت کا قریب ہونا اور جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہوگئی

قیام قیامت کے نزدیک ہونے کا ظاہر معنی یہ ہے کہ اس کی آمد کی بقیہ مدت تھوڑی رہ گئی ہے اور اکثر گذر چکی ہے۔ بعض شارحین نے کہا کہ اگر باقی زیادہ ہے تو بھی قرب کا حکم صادق ہے کیونکہ یہاں سے آگے انتہا تک کی مسافت

ابتداء سے یہاں تک کم ہے اور یہ اعتبار درست ہے لیکن یہاں پہلا معنی مراد ہے کیونکہ واقع میں بقیہ کم ہے جیساکہ احادیث میں اس پر تصریح ہے۔ مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُہٗ کے الفاظ بھی حدیث کے ہی ہیں۔ ماتن نے جنھیں عنوان کے طور پر ذکر کیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ جو شخص فوت ہوگیا اس کے حق میں بعض احوال قیامت میں سے کا وقوع ہوجاتا ہے۔ امام غزالی نے اپنی تصانیف میں اس معنی کی تفصیل وشرح فرمائی ہے۔ وہاں دوسری دفعہ زندگی کی تفاصیل میں توقف کیا ہے۔ موت کو میت کے لحاظ سے قیامت صغریٰ کہا جاتا ہے جیساکہ تمام جہان اور لوگوں کا فنا ہوجانا قیامت کبریٰ کہلاتا ہے۔ قیامت وسطیٰ بھی ہے یہ لوگوں کا ایک دوسرے کی عمر کے قریب فوت ہوجانا ہے اسے قرن بھی کہتے ہیں جیساکہ حدیث عائشہ میں آرہا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

٥٢٧٣ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ قَالَ شُعْبَةُ وَسَمِعْتُ قَتَادَةَ يَقُوْلُ فِيْ قَصَصِهٖ كَفَضْلِ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَلَا اَدْرِيْ اَذَكَرَهٗ عَنْ اَنَسٍ اَوْ قَالَهٗ قَتَادَةُ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

روایت ہے حضرت شعبہ سے انھوں نے حضرت قتادہ سے وہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور قیامت ان دو انگلیوں[۱] کی طرح بھیجے گئے ہیں۔ شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے قتادہ کو وعظوں میں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جیسے[۲] ان دونوں میں سے ایک کی زیادتی، دوسری پر[۳]۔ مجھے یہ خبر نہیں کہ اسے حضرت انس سے[۴] روایت کیا یا قتادہ نے خود کہا۔ (بخاری ومسلم)

۱؎ سبابہ اور وسطی

۲؎ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جو اپنی اور قیامِ قیامت کی دو انگلیوں کے ساتھ تشبیہ دی اس کی مراد واضح کرتے ہوئے کہا

۳؎ جو مقدار درمیانی انگلی کی دوسری سے بڑی ہے اور اتنی مقدار کے برابر میں قیامت سے پہلے مبعوث ہوا ہوں اور قیامت اتنی مقدار بعد میں ہے۔

۴؎ اگر یہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے تو پھر اس میں احتمال ہے کہ یہ انھوں نے خود کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنا۔ حدیث مستورد بن شداد (جو آرہی ہے) سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضور علیہ السلام نے خود بیان فرمایا ہے بعض شارحین نے کہا کہ اس سے مراد آپ کی دعوت اور قیامت کے درمیان اتصال وارتباط کا بیان ہے کہ ان کے درمیان کوئی اور دین وملت نہیں ہوگا جیساکہ ان دو انگلیوں کے درمیان کوئی انگلی نہیں لیکن راوی نے جب خود تفسیر کردی اور حدیث میں تصریح بھی ہے تو اس کے مخالف کوئی توجیہ قابلِ قبول نہ ہوگی۔

ے۵ واضح رہے حدیث باب کافل الیتیم میں بھی آئی ہے۔ فرمایا اَنَا وَکَافِلُ الْیَتِیْمِ فِی الْجَنَّۃِ ھٰکَذَا (میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح ہوں گے) اگر بطور مبالغہ اس حدیث کو اتصال و مقارنت پر محمول کرنا درست ہے اگرچہ کفالت کرنے والا جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان دو انگلیوں کے تقدم و تاخر کے مطابق داخل ہونا بھی عظیم شرف کا حامل ہے مگر کرمانی نے شرح بخاری میں اس حدیث کے تحت لکھا کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کلام فرمایا تو آپ کی دونوں انگلیاں برابر ہو گئی تھیں، اس کے بعد ان دونوں میں طبع اصلی کی وجہ سے تقدم و تاخر واقع ہوا۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی دونوں انگلیاں بطریق معروف ہی تھیں لیکن اسی کلام کے موقع پر ان دونوں کا برابر ہو جانا بطور معجزہ تھا اور بعض فارسی کتب میں تحریر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سبابہ اور وسطیٰ آپس میں برابر تھیں۔ معروف طریقہ پر ان میں تقدم و تاخر نہ تھا اس کی کوئی اصل نہیں، یہ متن حدیث اور شارحین کے کلام کے مخالف ہے۔

۵۲۷۴ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتَ بِشَھْرٍ تَسْاَلُوْنِیْ عَنِ السَّاعَۃِ وَاِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَ اللّٰہِ وَاُقْسِمُ بِاللّٰہِ مَا عَلَی الْاَرْضِ مِنْ نَّفْسٍ مَّنْفُوْسَۃٍ یَّاْتِیْ عَلَیْھَا مِائَۃُ سَنَۃٍ وَّھِیَ حَیَّۃٌ یَّوْمَئِذٍ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے وصال سے ایک ماہ پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا تم مجھ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہو[1] اس کا علم اللہ کے پاس ہے اور میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ زمین پر ایسی کوئی نفس سے پیدا ہونے والی ذات جس پر سو سال گزریں اور اس دن زندہ ہو[2] (مسلم)

ے۱ تم قیامت کبریٰ کے وقوع کے معین وقت کے بارے میں پوچھتے ہو تو سنو اس کا علم میرے اللہ کے پاس ہے باقی قیامت صغریٰ و وسطیٰ تمہیں بتا رہا ہوں کیونکہ اس کا علم میرے پاس ہے۔

ے۲ یہ طبقہ جس کی میں خبر دے رہا ہوں اس کے تمام افراد سو سال کی مدت میں فوت ہو جائیں گے اور ان میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ رہے گا۔ بعض اکابر نے فرمایا کہ اس وقت حضرت خضر علیہ السلام بھی موجود تھے آپ کی خبر صادق کا تقاضا یہی ہے کہ وہ بھی سو سال گزرنے کے [illegible] پا جائیں، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اس عام حکم سے مخصوص ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کے احوال کی خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ اب موجود ہونے والوں میں سے ہر کوئی سو سال تک مر جائے گا۔ بعض نے کہا کہ شاید اس وقت حضرت خضر زمین پر نہ ہوں بلکہ پانی یا ہوا میں ہوں۔ امام محی الدین سے منقول ہے کہ چار افراد انبیاء میں سے زندہ ہیں زمین پر حضرت خضر اور حضرت الیاس اور آسمان پر حضرت ادریس اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام۔ حضرت خضر کا وجود تو مشائخ اور علماء سے تواتر سے ثابت ہے اگرچہ بعض نے اس میں تاویل کی کہ ہر دور کا ایک خضر ہے جو اس دور کا مربی اور فیض دینے والا ہوتا ہے۔ بنی اسرائیل میں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصاحب بنے وہ کامل اولیاء میں سے تھے۔ حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے دوران گفتگو ہوا کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا "قف یا اسرائیلی واسمع کلام المحمدی (اے اسرائیلی ٹھہر کر

محدی کلام سُن) اس سے مراد خود آپ کی ذاتِ اقدس تھی ۔

۵۲۷۵ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَاْتِیْ مِاْئَۃُ سَنَۃٍ وَّ عَلَی الْاَرْضِ نَفْسٌ مَّنْفُوْسَۃٌ اَلْیَوْمَ ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سو برس ایسے نہ گذریں گے کہ زمین پر کوئی جیتی ہوئی ذات آج کی جو موجود رہے ۔ (المسلم)

۵۲۷۶ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاَعْرَابِ یَاْتُوْنَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَسْاَلُوْنَہٗ عَنِ السَّاعَۃِ فَکَانَ یَنْظُرُ اِلٰی اَصْغَرِھِمْ فَیَقُوْلُ اِنْ یَّعِشْ ھٰذَا لَا یُدْرِکْہُ الْھَرَمُ حَتّٰی تَقُوْمَ عَلَیْکُمْ سَاعَتُکُمْ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ دیہاتی لوگ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتے تھے تو آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے تھے تو آپ ان میں سے سب سے چھوٹے کی طرف نظر فرماتے تھے کہ اگر زندہ رہا تو اسے بڑھاپا نہ آئے گا حتیٰ کہ تم پر تمھاری قیامت قائم ہو جائے گی ۔[1] (بخاری و مسلم)

[1] ابھی یہ اپنے بڑھاپے کو نہ پہنچے گا تو تم سب مر جاؤ گے یعنی اس مدت میں اس طبقہ کے تمام لوگ فنا ہو جائیں گے اس کو آپ نے قیام قیامت سے تعبیر فرمایا ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ
دوسری فصل

۵۲۷۷ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ فِیْ نَفَسِ السَّاعَۃِ فَسَبَقْتُھَا کَمَا سَبَقَتْ ھٰذِہٖ ھٰذِہٖ وَاَشَارَ بِاِصْبَعَیْہِ السَّبَّابَۃِ وَالْوُسْطٰی ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت مستورد[1] بن شداد[2] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے اندر[3] بھیجا گیا ہوں تو میں قیامت میں اس طرح پہلے ہوں جس طرح یہ انگلی اس سے اور اپنی دو انگلیوں کلمہ کی اور بیچ کی انگلی کی طرف اشارہ کیا ۔ (ترمذی)

[1] مستورد ۔ میم پر پیش، سین ساکن، تا پر زبر، واؤ ساکن، راء کے نیچے زیر، آخر میں دال ہے ۔

[2] شداد، شین پر زبر، دال شدد صحابی ہیں ۔ رملی کوفہ میں شمار ہوتے ہیں ۔ مصر میں سکونت پذیر رہے حضور علیہ السلام کے وصال کے وقت بچے تھے لیکن حضور سے یہ روایت کرتے ہیں ۔

[3] میں اوائل قیامت میں آیا ہوں ۔ نفس، فا متحرک، کسی چیز کے ظہور کی ابتداء جیسا کہ طلوع صبح کو نفس الصبح کہا جاتا ہے ۔

سکے سبابہ اور وسطی

۵۲۷۸ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ لَّا تَعْجِزَ اُمَّتِیْ عِنْدَ رَبِّهَا اَنْ یُّؤَخِّرَهُمْ نِصْفَ یَوْمٍ قِیْلَ لِسَعْدٍ وَّکَمْ نِصْفُ یَوْمٍ قَالَ خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ میری امت اپنے رب کے نزدیک اس سے انہیں آدھے دن کی مہلت؟ دے۔ سعد سے کہا گیا کہ آدھا دن کتنا ہے؟ فرمایا پانچ سو سال[1]

(ابوداؤد)

[1] اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی سے ماخوذ ہے وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (بلاشبہ آپ کے رب کے ہاں ایک دن کی مقدار ہزار کی ہے جسے تم شمار کرتے ہو) جب دن ہزار سال کا ہے تو اس کا نصف پانچ سو سال ہے۔ معنیٰ حدیث یہ ہے کہ اس امت کی اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنی قربت، مقام اور جگہ ہے کہ وہ انہیں پانچ سو سال ہلاکت سے محفوظ رکھے گا تو اس امت کی بقا پانچ سو سال سے کم نہیں، زیادہ ہو سکتی ہے اس میں اشارہ ہے کہ قیامت پانچ سو سال سے پہلے برپا نہیں ہو سکتی اور یہ امت ہلاک نہ ہوگی اس کے بعد کیا ہوگا؟ بعض شارحین کی رائے یہ ہے کہ یہ امت پانچ سو سال تک شدائد و مصائب اور عقوبات سے محفوظ رہے گی اور انہیں ایسی آفت پہنچے گی جو انہیں ہلاک کر دے۔

شیخ جلال الدین سیوطی نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے ہزار سال بعد امت پانچ سو سال سے تجاوز نہیں کرے گی۔ بعض علماء وقت نے فتویٰ دیا کہ دسویں صدی میں امام مہدی دجال کا ظہور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور دیگر علامات قیامت کا ظہور ہوگا اس قول کو سیوطی نے رد کیا اور اخبار و آثار سے ثابت کیا کہ ہزار سال گزرنے کے بعد پانچ سو سال سے آگے نہ بڑھے گی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۵۲۷۹ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ هٰذِهِ الدُّنْیَا مَثَلُ ثَوْبٍ شُقَّ مِنْ اَوَّلِهٖ اِلٰی اٰخِرِهٖ فَبَقِیَ مُتَعَلِّقًا بِخَیْطٍ فِیْ اٰخِرِهٖ فَیُوْشِكُ ذٰلِكَ الْخَیْطُ اَنْ یَّنْقَطِعَ۔

(رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دنیا کی مثال اس کپڑے کی سی ہے جو اول سے آخر تک کاٹ دیا جائے پھر وہ آخر میں ایک دھاگے سے لٹکا رہ گیا، قریب ہے کہ یہ دھاگہ ٹوٹ جائے۔[1]

(بیہقی، شعب الایمان)

[1] دنیا کے فنا ہونے اور قرب قیامت کی مثال

بَابُ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلٰى شِرَارِ النَّاسِ

قیامت صرف شریر لوگوں پر قائم ہوگی

تمام اچھے لوگ فوت ہوجائیں اور بُرے باقی ہوں گے پس ان پر قیامت قائم ہوجائے گی جب تک نیک لوگوں کا وجود ہے قیامت قائم نہیں ہوسکتی جیسا کہ اوپر گذر چکا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ایک خوشبودار ہوا چلے گی جس سے تمام مسلمان فوت ہوجائیں گے اور بدکردار باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح آپس میں اختلاط کریں گے پس ان پر قیامت قائم ہوگی۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

۵۲۸۰ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُقَالَ فِي الْاَرْضِ اَللّٰهُ اَللّٰهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ عَلٰى اَحَدٍ يَقُوْلُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک زمین میں اللہ اللہ کہا جائے گا[۱] دوسری روایت میں ہے کہ ایسے شخص پر قیامت قائم نہیں ہوگی جو اللہ اللہ کہے[۲] (المسلم)

[۱] یعنی اس وقت کوئی ایسا شخص نہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی پرستش کرنے والا ہو، بلکہ تمام کافر، بت پرست اور فاسق ہوں گے۔

[۲] اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس جہان کی بقاء ذکرِ خدا، ذاکرین، صالحین اور نیکوکاروں کی برکت سے ہے جب یہ اس جہان سے اٹھ جائیں گے تو یہ عالم بھی نہ رہے گا۔

۵۲۸۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلٰى شِرَارِ الْخَلْقِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت شریر ترین مخلوق پر قائم ہوگی[۱] (المسلم)

[۱] اس حدیث کا ترجمہ، باب کے ترجمہ کی طرح ہی ہے خلق سے مراد انسان ہیں کیونکہ شریر نافرمان اُمت میں اور معصیت کا ارتکاب آدمی ہی کرتے ہیں، باقی مخلوق ایسا نہیں کرتی۔

۵۲۸۲/۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَضْطَرِبَ اَلْیَاتُ نِسَآءِ دَوْسٍ حَوْلَ ذِی الْخَلَصَةِ وَذُو الْخَلَصَةِ طَاغِیَةُ دَوْسٍ الَّتِیْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ فِی الْجَاهِلِیَّةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک قبیلہ دوس کی عورتوں کے سرین[۱] ذوالخلصہ کے گرد نہ ہلیں ذوالخلصہ قبیلہ دوس کا بت[۲] تھا جس کو دور جاہلیت میں وہ لوگ پوجتے تھے[۳] (بخاری و مسلم)

۱؎ اَلْیَاتُ ہمزہ پر زبر لام ساکن۔ قاموس میں ہے عورت کے سرین یا چربی اور گوشت کا وہ حصہ جس پر بیٹھا جاتا ہے، یا چربی و گوشت کا وہ حصہ جس پر بیٹھا جاتا ہے۔ صراح میں ہے کہ الیہ کا معنی دُم ہے۔ مجمع البحار میں ہے وہ گوشت جو پشت اور ران پر بلند ہو۔ مشارق الانوار میں ہے حیوان کے پچھلے نصف حصے کا گوشت اور انسان کی مقعد کا گوشت ہے۔

۲؎ دَوْسٍ، وال پر زبر، واؤ ساکن، سین، یمن کا قبیلہ ذوالخلصہ خاء اور لام پر زبر یا دونوں پر پیش بھی ہے بت خانہ اسے کعبہ یمانیہ کہا جاتا ہے، اس جگہ ایک بت تھا اس کا نام خلصہ تھا، دوس، خثعم، بجیلہ کے قبائل اس کی پوجا کیا کرتے تھے۔

حضور علیہ السلام نے اپنے صحابی حضرت جریر بن عبداللہ بجلی کو اسے گرانے کے لیے بھیجا چنانچہ فرمایا کہ آخری زمانے میں یہ قبائل مرتد ہو جائیں گے اور ان کی عورتیں اس بت خانہ کا طواف کریں گی، آگے راوی نے ذوالخلصہ کی تفسیر کی ہے۔

۳؎ شارحین نے کہا کہ یہ بت خانے کا نام ہے لہذا معلوم ہوا کہ اس تفسیر میں تسامح ہے۔

۵۲۸۳/۴ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَذْهَبُ اللَّیْلُ وَالنَّهَارُ حَتّٰی یُعْبَدَ اللَّاتُ وَالْعُزّٰی فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُ لَاَظُنُّ حِیْنَ اَنْزَلَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اَنَّ ذٰلِكَ تَامًّا قَالَ اِنَّهٗ سَیَكُوْنُ مِنْ ذٰلِكَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ یَبْعَثُ اللّٰهُ رِیْحًا طَیِّبَةً فَتَوَفّٰی كُلَّ مَنْ كَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِیْمَانٍ فَیَبْقٰی مَنْ لَّا خَیْرَ فِیْهِ فَیَرْجِعُوْنَ اِلٰی دِیْنِ اٰبَآئِهِمْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ دن و رات کا سلسلہ ختم نہیں ہوگا یہاں تک کہ لات[۱] و عزیٰ کی پھر پوجا ہونے لگے۔ میں عرض گزار ہوئی یا رسول اللہ! میں تو سمجھتی تھی کہ جب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی " وہی ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور برحق دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے اگرچہ مشرک اسے ناپسند کریں" تو یہ جملہ پوری طرح صحیح ہوگا؟ فرمایا اس میں سے ہوگا جتنا اللہ چاہے، پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جس سے وہ تمام مر جائیں گے جن کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہوگا وہی باقی

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

رہ جائیں گے جن میں کوئی بھلائی نہیں ہوگی پس اپنے آباؤ اجداد کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے[۶] (المسلم)

[۱] یہ دو بتوں کے نام ہیں۔ قبیلہ ثقیف کے بت کا نام لات اور قبیلہ غطفان اور سُلیم کے بت کا نام عزّیٰ تھا
[۲] یہ آیت مبارکہ "ھوالذی ارسل رسولہ" الآیہ
[۳] کیونکہ اس آیت کا مدلول یہ ہے کہ تمام ادیانِ باطلہ ختم ہو جائیں گے، بُت پرستی زوال پذیر ہوگی اور دینِ اسلام ان تمام پر غالب آجائے گا اس سے گمان بلکہ مجھے یقین تھا۔
[۴] بعض نسخوں میں تامًا نصب کے ساتھ ہے اور اس کے موافق علم نحو میں ایک وجہ ہے جس کا ذکر ہم نے شرح میں کیا، یعنی اس کے اتمام کے بعد آپ یہ خبر کیوں دے رہے ہیں کہ لات و عزّیٰ کی لوگ پرستش کریں گے۔
[۵] آخری زمانے میں بت پرستی کچھ مدت کے لیے ہوگی جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔
[۶] اپنے آباء کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے یعنی ارتداد اختیار کرلیں گے اور یہ حکمت الٰہی ہے کہ آخری وقت کفر و بُت پرستی ہو گی کیونکہ محل قہر و غضب اور جلال بُرے ہوں گے اور ان پر قیامت برپا ہوگی نہ کہ نیکوں پر۔

۵۲۸۴ / ۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَيَمْكُثُ اَرْبَعِيْنَ لَآ اَدْرِيْ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اَوْ شَهْرًا اَوْ عَامًا فَيَبْعَثُ اللّٰهُ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَاَنَّهٗ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَيَطْلُبُهٗ فَيُهْلِكُهٗ ثُمَّ يَمْكُثُ فِي النَّاسِ سَبْعَ سِنِيْنَ لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ رِيْحًا بَارِدَةً مِّنْ قِبَلِ الشَّامِ فَلَا يَبْقٰى عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ اَوْ اِيْمَانٍ اِلَّا قَبَضَتْهُ حَتّٰى لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ دَخَلَ فِيْ كَبِدِ جَبَلٍ لَدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ حَتّٰى تَقْبِضَهٗ قَالَ فَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ فِيْ خِفَّةِ الطَّيْرِ وَاَحْلَامِ السِّبَاعِ لَا يَعْرِفُوْنَ مَعْرُوْفًا وَّلَا يُنْكِرُوْنَ مُنْكَرًا فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ فَيَقُوْلُ اَلَا تَسْتَجِيْبُوْنَ فَيَقُوْلُوْنَ فَمَا تَاْمُرُنَا فَيَاْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ الْاَوْثَانِ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دجّال نکلے گا تو چالیس تک پھرے گا میں نہیں جانتا کہ چالیس دن یا مہینے یا سال فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم کو بھیجے گا گویا وہ عروہ بن مسعودؓ ہیں آپ اسے تلاش کریں گے، اُسے ہلاک کریں گے، پھر آپ لوگوں میں سات سال ٹھہریں گے کہ دو اشخاص کے درمیان دشمنی نہ ہوگی پھر اللہ تعالیٰ ایک ٹھنڈی ہوا شام کی طرف سے بھیجے گا تو روئے زمین پر کوئی نہ رہے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھلائی یا ایمان ہو مگر وہ ہوا اسے وفات دے دے گی حتیٰ کہ اگر تم میں سے کوئی وسطِ پہاڑ میں داخل ہو جائے تو وہ اس تک داخل ہوگی حتیٰ کہ اسے وفات دے دیگی فرمایا پھر بدترین لوگ ہی رہ جائیں گے پرندوں کے ہلکے پن والے اور درندوں کے بھاری پن والے نہ کسی اچھی بات کو جانیں گے نہ کسی برائی کو بُرا جانیں گے، ان کے پاس شیطان انسانی شکل اختیار کرکے آئے گا کہے گا تم شرم کیوں نہیں کرتے؟ وہ کہیں گے

وَهُمْ فِي ذٰلِكَ دَارٌّ رِزْقُهُمْ حَسَنٌ عَيْشُهُمْ ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَلَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ إِلَّا أَصْغٰى لِيْتًا وَرَفَعَ لِيْتًا قَالَ فَأَوَّلُ مَنْ يَسْمَعُهُ رَجُلٌ يَلُوْطُ حَوْضَ إِبِلِهِ فَيَصْعَقُ وَيَصْعَقُ النَّاسُ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا كَأَنَّهُ الطَّلُّ فَيَنْبُتُ مِنْهُ أَجْسَادُ النَّاسِ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ثُمَّ يُقَالُ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ هَلُمَّ إِلٰى رَبِّكُمْ قِفُوْهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ فَيُقَالُ أَخْرِجُوْا بَعْثَ النَّارِ فَيُقَالُ مِنْ كَمْ كَمْ فَيُقَالُ مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعِيْنَ قَالَ فَذٰلِكَ يَوْمٌ يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا وَّذٰلِكَ يَوْمٌ يُّكْشَفُ عَنْ سَاقٍ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَذُكِرَ حَدِيْثُ مُعَاوِيَةَ لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ فِيْ بَابِ التَّوْبَةِ)

تو ہمیں حکم دیتا ہے وہ انھیں بت پرستی کا حکم دے گا وہ اس حال میں ہوں گے کہ ان پر ان کا رزق بارش کی طرح برس رہا ہوگا ان کی زندگی خوش حالی سے ہم کنار ہوگی پھر صور پھونکا جائے گا تو اسے کوئی نہیں سنے گا مگر گردن کبھی جھکائے گا اور کبھی اٹھائے گا۔ فرمایا پہلا شخص جو سنے گا وہ ہوگا جو اپنے اونٹ کا حوض لیپتا ہوگا پھر لوگ بے ہوش ہو جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ شبنم کی طرح بارش بھیجے گا تو اس سے لوگوں کے جسم اگیں گے پھر صور میں دوبارہ پھونکا جائے گا تو اچانک سب لوگ کھڑے دیکھتے ہونگے پھر کہا جاوے گا اے لوگو! اپنے رب کی طرف چلو انھیں ٹھہراؤ ان سے پوچھ گچھ کی جائے گی پھر کہا جائے گا کہ آگ کی رسد نکالو تو کہا جائے گا کتنی میں سے کتنی تو فرمایا جائے گا ہزار سے نو سو ننانوے۔ فرمایا کہ وہ وقت ہوگا جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور یہ وہ دن ہوگا جب پنڈلی کھولی جائیگی (مسلم)

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث لا تنقطع الہجرۃ باب التوبہ میں ذکر کر دی گئی ہے۔

ے۱ پہلے گذر چکا ہے کہ بعض روایات میں چالیس سال، بعض میں چالیس دن یا چالیس رات ہے اور ان میں تطبیق بھی معلوم ہو چکی ہے۔

ے۲ صورت و شکل میں، حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثقفی کبار صحابہ میں سے ہیں اور یہ مسعود اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے والد نہیں، ان کے والد مسعود بن غافل ہذلی ہیں اور ان کا باپ معتب بن مالک ہے۔

ے۳ یعنی تمام لوگ ایمان کامل اور اتنے اعلیٰ طریقے پر ہوں گے کہ دو آدمی ایک دوسرے کے ساتھ شیر و شکر ہوں گے اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ٹھہرنا قتل دجال کے بعد ہوگا کیونکہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ان کا ٹھہرنا چالیس سال ہوگا

ے۴ راوی کو شک ہے کہ خیر فرمایا یا ایمان

ے۵ کبد، کاف پر زبر، باء کے نیچے زیر اور دال، ہر چیز کے درمیان، جگر کو بھی کہتے ہیں اور فارسی میں جگر اسی معنی میں ہے۔

ے۶ فسق و فساد اور قضاء کے شہوت نفسانی میں وہ اس طرح تیز رفتار ہوں گے جیسے پرندے خونریزی اور ظلم میں

درندوں کی طرح حملہ آور ہوں گے ، احلام یہاں حلم بکسر حاء کی جمع ہے اس کا معنی بوجھ اٹھانا اور وقار ہے اور یہاں ظلم وفساد میں تمکن اور استقرار مراد ہے۔
ے کہ تم فسق وفجور اور ظلم وفساد میں مبتلا ہو یہ شیطان کی طرف سے مکر وفریب ہے جس سے یہ حیلہ اختیار کیا تاکہ وہ ان کو بتوں کی عبادت گاہ کہہ سکے۔
ے تیرا مقصود کیا ہے تو کیا کرنا چاہتا ہے ؟
ے ان پر ان کا رزق بارش کی طرح بہے گا
ے ان کی زندگی اور معیشت میں فراخی ہوگی
ے یعنی اس کی آواز کی دہشت سے لوگوں کے دل پارہ پارہ ہوجائیں گے جسمانی قوت معطل وشکست ہوجائے گی، اس کا اثر گردن میں ظاہر ہوگا کبھی وہ پیچھے گرے گا اور کبھی اوپر جیسا کہ مدہوش اور خائف لوگوں کا حال ہوتا ہے۔ لیت لام کے نیچے زیر، یاء ساکن، گردن کی ایک جانب۔
ے اسی کاروبار میں لوگ ہلاک ہوجائیں گے۔
ے وہ قیامت کی ہولناکیاں دیکھیں گے
ے کیونکہ ان سے ان کے کردار کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور ان سے حساب لیا جائے گا۔
ے اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرمائے گا۔
ے یعنی وہ لوگ جنھیں دوزخ کی طرف ہانکا جائیگا
ے یعنی فرشتے بارگاہِ الوہیت میں عرض کریں گے
ے جن لوگوں کو دوزخ میں بھیجا گیا ہے ان کی تعداد کتنی ہے
ے یہاں سے معلوم ہورہا ہے کہ ہزار میں سے ایک آدمی جنت میں اور باقی دوزخ میں جائیں گے۔ مراد یہ ہے کہ اپنے کردار کی وجہ سے لوگ دوزخ کے مستحق ہوں گے اس کے بعد حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، انبیاء علیہم السلام رسلان کرام کی شفاعت اور اللہ تعالیٰ سے معافی ومغفرت مانگنے کی بناء پر دوزخ سے باہر آئیں گے۔
باب الحشر کی فصل اوّل کی حدیث ابوسعید میں ہے کہ آگ سے نکالا جانا یاجوج ماجوج سے ہے اور عاصیوں کی شفاعت کا اوّلین مقام وہ ہے جب لوگ بارگاہِ خداوندی میں آئیں گے تو وہ خوف وخجالت کی وجہ سے پسینے میں ڈوبے ہوئے ہونگے اور حساب وکتاب کی ہیبت اور دہشت کی وجہ سے کانپ رہے ہوں گے۔ سفارش کرنے والے درخواست کریں گے کہ کچھ دیر آرام کرو، اس کے بعد میدانِ قیامت میں حکم ہوگا کہ ان کا حساب لیا جائے یہاں پھر سفارشی درخواست کریں گے تاکہ حساب میں معافی مل جائے اور اسی طرح عفو کریں گے اور جب حساب کریں گے تو اس میں مناقشہ نہیں کریں گے کیونکہ جس کے حساب میں مناقشہ ہوا وہ عذاب میں گرفتار ہوا، اس کے بعد انھیں دوزخ میں بھیجا جائے گا یہ مقام پھر شفاعت کا ہے تاکہ وہ دوزخ میں نہ جائیں، جب دوزخ میں چلے جائیں گے اور عذاب ہوگا تو پھر شفاعت کی وجہ سے وہاں سے واپسی

ہوگی۔ اللہ تعالیٰ غفار کے کرم اور حضور علیہ السلام کی شفاعت سے بخشش کی بہت زیادہ امید ہے باقی وہی ہوگا جو اللہ کا حکم ہے کیونکہ ہر شے پر قادر ہے۔

۵۲۰ یہ اس دن کے لمبا اور محنت و مشقت والا ہونے پر دال ہے کیونکہ غم و محنت میں بڑھاپا جلدی آتا ہے۔

۵۲۱ کشف ساق سے مراد، خوف، ہول، شدت اور محنت کا ہونا ہے عربوں کے ہاں اس کا یہی معنی متعارف ہے اصل یہ ہے کہ جب بھی کوئی آدمی محنت و مشقت کا کام کرتا ہے تو وہ اپنی ساق سے پردہ اٹھاتا ہے، اس وجہ سے اس کی پنڈلی ننگی ہو جاتی ہے، قرآن کریم کی آیت یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّیُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ کی تفسیر میں کلام کثیر ہے لیکن اکثر کے نزدیک یہی معنی مذکور ہے۔

۵۲۲ جس کے ابتدائی الفاظ لاتنقطع الھجرۃ ہیں۔ اس میں یہ ذکر ہے کہ آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا

بَابُ النَّفْخِ فِی الصُّوْرِ

صور پھونکے جانے کا بیان

نفخ، پھونک مارنا، صور بالضم وہ شاخ جس میں پھونک ماری جائے یہاں وہ شاخ مراد ہے جس میں حضرت اسرافیل پھونک ماریں گے اور یہ دو مرتبہ ہوگا، ایک مرتبہ زندوں کو ہلاک اور موت کے لیے اور دوسری دفعہ مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کے لیے ہوگا۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۵۲۸۵ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا بَیْنَ النَّفْخَتَیْنِ اَرْبَعُوْنَ قَالُوْا یَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ اَرْبَعُوْنَ یَوْمًا قَالَ اَبَیْتُ قَالُوْا اَرْبَعُوْنَ شَھْرًا قَالَ اَبَیْتُ قَالُوْا اَرْبَعُوْنَ سَنَۃً قَالَ اَبَیْتُ ثُمَّ یُنْزِلُ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیَنْبُتُوْنَ کَمَا یَنْبُتُ الْبَقْلُ قَالَ وَلَیْسَ مِنَ الْاِنْسَانِ شَیْءٌ لَا

پہلی فصل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو صوروں کے درمیان چالیس کا فاصلہ ہے لوگوں نے عرض کیا اے ابوہریرہ کیا چالیس دن؟ فرمایا میں نہیں کہہ سکتا چالیس مہینے، فرمایا میں نہیں کہہ سکتا۔ چالیس سال، فرمایا میں نہیں کہہ سکتا، پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی اتارے گا تو لوگ ایسے اگیں گے جیسے ساگ اگتا ہے اور نہیں ہے انسان کی کوئی چیز مگر وہ گل جائے گی سوائے ایک ہڈی کے

يَبْلٰى اِلَّا عَظْمًا وَّاحِدًا وَّهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ كُلُّ ابْنِ اٰدَمَ يَاْكُلُهُ التُّرَابُ اِلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ مِنْهُ خُلِقَ وَفِيْهِ يُرَكَّبُ ۔

اور وہ ریڑھ کی ہڈی شے ہے اسی شے سے قیامت کے دن مخلوق کی ترکیب دی جائے گی (بخاری ومسلم)
اور مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ سارے انسان کو مٹی کھائے گی سوائے ریڑھ کی ہڈی کے کہ اسی سے پیدا کیا گیا اور اسی میں ترکیب دیا جائے گا ۔

۱ جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اجمالاً کہا تو
۲ میں قطعی طور پر چالیس دن نہیں کہہ سکتا کہ آپ نے یہ فرمایا تھا ۔
۳ جب میں نے حضور علیہ السلام سے اجمالاً سنا یا تفصیلاً سنا تھا مگر میں بھول گیا ہوں تو اب قطعی طور پر قطعاً کچھ نہیں کہہ سکتا کہ آپ کی مراد کیا تھی ۔
۴ پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا
۵ جیسے زمین پر چارہ وسبزہ اگتا ہے ۔ درحقیقت آدمی زاد کے لیے بیج ہوتا ہے جس طرح نباتات کا بیج زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے اور بارش کی وجہ سے وہ اگتا ہے چنانچہ آئندہ جملہ میں اسی طرف اشارہ فرمایا
۶ اس کے تمام اعضاء واجزاء بوسیدہ ہو جائیں گے ماسوائے ایک ہڈی کے ۔
۷ عَجْبُ الذَّنَب ۔ عین پر زبر، جیم ساکن، ذال پر زبر، وہ ہڈی جو آخر پشت دو سرین کے درمیان ہے ۔
اور یہ لفظ باء کے عوض میم کے ساتھ عجم الذنب بھی آیا ہے ۔ عجب اور عجم دونوں کا معنی اصل وجڑ کے ہیں ۔ ذنب کا معنی دم، چونکہ یہ ہڈی دم کی جگہ پہ ہوتی ہے اس لیے اس کا نام ذنب رکھا گیا ہے ۔
۸ آدمی کے جسم کی اسی سے ترکیب وپیوندکاری کی جائے گی ۔
۹ اول خلقت بھی اسی سے اور قیامت کے دن بھی اسی سے ترکیب ہو گی ۔

۵۲۸۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبِضُ اللّٰهُ الْاَرْضَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَطْوِى السَّمَآءَ بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ اَيْنَ مُلُوْكُ الْاَرْضِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالٰی روز قیامت زمین کو سمیٹ لے گا ۱ پھر فرمائے گا کہ میں بادشاہ ہوں، زمینی بادشاہ کہاں ہیں ۲؟ (بخاری ومسلم)

۱ اپنے مبارک پنجہ میں
۲ یہ عظمت، جلال، کبریائی حق سے کنایہ ہے اور خلق کے ذہن میں جو افعال عظیم ہیں ان کی حقارت کا بیان ہے کہ وہ تو اس کے ہاتھ میں ہیں اور اس پر تنبیہ ہے کہ اس جہان کو ختم کرنا اور آسمان کو اٹھانا اس کی قدرت کے لیے

نہایت ہی آسان و حقیر ہے، چونکہ آسمان کو زمین کی نسبت شرف و عظمت ہے اس کے ذکر میں اس ہاتھ کا ذکر کیا کیونکہ وہ بائیں سے افضل ہے پس زمین کو سمیٹ لے گا اور آسمان کو دائیں ہاتھ کے ساتھ لپیٹ دے گا۔

سلے جو بادشاہی کا دعویٰ کرتے تھے۔

۵۲۸۷/۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَطْوِی اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ثُمَّ یَأْخُذُھُنَّ بِیَدِہِ الْیُمْنٰی ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا الْمَلِکُ اَیْنَ الْجَبَّارُوْنَ اَیْنَ الْمُتَکَبِّرُوْنَ ثُمَّ یَطْوِی الْاَرَضِیْنَ بِشِمَالِہٖ وَفِیْ رِوَایَۃٍ یَأْخُذُھُنَّ بِیَدِہِ الْاُخْرٰی ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا الْمَلِکُ اَیْنَ الْجَبَّارُوْنَ اَیْنَ الْمُتَکَبِّرُوْنَ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ لے گا پھر انھیں اپنے داہنے ہاتھ میں پکڑے گا پھر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں کہاں ہیں تکبر کرنے والے پھر زمینوں کو لپیٹ لے گا۔ بائیں ہاتھ کے ساتھ، اور ایک روایت میں ہے کہ انھیں دوسرے ہاتھ میں پکڑے گا پھر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں کہاں ہیں جابر اور تکبر کرنے والے؟

(مسلم)

۵۲۸۸/۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَآءَ حِبْرٌ مِّنَ الْیَھُوْدِ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَلٰی اِصْبَعٍ وَّ الْاَرَضِیْنَ عَلٰی اِصْبَعٍ وَّالْجِبَالَ وَالشَّجَرَ عَلٰی اِصْبَعٍ وَّالْمَآءَ وَالثَّرٰی عَلٰی اِصْبَعٍ وَّسَائِرَ الْخَلْقِ عَلٰی اِصْبَعٍ ثُمَّ یَھُزُّھُنَّ فَیَقُوْلُ اَنَا الْمَلِکُ اَنَا اللّٰہُ فَضَحِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعَجُّبًا مِّمَّا قَالَ الْحِبْرُ تَصْدِیْقًا لَّہٗ ثُمَّ قَرَاَ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہود کا ایک بڑا دانشمند نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا اے محمد! اللہ قیامت کے دن آسمانوں کو ایک انگلی پر اور زمینوں کو ایک انگلی پر اور پہاڑوں اور درختوں کو ایک انگلی پر اور پانی و مٹی کو ایک انگلی پر اور ساری مخلوق کو ایک انگلی پر رکھے گا پھر انھیں ہلائے گا پھر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں، اللہ ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس عالم کے قول پر متعجب ہوتے ہوئے تبسم فرمایا اور اس کی تصدیق کی پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ "ان لوگوں نے اللہ کی قدر نہ کی جو اس کا حق ہے اور زمین ساری اسی کے قبضہ میں ہے قیامت کے دن اور آسمان لپٹے ہوئے ہوں گے اس کے داہنے ہاتھ میں، پاک ہے وہ اور برتر ہے اس سے جسے اس کا شریک ٹھہراتے ہیں سلے

(بخاری و مسلم)

۱؎ یہ تمام چیزیں قدرت وجلالت الٰہی کی تصویر و تمثیل ہیں ورنہ ہاتھ اور انگلیاں اور انھیں حرکت دینا وغیرہ قطعًا نہیں ، کلام عرب میں طریقہ ہے کہ جب کسی کی سخاوت وجود کو بیان کرنا ہو تو کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھ کشادہ و فراخ ہیں یا کہتے ہیں اس کے ہاتھ نہیں، اس کے ہاتھ کاٹ دیے گئے ہیں یا وہ خلقتہً بے ہاتھ پیدا کیا گیا ہے یا کوئی شخص سلطنت و ملک چلا رہا ہے ، اسکے وصف میں کہتے ہیں کہ فلاں تخت پر بیٹھا ہے اگرچہ تخت نہ ہو یا ہو مگر بیٹھا نہ ہو ۔ قرآن وحدیث کے متشابہات میں یہی مسلک درست ہے بغیر اس کے ان میں تاویل کی جائے اور کہا جائے کہ ہاتھ سے مراد یہ ہے ۔

۲؎ آپ کا تعجب بطور تکذیب نہ تھا بلکہ آپ نے اس کی تصدیق فرمائی کہ یہ درست ہے ۔

۳؎ جنھوں نے غیر خدا کو اس کا شریک بنا ڈالا اور اس کے کمال قدرت وعظمت پر ایمان نہ لائے یعنی اسے جس طرح پہچاننا چاہیے تھا نہ پہچانا جس طرح اس کی تعظیم کرنی چاہیے تھی نہ کی جس طرح اس کی پرستش کرنی چاہیے تھی نہ کی

۴؎ جو کچھ یہودی نے کہا تھا یہ اس کی تفسیر وتفصیل تھی ۔

۵۲۸۹ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِهٖ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ فَاَيْنَ يَكُوْنُ النَّاسُ يَوْمَئِذٍ قَالَ عَلَى الصِّرَاطِ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کے بارے میں پوچھا کہ اس دن زمین کو دوسری زمین سے بدل دیا جائے گا[۱] اور آسمانوں کو[۲] تو اس دن انسان کہاں ہوں گے[۳] ۔ فرمایا پل صراط پر[۴] (مسلم)

۱؎ اس زمین کو تبدیل کرکے دوسری زمین اور آسمان کو تبدیل کرکے دوسرا آسمان پیدا کر دیا جائے گا ۔

۲؎ جب آسمان وزمین کو بدل دیا جائے گا

۳؎ یا وہی پل صراط مراد ہے جو ہمارے ہاں مشہور ومعروف ہے یا ہر راہ مراد ہے کیونکہ صراط کا اصلی معنی راہ ہے ۔

۴؎ تبدیلی دو طرح کی ہوتی ہے ایک ذات میں تبدیلی مثلاً دراہم کو دنانیر میں بدلنا ، دوسری تبدیلی صفات میں جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ میں نے حلقہ کو انگوٹھی میں بدل دیا یعنی حلقہ کو پگھلا کر خاتم کی شکل بنالی یا یہ کہ ذات تو وہی ہے مگر اس کی صفت وہیئت دوسری ہوگی ۔ زمین وآسمان کی تبدیلی دوسرے آسمان وزمین کے ساتھ دونوں احتمال رکھتی ہے ۔ تبدیلی صفات میں اکثر آثار واخبار ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں کہ زمین وہی ہوگی مگر صفات میں تبدیلی آجائے گی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ زمین خوب فراخ کر دی جائے گی اس میں بلندی وپستی نہ رہے ۔ اللہ تعالٰی اس بات پر قادر ہے کہ اس زمین وآسمان کی جگہ دوسری زمین وآسمان پیدا فرمادے چنانچہ بعض آثار واخبار اس کی تائید کرتے ہیں ۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ زمین چاندی کی اور آسمان سونے کا ہوگا حضرت ابن مسعود

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایسی زمین پیدا کی جائے گی جو سفید و پاکیزہ ہو گی ۔ اس پر کوئی گناہ نہ ہوا ہو گا ۔ ظاہر طور پر یہ حدیث حضرت عائشہ کا سوال اور حضور علیہ السلام کا جواب مبارک اسی طرف متوجہ کرتا ہے ۔ کذا قال الطیبی

۵۲۹۰ / ۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ مُكَوَّرَانِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: چاند اور سورج کو قیامت کے روز لپیٹ[1] دیا جائے گا ۔ (بخاری)

[1] انھیں ایک گوشے میں پھینک دیا جائے گا جس طرح کسی کپڑے کو لپیٹ کر کہیں ڈال دیا جاتا ہے یا اس کے نور کو لپیٹ دیا جائے گا یعنی اس کی روشنی آفاق سے ختم ہو جائے گی اور اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے گا ۔ ایک روایت میں ثوران کی جگہ توران مروی ہے ۔ ۱۲

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۵۲۹۱ / ۷ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَیْفَ اَنْعَمُ وَصَاحِبُ الصُّوْرِ قَدِ الْتَقَمَهٗ وَاَصْغٰی سَمْعَهٗ وَحَنٰی جَبْهَتَهٗ یَنْتَظِرُ مَتٰی یُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا تَاْمُرُنَا قَالَ قُوْلُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے کیسے خوشی ہو جبکہ صور پھونکنے والے نے اسے سنبھال رکھا ہے کان لگائے ہوئے[1] ہیں پیشانی جھکائی ہوئی[2] ہے، انتظار کر رہا ہے کہ کب پھونکنے کا حکم فرما دیا جائے گا ۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟ فرمایا یہ کہا کرو ہمیں[3] اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہت ہی اچھا کارساز ہے ۔ (ترمذی)

[1] اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف تاکہ حکم ہو تو میں اسے پھونک دوں ۔
[2] جیسے کہ باجا بجانے والے کی کیفیت ہوتی ہے یعنی تیار کھڑا ہے ۔
[3] ہم اپنے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور اسی کے فضل و کرم پر بھروسہ کرتے ہیں ۔ ہم اپنے اعمال پر بھروسہ نہیں کرتے یہ ایسے کلمات ہیں جو تکلیف و شدت کے وقت کہے جائیں تو اس سے راحت نصیب ہو جاتی ہے ۔

۵۲۹۲ / ۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصُّوْرُ قَرْنٌ یُنْفَخُ فِیْهِ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالدَّارِمِیُّ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا صور ایک سینگ ہے جس میں پھونکا جائے گا[1] ۔ (ترمذی، ابوداؤد، الدارمی)

[1] اس شاخ کی عظمت کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، اس کی توصیف وتصویر اور عظمت کے بارے میں کثرت کے ساتھ آثار واخبار آئے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۵۲۹۳ (۹) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ الصُّوْرِ قَالَ وَالرَّاجِفَةُ النَّفْخَةُ الْاُوْلٰى وَالرَّادِفَةُ الثَّانِيَةُ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ تَرْجَمَةِ بَابٍ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد[1] فَاِذَا نُقِرَ[2] فِي النَّاقُوْرِ کے بارے میں فرمایا صور ہے اور راجفہ سے[3] مراد پہلی بار پھونکنا اور رادفہ سے[4] دوسری دفعہ پھونکنا مراد ہے (بخاری[5] نے اسے عنوان میں ذکر کیا ہے)

[1] اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا
[2] جب صور میں پھونکا جائے گا تو وہ دن کافروں پر سخت ہوگا۔
[3] اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ
[4] اس سے زمین و پہاڑ ہل جائیں گے یہ رجف سے بنا ہے جس کا معنی کانپنا اور لرز جانے کے ہیں اور رادفہ ردف سے بنا ہے جس کا معنی کسی کے پیچھے آنا ہے۔
[5] اس روایت کو امام بخاری نے حضرت ابن عباس سے اپنی صحیح میں عنوان میں ذکر کیا ہے۔

۵۲۹۴ (۱۰) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاحِبَ الصُّوْرِ وَقَالَ عَنْ يَمِيْنِهٖ جِبْرَائِيْلُ وَعَنْ يَسَارِهٖ مِيْكَائِيْلُ۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صاحب[1] صور کا ذکر فرمایا اور فرمایا: اس کی دائیں جبرئیل اور بائیں طرف میکائیل ہیں[2]

[1] جن کے سپرد صور پھونکنا ہے یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام
[2] پھونکنے کے وقت ایسا ہوگا

۵۲۹۵ (۱۱) وَعَنْ اَبِيْ رَزِيْنِ الْعُقَيْلِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يُعِيْدُ اللّٰهُ الْخَلْقَ وَمَا اٰيَةُ ذٰلِكَ فِيْ خَلْقِهٖ قَالَ اَمَا مَرَرْتَ بِوَادِيْ قَوْمِكَ جَدْبًا ثُمَّ مَرَرْتَ بِهٖ يَهْتَزُّ خَضِرًا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَتِلْكَ اٰيَةُ اللّٰهِ فِيْ خَلْقِهٖ كَذٰلِكَ يُحْيِي اللّٰهُ الْمَوْتٰى۔

حضرت ابو رزین[1] عقیلی[2] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ مخلوق کو کیسے لوٹا دے[3] گا اور اس کی خلقت میں اس کی نشانی کیا[4] ہے؟ فرمایا کیا تم اپنی قوم کے جنگل میں خشک[5] سالی میں نہیں گزرے تھے[6] پھر وہاں اس وقت نہ گزرے جب سبزہ سے لہلہا رہی ہیں، میں نے عرض کیا

(رَوَاهُمَا رَزِیْنٌ)

ہاں تو یہ اللہ کی نشانی ہے۔ اس کی خلوق میں اس طرح اللہ تعالیٰ مُردے زندہ کردے گا۔ (ان دونوں روایات کو رزین نے روایت کیا ہے)

۱ رزین، راء پر زبر، زاء کے نیچے زیر

۲ العقیلی، عین پر پیش، قاف پر زبر، ان کا نام لقیط بن عامر ہے۔ لام پر زبر۔ مشہور صحابی ہیں، ان کا شمار اہلِ طائف میں ہوتا ہے۔

۳ بوسیدہ اور خاک ہونے کے بعد

۴ جس سے دوبارہ تخلیق کی نشان دہی ہو رہی ہو۔

۵ جدب، جیم پر زبر، دال ساکن یا مکسور، خشک سالی یہ خصب خاء مکسور کی ضد ہے۔

بَابُ الْحَشْرِ

قیامت کا بیان

صراح میں ہے حشر کا معنی ابھارنا، روندنا اور اٹھانا ہے اس سے قیامت کے دن کو یوم الحشر کہا جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قبور سے مُردوں کو دوبارہ زندہ کرکے وہاں لے جایا جائے گا اسے محشر (شین کے نیچے زیر یا زبر) بھی کہا جاتا ہے باقی حشر دو ہیں ایک قیامت کے بعد جیسا کہ اوپر آیا اور دوسرا قیامت سے پہلے اس کی علامت کے طور پر جیسے کہ حدیث میں ہے کہ جانبِ مشرق سے آگ آئے گی جو لوگوں کو محشر میں یعنی شام کی زمین پر لے جائے گی جیسا کہ گذر چکا یہاں معنی اوّل مراد ہے۔ بعض احادیث ایسی بھی ہوں گی جن میں دو معانی کا احتمال ہوگا اسی لیے اہلِ علم دونوں احتمال کے قائل ہیں لیکن ظاہر پہلا ہی ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۵۲۹۶ عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰی اَرْضٍ بَيْضَاءَ عَفْرَاءَ كَقُرْصَةِ النَّقِيِّ لَيْسَ فِيْهَا عَلَمٌ لِاَحَدٍ۔

پہلی فصل

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ قیامت کے دن اس سفید زمین میں جمع کیے جائیں گے جو میدہ کی روٹی کی طرح ہے جس میں کسی کا نشان نہ ہوگا

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (بخاری و مسلم)

لے جو سخت نہ ہوگی، اس کی سفیدی مائل بسرخی ہوگی ۔
لے یہ رنگ میں تشبیہ ہے
سے وہاں کسی تعمیر کا نشان نہ ہوگا یعنی ہموار ہوگی وہاں کوئی بلندی اور پستی نہ ہوگی یا معنی یہ ہے کہ وہاں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے تصرف و ملکیت کا کوئی نشان نہ ہوگا ۔

۵۲۹۷ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُوْنُ الْاَرْضُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ خُبْزَةً وَّاحِدَةً يَتَكَفَّأُهَا الْجَبَّارُ بِيَدِهٖ كَمَا يَتَكَفَّأُ اَحَدُكُمْ خُبْزَتَهٗ فِی السَّفَرِ نُزُلًا لِاَهْلِ الْجَنَّةِ فَاَتٰى رَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ بَارَكَ الرَّحْمٰنُ عَلَيْكَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ اَلَا اُخْبِرُكَ بِنُزُلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ بَلٰى قَالَ تَكُوْنُ الْاَرْضُ خُبْزَةً وَّاحِدَةً كَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْنَا ثُمَّ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ ثُمَّ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكَ بِاِدَامِهِمْ بَالَامٌ وَالنُّوْنُ قَالُوْا وَمَا هٰذَا قَالَ ثَوْرٌ وَّنُوْنٌ يَاْكُلُ مِنْ زَائِدَةِ كَبِدِهِمَا سَبْعُوْنَ اَلْفًا ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن زمین ایک روٹی ہو جائے گی جسے اللہ تعالیٰ اپنے دست[لے] قدرت سے تیار کرے گا، جیسے تم میں سے کوئی سفر[لے] میں اپنی روٹی تیار کرتا ہے جنت والوں کی مہمانی[سے] کے لیے۔ پھر ایک یہودی شخص حاضر ہوا بولا اے ابوالقاسم! اللہ آپ پر برکت نازل کرے کیا میں آپ کو جنتیوں کی مہمانی جو قیامت کے دن ہوگی اس کے متعلق خبر نہ دوں ۔ فرمایا ہاں ۔ بولا زمین ایک روٹی ہو جائے گی جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ۔ تب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھا پھر[ھے] تبسم فرمایا حتیٰ کہ آپ کی داڑھیں مبارک ظاہر ہوئیں پھر بولا کیا میں آپ کو ان کے سالن کی خبر نہ دوں بالام اور مچھلی ۔ صحابہ نے عرض کیا وہ کیا چیز ہے؟ بولا بیل اور مچھلی کہ ان دونوں کی کلیجی کے ٹکڑے سے ستر ہزار کھائیں گے ۔ (بخاری و مسلم)

لے جیسا کہ عادت ہے کہ روٹی کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی طرف ڈالا جاتا ہے تاکہ وہ برابر ہو جائے پھر اسے آگ پر ڈال دیا جاتا ہے تاکہ پک جائے ۔
لے سفر میں جلدی سے پکاتے ہیں سُفر سین پر پیش یا زبر یہ سفرہ کی جمع ہے بمعنی دستر خوان ۔
سے نزل، نون اور زاء پر پیش یا زاء ساکن ۔ وہ کھانا جو پہلی بار مہمان کے لیے لایا جاتا ہے واضح رہے کہ ظاہر حدیث اس پر دال ہے کہ زمین نان ہو جائے گی اور اس طرح نان سے بدل جائے گی کہ جنتیوں کا کھانا بن جائے گی کہ عملاً بہشت میں جانے والے اسے کھائیں گے ۔ بعض شارحین نے اسے ظاہر پر محمول کرتے ہوئے فرمایا کہ باری تعالیٰ کی قدرت سے یہ بعید نہیں کہ زمین روٹی سے بدل جائے اور اہل بہشت اسے استعمال کریں دیگر علماء نے فرمایا کہ ہم بھی باری تعالیٰ کی قدرت سے اسے بعید

نہیں سمجھتے لیکن دلیل سمعی بصورت نص ہمارے پاس نہیں۔ حالانکہ یہ بھی احادیث میں ہے کہ اس وقت خشکی وتری آگ سے پُر ہوگی جو دوزخ کے ساتھ پیوست ہوگی لہٰذا یہاں مقصود محض زمین کو سفیدی میں اس روٹی کے ساتھ تشبیہ دینا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ اہلِ جنت کے لیے مہمان کے طور پر اولاً پیش فرمائے گا اس کے ضمن میں بہشت کی عظمت کا تذکرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت کی عظیم نعمتوں میں جو ایک روٹی اہلِ جنت کو عطا کرے گا وہ اتنی عظیم ہے کہ تمام روئے زمین ایک روٹی کی مقدار ہے پس یہاں صرف تشبیہ محذوف ہے۔

سکہ یہ فرمانِ نبوی کے بعد

ھ کیونکہ حضور کی بات اس کی بات کے موافق تھی جو یہودی نے تورات کے حوالے سے کہی تھی اور اس سے صحابۂ کرام کے ایمان اور یقین میں پختگی پیدا ہوئی۔

ک ان دانتوں کو علم وعقل کے دانت کہا جاتا ہے کیونکہ یہ بلوغ اور کمالِ عقل کے بعد پیدا ہوتے ہیں انھیں نواجذ کہتے ہیں بعض اوقات مطلق داڑھوں کو کہہ دیا جاتا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہاں عقل کی داڑھیں مراد ہیں کیونکہ ان کا ظاہر ہونا خوب بُعد رکھتا ہے۔

۵۲۹۸/۲ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی ثَلٰثِ طَرَآئِقَ رَاغِبِیْنَ رَاهِبِیْنَ وَاِثْنَانِ عَلٰی بَعِیْرٍ وَّثَلٰثَةٌ عَلٰی بَعِیْرٍ وَّاَرْبَعَةٌ عَلٰی بَعِیْرٍ وَّعَشَرَةٌ عَلٰی بَعِیْرٍ وَتَحْشُرُ بَقِیَّتَهُمُ النَّارُ تَقِیْلُ مَعَهُمْ حَیْثُ قَالُوْا وَتَبِیْتُ مَعَهُمْ حَیْثُ بَاتُوْا وَتُصْبِحُ مَعَهُمْ حَیْثُ اَصْبَحُوْا وَتُمْسِیْ مَعَهُمْ حَیْثُ اَمْسَوْا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ تین طریقوں سے جمع کیے جائیں گے رغبت[1] کرنے، خوف[2] کرنے، اور دو ایک اونٹ پر اور تین ایک اونٹ پر اور چار ایک اونٹ پر اور دس ایک اونٹ[3] پر، باقیوں کو آگ جمع کرے گی، ان کے ساتھ قیلولہ کرے گی جہاں وہ لوگ قیلولہ کریں گے اور رات گزاریں گے وہ انکے ساتھ رات گزارے گی اور ان کے ساتھ صبح کرے گی، جہاں صبح کریں گے ان کے ساتھ صبح کرے گی اور ان کے ساتھ شام کرے گی جہاں وہ شام کریں گے۔ (بخاری ومسلم)

سلہ بہشت اور فضل ورحمت الیسی ہیں کیونکہ انکی صفت ہے لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (ان پر کسی کا خوف نہیں اور نہ کسی قسم کا غم)

سکہ جہنم کے عذاب اور اللہ رب العزت کے غضب وناراضگی سے

سکہ یہ بطور تمثیل ان دونوں مذکورہ اقسام کے لوگوں کے مراتب کی تفصیل ہے جس کا مرتبہ بلند ہوگا اس میں شرکت تھوڑی اور سرعت وسبقت زیادہ، چار اور اس کے درمیانی اعداد کا ذکر نہیں کیا تاکہ قیاساً سمجھ لیا جائے، ایک اونٹ پر متعدد افراد کا ہونا یا بطور اجتماع ہے یا بطریق لقامت کہ ہر ایک باری باری سوار ہوگا، اونٹ پہ ایک سوار ہوگا اس کا ذکر نہیں کیا کیونکہ یہ مرتبہ حضرات انبیاء ومرسلان کرام کا ہے اور یہاں مقصود امتوں کے احوال کا بیان ہے۔

سے یہ تیسرے فرقہ کا بیان ہے کہ جن کے ساتھ آگ مصاحب و ملازم ہو گی ۔

ھ یعنی صبح و شام، دن رات ان کے ساتھ ہو گی اور انھیں جاتی ہو گی اور انھیں وہ محشر میں لائے گی ۔ واضح رہے کہ فصل ثانی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث آرہی ہے کہ لوگوں کا حشر تین اقسام پر ہے ۔ ایک قسم پیدل دوسرے قسم سوار اور تیسری قسم منہ کے بل ۔ یہ حدیث بھی انھی اقسام کو شامل ہے سوار اور منہ کے بل چلنے والوں کا ذکر تو صراحۃً ہے مگر پاؤں پر چلنے والوں کا ذکر معناً مضمر ہے اور اس کی تفصیل شرح میں ہے وہاں ملاحظہ کیجئے شارحین کا اختلاف ہے کہ یہ حشر روز قیامت قبور سے اٹھنے کے بعد ہے یا علامات قیامت سے پہلے اور محشر کی طرف جانے سے پہلے ہے جو کہ شام کی زمین ہے پہلا معنی صواب ظاہر اور درست ہے ۔

۵۲۹۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّكُمْ مَّحْشُوْرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَرَأَ كَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ وَ اَوَّلُ مَنْ يُّكْسٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِبْرَاهِيْمُ وَاِنَّ اُنَاسًا مِّنْ اَصْحَابِيْ يُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ اُصَيْحَابِيْ اُصَيْحَابِيْ فَيَقُوْلُ اِنَّهُمْ لَنْ يَّزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ مُذْ فَارَقْتَهُمْ فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ اِلٰى قَوْلِهٖ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم ننگے پاؤں، ننگے جسم، اور ختنہ[1] کے بغیر اٹھائے جاؤ گے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "جیسے ہم نے پہلی دفعہ پیدا فرمایا دوبارہ[2] بھی پیدا کریں گے یہ ہم پر وعدہ[3] لازم ہے، بے شک ہم کرنے والے ہیں اور قیامت میں جن کو سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت[4] ابراہیم ہوں گے اور میرے کچھ ساتھیوں کو بائیں[5] جانب سے پکڑا جائے گا میں کہوں[6] گا کہ یہ تو میرے ساتھی ہیں میرے ساتھی ہیں، فرمایا جائے گا جب سے ان سے جدا ہوئے یہ اپنی ایڑیوں پر پھرتے ہی رہے میں وہی کہوں گا جو عبد صالح نے کہا تھا کہ میں ان پر گواہ تھا جب تک ان میں رہا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بے شک تو غالب حکمت والا ہے

(بخاری و مسلم)

سلہ غُرل، غین پر پیش، را ساکن، اغرل بمعنی تعلف کی جمع ہے نا ختنہ شدہ

سلہ یعنی قبور سے

سلہ یہ دوبارہ پیدا کرنا

سکہ کیونکہ راہِ خدا میں سب سے پہلے اسی ذات کو ننگا کیا گیا تھا جب انھیں مخالفین نے آگ میں پھینکا تھا یاد رہے اس سے ان کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل ہونا لازم نہیں آتا، کیونکہ یہ اکرام و اعزاز آپ کے علاقہ ابوت کی وجہ سے ہو سکتا ہے، بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی لباس میں اٹھایا جائے گا جس میں آپ کی تدفین ہوئی تھی ۔

۵۵ کیونکہ عاصی اور گنہگار اسی جانب ہوں گے ۔
۵۶ میں بطور تحسر اور ان کی خلاصی کے لیے
۵۷ اصیحابی، جمع قلت اور تصغیر کا صیغہ، ان کی قلت تعداد کی وجہ سے ہے ۔
۵۸ بقصد شکایت اور ان کے عذاب کا سبب بیان کرتے ہوئے
۵۹ یہ آپ کے دین سے پلٹ گئے تھے ۔
۶۰ یعنی جو کچھ اپنی قوم کے چھٹکارا کے لیے بطور عذر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کریں گے میں بھی وہی کچھ عرض کروں گا ۔
۶۱ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کریں گے، اے اللہ! جب تک میں ان میں رہا ان کے حال سے واقف رہا میں نے انھیں کفر پر نہیں چھوڑا اس وقت حق پر تھے جب تو نے مجھے ان سے اٹھالیا تو اب ان کے حال سے تو ہی واقف ہے اور تو ہر غائب وحاضر کو جاننے والا ہے اب اگر تو انکی عذاب و گرفت فرمانا چاہتا ہے تو یہ تیرے بندے ہیں جو چاہتا ہے ان سے فرما کوئی تیرے آگے دم نہیں مار سکتا اور اگر تو انھیں معاف فرما دے تو تو علیم وحکیم ہے جو چاہتا ہے کرسکتا ہے ۔
۶۲ شارحین نے فرمایا ہے کہ یہاں اصحاب سے مراد خواص نہیں کیونکہ بالیقین معلوم ہے کہ اصحاب خواص میں سے کوئی بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مرتد نہیں ہوا البتہ کچھ لوگ دیہاتی جو اصحاب مسیلمہ واسود یا مؤلفۃ قلوب جو دین میں بصیرت اور ایمان میں قوت نہ رکھتے تھے مرتد ہوئے یا یہاں ردت سے مراد دین اسلام سے رجوع نہیں، بعض راہ حقوق میں استقامت سے خروج، بعض امور میں مرتبہ حسن اخلاق، صدق نیت میں کمی اور فتنہ وفساد کی وجہ سے احکام ابلیس کی رعایت کرنا ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم پر کفر اور بت پرستی کی وجہ سے نہیں ڈرتا لیکن دنیا اور اس کی آفات کی مداخلت سے ڈرتا ہوں اسی طرح علماء نے فرمایا ہے ۔

۵۳۰۰ ۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ جَمِيْعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اَلْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ اَنْ يَّنْظُرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، روز قیامت لوگوں کو ننگے پاؤں، ننگے جسم اور ختنہ کے بغیر اکٹھا کیا جائے گا میں نے عرض کیا یارسول اللہ مرد اور عورتیں اکٹھے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے ۱؎ فرمایا: اے عائشہ! بات اس سے زیادہ سخت ہے کہ ایک دوسرے کی طرف دیکھا جائے ۔
(بخاری ومسلم)

۱؎ اس میں کیا حکمت ہے ؟

سلہ اس دن اتنا سخت معاملہ ہوگا کہ کسی کو دیکھنے کی مجال و فرصت اور شعور ہی نہ ہوگا۔

۵۳۰۱ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ اَلَيْسَ الَّذِيْ اَمْشَاهُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ فِي الدُّنْيَا قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُّمْشِيَهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا نبی اللہ! روزِ قیامت کافر اپنے چہرے کے بل کس طرح محشر میں لایا جائے گا؟ فرمایا جس نے دنیا میں دو پاؤں پر چلایا، وہ اس پر قادر نہیں کہ اسے روزِ قیامت منہ کے بل چلا لے (بخاری و مسلم)

سلہ کیا چہرے کے بل چلنا ممکن ہے ؟

۵۳۰۲ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَلْقٰى اِبْرَاهِيْمُ اَبَاهُ اٰزَرَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَعَلٰى وَجْهِ اٰزَرَ قَتَرَةٌ وَّغَبَرَةٌ فَيَقُوْلُ لَهٗ اِبْرَاهِيْمُ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ لَا تَعْصِنِيْ فَيَقُوْلُ لَهٗ اَبُوْهُ فَالْيَوْمَ لَا اَعْصِيْكَ فَيَقُوْلُ اِبْرَاهِيْمُ يَا رَبِّ اِنَّكَ وَعَدْتَنِيْ اَنْ لَّا تُخْزِيَنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ فَاَيُّ خِزْيٍ اَخْزٰى مِنْ اَبِي الْاَبْعَدِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنِّيْ حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ يُقَالُ لِاِبْرَاهِيْمَ اُنْظُرْ مَا تَحْتَ رِجْلَيْكَ فَيَنْظُرُ فَاِذَا هُوَ بِذِيْخٍ مُّتَلَطِّخٍ فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهٖ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم اپنے باپ آزر[1] سے روزِ قیامت ملیں گے آزر کے منہ پر سیاہی[2] اور میٹلا رنگ ہوگا ان سے ابراہیم فرمائیں گے کہ کیا میں نے تم سے یہ نہ کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کر ان کے باپ کہیں گے کہ اب میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا، جناب ابراہیم علیہ السلام کہیں گے اے رب! تو نے مجھ سے وعدہ[3] کیا ہے کہ جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے تو مجھے رسوا نہ کرے گا تو میرے ہلاکت والے باپ سے بڑھ کر کون سی رسوائی بڑی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے کفار پر جنت حرام کردی[4] ہے، پھر حضرت ابراہیم سے کہا جائے گا کہ تمھارے پاؤں کے نیچے کیا ہے، وہ دیکھیں گے کہ وہ ایک لتھڑے[5] ہوئے بھیڑیے پر ہیں پھر آزر کے ہاتھ پاؤں پکڑ لیے جائیں گے اسے آگ میں ڈال دیا جائے[6] گا (بخاری)

سلہ بعض علماء رحمہم اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام آباء ہر قسم کے شرک و کفر سے پاک و مطہر ہیں، آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا ہیں، انھیں مجازاً باپ کہہ دیا ہے والد کا نام تارخ ہے۔ اسی لیے اباہ کو لفظ آزر کے ساتھ مقید کر دیا گیا ہے۔

سلہ قترۃ، غبرۃ، دونوں کے ابتدائی دونوں حروف پر فتحہ یعنی غبار ہیں لیکن قترت اس غبار کو کہا جاتا ہے جس میں سیاہی ہو اور اس کدورت کو بھی کہتے ہیں جو غم و حزن کی وجہ سے چہرے پر آئے۔

۵۲ اور جو کچھ میں اپنے رب کی طرف سے بیان کرتا ہوں اس میں اطاعت کر۔
۵۳ آج میری تو شفاعت کر
۵۴ تو نے میری دعا قبول فرماتے ہوئے
۵۵ جو آپ نے دعاء مغفرت کی تھی وہ یہاں سُود مند نہیں۔
۵۶ ذِیخ، ذال مکسور، یاء ساکن، بھیڑیا، قاموس میں الذیخ بالکسر بمعنی بھیڑیا، بعض نسخوں میں ذبح باء اور حاء کے ساتھ بمعنی مذبوح مٹی اور گوبر سے آلودہ۔
۵۷ یہ آزر کی حالت کا بیان ہے کہ اسے مسخ و رسوا کر کے دوزخ میں ڈالا جائے گا تاکہ حضرت ابراہیم کے دل میں جو مہر و محبت تھی ختم ہو جائے۔ شارحین نے بیان کیا ہے کہ اگرچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دنیا میں آزر سے برات کا اعلان کر دیا تھا لیکن قیامت کے دن دیکھیں گے تو محبت پدری میں جوش آجائے گا تو پھر دعاء مغفرت کریں گے کہ شاید قبول ہو جائے مگر پھر جب انھیں مسخ شدہ دیکھیں گے تو برات کا اظہار کریں گے، بعض نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آزر کی کفر پر موت پر یقین نہ تھا ممکن ہے کہ وہ سرًّا ایمان پر فوت ہوا ہو انھوں نے برات ظاہری کی وجہ سے کی تھی۔ روز قیامت اس کے کفر کا یقین ہو جائے گا لہذا وہ وہاں بالکلیۃ برات کا اعلان فرمائیں گے۔

۵۳۰۳ (۸) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرَقُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يَذْهَبَ عَرَقُهُمْ فِى الْاَرْضِ سَبْعِيْنَ ذِرَاعًا وَّيُلْجِمُهُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ اٰذَانَهُمْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور انھی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: روز قیامت لوگ پسینہ پسینہ ہو جائیں گے حتی کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر گز چلا جاوے گا اور ان کی لگام بن جائے گا[۱] حتی کہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

۱ پسینہ ان کے ٹخنوں تک پہنچ جائے گا جو انھیں گفتگو نہیں کرنے دے گا۔ حتی کہ ان کے کانوں تک بھی پہنچ جائے گا۔

۵۳۰۴ (۹) وَعَنِ الْمِقْدَادِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تُدْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰى تَكُوْنَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ الْمِيْلِ فَيَكُوْنُ النَّاسُ عَلٰى قَدْرِ اَعْمَالِهِمْ فِى الْعَرَقِ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ اِلٰى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ اِلٰى حَقْوَيْهِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّلْجِمُهُمُ الْعَرَقُ اِلْجَامًا وَّاَشَارَ رَسُوْلُ

حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن سورج مخلوق سے قریب کر دیا جائے گا حتی کہ ان سے[۱] میل کی مقدار رہ جائے گا تو لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینہ میں ہوں گے بعض وہ ہوں گے کہ ان کے ٹخنوں تک پسینہ ہوگا[۲] بعض وہ ہوں گے جن کے گھٹنوں تک ہوگا اور بعض کے کمر تک اور ان میں بعض وہ ہوں گے کہ پسینہ ان کی لگام تک[۳] جائے گا اور رسول اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِہٖ اِلٰی فِیْہِ۔
(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ (المسلم)

[1] قدیم الاسلام صحابی، اسلام لانے والوں میں چھٹے ہیں۔ بدر اور دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ فضلاء اور کبار صحابہ میں سے ہیں۔ حضرت علی اور دیگر صحابہ نے ان سے روایت کی ہے دوسرے مقامات پہ ان کے احوال کا تذکرہ ہے۔

[2] جو کہ فرسنگ کا تہائی ہے بعض کے نزدیک اس سے مراد سرمچو ہے مقصود نہایت قرب ہے۔

[3] اس جماعت کے اعمال زیادہ بہتر ہوں گے دیگر کو ان پر قیاس کرو۔

[4] یعنی منہ تک بلکہ منہ کے اندر پہنچ جائے گا۔

٥٣٠٥ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی یَا اٰدَمُ فَیَقُوْلُ لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ کُلُّہٗ فِیْ یَدَیْکَ قَالَ اَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ قَالَ وَمَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ مِنْ کُلِّ اَلْفٍ تِسْعَ مِائَۃٍ وَّتِسْعَۃً وَّتِسْعِیْنَ فَعِنْدَہٗ یَشِیْبُ الصَّغِیْرُ وَتَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَہَا فَتَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی وَمَا ھُمْ بِسُکٰرٰی وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِیْدٌ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَاَیُّنَا ذٰلِکَ الْوَاحِدُ قَالَ اَبْشِرُوْا فَاِنَّ مِنْکُمْ رَجُلًا وَّمِنْ یَّاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ اَلْفٌ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اَرْجُوْ اَنْ تَکُوْنُوْا رُبُعَ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَکَبَّرْنَا فَقَالَ اَرْجُوْ اَنْ تَکُوْنُوْا ثُلُثَ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَکَبَّرْنَا فَقَالَ اَرْجُوْ اَنْ تَکُوْنُوْا نِصْفَ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَکَبَّرْنَا قَالَ مَا اَنْتُمْ فِی النَّاسِ اِلَّا کَالشَّعْرَۃِ السَّوْدَآءِ فِیْ جِلْدِ ثَوْرٍ اَبْیَضَ اَوْ کَشَعْرَۃٍ بَیْضَآءَ فِیْ جِلْدِ ثَوْرٍ اَسْوَدَ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا[1] اے آدم! وہ عرض کریں گے، اے اللہ! میں حاضر ہوں خدمت[2] گذار ہوں اور ساری بھلائی تیرے قبضہ میں ہے فرمائے گا آگ کا حصہ[3] نکالو۔ عرض کریں گے آگ کا حصہ کیا ہے فرمائے گا ہر ہزار[4] سے نو سو ننانوے اس وقت بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور ہر حمل[5] والی اپنا حمل گرا دے گی اور تم لوگوں کو نشہ[6] میں دیکھو گے حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب سخت ہے لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! وہ ایک ہم میں[7] سے کون[8] ہوگا۔ فرمایا[9] خوش ہو جاؤ[10] کہ تم میں سے ایک اور[11] یاجوج ماجوج میں سے ایک ہزار۔ پھر فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان، میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگ جنتیوں کے چوتھائی ہو گے تو ہم نے تکبیر کہی[12]۔ پھر فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ تم جنتیوں کے تہائی ہو گے ہم نے تکبیر کہی پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ تم جنتیوں میں آدھے ہو گے ہم نے تکبیر کہی۔ تم لوگوں میں[13] نہیں مگر ایسے جیسے سفید بال کی کھال میں ایک کالا بال یا جیسے کالے بال کی کھال میں ایک سفید بال۔
(بخاری و مسلم)

لہ روز قیامت آواز دیتے ہوئے فرمائے گا

لہ اے پروردگار! میں فرمانبرداری کے لیے حاضر ہوں

لہ یعنی وہ اپنی اولاد میں سے جن کو دوزخ میں ڈالنا ہے اسے جدا کرو

لہ ہزار میں سے ایک جنتی باقی دوزخی ہوں گے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت میں ہر سو سے ننانوے کا ذکر ہے۔ شیخ ابن حجر نے فرمایا یہ ممکن ہے کہ حدیث ابوسعید تمام ذریت آدم پر محمول ہو اور حدیث ابوہریرہ یاجوج ماجوج کے علاوہ پر محمول ہو۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ حدیث ابوسعید میں یاجوج ماجوج کا ذکر ہے اور حدیث ابوہریرہ میں اس کا تذکرہ نہیں یا پہلی حدیث تمام مخلوق سے متعلق ہے اور دوسری امت مرحومہ کے ساتھ مخصوص ہے، یا حدیث ابوسعید میں دوزخیوں کا جو ذکر ہے وہ تمام کفار اور گنہ گاروں کو شامل ہے اور حدیث ابوہریرہ میں صرف مومن گنہ گار مراد ہیں امام کرمانی کہتے ہیں کہ مقصد تعداد نہیں بلکہ یہ بتانا ہے کہ مومنین کی تعداد کم اور کفار کی تعداد زیادہ ہوگی۔

ہ یعنی بالفرض اگر اس وقت کوئی خاتون حاملہ ہو تو اس کا حمل اس حال کی وجہ سے گر جائے گا، بعض شارحین نے کہا کہ ہر حاملہ خاتون کا حشر بھی حاملہ کی صورت میں ہوگا مگر اس ہیبت کی وجہ سے حمل ساقط ہو جائے گا۔ حنفی مذہب ہے بچوں میں بھی یہی تاویل ہے کہ وہ اٹھیں گے بچے مگر اس حال کی سختی کی وجہ سے وہ بوڑھے ہو جائیں گے پھر جنت جاتے وقت جوان ہوں گے، درست یہ ہے کہ یہاں مقصود مخصوص حالات نہیں بلکہ غم، پریشانی اور مشقت کا بیان کرنا ہے۔

لہ یہ بے ہوشی و مدہوشی اس کی سختی کی وجہ سے ہوگی۔

لہ خوف و حسرت کی وجہ سے کہ جب انھوں نے سنا کہ ہزار میں سے ایک جنتی ہوگا۔

لہ جو بہشت میں جائے گا

۹ لہ ان کو سمجھانے اور تسلی دینے کی خاطر

۱۰ لہ غم نہ کرو

۱۱ لہ جو کہ نہایت کثیر ہیں۔ اگر ان کے ہزار کے مطابق ایک جنتی ہے تو کثیر لوگوں کا حکم شامل ہوگا اس کے بعد امم سابقہ کی کثرت بیان کی کہ اگر یاجوج ماجوج کے علاوہ وہ امتیں بھی ہزار سے ایک جنتی ہو تو پھر بھی گنجائش ہے جیسا کہ راوی نے کہا۔

۱۲ لہ ہم نے خوشی اور اس نعمت عظیمہ پر اللہ اکبر کہا

۱۳ لہ قلت میں

۵۳۰۶ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَكْشِفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقِهِ فَيَسْجُدُ لَهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَةٍ وَّيَبْقٰى مَنْ يَّسْجُدُ فِي الدُّنْيَا رِيَآءً وَّسُمْعَةً فَيَذْهَبُ

اور انہی سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہمارا رب اپنی پنڈلی کھولے گا، اسے ہر مومن مرد و عورت سجدہ کریں گے وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جو دنیا میں دکھلاوے یا شہرت

لِيَسْجُدَ فَيَعُوْدُ ظَهْرُهٗ طَبَقًا وَّاحِدًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کے لیے سجدہ کرتے تھے وہ سجدہ کرنے لگیں گے، تو ان کی پیٹھ ایک تختہ بن جائے گی۔ (بخاری ومسلم)

؎ مخلوق کے سامنے مشقت وشدت کا اظہار ہوگا یہاں ساق شدت، محنت اور غم وحزن سے کنایہ ہے جیسا کہ ایسے مواقع پر آدمی کپڑا اٹھاتا ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہوتے ایسی تاویل نہیں کرتے کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے جیسا کہ متشابہات کا حکم ہے۔

؎ اس کی ہڈیوں کے درمیان فاصلہ نہ رہے گا کہ اس کے دو حصے ہوں تاکہ اوپر نیچے جا سکے بلکہ ایک تختہ بن جائے گی۔

۵۳۰۷ / ۱۲ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَاْتِي الرَّجُلُ الْعَظِيْمُ السَّمِيْنُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ وَقَالَ اقْرَءُوْا فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بڑا موٹا آدمی روزِ قیامت آئے گا اللہ کے نزدیک مچھر کے برابر وزن نہ دے گا اور فرمایا: یہ تلاوت؎ کرو ہم قیامت کے دن ان کا وزن نہ رکھیں گے (بخاری ومسلم)

؎ تاکہ علم ہو جائے کہ طالبان دنیا جن اعمال کو اچھا سمجھ کر اس پر مغرور ہیں یہ کسی شمار میں ہی نہیں آئیں گے بلکہ یہ ضائع ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

۵۳۰۸ / ۱۳ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا اَخْبَارُهَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ اَخْبَارَهَا اَنْ تَشْهَدَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ وَّاَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰى ظَهْرِهَا اَنْ تَقُوْلَ عَمِلَ عَلَيَّ كَذَا وَكَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَهٰذِهٖ اَخْبَارُهَا۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ اس دن زمین اپنی خبریں دے گی فرمایا جانتے ہو کہ زمین کی خبریں کیا ہیں؟ عرض کیا اللہ اور رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ فرمایا اس کی خبریں یہ ہیں کہ ہر بندے اور بندی پر گواہی دے گی اس کی جو اس نے اس کی پشت پر عمل کیے، کہے گی کہ مجھ پر فلاں دن فلاں یہ عمل کیے تھے۔ فرمایا: کہ زمین کی یہ خبریں ہیں۔ (مسند احمد، ترمذی نے روایت کر کے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح اور غریب ہے)

۱؎ زمین حرکت کرے گی اور اموات کو باہر نکال دے گی اور خبریں دے گی ۔

۲؎ مرد اور عورت

۵۳۰۹ (۱۳) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ يَمُوْتُ اِلَّا نَدِمَ قَالُوْا وَمَا نَدَامَتُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنْ كَانَ مُحْسِنًا نَدِمَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ ازْدَادَ وَاِنْ كَانَ مُسِيْئًا نَدِمَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ نَزَعَ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کوئی نہیں جو مرے مگر شرمندہ ہوگا ۱؎ عرض کیا یا رسول اللہ! اس کی شرمندگی کیا ہوگی ۲؎ ۔ فرمایا اگر نیک کار ہوگا تو شرمندہ ہوگا کہ اس نے زیادہ نیکیاں کیوں نہ کیں اور اگر گنہ گار ہوا تو شرمندہ ہوگا کہ وہ کیوں نہ باز آیا ۔ (ترمذی)

۱؎ مرنے کے بعد

۲؎ شرمندگی کا سبب کیا ہوگا ؟

۵۳۱۰ (۱۴) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثَلٰثَةَ اَصْنَافٍ صِنْفًا مُشَاةً وَّصِنْفًا رُكْبَانًا وَّصِنْفًا عَلٰى وُجُوْهِهِمْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَمْشُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ قَالَ اِنَّ الَّذِيْ اَمْشَاهُمْ عَلٰى اَقْدَامِهِمْ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُّمْشِيَهُمْ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اَمَا اِنَّهُمْ يَتَّقُوْنَ بِوُجُوْهِهِمْ كُلَّ حَدَبٍ وَّشَوْكٍ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور انہی سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : لوگ روزِ قیامت تین طرح جمع کیے جائیں گے ، ایک قسم پیدل ۱؎ ، ایک قسم سوار ۲؎ اور ایک قسم چہروں کے بل ۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ! وہ اپنے چہروں پر کیسے چلیں گے ؟ فرمایا جس نے انہیں ان کے قدموں پر چلایا ہے وہ اس پر قادر ہے کہ انہیں ان کے چہروں پر چلائے ۳؎ آگاہ رہو کہ وہ اپنے چہروں سے ہر ٹیلے اور کانٹے ۴؎ سے بچیں گے ۔ (ترمذی)

۱؎ یہ عام مومنوں کا حال ہوگا

۲؎ یہ خواص مومنین سے صلحا اور اتقیاء کا حال ہوگا ۔

۳؎ یعنی ان کے چہرے ، ہاتھوں اور پاؤں کی طرح ہو جائیں گے چنانچہ جس طرح ہاتھ اور پاؤں سے انسان ہر موذی سے بچتا ہے اسی طرح چہروں کے ساتھ بچے گا لیکن جب اس نے دنیا میں رب کے حضور اطاعت و بندگی میں سجدہ کرتے ہوئے سر نہ جھکایا تھا تو اب اسے ذلیل و رسوا کرتے ہوئے سرنگوں کر دیا ۔

۵۳۱۱ (۱۵) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ كَاَنَّهٗ رَاْىُ عَيْنٍ فَلْيَقْرَاْ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو پسند ۱؎ کرتا ہے کہ قیامت کے دن وہ آنکھوں دیکھے کی طرح دیکھے تو وہ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ اور اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ اور

السَّمَآءُ انْشَقَّتْ - اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ کی تلاوت کرے ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ) (مسند احمد ، ترمذی)

۱؎ یہاں خوشی اور شادمانی حصول ایمان اور یقین میں قوت کی وجہ سے ہوگی
۲؎ یہ سورتیں قیامت کی تفصیلات پر مشتمل ہیں اگر کوئی شخص انھیں حضورِ دل کے ساتھ پڑھے تو واقعۃً قیامت کے مناظر کا اس طرح مشاہدہ ہوسکتا ہے جیسا کہ آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا ہے ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۵۳۱۲/۱۶ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اِنَّ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنِیْ اَنَّ النَّاسَ يُحْشَرُوْنَ ثَلٰثَةَ اَفْوَاجٍ فَوْجًا رَاكِبِيْنَ طَاعِمِيْنَ كَاسِيْنَ وَفَوْجًا يَّسْحَبُهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ وَتَحْشُرُهُمُ النَّارُ وَفَوْجًا يَّمْشُوْنَ وَيَسْعَوْنَ وَيُلْقِی اللّٰهُ الْاٰفَةَ عَلَی الظَّهْرِ وَيَبْقٰی حَتّٰی اَنَّ الرَّجُلَ لَتَكُوْنُ لَهُ الْحَدِيْقَةُ يُعْطِيْهَا بِذَاتِ الْقَتَبِ لَا يَقْدِرُ عَلَيْهَا ۔

(رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے سچے کہنے والے سچی خبر دینے والے۱؎ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ تین گروہوں میں جمع کیے جائیں گے ایک گروہ عیش والے۲؎ لباس پہنے ہوئے اور ایک گروہ کو فرشتے ان کے چہروں کے بل گھسیٹیں گے اور انھیں آگ۳؎ جمع کرلے گی اور ایک گروہ جو چلیں گے اور دوڑیں گے اللہ تعالیٰ ان کی سواری پر آفت ڈال دے گا۴؎ وہ باقی نہ رہے گی حتیٰ کہ ایک شخص جس کے پاس باغ ہوگا وہ ایک قابلِ سواری اونٹ۵؎ کے عوض دے گا مگر وہ اس پر۶؎ قادر نہ ہوگا ۔ (نسائی)

۱؎ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا ۔
۲؎ وہ نعمتوں میں ہوں گے ۔
۳؎ یہاں تین نسخے ہیں ایک میں "تحشرہم الی النار" اس صورت میں تحشر کی ضمیر فرشتوں کی طرف راجع ہوگی یعنی فرشتے ان کو گھسیٹ کر نارِ دوزخ کی طرف لے جائیں گے۔ دوسرا نسخہ تحشرہم النار ہے نار پر فتحہ ، اب بھی ضمیر فرشتوں کی طرف راجع ہے یعنی ان کا حشر ہوگا مگر آگ ان پر لازم ہوگی حتیٰ کہ صبح و شام ان سے جدا نہ ہوگی جیسا کہ پیچھے گذرا تیسرا نسخہ کہ ن پر پیش ہو اس صورت میں معنی ظاہر ہے اور دوسری احادیث کے بھی موافق کیونکہ اسناد نار کی طرف ہے ۔
۴؎ جس پر وہ سوار ہوں گے
۵؎ القتیب ، دونوں حروف پر زبر ، شتر کا پالان ، ذات القتیب صاحب شتر
۶؎ باوجودیکہ اس نے عوض میں باغ دیا ہے مگر اس پر قدرت نہ پا سکے واضح رہے کہ سیاق حدیث اور اس کا یہاں ذکر دلالت کر رہا ہے کہ یہ حالت روزِ قیامت ہوگی لیکن یہ الفاظ اِنَّ الرَّجُلَ لَتَكُوْنُ لَهُ الْحَدِيْقَةُ صراحۃً دال ہیں کہ یہ حشر

قیامت کا نہیں اسی طرح طاعین کا سین کے الفاظ بھی اسی میں ظاہر ہیں۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ یہ قیامت کا حشر نہیں بلکہ علامات قیامت کا حشر مراد ہے جیسا کہ ذکر علامات میں گذر چکا ہے لہٰذا اس حدیث کا ذکر یہاں تبعاً بیان ہو گیا ہے۔

بَابُ الْحِسَابِ وَالْقِصَاصِ وَالْمِيْزَانِ

حساب، بدلہ اور میزان کا بیان

حساب کا معنی شمار کرنا ہے یہاں روز قیامت بندوں کے اعمال کا شمار کرنا مراد ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کو بندے کے تمام اعمال سے آگاہی ہے مگر مخلوق پر حجت تمام کرنے کے لیے ایسا ہو گا قرآن مجید اس پر ناطق اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے لہٰذا اس پر اعتقاد لازم ہے۔ قصاص کا معنی ہے دوسرے شخص کے عمل کی مانند عمل کرنا۔ مثلاً قتل کے عوض قتل اور زخم کے عوض زخم اور مارنے کے عوض مارنا، قیامت کے روز ہر اس تکلیف کا بدلہ دیا جائے گا جو کسی نے زیادتی کی ہو گی۔ اگرچہ وہ کیڑی یا مکھی ہی کیوں نہ ہو اگرچہ وہ مکلف نہ ہوں جیسا کہ حیوانات اور اطفال، اس مقصد کے پیش نظر تمام حیوانات کو زندہ کیا جائے گا اور وہ بکری جو سینگ نہ رکھتی تھی اسے سینگ عطا کیا جائے گا تاکہ وہ اس سینگ والی سے بدلہ لے جس نے دنیا میں زیادتی کی تھی۔ میزان اس شے کو کہتے ہیں جس سے اعمال کی تعداد کا اندازہ ہو، جمہور کی رائے یہ ہے کہ وہاں اس کے دو ہاتھ اور زبان ہو گی جیسا کہ ترازو کے دو پلڑے ہوتے ہیں اس کے دونوں ہاتھوں کے درمیان مشرق و مغرب جتنا فاصلہ ہو گا جو صحائف اعمال کو تولے گی۔ بعض کہتے ہیں کہ نیکیوں کو خوبصورت اور برائیوں کو بد صورتی میں تمثیل کیا جائے گا۔ حدیث بطاقہ جو آرہی ہے پہلے قول کو قوی بناتی ہے بعض نے وزن کا معنی اعمال کے مطابق جزا دینے کو کہا ہے لیکن نصوص کا ظاہر قول اوّل کو ترجیح دیتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۵۳۱۳ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ اَحَدٌ يُّحَاسَبُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا هَلَكَ قُلْتُ اَوَ لَيْسَ يَقُوْلُ اللّٰهُ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا فَقَالَ اِنَّمَا ذٰلِكَ الْعَرْضُ وَلٰكِنْ مَّنْ نُّوْقِشَ فِى الْحِسَابِ يَهْلِكُ۔

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس سے روز قیامت حساب لیا گیا مگر وہ ہلاک ہو گیا۔ میں نے عرض کیا کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا کہ عنقریب اس سے آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا فرمایا یہ صرف پیش ہونا ہے اور جس سے حساب کے وقت

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

پوچھ گچھ ہوگی وہ ہلاک ہو جائے گا۔
(بخاری و مسلم)

۱؎ میں نے جب یہ بات بطور کلیہ آپ سے سنی تو رفع اشکال کے لیے میں نے عرض کیا
۲؎ جب حساب آسان ہے تو ہلاکت کہاں ؟
۳؎ یہ اشکال کے رفع کے لیے فرمایا
۴؎ مثلاً تو نے یہ کہا ؟ مگر اس میں دقت و پیچیدگی نہ ہو۔ تیسری فصل میں آرہا ہے حساب یسیر سے مراد محض اسے اس کا اعمال نامہ دکھانا ہے۔
۵؎ جس کے قلیل و کثیر اعمال کا احاطہ کیا جائے اور ہر ایک کے بارے میں پوچھا جائے وہ ہلاک ہوگا اور حساب دراصل اسی چیز کا نام ہے، ہاں پہلے محض اظہار ہوگا اور بس۔

۵۳۱۴ وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اِلَّا سَيُكَلِّمُهٗ رَبُّهٗ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ تَرْجُمَانٌ وَّلَا حِجَابٌ يَحْجُبُهٗ فَيَنْظُرُ اَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ مِنْ عَمَلِهٖ وَيَنْظُرُ اَشْاَمَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرٰى اِلَّا النَّارَ تِلْقَآءَ وَجْهِهٖ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عدی بن حاتم۱؎ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ہے تم میں سے کوئی مگر اس سے اس کا رب کلام فرمائے گا اس کے اور رب کے درمیان نہ کوئی ترجمان۲؎ ہوگا اور نہ پردہ۳؎ جو اس کے لیے آڑ ہو وہ اپنے عمل دیکھے گا تو نہ دیکھے گا مگر وہی عمل جو آگے بھیجے اور اپنے دائیں دیکھے گا تو نہ دیکھے گا مگر وہ ہی جو آگے بھیجے اور اپنے سامنے دیکھے گا تو آگ کے سوا نہ دیکھے گا تو تم آگ سے بچو۴؎ اگرچہ کھجور کی قاش ہو۔ (بخاری و مسلم)

۱؎ عدی بن حاتم طائی مشہور یہی ہے کہ صحابی ہیں، اپنے والد اور بہن کے بعد قوم کے ساتھ آکر مسلمان ہوئے
۲؎ کلام سمجھانے کے لیے ترجمان کی ضرورت نہ ہوگی۔
۳؎ بے پردہ گفتگو ہوگی، ترجمان تاء پر زبر، جیم پر پیش یا دونوں پر پیش یا زبر بھی آیا ہے مروی ہے وہ شخص جو ایک زبان کو دوسری زبان میں منتقل کرے مثلاً عربی کو فارسی یا فارسی کو عربی میں سمجھائے۔
۴؎ اس عبارت میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ دوزخ سے بچنے کے لیے ظلم نہ کرو اگرچہ وہ کھجور کی قاش برابر ہو، دوسرا یہ کہ صدقہ کرو خواہ کھجور کی قاش ہو تاکہ یہ مقدار تمہیں دوزخ سے بچائے۔

۵۳۱۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهٗ وَيَسْتُرُهٗ فَيَقُوْلُ اَتَعْرِفُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو قریب فرمائے گا تو اس پر اپنا پردہ۱؎ رکھے گا اور

ذَنْبَ كَذَا اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا فَيَقُوْلُ نَعَمْ اَيْ رَبِّ حَتّٰى قَرَّرَهٗ بِذُنُوْبِهٖ وَرَاٰى فِيْ نَفْسِهٖ اَنَّهٗ قَدْ هَلَكَ قَالَ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَاَنَا اَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطٰى كِتَابَ حَسَنَاتِهٖ وَاَمَّا الْكُفَّارُ وَالْمُنَافِقُوْنَ فَيُنَادٰى بِهِمْ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اسے چھپالے گا، پھر فرمائے گا تو فلاں گناہ پہچانتا ہے وہ کہیں گے ہاں یارب! حتیٰ کہ اس سے اس کے سارے گناہوں کا اقرار کرالے گا اور وہ اپنے دل میں سمجھے گا کہ ہلاک ہوا، رب فرمائے گا کہ میں نے یہ عیوب دنیا میں چھپالیے تھے اور آج انھیں بخشتا ہوں پھر اس کی نیکیوں کی تحریر اسے دے دی جائے گی لیکن کفار و منافقین ان کو مخلوق کے سامنے پکارا جائے گا کہ یہ وہ ہی لوگ ہیں جو اپنے رب پر جھوٹ بولتے آگاہ رہو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ (بخاری و مسلم)

۱؎ کنف، پہلے دونوں حروف پر پیش، پناہ، پردہ، نگہبانی، سایہ، جانب اور پرندہ کا پر۔
۲؎ تاکہ اہل ایمان، اہل محشر کے سامنے شرمندہ نہ ہوں۔
۳؎ اپنے گناہوں کی سزا کی وجہ سے

۵۳۱۶ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ دَفَعَ اللّٰهُ اِلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا فَيَقُوْلُ هٰذَا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا؛ جب قیامت کا دن ہوگا، تو اللہ ہر مسلمان کو ایک یہودی یا عیسائی عطا فرمائے گا تو کہے گا یہ تیرا فدیہ ہے آگ سے چھٹکارے کے لیے ہے۔ (المسلم)

۱؎ فک، گروی شے کو نکالنا، فکاک، فاء پر زبر یا زیر، وہ چیز جس کے ذریعے گروی شے کو واپس لیا جائے گا یا مسلمان دوزخ میں گروی ہوگا اور یہودی یا نصرانی کو اس جگہ دوزخ میں بھیج کر مسلمان کو باہر نکالا جائے گا، اس کی تاویل یہ ہے کہ ہر مکلف خواہ کافر ہو یا مومن کا ٹھکانہ جنت و دوزخ میں ہے جو شخص ایمان کے ساتھ دنیا سے جاتا ہے اس کا وہ ٹھکانہ جو دوزخ میں تھا اسے بہشت کے ٹھکانے سے تبدیل کردیا جاتا ہے اور جو ایمان کے ساتھ نہیں جاتا اس کا معاملہ اس کے برعکس کردیا جاتا ہے گویا مومنوں کی جگہ دوزخ میں کافروں کا ٹھکانہ ہوگا اور یہ کافر مومن کے چھٹکارے کا سبب بنیں گے یہ مراد نہیں کہ مومن کے گناہوں کا عذاب کسی کافر کو ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) باقی یہود و نصاریٰ کی تخصیص، مسلمانوں کے ساتھ ان کی شدید عداوت و بغض کی وجہ سے ہے

۵۳۱۷ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاءُ بِنُوْحٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُقَالُ لَهٗ هَلْ بَلَّغْتَ فَيَقُوْلُ نَعَمْ يَا

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز حضرت نوح کو لایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا

رَبِّ فَتُسْئَلُ اُمَّتُہٗ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ مَا جَآءَنَا مِنْ نَّذِيْرٍ فَيُقَالُ مَنْ شُهُوْدُكَ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ وَّ اُمَّتُہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُجَآءُ بِكُمْ فَتَشْهَدُوْنَ اَنَّہٗ قَدْ بَلَّغَ ثُمَّ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

کہ آپ نے تبلیغ[۱] کی تھی وہ عرض کریں گے ہاں یا رب! پھر ان کی اُمت سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم کو تبلیغ کی گئی تھی وہ کہیں گے کہ ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہ آیا،[۲] فرمایا جائے گا اے نوح! تمہارے گواہ کون ہیں؟ عرض کریں گے حضرت محمد اور ان کی امت۔ حضور نے فرمایا پھر تمہیں لایا جائے گا تم گواہی دو گے کہ انھوں نے تبلیغ کی تھی پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی اس طرح ہم نے تم کو بہترین[۳] امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور یہ رسول تمہارے نگران گواہ ہوں[۴]"

(البخاری)

سلہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی ان کو پہنچائے تھے

سلہ امت انکار کر دے گی

سلہ عادل، نیک اور فاضل

سلہ امت کی گواہی یہ ہو گی کہ ان امتوں کی طرف انبیاء علیہم السلام آئے اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام ان تک پہنچائے اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گواہی یہ ہو گی جو دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جب تمام انبیاء علیہم السلام کی امتیں انکار کر دیں گی کہ ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا تو وہ انبیاء حضور کی امت کو گواہ کے طور پر پیش کریں گے اور وہ گواہی دیں گے۔ پھر اس امت سے سوال ہو گا کہ تمھیں کیسے علم ہوا تم تو موجود ہی نہیں تھے؟ تو وہ عرض کریں گے کہ ہم نے کتاب اللہ سے یہ تعلیم پائی! اس نے ہمیں بتایا کہ ان انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم کو تبلیغ کی تھی؛ تو ہم نے قرآن کی گواہی کی وجہ سے گواہی دی ہے اس کے بعد وہ دیگر امتیں، حضور کی امت کے صدق و عدالت میں چہ مگوئی کریں گے تو اللہ تعالیٰ اس امت کے تزکیہ و تعدیل کے لیے حضور علیہ السلام کو گواہ بنائے گا، آپ اس کے عادل و صادق ہونے کی گواہی دیں گے۔ ان پر رسول کے گواہ ہونے کا یہی معنی ہے اس لحاظ سے آپ کو دیگر امتوں پر گواہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ جب آپ نے اپنی امت کا تزکیہ فرما دیا اور ان کی گواہی دیگر امتوں پر ثابت و متحقق ہو گئی تو گویا ان پر حضور ہی کی گواہی ہوئی۔ اسی وجہ سے کہا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی امت کو لایا جائے گا۔

۵۳۱۸/۶ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَحِكَ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّا اَضْحَكُ قَالَ قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ مِنْ مُّخَاطَبَةِ الْعَبْدِ رَبَّہٗ يَقُوْلُ يَا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے تو آپ مسکرائے، فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں کس چیز پر ہنس رہا ہوں؟ عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر

رَبِّ اَلَمْ تُجِرْنِيْ مِنَ الظُّلْمِ قَالَ يَقُوْلُ بَلٰى قَالَ فَيَقُوْلُ فَاِنِّيْ لَآ اُجِيْزُ عَلٰى نَفْسِيْ اِلَّا شَاهِدًا مِّنِّيْ قَالَ فَيَقُوْلُ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ شَهِيْدًا وَّبِالْكِرَامِ الْكَاتِبِيْنَ شُهُوْدًا قَالَ فَيُخْتَمُ عَلٰى فِيْهِ فَيُقَالُ لِاَرْكَانِهٖ اَنْطِقِيْ قَالَ فَتَنْطِقُ بِاَعْمَالِهٖ ثُمَّ يُخَلّٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْكَلَامِ قَالَ فَيَقُوْلُ بُعْدًا لَّكُنَّ وَسُحْقًا فَعَنْكُنَّ كُنْتُ اُنَاضِلُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

جانتے ہیں فرمایا: بندہ اپنے رب سے عرض معروض کرنے پر عرض کرے گا، اے رب! کیا تو نے مجھے ظلم سے امان[۱] نہیں دی۔ فرمائے گا ہاں! فرمایا: تو بندہ کہے گا کہ میں اپنی ذات پہ کوئی گواہی[۲] روا نہیں رکھتا مگر اپنے میں سے گواہ فرمایا کہ رب فرمائے گا آج تو ہی اپنے نفس پر کافی گواہ ہے اور کراماً کاتبین فرشتے[۳] گواہ ہیں۔ فرمایا پھر اس کے منہ پر مہر کر دی جائے گی پھر اس کے اعضاء سے کہا جائے گا تم بولو! فرمایا: وہ اس کے اعمال کے متعلق کلام کریں گے پھر بندے اور اس کے کلام کے درمیان خلوت[۴] کر دی جائے گی، فرمایا: وہ کہے گا کہ تمہیں دوری اور ہلاکت ہو، میں تمہیں سے دفع کرتا تھا۔ (المسلم)

۱ تو نے فرمایا ہے کہ میں اپنے بندوں پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا

۲ میں کسی دوسرے کو گواہ نہیں بناتا، اگر میری ذات خود گواہ بن سکتی ہے تو مجھے قبول ہے اور خیال یہ کرے گا کہ دوسرے کی نسبت میرا وجود اپنے اوپر نقصان دہ گواہی نہیں دے گا اور وہ یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ ذات کو ہی اس پر ایسا گواہ بنا دے کہ اسے دم مارنے اور انکار کی گنجائش ہی نہ رہے آپ کے ہنسنے کا سبب یا بندے کا یہ عمل ہے یا اللہ تعالیٰ کا بندے کی زبان پر مہر ثبت کرنا اور دیگر اعضاء کا گواہی دینا، بندے کا انھیں برا کہنا اور ان کے لیے بددعا کرنا ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

۳ جو بندے کے اعمال لکھتے ہیں اور ان فرشتوں کا گواہ بنانا مقصود کے زیادہ قریب ہے البتہ اس کے بعد تاکید و پختگی کے لیے بندہ کا اپنی ذات کو گواہ بنانا ہے اسی لیے کہ بندہ خود اس پر راضی ہے اور درخواست کر رہا ہے اب اگر صرف فرشتوں کو گواہ بنایا جائے تو وہ تسلیم نہیں کرے گا۔

۴ یعنی میں تمہاری محافظت کرتا رہا اور تمہیں اپنا محسن جانتا رہا لیکن تم تو میرے دشمن نکلے۔

۵۳۱۹ / ۷ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ فِي الظَّهِيْرَةِ لَيْسَتْ فِيْ سَحَابَةٍ قَالُوْا لَا قَالَ فَهَلْ تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ فِيْ سَحَابَةٍ قَالُوْا لَا قَالَ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا روزِ قیامت ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ فرمایا: دوپہر کے وقت سورج کو دیکھتے ہیں جبکہ بادلوں میں نہ ہو تم کوئی تردد کرتے ہو؟ فرمایا نہیں۔ فرمایا کیا تم رات کو چاند دیکھنے میں تردد کرتے ہو؟ جبکہ وہ بادلوں میں نہ ہو، قسم ہے اس ذات کی

تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ رَبِّكُمْ اِلَّا كَمَا تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ اَحَدِهِمَا قَالَ فَيَلْقَى الْعَبْدَ فَيَقُوْلُ اَيْ فُلْ اَلَمْ اُكْرِمْكَ وَاُسَوِّدْكَ وَاُزَوِّجْكَ وَاُسَخِّرْ لَكَ الْخَيْلَ وَالْاِبِلَ وَاَذَرْكَ تَرْاَسُ وَتَرْبَعُ فَيَقُوْلُ بَلٰى قَالَ فَيَقُوْلُ اَفَظَنَنْتَ اَنَّكَ مُلَاقِيَّ فَيَقُوْلُ لَا فَيَقُوْلُ فَاِنِّيْ قَدْ اَنْسَاكَ كَمَا نَسِيْتَنِيْ ثُمَّ يَلْقَى الثَّانِيَ فَذَكَرَ مِثْلَهٗ ثُمَّ يَلْقَى الثَّالِثَ فَيَقُوْلُ لَهٗ مِثْلَ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اٰمَنْتُ بِكَ وَبِكِتَابِكَ وَبِرُسُلِكَ وَصَلَّيْتُ وَصُمْتُ وَتَصَدَّقْتُ وَيُثْنِيْ بِخَيْرٍ مَا اسْتَطَاعَ فَيَقُوْلُ هٰهُنَا اِذًا ثُمَّ يُقَالُ الْاٰنَ نَبْعَثُ شَاهِدًا عَلَيْكَ وَيَتَفَكَّرُ فِيْ نَفْسِهٖ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْهَدُ عَلَيَّ فَيُخْتَمُ عَلٰى فِيْهِ وَيُقَالُ لِفَخِذِهٖ اِنْطِقِيْ فَتَنْطِقُ فَخِذُهٗ وَلَحْمُهٗ وَعِظَامُهٗ بِعَمَلِهٖ وَذٰلِكَ لِيُعْذِرَ مِنْ نَفْسِهٖ وَذٰلِكَ الْمُنَافِقُ وَذٰلِكَ الَّذِيْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ يَدْخُلُ اُمَّتِي الْجَنَّةَ فِيْ بَابِ التَّوَكُّلِ بِرِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔

جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم اپنے رب کے دیکھنے میں تردد نہیں کرو گے جیسے تم اپنے کسی فرد کو دیکھنے میں تردد نہیں کرتے پس ایک بندے سے ملے گا اور فرمائے گا بتا کیا میں نے تجھے عزت نہ بخشی، سرداری نہ دی، بیوی عطا نہ فرمائی، نیز گھوڑے اونٹ تیرے تابع کیے اور سردار بنایا کہ تو چوتھائی حصہ لیتا رہا، عرض کرے گا کیوں نہیں، فرمائے گا کیا تو مجھ سے ملنے کا خیال رکھتا تھا؟ عرض کرے گا نہیں۔ فرمائے گا کہ میں نے تجھے بھلائے رکھا جیسے تو نے مجھے بھلایا پھر دوسرے سے ملاقات فرمائے گا اور اسی طرح گفتگو ہوگی پھر تیسرے سے ملاقات ہوگی اور اس سے بھی اسی طرح فرمائے گا وہ عرض کرے گا اے رب! میں تجھ پر ایمان لایا اور تیری کتاب پر اور تیرے رسول پر اور نماز پڑھی اور روزے رکھے خیرات کی اور طاقت کے مطابق اپنی خوبیاں بیان کرے گا، فرمائے گا ٹھہر جا۔ فرمایا جائے گا کہ ہم ابھی تیرے گواہ لاتے ہیں وہ دل میں سوچے گا کہ میرے اوپر کون گواہی دے گا؟ پس اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اسی کی ران سے بولنے کے متعلق کہا جائے گا۔ تو اس کی ران کا گوشت اور اسی کی ہڈیاں اس کے اعمال بیان کریں گے اور یہ اس لیے کہ وہ اپنا عذر خود ختم کر دے کیونکہ وہ منافق ہے اور اسی پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔
(المسلم)

و یدخل امتی الجنۃ والی حدیث ابو ہریرہ پچھلے باب التوکل میں حضرت ابن عباس کی روایت سے مذکور ہوئی

سلہ تو جس طرح تم سورج و چاند کو دیکھنے میں شک و اختلاف نہیں رکھتے اسی طرح تم اپنے رب کو بھی دیکھو گے۔
تضارون تاء پر پیش، راء مشدد یا مخفف اگر تشدید ہو تو معنی ضرر ہے اور اگر تخفیف ہو تو ضیر کا معنی بھی ضرر ہی ہے معنی یہ ہوگا کہ دیدار اتنا واضح اور روشن ہوگا کہ وہاں کسی کا اختلاف و مجادلہ کسی ضرر کا سبب نہیں ہوگا۔ بعض نے کہا۔
مجمع البحار میں ہے کہ مضارت کا معنی نظر کے نزدیک اجتماع اور اژدہام ہے۔ قاضی عیاض مالکی نے فرمایا: اس کا معنی

تنگی اور تنگ کرنا ہے جو اژدہام اور اجتماع کے قریب ہے بعض نے کہا مضایقت کسی شے کو مکان واحد میں جہت مخصوص اور اندازِ مخصوص کے ساتھ دیکھنا ہے، دوسری روایت میں یہ لفظ تضامون راء کی جگہ میم ہے۔ یہ بھی تاء پر پیش میم مشدد یا مخفف، اگر مشدد ہو تو ضم اور اگر تخفیف ہو تو ضیم سے ہے یہ ضیم اور ضم دونوں کا معنی اجتماع و اژدہام ہے ضیم کا معنی ظلم و ستم کرنا ہے ہر صورت میں مآل ایک ہی ہے۔

۵۲ جاہلیت میں رسم تھی کہ مالِ غنیمت کا چوتھا حصہ سردار لیتا اور باقی قوم میں تقسیم ہوتی یہ اسی کی طرف اشارہ ہے

۵۳ تو نے دعوٰی اعمال خیر و شکر کیا ہے مطہراب تیرے اعمال تجھے دکھاتا ہوں

۵۴ یختم صیغہ معروف بھی پڑھا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے منہ پر مہر لگا دے گا

۵۵ ران، گوشت اور ہڈیوں سے مراد تمام اعضاء کا گواہی دینا ہے جیسا کہ حدیثِ انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں گذر چکا ہے۔

۵۶ یہ سوال و جواب، منہ پر مہر لگانا اور اعضاء کا گواہی دینا اس لیے ہے تاکہ بندے کا عذر زائل ہو جائے اور بندے کے گناہوں کا ثبوت ہو جائے اب عذر باقی نہ رہے یا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو عذاب دینے میں صاحبِ عذر ہو جائے کہ بندے کو اس کے نفس کی وجہ سے ہو رہا ہے۔

۵۷ جس کا حال بیان ہوا یہ منافق ہوگا

۵۸ جس کا اول حصہ یَدْخُلُ مِنْ اُمَّتِیَ الْجَنَّۃَ کہ ستر ہزار افرادِ امت بلا حساب جنت میں جائیں گے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۵۳۲۰/۸ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ وَعَدَنِیْ رَبِّیْ اَنْ یُّدْخِلَ الْجَنَّۃَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفًا لَاحِسَابَ عَلَیْہِمْ وَلَاعَذَابَ مَعَ کُلِّ اَلْفٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا وَثَلٰثُ حَثَیَاتٍ مِّنْ حَثَیَاتِ رَبِّیْ۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ سے میرے رب نے وعدہ فرما لیا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار افراد کو جنت میں اس طرح داخل فرمائے گا کہ نہ ان کا حساب ہوگا نہ عذاب۔ ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور میرے رب کے لپوں[۱] میں سے تین لپ۔ (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

۱ حثیہ، دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو ملا کر، بھر کر دینا ہے۔

۵۳۲۱/۹ وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعْرَضُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ثَلٰثَ عَرَضَاتٍ

حضرت حسن، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کی قیامت کے دن تین پیشیاں ہونگی

فَاَمَّا عَرْضَتَانِ فَجِدَالٌ وَّمَعَاذِيْرُ وَاَمَّا الْعَرْضَةُ الثَّالِثَةُ فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَطِيْرُ الصُّحُفُ فِي الْاَيْدِيْ فَاٰخِذٌ بِيَمِيْنِهٖ وَاٰخِذٌ بِشِمَالِهٖ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ لَا يَصِحُّ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ قِبَلِ اَنَّ الْحَسَنَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى۔

دو پیشیاں تو بحث[1] اور معذرت[2] کی ہیں اور رہی تیسری تو اس وقت نامۂ اعمال اڑ کر ہاتھوں میں پہنچ جائیں گے[3] بعض داہنے ہاتھ میں لیں گے اور بعض بائیں ہاتھ میں (مسند احمد، ترمذی[4]) نے فرمایا کہ یہ حدیث اس وجہ سے صحیح نہیں کہ حسن نے حضرت ابوہریرہ سے سنا نہیں بعض محدثین نے یہ حدیث حسن ابی موسیٰ سے روایت کی ہے۔

۱؎ جدال سے مراد یہ ہے کہ لوگ وہاں ارتکاب گناہ سے انکار کریں گے خصوصاً کفار، تمام انبیاء، رسل اور ان کی تبلیغ و شریعت کا انکار کریں گے

۲؎ معاذیر، معذرت کی جمع ہے یعنی بندے اپنے گناہوں کا اعتراف تو نہیں کریں گے مگر سہو و نسیان عجز اور اضطرار کہہ کر معذرت کریں گے۔

۳؎ مرحلہ حساب مکمل ہو جائے گا

۴؎ امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا نہیں، یاد رہے امام حسن کا حضرت ابوہریرہ کو دیکھنا اور ملاقات کرنا ثابت ہے ہاں صحت کے ساتھ حدیث لینا ثابت نہیں۔ شیخ جزری نے تصحیح مصابیح میں فرمایا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں تین احادیث حضرت ابوہریرہ کی امام حسن سے روایت کی ہیں لیکن امام مسلم نے کوئی حدیث نہیں لائے۔

۵۳۲۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلًا مِّنْ اُمَّتِيْ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ سِجِلًّا كُلُّ سِجِلٍّ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا اَظَلَمَكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُوْنَ فَيَقُوْلُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُوْلُ اَفَلَكَ عُذْرٌ قَالَ لَا يَا رَبِّ فَيَقُوْلُ بَلٰى اِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً وَّاِنَّهٗ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَتَخْرُجُ بِطَاقَةٌ فِيْهَا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَيَقُوْلُ اُحْضُرْ وَزْنَكَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ فَيَقُوْلُ اِنَّكَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ایک شخص قیامت کے دن مخلوق کے سامنے چھانٹے گا تو اس کے سامنے ننانوے دفتر پھیلائے جائیں گے، ہر دفتر تاحد نظر ہوگا پھر فرمائے گا کیا تو ان میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے کیا تجھ پر میرے نگران کاتبین نے ظلم کیا ہے عرض کرے گا نہیں یارب۔ پھر فرمائے گا کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے عرض کرے گا نہیں یارب، تو فرمائے گا ہمارے پاس تیری ایک نیکی بھی ہے اور تجھ پر ظلم آج نہ ہوگا، تو ایک ورقہ[1] نکالا جائے گا جس میں لکھا ہوگا "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" رب فرمائے گا جا اپنے عمل کے وزن پر حاضر ہو وہ کہے گا۔

لَا تُظْلَمُ قَالَ فَتُوضَعُ السِّجِلَّاتُ فِي كَفَّةٍ وَالْبِطَاقَةُ فِي كَفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللهِ شَيْءٌ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

یارب یہ ورقہ ان دفاتر کے مقابل کیا ہے؟ رب فرمائے گا کہ تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ فرمایا: پھر یہ دفتر ایک پلے میں اور یہ ورقہ دوسرے پلے میں رکھا جائے گا تو یہ دفتر ہلکے ہو جائیں گے اور وہ پرچہ بھاری ہو جائے گا اللہ کے نام کے مقابل کوئی شے وزنی نہ ہوگی۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

سلہ بطاقہ، باء کے نیچے زیر، لغت اہلِ مصر میں وہ کاغذ جس پر بہاؤ لکھ کر کپڑے کے اندر رکھا جاتا ہے۔
سلہ یہ کاغذ عظیم وزن رکھتا ہے، اسے وزن کیا جائے گا تاکہ تجھ پر ظلم نہ ہو۔
سلہ اگرچہ گناہوں کے پہاڑ ہی کیوں نہ ہوں

۵۳۲۳ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا ذَكَرَتِ النَّارَ فَبَكَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يُبْكِيْكِ قَالَتْ ذَكَرْتُ النَّارَ فَبَكَيْتُ فَهَلْ تَذْكُرُوْنَ اَهْلِيْكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا فِيْ ثَلٰثَةِ مَوَاطِنَ فَلَا يَذْكُرُ اَحَدٌ اَحَدًا عِنْدَ الْمِيْزَانِ حَتّٰى يَعْلَمَ اَيَخِفُّ مِيْزَانُهٗ اَمْ يَثْقُلُ وَعِنْدَ الْكِتَابِ حِيْنَ يُقَالُ هَاؤُمُ اقْرَءُوْا كِتَابِيَهْ حَتّٰى يَعْلَمَ اَيْنَ يَقَعُ كِتَابُهٗ اَفِيْ يَمِيْنِهٖ اَمْ فِيْ شِمَالِهٖ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهٖ وَعِنْدَ الصِّرَاطِ اِذَا وُضِعَ بَيْنَ ظَهْرَيْ جَهَنَّمَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دوزخ یاد آئی تو رونے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کون سی چیز رُلا رہی ہے۔ عرض کیا مجھے آگ یاد آگئی تو میں رو پڑی کیا آپ قیامت میں اپنے گھر والوں کو یاد کریں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تین مواقع پر کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا۔ میزان کے پاس حتیٰ کہ جان لے کہ اس کا وزن ہلکا ہے یا بھاری۔ اور نامۂ اعمال ملنے کے وقت جب کہا جاوے گا آؤ اعمال نامہ پڑھو، حتیٰ کہ جان لے کہ اس کا نامہ اعمال کہاں ملتا ہے اس کے دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں پیٹھ کے پیچھے اور پل صراط کے نزدیک جب کہ وہ دوزخ کے کناروں کے درمیان رکھا جائے گا۔ (ابوداؤد)

سلہ تو اس کے خوف وعذاب سے
سلہ یہ وہ شخص کہے گا جس کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں ہوگا اور وہ خوشی میں لوگوں سے کہے گا یہ میرا نامۂ اعمال پڑھو
سلہ مصابیح کے بعض نسخوں میں "اَوْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِهٖ" کے الفاظ ہیں
سلہ یہ دوزخ کے اوپر تلوار سے تیز اور اُسترے سے باریک ہوگا لوگوں کو اس کے اوپر سے گذرنا ہوگا۔ ان تینوں مقامات پر ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی، کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۵۳۲۴ [12] عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَآءَ رَجُلٌ فَقَعَدَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ مَمْلُوْكِيْنَ يُكَذِّبُوْنَنِيْ وَيَخُوْنُوْنَنِيْ وَيَعْصُوْنَنِيْ وَاَشْتِمُهُمْ وَاَضْرِبُهُمْ فَكَيْفَ اَنَا مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ يُحْسَبُ مَا خَانُوْكَ وَعَصَوْكَ وَكَذَّبُوْكَ وَعِقَابُكَ اِيَّاهُمْ فَاِنْ كَانَ عِقَابُكَ اِيَّاهُمْ بِقَدْرِ ذُنُوْبِهِمْ كَانَ كَفَافًا لَا لَكَ وَلَا عَلَيْكَ وَاِنْ كَانَ عِقَابُكَ اِيَّاهُمْ دُوْنَ ذَنْبِهِمْ كَانَ فَضْلًا لَكَ وَاِنْ كَانَ عِقَابُكَ اِيَّاهُمْ فَوْقَ ذُنُوْبِهِمْ اُقْتُصَّ لَهُمْ مِنْكَ الْفَضْلُ فَتَنَحَّى الرَّجُلُ وَجَعَلَ يَهْتِفُ وَيَبْكِيْ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا تَقْرَأُ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَجِدُ لِيْ وَلِهٰؤُلَآءِ شَيْئًا خَيْرًا مِّنْ مُفَارَقَتِهِمْ اُشْهِدُكَ اَنَّهُمْ كُلُّهُمْ اَحْرَارٌ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

۵۳۲۵ [13] وَعَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ بَعْضِ صَلٰوتِهِ اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَّسِيْرًا قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ

تیسری فصل

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ ایک شخص حاضر ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں اور میری خیانت کرتے ہیں میری نافرمانیاں کرتے ہیں، میں انھیں گالیاں دیتا ہوں مارتا ہوں تو اس کے متعلق میرا کیا حال ہوگا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ان خیانتوں، نافرمانیوں اور جھوٹوں کا اور تیرا انھیں سزا دینے کا حساب لگایا جائے گا پھر اگر تیرا سزا دینا ان کے جرموں کے برابر ہوگا تو اولا بدلہ ہو جائے گا نہ تجھے مفید نہ مضر اور اگر تیرا انھیں سزا دینا ان کے قصوروں سے کم ہوا، تو تجھے ان پر بزرگی حاصل ہوگی اور اگر سزا دینا ان کے قصور سے زیادہ ہوا تو زیادتی کا تجھ سے بدلہ لیا جائے گا تو وہ آدمی الگ ہٹ گیا اور چیخیں مارنے لگا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو نے رب کا یہ فرمان نہیں پڑھا کہ ہم قیامت کے دن انصاف والی ترازو رکھیں گے تو کوئی جان کچھ بھی ظلم نہیں کی جائے گی، اگر رائی کے دانہ کے برابر عمل ہوگا تو ہم اسے بھی لائیں گے ہم کافی حساب لینے والے ہیں تو وہ شخص بولا یا رسول اللہ! میں اپنے اور ان غلاموں کے لیے ان کی جدائی سے بہتر کوئی چیز نہیں پاتا۔ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ سارے آزاد ہیں۔ (ترمذی)

اور انھی سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی بعض نمازوں میں یہ کہتے ہوئے سنا الٰہی مجھ سے آسان حساب لے۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ!

مَا الْحِسَابُ الْيَسِيْرُ قَالَ اَنْ يَّنْظُرَ فِيْ كِتَابِهٖ[1] فَيُجَاوِزُ عَنْهُ اِنَّهٗ مَنْ نُّوْقِشَ الْحِسَابَ يَوْمَئِذٍ يَا عَائِشَةُ هَلَكَ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

آسان حساب کیا چیز ہے؟ فرمایا: یہ ہے کہ اس کے نامۂ اعمال پر نظر کر دی جائے پھر اسے معافی دے دی جائے جس کے حساب میں اس دن جرح کر لی گئی اے عائشہ! وہ ہلاک ہو جائے گا (مسند احمد)

[1] یہ دعا کرتے تھے

[2] بندے کی اس کے نامۂ اعمال پر نظر کروا کے اسے معاف کر دیا جائے گا "ینظر" کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے۔

۵۳۲۶
۱۴ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ اَنَّهٗ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَخْبِرْنِيْ مَنْ يَّقْوٰى عَلَى الْقِيَامِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الَّذِيْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ فَقَالَ يُخَفَّفُ عَلَى الْمُؤْمِنِ حَتّٰى يَكُوْنَ عَلَيْهِ كَالصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے آگاہ فرمائیے روزِ قیامت کھڑے ہونے پر کون قدرت رکھے گا جس کے متعلق اللہ عزّوجل نے فرمایا کہ جس دن لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہونگے تو فرمایا کہ وہ دن مومن کے لیے ہلکا کر دیا جائے گا حتی کہ اس پر ایک فرض نماز کی طرح ہو جائے گا۔

[1] وہاں کھڑا ہونا

[2] چار رکعت کا وقت

۵۳۲۷
۱۵ وَعَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ مَا طُوْلُ هٰذَا الْيَوْمِ فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّهٗ لَيُخَفَّفُ عَلَى الْمُؤْمِنِ حَتّٰى يَكُوْنَ اَهْوَنَ عَلَيْهِ مِنَ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ يُصَلِّيْهَا فِي الدُّنْيَا۔

(رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ)

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس دن کے بارے میں عرض کیا گیا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے کہ اس دن کی کتنی درازی ہے تو فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ وہ ان مومنین پر ہلکا کر دیا جائے گا حتی کہ اس فرض نماز سے بھی زیادہ آسان ہو جائے گا جسے وہ دنیا میں پڑھتا تھا۔

(مذکورہ دونوں احادیث کو بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں روایت کیا)

[1] وقت جلدی گذر جائے گا

۵۳۲۸
۱۶ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ عَنْ

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُحْشَرُ النَّاسُ فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَیُنَادِیْ مُنَادٍ فَیَقُوْلُ اَیْنَ الَّذِیْ کَانَتْ تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ فَیَقُوْمُوْنَ وَھُمْ قَلِیْلٌ فَیَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ ثُمَّ یُؤْمَرُ بِسَائِرِ النَّاسِ اِلَی الْحِسَابِ ۔ (رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ قیامت کے دن ایک میدان[۱] میں جمع کیے جائیں گے تو پکارنے والا پکارے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جن کے پہلو اپنی خواب[۲] گاہوں سے الگ رہتے تھے پس وہ لوگ کھڑے ہوجائیں گے اور وہ تھوڑے ہوں گے تو وہ جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے پھر باقی تمام لوگوں کو حساب کی طرف جانے کا حکم دیا جائے گا ۔

(بیہقی، شعب الایمان)

[۱] صعید، اصلاً اس کا معنی زمین یا روئے زمین ہے، یہاں مراد ہموار اور فراخ زمین ہے جیساکہ دوسری حدیث میں ہے کہ زمینِ محشر ایسی سفید اور ہموار ہے کہ اس کی نرمی کی وجہ سے پاؤں پھسلے گا ۔

[۲] اس سے مراد نماز تہجد کے لیے قیام ہے، بعض کے نزدیک عشاء و مغرب کے درمیان کا وقت ہے ۔ نماز مراد نہیں ۔

بَابُ الْحَوْضِ وَالشَّفَاعَۃِ

۲۴۸۔ حوضِ کوثر اور شفاعت کا بیان

حوض لغۃً پانی کا جمع ہونا اور بہنا ہے، خواتین کو جو حیض آتا ہے اور خون بہنے کا سبب بنتا ہے، وہ اسی لفظ حوض سے مشتق ہے، یہاں وہ حوض مراد ہے جو حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روزِ قیامت عطا کیا جائے گا اور احادیث میں اس کی صفات کا تذکرہ آیا ہے ۔ منقول یہ ہے کہ روزِ قیامت ہر نبی کے لیے حوض ہوگا جس پر ان کی امت وارد ہوگی شفاعت، شفع سے مشتق ہے، لغۃً اس کا معنی ایک شے کا دوسری شے کے ساتھ متصل ہونا۔ شفع بمعنی زوج وتر کے اور فرد کے مقابل بھی آتا ہے فروخت شدہ زمین میں ہمسایہ کا حقِ شفعہ اسی لفظ سے ہے ۔ شفاعت میں بھی شفیع کا بارگاہِ خدا میں گناہوں کی درخواست کی وجہ سے مجرم کے ساتھ انضمام پایا جاتا ہے ۔ شفاعت کی تمام اقسام کا سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثبوت ہے، البتہ بعض آپ کے لیے مخصوص اور بعض مشترکہ ہیں جو شخصیت شفاعت کا دروازہ کھولے گی وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہوگی، لہٰذا تمام شفاعات درحقیقت آپ ہی کی طرف لوٹتی ہیں، لہٰذا آپ صاحبِ شفاعات علی الاطلاق ہیں ۔ پہلی قسم اطاعتِ کبریٰ ہے جو تمام مخلوق کو نصیب ہوگی یہ آپ کے ساتھ مخصوص ہے

انبیاء صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم میں سے بھی کسی کو یہ مقام حاصل نہیں بلکہ کسی کو وہاں جرأت و اقدام کی مجال ہوگی، یہ شفاعت میدان محشر میں طول وقوف سے نجات، تعجیل حساب اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے لیے ہوگی کہ لوگوں کو اس تنگی و شدت سے نکال دیا جائے جیسا کہ احادیث میں اس کی تفصیل ہے۔ دوسری قسم کی شفاعت لوگوں کا بغیر حساب جنت میں داخلہ کے لیے ہوگی، احادیث میں اس کا ثبوت بھی ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہے۔

تیسری قسم ان لوگوں کے لیے ہے جن کے اچھے اور بُرے اعمال برابر ہوں گے وہ شفاعت کی بناء پر جنت میں جائیں گے، چوتھی قسم جو لوگ دوزخ کے مستحق ہوں گے وہ آپ کی شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے، پانچویں قسم رفع درجات اور زیادتی کرامات کے لیے ہوگی، چھٹی قسم ان گنہ گاروں کے لیے جو دوزخ میں جائیں گے پھر آپ کی شفاعت سے باہر آئیں گے، یہ شفاعت بقیہ انبیاء، ملائکہ، علماء اور شہداء میں مشترک ہے، ساتویں قسم جنت کا افتتاح، آٹھویں قسم دائمی عذاب پانے والوں کے عذاب میں تخفیف، نویں قسم، اہل مدینہ کے لیے خصوصی شفاعت، اسی طرح زیارتِ بارگاہِ نبوی کرنے والوں کے لیے شفاعت امتیازی ہے۔ شارحین نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۵۳۲۹ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَا اَنَا اَسِیْرُ فِی الْجَنَّۃِ[1] اِذَا اَنَا بِنَھَرٍ حَافَتَاہُ قِبَابُ الدُّرِّ الْمُجَوَّفِ قُلْتُ مَا ھٰذَا یَا جِبْرِیْلُ قَالَ ھٰذَا الْکَوْثَرُ الَّذِیْ اَعْطَاکَ رَبُّکَ[2] فَاِذَا طِیْنُہٗ مِسْکٌ اَذْفَرُ[3]۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ہم جنت میں سیر کر رہے تھے تو ایک نہر پر پہنچے جس کے کناروں پر کھکل موتی کے خیمے تھے ہم نے پوچھا اے جبریل یہ کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا یہ وہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطا فرمایا ہے اس کی مٹی خالص مشک تھی (البخاری)

[1] ظاہر یہی ہے کہ یہ سیر شب معراج میں تھی

[2] یہ آیت "انا اعطینک الکوثر" کی طرف اشارہ ہے، اکثر مفسرین نے اس آیت کی تفسیر حوض کوثر سے کی ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ کوثر سے مراد کثیر ہے خواہ علم و عمل میں ہو یا شرفِ دارین میں اور یہ حوض کوثر اسی خیر کثیر کا ایک فرد ہے بعض نے اس کی تفسیر اولاد، تبعین اور علماء امت سے کی ہے، یہ بھی خیر کثیر میں شامل ہے، اس کے بیان میں قوم کی اچھی اور پسندیدہ گفتگو ہے، اس میں سے کچھ کا تذکرہ رسالہ مناقب آئمہ اثنیٰ عشر میں ذکر کیا گیا ہے۔

[3] ذفر، دونوں حروف پر فتحہ، تیز بُو خواہ اچھی ہو یا بُری، سک اذفر یعنی بہت ہی اچھی و اعلیٰ خوشبو

۵۳۳۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَوْضِیْ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا حوض

مَسِیْرَۃُ شَھْرٍ وَّ زَوَایَاہُ سَوَآءٌ وَّ مَآءُہٗ اَبْیَضُ مِنَ اللَّبَنِ وَرِیْحُہٗ اَطْیَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَكِیْزَانُہٗ كَنُجُوْمِ السَّمَآءِ مَنْ یَّشْرَبُ مِنْھَا فَلَا یَظْمَاُ اَبَدًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ایک ماہ کی مسافت تک ہے اس کے زاویے[۱] برابر ہیں اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور اس کی خوشبو مشک سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے اور اس کے آبخورے آسمان کے تاروں[۲] جیسے ہیں جو اس سے ایک دفعہ پی لے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ (بخاری و مسلم)

۱ اس کی لمبائی اور گہرائی مربع ہے۔

۲ کثرت اور چمکنے میں

۳ اگر یہ سوال ہو کہ بہشتی نہروں کی لذت کا اب کیا معنی؟ کیونکہ مزہ پیاس کے بعد ہی ہوتا ہے یہاں تو پیاس ہی نہیں ہوگی تو لذت کہاں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پیاس سے مراد کثیر اور ہلاک کر دینے والی ہے اور پیاسا اور بھوکا ہونا ایک تکلیف ہے اور اس کا دفع کرنا لذت کا وہم پیدا کرتا ہے اور جب وہاں تکلیف ہی نہ ہوگی تو اس کے رفع کی حاجت نہ ہوگی شاید وہاں بغیر پیاس کے لذت حاصل ہو اور بہشت میں تو یہ بھی ہے کہ وہاں جو خواہش ہوگی وہ پوری ہوگی اگر کوئی وہاں تشنگی چاہے گا تو وہاں یہ بھی حاصل ہوگی۔

۵۳۳۱ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ حَوْضِیْ اَبْعَدُ مِنْ اَیْلَۃَ مِنْ عَدَنٍ لَھُوَ اَشَدُّ بَیَاضًا مِّنَ الثَّلْجِ وَاَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ بِاللَّبَنِ وَلَاٰنِیَتُہٗ اَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ النُّجُوْمِ وَاِنِّیْ لَاَصُدُّ النَّاسَ عَنْہُ كَمَا یَصُدُّ الرَّجُلُ اِبِلَ النَّاسِ عَنْ حَوْضِہٖ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتَعْرِفُنَا یَوْمَئِذٍ قَالَ نَعَمْ لَكُمْ سِیْمَآءٌ لَیْسَتْ لِاَحَدٍ مِّنَ الْاُمَمِ تَرِدُوْنَ عَلَیَّ غُرًّا مُّحَجَّلِیْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا حوض اس سے لمبا ہے جو ایلہ[۱] اور عدن[۲] کا فاصلہ ہے، برف سے زیادہ سفید اور شہد ملے اور دودھ سے زیادہ شیریں ہے اس کے برتن آسمان کے ستاروں سے تعداد میں زیادہ ہیں میں اس سے لوگوں کو روکوں گا جیسے کوئی دوسرے لوگوں کے اونٹ کو اپنے حوض سے روکتا ہے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اس دن آپ ہم کو پہچان لیں گے فرمایا، ہاں تمہاری وہ نشانی ہوگی جو کسی دوسری امت کی نہ ہوگی تم میرے پاس آثار وضو کی وجہ سے روشن چہرہ پنج کلیان آؤ گے۔ (المسلم)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّہٗ عَنْ اَنَسٍ قَالَ تُرٰی فِیْہِ اَبَارِیْقُ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ كَعَدَدِ نُجُوْمِ السَّمَآءِ وَفِی اُخْرٰی لَہٗ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ سُئِلَ عَنْ شَرَابِہٖ فَقَالَ اَشَدُّ بَیَاضًا

اس کی دوسری روایت میں حضرت انس سے یوں روایت ہے فرمایا اس میں سونے چاندی کے برتن، آسمان کے ستاروں کی تعداد میں دیکھے جائیں گے اور اس کی ایک روایت میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

مِّنَ اللَّبَنِ وَاَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ يَغُتُّ فِيْهِ مِيْزَابَانِ يَمُدَّانِهِ مِنَ الْجَنَّةِ اَحَدُهُمَا مِنْ ذَهَبٍ وَّالْاٰخَرُ مِنْ وَرِقٍ۔

مروی ہے کہ فرمایا حضور سے حوض کوثر کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا، اس میں جنت سے دو پرنالے گرتے ہیں جو اسے بڑھاتے ہیں ایک سونے کا ہے دوسرا چاندی کا۔

ے۱ ایلہ، ہمزہ پر زبر بحر یائے یمن سے متصل شام کے شہروں میں ایک شہر کا نام ہے

ے۲ دریائے ہند سے متصل، یمن کے شہروں میں ایک شہر کا نام ہے

ے۳ دوسری امت کے لوگوں کو

ے۴ آپ ہمیں پہچان لیں کہ غیروں کو آپ منع فرمائیں گے

ے۵ سیما، سین کے نیچے زیر، یا ساکن بالقصر یا بالمد

ے۶ نور وضو کی وجہ سے پیشانی ہاتھ اور پاؤں روشن ہوں گے جیسا کہ کتاب الطہارت میں وضو کی فضیلت میں گزر چکا ہے۔

ے۷ ابریق، ہمزہ مکسور ابریز سے معرب ہے

ے۸ غت، غین تا مشدد، غوطہ لگانا، قہر و غلبہ اور پے درپے آنا، یَغُتُّ، عین پر ضمہ یا کسرہ، از باب نصر و ضرب، یعب، یاء مشدد، عین پر پیش عَتٌّ سے مشتق ہے جس کا معنی مسلسل پانی پینا، یثبت یاء اور ثاء عین پر زبر ثعب معنی فجر ہے یعنی رواں ہونا اور باہر آنا، میزاب، میم کے نیچے زیر وزرب بمعنی پانی جاری ہونا سے مشتق ہے یا لفظ فارسی مگر معرب ہے۔ نیز فارسی میں بمعنی یوں آتا ہے۔

۵۳۳۲ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ مَنْ مَرَّ عَلَيَّ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ اَبَدًا لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ اَقْوَامٌ اَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُوْنَنِيْ ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَاَقُوْلُ اِنَّهُمْ مِنِّيْ فَيُقَالُ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِيْ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں جو مجھ پر گزرے گا وہ پیئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا میرے پاس کچھ قومیں آئیں گی جنہیں میں پہچانتا ہوں اور وہ مجھے پہچانتے ہیں پھر میرے اور ان کے درمیان آڑ کر دی جائے گی تو میں کہوں گا یہ تو میرے ہیں تو فرمایا جائے گا آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا باتیں پیدا کیں (یہ مانعین زکوٰۃ اور مرتد ہونے والے لوگ مراد ہیں جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے) میں کہوں گا اسے دوری ہو جو میرے بعد تبدیلی کرے۔

(بخاری و مسلم)

[۱] فرط، دونوں پر فتحہ، وہ شخص جو قوم سے پہلے کسی منزل پر جا کر حوض، ڈول اور رسی وغیرہ تیار رکھے۔
[۲] میری امت میں سے ہوں گے۔
[۳] مقامِ قرب و رحمت سے دور ہو جاؤ، اس حدیث کا مضمون اس کے قریب ہے جو حدیث باب الحشر کی ابتدأ میں گذری ہے کہ وہاں میں انھیں اصیحابی کہوں گا اس کا معنی و شرح وہاں تفصیل سے گذر چکا ہے۔

۵۳۳۳ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُحْبَسُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰی يُهَمُّوْا بِذٰلِكَ فَيَقُوْلُوْنَ لَوِ اسْتَشْفَعْنَا اِلٰی رَبِّنَا فَيُرِيْحُنَا مِنْ مَكَانِنَا فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ اٰدَمُ اَبُو النَّاسِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَاَسْكَنَكَ جَنَّتَهٗ وَاَسْجَدَ لَكَ مَلٰٓئِكَتَهٗ وَعَلَّمَكَ اَسْمَآءَ كُلِّ شَیْءٍ اِشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتّٰی يُرِيْحَنَا مِنْ مَّكَانِنَا هٰذَا فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِیْ اَصَابَ اَكْلَهٗ مِنَ الشَّجَرَةِ وَقَدْ نُهِیَ عَنْهَا وَلٰكِنِ ائْتُوْا نُوْحًا اَوَّلَ نَبِیٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ اِلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ فَيَاْتُوْنَ نُوْحًا فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِیْ اَصَابَ سُؤَالَهٗ رَبَّهٗ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلٰكِنِ ائْتُوْا اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلَ الرَّحْمٰنِ قَالَ فَيَاْتُوْنَ اِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُ اِنِّیْ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ ثَلٰثَ كَذِبَاتٍ كَذَبَهُنَّ وَلٰكِنِ ائْتُوْا مُوْسٰی عَبْدًا اٰتَاهُ اللّٰهُ التَّوْرٰىةَ وَكَلَّمَهٗ وَقَرَّبَهٗ نَجِيًّا قَالَ فَيَاْتُوْنَ مُوْسٰی فَيَقُوْلُ اِنِّیْ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِیْ اَصَابَ قَتْلَهُ النَّفْسَ وَلٰكِنِ ائْتُوْا عِيْسٰی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اہلِ ایمان [۱] روزِ قیامت روکے جائیں گے، حتیٰ کہ اس کی وجہ سے سخت غمگین ہوں گے تو کہیں گے کہ ہم اپنے رب کی بارگاہ میں شفیع لاتے تا کہ وہ اس جگہ سے حرکت [۲] دے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو جائیں گے عرض کریں گے آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت [۳] سے بنایا، آپ کو جنت میں رکھا آپکو فرشتوں سے سجدہ کرا دیا، آپ کو ہر چیز کے نام بتائے اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کریں کہ وہ ہم کو اس جگہ سے نجات دے [۴] وہ فرمائیں گے کہ میں تمھارے اس مقام میں [۵] نہیں ہوں اور اپنی وہ خطا یاد کریں گے جو انھوں نے کی تھی یعنی درخت سے کھانا جس سے انھیں منع کیا گیا تھا لیکن تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ پہلے نبی ہیں جنھیں اللہ نے زمین والے [۶] کفار کی طرف بھیجا، تو وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے، وہ فرمائیں گے میں تمھارے اس مقام میں [۷] نہیں اور اپنی خطا یاد کریں گے جو کی تھی یعنی اپنے رب سے بغیر جانے سوال [۸] کرنا لیکن تم حضرت خلیل علیہ السلام کے پاس جاؤ، تو وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے کہ میں تمھارے اس مقام کا نہیں خلافِ واقعہ [۹] باتیں یاد کریں گے لیکن تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ بندے جنھیں اللہ نے تورات [۱۰] بخشی اور ان سے کلام [۱۱] کیا اور انھیں مشورہ کے لیے قرب بخشا تو لوگ

عَبْدَ اللّٰهِ وَرَسُوْلَهٗ وَرُوْحَ اللّٰهِ وَكَلِمَتَهٗ
قَالَ فَيَأْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ
وَلٰكِنِ ائْتُوْا مُحَمَّدًا عَبْدًا غَفَرَ اللّٰهُ
لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَأَخَّرَ
قَالَ فَيَأْتُوْنِيْ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ
فِيْ دَارِهٖ فَيُؤْذَنُ لِيْ عَلَيْهِ فَاِذَا
رَاَيْتُهٗ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِيْ مَا
شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّدَعَنِيْ فَيَقُوْلُ ارْفَعْ
مُحَمَّدُ وَقُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ
وَسَلْ تُعْطَهْ قَالَ فَاَرْفَعُ رَاْسِيْ فَاُثْنِيْ
عَلٰى رَبِّيْ بِثَنَآءٍ وَّتَحْمِيْدٍ يُّعَلِّمُنِيْهِ ثُمَّ
اَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا فَاَخْرُجُ فَاُخْرِجُهُمْ
مِّنَ النَّارِ وَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ اَعُوْدُ
الثَّانِيَةَ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فِيْ دَارِهٖ
فَيُؤْذَنُ لِيْ عَلَيْهِ فَاِذَا رَاَيْتُهٗ وَقَعْتُ
سَاجِدًا فَيَدَعُنِيْ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ
يَّدَعَنِيْ ثُمَّ يَقُوْلُ ارْفَعْ مُحَمَّدُ وَقُلْ
تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ
قَالَ فَاَرْفَعُ رَاْسِيْ فَاُثْنِيْ عَلٰى رَبِّيْ
بِثَنَآءٍ وَّتَحْمِيْدٍ يُّعَلِّمُنِيْهِ ثُمَّ اَشْفَعُ
فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا فَاَخْرُجُ فَاُخْرِجُهُمْ
مِّنَ النَّارِ وَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ اَعُوْدُ
الثَّالِثَةَ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فِيْ دَارِهٖ
فَيُؤْذَنُ لِيْ عَلَيْهِ فَاِذَا رَاَيْتُهٗ وَقَعْتُ
سَاجِدًا فَيَدَعُنِيْ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ
يَّدَعَنِيْ ثُمَّ يَقُوْلُ ارْفَعْ مُحَمَّدُ وَقُلْ
تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ قَالَ

جناب موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، وہ فرمائیں گے میں تمھارے اس مقام کا نہیں اور وہ اپنی خطا یاد کریں گے جو انھوں نے کی تھی قتل لیکن تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، اللہ کے بندے، اس کے رسول، اللہ کی طرف سے روح، اس کا کلمہ ہیں پھر لوگ جناب عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ فرمائیں گے میں تمھارے اس مقام کا نہیں لیکن تم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جاؤ وہ بندے اللہ کے، اللہ نے ان کے سارے اگلے پچھلے گناہ بخش دیے، فرمایا تو تم سب میرے پاس آؤ گے تو میں اپنے رب کے پاس اس کے مقرر گھر میں حاضری کی اجازت مانگوں گا، مجھے اجازت دی جائے گی میں جب رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا پھر اللہ جتنا چاہے گا مجھے چھوڑے رکھے گا پھر فرمائے گا اے محمد سر اٹھاؤ کہو تمھاری سنی جائے گی شفاعت کرو قبول کی جائے گی، مانگو تم کو دیا جائے گا، فرمایا پھر میں اپنا سر اٹھاؤں گا تو اللہ کی حمد و ثناء کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا پھر شفاعت کروں گا میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی میں وہاں سے چلوں گا انھیں آگ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا پھر دوسری بار لوگوں کا اپنے رب سے اس کے گھر میں اجازت مانگوں گا، مجھے اجازت دی جائے گی جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا جتنا سجدے میں رب رکھنا چاہے گا اتنا مجھے سجدے میں چھوڑے گا پھر فرمائے گا اے محمد! سر اٹھاؤ اور کہو تمھاری سنی جائے گی، شفاعت کرو قبول کی جائے گی، مانگو دیے جاؤ گے، فرمایا تب میں اپنا سر اٹھاؤں گا اپنے رب کی حمد و ثناء بیان کروں گا جو وہ سکھائے گا پھر شفاعت کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی، میں روانہ ہوں گا انھیں آگ سے

فَاَرْفَعُ رَاْسِیْ فَاُثْنِیْ عَلٰی رَبِّیْ بِثَنَآءٍ وَّتَحْمِیْدٍ یُعَلِّمُنِیْهِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَیَحُدُّ لِیْ حَدًّا فَاَخْرُجُ فَاُخْرِجُهُمْ وَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ حَتّٰی مَا یَبْقٰی فِی النَّارِ اِلَّا مَنْ قَدْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ اَیْ وَجَبَ عَلَیْهِ الْخُلُوْدُ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰیَةَ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا قَالَ وَهٰذَا الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الَّذِیْ وُعِدَهٗ نَبِیُّكُمْ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

نکالوں گا جب جنت میں داخل کروں گا، پھر میں تیسری دفعہ لوٹوں گا اپنے رب سے اس کی جگہ میں اجازت مانگوں گا مجھے اس پر اجازت دی جائے گی تو جب میں رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا جب اللہ مجھے چھوڑے رکھنا چاہے گا چھوڑے رکھے گا پھر فرمائے گا اے محمدؐ! سر اٹھاؤ کہو تمہاری سنی جائے گی شفاعت کرو قبول کی جائے گی، مانگو تمہیں دیا جائے گا تو میں اپنا سر اٹھاؤں گا تو اپنے رب کی وہ حمد و ثنا کروں گا جو وہ سکھائے گا پھر شفاعت کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی پھر میں وہاں روانہ ہوں گا انہیں آگ سے نکالوں گا جنت میں داخل کروں گا حتیٰ کہ آگ میں صرف وہی رہ جائیں گے جنہیں قرآن نے روکا یعنی جن پر ہمیشگی ضروری ہو گی پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی "قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر کھڑا فرمائے"، فرمایا، یہ مقام محمود وہ ہے جس کا تمہارے نبی سے وعدہ فرمایا ہے (بخاری و مسلم)

۱؎ کیونکہ آپ ان فضائل و کرامات کے ساتھ مخصوص ہیں۔

۲؎ جو نہایت ہی سخت و دشوار ہو گا۔

۳؎ جو تم نے میرے بارے میں گمان کیا ہے کہ میں مقام شفاعت میں کھڑا ہو کر عرض کروں اور ابتداء کرتے ہوئے باب شفاعت کھولوں۔

۴؎ جو تم نے میرے بارے میں گمان کیا ہے

۵؎ اے اللہ! میرے بیٹے کو بچا کیونکہ میرے اہل میں سے ہے۔ اس پر عتاب ہوا کہ اے نوح! اس بارے میں مت پوچھ جس کا تمہیں علم نہیں۔

۶؎ یہ درحقیقت چیزیں دروغ نہیں بلکہ دروغ نما تھیں چونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا مقام نہایت ہی عالی اور بلند ہوتا ہے لہذا ان پر اس طرح کی چیزوں کی وجہ سے مواخذہ کیا جاتا ہے ان تین اشیاء میں ایک یہ تھا کہ قوم تماشا و میلہ میں شرکت کے لیے چلی گئی آپ نہیں گئے تا کہ بتوں کو توڑنے کا موقعہ مل جائے اس لیے آپ نے فرمایا میں بیمار ہوں تمہارے ساتھ میلہ میں نہیں جا سکتا حالانکہ بظاہر بیمار نہیں تھے لیکن اس بات کا کیسے پتہ چلے کہ باطن میں بیماری تھی۔

شاید کفر اور ان کے عناد کی وجہ سے دل کی بیماری اور بے ذوقی مراد لی ہو۔ دوسرا یہ تھا جب آپ نے بتوں کو توڑ ڈالا تو کفار نے پوچھا اے ابراہیم! یہ کام تم نے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ بڑے بُت نے کیا ہے یعنی مجھے اس فعل پر ابھارنے والا یہ بُت ہے جو تمھاری عبادت و تعظیم کے لیے منفرد مقام رکھتا ہے یا مقصد استہزاء اور ان پہ الزام ہے جیسے کہ ایک آدمی اچھا لکھتا ہے دوسرا اس طرح نہیں لکھ سکتا تو وہ لکھنے والے سے کہتا ہے کہ یہ خط تو نے لکھا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے نہیں لکھا تو نے لکھا ہے یعنی اس طرح کا لکھنا تجھ سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ تیسرا یہ تھا کہ اپنی بیوی حضرت سارہ کو ظالم بادشاہ سے چھڑانے کے لیے بہن کہا حالانکہ مراد اسلامی بہن تھا بلکہ آپ کی چچا زاد بہن بھی تھیں۔

۷ے تورات عظیم کتاب ہے تمام انبیاء بنی اسرائیل اسی کے تابع تھے

۸ے اللہ تعالیٰ سے بے واسطہ کلام فرمایا اور محرمِ اسرار بنایا

۹ے وہ قبطی جسے آپ نے پیچھے ہٹانے کے لیے دھکا دیا تو وہ مرگیا۔

۱۰ے بغیر ماں کے پیدا فرمایا یا آپ کی ذات اجسام و قلوب کی حیات کا سبب ہے، کلمہ کُن سے پیدا ہوئے اور گود میں کلام فرمایا۔

۱۱ے میں اس لائق نہیں

۱۲ے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی کسی خطا کے یاد کرنے کا ذکر نہیں کیا تو شارحین نے فرمایا کہ آپ پر اور آپ کی والدہ پر نصاریٰ نے افتراء باندھا کہ یہ خدا ہیں تو آپ نے شرمندگی کی وجہ سے شاید توقف فرمایا

بعض روایات میں اس کا بھی ذکر ہے، یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو اس عُذر سے قطع نظر کرتے ہوئے باب شفاعت کے کھولنے کے لیے اہل نہ پایا ہو اور اسی لیے جُراءت نہ کی، درست یہ ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عُذر کیے بغیر اس مقام سے قاصر و عاجز ہیں اگرچہ انھوں نے ظاہری عذر بھی بیان کر دیا ہے اس مقامِ اعلیٰ و ارفع کے لائق و سزاوار صرف اور صرف سید المرسلین اور امام النبیین ہی ہیں جو نہایت ہی قرب و عزت کے درجہ پر فائز ہیں آپ اللہ کی بارگاہ میں محمود و محبوب ہیں، یہی وجہ ہے کہ دیگر احادیث میں ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام عذر بیان کیے بغیر فرمائیں گے، یہ کام و منصب ہمارا نہیں ہے۔

۱۳ے واضح رہے کہ اس آیت کی تفسیر و معنی میں متعدد اقوال ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ یہاں مغفرت سے مراد عصمت ہے اور انبیاء علیہم السلام معصوم و مغفور ہیں جنس گناہ کی نسبت جو انبیاء کی طرف سے ہے وہاں ہر ایک تاویل و حکمت ہے خصوصاً سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس جس سے کسی وقت بھی گناہ کا ارتکاب نہیں ہوا لیکن اس بات کی اطلاع آپ کو دنیا میں ہی دے دی گئی مگر دوسروں کو نہیں دی۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں دوسروں کو اپنی اپنی خطا یاد آرہی ہوگی۔ سب سے بہتر تاویل یہ ہے کہ یہ آیت مبارکہ اللہ رب العزت کی طرف سے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اعزاز و اکرام کا کامل اظہار ہے کیونکہ طریقہ یہ ہے کہ مالک جب اپنے غلام پر نہایت ہی خوش و راضی ہو تو وہ چاہتا ہے کہ اسے خصوصی طور پر ممتاز کیا جائے تو وہ کہتا ہے کہ تو نے جو کچھ کیا یا کرے گا تجھے معاف ہے اور تجھ پر کوئی گرفت و عتاب نہیں

باقی اقوال بھی میں نے شرح میں ذکر کر دیے ہیں ۔

۱۴؎ وہ مقام مخصوص یہاں کسی کے رابطہ کی گنجائش ہی نہیں

۱۵؎ اے محبوبِ من ! اے مطلوبِ من ! اے میری بارگاہ کے منتخب اور اے بندۂ خاص !

۱۶؎ قبول کی جائے گی

۱۷؎ اس وجہ سے اس مقام کو مقام حمد اور مقام محمود کہا جاتا ہے یہاں سے واضح ہو رہا ہے کہ شفیع کو پہلے مشفع کی حمد کرنی چاہیے تاکہ اس کی رضا و قرب کا حصول ہو اور قبولیت شفاعت کا درجہ حاصل ہو ۔

۱۸؎ شفاعت کے لیے گنہگاروں کی حد مثلاً بے نماز، زناکار، شراب خور وغیرہ کے لیے شفاعت کا حکم ہوگا ۔

۱۹؎ اس مخصوص طائفہ کو دوزخ سے نکالوں گا ۔

۲۰؎ یہاں سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہاں شفاعت کے مستحق لوگ ان لوگوں کے علاوہ بھی ہوں گے جن کا ذکر پیچھے بطور محبوس آیا ہے تو ان دوسرے لوگوں کو بغیر توقف دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، جب ان محبوسین محشر کی شفاعت کا ذکر کیا تو دوسروں کی شفاعت کو بھی ذکر کر دیا گیا یہاں آگ سے مراد سورج کی گرمی ہے اور اس گرمی سے چھٹکارا مراد ہے ۔

۲۱؎ دوسرے گروہوں کی شفاعت کے لیے

۲۲؎ یعنی کفر کرنے والے

۲۳؎ اس مقام کی توصیف محمود کے ساتھ اس لیے ہے کہ وہاں کھڑا ہونے والا اس کی تعریف کرے گا اور اسے پہنچائے گا یا حضور علیہ السلام وہاں اپنے رب سبحانہ کی حمد کریں گے جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوا یا اس لیے کہ وہاں اولین آخرین کی زبان پر حضور علیہ السلام کی ثنا ہوگی ۔

۵۳۴۶ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ مَاجَ النَّاسُ بَعْضُھُمْ فِیْ بَعْضٍ فَیَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَیَقُوْلُوْنَ اشْفَعْ اِلٰی رَبِّکَ فَیَقُوْلُ لَسْتُ لَھَا وَلٰکِنْ عَلَیْکُمْ بِاِبْرَاھِیْمَ فَاِنَّہٗ خَلِیْلُ الرَّحْمٰنِ فَیَاْتُوْنَ اِبْرَاھِیْمَ فَیَقُوْلُ لَسْتُ لَھَا وَلٰکِنْ عَلَیْکُمْ بِمُوْسٰی فَاِنَّہٗ کَلِیْمُ اللّٰہِ فَیَاْتُوْنَ مُوْسٰی فَیَقُوْلُ لَسْتُ لَھَا وَلٰکِنْ عَلَیْکُمْ بِعِیْسٰی فَاِنَّہٗ رُوْحُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ فَیَاْتُوْنَ عِیْسٰی فَیَقُوْلُ لَسْتُ لَھَا وَلٰکِنْ عَلَیْکُمْ بِمُحَمَّدٍ فَیَاْتُوْنِیْ فَاَقُوْلُ

اور انھی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن لوگ بعض بعض میں مخلوط ہو جائیں گے پھر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے عرض کریں گے اپنے رب کی بارگاہ میں شفاعت کیجیے وہ فرمائیں گے میں اس کے لیے نہیں ہوں تم حضرت ابراہیم کا دامن پکڑو کہ وہ اللہ کے خلیل ہیں تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ بھی کہیں گے میں اس کے لیے نہیں ہوں لیکن جناب موسیٰ کے دامن کو پکڑو کہ وہ اللہ کے کلیم ہیں تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ بھی کہیں گے اس کے لیے میں نہیں ہوں لیکن تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دامن کو پکڑو

أَنَا لَهَا فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي فَيُؤْذَنُ لِي
وَيُلْهِمُنِي مَحَامِدَ أَحْمَدُهُ بِهَا لَا تَحْضُرُنِي
الْآنَ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ وَأَخِرُّ لَهُ
سَاجِدًا فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ
وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ
فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي فَيُقَالُ انْطَلِقْ
فَأَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ شَعِيرَةٍ
مِنْ إِيمَانٍ فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ ثُمَّ أَعُودُ
فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ
سَاجِدًا فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ
وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ
فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي فَيُقَالُ انْطَلِقْ
فَأَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ أَوْ
خَرْدَلَةٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ
ثُمَّ أَعُودُ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ
ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ
ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ
وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمَّتِي
أُمَّتِي فَيُقَالُ انْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِي
قَلْبِهِ أَدْنَى أَدْنَى أَدْنَى مِثْقَالِ حَبَّةِ خَرْدَلَةٍ
مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ فَأَنْطَلِقُ
فَأَفْعَلُ ثُمَّ أَعُودُ الرَّابِعَةَ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ
الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيُقَالُ
يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ قُلْ تُسْمَعْ وَ
سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُولُ يَا رَبِّ
ائْذَنْ لِي فِيمَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ لَكَ
وَلٰكِنْ وَعِزَّتِي وَجَلَالِي وَكِبْرِيَائِي وَ

کردہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں تو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے کہ میں اس کے لیے نہیں ہوں
لیکن تم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں
عرض کرو تو پھر لوگ میرے پاس آئیں گے میں کہوں گا ہاں
میں اس کے لیے ہوں پھر میں اپنے رب سے اجازت مانگوں
گا مجھے اجازت ملے گی اور وہ ایسی محامد مجھے الہام فرمائے گا
جو ابھی میرے علم میں نہیں۔ میں ان محامد سے حمد کروں گا
اور رب کے حضور سجدہ میں گر جاؤں گا پھر کہا جائے گا اے
محمد! سر اٹھاؤ اور کہو تمہاری سنی جائے گی مانگو عطا کیے جاؤ
گے شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا یا رب
میری امت میری امت۔ تو فرمایا جائے گا جاؤ اس کو نکالو
جس کے دل میں جَو کے برابر ایمان ہو تو میں چلوں گا اور یہ
عمل کروں گا پھر واپس لوٹوں گا انہی محامد سے رب کی حمد
کروں گا پھر اس کے لیے سجدہ میں گر جاؤں گا تو کہا جائیگا
اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ کہو سنی جائے گی مانگو تمہیں دیا جائے
گا، شفاعت کرو قبول کی جائے گی تو میں عرض کروں گا یا رب!
میری امت! میری امت! تو کہا جائے گا چلو اسے نکال لو جس
کے دل میں ذرہ یا رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو۔ چنانچہ
میں چلوں گا یہ عمل کروں گا پھر لوٹ کر آؤں گا تو رب کے
انہی محامد سے ثنا کروں گا پھر اس کے لیے سجدہ میں گر جاؤں گا
تو کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ کہو سنی جائے گی مانگو
تمہیں دیا جائے گا شفاعت کرو قبول کی جائے گی تو میں
کہوں گا یا رب! میری امت میری امت! فرمایا جاوے گا
جاؤ اسے نکال لو جس کے دل میں رائی کے دانہ سے کمتر
ایمان ہے چنانچہ میں جاؤں گا اسے آگ سے نکال لاؤں گا
پھر میں چوتھی بار لوٹوں گا اور رب تعالیٰ کی حمد و ثنا انہی محامد
سے کروں گا پھر میں اس کے حضور سجدہ میں گر جاؤں گا تو کہا

عَظْمَتِيْ لَاُخْرِجَنَّ مِنْهَا مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

جائے گا اے محمد! سر اٹھاؤ کہو سنی جائے گی مانگو دیے جاؤ گے شفاعت کرو قبول کی جائے گی تو میں عرض کروں گا یارب! مجھے اس کے متعلق اجازت دے جس نے لآ اللہ الا اللہ کہا۔ رب فرمائے گا یہ تمھارا نہیں لیکن میری عزت و جلالت اور کبریائی اور میری عظمت کی قسم ہیں وہاں سے اسے نکال دوں گا جس نے لآ اللہ الا اللہ کہا۔ (بخاری و مسلم)

۱؎ میں اس کی شفاعت کے اہل و قابل نہیں ہوں۔
۲؎ برائے شفاعت میں ہوں میں ہی اس کا اہل ہوں یہ میرا درجہ ہے کسی اور کا نہیں۔
۳؎ اس وقت مجھ میں مقام قرب و معرفت سے ایک نور خاص واقع ہوگا اس کے اثر سے محامد کا علم ہوگا۔
۴؎ میری امت کو بخش دے اور مجھے ان کی شفاعت کی اجازت دے۔
۵؎ میں دوزخ سے ہر اس شخص کو باہر لے آؤں گا جس کے دل میں جَو کی مقدار برابر ایمان ہوگا۔

۵۳۳۵ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهٖ اَوْ نَفْسِهٖ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں زیادہ کامیاب میری شفاعت سے قیامت کے دن وہ ہوگا جس نے اپنے خالص۱؎ دل سے یا خالص۲؎ نفس سے کہا لآ اِلٰہ اِلّا اللہ (ز البخاری)

۱؎ بغیر ملاوٹ کے تہ دل سے
۲؎ راوی کو شک ہے بہر تقدیر یہ تاکید ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کان سے سُنا کیونکہ اخلاص دل سے ہے اور جائے اخلاص دل ہے نہ کہ اور۔

۵۳۳۶ وَعَنْهُ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ اِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهٗ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً ثُمَّ قَالَ اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَتَدْنُوا الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا يُطِيْقُوْنَ فَيَقُوْلُ النَّاسُ اَلَا

اور انھی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا تو آپ کی خدمت میں دستی پیش کی گئی حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دستی پسند تھی تو آپ نے اس میں نوچ کر کھایا پھر فرمایا قیامت کے دن میں لوگوں کا سربراہ ہوں جس دن لوگ رب العلمین کے حضور کھڑے ہوں گے اور سورج قریب ہوگا لوگوں کو اس قدر غم اور تکلیف ہوگی جس کی وہ طاقت نہ رکھیں گے پھر

تَنْظُرُوْنَ مَنْ يَّشْفَعُ لَكُمْ اِلٰى رَبِّكُمْ فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ وَذَكَرَ حَدِيْثَ الشَّفَاعَةِ وَقَالَ فَاَنْطَلِقُ فَاٰتِىْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَاَقَعُ سَاجِدًا لِّرَبِّىْ ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَىَّ مِنْ مَّحَامِدِهٖ وَحُسْنِ الثَّنَآءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَّمْ يَفْتَحْهُ عَلٰى اَحَدٍ قَبْلِىْ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَرْفَعُ رَاْسِىْ فَاَقُوْلُ اُمَّتِىْ يَا رَبِّ اُمَّتِىْ يَا رَبِّ اُمَّتِىْ يَا رَبِّ فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَّا حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِّنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَآءُ النَّاسِ فِيْمَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنَ الْاَبْوَابِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ اِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَّصَارِيْعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

لوگ کہیں گے تم کسی ایسے شخص کو کیوں نہیں ڈھونڈتے جو تمھارے رب کی بارگاہ میں تمھاری شفاعت کرے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور شفاعت کی حدیث ذکر فرمائی اور فرمایا کہ پھر میں چلوں گا تو عرش کے نیچے پہنچوں گا پھر اپنے رب کے حضور سجدہ میں گر دوں گا پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنے وہ محامد وثناء کھولے گا جو مجھ سے پہلے کسی پر نہ کھولے گا پھر فرمائے گا اے محمد! سر اٹھاؤ مانگو دیے جاؤ گے شفاعت قبول کی جائے گی تو میں سر اٹھاؤں گا عرض کروں گا یارب میری امت میری امت۔ تو کہا جائے گا اے محمد اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جن پر حساب نہیں جنت کے دروازوں میں سے داہنے دروازے سے داخل کرو اور جو لوگ دروازوں میں برابر کے حق دار ہیں۔ پھر فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جنت کے دروازوں میں سے ایک کی دو چوکھٹوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ معظمہ اور ہجر کے درمیان ہے۔

(بخاری، مسلم)

ا؎ نَحَسَ اگر سین ہو تو سامنے کے دانتوں کے ساتھ پکڑنا اور اگر شین ہو تو پچھلے دانتوں کے ساتھ پکڑنا، اکثر روایات میں سین ہے مگر بعض میں شین بھی آیا ہے۔

۲؎ پھر تمام حدیث شفاعت بیان کی کہ لوگ تمام انبیاء سے التماس شفاعت کریں گے اور وہ جواب دے دیں گے ہم اس مقام پر آج اللہ کے حضور گفتگو نہیں کر سکتے۔

۳؎ جو کہ مقام خاص اور عظیم ہے

۴؎ بلکہ مجھ پر بھی اسی وقت الہام ہوگا جیسا کہ سابقہ حدیث سے معلوم ہو چکا ہے۔

۵؎ جن سے حساب نہیں لیا جائے گا اور انھیں بے حساب جنت میں داخلہ نصیب ہو رہا ہے

۶؎ بہشت کے دروازے صرف انھی کے لیے مخصوص ہوں گے اور باقی دروازے ان کے اور دوسروں کے درمیان مشترک ہوں گے۔

۷؎ ہجر، دونوں ابتدائی حروف مفتوح بحرین اور مدینہ کے دیہاتوں میں سے ایک قریہ کا نام ہے صحیح یہ ہے کہ یہاں پہلا مراد ہے اور دو مصراع سے دروازے کے دونوں تختے ہیں جو ایک سوراخ پر آکر بند ہوتے ہیں اور یہ دونوں ایک

شعر کے دو مصرعوں کی طرح ہوتے ہیں۔ اصل میں یصرع بمعنی رفع والقاء ہے۔ مشارق الانوار میں ہے کہ یہاں مصاریع سے مراد جنّت کے دروازے ہیں اور مصراع اس وقت کہا جاتا ہے جب دروازے کے دو طاق ہوں۔ یہاں مقصود جنت کے دروازے کی وسعت کا بیان ہے مراد تحدید و تعیین نہیں بلکہ لوگوں کو محض اس وسعت کا سمجھانا ہے حقیقت حال اس کے علاوہ ہوگی۔

۵۳۳۷ وَعَنْ حُذَيْفَةَ فِي حَدِيْثِ الشَّفَاعَةِ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَ تُرْسَلُ الْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ فَتَقُوْمَانِ جَنْبَتَيِ الصِّرَاطِ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت حذیفہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیثِ شفاعت کے بارے میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: امانت[2] اور رحمی رشتے[3] بھیجے جائیں گے وہ پُل صراط کے دونوں طرف دائیں بائیں[4] کھڑے ہوں گے۔

(المسلم)

[1] حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[2] حفظِ حقوق و اموالِ مردم اور ان کی نگہداشت

[3] ولادت کے رشتے جن کے ساتھ صلہ رحمی لازم ہے

[4] طلبِ حقوق اور خصومت کے لیے، دونوں طرف کہنے میں مقصود کی تعظیم اور تاکید ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں معانی کو کسی صورت میں متمثل فرما دیں اور دونوں طرف واقعتاً کھڑے ہو کر طلبِ حقوق کریں۔

۵۳۳۸ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَا قَوْلَ اللهِ تَعَالٰى فِيْ اِبْرَاهِيْمَ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَقَالَ عِيْسٰى اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ وَبَكٰى فَقَالَ اللهُ تَعَالٰى يَا جِبْرَئِيْلُ اذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ فَسَلْهُ مَا يُبْكِيْهِ فَاَتَاهُ جِبْرَئِيْلُ فَسَاَلَهٗ فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ فَقَالَ اللهُ لِجِبْرَئِيْلَ اِذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ فَقُلْ اِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِيْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ کے اس کلام کی تلاوت کی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق ہے "یارب ان بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا تو جس نے میری پیروی کی وہ تو میرا[1] ہوگیا اور جناب عیسٰی کہیں گے اگر تو انھیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے[2] ہیں تو حضور[3] نے ہاتھ اٹھائے عرض کیا الٰہی میری امت اور رو دیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبریل میرے محبوب محمد کے پاس جاؤ تمہارا[4] رب خوب جانتا ہے مگر ان سے پوچھو انھیں کیا چیز رُلا رہی ہے تو حضور کے پاس حضرت جبریل آئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی عرض و معروض کی اطلاع دی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل سے فرمایا تم جناب محمد کے پاس جاؤ کہو کہ ہم تم کو تمھاری امت کے

معاملہ میں راضی کریں گے غمگین نہ کریں گے (السلم)

۵۱ اگلا حصہ یہ ہے وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (جس نے میری نافرمانی کی، بے شک تو معاف فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے)

۵۲ اس کا بقیہ حصہ یہ ہے وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (اگر تو انھیں معاف فرما دے تو بے شک تو عزت والا اور حکمت والا ہے)

۵۳ حاصل یہ ہے کہ ان دو انبیاء کا اپنی امت کو یاد کرنا اور شفاعت کرنا جب آپ کے سامنے آیا تو آپ نے رب کریم کے حضور اپنی امت کی بخشش کے لیے ہاتھ پھیلا دیے۔

۵۴ لیکن کرم اور عنایت کریمانہ کے اظہار کے لیے پوچھو

۵۵ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں اس وقت تک خوش نہیں ہوں گا جب تک ایک ایک امتی کو میری شفاعت سے بخش نہ دیا جائے گا اب امت پر لازم ہے کہ آپ کے ساتھ عقد ایمان درست طریقہ سے باندھے اور مشکل معاملہ بھی فقط یہی ہے دوسری کوئی شکل نہیں۔ شعر

خاک او باش و بادشاہی کن آن او باش وہرچہ خواہی کن

(ان کی خاک ہو کر بادشاہ بن جاؤ اور ان کی اتباع کر لو اور جو چاہو کرو)

۵۳۳۹ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ نَاسًا قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ هَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ بِالظَّهِيرَةِ صَحْوًا لَيْسَ مَعَهَا سَحَابٌ وَهَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ صَحْوًا لَيْسَ فِيهَا سَحَابٌ قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ مَا تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِلَّا كَمَا تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ أَحَدِهِمَا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ لِيَتَّبِعْ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ فَلَا يَبْقَى أَحَدٌ كَانَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللّٰهِ مِنَ الْأَصْنَامِ وَالْأَنْصَابِ إِلَّا يَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مِنْ بَرٍّ وَفَاجِرٍ أَتَاهُمْ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم روز قیامت اپنے رب کو دیکھیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! کیا تم صاف دوپہری میں جب سورج کے ساتھ بادل نہ ہوں سورج کے دیکھنے میں شک کرتے ہو اور کیا تم چودھویں کی صاف رات میں جبکہ چاند کے ساتھ بادل نہ ہو چاند دیکھنے میں شک کرتے ہو عرض کیا یا رسول اللہ نہیں فرمایا: تم قیامت کے دن اللہ کے دیدار میں شک کرو گے مگر ایسا جیسے ان دونوں میں سے ایک کے دیکھنے میں کرتے ہو جب قیامت کا دن ہوگا تو اعلان اعلان کرے گا کہ ہر گروہ اس کے پیچھے جائے جس کی وہ پرستش کرتا تھا تو جو بھی اللہ کے سوا بتوں اور پتھروں کی عبادت کرتے تھے اس میں سے کوئی نہ بچے گا تو ان کے پاس رب العالمین آئے گا فرمایا جائے گا تم کیا انتظار کر رہے ہو

رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ فَمَاذَا تَنْظُرُوْنَ يَتَّبِعُ
كُلُّ اُمَّةٍ مَّا كَانَتْ تَعْبُدُ قَالُوْا يَا رَبَّنَا
فَارَقْنَا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا اَفْقَرَ مَا كُنَّا
اِلَيْهِمْ وَلَمْ نُصَاحِبْهُمْ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ
هُرَيْرَةَ فَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى يَاْتِيَنَا
رَبُّنَا فَاِذَا جَآءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ وَفِيْ رِوَايَةِ
اَبِيْ سَعِيْدٍ فَيَقُوْلُ هَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ اٰيَةٌ
تَعْرِفُوْنَهٗ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيُكْشَفُ عَنْ
سَاقٍ فَلَا يَبْقٰى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ لِلّٰهِ تَعَالٰى
مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِهٖ اِلَّا اَذِنَ اللّٰهُ لَهٗ بِالسُّجُوْدِ
وَلَا يَبْقٰى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ اِتِّقَآءً وَّرِيَآءً
اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ ظَهْرَهٗ طَبَقَةً وَّاحِدَةً كُلَّمَا
اَرَادَ اَنْ يَّسْجُدَ خَرَّ عَلٰى قَفَاهُ ثُمَّ يُضْرَبُ
الْجِسْرُ عَلٰى جَهَنَّمَ وَتَحِلُّ الشَّفَاعَةُ وَ
يَقُوْلُوْنَ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ فَيَمُرُّ الْمُؤْمِنُوْنَ
كَطَرْفِ الْعَيْنِ وَكَالْبَرْقِ وَكَالرِّيْحِ وَكَالطَّيْرِ
وَكَاَجَاوِيْدِ الْخَيْلِ وَالرِّكَابِ فَنَاجٍ مُّسَلَّمٌ
وَمَخْدُوْشٌ مُّرْسَلٌ وَّمَكْدُوْسٌ فِيْ نَارِ
جَهَنَّمَ حَتّٰى اِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ
فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْكُمْ
بِاَشَدَّ مُنَاشَدَةً فِي الْحَقِّ قَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ
مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لِلّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِاِخْوَانِهِمُ
الَّذِيْنَ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا كَانُوْا يَصُوْمُوْنَ
مَعَنَا وَيُصَلُّوْنَ وَيَحُجُّوْنَ فَيُقَالُ لَهُمْ
اَخْرِجُوْا مَنْ عَرَفْتُمْ فَتُحَرَّمُ صُوَرُهُمْ
عَلَى النَّارِ فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِيْرًا ثُمَّ
يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا مَا بَقِيَ فِيْهَا اَحَدٌ مِّمَّنْ اَمَرْتَنَا

ہر امت اپنے پیرو کے ساتھ جاری ہے؟ یہ عرض کریں گے یارب! ہم نے دنیا میں ان لوگوں کو چھوڑے رکھا جب کہ ہم ان کے بہت حاجت مند تھے اور ہم ان کے ساتھ نہ رہے اور جناب ابوہریرہ کی روایت میں ہے کہ کہیں گے یہ ہی ہماری جگہ ہے حتیٰ کہ ہمارے پاس ہمارا رب آئے پھر جب ہمارا رب جلوہ فرما ہوگا ہم اسے پہچان لیں گے اور جناب ابوسعید کی روایت میں ہے رب فرمائے گا کیا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی نشانی کہ تم اسے پہچان لو گے؟ وہ کہیں گے ہاں! تو اب پنڈلی کھولے گا تو ان میں سے جو دل کے اخلاص سے رب کو سجدہ کرتے تھے کوئی نہ رہے گا مگر اللہ اسے سجدہ کی اجازت دے گا اور جو لوگ اپنے بچاؤ اور دکھلاوے کے لیے سجدہ کرتے تھے ان میں سے کوئی نہ بچے گا مگر اللہ اس کی پیٹھ تختہ بنا دے گا وہ جب بھی سجدہ کا ارادہ کرے گا اپنی پیٹھ پر گر جاوے گا، پھر دوزخ پر پل رکھا جائے گا اور شفاعت واقع ہوگی اور کہیں گے الٰہی سلامت رکھ سلامت رکھ تو مسلمان پلک جھپکنے کی طرح اور بجلی کی طرح اور ہوا کی طرح پرندے کی طرح اور تیز گھوڑے کی طرح اونٹ کی طرح گذریں گے بعض تو نجات پائیں گے سلامت رہیں گے بعض زخمی ہو کر چھوڑ دیے جائیں گے بعض دوزخ کی آگ میں گرا دیے جائیں گے حتیٰ کہ جب مسلمان آگ سے خلاصی پالیں گے تو اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے نہیں ہے تم میں سے کوئی زیادہ جھگڑا کرنے والا اپنے اس حق میں جو تمہیں ظاہر ہو جائے گا بمقابلہ مسلمانوں کے جو وہ اللہ سے جھگڑیں گے قیامت کے دن اپنے دوزخی بھائیوں کے لیے عرض کریں گے یارب وہ لوگ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے نمازیں پڑھتے تھے اور حج کرتے تھے تو ان سے کہا جائے گا کہ جنہیں تم پہچانتے ہو

بِهٖ فَيَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَمَنْ وَجَدْتُّمْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ دِيْنَارٍ مِّنْ خَيْرٍ فَاَخْرِجُوْهُ فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَمَنْ وَجَدْتُّمْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ نِصْفِ دِيْنَارٍ مِّنْ خَيْرٍ فَاَخْرِجُوْهُ فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَمَنْ وَجَدْتُّمْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ فَاَخْرِجُوْهُ فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا لَمْ نَذَرْ فِيْهَا خَيْرًا فَيَقُوْلُ اللّٰهُ شَفَعَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ وَشَفَعَ النَّبِيُّوْنَ وَشَفَعَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَلَمْ يَبْقَ اِلَّا اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِّنَ النَّارِ فَيُخْرِجُ مِنْهَا قَوْمًا لَّمْ يَعْمَلُوْا خَيْرًا قَطُّ قَدْ عَادُوْا حُمَمًا فَيُلْقِيْهِمْ فِيْ نَهْرٍ فِيْ اَفْوَاهِ الْجَنَّةِ يُقَالُ لَهٗ نَهْرُ الْحَيٰوةِ فَيَخْرُجُوْنَ كَمَا تَخْرُجُ الْحِبَّةُ فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ فَيَخْرُجُوْنَ كَاللُّؤْلُؤِ فِيْ رِقَابِهِمُ الْخَوَاتِمُ فَيَقُوْلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ هٰٓؤُلَآءِ عُتَقَآءُ الرَّحْمٰنِ اَدْخَلَهُمُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ عَمَلٍ عَمِلُوْهُ وَلَا خَيْرٍ قَدَّمُوْهُ فَيُقَالُ لَهُمْ لَكُمْ مَّا رَاَيْتُمْ وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

نکال لو ان کی صورتیں آگ پر حرام کر دی جائیں گی یہ لوگ بڑی خلقت کو نکالیں گے پھر کہیں گے یارب جن کے متعلق تم نے ہم کو حکم دیا تھا ان میں سے تو کوئی باقی نہ رہا اب فرمائے گا واپس جاؤ جس کے دل میں دینار کے برابر بھلائی پاؤ اسے نکال لو تو بڑی خلقت نکالیں گے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا واپس جاؤ جس کے دل میں آدھے دینار کے برابر بھلائی پاؤ اسے نکال لو چنانچہ وہ بڑی خلقت کو نکال لیں گے پھر فرمائے گا لوٹ جاؤ جس کے دل میں ذرہ برابر بھلائی پاؤ اسے نکال لو وہ بڑی خلقت کو نکال لائیں گے پھر عرض کریں گے یارب ہم نے دوزخ میں کسی بھلائی والے کو نہ چھوڑا تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ فرشتوں نے شفاعت کر لی، رسولوں نے شفاعت فرمائی، مومنوں نے شفاعت کر لی اب سوا ارحم الراحمین کے اور کوئی باقی نہ رہا تب آگ میں سے ایک مٹھی بھرے گا تو ان لوگوں کو وہاں سے نکال دے گا جنھوں نے کبھی کوئی بھلائی نہیں کی جو کوئلہ ہو چکے ہوں گے انھیں اس نہر میں ڈالے گا جو جنت کے دہانوں میں ہے جسے زندگی کی نہر کہا جاتا ہے تو وہ ویسے اگیں گے جیسے دانہ کے سیلاب کے کوڑے کرکٹ میں اگتا ہے پھر وہ نکلیں گے موتی کی طرح ان کی گردنوں میں مہریں ہوں گی انھیں لوگ کہیں گے کہ یہ اللہ کے آزاد کردہ ہیں جنھیں رب نے بغیر عمل کیے ہوئے بغیر بھلائی آگے بھیجے جنت میں داخل فرما دیا تو ان سے کہا جائے گا کہ تمھارے لیے وہ سب ہے جو تم نے دیکھا اور اس کی مثل۔

(بخاری و مسلم)

۱ اس کے بعد دیدار کے یقین اور اثبات کے لیے فرمایا۔
۲ صحو، آفتاب کی ٹکیہ کا خوب کشادہ ہو کر ظاہر ہونا۔
۳ یعنی جس طرح آفتاب و ماہتاب دیکھنے میں شک نہیں اسی طرح وہاں بھی ہرگز شک نہیں ہوگا شارحین کہتے ہیں کہ

یہ دیدار اس کے علاوہ ہے جو مومنوں کے لیے جنت میں ثواب کے طور پر ہوگا یہ دیدار اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہوگا تاکہ اللہ کی عبادت اور بتوں کی عبادت کرنے والوں کے درمیان امتیاز ہو جائے۔ بندوں کا امتحان و ابتلاء وہاں جاری رہے گا حتیٰ کہ حساب سے فراغت اور جزاء و سزا کا وقوع ہو جائے۔ آخرت اگرچہ بدلہ کی جگہ ہے لیکن اس میں امتحان ہوگا جیسا کہ دنیا دارِ امتحان ہے لیکن اس میں بھی جزا کا وقوع ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا وَمَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ (تمھیں جو مصیبت آتی ہے یہ تمھارے اعمال کی وجہ سے ہے) کذا قال الطیبی واللہ اعلم۔

سکے اصنام صنم کی جگہ، بُت، انصاب، نصب کی جمع۔ وہ پتھر جس کی پرستش کی ہوگی اور اس کے ہاں بقصد تقرب و طاعت ذبح کیا جائے گا۔

ھے عابد و معبود دونوں دوزخ میں جائیں گے

ک‍ے ان پر اللہ تعالیٰ تجلی کا اظہار فرمائے گا باقی اتیان (آنا) جیسی صفات کا انتساب کلام اللہ اور کلام رسول دونوں میں وارد ہیں۔ ہم یہ اعتقاد رکھیں گے کہ یہ بے کیفیت ہے، اللہ تعالیٰ حرکت و انتقال سے منزہ ہے جیسا کہ باقی متشابہات کا حکم ہے یا فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ آئے گا۔ علامہ طیبی نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان ملائکہ میں سے ایک فرشتہ کے مشابہ ظاہر ہوگا۔ جو صفات الٰہیہ کے مشابہ ہیں تاکہ امتحان لے، جب یہ ملک اور یہ صورت کہے گی کہ میں تمھارا پروردگار ہوں اور اس پر مخلوق کی علامات ہوں گی تو وہ انکار کر دیں گے اور جان لیں گے کہ یہ پروردگار نہیں اور استعاذہ کریں گے طیبی نے یہاں پر شارحین حدیث سے خوب کلام نقل کیا ہے۔

ےک اب ہم ان کی مصاحبت کر سکتے ہیں ؟ حالانکہ اب ہم ان سے بے نیاز ہیں اور یہ خود اور ان کے معبود دوزخ میں جا رہے ہیں۔

شے اس کی تفصیل و شرح "باب لاتقوم الساعۃ الا شرار الناس" کی فصل اوّل میں گزر چکی ہے کہ ساق سے مراد شدت اور محنت ہوتا ہے اور کشف ساق شدت میں بطور محاورہ بولا جاتا ہے، بعض نے کہا کہ یہاں نورِ عظیم یا ملائکہ کی جماعت مراد ہے درست یہ ہے کہ اس کی تاویل و معنی میں ہم توقف اختیار کرتے ہوئے اسے علمِ الٰہی کے سپرد کرتے ہیں۔

ےہ جو دنیا میں خلوص و حسنِ نیت کے ساتھ سجدہ کرتا ہے، نہ ریا کاری کرتے ہوئے اور نہ خوف شمشیر کی وجہ سے۔

نلے قتل و غارت سے بچنے کے لیے یا ریا کاری کرتے ہوئے۔

للے اس کی استخواں کے درمیان خلا نہ رہے گا کہ وہ سجدہ کر سکے۔

۱۲ے یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کی سلامتی اور استقامت کے لیے جیسا کہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اس پر تصریح ہے۔

۱۳ے انھیں سلامتی سے گزار دے تاکہ جہنم میں نہ گر جائیں۔

۱۴ے مسلمان وہاں سے اپنے اپنے اعمال اور دین پر استقامت کے مطابق گزریں گے۔ درحقیقت یہ پل شریعت کے صراطِ مستقیم کی طرح ہے جو تلوار سے زیادہ باریک ہے جس پر چلنا نہایت دشوار ہے لیکن بڑا دلکش و واضح ہے

اسی معنی میں یہ شعر ہے ؎

پس کار غریب ست عجب مشکل و آسان چوں جسر صراط ست بسے روشن و باریک

(یہ کام نہایت عجیب مشکل و آساں ہے جیسے پُل صراط ہے بہت روشن اور باریک)

۱۵؎ بعض آنکھ جھپکنے کی مانند گذر جائیں گے

۱۶؎ یعنی وہ پُل صراط سے گذر جائیں گے اور انھیں کوئی ضرر لاحق نہ ہوگا

۱۷؎ ان کا چہرہ پراگندہ ہو جائے گا اس کے بعد انھیں دوزخ سے رہائی اور گذرنا نصیب ہوگا

۱۸؎ مکدوس، سین کے ساتھ بھی روایت ہے معنی یہی ہے کہ مکردش، میم پر پیش، کاف مفتوح، راء ساکن اور دال پر فتحہ بھی مروی ہے جس کا معنی بندھا ہوا، بند کیا گیا، جمع کیا گیا اور آتش میں ایک دوسرے پر گرانا کے ہیں۔

۱۹؎ جو مسلمان آگ میں گرے ہوئے تھے اور اس سے باہر آگئے یعنی انھوں نے اپنے گناہوں کے مطابق سزا دوزخ بھگت کر اپنی آلائشوں سے پاکیزگی حاصل کی ہوگی یہاں سے معلوم ہو رہا ہے کہ مومن ہمیشہ عذاب میں نہیں رہے گا آخر دوزخ سے باہر آجائیں گے اور ان کی شفاعت کریں گے جو کثرتِ معاصی کی وجہ سے ابھی دوزخ میں ہوں گے مطالبہ میں خوب مبالغہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے ان کے بارے میں خوب عرض و گذارش کا اظہار کریں گے جیسا کہ فرمایا۔

۲۰؎ تمہارا وہ حق جو کسی مخالف پر ثابت ہو جائے اس کے حصول میں تم جو جد و جہد و مبالغہ کرتے ہو، مومن اپنے ان بھائیوں کے لیے اس سے بڑھ کر اپنے مولیٰ سے عرض و سوال میں مبالغہ کریں گے جو ابھی دوزخ میں ہوں گے۔

۲۱؎ اہلِ خیر و صلاح میں سے جیسا کہ سیاقِ حدیث سے ظاہر ہے

۲۲؎ یعنی اہلِ ایمان کے چہرے دوزخ میں تاکہ وہ پہچانے جاسکیں۔

۲۳؎ یعنی جو اصل ایمان سے ذرہ سی نیکی زیادہ رکھتے ہیں خواہ وہ اعمالِ جوارح میں سے ہے یا افعالِ قلوب میں سے ہے۔

۲۴؎ ان تمام کی شفاعت ان لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے جنھوں نے اصل ایمان سے زائد نیکی کی ہو خواہ وہ ذرّہ ہی کیوں نہ ہو۔

۲۵؎ اصل ایمان سے زائد نیکی

۲۶؎ حمم۔ حاء پر پیش، میم پر زبر حممہ بمعنی کوئلہ کی جمع ہے۔

۲۷؎ افواہ۔ فُوھۃ کی جمع ہے فاء پر پیش اور واؤ مفتوحہ مشدد، صراح میں ہے فُوَّھَۃ ضم اور تشدید کے ساتھ معنی دہانہ کوئے اور دہانہ نہر، مشارق الانوار میں ہے کہ جنت کے منازل اور اس کے محلات کے راستے مراد ہیں۔

۲۸؎ جیسے دانہ خس و خاشاک میں سیلاب کے اوپر اگتا ہے، حِبہ، حاء کے نیچے کسرہ، سبزیوں کا بیج، مشارق میں ہے کہ حِبہ بالکسر سبزیوں کے بیج کا جامع نام ہے جو ہوا کی وجہ سے بکھر جاتا ہے اور جب بارش برسے تو ایک رات اور ایک دن میں اگ پڑتا ہے، ابو عمر کہتے ہیں حِبہ اسے کہتے ہیں جو خس و خاشاک میں از خود اگ آئے۔ صراح میں ہے کہ حِبہ بالکسر

وہ جنگلی بیج جن سے قوت نہیں ہوتی، وجہ تشبیہ جلدی اگنا اور تر و تازہ ہونا ہے "حمیل سیل" بروزن فعیل وہ مٹی خس و خاشاک جسے سیلاب کا پانی بہا کر لے جاتا ہے۔

۱۹ بواسطہ عمل صالح

۲۰ پاک و صاف اور روشن موتی

۲۱ انعام و اکرام

۲۲ اس کی مثل دیگر نعمتیں

۲۳ علامہ طیبی معنی کرتے ہیں کہ تمھاری نظر جہاں تک جاتی ہے وہاں تک اور اس کی مثل تمھارے لیے جنت ہے جب جنت میں اکرام کی نعمتوں سے مسرور و مشرف ہوگے تو اب عاملوں اور غیر عاملوں میں کچھ فرق نہ رہے گا اس کا جواب یہ ہے کہ جنت میں بے حد و حساب درجات و مراتب ہیں، اگرچہ ہر کوئی جنت میں آکر جنت کی نعمتوں میں شریک ہو جائے گا مگر اعمال کی جزا اور ان میں امتیاز تو قائم رہے گا، علاوہ ازیں یہ سب اللہ کا فضل ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عبادت و عمل جنت کے لیے نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کی بندگی کا تقاضا ہے اور ان پر اجر اور جزاء اس کا فضل و کرم ہے اس کے باوجود اس کے ہاں کوئی عمل رائیگاں نہیں اور ہر چیز کے لیے اجر، جزا اور مرتبہ اور درجہ ہے۔

۵۳۴۰ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَاَهْلُ النَّارِ النَّارَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ فَاَخْرِجُوْهُ فَيُخْرَجُوْنَ قَدِ امْتُحِشُوْا وَعَادُوْا حُمَمًا فَيُلْقَوْنَ فِيْ نَهْرِ الْحَيٰوةِ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّهَا تَخْرُجُ صَفْرَآءَ مُلْتَوِيَةً۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور انہی [۱] سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنتی، جنت میں اور دوزخی، دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے جس شخص کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہے اسے دوزخ سے نکال لو چنانچہ وہ نکال لیں گے، حالانکہ جل چکے ہوں گے اور کوئلہ ہو چکے ہوں گے پھر وہ نہرِ حیات میں ڈالے جائیں گے تو ایسے اگیں گے جیسے دانہ سیلاب کے اوپر کوڑے میں اگتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ دانہ پیلا ٹیڑھا [۲] نکلتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

۱ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

۲ یعنی تر و تازہ

۵۳۴۱ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّاسَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَذَكَرَ مَعْنٰى حَدِيْثِ اَبِيْ سَعِيْدٍ غَيْرَ كَشْفِ السَّاقِ وَقَالَ يُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم روزِ قیامت اپنے رب کو دیکھیں گے پھر حضرت ابو سعید کی معناً حدیث بیان کی سوائے پنڈلی کھلنے کے اور فرمایا کہ دوزخ کے دونوں

جَهَنَّمَ فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يَّجُوْزُ مِنَ الرُّسُلِ
بِاُمَّتِهٖ وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ اِلَّا الرُّسُلُ وَكَلَامُ
الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ وَ فِيْ
جَهَنَّمَ كَلَالِيْبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ
لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا اِلَّا اللّٰهُ تَخْطِفُ
النَّاسَ بِاَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ مَّنْ يُّوْبَقُ
بِعَمَلِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّخَرْدَلُ ثُمَّ يَنْجُوْ
حَتّٰى اِذَا فَرَغَ اللّٰهُ مِنَ الْقَضَآءِ بَيْنَ عِبَادِهٖ
وَاَرَادَ اَنْ يُّخْرِجَ مِنَ النَّارِ مَنْ اَرَادَ اَنْ
يُّخْرِجَهٗ مِمَّنْ كَانَ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا
اللّٰهُ اَمَرَ الْمَلٰٓئِكَةَ اَنْ يُّخْرِجُوْا مَنْ كَانَ
يَعْبُدُ اللّٰهَ فَيُخْرِجُوْنَهُمْ وَيَعْرِفُوْنَهُمْ
بِاٰثَارِ السُّجُوْدِ وَحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ اَنْ
تَاْكُلَ اَثَرَ السُّجُوْدِ فَكُلُّ ابْنِ اٰدَمَ تَاْكُلُهُ
النَّارُ اِلَّا اَثَرَ السُّجُوْدِ فَيُخْرَجُوْنَ مِنَ
النَّارِ قَدِ امْتَحَشُوْا فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَّآءُ
الْحَيٰوةِ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ
فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ وَيَبْقٰى رَجُلٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَ
النَّارِ وَهُوَ اٰخِرُ اَهْلِ النَّارِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ
مُقْبِلٌ بِوَجْهِهٖ قِبَلَ النَّارِ وَقَدْ قَشَبَنِيْ
رِيْحُهَا وَاَحْرَقَنِيْ ذَكَآؤُهَا فَيَقُوْلُ هَلْ
عَسَيْتَ اِنْ اُفْعَلَ ذٰلِكَ اَنْ تَسْئَلَ غَيْرَ
ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِكَ فَيُعْطِي اللّٰهَ مَا
شَآءَ اللّٰهُ مِنْ عَهْدٍ وَّمِيْثَاقٍ فَيَصْرِفُ
اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ فَاِذَا اَقْبَلَ بِهٖ عَلَى
الْجَنَّةِ وَرَاٰى بَهْجَتَهَا سَكَتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ
اَنْ يَّسْكُتَ ثُمَّ قَالَ يَا رَبِّ قَدِّمْنِيْ عِنْدَ

کناروں کے درمیان پل صراط قائم کیا جائے گا۔ تو جو
پیغمبر اپنی امت کے ساتھ پل سے گزریں گے ان میں پہلا میں ہوں گا
اور اس دن سوا رسولوں کے اور کوئی کلام نہیں کرے گا
اور رسولوں کا کلام اس دن ہوگا الٰہی سلامت رکھ سلامت
رکھ اور دوزخ میں خمدار کانٹے ہوں گے میدان کے کانٹوں
کی طرح جن کی بڑائی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا وہ لوگوں
کو ان کے اعمال کے مطابق اچک لیں گے ان میں بعض
وہ ہوں گے جو اپنی بدعملی کی وجہ سے ہلاک کیے جائیں
گے اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو زخمی ہو کر نجات پا
جائیں گے حتی کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے فیصلہ
سے فارغ ہو جائے گا اور جن کو آگ سے نکالنے کا
ارادہ کیا جا چکا ہوگا انھیں نکالا جائے گا ان لوگوں میں
سے جنھوں نے لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دی ہے تو فرشتوں
کو حکم دے گا کہ انھیں نکال لو جو اللہ کی عبادت کرتے
تھے وہ انھیں نکال لیں گے اور انھیں سجدہ کے نشانوں
سے پہچانیں گے اور اللہ تعالیٰ آگ پر یہ ناممکن کر دے
گا کہ سجدہ کے نشانوں کو جلائے چنانچہ انسان کے سارے
جسم کو آگ کھا جائے گی سوا سجدہ کے نشان کے تو وہ
آگ سے نکلیں گے جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے پھر ان پہ
زندگی کا پانی بہایا جائے گا تو وہ ایسے اگیں گے جیسے دانہ
سیلاب کے اوپر کوڑے میں اگتا ہے اور ایک شخص جنت
دوزخ کے درمیان باقی رہے گا اور وہ تمام جہنمیوں میں
سب سے آخری جنت میں داخل ہونے والا ہوگا۔ اپنا
منہ آگ کی طرف کیے ہوگا عرض کرے گا یا رب میرا منہ
آگ سے پھیر دے مجھے اس کی بو نے تکلیف پہنچائی ہے اور اس
کی تیزی نے مجھے جلا دیا تو رب فرمائے گا کیا ممکن ہے
کہ اگر میں یہ کر دوں تو اس کے علاوہ اور مانگے وہ کہے گا

بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلَيْسَ قَدْ
اَعْطَيْتَ الْعُهُوْدَ وَالْمِيْثَاقَ اَنْ لَّا تَسْاَلَ
غَيْرَ الَّذِيْ كُنْتَ سَاَلْتَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ لَا
اَكُوْنُ اَشْقٰى خَلْقِكَ فَيَقُوْلُ فَمَا عَسَيْتَ
اِنْ اُعْطِيْتَ ذٰلِكَ اَنْ تَسْاَلَ غَيْرَهٗ فَيَقُوْلُ
لَا وَعِزَّتِكَ لَا اَسْئَلُكَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَيُعْطِيْ
رَبَّهٗ مَا شَآءَ مِنْ عَهْدٍ وَّمِيْثَاقٍ فَيُقَدِّمُهٗ
اِلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَاِذَا بَلَغَ بَابَهَا فَرَاٰى زَهْرَتَهَا
وَمَا فِيْهَا مِنَ النَّضْرَةِ وَالسُّرُوْرِ فَسَكَتَ
مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّسْكُتَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ
اَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى
وَيْلَكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَا اَغْدَرَكَ اَلَيْسَ قَدْ
اَعْطَيْتَ الْعُهُوْدَ وَالْمِيْثَاقَ اَنْ لَّا تَسْاَلَ
غَيْرَ الَّذِيْ اُعْطِيْتَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ لَا
تَجْعَلْنِيْ اَشْقٰى خَلْقِكَ فَلَا يَزَالُ يَدْعُوْ
حَتّٰى يَضْحَكَ اللّٰهُ مِنْهُ فَاِذَا ضَحِكَ
اَذِنَ لَهٗ فِيْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ تَمَنَّ
فَيَتَمَنّٰى حَتّٰى اِذَا انْقَطَعَ اُمْنِيَّتُهٗ قَالَ
اللّٰهُ تَعَالٰى تَمَنَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا اَقْبَلَ
يُذَكِّرُهٗ رَبُّهٗ حَتّٰى اِذَا انْتَهَتْ بِهِ
الْاَمَانِيُّ قَالَ اللّٰهُ لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهٗ
مَعَهٗ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ اللّٰهُ
لَكَ ذٰلِكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

نہیں قسم تیری عزت کی تو اللہ تعالیٰ وہ عہد و پیمان دے گا
جو اللہ تعالیٰ چاہے چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کا منہ آگ سے
پھیر دے گا پھر جب اس کو جنت کے سامنے کرے گا
اور یہ اس کی تروتازگی دیکھے گا تو جب تک رب اس
کی خاموشی چاہے یہ خاموش رہے گا پھر کہے گا یارب
مجھے جنت کے دروازے کے پاس پہنچا دے۔ رب تعالیٰ
فرمائے گا کہ کیا واقع یہ نہیں ہے کہ تو عہد و پیمان دے چکا
ہے کہ پہلی مانگی چیز کے سوا اور کچھ نہ مانگے گا وہ عرض کریگا
یارب میں تیری مخلوق میں بڑا بدنصیب نہ رہوں تو رب
فرمائے گا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ تجھے یہ دے دیا جائے تو تو
اس کے سوا کچھ اور نہ مانگے، وہ کہے گا تیری عزت کی قسم!
اس کے سوا میں اور کچھ نہ مانگوں گا چنانچہ وہ اپنے عہد و پیمان
سے دے گا جواب چاہے اسے اللہ تعالیٰ جنت کے
دروازے تک بڑھا دے گا پھر وہ جب اس کے دروازے
تک بڑھا دے گا پھر جب وہ اس کے دروازے پہ پہنچے
گا وہاں کی تروتازگی اور جو کچھ وہاں بہار اور خوشی دیکھے گا
تو جب تک اس کا خاموش رہنا اللہ چاہے گا وہ خاموش
رہے گا پھر عرض کرے گا یارب مجھے جنت میں داخل فرما
دے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا افسوس تجھ پر اے ابن آدم تو
کتنا عہد شکن ہے کیا تو نے عہد و پیمان نہیں دیا تھا کہ تو اس
کے سوا نہ مانگے گا جو تجھے دے دیا گیا تو عرض کرے گا یارب
مجھے اپنی خلقت میں بدنصیب نہ بنا تو وہ دعا کرتا رہے گا،
حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو جائے گا تو جب وہ
خوش ہو جائے گا تو اسے جنت میں داخل ہونے کی اجازت
دے دے گا۔ پھر فرمائے گا تمنا کر وہ تمنا کرے گا حتیٰ کہ
جب اس کی تمنائیں ختم ہو جائیں گی تو رب فرمائے گا فلاں فلاں
تمنا کر، خود رب تعالیٰ اسے یاد دلانے لگے گا حتیٰ کہ جب

اس کی آرزوئیں ختم ہوجائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تیرے لیے یہ ہے اور اس کی مثل اور حضرت ابوسعید کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیرے لیے یہ ہے اور اس سے دس گنا۔ (بخاری و مسلم)

سلہ جو گذر چکی اگرچہ الفاظ میں اختلاف ہے۔

سٹہ اس کے بجائے جو حدیث ابوسعید میں گذرا۔

سٹہ کَلَالِیبُ، کَلّوبٌ کی جمع ہے کاف پر زبر، لام مضموم مشدد ٹیڑھے سر والا لوہا (کنڈا) بعض شارحین نے فرمایا شاخ دار کنڈا، جس کے ساتھ گوشت لٹکایا جاتا ہے۔

سٹہ سعدان سین پر زبر، عین ساکنہ، وہ گھاس جس کے ساتھ پستان کے سر جیسے کانٹے ہوں اور یہ اونٹوں کا بہترین چارہ ہے۔ امام نووی کہتے ہیں کہ اس گھاس کے لیے جھکڑے کی مانند ہر جانب کانٹے ہوتے ہیں اور اسے خسک السعدان بھی کہتے ہیں۔

ھ‍ہ تخطف، طاء کے نیچے زیر یا فتحہ

سلٹہ کافر ہلاک ہوجائے گا نجات نہیں پائے گا اور فاسق زخمی وغیرہ ہوکر نجات پا جائے گا

ٹہ جس نے توحید و رسالت کو مانا ہوگا

شہ بعض نے کہا کہ اثر سے مراد پیشانی کا نشان ہے بعض نے کہا کہ تمام اعضائے سجدہ مراد ہیں اور وہ سات ہیں دونوں پاؤں، دونوں زانو، دونوں ہاتھ اور چہرہ۔

سٹہ نہر حیات اور آب حیات میں کوئی منافات نہیں۔

سنلہ وہ مرد کہے گا میرا منہ دوزخ سے پھیر دیجیے۔

سلہ دوزخیوں کو جلانے کی وجہ سے جو بدبو پیدا ہوئی ہے یا آتش دوزخ خود بدبودار ہوگی، قشب از بر دینا کسی کو گندی شے سے ایذاء دینا قشبنی ریحہ کا معنی اس نے ایذا دی قشبہا الدخان جب دوسرے کے ساتھ ہو جائے روایت میں لفظ قشبنی تخفیف کے ساتھ ہے لیکن صراح سے بہ تشدید معلوم ہوتا ہے

سلہ ذکاء، ذال پر فتحہ، راویوں کے نزدیک بالمد ہے مگر لغت میں بالقصر ہے اگر اس کا معنی تیزی کی اور تیزی ہو تو اس وقت یہ بالاتفاق بالمد اور بالضم ہوگا۔

سلہ اگر میں تیرا منہ دوزخ کی آگ سے پھیر دوں تو اس کے علاوہ کچھ اور تو نہیں مانگے گا۔

سٹلہ کہ مجھے تو نے جنت کے باہر اور تمام مسلمانوں کو اس کے اندر رکھا ہے اگر مجھے بہشت نہیں تو کم از کم اس کا دروازہ عطا فرما دے۔

سلہ پہلے تو نے وعدہ کیا تھا کہ میں جنت کے دروازہ کے علاوہ سوال نہیں کروں گا۔

۱۶ اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے عہد توڑنے پر عتاب کیوں نہیں فرماتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا حال عشاق اور مجانین کی طرح ہے لہٰذا وہ معذور ہے یا وہاں مکلف نہیں کہ اس پر مؤاخذہ کیا جائے۔

۱۷ اس سے زیادہ نہ مانگے گا

۱۸ اَعْذَرَکَ۔ غین اور دال غدر بمعنی عہد توڑنا، اگر عین اور ذال ہو تو پھر عذر سے ہے یعنی کون سی چیز نے تجھے اس سلسلہ میں معذور کر دیا ہے۔

۱۹ کہ تمام جنت میں اور میں دروازے پر

۲۰ اللہ اس پر تبسم فرمائے گا۔

۵۳۳۲ وَعَنِ ابْنِ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اٰخِرُ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ رَجُلٌ فَهُوَ یَمْشِیْ مَرَّةً وَّیَکْبُوْ مَرَّةً وَّتَسْفَعُهُ النَّارُ مَرَّةً فَاِذَا جَاوَزَهَا اِلْتَفَتَ اِلَیْهَا فَقَالَ تَبَارَكَ الَّذِیْ نَجَّانِیْ مِنْكِ لَقَدْ اَعْطَانِیَ اللهُ شَیْئًا مَّا اَعْطَاهُ اَحَدًا مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ فَتُرْفَعُ لَهٗ شَجَرَةٌ فَیَقُوْلُ اَیْ رَبِّ اَدْنِنِیْ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلِاَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا وَاَشْرَبَ مِنْ مَّآئِهَا فَیَقُوْلُ اللهُ یَا ابْنَ اٰدَمَ لَعَلِّیْ اِنْ اَعْطَیْتُکَهَا سَاَلْتَنِیْ غَیْرَهَا فَیَقُوْلُ لَا یَا رَبِّ فَیُعَاهِدُهٗ اَنْ لَّا یَسْاَلَهٗ غَیْرَهَا وَرَبُّهٗ یَعْذِرُهٗ لِاَنَّهٗ یَرٰی مَا لَا صَبْرَ لَهٗ عَلَیْهِ فَیُدْنِیْهِ مِنْهَا فَیَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَیَشْرَبُ مِنْ مَّآئِهَا ثُمَّ تُرْفَعُ لَهٗ شَجَرَةٌ هِیَ اَحْسَنُ مِنَ الْاُوْلٰی فَیَقُوْلُ اَیْ رَبِّ اَدْنِنِیْ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ لِاَشْرَبَ مِنْ مَّآئِهَا ثُمَّ وَاَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا لَا اَسْاَلُكَ غَیْرَهَا فَیَقُوْلُ یَا ابْنَ اٰدَمَ اَلَمْ تُعَاهِدْنِیْ اَنْ لَّا تَسْاَلَنِیْ غَیْرَهَا فَیَقُوْلُ لَعَلِّیْ اِنْ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا آخری وہ شخص جو جنت میں داخل ہوگا وہ شخص وہ ہوگا جو کبھی چلے گا اور کبھی گرے گا اور کبھی اسے آگ جھلسا دے گی پھر جب اس سے نکل جائے گا تو اس کی طرف دیکھے گا کہے گا مبارک ہے وہ جس نے مجھے تجھ سے نجات دی اللہ نے مجھے وہ شے دی ہے جو اگلوں پچھلوں میں سے کسی کو نہیں دی پھر اس کے سامنے ایک درخت پیش کیا جائے گا وہ کہے گا اے میرے رب! مجھے اس درخت سے قریب کر دے، میں اس کا سایہ لوں گا اور اس کا پانی پیوں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے ابن آدم! ممکن ہے کہ اگر میں تجھے یہ دے دوں تو تو مجھ سے اس کے سوا بھی مانگے گا عرض کرے گا نہیں اے رب اور وہ معاہدہ کرے گا کہ اس کے سوا اور نہ مانگے گا اس کا رب اسے معذور جانے گا کیونکہ وہ ایسی چیز دیکھ رہا ہوگا جس پر صبر نہیں ہو سکتا، تو اسے اس درخت سے قریب کر دے گا وہ اس کا سایہ لے گا اور اس کا پانی پیے گا پھر دوسرا درخت اس کے سامنے کیا جائے گا جو پہلے سے اچھا ہوگا، تو کہے گا اے میرے رب! مجھے اس درخت سے قریب کر دے تاکہ میں اس کا پانی پیوں اور اس کا سایہ لوں میں تجھ سے اس کے علاوہ نہ مانگوں گا تو رب فرمائے گا

أَدْنَيْتُكَ مِنْهَا تَسْأَلُنِيْ غَيْرَهَا فَيُعَاهِدُهٗ
أَنْ لَّا يَسْأَلَهٗ غَيْرَهَا وَرَبُّهٗ يَعْذِرُهٗ لِأَنَّهٗ
يَرٰى مَا لَا صَبْرَ لَهٗ عَلَيْهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا
فَيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّآئِهَا
ثُمَّ تُرْفَعُ لَهٗ شَجَرَةٌ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ
هِيَ أَحْسَنُ مِنَ الْأُوْلَيَيْنِ فَيَقُوْلُ أَيْ رَبِّ أَدْنِنِيْ
مِنْ هٰذِهٖ فَلِأَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا وَأَشْرَبَ
مِنْ مَّآئِهَا لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ يَا
ابْنَ اٰدَمَ أَلَمْ تُعَاهِدْنِيْ أَنْ لَّا تَسْأَلَنِيْ غَيْرَهَا
قَالَ بَلٰى يَا رَبِّ هٰذِهٖ لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهَا
وَرَبُّهٗ يَعْذِرُهٗ لِأَنَّهٗ يَرٰى مَا لَا صَبْرَ لَهٗ
عَلَيْهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا فَإِذَا أَدْنَاهُ مِنْهَا سَمِعَ
أَصْوَاتَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ أَيْ رَبِّ
أَدْخِلْنِيْهَا فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَا يَصْرِيْنِيْ
مِنْكَ أَيُرْضِيْكَ أَنْ أُعْطِيَكَ الدُّنْيَا
وَمِثْلَهَا مَعَهَا قَالَ أَيْ رَبِّ أَتَسْتَهْزِئُ
مِنِّيْ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ فَضَحِكَ ابْنُ
مَسْعُوْدٍ فَقَالَ أَلَا تَسْأَلُوْنِيْ مِمَّ أَضْحَكُ
فَقَالُوْا وَمِمَّ تَضْحَكُ فَقَالَ هٰكَذَا ضَحِكَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا
مِمَّ تَضْحَكُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مِنْ ضِحْكِ
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ حِيْنَ قَالَ أَتَسْتَهْزِئُ مِنِّيْ
وَأَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فَيَقُوْلُ إِنِّيْ لَا أَسْتَهْزِئُ
مِنْكَ وَلٰكِنِّيْ عَلٰى مَا أَشَاءُ قَدِيْرٌ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اے ابن آدم! کیا تو نے مجھ سے معاہدہ نہ کیا تھا کہ تو اس کے سوا اور مجھ سے نہ مانگے گا پھر فرمائے گا ممکن ہے اگر میں تجھے اس سے قریب کر دوں تو تو مجھے اس کے علاوہ نہ مانگے گا وہ رب سے وعدہ کرے گا کہ اس کے سوا نہ مانگے گا اور اس کا رب اسے معذور جانے گا کیونکہ وہ ایسی شے دیکھے گا جس پر صبر ناممکن ہے رب تعالیٰ اسے اس درخت سے قریب کر دے گا اور وہ اس کا سایہ لے گا اس کا پانی پیئے گا پھر اس کے سامنے جنت کے دروازے کے پاس ایک درخت ظاہر ہوگا جو پہلے دو سے اچھا ہوگا تو کہے گا اے میرے رب! اب مجھے اس سے قریب کر دے تاکہ میں اس کا سایہ لوں اور اس کا پانی پیوں اس کے سوا تجھ سے کچھ نہ مانگوں گا تو رب فرمائے گا اے ابن آدم! کیا تو نے مجھ سے یہ عہد نہ کیا تھا کہ تو مجھ سے اس کے سوا نہ مانگے گا عرض کرے گا ہاں یا رب یہ ہی آخری سوال ہے اس کے سوا تجھ سے اور نہ مانگوں گا اور اس کا رب اسے معذور رکھے گا کیونکہ وہ ایسی چیز دیکھے گا جس پر اس سے صبر نہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے قریب کر دے گا تو جب اس سے قریب کر دے گا وہ جنتیوں کی آواز سنے گا تو کہے گا اے رب مجھے اس میں داخل فرما تب رب تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم مجھے تجھ سے فراغت نہیں ہوگی کیا تجھے یہ راضی کر سکے گا کہ میں تجھے دنیا اور دنیا کی مثل اس کے ساتھ دوں عرض کرے گا اے رب! کیا تو مجھ سے مذاق کرتا ہے تو رب العالمین ہے۔ حضرت ابن مسعود اس پر ہنس پڑے پھر فرمایا تم مجھ سے پوچھتے کیوں نہیں کہ میں کس چیز سے ہنستا ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کس چیز سے ہنستے ہیں؟ فرمایا ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنسے تھے۔ صحابہ نے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ آپ کس چیز سے ہنستے ہیں؟

فرمایا رب العالمین کے ہنسنے سے۔ جب وہ بندہ کہے گا کہ کیا تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ تو رب العالمین ہے تو فرمائے گا میں تجھ سے مذاق نہیں کرتا لیکن میں اپنے ہر چاہنے پر قادر ہوں (مسلم)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّہٗ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ نَّحْوَہٗ اِلَّا اَنَّہٗ لَمْ یَذْکُرْ فَیَقُوْلُ یَا ابْنَ اٰدَمَ مَا یَصْرِیْنِیْ مِنْکَ اِلٰی اٰخِرِ الْحَدِیْثِ وَزَادَ فِیْہِ وَیُذَکِّرُہُ اللّٰہُ سَلْ کَذَا وَکَذَا حَتّٰی اِذَا انْقَطَعَتْ بِہِ الْاَمَانِیُّ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ھُوَ لَکَ وَعَشَرَۃُ اَمْثَالِہٖ قَالَ ثُمَّ یَدْخُلُ بَیْتَہٗ فَتَدْخُلُ عَلَیْہِ زَوْجَتَاہُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ فَتَقُوْلَانِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَاکَ لَنَا وَاَحْیَانَا لَکَ قَالَ فَیَقُوْلُ مَا اُعْطِیَ اَحَدٌ مِّثْلَ مَا اُعْطِیْتُ۔

مسلم ہی کی دوسری روایت میں حضرت ابو سعید سے اسی طرح ہے مگر انھوں نے یہ ذکر نہ کیا کہ اے ابنِ آدم! مجھے تجھ سے فراغت نہیں ہوتی آخر حدیث تک اس میں یہ اضافہ کیا کہ اللہ اسے یاد دلائے گا کہ فلاں فلاں چیز مانگ حتی کہ جب اس کی خواہشیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ وہ سب کچھ تیرا ہے اور اس سے دس گنا اور۔ فرمایا وہ اپنے گھر میں داخل ہوگا تو اس پر دو بیویاں آنکھ والی حوریں داخل ہوں گی کہیں گی شکر ہے اللہ کا جس نے تجھے ہمارے لیے اور ہمیں تیرے لیے زندہ رکھا، فرماتے ہیں وہ کہے گا کہ جیسا عطیہ مجھے دیا گیا کسی کو نہ دیا گیا۔

۱ کبھی منہ کے بل گرے گا

۲ آگ کا اثر اس پر ظاہر ہوگا اور اس کے چہرہ کا رنگ متغیر ہوگا یا اس کے بعض اعضاء کو جلا دے گی اور اس کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا۔ اصمعی کہتے ہیں کہ سفع کا معنی وہ سرخی ہے کہ جس پر سیاہی ہو۔

۳ یہ گفتگو انتہائی خوشی اور سرور کی وجہ سے صادر ہوگی حقیقۃً مراد نہیں بلکہ مراد کثرتِ عطا میں مبالغہ ہے۔

۴ انتہائی پیاس کی وجہ سے خیال کرے گا کہ شاید اس کے نیچے پانی ہوگا یا اس بناء پر کہ عادۃً درخت کے نیچے پانی ہوتا ہے یا محض احتمال کی بناء پر کہا کہ اگر وہاں پانی ہوا تو میں اسے پیوں گا۔

۵ یصرینی منک۔ یاء پر زبر صاد ساکن صری بمعنی قطع سے مشتق ہے یعنی کون سی چیز مجھے تیرے سوال سے خلاصی دلائے گی جو تو بار بار کر رہا ہے۔

۶ تو بار بار سوال کرتا ہے اور عہد توڑتا ہے کون سی چیز تجھے مجھ سے سوال سے روکے گی یہ معنی نہایت واضح ہے اور پہلی روایت قلب پر محمول ہے یعنی اس کا معنی بھی یہی لیا جائے گا۔

۷ انتہائی سرور و خوشی کی وجہ سے۔

۸ میں جانتا ہوں کہ تو اہل اور مستحق نہیں لیکن میں دے رہا ہوں کیونکہ میں قادرِ مطلق ہوں

۹ سفید چہرے اور سیاہ بڑی آنکھ والیاں۔ حور جمع حوراء اور عین جمع عیناء

۵۳۴۳/۱۵ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيُصِيْبَنَّ اَقْوَامًا سَفْعٌ مِّنَ النَّارِ بِذُنُوْبٍ اَصَابُوْهَا عُقُوْبَةً ثُمَّ يُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِهٖ وَرَحْمَتِهٖ فَيُقَالُ لَهُمُ الْجَهَنَّمِيُّوْنَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ قوموں کو ان کے کیے ہوئے گناہوں کی وجہ سے[۱] آگ کی لپٹ پہنچے گی سزا کے طور پر[۲] پھر اللہ انھیں جنت میں داخل فرمائے گا اپنے فضل[۳] اور اپنی رحمت سے تو انھیں جہنمی[۴] کہا جائیگا (البخاری)

[۱] مسلمانوں کے گروہ کو آگ کا اثر پہنچے گا کہ ان کا رنگ متغیر کر دے گا۔ "سَفْعٌ" کا معنی صراح میں ہے آگ کا جلانا، ایسی بادِ سموم جو چہرے کو بے رنگ کر دے۔

[۲] ان کے گناہوں کے سبب ان پر بطور جزا عذاب ہوگا۔

[۳] یہ الفاظ بعض نسخوں میں ہیں

[۴] پہلے دوزخ میں جانے کی وجہ سے نہ کہ بطریق تنقیص وتحقیر بلکہ برائے تذکیہ تاکہ وہ نعمت الٰہی پر شکر کرتے خوشحال ومسرور ہوں۔

۵۳۴۴/۱۶ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ قَوْمٌ مِّنَ النَّارِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَيُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيِّيْنَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) وَفِيْ رِوَايَةٍ يَخْرُجُ قَوْمٌ مِّنْ اُمَّتِيْ مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَتِيْ يُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيِّيْنَ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ کی شفاعت سے کچھ اقوام[۱] آگ سے نکالی جائیں گی جو جنت میں داخل ہوں گے اور ان کا نام جہنمی رکھا جائے گا (بخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ میری امت میں سے ایک قوم میری شفاعت کے باعث آگ سے نکالی جائے گی جو جہنمی نام دیے جائیں گے۔

[۱] بعض نسخوں میں قوم کا لفظ ہے

۵۳۴۵/۱۷ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اٰخِرَ اَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِّنْهَا وَاٰخِرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ حَبْوًا فَيَقُوْلُ اللّٰهُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَاْتِيْهَا فَيُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهَا مَلْاٰى فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلْاٰى فَيَقُوْلُ اللّٰهُ اذْهَبْ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں دوزخ میں سے آخری نکلنے والے کو اور جنت میں آخری داخل ہونے والے کو ایک شخص آگ سے گھسٹتا ہوا نکلے گا تو رب تعالیٰ فرمائے گا جا جنت میں داخل ہو جا وہ وہاں جائے گا ایسے خیال باندھے کہ جنت بھری ہوئی ہے وہ کہے گا یارب میں نے جنت بھری ہوئی پائی

فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَإِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشَرَةَ أَمْثَالِهَا فَيَقُوْلُ أَتَسْخَرُ مِنِّيْ أَوْ تَضْحَكُ مِنِّيْ وَأَنْتَ الْمَلِكُ فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ وَكَانَ يُقَالُ ذٰلِكَ أَدْنٰى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تو رب فرمائے گا جا جنت میں داخل ہوجا کیونکہ تیری ملکیت دنیا کے برابر اور اس کا دس گنا ہے وہ کہے گا تو مجھ سے تمسخر کرتا ہے یا مجھ سے ہنسی کرتا ہے حالانکہ تو بادشاہ ہے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور ہنسے حتیٰ کہ آپ کی داڑھیں مبارک چمک گئیں اور کہا جاتا ہے[2] کہ یہ جنت والوں میں ادنیٰ[3] درجہ کا ہوگا۔

(بخاری و مسلم)

[1] نیچے کا سرین پر چلنا بھی اس کا معنی ہے یہاں پیٹ اور ہاتھ پر چلنا مراد ہے۔

[2] دنیا میں یا آخرت میں

[3] مقام یا مرتبہ میں، صراح میں ہے کہ منزلت سرائے میں اُترنے کی جگہ، مرتبہ اور عزت کے معنی بھی آتے ہیں۔

٥٣٣٦ (١٨) وَعَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ لَأَعْلَمُ آخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ وَآخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِنْهَا رَجُلٌ يُؤْتٰى بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُقَالُ اعْرِضُوْا عَلَيْهِ صِغَارَ ذُنُوْبِهٖ وَارْفَعُوْا عَنْهُ كِبَارَهَا فَتُعْرَضُ عَلَيْهِ صِغَارُ ذُنُوْبِهٖ فَيُقَالُ عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا وَعَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا فَيَقُوْلُ نَعَمْ لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يُّنْكِرَ وَهُوَ مُشْفِقٌ مِنْ كِبَارِ ذُنُوْبِهٖ أَنْ تُعْرَضَ عَلَيْهِ فَيُقَالُ لَهٗ فَإِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً فَيَقُوْلُ رَبِّ قَدْ عَمِلْتُ أَشْيَاءَ لَا أَرَاهَا هٰهُنَا وَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں جانتا ہوں اہلِ جنت میں سے آخری داخل ہونے والے کو جنت میں اور دوزخیوں میں سے وہاں سے آخری نکلنے والے کو کہ یہ شخص ہوگا جسے روزِ قیامت لایا جائے گا، کہا جائے گا کہ اس پر اس کے چھوٹے گناہ پیش کرو اور اس سے اس کے بڑے گناہ مخفی رکھو چنانچہ اس پر اس کے چھوٹے گناہ پیش کیے جائیں گے کہا جائے گا تو نے فلاں فلاں گناہ کیے اور فلاں فلاں دن فلاں فلاں گناہ کیے، وہ کہے گا ہاں انکار کی طاقت نہ رکھے گا اور وہ اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا کہ اس پر وہ پیش کر دیے جائیں کہا جائے گا کہ تیرے لیے ہر گناہ کے عوض ایک نیکی ہے تب وہ کہے گا کہ میں نے تو اور بڑے[1] گناہ بھی کیے تھے جنھیں میں یہاں نہیں دیکھ رہا ہوں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا سرکار ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں چمک گئیں۔ (مسلم)

[1] یعنی میرے بڑے گناہ یہاں نہیں ہیں۔

۵۳۴۷/۱۹ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَخْرُجُ مِنَ النَّارِ اَرْبَعَۃٌ فَیُعْرَضُوْنَ عَلَی اللّٰہِ ثُمَّ یُؤْمَرُ بِہِمْ اِلَی النَّارِ فَیَلْتَفِتُ اَحَدُھُمْ فَیَقُوْلُ اَیْ رَبِّ لَقَدْ کُنْتُ اِذْ اَخْرَجْتَنِیْ مِنْھَا اَنْ لَّا تُعِیْدَنِیْ فِیْھَا قَالَ فَیُنْجِیْہِ اللّٰہُ مِنْھَا ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا چار آدمی آگ سے نکالے جائیں گے پھر بارگاہِ الٰہی میں پیش کیے جائیں گے پھر انھیں آگ کی طرف جانے کا حکم دیا جائے گا تو ان میں سے ایک مُڑ مُڑ کر دیکھے گا عرض کرے گا یا رب! میں امیدوار[1] تھا تو نے مجھے وہاں سے نکال لیا تو اب دوبارہ لوٹائے گا فرمایا۔ تو رب تعالیٰ اسے آگ[2] سے نجات دے دے گا۔ (مسلم)

[1] کہ اب تو دوبارہ دوزخ میں واپس نہیں بھیجے گا۔

[2] اب اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں نہیں بھیجے گا۔ باہر لانا، واپس بھیجنا اور نجات، اظہارِ امتنان و امتنان کے لیے ہے، ایک کے حال کا ذکر کیا ہے، باقی کو اس پر قیاس کر لیا جائے کہ ان کا معاملہ بھی اسی طرح ہوگا چار کا ذکر بطورِ تمثیل ہے ورنہ مراد جماعت ہے۔

۵۳۴۸/۲۰ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْلُصُ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ فَیُحْبَسُوْنَ عَلٰی قَنْطَرَۃٍ بَیْنَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ فَیُقْتَصُّ لِبَعْضِھِمْ مِنْ بَعْضٍ مَظَالِمُ کَانَتْ بَیْنَھُمْ فِی الدُّنْیَا حَتّٰی اِذَا ھُذِّبُوْا وَنُقُّوْا اُذِنَ لَھُمْ فِیْ دُخُوْلِ الْجَنَّۃِ فَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَاَحَدُھُمْ اَھْدٰی بِمَنْزِلِہٖ فِی الْجَنَّۃِ مِنْہُ بِمَنْزِلِہٖ کَانَ لَہٗ فِی الدُّنْیَا ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان آگ سے نجات پائیں گے تو وہ جنت و دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک لیے جائیں گے تو بعض کا بعض سے ان ظلموں کا بدلہ لیا جائے گا جو ان کے درمیان دنیا میں تھے حتیٰ کہ جب پاک صاف کر دیے جائیں[1] گے تو انھیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی تو اس کی قسم جس کے قبضہ میں محمد مصطفیٰ کی جان ہے ان میں سے ہر ایک اپنے جنتی گھر کا اس سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوگا جو اپنے دنیاوی گھر کا ہدایت یافتہ تھا۔ (بخاری)

[1] اس سے واضح ہو رہا ہے کہ اہلِ ایمان کو دوزخ میں تہذیب و تصفیہ کے لیے ڈالا جائے گا نہ کہ غضب و عداوت کی وجہ سے تاکہ ان کو ناپاک کثافت سے پاک صاف کر دیا جائے۔ اور جنت میں داخلہ ہوگا جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے جیسا کہ دنیا میں امراض و مصائب سے گناہوں کا کفارہ بن جائے۔ محققین نے کہا ہے کہ بعض گناہ امراض و مصائب سے، بعض شدتِ سکراتِ موت سے، بعض عذابِ قبر سے صاف ہو جاتے ہیں بعض گناہ ایسے ہیں کہ دوزخ کی آگ کے سوا نہیں دھلتے جس طرح سونا چاندی پگھلائے بغیر پاک اور صاف نہیں ہوتے۔

۲؎ اس میں تعذیب و تصفیہ کے بعد قوت نورانیت قلب و ہدایت کی طرف اشارہ ہے یا اس طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں جس طرح خود توفیق سے ایمان و عمل صالح اور مقام قرب الٰہی اس نے پایا اسی طرح جنت کے مقام کی طرف بھی ہدایت پائے گا۔

۵۳۴۹ / ۲۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا اُرِيَ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ لَوْ اَسَاءَ لِيَزْدَادَ شُكْرًا وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ اِلَّا اُرِيَ مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ لَوْ اَحْسَنَ لِيَكُوْنَ عَلَيْهِ حَسْرَةً۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا مگر پہلے اسے اسی کا دوزخی ٹھکانا دکھایا جائے گا اگر وہ جرم کرتا، تاکہ وہ زیادہ شکر کرے[۱] اور کوئی آگ میں نہ جائے گا مگر اسے اس کا جنتی ٹھکانا دکھایا جائے گا اگر نیکیاں کرتا، تاکہ اس پر حسرت کرے۔ (بخاری)

۱؎ اور اسے زیادہ لذت حاصل ہو

۵۳۵۰ / ۲۲ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَارَ اَهْلُ الْجَنَّةِ اِلَى الْجَنَّةِ وَاَهْلُ النَّارِ اِلَى النَّارِ جِيْءَ بِالْمَوْتِ حَتّٰى يُجْعَلَ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ثُمَّ يُذْبَحُ ثُمَّ يُنَادِيْ مُنَادٍ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ لَا مَوْتَ وَيَا اَهْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ فَيَزْدَادُ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَرَحًا اِلٰى فَرَحِهِمْ وَيَزْدَادُ اَهْلُ النَّارِ حُزْنًا اِلٰى حُزْنِهِمْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو موت لائی جائے گی حتیٰ کہ جنت و دوزخ کے درمیان رکھی جائے گی پھر ذبح کر دی جائے گی پھر پکارنے والا پکارے گا اے جنتیو! اب موت نہیں اور اے دوزخیو! اب موت نہیں تو جنتی لوگوں کو خوشی پر خوشی اور دوزخی لوگوں کو غم پر غم زیادہ ہو جائے گا۔ (مسلم و بخاری)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۵۳۵۱ / ۲۳ وَعَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَوْضِيْ مِنْ عَدَنٍ اِلٰى عَمَّانَ الْبَلْقَاءِ مَاؤُهٗ اَشَدُّ بَيَاضًا مِّنَ اللَّبَنِ وَاَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ وَاَكْوَابُهٗ عَدَدَ نُجُوْمِ السَّمَاءِ مَنْ شَرِبَ مِنْهُ شَرْبَةً لَمْ يَظْمَأْ بَعْدَهَا اَبَدًا اَوَّلُ النَّاسِ وُرُوْدًا

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا حوض عدن سے[۱] لے کر عمان بلقاء[۲] تک ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا اور اس کے کوزے آسمان کے تاروں کے برابر ہیں جو ایک گھونٹ پئے گا اس کے بعد پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا لوگوں میں سب سے پہلے وہاں

فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ الشُّعْثُ رُءُوْسًا الدُّنْسُ ثِيَابًا الَّذِيْنَ لَا يَنْكِحُوْنَ الْمُتَنَعِّمَاتِ وَلَا يُفْتَحُ لَهُمُ السُّدَدُ - (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

پہنچنے والا وہ مہاجر فقیر ہے جن کے بال پراگندہ ہیں کپڑے میلے جو امیر عورتوں سے نکاح نہ کر سکیں ان پر دروازے نہ کھولے جائیں۔ (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ، امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے)۔

لے عدن، یمن کا شہر ہے

۲ عمان، عین پر زبر، میم مشدد شام کا شہر ہے اگر عین پر ضمہ اور میم مخفف ہو تو یہ بھی یمن ہی کا شہر ہے۔ علامہ طیبی نے نہایہ کی موافقت کرتے ہوئے کہا کہ یہ بحرین کا شہر ہے لیکن یہاں چونکہ ساتھ بلقاء باء پر زبر، لام اور قاف ساکن کا ذکر ہے جو شام میں ہے یہ معنی اول کو متعین کرتا ہے۔

۳ شعث شین پر پیش، عین ساکن، اشعث کی جمع ہے بمعنی پراگندہ بال

۴ الدنس۔ دال اور نون پر پیش، دنس دال پر زبر دونوں کے نیچے کسرہ

۵ یعنی اگر یہ امیر عورتوں سے نکاح چاہیں تو وہ قبول نہ کریں۔

۶ اگر وہ کسی دروازہ پر آکر داخلہ کی اجازت چاہیں تو اجازت نہ دی جائے۔

۵۳۵۲ / ۲۴ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فَقَالَ مَا اَنْتُمْ جُزْءًا مِّنْ مِّائَةِ اَلْفِ جُزْءٍ مِّمَّنْ يَّرِدُ عَلَيَّ الْحَوْضَ قِيْلَ كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ قَالَ سَبْعَمِائَةٍ اَوْ ثَمَانَمِائَةٍ - (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ایک منزل پر اترے تو فرمایا کہ تم ان کا لاکھواں حصہ بھی نہیں جو میرے پاس حوض پر پہنچیں گے پوچھا گیا تم اس دن کتنے تھے فرمایا سات سو یا آٹھ سو تھے (ابوداؤد)

لے مشہور صحابی ہیں

۲ حضرت زید بن ارقم سے

۳ مراد تحدید و تعیین نہیں بلکہ محض کثرت کا بیان ہے شاید اس سے نا مذمراتب غیر محصور ہوں کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ تمام امت وارد ہوگی ہاں بعض بعض سے مخصوص ہوں گے۔

۵۳۵۳ / ۲۵ وَعَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضًا وَّاِنَّهُمْ لَيَتَبَاهَوْنَ اَيُّهُمْ اَكْثَرُ وَارِدَةً وَّاِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ اَكُوْنَ اَكْثَرَهُمْ وَارِدَةً - (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کا حوض ہے اور وہ اس پر فخر کریں گے کہ ان میں سے کسی کے پاس زیادہ آنے والے ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ میرے پاس ان سب آنے والوں میں سے

حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ) ۔۔۔ زیادہ ہیں۔ (ترمذی اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے)

۱؎ حضرات انبیاء علیہم السلام کی امتوں سے میری امت زیادہ ہوگی اور یہ یقینی بات ہے باقی لفظ ارجو جس میں شک وتردد کا معنی ہے بطور تواضع استعمال فرمایا ہے۔

۲؎ واضح رہے کہ یہ حدیث ظاہر پر ہی محمول ہے کہ روز قیامت ہر نبی کا حوض ہوگا اس کی تاویل علم یا ہدایت سے کرنا خلاف ظاہر ہے۔

۵۳۵۴ (۲۶) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّشْفَعَ لِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ اَنَا فَاعِلٌ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَيْنَ اَطْلُبُكَ قَالَ اُطْلُبْنِيْ اَوَّلَ مَا تَطْلُبُنِيْ عَلَى الصِّرَاطِ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَلْقَكَ عَلَى الصِّرَاطِ قَالَ فَاطْلُبْنِيْ عِنْدَ الْمِيْزَانِ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَلْقَكَ عِنْدَ الْمِيْزَانِ قَالَ فَاطْلُبْنِيْ عِنْدَ الْحَوْضِ فَاِنِّيْ لَا اُخْطِئُ هٰذِهِ الثَّلٰثَ الْمَوَاطِنَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ قیامت کے دن میری شفاعت فرمادیں فرمایا: میں ۱؎ شفاعت کروں گا عرض کیا یارسول اللہ! میں حضور کو کہاں تلاش کروں؟ فرمایا پہلے مجھے پل صراط پر تلاش کرنا میں نے کہا اگر آپ کو پل صراط پر نہ پاؤں، فرمایا پھر مجھے میزان کے پاس ڈھونڈھنا میں نے عرض کیا اگر میں حضور کو میزان کے پاس نہ پاؤں فرمایا پھر مجھے حوض کے پاس تلاش کرنا کیونکہ میں ان تین جگہوں کے علاوہ ۲؎ کہیں نہ ہوں گا۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث ۳؎ غریب ہے)

۱؎ جب میں تمام جہان کی شفاعت کروں گا تیری شفاعت کیسے نہ کروں گا حالانکہ تو میرا خادم اور معاون ہے۔ یا معنی یہ ہے کہ میں اپنی طرف سے کروں گا اور اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ فرما رکھا ہے۔

۲؎ کبھی اس مقام پر کبھی دوسرے پر کبھی تیسرے پر کیونکہ امت کے لیے محشر میں یہی تین مشکل ترین مقامات ہیں۔ اور میں ان کی آسانی کے لیے وہاں کوشاں ہوں گا۔

۳؎ اس حدیث اور حدیث عائشہ جو باب الحساب کی دوسری فصل میں گذری تطبیق کیسے ہوگی؟ وہاں یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور علیہ السلام سے پوچھا کہ روز قیامت آپ اپنے اہل وعیال کو یاد رکھیں گے تو آپ نے فرمایا کہ ان تین مقامات پر کوئی کسی کو یاد نہیں رکھے گا بلکہ ہر کسی کو اپنی پڑی ہوگی۔ ان میں تطبیق دیتے ہوئے شارحین نے فرمایا کہ سیدہ عائشہ چونکہ آپ کی اہلیہ ہیں ان کو یہ جواب اس لیے دیا کہ کہیں وہ شفاعت پر تکیہ کرتے ہوئے عمل ومحنت کو ترک نہ کردے جیساکہ آپ نے اپنے تمام اہل بیت اور قرابت داروں کو فرمایا کہ تمھارے لیے مالک نہیں ہوں عمل کرو اور بھروسہ نہ کرو اور حضرت انس سے شفاعت کا وعدہ فرمایا تاکہ یہ ناامید نہ ہوں۔ درحقیقت روز قیامت کی شدت وسختی کا بیان ہے اور حضور کے لیے شفاعت کا درجہ حاصل ہے لہذا آپ نے ہر جواب میں مخاطب کے حال کو پیش نظر رکھا ہے۔

۵۳۵۵ / ۲۷ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ مَا الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ قَالَ ذٰلِكَ يَوْمٌ يَنْزِلُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى كُرْسِيِّهٖ يَئِطُّ كَمَا يَئِطُّ الرَّحْلُ الْجَدِيْدُ مِنْ تَضَايُقِهٖ وَهُوَ كَسَعَةِ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَيُجَاءُ بِكُمْ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا فَيَكُوْنُ اَوَّلُ مَنْ يُّكْسٰى اِبْرَاهِيْمُ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اكْسُوْا خَلِيْلِيْ فَيُؤْتٰى بِرَيْطَتَيْنِ بَيْضَاوَيْنِ مِنْ رِيَاطِ الْجَنَّةِ ثُمَّ اُكْسٰى عَلٰى اِثْرِهٖ ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ اللّٰهِ مَقَامًا يَغْبِطُنِيْ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ۔

(رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ مقام محمود کیا ۱؎ ہے؟ فرمایا قیامت وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنی کرسی پر نزول فرمائے گا تو وہ ایسی چرچرائے گی جیسے نیا کجاوا ۲؎ چرچراتا ہے اپنی تنگی کی وجہ سے حالانکہ وہ آسمان و زمین کی فراخی کی طرح ۳؎ ہے اور تم کو ننگے پاؤں ننگے بدن بے ختنہ لایا جائے گا جنہیں پہلے پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم ہوں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے خلیل کو پہناؤ تو دو سفید حلّے پہنائے جائیں گے پھر ان کے بعد مجھے پہنایا جائے گا پھر میں اللہ تعالیٰ کے دائیں طرف اس طرح کھڑا ہوں کہ مجھ پر اگلے اور پچھلے رشک کریں گے۔

(دارمی)

۱؎ اس کی کیا کیفیت ہے جس کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (آپ کا رب عنقریب آپ کو مقام محمود پر کھڑا فرمائے گا)۔

۲؎ پالان اور زین جو چمڑے سے تیار ہوتا ہے۔

۳؎ دوسری روایت میں ہے کہ سات آسمان اور سات زمین کی نسبت اس کرسی کے یوں ہے جیسے جنگل میں حلقہ ہو، عرش کی فضیلت کرسی پر ایسے ہے جیسے جنگل کی حلقہ پر فضیلت ہوتی ہے یہاں سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ آسمان و زمین کے درمیان کی وسعت کا ذکر جو حدیث میں آیا ہے وہ حسب عرف کرسی کے مقابلہ میں بطور تمثیل ہے وہاں تحدید و تعیین مقصود نہیں جیسا کہ وسعتِ جنت کے بارے میں آیا ہے کہ اس کی چوڑائی آسمان اور زمین کے برابر ہے اس سے مقصود اس کی فراخی بیان کر کے اس وہم کا ازالہ ہے جو کجاوہ کی تشبیہ اور اس کی تنگی سے چرچرانے سے پیدا ہوا یہ حدیث از قبیل متشابہات ہے خلاصہ اس کا عظمت الٰہی اور اس کی کبریائی کا بیان ہے یہاں مفردات کلام کا معنی ملحوظ نہیں ہے کہا گیا کرسی بادشاہ کی کرسی سے ماخوذ ہے جس پر بادشاہ بیٹھتا ہے اور حکم جاری کرتا ہے یا عالم کی کرسی سے ماخوذ ہے جس پر وہ علوم و معارف کے افادہ اور افاضہ کے لیے بیٹھتا ہے۔ اثر دونوں پر فتحہ یا ہمزہ مکسور اور ثاء ساکن ہے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو پہلے حلہ پہنائے جانے کا سبب باب الحشر کی فصل اول میں گزر چکا ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ یہ سیدنا ابراہیم کی حضور پر فضیلت کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کی یہ تقدیم بھی حضور علیہ السلام کے والد ہونے کی وجہ سے ہے جو شارحین نے کہا کہ حضور علیہ السلام لباس میں مبعوث ہوں گے بظاہر مذکورہ قول کہ، اس کے بعد مجھے لباس پہنایا جائے گا کے منافی ہے مگر کہا یہ گیا ہے کہ آپ اگرچہ لباس میں تشریف لائیں گے لیکن بسبب آپ کے شرف و فضل کے حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ

دوبارہ لباس پہنایا جائے گا۔ باقی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو پہلے لباس پہنانا صرف فضیلت جزئی ہے فضیلت کلی وہ ہے جس کا بیان آگے آرہا ہے۔

سے یہ حدیث واضح طور پر اس پر دال ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام کائنات ملائکہ، انبیاء و مرسلین اور تمام مقربین سے افضل ہیں

۵۳۵۶/۲۸ وَعَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِعَارُ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى الصِّرَاطِ رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مومنین کی پل صراط[1] پر[2] یہ علامت ہوگی الٰہی سلامت رکھ[3] سلامت رکھ (ترمذی، اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے)

لے پل پر گزرتے ہوئے یہ کلمہ ادا ہوگا

ملے بعض نسخوں میں رب سلّم، رب سلّم (الٰہی سلامت رکھ، الٰہی سلامت رکھ)

سے شعار، شین کے نیچے زیر، جنگ اور سفر کے دوران کی علامت، اس کلمہ کے ساتھ روز قیامت پہچان ہوگی اس امت کی جو اپنے پیغمبر کی اقتداء میں رہی۔

۵۳۵۷/۲۹ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَفَاعَتِي لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِي۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ جَابِرٍ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ والوں کے لیے ہے[1] (ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت جابر سے روایت کی)

لے جب شفاعت کبیرہ گناہ والوں کو حاصل ہے تو صغیرہ والوں کو بطریق اولیٰ شفاعت حاصل ہوگی باقی اس شفاعت سے مراد عذاب سے نجات اور خلاصی ہے رہا درجات کی بلندی اور مزید انعامات کا حصول تو وہ اولیاء، اتقیاء اور صلحاء کے لیے ہوگی۔

۵۳۵۸/۳۰ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِي اٰتٍ مِنْ عِنْدِ رَبِّي فَخَيَّرَنِي بَيْنَ اَنْ يُدْخِلَ نِصْفَ اُمَّتِي الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ وَهِيَ لِمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب کے پاس سے ایک[1] آنے والا آیا تو مجھے نصف امت جنت میں داخل کرنے اور شفاعت کرنے میں سے ایک کو چن لینے کا اختیار دیا گیا پس میں نے شفاعت[2] کو پسند کیا اور یہ اس کے لیے ہے جو مر گیا اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا[3] (ترمذی اور ابن ماجہ)

؎۱ مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام یا کوئی اور فرشتہ ہے۔
؎۲ تاکہ تمام اہلِ ایمان اس میں داخل ہوں اور کوئی خارج نہ رہے جیسا کہ آگے خود فرمایا
؎۳ یعنی تمام اہلِ ایمان

۵۳۵۹ / ۳۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِی الْجَدْعَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ بِشَفَاعَۃِ رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِیْ اَکْثَرُ مِنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ)

حضرت عبداللہ بن ابی الجدعاء؎۱ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کے ایک آدمی کی شفاعت سے قبیلہ بنو تمیم سے زیادہ لوگ جنت میں جائیں گے۔ (ترمذی، دارمی، ابن ماجہ)

؎۱ جدعاء، جیم پر زبر، دال ساکن تیمی ہیں، بعض کے نزدیک کنانی ہیں اور بعد میں صحابہ میں شمار ہوتے ہیں جامع الاصول، تقریب میں ہے کہ ذال کے ساتھ ہے شارحین کہتے ہیں کہ ان میں دو احادیث مروی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے اور دوسری حدیث کُنْتُ نَبِیًّا وآدم فی الروح والجسد (میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے) محدث میر جمال الدین کے نسخہ میں ذال کے صحیح قرار دیا ہے۔
؎۲ قبیلہ بنو تمیم بہت زیادہ افراد پر مشتمل تھا جب ایک آدمی کی شفاعت سے اتنے لوگ جنت میں جائیں تو اس طرح کے مرد تو امت میں کثیر ہیں جب تمام شفاعت کریں گے تو ان کی شفاعت سے ساری اُمت مسلمہ جنت میں چلی جائے گی۔

۵۳۶۰ / ۳۲ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّشْفَعُ لِلْفِئَامِ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّشْفَعُ لِلْقَبِیْلَۃِ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّشْفَعُ لِلْعُصْبَۃِ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّشْفَعُ لِلرَّجُلِ حَتّٰی یَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمت میں سے بعض وہ ہیں جو ایک جماعت؎۱ کی شفاعت کریں گے بعض وہ ہیں جو ایک قبیلہ؎۲ کی شفاعت کریں گے بعض ایک کنبہ؎۳ کی شفاعت کریں گے بعض صرف ایک آدمی کی شفاعت کریں گے حتیٰ کہ یہ لوگ جنت میں؎۴ داخل ہو جائیں گے۔ (ترمذی)

؎۱ فئام۔ فاء کے نیچے زیر، معنی کے اعتبار سے فِئۃ کی جمع ہے نہ کہ لفظ کے اعتبار سے کیونکہ لفظاً اس کا واحد نہیں اس کی اصل میں ہمزہ ہے مگر بغیر ہمزہ کے بھی آیا ہے۔
؎۲ ایک والد کی اولاد کو قبیلہ کہا جاتا ہے۔
؎۳ عُصْبہ، عین پر پیش، صاد ساکن، ایک سے لے کر چالیس افراد تک کا جتھہ
؎۴ اس شفاعت سے

۵۳۶۱ / ۳۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَعَدَنِيْ اَنْ يُّدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِيْ اَرْبَعَ مِائَةِ اَلْفٍ بِلَا حِسَابٍ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ زِدْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَهٰكَذَا فَحَثَا بِكَفَّيْهِ وَجَمَعَهُمَا فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ زِدْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَهٰكَذَا فَقَالَ عُمَرُ دَعْنَا يَا اَبَا بَكْرٍ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَمَا عَلَيْكَ اَنْ يُّدْخِلَنَا اللّٰهُ كُلَّنَا الْجَنَّةَ فَقَالَ عُمَرُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اِنْ شَاءَ اَنْ يُّدْخِلَ خَلْقَهُ الْجَنَّةَ بِكَفٍّ وَّاحِدٍ فَعَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ عُمَرُ۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ؛ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت میں سے چار لاکھ کو بغیر حساب کے جنت میں داخل فرمائے گا تو جناب ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو اور زیادہ دیجیے[۱] فرمایا اس طرح پھر آپ نے دونوں ہاتھ ملائے[۲] ان کا لپ بھرا حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں زیادہ دیجیے فرمایا اور ایسے تو حضرت عمر نے کہا کہ اے ابوبکر ہمیں چھوڑ دیجیے[۳] تو ابوبکر نے فرمایا: تمہارا اس میں کیا نقصان ہے کہ ہم سب کو اللہ جنت میں داخل فرمادے تو حضرت عمر کہنے لگے اگر اللہ چاہے تو ایک مٹھی میں ساری خلقت کو جنت میں داخل کر دے تو وہ کرسکتا ہے تب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عمر نے سچ کہا (شرح السنۃ)

۱؎ سوال کرو اللہ تعالیٰ اس میں اور اضافہ فرمائے یا خبر دینے میں اضافہ فرماؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے زیادہ کا وعدہ فرمایا جیسا کہ پیچھے گزرا کہ ستر ہزار اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور تین لپ بھی جنت میں داخل ہوں گے ۔

۲؎ جیسے دینے کے لیے آدمی ملاتا ہے، حثیہ، جیسے دونوں ہاتھوں سے ایک ہی بار دیا جاتا ہے

۳؎ تاکہ ہم عمل کریں ۔ اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے جدوجہد کریں تاکہ کرم پر اعتماد کرتے ہوئے عمل سے غافل نہ ہو جائیں ۔

۴؎ ایک بار ہی عطا سے جنت میں داخل کر دے لہٰذا بار بار سوال کی کیا ضرورت ؟

۵؎ شارحین کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے جو کچھ کہا وہ فقر و مسکینی اور نیازمندی کا اظہار ہے ۔ حضرت عمر نے جو کچھ کہا وہ تسلیم و رضا ہے ۔ اولاً حضور نے حضرت ابوبکر کو جواب نہ دیا یہاں تک کہ عمر بول پڑے اور ثانیاً حضرت عمر کی تصدیق کی کیونکہ توجہ اور عمل میں بشارت کا بہت بڑا دخل ہوتا ہے اور کلام عمر میں بھی بشارت ہے بلکہ عظیم تر بشارت ہے لہٰذا دونوں کا حال ایک ہی ہے ۔

۵۳۶۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَفُّ اَهْلُ النَّارِ فَيَمُرُّ بِهِمُ الرَّجُلُ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ يَا فُلَانُ اَمَا تَعْرِفُنِيْ اَنَا الَّذِيْ سَقَيْتُكَ شَرْبَةً وَقَالَ بَعْضُهُمْ اَنَا الَّذِيْ

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ؛ دوزخی لوگ صف بستہ ہوں گے تو اہل جنت میں سے ایک آدمی ان پر گزرے گا تو ان میں سے ایک دوزخی کہے گا کیا تو مجھے پہچانتا نہیں میں وہ ہی ہوں جس نے تجھے ایک گھونٹ پانی پلایا تھا،

وَهَبْتُ لَكَ وَضُوْءًا فَيَشْفَعُ لَهُ فَيُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

ایک دوزخی کہے گا کہ میں وہ ہوں جس نے وضو کا پانی دیا تھا یہ جنتی ان کی شفاعت کرے گا پس انھیں جنت میں داخل کر دے[۲] گا۔ (ابن ماجہ)

[۱] یا دوزخیوں کو کھڑا کیا گیا ہوگا، یصف معروف و مجہول دونوں طرح ہے۔

[۲] یہاں سے واضح ہو رہا ہے کہ اگر فاسق و گنہ گار نے دنیا میں کسی اہلِ تقویٰ و ورع کی خدمت کی ہوگی تو آخرت میں اس کا نتیجہ ملے گا۔ اور ان کی شفاعت سے جنت نصیب ہوگی۔

۵۳۶۳/۳۵ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ رَجُلَيْنِ مِمَّنْ دَخَلَ النَّارَ اشْتَدَّ صِيَاحُهُمَا فَقَالَ الرَّبُّ تَعَالَى أَخْرِجُوهُمَا فَقَالَ لَهُمَا لِأَيِّ شَيْءٍ اشْتَدَّ صِيَاحُكُمَا قَالَا فَعَلْنَا ذٰلِكَ لِتَرْحَمَنَا قَالَ فَإِنَّ رَحْمَتِي لَكُمَا أَنْ تَنْطَلِقَا فَتُلْقِيَا أَنْفُسَكُمَا حَيْثُ كُنْتُمَا مِنَ النَّارِ فَيُلْقِي أَحَدُهُمَا نَفْسَهُ فَيَجْعَلُهَا اللهُ عَلَيْهِ بَرْدًا وَسَلَامًا وَيَقُومُ الْآخَرُ فَلَا يُلْقِي نَفْسَهُ فَيَقُولُ لَهُ الرَّبُّ تَعَالَى مَا مَنَعَكَ أَنْ تُلْقِيَ نَفْسَكَ كَمَا أَلْقَى صَاحِبُكَ فَيَقُولُ رَبِّ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ لَا تُعِيدَنِي فِيهَا بَعْدَ مَا أَخْرَجْتَنِي مِنْهَا فَيَقُولُ لَهُ الرَّبُّ تَعَالَى لَكَ رَجَاؤُكَ فَيَدْخُلَانِ جَمِيعًا الْجَنَّةَ بِرَحْمَةِ اللهِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دوزخ میں جا چکے ہوں گے ان میں سے دو کا شور و پکار بہت زیادہ ہوگا تو رب تعالیٰ فرمائے گا کہ ان دونوں کو نکالو پھر ان سے فرمائے گا کہ کس مقصد کے لیے تمھارا شور زیادہ ہے؟ عرض کریں گے کہ ہم نے یہ اس لیے کیا کہ تو ہم پر رحم کرے گا۔ فرمائے گا تم پر میری رحمت یہ ہے کہ چلو[۱] اپنے کو وہاں ہی ڈال دو جہاں تم دونوں تھے چنانچہ ان میں سے ایک تو ڈال دے[۲] گا تو اللہ اس پر آگ کو ٹھنڈی سلامتی والی کر دے گا اور دوسرا کھڑا رہے گا وہ اپنے کو نہ ڈالے گا اس سے رب فرمائے گا کہ تجھے اپنے کو گرانے سے کس چیز نے روکا جیسا کہ تیرے ساتھی نے اپنے کو گرا دیا وہ کہے گا کہ میں امید کرتا ہوں کہ تو مجھے اس سے نکالنے کے بعد نہ لوٹائے گا تو اس سے رب تعالیٰ فرمائے گا کہ تیرے لیے تیری امید ہے پھر دونوں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ (ترمذی)

[۱] ان کی عبودیت و تسلیم کے لیے بطور امتحان

[۲] رضاءِ مولیٰ کی خاطر اور بندگی کا اظہار کرتے ہوئے۔

[۳] یہاں سے معلوم ہو رہا ہے جب ہر بلا و مصیبت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے حکم کو تسلیم کرنے کا طریقہ اپنایا جائے تو اللہ تعالیٰ بلا کو آسان فرما دیتا ہے۔

۴؎ اللہ تعالیٰ سے لطف و امید اور عجز و نیاز کی وجہ سے

۵؎ اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بندے کا امیدوار ہونا نہایت ہی مؤثر ہے اگرچہ انسان اپنے عجز و ناتوانی کی وجہ سے اس کی طاعت بجا نلا سکا ہو۔

۵۳۶۴/۳۶ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرِدُ النَّاسُ النَّارَ ثُمَّ يَصْدُرُوْنَ مِنْهَا بِاَعْمَالِهِمْ فَاَوَّلُهُمْ كَلَمْحِ الْبَرْقِ ثُمَّ كَالرِّيْحِ ثُمَّ كَحُضْرِ الْفَرَسِ ثُمَّ كَالرَّاكِبِ فِيْ رَحْلِهٖ ثُمَّ كَشَدِّ الرَّجُلِ ثُمَّ كَمَشْيِهٖ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ آگ پر حاضر ہوں[۱] گے پھر وہاں[۲] سے گزریں گے اپنے اعمال کے مطابق تو ان میں سے اگلے لوگ بجلی کی کوند کی طرح پھر ہوا کی طرح، پھر گھوڑے کی دوڑ[۳] کی طرح، پھر اس کی طرح جو اپنے کجاوے[۴] میں سوار ہو، پھر مرد کی دوڑ کی طرح پھر اس کے چلنے کی طرح[۵] (ترمذی، دارمی)

۱؎ پل صراط سے گزرنے کے لیے جو دوزخ پر بچھایا گیا ہوگا۔

۲؎ اپنے اپنے اعمال کے مطابق نجات وخلاصی پائیں گے۔

۳؎ حضر، صراح میں ہے کہ حضر، حاء پر پیش، ضاد ساکن، دوڑنا اور احضار گھوڑے کا دوڑنا۔

۴؎ رحل کا معنی گھوڑے کا پالان ہے مراد سوار ہے، کجاوے پر سوار ہونے والا ہے کجاوہ سواری پر سوار ہونے والے سے اقوی ہوتا ہے۔

۵؎ عادت کے مطابق

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۵۳۶۵/۳۷ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَمَامَكُمْ حَوْضِيْ مَا بَيْنَ جَنْبَيْهِ كَمَا بَيْنَ جَرْبَاءَ وَاَذْرُحَ قَالَ بَعْضُ الرُّوَاةِ هُمَا قَرْيَتَانِ بِالشَّامِ بَيْنَهُمَا مَسِيْرَةُ ثَلٰثِ لَيَالٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ فِيْهِ اَبَارِيْقُ كَنُجُوْمِ السَّمَاءِ مَنْ وَّرَدَهٗ فَشَرِبَ مِنْهُ لَمْ يَظْمَاْ بَعْدَهَا اَبَدًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے آگے میرا حوض ہے اور اس کے دونوں کناروں[۱] کے درمیان جربا[۲] اور اذرح[۳] کے مطابق فاصلہ ہے بعض راویوں نے کہا کہ دونوں شام کی بستیاں ہیں جن کے درمیان تین دن کی مسافت[۴] ہے دوسری روایت میں ہے کہ اس کے گلاس آسمان کے تاروں کے برابر ہیں جو اس پر وارد ہوا اور اس سے پیئے تو اس کے بعد اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ (بخاری و مسلم)

سلہ جنب ، نون ساکن ، جانب یاء پہذبر انسان کی ایک طرف وغیرہ ۔ القاموس ۔
سلہ جرباء جیم پرزبر بالمد و بالقصر
سلہ اذرح ، ہمزہ پر زبر ، ذال ساکن ، راء پر پیش اور حاء
سلہ شارح حدیث نے یہی بات کہی ہے لیکن اس بارے میں تحقیقی بات صاحبِ قاموس نے ذکر کی ہے اور میں نے اسے شرح میں ذکر کیا ہے ۔

٥٣٦٦ / ٣٨ وَعَنْ حُذَيْفَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى النَّاسَ فَيَقُوْمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى تُزْلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ فَيَأْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا أَبَانَا اسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ وَهَلْ أَخْرَجَكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ إِلَّا خَطِيْئَةُ أَبِيْكُمْ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ إِذْهَبُوْا إِلَى ابْنِيْ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ اللهِ قَالَ فَيَقُوْلُ إِبْرَاهِيْمُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ إِنَّمَا كُنْتُ خَلِيْلًا مِّنْ وَّرَاءَ وَرَاءَ إِعْمِدُوْا إِلَى مُوْسَى الَّذِيْ كَلَّمَهُ اللهُ تَكْلِيْمًا فَيَأْتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ إِذْهَبُوْا إِلَى عِيْسٰى كَلِمَةِ اللهِ وَرُوْحِهٖ فَيَقُوْلُ عِيْسٰى لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ فَيَأْتُوْنَ مُحَمَّدًا فَيَقُوْمُ فَيُؤْذَنُ لَهٗ وَتُرْسَلُ الْأَمَانَةُ وَالرَّحِمُ فَتَقُوْمَانِ جَنَبَتَيِ الصِّرَاطِ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا فَيَمُرُّ أَوَّلُكُمْ كَالْبَرْقِ قَالَ قُلْتُ بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ أَيُّ شَيْءٍ كَمَرِّ الْبَرْقِ قَالَ أَلَمْ تَرَوْا إِلَى الْبَرْقِ كَيْفَ يَمُرُّ وَيَرْجِعُ فِيْ طَرْفَةِ عَيْنٍ ثُمَّ كَمَرِّ الرِّيْحِ ثُمَّ كَمَرِّ الطَّيْرِ وَشَدِّ الرِّجَالِ تَجْرِيْ بِهِمْ أَعْمَالُهُمْ وَنَبِيُّكُمْ قَائِمٌ عَلَى الصِّرَاطِ يَقُوْلُ يَا رَبِّ

حضرت حذیفہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع فرمائے گا مسلمان کھڑے ہوں گے تو جنت ان کے قریب کر دی جائے گی پس وہ حضرت آدم کی بارگاہ میں عرض گذار ہوں گے اے والد گرامی ہمارے لیے جنت کھلوائیے ۔ فرمائیں گے کہ تمہیں جنت سے تمہارے باپ کی لغزش نے ہی نکلوایا ہے لہذا میں اس لائق نہیں ہوں تم میرے بیٹے ابراہیم خلیل اللہ کی بارگاہ میں جاؤ حضرت ابراہیم فرمائیں گے کہ میں اس لائق نہیں ہوں ، کیونکہ میں تو دور کا دوست ہوں تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جن سے خوب باتیں کیں تو وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ فرمائیں گے میں اس کام والا نہیں تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کا کلمہ اور روح ہیں تو حضرت عیسیٰ فرمائیں گے میں اس کام کے لائق نہیں ہوں تب سب حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں گے آپ اٹھیں گے تو آپ کو اجازت دی جائے گی اور امانت اور رحم بھیجے جائیں گے وہ پل صراط کے دو طرف کھڑے ہو جائیں گے ۔ دائیں بائیں ان کی پہلی جماعت بجلی کی طرح گذرے گی فرماتے ہیں میں نے عرض کیا آپ پر میرے ماں باپ قربان بجلی کے گذرنے کی طرح کون چیز ہے ؟ فرمایا کیا تم بجلی کو نہیں دیکھتے کہ وہ پلک جھپکنے میں کیسے گذرتی ہے اور جاتی ہے پھر ہوا کی گذر کی طرح پھر پرندے کی طرح

سَلِّمْ سَلِّمْ حَتّٰی تَعْجَزَ اَعْمَالُ الْعِبَادِ حَتّٰی یَجِیْئَ الرَّجُلُ فَلَا یَسْتَطِیْعُ السَّیْرَ اِلَّا زَحْفًا قَالَ وَفِیْ حَافَتَیِ الصِّرَاطِ کَلَالِیْبُ مُعَلَّقَۃٌ مَاْمُوْرَۃٌ تَاْخُذُ مَنْ اُمِرَتْ بِہٖ فَمَخْدُوْشٌ نَاجٍ وَّمُکَرْدَسٌ فِی النَّارِ وَالَّذِیْ نَفْسُ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ بِیَدِہٖ اِنَّ قَعْرَ جَھَنَّمَ لَسَبْعِیْنَ خَرِیْفًا۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

اور تیز مردوں کی دوڑ کی طرح ان کے اعمال انھیں لے چلیں گے اور تمھارے نبی پل صراط پر کھڑے ہوئے فرماتے ہوں گے الٰہی سلامتی سلامتی عطا فرما[8] حتیٰ کہ بندوں کے اعمال عاجز رہ جائیں گے[9] یہاں تک کہ ایک شخص آئے گا جو چل نہ سکے گا سوا گھسٹنے کے، فرمایا کہ صراط کے دونوں کناروں پر کنڈے نکلے ہوئے ہیں جو تابع حکم ہیں جسے پکڑنے کا حکم دیئے جائیں گے اسے پکڑ لیں گے تو بعض دوزخی ہوکر نجات پا جائیں گے[10]، بعض آگ میں ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے[11] اس کی قسم جس کے قبضہ میں ابوہریرہ کی جان ہے کہ دوزخ کی گہرائی ستر سال[12] کی ہے (المسلم)

۱؎ جب تمھارے والد کی لغزش سے ایسے ہوا ہے تو اب انھی سے جنت کا داخلہ کیوں ڈھونڈھتے ہو۔

۲؎ اس حدیث میں حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ نہیں حالانکہ دیگر احادیث میں ہے۔

۳؎ یعنی مقامِ ادب وہیبت کی وجہ سے حدِ تسلیم وعبودیت پر ہوں لہٰذا میں تمھارا وکیل وواسطہ نہیں بن سکتا۔

۴؎ اللہ نے بے واسطہ جبریل سے کلام فرمایا

۵؎ وہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں آئیں گے جو اللہ رب العالمین کی بارگاہِ اقدس میں سب سے زیادہ مقامِ عزت و قرب پر فائز ہوں گے۔ آپ کی ذات اقدس انبیاء و مرسلین میں ممتاز ہے، آپ نے یہ نہیں فرمایا تم میرے پاس آؤ گے بلکہ اپنا اسم مبارک ذکر کیا جو حمد سے مشتق ہے اور مقام محمود کے قیام پر دال ہے جو مقام شفاعت ہے۔

۶؎ ایک دائیں اور ایک بائیں تاکہ طلبِ حق اور حصولِ انصاف ہو

۷؎ ان کے اعمال کی نورانیت وروحانیت کا غلبہ و زور اور اس کی قوت مراد ہے، دراصل یہ تمام قوت وحالت حضور علیہ السلام کی امداد، توجہ اور تصرف کی وجہ سے ہوگی جو ان کے سروں پر کھڑے ہوکر مدد فرما رہے ہوں گے جیسا آگے خود فرمایا۔

۸؎ انھیں استقامت بخشش اور نجات وخلاصی عطا فرما۔

۹؎ ان میں اتنی صلاحیت نہ ہوگی کہ وہاں سے گزر جائیں۔

۱۰؎ باوجود اس کے وہ نجات وخلاصی پا جائیں گے۔

۱۱؎ مُکَرْدَسٌ۔ صراح میں ہے کہ رجل مُکَرْدَسٌ وہ شخص ہوتا ہے جس کے ہاتھ پاؤں آپس میں اکٹھے ہوں، کلادس بھی آیا ہے جس کا معنی ساقط اور افتادہ ہے۔

۱۲؎ مقصود، کثرت وتصویر تمثیل ہے، نہ کہ تحدید وتعیین بعض میں سبعون ہے جو نحو کے قاعدہ کے موافق ہے جیسا کہ

شرح میں تفصیلاً بیان ہوا ہے۔

۵۳۶۷/۳۹ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْرِجُ مِنَ النَّارِ قَوْمٌ بِالشَّفَاعَةِ كَاَنَّهُمُ الثَّعَارِيْرُ قُلْنَا مَا الثَّعَارِيْرُ قَالَ اِنَّهُ الضَّغَابِيْسُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک قوم شفاعت کے ذریعہ دوزخ سے ایسے نکل جائے گی جیسے کہ وہ ثعاریر[1] ہیں۔ ہم نے عرض کیا کہ ثعاریر کیا چیز ہیں؟ فرمایا کہ وہ ضغابیس[2] (متوسط جسم والے اونٹ) ہیں۔ (بخاری و مسلم)

[1] ثعاریر، ثاء پر زبر اور عین

[2] ضغابیس، پہلے دونوں حروف پر زبر، باء کے نیچے زیر یاء ساکن، ضغبوس کی جمع ہے ضاد پر پیش غین، باء۔

بعض نے کہا وہ سفید گھاس جو روئی کی طرح ہوتی ہے اور ریت میں اگتی ہے۔

۵۳۶۸/۴۰ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثَلٰثَةٌ الْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا روز قیامت تین جماعتیں[1] شفاعت کریں گی۔ انبیاء پھر علماء، پھر شہداء۔ (ابن ماجہ)

[1] ان تین کو مخصوص کرنے کی وجہ ان کی فضیلت و کرامت ہے ورنہ تمام اہل خیر مسلمانوں کے لیے شفاعت کا ثبوت ہے اور اس سلسلہ میں احادیث مشہورہ وارد ہیں خواہ وہ شفاعت گناہوں کی صفائی کے لیے ہو یا بلندیٔ درجات کے لیے ہو۔ شفاعت کا انکار بدعت و گمراہی ہے جیسا کہ خوارج اور بعض معتزلہ نے ایسا کیا ہے۔

شرح صحیح مسلم (۷ جلد)

تصنیف: علامہ غلام رسول سعیدی شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی

اس صدی کی بہترین شرح جس میں عصر حاضر کے جدید مسائل کا محققانہ حل پیش کیا گیا ہے۔

● —— یہ شرح قارئین کو دوسری شرحوں سے بے نیاز کرے گی۔

اشعۃ اللمعات (۴ جلد)

شرح مشکوٰۃ

تصنیف منیف

عارف باللہ شیخ محقق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ و حواشی

حضرت علامہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مدظلہ العالی

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی

بخاری شریف مترجم (۳ جلد)

امام المحدثین ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری

سنن نسائی مترجم (۳ جلد)

امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن بحر نسائی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: مولانا دوست محمد شاکر و مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی

جامع ترمذی مترجم مع شمائل ترمذی (۲ جلد)

محدث جلیل امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: مولانا علامہ محمد صدیق سعیدی ہزاروی

مشکوٰۃ شریف مترجم (۳ جلد)

امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب رحمۃ اللہ تعالیٰ

مترجم: فاضل شہیر مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری

سنن ابن ماجہ مترجم (۲ جلد)

امام حافظ ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ الربعی القزوینی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری

طحاوی شریف مترجم (اردو) مع خلاصہ مضامین (؟) (مبحث چار جلد پر مشتمل)

محدث جلیل امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (؟)

مترجم: علامہ محمد صدیق ہزاروی مترجم ترمذی شریف و ریاض الصالحین

تقدیم: علامہ غلام رسول سعیدی شارح مسلم شریف

سنن ابو داؤد شریف مترجم (۳ جلد)

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی رحمۃ اللہ

مترجم: مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری

ریاض الصالحین مترجم (۲ جلد)

شیخ الاسلام ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی

مترجم: مولانا محمد صدیق ہزاروی مدظلہ

تقدیم: محمد عبدالحکیم شرف قادری